بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

۱

تفسیر اصدق البیان

اردو ترجمہ : مولانا فتح محمد جالندھری
تفسیر : مولانا محمد صادق خلیل

ناشر
صادق خلیل اسلامک لائبریری، رحمت آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

تفسیر اصدق البیان

پارہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ (۱۷) تا پارہ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ (۲۳)

جلد پنجم

ترجمہ و تفسیر

استاذ العلماء مولانا محمد صادق خلیل

ناشر
صادق خلیل اسلامک لائبریری
رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد

نام کتاب	:	تفسیر اصدق البیان جلد پنجم
مؤلف	:	مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)
کمپوزنگ	:	صادق خلیل اسلامک لائبریری فیصل آباد (پاکستان)
تعداد	:	ساڑھے سات صد (۷۵۰)
صفحات	:	۵۵۲
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
تزئین و آرائش	:	عبدالحفیظ مدنی حاجی آباد فیصل آباد
ہدیہ	:	۳۵۰ روپے
ناشر	:	میاں حبیب الرحمٰن جاوید نگران اعلیٰ صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد فیصل آباد (پاکستان)

ملنے کے پتے

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فاران اکیڈمی قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور
دارالفرقان الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ دارالسلام غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی مارکیٹ اردو بازار لاہور
المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور

مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی
مکتبۃ السنۃ سولجر بازار کراچی نمبر۳
مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد
مکتبہ ناصریہ امین پور بازار فیصل آباد
مکتبہ اسلامیہ کوتوالی روڈ امین پور بازار فیصل آباد
رحمانیہ دارالکتب (مسجد کے نیچے) امین پور بازار فیصل آباد
مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
مکتبہ دارالعلم آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد

ناشر : صادق خلیل اسلامک لائبریری رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد فون نمبر ۷۸۰۱۴۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

((پیارے والد مکرم مولوی احمد دین مرحوم کے نام))

جنہوں نے زندگی بھر حلال روزی حاصل کرنے کے لئے محنت مزدوری کی اور میری تعلیم و تربیت میں زندگی بھر شب و روز رواں دواں رہے۔

اور پیاری اماں جی مرحومہ کے نام کہ ان دونوں کی مخلصانہ دعاؤں کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت نے مجھے علوم دینیہ کی تحصیل کے میدان میں وفور شوق سے نوازا، مشیت الٰہیہ کے مطابق علمی دنیا میں مجھے پر کشش بنایا بالخصوص علمی، اصلاحی، مسلکی کتب کی تالیف کے سبب مجھے وہ خوشی ملی جس کی یادیں زندگی بھر میرے لئے سکون و اطمینان کا پیغام لاتی رہیں گی اور انشاء اللہ قیامت تک ان کی اشاعت کا سلسلہ برقرار رہے گا۔

□□□□□

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در باغ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

□□□□□□□

فقیر بارگاہ الٰہی

محمد صادق خلیل عفا اللہ عنہ

تشکر و امتنان

اللہ پاک معبود حقیقی وحدہ لاشریک کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے گنہگار کو ایسے عظیم الشان مبارک علمی کام کی جانب قدم زن ہونے کی توفیق عطا کی اگر مشیت ایزدی شامل حال نہ ہوتی تو ہرگز ایسے جلیل القدر محنت شاقہ والے علمی کام سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تھا۔ ﴿مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ﴾

راقم الحروف اپنے اساتذہ کرام، تلامذہ، احباب اوران تمام معاونین کا شکر گزار ہے جنہوں نے اس علمی اور مبارک کام میں دامے، درمے، سخنے اور قدمے تعاون کیا، بالخصوص جامعہ سلفیہ کے استاذ مفتی عبد الحنان زاھد صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب جھال والے، برخوردار عبد الحفیظ مدنی، محمد انور افغانی متعلم جامعہ سلفیہ بالخصوص عزیزم محمد سلیم صاحب جنہوں نے نہ صرف یہ کہ پانچویں جلد کی کمپوزنگ کے فنی کام کو نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ سرانجام دیا بلکہ بعض علمی اور فنی مشوروں سے نوازا، ان کے علاوہ دیگر اہل علم جن سے بعض پیچیدہ مسائل میں راہ صواب کی جانب راہ نمائی حاصل ہوئی، بقول:۔

((مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ))

اللہ پاک ان کو اور دیگر تمام محسنین، معاونین کو دنیوی اخروی سعادتوں سے نوازے، آمین

العبد المذنب الراجی رحمة ربه

محمد صادق خلیل

خادم الکتاب والسنة رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد [پاکستان]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

افکار جلیلہ

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد (رحمہ اللہ)

میں نے قرآن پاک کو قرآن ہی سے حاصل کیا جہاں کوئی مشکل پیدا ہوئی سیرۃ النبی ﷺ نے حل کر دی لوگ قرآن کے مطالعہ سے سیرت کی طرف آتے ہیں میں سیرت کے مطالعہ سے قرآن کی طرف لوٹا تو میرے دل و دماغ کا ہر ہر کانٹا صاف ہوتا گیا۔ (مولانا ابوالکلامؒ تالیف شورش کاشمیری)

علم یہ نہیں کہ دوسروں کے عیب تلاش کئے جائیں نہ ملیں تو وضع کر لئے جائیں پھر ان میں طعن و طنز کے آب و گل سے مہک پیدا کی جائے اور غیبت سے راہ و رسم رکھی جائے علم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کہ وہ انسان کو مجلیٰ کرتا ہے اور فرش سے اٹھا کر عرش پر لے جاتا ہے۔

قرآن مجید نے ہر مقام پر توحید و آخرت کے اثبات میں ان حقائق کو پیش کیا ہے جو شب و روز ان کے مشاہدہ میں آتے ہیں مثلاً مردہ زمین سے نباتات کا ظہور رات دن کا اختلاف اور اس میں نظام شمسی کی کارفرمائی، جو نہایت اِحکام اور باقاعدگی سے اپنا کام کر رہا ہے، پھر یہ نظام شمسی اپنی عظمت اور حیرت انگیزی کے باوجود ایک بہت بڑے کہکشاں کا ایک حصہ ہے اور جس کہکشاں میں ہمارا یہ نظام شمسی شامل ہے اس میں تقریباً تین ہزار ملین آفتاب پائے جاتے ہیں، یہ سارا کائناتی نظام کسی نظام کسی عزیز و حکیم کی قدرت و علم کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا ہے اور یہ تمام نظام ربوبیت جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زبردست دلیل ہے، اسی طرح توحید و آخرت پر بھی بہت بڑی دلیل ہے، اسی لئے قرآن حکیم نے ان حقائق کی طرف ''آیت محکم'' فرما کر انسان کو متوجہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفکر اسلام علامہ محمد اقبال (رحمہ اللہ)

کے فرمودات کی ایک جھلک

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف قل العفو میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

□□□□□

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر　　یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے راہ زن سے غرض نہیں　　تیری رہبری کا سوال ہے

□□□□□

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری وقدوسی جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

□□□□□

****

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

اللہ پاک کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے تفسیر اصدق البیان کی پانچویں جلد کی اشاعت سے بہرہ ور ہونے پر میرا دل و دماغ مسرتوں سے ہمکنار ہو کر محو طلاطم ہے جب کہ اللہ وحدہ لاشریک نے مجھ جیسے ناتواں شخص کی تقدیر میں اس اعزاز واکرام کو نوشت فرمایا اس عطیہ کے حصول پر مسرتوں سے میرا دل و دماغ جھوم رہا ہے اللہ پاک کے اس عظیم احسان کا شکریہ ادا کرنے سے میری زبان قاصر ہے جب کہ میرا دل خوشیوں کے بحر طلاطم میں کبھی نہ ختم ہونے والی مسرتوں سے جھوم رہا ہے ؎

منم ہمی تمنا کہ بوقت جا ں سپردن رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

ذہن نشین فرمائیں کہ اس جلد میں سورۃ الشعراء سے لے کر سورۃ الزمر کی تفسیر کو پیش کر رہا ہوں اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر میرا سر بارگاہ الٰہی میں جھکا جا رہا ہے اور میری التجاء ہے کہ اللہ پاک میری اس مبارک اور علمی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور میری کوتاہیوں کو معاف فرمائے آمین۔

ذہن نشین فرمائیں کہ تفسیر کی بنیاد کتاب اللہ اور اور سنت صحیحہ ثابتہ پر استوار کی گئی ہے البتہ اس کو احادیث مبارکہ اور دیگر تفاسیر کے حوالہ جات سے مزین کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ قارئین آسانی کے ساتھ قرآن پاک کی تعلیمات سے استفادہ کریں

ما نبو دیم بدیں مرتبہ راضی غالب شعر خود' خواہش کرد کہ گردد فن ما

اللہ پاک میرے اس مبارک عمل کو میرے، میرے والدین مرحومین اور زوجہ مرحومہ کے لئے نوشتہ آخرت بنائے نیز برخوردار عبد الحفیظ مدنی (سلمہ اللہ) کی مساعی کو قبول فرمائے اور انہیں استقامت عطا فرمائے تا کہ یہ خالص علمی اور مبارک عمل تکمیل پذیر ہو آمین۔

بندہ گناہگار محمد صادق خلیل

سرپرست صادق خلیل اسلامک لائبریری

بسم الله الرحمن الرحيم

رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ
صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي
فِي ذُرِّيَّتِيٓ ۚ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ
وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ أُولَٰٓئِكَ
الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ
مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ
وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا
يُوعَدُونَ ○ (سورة الاحقاف ۴۶)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فہرست مضامین اصدق البیان جلد پنجم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	سترہواں پارہ - سورة الانبیاء	
۱	آیت ۱ تا ۶ ترجمہ، لغوی تحقیق، بلاغت، سورۃ الانبیاء کی فضیلت	۲۵
۲	تشریح، کفار کی نبی ﷺ پر افتراء پردازیاں، مکہ والوں نبی ﷺ سے معجزات دکھانے کا مطالبہ	۲۶
۳	فائدہ علمیہ آیت ۷ تا ۱۰ ترجمہ، لغوی تحقیق، تشریح	۲۷
۴	تمام انبیاء انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے آیت ۱۱ تا ۱۵ ترجمہ، لغوی تحقیق، تشریح	۲۸
۵	کفار مایوسی کے عالم میں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے آیت ۱۶ تا ۲۰ ترجمہ، لغوی تحقیق، بلاغت	۲۹
۶	تشریح، انسان کی تخلیق کے مقاصد جلیلہ کا بیان	۳۰
۷	آیت ۲۱ تا ۲۹ ترجمہ، لغوی تحقیق، تشریح	۳۱
۸	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں کی کیفیت کا بیان، اگر اللہ کے علاوہ معبود ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا	۳۲
۹	آیت ۳۰ تا ۳۳ ترجمہ، لغوی تحقیق، بلاغت	۳۳
۱۰	تشریح، آسمان و زمین اللہ کی عجیب وغریب مصنوعات ہیں	۳۴
۱۱	انسانی عقل میں کائنات کے عجائبات معلوم کرنیکی استعداد موجود ہے، زمین پر پہاڑ گاڑھنے کی حکمت کا بیان	۳۵
۱۲	آیت ۳۴ تا ۳۶ ترجمہ، لغوی تحقیق، تناسب، شان نزول	۳۶
۱۳	تشریح، ہر انسان کے فنا ہونے اور مصائب کیساتھ آزمانے کا بیان آیت ۳۷ تا ۴۱ ترجمہ	۳۷
۱۴	لغوی تحقیق، شان نزول، تشریح، جلد بازی سے بچاؤ اختیار کرنے کا بیان	۳۸
۱۵	انبیاء کا مزاح اڑانے والوں کا عذاب خداوندی میں مبتلاء ہونیکا بیان آیت ۴۲ تا ۴۷ ترجمہ، لغوی تحقیق	۳۹
۱۶	تشریح، کفار دوزخ کے عذاب سے نہ بچ سکیں گے، زمین کے سکڑنے کا بیان، کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا	۴۰
۱۷	دو کلمات جن کو زبان سے ادا کرنا مشکل نہیں، اعمال کے بارے میں ایک شخص کا نبی ﷺ سے استفسار	۴۱
۱۸	آیت ۴۸ تا ۵۰ ترجمہ مفردات کی وضاحت، تشریح، ایماندار لوگ قیامت کے وقوع سے خائف رہتے ہیں	۴۲
۱۹	آیت ۵۱ تا ۵۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۴۳
۲۰	تشریح، آزر اور اس کی قوم کا ملت اسلامیہ کے مقلدین کے درمیان موازنہ	۴۴
۲۱	حق و صداقت کے اثبات پر دلیل آیت ۵۹ تا ۶۵ ترجمہ	۴۵
۲۲	مفردات کی وضاحت، تشریح، نمرود کی ابراہیم کے بارے میں رائے، ابراہیم کا بڑے بت کو نہ توڑنے کا سبب	۴۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳	آیت ۶۶ تا ۷۰ ترجمہ، تشریح، ابراہیم کا قوم کو ڈانٹنے اور ان کو آگ میں گرانے کا بیان	۴۷
۲۴	ابراہیمؑ پر آگ ٹھنڈی ہونے کا بیان آیت ۷۱ تا ۷۵ ترجمہ	۴۸
۲۵	مفردات کی وضاحت، تشریح، لوط علیہ السلام کو حکمت عطا کرنے کا بیان	۴۹
۲۶	آیت ۷۶ تا ۷۷ ترجمہ مفردات کی وضاحت، تشریح، نوحؑ کا واقعہ آیت ۷۸ تا ۸۲ ترجمہ	۵۰
۲۷	مفردات کی وضاحت، تشریح، داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے ایک فیصلہ کا تذکرہ	۵۱
۲۸	داؤد اور سلیمان علیہما السلام پر انعامات الٰہیہ کے نازل کرنے کا بیان آیت ۸۳ تا ۸۴ ترجمہ	۵۲
۲۹	مفردات کی وضاحت، تشریح، ایوب علیہ السلام کے واقعہ کا بیان آیت ۸۵ تا ۹۱	۵۳
۳۰	ترجمہ مفرادت کی وضاحت، تناسب وتشریح، مصائب پر صبر کرنے والے چند انبیاء کا تذکرہ	۵۴
۳۱	ذوالکفل کے بارے میں علماء کا اختلاف، یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں جانے کا بیان	۵۵
۳۲	زکریاؑ ان کے بیٹے اور بیوی کا تذکرہ آیت ۹۲ تا ۹۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۵۶
۳۳	تناسب وتشریح، آپس میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے، قیامت کے عنقریب نازل ہونے کا بیان	۵۷
۳۴	آیت ۹۹ تا ۱۰۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، شرک سے شرف انسانیت مجروح ہوتا ہے	۵۸
۳۵	مشرکین اپنے بتوں اور جمادات کے ساتھ دوزخ میں ڈالے جائیں گے، قیامت کے دن ہر شئی بدل جائیگی	۵۹
۳۶	آیت ۱۰۵ تا ۱۱۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۶۰
۳۷	تشریح، مشرکین کو ایک اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے	۶۱
	سورۃ الحج	
۳۸	آیت ۱ تا ۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، سورت حج کی وجہ تسمیہ، شان نزول	۶۲
۳۹	تشریح، قیامت کی ہولناکیوں کا بیان آیت ۳ تا ۴ ترجمہ، شان نزول وتشریح	۶۳
۴۰	آیت ۵ تا ۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، انسان کی تخلیق کا بیان	۶۴
۴۱	موت کے بعد اٹھائے جانے کے بارے میں دلیل	۶۵
۴۲	آیت ۸ تا ۱۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب وتشریح، اللہ پاک کے دلائل واضح ہونے کا بیان	۶۶
۴۳	آیت ۱۱ تا ۱۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول، تشریح، مقلدین کا بلا دلیل جھگڑنے کا بیان	۶۷
۴۴	آیت ۱۴ تا ۱۸ ترجمہ، تناسب وتشریح، جنتیوں کے احوال کا بیان	۶۸
۴۵	جاہل انسان کے تخیلات اور اس کے انجام کا بیان، میدان حشر میں تمام فرقوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا	۶۹
۴۶	حدیث میں سورج کے طلوع ہونے کی وضاحت آیت ۱۹ تا ۲۴ ترجمہ	۷۰
۴۷	مفردات کی وضاحت، تناسب، شان نزول، جنت دوزخ کے مقابلہ کا بیان، تشریح	۷۱
۴۸	مومنوں پر انعامات الٰہیہ کا نزول آیت ۲۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، شان نزول	۷۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۹	تشریح آیت ۲۶ تا ۲۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح	۷۳
۵۰	حج کے احکام کا بیان آیت ۳۰ تا ۳۳ ترجمہ	۷۴
۵۱	مفردات کی وضاحت، حرمت اور عزت والی اشیاء کا بیان، اللہ پر جھوٹ نہ باندھا جائے	۷۵
۵۲	قربانی کے جانور کی صفات کا بیان، حج کے شعائر کا بیان	۷۶
۵۳	آیت ۳۴ تا ۳۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، وصف اِخبات کا بیان	۷۷
۵۴	آیت ۳۶ تا ۳۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب و تشریح، قربانی کرنے کا بیان	۷۸
۵۵	قربانی کرنے کی دعا، نبی ﷺ کا اونٹ ذبح کرنے کا بیان، حجاج کا قربانی کرنے کا بیان	۷۹
۵۶	آیت ۳۸ تا ۴۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ایمانداروں کو شرپسندوں سے سے جہاد کرنے کا حکم	۸۰
۵۷	مشرکین سے جہاد کرنے کا بیان، کفار سے جہاد ضروری ہے فلسفہ جہاد	۸۱
۵۸	الذین ان مکنھم کا مطلب آیت ۴۲ تا ۴۶ ترجمہ	۸۲
۵۹	تشریح مختلف قوموں کی ہلاکت کا بیان، ہلاک شدہ قوموں کی بستیوں کا مشاہدہ کرنے کا بیان	۸۳
۶۰	ہر شخص کی چار آنکھیں ہیں آیت ۴۷ تا ۵۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح	۸۴
۶۱	اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، اللہ کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائیگا آیت ۵۲ تا ۵۷	۸۵
۶۲	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، حسان کے اشعار	۸۶
۶۳	مفسرین کا شان نزول کے بارے میں بیان، غرانیق کا واقعہ	۸۷
۶۴	تشریح، شیطان کا قرأت میں القاء کرنے کا بیان	۸۸
۶۵	شیطان کے وسوسوں کا بیان، قیامت کے دن ایک اللہ کی بادشاہت ہوگی	۸۹
۶۶	آیت ۵۸ تا ۶۲ ترجمہ، تشریح، شہید کو جنت سے رزق عطا کیا جاتا ہے	۹۰
۶۷	مہاجرین کے شرف کا بیان آیت ۶۳ تا ۶۶	۹۱
۶۸	ترجمہ، تشریح، اللہ نے انسانوں کے لئے تمام کائنات کو مسخر کیا ہے	۹۲
۶۹	آیت ۶۷ تا ۶۹ ترجمہ	۹۳
۷۰	مفردات کی وضاحت، تشریح، تمام دنیا کیلئے شریعت متعین کرنے کا بیان، فائدہ علمیہ	۹۴
۷۱	امام مالک کا قول آیت ۷۰ تا ۷۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح	۹۵
۷۲	آیت ۷۳ تا ۷۶ ترجمہ، تشریح، مکھی کی مثال بیان کرنے کی وجہ	۹۶
۷۳	آیت ۷۷ تا ۷۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ایماندار کے اوصاف حمیدہ کا بیان	۹۸
	اٹھارھواں پارہ ، سورۃ المؤمنون	
۷۴	آیت ۱ تا ۱۱ ترجمہ، تشریح، مومنین کی سات خصلتوں کا بیان	۱۰۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۵	شرم گاہوں کی حفاظت اور استمناء بالید کا بیان، سب سے زیادہ محبوب عمل کا بیان	۱۰۱
۷۶	آیت ۱۲ تا ۱۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، انسان کی تخلیق کے مدارج کا بیان مفسرین کا نقطہ نظر	۱۰۲
۷۷	عمر رضی اللہ عنہ اور پروردگار عالم کا چار باتوں میں موافقت کا بیان	۱۰۳
۷۸	آیت ۱۷ تا ۲۲ ترجمہ، لغوی تحقیق، تشریح، اللہ مخلوق سے غافل نہیں ہے، انعامات الٰہیہ کا بیان	۱۰۴
۷۹	آیت ۲۳ تا ۳۰ ترجمہ	۱۰۶
۸۰	مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب، قوم نوح کا جواب	۱۰۷
۸۱	آیت ۳۱ تا ۴۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۱۰۹
۸۲	بلاغت، نوح کی قوم کے بعد قوم عاد کو پیدا کرنے اور انکو انبیاء کی بات نہ ماننے پر عذاب میں مبتلاء کرنیکا بیان	۱۱۰
۸۳	آیت ۴۳ تا ۵۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۱۱۱
۸۴	تشریح، اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے بھائی کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کو نشان عبرت بنایا	۱۱۲
۸۵	آیت ۵۱ تا ۵۶ ترجمہ، تشریح، مسلمانوں کی گروہ بندیوں میں تقسیم کی وجہ اختلافات ہیں	۱۱۳
۸۶	ابن آدم کو ڈھیل دینے کا وجہ آیت ۵۷ تا ۶۲ ترجمہ	۱۱۴
۸۷	مفردات کی وضاحت، تشریح، اللہ نے تفرقہ بازی کو مزموم قرار دیا ہے، خیرات کا عمل باعث سعادت ہے	۱۱۵
۸۸	اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے آیت ۶۳ تا ۷۷ ترجمہ	۱۱۶
۸۹	مفردات کی وضاحت، تشریح، ابن کثیر کی وضاحت، مشرکین مکہ کو تہدید آمیز خطاب	۱۱۷
۹۰	آیت ۷۸ تا ۹۰ ترجمہ، تشریح، اللہ کی وحدانیت پر دلائل، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے دلائل	۱۲۰
۹۱	آیت ۹۱ تا ۱۰۰ ترجمہ	۱۲۲
۹۲	تشریح، اللہ کی ناراضگی پر کیا دعا کرنی چاہئے، فوت شدہ آدمی کا گفتگو کرنے کا بیان	۱۲۳
۹۳	آیت ۱۰۱ تا ۱۱۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح	۱۲۵
۹۴	اعمال صالحہ اور اخلاق میں زیادہ وزن والا کامیاب ہوگا آیت ۱۱۲ تا ۱۱۸	۱۲۶
۹۵	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۱۲۷
۹۶	تشریح، دنیوی زندگی بہت کم ہے، انسان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا، محسنات بدیعہ کی مثال نماز کی ایک اہم دعا	۱۲۸
	سورۃ النور	
۹۷	آیت ۱ تا ۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول	۱۳۰
۹۸	تشریح، اوامر و نواہی کا بیان، زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگانے کا حکم، مومن کا زانیہ عورت سے نکاح حرام ہے	۱۳۱
۹۹	آیت ۴ تا ۵ ترجمہ، تناسب، حافظ ابن کثیر کی وضاحت	۱۳۲
۱۰۰	آیت ۶ تا ۱۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کا بیان	۱۳۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۰۱	عویمر کا اپنی بیوی خولہ کے بارے میں بیان اور ان کا مفصل واقعہ، لعان کے طریقہ کا بیان	۱۳۴
۱۰۲	آیت ۱۱ تا ۲۲ ترجمہ	۱۳۶
۱۰۳	مفردات کی وضاحت، تناسب، عائشہ پر تہمت کا مفصل واقعہ	۱۳۷
۱۰۴	عائشہ صدیقہ کی برأت پر وحی نازل ہونے کا بیان، فقیروں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ اٹھانے کا بیان	۱۴۱
۱۰۵	حافظ ابن کثیر کا بیان، سنی سنائی بات صحیح نہیں ہوتی، عیوب چھپانے کا بیان، شیطان کی پیری نہ کرنے کا بیان	۱۴۳
۱۰۶	آیت ۲۳ تا ۲۶ ترجمہ، تناسب	۱۴۵
۱۰۷	تشریح، الزام تراشی کرنیوالے اللہ کی رحمت سے دور ہیں، خاوند بیوی کی اخلاق وصفات میں مماثلت ہونی چاہئے	۱۴۶
۱۰۸	آیت ۲۷ تا ۲۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، گھر میں داخل ہونے کے آداب	۱۴۷
۱۰۹	آیت ۳۰ تا ۳۱ ترجمہ	۱۴۸
۱۱۰	مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، بری نظر کو روکنے کا بیان	۱۴۹
۱۱۱	زیب وزینت کی اقسام کا بیان، پردہ کے احکام کا بیان، محرم اور غیر محرم رشتوں کا بیان	۱۵۰
۱۱۲	آیت ۳۲ تا ۳۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۱۵۱
۱۱۳	بلاغت، تناسب، تشریح، بالغ لڑکیوں کے نکاح کرنے کا بیان، غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرانے کا بیان	۱۵۲
۱۱۴	پاکدامنی اختیار کرنے کا بیان، لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرنے کا بیان، قرآن پاک احکامات کا مجموعہ ہے	۱۵۳
۱۱۵	آیت ۳۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، ایماندار شخص کی مثال	۱۵۴
۱۱۶	آیت ۳۶ تا ۳۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، لفظ تسبیح سے کیا مراد ہے؟	۱۵۶
۱۱۷	اذان سن کر تمام اعمال کو چھوڑ دینا چاہیے آیت ۳۹ تا ۴۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۱۵۷
۱۱۸	تشریح، انسان کے اعمال کی دو تمثیلات کا بیان، قرآن کی صداقت پر غیر مسلم سکالر کا بیان	۱۵۸
۱۱۹	آیت ۴۱ تا ۴۶ ترجمہ	۱۵۹
۱۲۰	مفردات کی وضاحت، تشریح، اللہ کی وحدانیت پر دلائل	۱۶۰
۱۲۱	آیت ۴۷ تا ۵۴ ترجمہ	۱۶۲
۱۲۲	تناسب، شان نزول، تشریح، منافقین کی قسموں کا بیان	۱۶۳
۱۲۳	آیت ۵۵ تا ۵۷ ترجمہ، تناسب، تشریح	۱۶۵
۱۲۴	اسلامی حکومت کے بعد سب سے پہلا حکم نماز کا دیا جائے آیت ۵۸ تا ۶۰	۱۶۶
۱۲۵	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، شان نزول، تشریح، اسلامی معیشت کے چند اصول	۱۶۷
۱۲۶	بالغ انسان شریعت کا مکلّف ہو جاتا ہے بوڑھی عورتوں پر پردہ کی پابندی لازمی نہیں	۱۶۸
۱۲۷	آیت ۶۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، شان نزول	۱۶۹

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۷۰	تشریح، معذور کا میدان جہاد میں نہ جانا گناہ نہیں، کن کن رشتہ داروں کے گھر سے کھانا کھایا جاسکتا ہے	۱۲۸
۱۷۰	بنو کنانہ قبیلہ کے ایک شخص کا واقعہ **آیت ۶۲ تا ۶۴**	۱۲۹
۱۷۱	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح محفل کے آداب، جہاد میں نہ جانے کی اجازت دینے کا بیان	۱۳۰
۱۷۲	نبی ﷺ کو مخاطب کرنے کے آداب، شان نزول، بلا اجازت محفل سے اٹھنے کا بیان، شان نزول	۱۳۱
	سورۃ الفرقان	
۱۷۳	**آیت ۱ تا ۲** ترجمہ، مفردات کی وضاحت، سورت فرقان کا مطالب سے لحاظ سے اجمالی خاکہ	۱۳۲
۱۷۵	تشریح، قرآن کے قسط وار نازل ہونے پر کافروں کا اعتراض نبی ﷺ کو تمام لوگوں کیجانب رسول بنا کر بھیجا گیا	۱۳۳
۱۷۶	**آیت ۳ تا ۶** ترجمہ، تشریح، مشرکین کی کمزوریوں کی متعدد وجوہ، نبی ﷺ پر نبوت پر طعن لگانے کا بیان	۱۳۴
۱۷۸	**آیت ۷ تا ۱۶** ترجمہ	۱۳۵
۱۷۹	مفردات کی وضاحت، تشریح، نبی ﷺ کے اوصاف پر مشرکین کے اعتراضات مشرکین مکہ کا نبی ﷺ کو پیغام	۱۳۶
۱۸۱	نبی ﷺ پر خیر و برکت نازل کرنے کا بیان، دوزخ کی سختیوں کا بیان	۱۳۷
۱۸۲	**آیت ۱۷ تا ۲۰** ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، قیامت کی خوفناکیوں کا بیان	۱۳۸
۱۸۳	سبھی انبیاء کھاتے پیتے تھے، اللہ نے انسان کو انسان کے لئے آزمائش بنایا ہے	۱۳۹
	انیسواں پارہ	
۱۸۴	**آیت ۲۱ تا ۲۴** ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح	۱۴۰
۱۸۵	کفار کے مستحسن اعمال کی کچھ حیثیت نہیں **آیت ۲۵ تا ۳۴**	۱۴۱
۱۸۶	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح	۱۴۲
۱۸۷	شان نزول، کسی کام کو نہ کرنا بھی کام ہے	۱۴۳
۱۸۸	قرآن کے بارے میں یہودیوں کے اعتراضات قرآن مجید کو متفرق اتارنے کے فوائد	۱۴۴
۱۸۹	قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ہوں گے **آیت ۳۵ تا ۴۰**	۱۴۵
۱۹۰	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بعض پیغمبروں کے ان کی امتوں کے ساتھ واقعات کا مختصر خاکہ	۱۴۶
۱۹۱	**آیت ۴۱ تا ۴۴** ترجمہ، شان نزول، تشریح، مشرکین کی گمراہی پر تعجب کا بیان	۱۴۷
۱۹۲	**آیت ۴۵ تا ۵۴** ترجمہ	۱۴۸
۱۹۳	مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، قدرت کے لازوال نظام پر غور کا بیان	۱۴۹
۱۹۴	بارش کے پانی کے فوائد، پانی کی مختلف صورتوں کا بیان، دو سمندروں کو آپس میں ملانے کا بیان	۱۵۰
۱۹۵	علامہ شنقیطی کی وضاحت، اللہ نے مادہ منویہ سے انسان کو پیدا کیا ہے، سات رشتوں کے حرام ہونے کا بیان	۱۵۱
۱۹۶	**آیت ۵۵ تا ۶۲** ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۱۵۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵۳	تناسب، تشریح، اللہ پر مکمل توکل کرنے کا بیان، ستاروں کو روشن کرنے کا بیان	۱۹۷
۱۵۴	آیت ۶۳ تا ۷۷ ترجمہ	۱۹۹
۱۵۵	مفردات کی وضاحت، بلاغت کی تراکیب، تناسب	۲۰۰
۱۵۶	تشریح، مومنین کی صفات کا بیان	۲۰۱
۱۵۷	مرنے کے بعد بھی انسان کے تین اعمال جاری رہتے ہیں، مومنین صابرین کو اچھا بدلہ ملنے کا بیان	۲۰۲
	سورۃ الشعراء	
۱۵۸	آیت ۱ تا ۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شعراء کی وجہ تسمیہ	۲۰۴
۱۵۹	تشریح، اسلام قبول کرنے میں جبر درست نہیں، مُردوں کو قبروں سے اٹھانے کا بیان	۲۰۵
۱۶۰	آیت ۱۰ تا ۲۲ ترجمہ	۲۰۶
۱۶۱	تشریح، موسیٰ اور ہارون کو فرعون کی جانب بھیجنے کا بیان	۲۰۷
۱۶۲	علامہ ابن کثیر کی وضاحت آیت ۲۳ تا ۳۷ ترجمہ	۲۰۸
۱۶۳	تشریح، موسیٰ اور فرعون کی ملاقات	۲۰۹
۱۶۴	موسیٰ کے معجزات کا بیان، فرعون کی تین باتوں کا بیان آیت ۳۸ تا ۵۱	۲۱۰
۱۶۵	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، موسیٰ اور جادوگروں کا واقعہ	۲۱۱
۱۶۶	آیت ۵۲ تا ۶۸	۲۱۲
۱۶۷	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، فرعون کو سمندر میں غرق کرنے کا بیان	۲۱۳
۱۶۸	دریا کے بارہ رستے بننے کا بیان، پانی کا روانی کو چھوڑ دینے اور پہاڑ کی طرح کھڑے ہونے کا بیان	۲۱۴
۱۶۹	آیت ۶۹ تا ۸۹ ترجمہ	۲۱۵
۱۷۰	مفردات کی وضاحت، تشریح، ابراہیم کا اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچانے کا بیان	۲۱۶
۱۷۱	ابراہیم کی دعا کا بیان، ابراہیمؑ کے والد کے بارے میں ایک حدیث	۲۱۷
۱۷۲	آیت ۹۰ تا ۱۰۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح	۲۱۸
۱۷۳	مشرکین اور ان کے معبودوں کو دوزخ میں گرانے کا بیان، دنیا میں لوٹنا ناممکن ہے	۲۱۹
۱۷۴	آیت ۱۰۵ تا ۱۲۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۲۲۰
۱۷۵	علمی فائدہ، تناسب، تشریح، نوح کا اپنی قوم کو خطاب، قریش مکہ کے امراء کا نبی ﷺ سے مطالبہ	۲۲۱
۱۷۶	آیت ۱۲۳ تا ۱۴۰ ترجمہ	۲۲۲
۱۷۷	مفردات کی وضاحت، تشریح، ہود علیہ السلام کا واقعہ، علامہ ابن کثیر کی وضاحت	۲۲۳
۱۷۸	فخر الدین رازی کی وضاحت، ہود کی قوم کا ہود کو جواب، علامہ ابن کثیر کی وضاحت	۲۲۴

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۲۵	آیت ۱۴۱ تا ۱۵۹ ترجمہ	۱۷۹
۲۲۶	مفردات کی وضاحت، تشریح، قوم ثمود کا بیان، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور علامہ رازی کا بیان	۱۸۰
۲۲۷	قتادہ اور ابن کثیر کے اقوال آیت ۱۶۰ تا ۱۷۵	۱۸۱
۲۲۸	ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، قوم لوط کے احوال کا بیان	۱۸۲
۲۲۹	قوم لوط کا لوط علیہ السلام کو جواب آیت ۱۷۶ تا ۱۹۱ ترجمہ	۱۸۳
۲۳۰	مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، مدین والوں کا بیان، شعیب کا اپنی قوم کو اصلاحی خطاب	۱۸۴
۲۳۱	آیت ۱۹۲ تا ۲۱۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح	۱۸۵
۲۳۳	عربی میں قرآن نازل کرنے کی حکمتیں، قرآن کے اعجاز کا بیان	۱۸۶
۲۳۴	آیت ۲۱۳ تا ۲۲۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۱۸۷
۲۳۵	تشریح، شعراء کی اقسام اور انکے گمراہ ہونے کا بیان	۱۸۸
۲۳۶	چار قسم کے شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، شان نزول	۱۸۹
	سورة النمل	
۲۳۷	سورۃ النمل کے بارے میں ضروری معلومات	۱۹۰
۲۳۸	آیت ۱ تا ۱۴ ترجمہ	۱۹۱
۲۳۹	مفردات کی وضاحت، تشریح، جزا سزا کے عمل کو افسانہ قرار دینے والوں کا بیان	۱۹۲
۲۴۰	موسیٰ کو نبوت و معجزات ملنے کا واقعہ	۱۹۳
۲۴۱	مفسدین کے انجام کا بیان آیت ۱۵ تا ۱۹	۱۹۴
۲۴۲	ترجمہ، جملوں کی وضاحت، بلاغت، لطافت کی مثال	۱۹۵
۲۴۳	تشریح، داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی عظمتوں کا بیان	۱۹۶
۲۴۴	آیت مبارکہ میں پندوموعظت کا پہلو آیت ۲۰ تا ۲۶ ترجمہ	۱۹۷
۲۴۵	جملوں کی وضاحت، تشریح، سلیمان کے لشکر سے ہدہد کے غائب ہونے کا واقعہ، ملک یمن کی ملکہ بلقیس کا واقعہ	۱۹۸
۲۴۶	علامہ زمخشری کی وضاحت آیت ۲۷ تا ۳۵ ترجمہ	۱۹۹
۲۴۷	مفردات کی وضاحت، تشریح، سلیمان کا ہدہد کے ذریعے بلقیس کو خط بھیجنے کا بیان، قرطبی و حسن بصری کا قول	۲۰۰
۲۴۸	بادشاہوں کے احوال کا بیان، قتادہ کا قول آیت ۳۶ تا ۴۰ ترجمہ	۲۰۱
۲۴۹	مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، بلقیس کا سلیمان کے نام جوابی خط	۲۰۲
۲۵۰	بلقیس کا سلیمان کی طرف جانے کا بیان، ایک حدیث قدسی	۲۰۳
۲۵۱	آیت ۴۱ تا ۴۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، سلیمان کا بلقیس کے تخت کو تبدیل کرنے کا حکم	۲۰۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۰۵	بلقیس کا محل میں داخل ہونے کا بیان، علامہ ابن کثیر کی وضاحت آیت ۴۵ تا ۵۳ ترجمہ	۲۵۲
۲۰۶	مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، ثمود قبیلہ کی جانب صالح علیہ السلام کو بھیجنے کا بیان	۲۵۳
۲۰۷	صالح کو قوم کو خطاب، ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول آیت ۵۴ تا ۵۹ ترجمہ	۲۵۴
۲۰۸	مفردات کی وضاحت، تشریح، قوم لوط کے احوال اور ان پر عذاب نازل کرنے کا بیان	۲۵۵
	بیسواں پارہ	
۲۰۹	آیت ۶۰ تا ۶۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، اللہ کی وحدانیت کے اثبات پر متعدد دلائل	۲۵۶
۲۱۰	آیت ۶۵ تا ۷۵ ترجمہ، تشریح، مشرکین کے سوال پر آیات کا نزول اور ان کے شبہات کا بیان	۲۵۸
۲۱۱	آیت ۷۶ تا ۸۱ ترجمہ، بلاغت، تناسب، تشریح، قرآن کے واقعات تورات و انجیل کے مطابق ہیں	۲۶۰
۲۱۲	آیت ۸۲ تا ۹۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، قیامت کے وقوع سے قبل کے واقعات	۲۶۲
۲۱۳	آیت ۹۱ تا ۹۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، اہل مکہ کو بیت اللہ کے پروردگار کی عبادت کرنی چاہیے	۲۶۴
	سورۃ القصص	
۲۱۴	آیت ۱ تا ۶ ترجمہ، سورۃ القصص کا خلاصہ، ڈکٹیٹر شخص کا تذکرہ جس نے بنی اسرائیل کو ظلم کا نشانہ بنایا	۲۶۶
۲۱۵	موسیٰ کی ولادت و پرورش کا بیان، مفردات کی وضاحت، تشریح، بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان	۲۶۷
۲۱۶	آیت ۷ تا ۱۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، فرعون کا موسیٰ کو واپس اپنی ماں کے پاس بھیجنے کا بیان	۲۶۹
۲۱۷	آیت ۱۴ تا ۱۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب	۲۷۲
۲۱۸	تشریح، موسیٰ کا مدین میں جانے کا سبب آیت ۲۰ تا ۲۸ ترجمہ	۲۷۳
۲۱۹	مفردات کی وضاحت تشریح، موسیٰ کو قتل کرنے کا مشورہ، موسیٰ کا مدین جانے اور بکریوں کو پانی پلانے کا واقعہ	۲۷۵
۲۲۰	شعیب علیہ السلام کی لڑکیوں کا واقعہ، موسیٰ علیہ السلام کے امانت دار ہونے کی وجوہات کا بیان	۲۷۶
۲۲۱	آیت ۲۹ تا ۳۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت	۲۷۷
۲۲۲	تشریح، موسیٰ کا اپنی بیوی کے ساتھ مصر کی جانب جانے کا بیان، موسیٰ کو عطا کئے گئے معجزات کا بیان	۲۷۸
۲۲۳	آیت ۳۳ تا ۳۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، موسیٰ کو فرعون کی جانب بھیجنے کا بیان	۲۷۹
۲۲۴	آیت ۳۸ تا ۴۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، محل تعمیر کرنے کا حکم، فرعون کے لشکر کو غرق کرنے کا بیان	۲۸۱
۲۲۵	آیت ۴۴ تا ۴۷ ترجمہ، تشریح، نبی ﷺ کو گزشتہ قوموں کے واقعات بتلانے کا بیان	۲۸۲
۲۲۶	آیت ۴۸ تا ۵۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، حافظ ابن کثیر کی وضاحت	۲۸۴
۲۲۷	اہل کتاب قرآن کی تصدیق کرتے ہیں، تین قسم کے لوگوں کو دوگنا اجر دینے کا بیان	۲۸۶
۲۲۸	آیت ۵۶ تا ۶۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول، تشریح، ابوحیان نحوی کی وضاحت	۲۸۷
۲۲۹	آیت ۶۲ تا ۷۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، شرک سے تائب ہونے والا کامیاب و کامران ہے	۲۹۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳۰	آیت ۷۱ تا ۷۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح	۲۹۲
۲۳۱	آیت ۷۶ تا ۸۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، قارون اور اسکے خزانوں کو دھنسانے کا بیان	۲۹۴
۲۳۲	آیت ۸۳ تا ۸۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، متکبر جنت میں داخل نہیں ہوگا	۲۹۸
۲۳۳	پرہیزگار جنت میں داخل ہوں گے، اللہ پاک کا نبی ﷺ کو خطاب	۲۹۹
۲۳۴	**سورۃ العنکبوت** مقدمہ سورۃ العنکبوت	۳۰۰
۲۳۵	آیت ۱ تا ۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، مومنوں کو آزمائش میں ڈالنے کا بیان	۳۰۱
۲۳۶	بلاغت آیت ۵ تا ۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، اعمال صالحہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں	۳۰۲
۲۳۷	آیت ۸ تا ۱۳ ترجمہ، تناسب، شان نزول، تشریح، اللہ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت نہ کرنے کا بیان	۳۰۴
۲۳۸	آیت ۱۴ تا ۲۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ابراہیم خلیل کا واقعہ	۳۰۷
۲۳۹	پھلوں کی تخلیق کا بیان، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کا بیان	۳۰۹
۲۴۰	آیت ۲۸ تا ۳۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت	۳۱۱
۲۴۱	تشریح، قوم لوط کا واقعہ اور قوم لوط کو تباہ کرنے کا بیان، لوط علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازا	۳۱۲
۲۴۲	آیت ۳۶ تا ۴۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، قوم مدین کو تباہ کرنے کا بیان	۳۱۳
۲۴۳	**اکیسواں پارہ** آیت ۴۵ تا ۴۹ ترجمہ مفردات کی وضاحت، تناسب	۳۱۶
۲۴۴	تشریح، نماز بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے، آپ ﷺ کا اُمّی ہونا سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے	۳۱۸
۲۴۵	آیت ۵۰ تا ۵۵ ترجمہ، بلاغت، تشریح، علامہ ابن کثیر کی وضاحت، بت پرستوں کا اللہ پر ایمان نہیں ہوتا	۳۱۹
۲۴۶	آیت ۵۵ تا ۶۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، کمزور جانوروں کو بھی اللہ رزق بہم پہنچاتا ہے	۳۲۱
	سورۃ الروم	
۲۴۷	آیت ۱ تا ۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، سورۃ الروم پر تبصرہ، تشریح، ہر کام اللہ کے حکم وارادہ کے مطابق ہوتا ہے	۳۲۶
۲۴۸	آیت ۸ تا ۱۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، گذشتہ قوموں کے حالات جاننا ضروری ہیں	۳۲۹
۲۴۹	آیت ۱۷ تا ۲۷ ترجمہ، بلاغت، تناسب، تشریح، اللہ کی عظمت کے بڑے بڑے دلائل، اللہ کا کوئی مثل نہیں	۳۳۱
۲۵۰	آیت ۲۸ تا ۳۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، شرک کے بارے میں ایک تمثیل کا بیان	۳۳۵
۲۵۱	آیت ۳۸ تا ۴۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، قحط سالی، لڑائی جھگڑے اور فتنے بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں	۳۳۸
۲۵۲	آیت ۴۸ تا ۵۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، ہواؤں کے فوائد، مردے نہیں سن سکتے	۳۴۲
۲۵۳	آیت ۵۵ تا ۶۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تناسب، تشریح، قرآن وعظ ونصیحت کا مجموعہ ہے	۳۴۴
۲۵۴	**سورۃ لقمان** مقدمہ سورت لقمان	۳۴۶
۲۵۵	آیت ۱ تا ۱۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، شان نزول، تشریح، غیر اسلامی تفریح ناجائز ہے	۳۴۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۵۶	اللہ نے آسمان کو بغیر ستونوں اور عظمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، مشرک گمراہی میں حیوان سے بھی بدتر ہیں	۳۵۰
۲۵۷	آیت ۱۲ تا ۱۹ ترجمہ، لقمان حکیم کا تعارف، تناسب، تشریح، لقمان حکیم کے اوصاف اور وصایا کا بیان	۳۵۱
۲۵۸	آیت ۲۰ تا ۲۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تناسب، تشریح، سب سے مضبوط سہارا کس کا ہے؟	۳۵۵
۲۵۹	آیت ۲۷ تا ۳۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح مختلف ائمہ کے اقوال	۳۵۷
	سورة السجدة	
۲۶۰	مقدمہ سورۃ السجدۃ	۳۶۱
۲۶۱	آیت ۱ تا ۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، انسان کو حقیر پانی سے پیدا کیا گیا ہے	۳۶۲
۲۶۲	آیت ۱۰ تا ۱۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، سعادت مندوں کی اچھی خوبیوں کا بیان	۳۶۵
۲۶۳	آیت ۱۸ تا ۳۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، کفار مکہ کا مسلمانوں سے استہزاء	۳۶۷
	سورة الاحزاب	
۲۶۴	مقدمہ سورۃ الاحزاب	۳۷۱
۲۶۵	آیت ۱ تا ۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، اللہ نے انسان کے دو دل نہیں بنائے	۳۷۳
۲۶۶	متبنّٰی بیٹوں کے بارے میں مسائل، نبی ﷺ کی تمام بیویاں امت کی مائیں ہیں	۳۷۵
۲۶۷	آیت ۷ تا ۸ ترجمہ، تشریح، پیغمبروں سے عہد لینے کا بیان	۳۷۷
۲۶۸	آیت ۹ تا ۲۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، منافقین کی مسلمانوں سے گفتگو	۳۷۸
۲۶۹	میدان جنگ سے فرار میں زندگی میں اضافہ نہیں ہوتا، مال غنیمت کے بارے میں منافقین کی بیبا کی کا بیان	۳۸۲
۲۷۰	آیت ۲۱ تا ۲۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، شان نزول، تشریح	۳۸۴
۲۷۱	تمام مشکلات کا حل نبی ﷺ کی پیروی میں ہے، خندق کھودنے اور اللہ کے وعدہ کا بیان، غزوہ خندق	۳۸۶
۲۷۲	آیت ۲۸ تا ۳۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب وشان نزول، تشریح، امہات المؤمنین کا نبی ﷺ سے مطالبہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا نبی ﷺ کی بیویوں کو ہدایات دینے کا بیان	۳۸۹
	بائیسواں پارہ	
۲۷۳	آیت ۳۱ تا ۳۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا بیان	۳۹۲
۲۷۴	آیت ۳۵ ترجمہ، بلاغت، تشریح، مرد اور عورت جزا سزا میں برابر ہیں	۳۹۴
۲۷۵	آیت ۳۶ تا ۴۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول، تشریح، زیدؓ کا زینبؓ سے نکاح اور طلاق کا بیان، اسلام دشمن عناصر کے بعض غلط افکار کا بیان، متبنّٰی بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کیا جا سکتا ہے	۳۹۵
۲۷۶	آیت ۴۱ تا ۴۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، انا ارسلناک شاھدا ومبشرا کی وضاحت	
۲۷۷	جماع سے قبل طلاق دینے پر عورت پر کوئی عدت نہیں	۳۹۸
۲۷۸	آیت ۵۰ تا ۵۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، نبی ﷺ کیلئے مختلف قسم کی عورتوں کے حلال ہونیکا بیان، لونڈی حلال ہے،	
۲۷۹	نبی ﷺ کا بیویوں کے بارے میں باری مقرر کرنا ضروری نہیں	۴۰۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۸۰	منگنی سے قبل ایک نظر منگیتر کو دیکھنا جائز ہے، اس کے بارے میں دو احادیث کا تذکرہ	۴۰۳
۲۸۱	آیت ۵۳ تا ۵۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول، تشریح، پردہ کے احکام کا بیان	۴۰۳
۲۸۲	آیت ۵۶ تا ۶۲ ترجمہ، تناسب، لطافت، تشریح، نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا بیان، غیبت اور سود کا بیان	۴۰۶
۲۸۳	آیت ۶۳ تا ۷۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، قیامت کی خوفنایوں کا بیان	۴۰۹
۲۸۴	انسان کو مکلّف کرنے کا بیان، امانت کا بیان، نبی ﷺ کے زیادہ نکاح کرنے کے عمومی وخصوصی اسباب کا بیان	۴۱۱
۲۸۵	**سورۃ سبا** مقدمہ سورت سبا	۴۱۴
۲۸۶	آیت ۱ تا ۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، قیامت کے اثبات اور توحید کا بیان	۴۱۵
۲۸۷	آیت ۱۰ تا ۱۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، داؤد کا واقعہ، سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر کرنیکا بیان	۴۱۸
۲۸۸	آیت ۱۵ تا ۲۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ملک سبا کی قوم کے حالات اور انکے دو باغوں کا بیان	۴۲۱
۲۸۹	آیت ۲۲ تا ۳۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا	۴۲۵
۲۹۰	آیت ۳۱ تا ۳۳ ترجمہ، تشریح، مشرکین حشر کے میدان میں ذلت کی کیفیت میں ہوں گے	۴۲۹
۲۹۱	آیت ۳۴ تا ۳۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تناسب، تشریح، سرکش لوگوں کا بیان	۴۳۱
۲۹۲	مال اور اولاد اللہ پاک کے قرب کا باعث نہیں ہے، ایمانداروں پر انعامات کا بیان	۴۳۳
۲۹۳	آیت ۴۰ تا ۴۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ظالموں کو عذاب دینے کا بیان	۴۳۴
۲۹۴	آیت ۴۶ تا ۵۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، مشرکین مکہ کو خطاب	۴۳۶
۲۹۵	**سورۃ فاطر** مقدمہ سورۃ فاطر	۴۳۹
۲۹۶	آیت ۱ تا ۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، فرشتوں کے پروں کا بیان، نبی ﷺ کو صبر کی تلقین	۴۴۰
۲۹۷	آیت ۹ تا ۱۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، قیامت کے دن لوگوں کو زندہ اٹھانے کی تمثیل	۴۴۵
۲۹۸	آفاقی دلائل کا بیان، سورج چاند کو انسان کی مصلحت کے لئے ان کے تابع کر دیا ہے	۴۴۸
۲۹۹	آیت ۱۵ تا ۲۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تناسب، تشریح، کسی کو ہدایت دینا کسی کے بس میں نہیں	۴۴۹
۳۰۰	آیت ۲۷ تا ۳۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، امت محمدیہ کی فضیلت اور اسکی تین اقسام کا بیان	۴۵۲
۳۰۱	آیت ۳۶ تا ۴۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، فاجروں کو دوزخ میں عذاب دینے کا بیان	۴۵۶
۳۰۲	آیت ۴۱ تا ۴۵ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، مشرکین کی قسموں کا بیان، اللہ کو عاجز نہیں کیا جاسکتا	۴۵۸
	سورۃ یٰس	
۳۰۳	مقدمہ سورت یٰس	۴۶۱
۳۰۴	آیت ۱ تا ۱۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، مشرکین پر دوزخ کا عذاب لازم ہو چکا ہے	۴۶۲
۳۰۵	آیت ۱۳ تا ۲۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، انطاکیہ بستی کی طرف تین انبیاء بھیجنے کا بیان	۴۶۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	تیئیسواں پارہ	
۳۰۶	آیت ۲۲ تا ۲۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، اللہ کے سوا کی سفارش کچھ فائدہ نہیں دے سکتی	۴۶۸
۳۰۷	آیت ۲۸ تا ۳۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تنبیہ، تشریح، اللہ تعالیٰ کا فنِ زراعت سے ہمکنار کرنے کا بیان	۴۶۹
۳۰۸	آیت ۳۷ تا ۴۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، اللہ کی نشانیوں کا بیان	۴۷۲
۳۰۹	قیامت کے دن سورج چلنے سے رک جائیگا چاند سورج کا چلنا ایک نظام کے تحت ہے مہینوں کی پہچان کا بیان	۴۷۳
۳۱۰	آیت ۴۵ تا ۵۴ ترجمہ، بلاغت، تشریح، مالدار کی آزمائش کا بیان، قیامت قائم ہونے کا بیان	۴۷۵
۳۱۱	آیت ۵۵ تا ۶۷ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، جنت کے انعامات ا،رقیامت کے دن کفار کی کیفیت کا بیان	۴۷۸
۳۱۲	آیت ۶۸ تا ۸۳ ترجمہ، بلاغت، تشریح، نبی ﷺ شعر و شاعری سے لاتعلق تھے، اللہ تعالیٰ انسان کو مرنے	
۳۱۳	کے بعد اس کی ہڈیوں کے ریزہ ریزہ کرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا	۴۸۱
۳۱۴	**سورۃ الصافات** مقدمہ سورت صافات	۴۸۶
۳۱۵	آیت ۱ تا ۲۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، پہلے آسمان سے شیطان کے چوری چھپے بات سن سکنے کا بیان	۴۸۷
۳۱۶	آیت ۲۲ تا ۳۹ ترجمہ، بلاغت، تشریح، زانی زانیوں کیساتھ شرابی شرابیوں کیساتھ جہنم میں اکٹھے ہوں گے	۴۹۰
۳۱۷	آیت ۴۰ تا ۶۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، جنتی لوگ آپس میں گفتگو کریں گے	۴۹۳
۳۱۸	آیت ۶۲ تا ۷۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تناسب، تشریح، کفار کی مہمانی کا بیان	۴۹۶
۳۱۹	آیت ۷۵ تا ۸۲ ترجمہ، تناسب، تشریح، نوح علیہ السلام کی کشتی میں مردوں عورتوں کی تعداد ۸۰ تھی	۴۹۸
۳۲۰	آیت ۸۳ تا ۱۱۳ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، ابراہیم علیہ السلام کے مختلف واقعات کا بیان	۴۹۹
۳۲۱	ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے اور ان سے مشورہ کرنے کا بیان	۵۰۲
۳۲۲	آیت ۱۱۴ تا ۱۲۲ ترجمہ، تناسب، تشریح، موسیٰ اور ہارون پر احسان کرنے کا بیان	۵۰۴
۳۲۳	آیت ۱۲۳ تا ۱۴۸ ترجمہ، تشریح، اللہ کے انبیاء الیاس، ال یاسین، لوط علیہم السلام کا تذکرہ	۵۰۵
۳۲۴	یونس علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونے، سمندر میں چھلانگ لگانے، مچھلی کے پیٹ میں جانے اور باہر نکلنے کا بیان	۵۰۷
۳۲۵	آیت ۱۴۹ تا ۱۸۲ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، فرشتوں کے بارے میں کفار کا بہتان	۵۰۹
۳۲۶	فرشتوں کی ذمہ داریوں کا بیان، مسلمانوں کو فرشتوں کی طرح صف بندی قائم کرنے کا بیان	۵۱۱
۳۲۷	**سورۃ صٓ** مقدمہ سورت صٓ	۵۱۳
۳۲۸	آیت ۱ تا ۱۱ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، شان نزول، تشریح، اللہ تعالیٰ کا بہت سی بستیوں کو تباہ کرنیکا سبب	۵۱۴
۳۲۹	آیت ۱۲ تا ۱۶ ترجمہ، تشریح، مختلف قوموں کا انبیاء کو جھٹلانے کا بیان	۵۱۸
۳۳۰	آیت ۱۷ تا ۲۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا واقعہ	۵۱۸
۳۳۱	آیت ۲۱ تا ۲۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح دو جھگڑا کرنیوالوں کا داؤد علیہ السلام کے پاس آنے کا بیان	۵۲۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۳۲	آیت ۲۷ تا ۲۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تناسب، تشریح، اللہ کے نزدیک کفار اور مسلمان برابر نہیں ہیں	۵۲۳
۳۳۳	آیت ۳۰ تا ۴۰ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، سلیمان علیہ السلام کا واقعہ اور ان کی آزمائش کا بیان	۵۲۴
۳۳۴	آیت ۴۱ تا ۴۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ایوب علیہ السلام کے بیمار ہونے اور صبر کرنے کا واقعہ	۵۲۶
۳۳۵	حیلہ کرنا کس صورت میں جائز ہے؟	۵۲۸
۳۳۶	آیت ۴۵ تا ۶۴ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، متعدد انبیاء کا تذکرہ نیک و برے لوگوں کا اخروی ٹھکانہ	۵۲۹
۳۳۷	آیت ۶۵ تا ۸۸ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، بلاغت، تشریح، نبی ﷺ کا مشرکین کو خطاب	۵۳۲
	سورة الزمر	
۳۳۸	مقدمہ سورۃ الزمر	۵۳۵
۳۳۹	آیت ۱ تا ۶ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، مشرکین مکہ سے نبی ﷺ کا استفسار	۵۳۶
۳۴۰	اللہ کی وحدانیت کے دلائل، انسان کی تخلیق کا بیان، چارپایوں کی آٹھ قسموں کا بیان	۵۳۸
۳۴۱	آیت ۷ تا ۹ ترجمہ، مفردات کی وضاحت، تشریح، ناشکروں کو پسند نہیں کیا جاتا، انسان کے مختلف حالات کا بیان	۵۳۹
۳۴۲	آیت ۱۰ تا ۲۱ ترجمہ، تناسب، تشریح، ایمان داروں کو نبی ﷺ کا وعظ، جنت میں ہر شخص کا مسکن ہوتا ہے	۵۴۱
۳۴۳	شرک سے اجتناب کرنے والوں کے فضائل کا بیان	۵۴۳
۳۴۴	آیت ۲۲ تا ۳۱ ترجمہ، بلاغت، تشریح، اچھے اور برے لوگوں کا تذکرہ	۵۴۴
۳۴۵	مشرکین کیلئے بطور عبرت کے گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کئے گئے، مشرکین کا اپنے لیڈروں سے جھگڑا کرنے کا بیان، قرآن پاک ہدایت دینے والی کتاب ہے، ہدایت اور گمراہی میں تضاد ہے	۵۴۷
۳۴۶	کفار کو دنیا میں بھی عذاب ہوگا، مفلس کون ہے اس کے بارے میں ایک حدیث	۵۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایَاتُهَا: ۱۱۲ ۲۱ سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّة ۷۳ رُكُوْعَاتُهَا: ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۱﴾ مَايَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ
مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۲﴾ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ
هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۴﴾ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا
بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۵﴾ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان کے محاسبہ (کا وقت) قریب ہے اور وہ غفلت میں روگردانی کررہے ہیں (۱) ان کے ہاں کوئی نئی نصیحت ان کے پروردگار کی جانب سے نہیں آتی مگر وہ اس کو سنتے ہیں اور وہ کھیل کود میں ہیں (۲) ان کے دل غافل ہیں اور ان ظالموں نے پوشیدہ سرگوشی کی ہے کہ یہ شخص نہیں ہے مگر تمہارے جیسا انسان ہے کیا تم جادو کی جانب متوجہ ہوتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو (۳) پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر بات کا علم رکھتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہوتی ہے اور وہ ذات سننے والی جاننے والی ہے (۴) بلکہ انہوں نے کہا یہ قرآن تو پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے جھوٹ بنایا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں وہ شاعر ہے پس ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے پیغمبروں کو اس کے ساتھ بھیجا گیا (۵) ان سے پہلے کسی بستی والے جب ایمان نہ لائے تو ان کو ہم نے تباہ و برباد کیا کیا یہ ایمان لائیں گے (۶)

بلاغت: ارشاد ربانی هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ اس میں غَفْلَةٍ کی تنوین تنکیر کی کہلاتی ہے اس میں تعظیم مقصود ہے، ارشاد ربانی وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں اَسَرُّوْ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے جب کہ اس فعل کا فاعل اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جمع ہے اور جب فاعل جمع ہو تو فعل واحد استعمال ہوتا ہے، فعل کو جمع لانا اَكَلُوْنِي الْبَرَاغِيْث کی لغت کے مطابق ہے [1]

سورۂ انبیاء کی فضیلت: اس سورت کی فضیلت میں امام بخاریؒ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث لائے ہیں انہوں نے سورت بنی اسرائیل، الکہف، مریم، طٰہٰ اور الانبیاء کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ سورتیں عمدگی کے لحاظ سے انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی ہیں اور یہ سورتیں قدیم زمانہ سے محفوظ ہیں، مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے نزول میں ان کو اولین حیثیت حاصل ہے جن

---

[1] اعراب القرآن ۷-۱۸/۱۷/۵

کی تعلیم دی گئی ہے اور ان کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ ان میں پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کے کوائف بیان کئے گئے ہیں۔[1]

تشریح: قیامت کا وقت قریب آن پہنچا ہے جب کہ لوگ اعمال کے محاسبہ کے لحاظ سے غفلت میں ہیں قیامت کو فراموش کر رکھا ہے اپنے انجام کے بارے میں ہرگز سوچ بچار نہیں کر رہے ہیں جبکہ عقل کا تقاضا ہے کہ اعمال حسنہ کیساتھ موصوف لوگوں کو اچھا بدلہ ملے گا اور جن کے اعمال برے ہوں گے انہیں عذاب کے مراحل سے گزرنا ہوگا، تعجب ہے کہ جب انہیں خواب غفلت سے بیدار کیا جاتا ہے اور انہیں آیات قرآنیہ کے مطالب سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ روگردانی کرتے ہیں اور اپنے کانوں کو بند کر لیتے ہیں تا کہ انکے کانوں میں حق کی آواز پہنچنے نہ پائے، قرآن پاک میں جب آیات اترتی ہیں اور وہ انہیں سنتے ہیں تو ان کا مزاح اڑاتے ہیں بلکہ کانوں کی وساطت سے تو وہ سنتے ہیں جبکہ انکے دل غافل ہیں تدبر نہیں کرتے جیسا کہ چار پائے آواز کو سنتے تو ہیں لیکن تدبر سے خالی ہوتے ہیں۔

کفار کی نبی ﷺ پر افتراء پردازیاں: اور یہ لوگ آپس میں سرگوشی کرتے رہتے ہیں دیگر لوگوں سے چھپاتے ہیں ان کی آپس میں سرگوشی کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے دعویٰ پر سرگوشی کرتے ہیں تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ شخص جو تمہارے سامنے قرآن کو پیش کر رہا ہے یہ تو تمہارے جیسا انسان ہے تمہاری طرح کھاتا پیتا ہے جس طرح تم موت سے ہمکنار ہوتے ہو یہ بھی موت سے ہمکنار ہوگا تو کیسے یہ شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے؟ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جو کچھ پیش کر رہا ہے اور تم اس طرح پیش نہیں کرتے ہو تو یہ جادو کا کرشمہ ہے اسکی کچھ حقیقت نہیں ہے تو تعجب ہے کہ تم اس کی دعوت کو کیوں قبول کر رہے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر کو تو فرشتہ ہونا چاہیے تھا؟ نبی ﷺ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے بارے میں جو طعن وطنز کر رہے ہو اور اسے پوشیدہ کر رہے ہو تمہارے پروردگار کو اس کا علم ہے وہ تمہیں سزا سے ہمکنار کریگا وہ تو سب باتوں کو سنتا ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ: اس میں وضاحت ہے کہ انہوں نے صرف اس جملہ پر اکتفا نہیں کیا کہ یہ شخص تو تمہارے جیسا انسان ہے بلکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کی باتیں تو جھوٹے خواب ہیں جن کو اس نے خواب میں دیکھا ہے بلکہ اس نے ان باتوں کو اپنی جانب سے بنالیا ہے، اور کچھ لوگوں نے کہا یہ تو شاعر ہے اس کی باتوں کی کچھ حقیقت نہیں تخیلات ہیں لیکن ان کی اضطرابی کیفیت اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ قرآن پاک کے مطالب کو سننے کے بعد یہ لوگ درحقیقت مغلوب ہو چکے ہیں آپ کے بارے میں متردد ہیں، اور تذبذب میں مبتلا ہیں کیا یہ حقیقت نہیں؟ کہ نبی ﷺ تو منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے معاشرہ میں صادق اور امین کے لقب کے ساتھ متعارف تھے اور چالیس سال تک آپ کو معاشرہ میں عزت اور وقار کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ: قبل ازیں اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ جب آپ کو وہ لوگ صادق اور امین سمجھتے تھے تو انہوں نے قرآن پاک کو تسلیم نہ کیا کسی اور معجزہ کا مطالبہ کیا جس طرح پہلے پیغمبروں کو معجزات عطا کئے گئے، مثال کے طور پر مردوں کو زندہ کر کے دکھائے، مادر زاد اندھوں کو، پھلبہری کے مریض کو تندرستی کی نعمت عطا کرے، صالح علیہ السلام کی طرح کوئی اونٹنی بطور معجزہ کے پتھر سے نکال دکھائے ان کے اس مطالبہ کے جواب میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ اگر انہوں نے مطلوبہ معجزات کو دیکھنے کے

[1] فتح الباری ۴۳۵/۸، صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ا سورة ۲۱

باوجود آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا تو انہیں تباہ و برباد کر دیا جائیگا جس طرح پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا، چنانچہ مکہ والوں نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر تو سچا ہے اور تجھے پسند ہے کہ ہم ایمان لائیں تو آپ صفا پہاڑ کو سونے کی ماہیت میں تبدیل کریں چنانچہ ان کے اس مطالبہ پر جبریل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر اس حقیقت کو واضح کیا اگر آپ نے اپنی قوم کے مطالبہ کو پورا کر دیا اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں لمحہ بھر مہلت نہ دی جائیگی انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور اگر آپ چاہتے ہیں تو اس میں تاخیر کریں، آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ میں اس معاملہ کو مؤخر کرتا ہوں اس واقعہ پر آیت مبارکہ نازل ہوئی [1]

فائدہ علمیہ: اس سورت کا نام الانبیاء رکھا گیا ہے اس لئے کہ اس میں مسلسل پیغمبروں کا تذکرہ ہے جیسا کہ اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، لوط علیہ السلام، نوح علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذی الکفل علیہ السلام، ذی النون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جب کہ سب سے آخر میں سید المرسلین محمد بن عبد اللہ ﷺ کا تذکرہ ہے جو رحمة للعالمين کے لقب کے ساتھ مُلقّب تھے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلۡنٰهُمۡ جَسَدًا لَّا يَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوۡا خٰلِدِيۡنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۹﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر نہیں بھیجے ہیں مگر وہ آدمی تھے ہم نے ان کی جانب وحی کی کہ تم اہل کتاب سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو (۷) اور ہم نے ان کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا تناول نہ کرتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے (۸) پھر ہم نے ان کے بارے میں وعدہ کو سچا کر دکھایا تو ہم نے ان کو اور جن کو ہم نے چاہا نجات عطا کی اور ہم نے حد سے تجاوز کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا (۹) بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف کتاب کو بھیجا کہ اس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ (۱۰)

لغوی تحقیق: اَهۡلَ الذِّكۡرِ سے مقصود اہل کتاب ہیں، جَسَدًا اور جسم دونوں ہم معنیٰ ہیں البتہ جسد کا اطلاق صرف انسان کے جسم پر ہوتا ہے، ذِكۡرُكُمۡ تمہیں وعظ و نصیحت سے ہم کنار کرنا، تَعۡقِلُوۡنَ تم غور و فکر کرو۔

تشریح: اے محمد! ﷺ ہم نے آپ سے پہلے جن پیغمبروں کو بھیجا وہ بھی انسان تھے فرشتے نہ تھے تو تعجب ہے کہ پھر کیوں مشرکین آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور یہ جملہ دہراتے ہیں کہ یہ پیغمبر تو تمہارے جیسا انسان ہے، مزید برآں مکّہ والو! تم تورات اور انجیل کے علماء سے دریافت کرو کیا ان کے پاس جو پیغمبر آئے تھے وہ انسان تھے یا فرشتے تھے؟ اگر تم اس حقیقت سے آشنا نہیں ہو، تو یاد رکھیں ہم نے اے محمد! (ﷺ) آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے وہ انسان تھے فرشتے نہ تھے تو تعجب ہے کہ یہ مشرک کیوں آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور یہ جملہ دہراتے ہیں کہ یہ پیغمبر تو تمہارے جیسا انسان ہے۔

[1] مسند احمد ۱/۲۵۸، ۲۴۲ المراغی ۶/۱۴۹

تمام انبیاء انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے: اور ہم نے انبیاء علیہم السلام کو ایسا جسم عطا نہیں کیا تھا کہ انہیں فرشتوں کی طرح کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو بلکہ سبھی انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے نیند کرتے تھے اور موت سے ہم کنار بھی ہوئے ان کی ہرگز یہ کیفیت نہیں تھی کہ وہ دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے ہوں کہ ان پر موت طاری نہ ہوئی ہو اس کے بعد ہم نے انبیاء علیهم الصلوة والسلام سے جو وعدہ کیا کہ ہم انہیں غلبہ عطا کریں گے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد کریں گے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے رفقاء کو نجات عطا کریں گے اور پیغمبروں کو جھوٹا قرار دینے والوں کو تباہ و برباد کریں گے جو کفر اور گمراہی میں حد سے تجاوز کر گئے اس وضاحت میں اہل مکّہ کے کفار کو خوفزدہ کیا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اے عرب کے لوگو! ہم نے تمہاری جانب ایسی کتاب کو اتارا ہے جو عظمت والی ہے اس کے شرف میں کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب کہ وہ کتاب تمہاری زبان میں ہے تمہیں غور کرنا چاہیے اور اس نعمت کی قدر کرو، محمد ﷺ جو دین تمہارے پاس لائے ہیں اس پر ایمان لاؤ۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور بہت سی بستیوں کو ہم نے توڑ پھوڑ ڈالا جو ظالم تھیں اور ہم نے ان کے بعد دوسرے گروہ کو پیدا کیا (۱۱) تو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا اچانک وہ اس جگہ سے بھاگنے لگے (۱۲) (ہم نے کہا) تم نہ بھاگو اور اس جگہ کی جانب لوٹو جس میں تمہیں آسودگی میسر تھی اور اپنے گھروں کی جانب تاکہ تم سے دریافت کیا جائے (۱۳) انہوں نے کہا ہائے ہمیں افسوس ہے بلاشبہ ہم تو ظالم تھے (۱۴) پس ہمیشہ رہا ان کا کہنا یہاں تک کہ ہم نے انہیں اس کھیتی کی مانند کر دیا جو کٹی ہوئی ہے جو آگ کے عمل کے بعد بجھی ہوئی ہے (۱۵)

لغوی تحقیق: لفظ کَمْ کے بعد جو کلمہ آتا ہے اس میں کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے، قَصَمْ کسی چیز کا ٹوٹ جانا اس کے اجزاء کا متفرق ہو جانا، اَلرَّكْضُ بھاگ جانا، اِتْرَافْ خوشحالی کی زندگی، حَصِيْدًا کٹی ہوئی کھیتی۔

تشریح: ہم نے کثرت کے ساتھ ایسی بستیوں کے باشندوں کو تباہ و برباد کیا جنہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی بربادی کے بعد ایک دوسری امت کو پیدا کیا تو جب انہوں نے ہمارے عذاب کا اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کیا انہیں یقین ہو گیا کہ اب عذاب نازل ہونے والا ہی ہے تو اس وقت وہ خوف سے بھاگنے لگے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا کہ تم عذاب کے نازل ہونے پر بھاگنے کی کوشش نہ کرو اور اپنی پہلی حالت کی جانب لوٹ آؤ جب کہ تم مسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے بہترین محلات میں رہائش اختیار رکھو تاکہ تم سے دریافت کیا جائے کہ تم کس طرح کی زندگی بسر کر رہے تھے جب کہ ان کے ساتھ یہ گفتگو مزاحیہ انداز کی ہے۔

کفار مایوسی کے عالم میں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے: کفار کہیں گے ہائے! ہم تو تباہ و برباد ہوگئے جب ہم نے اللہ کی ذات کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک بنایا اور پیغمبروں کے ارشادات کی تکذیب کی، مایوسی کے عالم میں اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے ہائے! ہمیں افسوس ہے کہ ہم تو ظالم تھے لیکن ان کو ان کی پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی تو ان پر ندامت کی وجہ سے یہ کیفیت ہوگی جس کے باعث وہ ان کلمات کو بار بار دہرائیں گے یہاں تک کہ ہم ان پر عذاب نازل کرکے تباہ و برباد کردیں گے اور وہ کٹی ہوئی کھیتی کی مانند ہو جائیں گے جس کو درانتی (Sickle) کے ساتھ کاٹا گیا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

نَدِمَ الْبُغَاۃُ وَلَاتَ سَاعَۃَ مَنْدَمِ وَالْبَغْیُ مَرْتَعٌ مُبْتَغِیْہِ وَخِیْمٌ

بغاوت کرنے والوں نے بغاوت پر اس وقت ندامت کا اظہار کیا جب کہ پشیمانی کے اظہار سے کچھ فائدہ نہیں تھا اور سرکشی واستکبار ایسی چراگاہ ہے جو اس سے خوراک طلب کرے گا اس کا معدہ اس کو تباہ و برباد کردے گا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے بطور کھیل کود کے پیدا نہیں کیا (۱۶) اگر ہم چاہتے کہ ہم کھیل کود کریں تو ضرور ہم اس کو اپنی جانب سے بناتے (۱۷) بلکہ ہم حق کو باطل پر گراتے ہیں تو وہ اس کو کچل دیتا ہے تو وہ اچانک ختم ہو جاتا ہے اور تمہارے لئے اس وجہ سے افسوس ہے جو تم بیان کرتے ہو (۱۸) اور اسی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہے وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے (۱۹) وہ رات دن تسبیح کرتے رہتے ہیں سستی نہیں کرتے ہیں (۲۰)

لغوی تحقیق: اَللَّعِبُ وہ کام جس سے کوئی صحیح مقصد حاصل کرنے کا ارادہ نہ ہو، اَللَّھْوُ وہ کام جسے نفس کو آرام پہنچانے کے لئے کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ عورت اور اولاد کو لھو کہا جاتا ہے اس لئے کہ ان دونوں سے راحت طلب کی جاتی ہے بلکہ بیوی اور بچے کو رَیْحَانَتَاہ کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں اس کے پھول ہیں، اَلرَّمْیُ کسی چیز کو دور سے پھینکنا، اَلدَّمْغُ کسی نرم چیز کو توڑ دینا مقصود تباہ و برباد کرنا ہے، زَاھِقٌ زائل ہونے والا، یَسْتَحْسِرُوْنَ تھک جاتے ہیں کہا جاتا ہے حَسَرَ الْبَعِیْرُ جب اونٹ تھک جائے۔

بلاغت: ارشاد الٰہی ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾ بلکہ ہم حق کو باطل پر زور کے ساتھ مارتے ہیں تو وہ باطل کو کچل دیتا ہے اس میں اِسْتِعَارَہ تَمْثِیلِیَہ ہے اس لئے کہ حق وصداقت کو سخت چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے جب کہ باطل کو نرم چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور دمغ سے مقصود حق کو باطل پر غلبہ عطا کرنا ہے اسی کا نام تمثیل ہے گویا کہ پھینکنے والے نے ایک سخت مُجَسَّم

چیز کو باطل شخص کے دماغ پر مارا تو اس کو پھاڑ ڈالا، اس میں اشارہ ہے کہ حق کو غلبہ اور بلندی حاصل ہوتی ہے اور باطل نیچے رہتا ہے جب کہ حق باقی رہتا ہے اور باطل فنا ہو جاتا ہے۔[1]

تشریح: انسان کی تخلیق کے مقاصد: ہم نے آسمان کو چھت اور زمین کو بچھونا اور جو عجیب وغریب مخلوق ان دونوں کے درمیان ہے ان کو کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ دینی فوائد اور حکمتوں کی بنا پر انہیں پیدا فرمایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مخلوق اللہ کی ذات کی جانب پہنچاتی ہے اور عبرت کا سامان ہے بلکہ ان میں بے شمار فوائد ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس عالم رنگ وبو کی ایجاد بلکہ خاص طور پر نوع انسانی کی تخلیق اور اسے خلافت ارضی عطا کرنا بے شمار مقاصد جلیلہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے غور وفکر کی ضرورت ہے زمین کی سطح پر اور زمین کے نیچے جو خزانے پائے جاتے ہیں ان میں غور وفکر کے بعد انسان کس قدر ترقی کے منازل طے کر چکا ہے موجودہ سائنس زمین کے نیچے گیس کے ذخائر بتاتی ہے کوئلہ، لوہا، نمک و دیگر معدنیات وغیرہ موجود ہیں، ان کے ذخائر (Resovrces) منظر عام پر آ چکے ہیں جن سے ہمیں سہولتیں میسر ہیں اور حیران کن ایجادات اکتشافات منظر عام پر موجود ہیں لیکن انسانی ارتقاء (Human Evolution) کا حیران کن مراحل سے گزرنے کے باوجود اللہ پاک نے آگاہ فرمایا ارشاد ربانی ہے ﴿وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ''جب کہ تمہیں تو بہت کم علم عطا ہوا ہے''۔[2]

لَوْ أَرَدْنَا أَن نَّتَّخِذَ لَهْوًا: ہم نے تمہیں حکمت کے پیش نظر پیدا کیا اور تمہاری تصویر کشی کسی مقصد پر مبنی ہے اور ہم نے تمہیں قوت سامعہ وباصرہ کے عطیہ سے نوازا ہے تو کچھ فوائد پیش نظر ہیں جو انکے ذریعہ حاصل ہوں گے ہر گز کھیل کود مقصد نہیں بلکہ ہم تمہارا محاسبہ کریں گے، اسکے بعد مجرموں کا مؤاخذہ ہوگا اور اطاعت شعار لوگوں کو انعامات سے نوازا جائیگا ہم نے تمہیں ہر گز بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ: بلکہ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر غلبہ عطا کریں گے اس کا دماغ کچل دیں گے نتیجہ میں اس کے جسم سے روح نکل جائے گی اور وہ تباہ وبرباد ہو جائے گا چونکہ ہم نے تمہیں ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اگر تم اس مقصد کو پورا نہ کرو گے اور پروردگار عالم کی اولاد ثابت کرو گے یا اس کے اوصاف میں کسی کو اس کا شریک بناؤ گے تو پھر تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ: یاد رکھیں! اللہ کی ذات تو تمام مخلوق کی خالق اور مالک ہے اور فرشتے باوجود جلیل القدر ہونے کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو انسان کیلئے ازبس ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اس کے دل ودماغ پر اللہ تعالیٰ کا خوف چھایا رہے اور اللہ کی مخلوق فرشتے جن کا اللہ کے ہاں خاص مقام ہے وہ اللہ کی عبادت سے روگردانی نہیں کرتے اور نہ تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں، ذہن نشین کریں کہ دیگر مخلوقات میں سے فرشتوں کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر کیا گیا اس لئے کہ فرشتے اللہ کے ہاں اونچا مقام رکھتے ہیں جیسا کہ جبریل علیہ السلام کا مقام دیگر فرشتوں سے بلند ہے اسی لئے ان کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ الگ کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ﴾[3] ''لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں فرشتے اور جبریل زمین پر اترتے ہیں'' دیگر عام فرشتوں کے بارے میں وارد ہے کہ وہ رات دن ہمیشہ اللہ کی تسبیح میں محو رہتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے ہیں اور جن کاموں کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ان کو سرانجام دیتے ہیں۔

[1] اعراب القرآن ١٧-١٨/١٥ [2] الاسراء: ٨٥ [3] القدر: ٤

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴿۲۳﴾ اَمِ
اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ط قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ط هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ط بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ
مُّكْرَمُوْنَ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ
اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ط كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۲۹﴾ ع

ترجمہ: کیا انہوں نے زمین سے خدا بنا لئے ہیں کہ وہ ان کو موت کے بعد اٹھائیں گے (۲۱) اگر آسمان وزمین میں کچھ خدا ہوتے اللہ کے سوا تو دونوں تباہ ہوجاتے پس اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۲۲) اللہ سے سوال نہیں کیا جاسکتا جو وہ کرتا ہے اور اُن سے پوچھا جائے گا (۲۳) کیا انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لئے ہیں آپ کہیں تم اپنی دلیل پیش کرو یہ کتاب ہے جو میرے ساتھ ہے اور ان کی کتاب ہے جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر حق کو جانتے نہیں ہیں پس وہ روگردانی کرنے والے ہیں (۲۴) اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر ہم اس کی جانب وحی کرتے رہے کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر میں ہوں تو تم میری عبادت کرو (۲۵) اور انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنایا ہے اللہ کی ذات تو پاک ہے بلکہ وہ تو بندے عزت والے ہیں (۲۶) وہ اللہ سے کسی بات میں پہل نہیں کرتے ہیں اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں (۲۷) اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے ہیں مگر اس کیلئے جس پر اللہ خوش ہے اور وہ اللہ کے ڈر سے خوفزدہ رہتے ہیں (۲۸) اور ان میں سے جو شخص کہتا ہے کہ میں اللہ کے سوا خدا ہوں تو ہم اس کو سزا دوزخ کی دیں گے اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں (۲۹)

لغوی تحقیق: يُنْشِرُوْنَ زندہ کرتے ہیں، لَفَسَدَتَا تو زمین وآسمان اپنے نظام سے باہر نکل جاتے، هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ یہ وحی توحید کو مُتَضَمِّن ہے میری امت کیلئے نصیحت ہے، لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ کلام نہیں کرتے ہیں جب تک انہیں حکم نہیں ملتا۔

تشریح: اللہ کی وحدانیت کے دلائل ذکر کرنے اور اس حقیقت کے ذکر کرنے کے بعد کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہیں اور مقربین فرشتے اللہ کی اطاعت اور خدمت میں مصروف رہتے ہیں اس لئے کہ وہ سب اللہ کے غلام ہیں اس کے بعد واضح کیا کہ مشرکین جس روش پر چل رہے ہیں ان کی اس روش پر اللہ تعالیٰ انہیں ڈانٹ پلا رہے ہیں اور انہیں بے وقوف قرار

دے رہے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ تعجب ہے کہ ان مشرکوں نے زمین پر آباد مخلوق سے خدا بنا رکھے ہیں ان کے بارے میں نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے تو جمادات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جن میں کچھ قدرت نہیں ہے وہ ہر گز معبود نہیں جب کہ اللہ کا وصف یہ ہے کہ وہ زندہ کرنے اور مارنے پر قادر ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا: یہ آیت اللہ کی وحدانیت پر دلیل ہے اگر اللہ کے سوا معبود ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا اس لئے کہ خداؤں میں اختلاف رونما ہو جاتا ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہوتی جب کہ ایک شہر میں دو صاحب اختیار نہیں رہ سکتے ہیں پس اللہ کی ذات پاک ہے وہ ذات ایسی ہے جس نے عرش کو پیدا کیا وہ ذات بیوی بچوں سے پاک ہے اللہ پاک سے کوئی پوچھنے والا نہیں جو وہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا وصف حکیم بھی ہے اس کے سبھی کام حکمت کے مطابق سرانجام پاتے ہیں اور ان سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال ہوگا کہ انہوں نے یہ کام کیوں کئے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً: اس انکار کو مکرر ذکر کیا گیا ہے مقصود شرک کو نہایت قبیح گردانا ہے اور مشرکین کو ڈانٹ پلاتے ہوئے مبالغہ کیا گیا ہے اور تعجب کا اظہار ہے کہ انہوں نے اللہ کے سوا ایسے خدا بنا رکھے ہیں جن کو وہ عبادت کے لئے صحیح قرار دیتے ہیں اور دل و جان کے ساتھ ان کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے ہیں، اللہ پاک محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ آپ ان مشرکین کو کہیں آپ میرے سامنے کوئی دلیل پیش کریں کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ صحیح ہے، یاد رکھیں جو قرآن پاک میرے پاس اللہ کی کتاب ہے اور وہ کتابیں جو مجھ سے پہلے نازل کی گئیں جیسا کہ تورات اور انجیل ہیں ان میں بھی کوئی ایسی دلیل موجود نہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کی اجازت دیتی ہو تم بتاؤ کس نازل شدہ کتاب میں شرک کی اجازت دی گئی ہے؟ کیا قرآن پاک میں اس کا کچھ ثبوت موجود ہے یا آپ سے پہلے دیگر کتب میں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں ان میں اس قسم کی کوئی دلیل ہے کہ اللہ کی ذات کے علاوہ بھی معبود ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ کتب اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ اللہ کی ذات شرکاء سے منزہ ہے بلکہ اکثر مشرک لوگ توحید کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہیں اس لئے کہ وہ ایمان کے دلائل میں غور و فکر سے روگردانی کئے ہوئے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ: اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا ہے مگر ہم نے اسکی جانب وحی کی کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں کوئی معبود بھی نہیں، پس تم مجھ اکیلے کی عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ: مشرکین نے کہا اللہ نے فرشتوں کو اولاد بنایا ہوا ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جبکہ اللہ کی ذات پاک ہے ان باتوں سے جو ظالم لوگ اللہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں فرشتے تو عظمت اور بزرگی کیساتھ موصوف ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا ہے فرشتے اللہ پاک کے ہاں اونچے مراتب والے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ پاک کے ہاں اس کے فرماں بردار اور اسکے حکم سے روگردانی نہیں کرتے، مجسمۂ اطاعت و وفا ہیں وہ اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتے جب تک اللہ تعالیٰ نہیں کہتا ان کی کیفیت تو اللہ کے ہاں غلاموں جیسی ہے اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں کسی بھی حکم میں اللہ کی مخالفت نہیں کرتے، اللہ پاک کے علم نے ان کا احاطہ کیا ہوا ہے ان کی کوئی بات اللہ کی ذات سے پوشیدہ نہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص

کی سفارش کریں گے جس پر اللہ خوش ہوں گے اور وہ اللہ کے خوف سے خوفزدہ رہتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ کی عظمت کو پہنچانتے ہیں بلکہ اللہ کے خوف سے کانپنے لگ جاتے ہیں اور ان سے جو فرشتہ کہے کہ میں بھی اللہ کیساتھ معبود ہوں تو اسکی سزا دوزخ ہے، دراصل یہ سب کچھ فرض کر لینے کے بارے میں ہے اس لئے کہ یہ شرط ہے اور شرط کا وقوع لازم نہیں اس لئے کہ فرشتے تو ہر قسم کی نافرمانی اور گناہ سے محفوظ ہیں اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیں گے جو حدود اللہ سے تجاوز کریں گے۔[1]

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَاؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴿۳۳﴾

ترجمہ: کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ آسمان اور زمین دونوں بندھے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا تو کیا یہ ایمان نہیں لاتے ہیں؟ (۳۰) اور ہم نے زمین میں پہاڑوں کو بنایا اسلئے کہ وہ انکے ساتھ متحرک نہ ہو اور ہم نے زمین میں کھلے راستے بنا دیئے تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں (۳۱) اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ آسمان کی علامات سے روگردانی کرنیوالے ہیں (۳۲) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ان ستاروں میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں چکر لگا رہا ہے (۳۳)

لغوی تحقیق: اَلرَّتْقُ دو چیزوں کا باہم ملا ہوا ہونا پیدائش کے طور پر ملے ہوئے ہوں یا فنی طور پر انہیں ملا دیا ہو، اَلْفَتْقُ دو ملی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کرنا، اَلرَّوَاسِی جمع ہے اس کا واحد، رَاسِیَةٌ ہے مراد پہاڑ ہیں، تَمِیْدُ حرکت کرتا ہے، فِجَاجٌ کا واحد فَجٌّ ہے زمین کی وہ پٹی جس کے دونوں کناروں میں پہاڑ ہوں سُبُلٌ راستے اس کا واحد سَبِیْلٌ ہے، کھلا راستہ، فَلَکٌ ہر گول چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس کی جمع اَفْلَاکٌ ہے۔

بلاغت: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی عطا کی ہے سورۂ نور میں ہے کہ اللہ نے ہر اس جانور کو جو زمین پر چلتا پھرتا ہے اس کو پانی سے پیدا کیا ہے جب کہ کچھ ایسی چیزیں زندہ دکھائی دیتی ہیں جو پانی سے پیدا نہیں ہوئیں جیسا کہ فرشتے، جن، آدم، اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے جب کہ فرشتوں کی تخلیق نور سے اور جنوں کی تخلیق آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پتھر سے پیدا کیا گیا اس کی تخلیق بھی پانی سے نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام چیزوں سے مقصود سبھی نہیں بلکہ بعض ہیں جیسا کہ ملکۂ بلقیس کے بارے میں وارد ہے ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ "کہ ملکۂ بلقیس کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا" اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ﴿وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ "کہ ان کے پاس ہر طرف سے ٹھاٹھیں آ گئیں" مقصود پانی کی کثرت ہے۔[2]

---

[1] صفوۃ التفاسیر القسم ۱ ص ۹ [2] فتح الرحمن ص ۳۷۴

تشریح: آسمان وزمین اللہ کی عجیب وغریب مصنوعات ہیں: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا ﴾ اس آیت میں استفہام میں دراصل کفار کو ڈانٹ پلانا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات کا مشاہدہ کررہے ہیں اس کے باوجود اللہ کے سوا کی عبادت کررہے ہیں جن کی عبادت سے ان کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو پاتا جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور نافرمان لوگوں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ انہیں ہرگز کسی کام میں قدرت حاصل نہیں ہے، اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آسمان سے بارش نازل نہیں ہوتی تھی اور زمین سے انگوری نہیں اگتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بارش کے لئے خاص کردیا اور زمین کو انگوری اگانے کے لئے خاص کردیا، یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اب ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں کہ اللہ بارش کو آسمان سے اتار رہا ہے اور زمین پر مختلف قسم کی انگوریاں اُگ رہی ہیں جب کہ اس معنیٰ کے واضح ہونے پر آیت مبارکہ ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾ دلالت کررہی ہے۔

نیز ارشاد ربانی ہے ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴾ [1] ''آسمان کی قسم جو یکے بعد دیگرے بارش نازل کرتا ہے اور زمین کی قسم جو بارش برسنے کے سبب انگوری کو نکالتی ہے'' دراصل اس میں اللہ پاک کی کمال قدرت کا مظاہرہ ہے اور مخلوق پر عظیم احسان ہے اور مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے بعض علماء نے وضاحت کی ہے کہ بعض حیوانات کی بلا اسباب پانی سے ہی تخلیق ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ جن چیزوں میں غذائیت ہے ان کی غذائیت کا اصل منبع پانی ہے بلکہ پھل، فروٹ، اجناس وغیرہ، گوشت، دودھ اور گھی (Ghee) بھی پانی کے سبب ظہور پذیر ہوتیں ہیں۔[2]

زمین کے بارے میں علماء فلکیات کا بیان: چنانچہ علماء فلکیات بھی جو اس دور میں پائے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورج آگ کا کُرّہ ہے جو اپنے گرد کروڑوں سال گردش کرتا رہا اور سرعت رفتاری کے دوران زمین اس سے الگ ہوگئی اسی طرح دوسری زمینیں جو سیارے کی شکل میں تھیں وہ خط استواء (Eqvator) سے دور ہوگئیں اور ہماری یہ زمین جس پر ہم بود وباش رکھتے ہیں یہ اپنے گرد اور سورج کے گرد خاص نظام کے مطابق قوت جاذبیہ کے لحاظ سے جدا ہوئی پھر ہماری یہ زمین اپنے اردگرد اور سورج کے گرد خاص نظام کے ساتھ جاذبیت کے لحاظ سے گردش کرتی رہی تو وہ ستارے جو گردش میں ہیں ان میں زمین بھی ہے اس پر سورج کی شعاعیں منعکس ہوتی ہیں یا جیسا کہ ہمارے چہروں پر سورج اور چراغ کی روشنی منعکس ہوتی ہے اور وہ ستارے جو گردش کررہے ہیں جن میں زمین بھی ایک سیارہ ہے یہ سبھی سورج کی شعاع کے منعکس ہونے کے ساتھ روشن ہوتے ہیں اور طویل عرصہ کے بعد جس کی مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا زمین کے ٹکڑے میں ٹھنڈک نمودار ہوئی اور زمین اس لائق ہوئی کہ اس پر انگوریاں اُگ سکیں بعد ازاں زمین پر اولاً حیوانات بعد میں انسانوں کی آبادی ہوئی، اس حقیقت میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ اس نظریہ سے عرب دنیا آشنا نہ تھی نہ دوسری قومیں آشنا تھیں اس کا علم ستارہویں صدی عیسوی میں ہوا اور تحقیقات (Research) ہوئیں اس تفصیل کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ایجادات واکتشافات سے محمد ﷺ کی صداقت ظہور پذیر ہوتی ہے اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن پاک ایک وحی ہے جس کو پروردگار عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا اور رسول اکرم ﷺ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا۔

[1] الطارق: ۱۲-۱۱ [2] اضواء البیان ۵۲۵/۴

انسانی عقل میں کائنات کے عجائبات معلوم کرنے کی استعداد موجود ہے: خلاصہ یہ ہے کہ انسانی عقل میں اس کائنات کے عجائب کو معلوم کرنے کی استعداد موجود ہے اور ان ستاروں کے اسرار و رموز ان کا رواں دواں رہنا سورج کے گرد جاذبیت کے نظام کے ساتھ موجود ہے یہ ایسا قانون ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں اور ذکر کردہ وضاحت سے یہ حقیقت بھی منکشف ہو رہی ہے کہ ابتداء میں ایک مجموعہ تھا متعین اسباب کے باعث بعض کا بعض سے انفصال ہوا انفصال کا انداز اس ذات کے ساتھ خاص ہے جو علیم اور خبیر کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان وضاحتوں سے ہمیں خاتم النبیین نے آگاہ کیا ہے جب کہ آپ کی قوم اور ان کی ہم عصر قومیں بھی اس کا انکار نہیں کرتیں تھیں وہ سمجھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے لیکن ان کے انکار کا سبب ان کے دلوں کا اندھا ہونا ہے۔

ارشاد ربانی ہے ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾[1] ''بلاشبہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں البتہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں''

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ: ہم نے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں بھی وضاحت ہے ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا ہے'' اسی طرح ہر انگوری پانی کے ساتھ تر و تازہ رہتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے۔[2]

اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ: یہ لوگ ان دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد اللہ کی ذات کی معرفت حاصل ہو جو کائنات کا خالق ہے وہ کسی کے ساتھ متشابہ نہیں ہے۔

زمین پر پہاڑ گاڑنے کی حکمت کا بیان: وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ: اور ہم نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ زمین حرکت نہ کرے بلکہ عصر حاضر کی جدید تحقیق نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اولاً زمین کرۂ ناریہ تھی بعد ازاں اس کا چھلکا ٹھنڈا ہوا اس کے نتیجہ میں زمین میں صلابت کارفرما ہوئی اس کا اندازہ لگانے والوں نے کہا ہے کہ یہ حقیقت تین سو کروڑ سال پہلے کی ہے اس نظریہ کی تصدیق آتش فشاں پہاڑوں اور کوئلہ کی کانوں (Mine of Coal) سے ہوتی ہے۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا: اور ہم نے زمین پر پہاڑوں کے درمیان راستے بنا دیئے جن پر لوگ چل کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہیں تاکہ اپنی معیشت کے معاملات کو درست کریں اور ہم نے آسمانوں کو محفوظ چھت بنا دیا ہے ان کا نظام مضمحل نہیں ہوتا اسی طرح سورج اور ستارے اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں ان میں تصادم نہیں ہوتا بلکہ قوت جاذبیہ کے باعث وہ اپنی خاص جگہوں میں رہتے ہیں وگرنہ اس عالم کا نظام خراب ہو جاتا اور اس مخصوص نظام کے باعث ہی رات اور دن آتے رہتے ہیں ان کا آنا جانا زمین کی اس حرکت کے باعث ہے جو سورج کے گرد جاری رہتی ہے جب کہ مشرک لوگ ان آیات میں تفکر و تدبر سے روگردانی کرتے ہیں جو ہماری وحدانیت کا عظیم نشان ہیں اور ہماری قدرت کی عمومیت اور ہمارے علم کے احاطہ پر دلالت کرتی ہیں، اور اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات اور دن کو بطور نعمت کے پیدا کیا بلکہ اللہ کی بادشاہت کی دلیل ہے اور زمین سورج چاند اپنے اپنے افلاک میں رواں دواں ہیں۔[3]

---

[1] الحج:۴۶ [2] النور:۴۵ [3] المراغی ۱۶۲/۶

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی عطا نہیں کی ہے کیا اگر آپ موت سے ہم کنار ہوں گے تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ (۳۴) ہر شخص موت کو چکھنے والا ہے اور ہم تمہیں سختی اور آرام کیساتھ بطور امتحان کے مبتلا کریں گے اور ہماری جانب ہی تم لوٹائے جاؤ گے (۳۵) اور جب کفار آپ کو دیکھتے ہیں نہیں پکڑتے ہیں تجھے مگر مسخری کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اور وہ اللہ کی یاد کا انکار کرتے ہیں (۳۶)

لغوی تحقیق: ذَوْقٌ سے مقصود اس جگہ ادراک ہے اور مَوتٌ سے مقصود موت کے مقدمات ہیں یعنی موت کی تلخیاں اور المناکیاں، خَيْرٌ سے مقصود پسندیدہ چیز نعمت وغیرہ اور شَرٌّ سے مقصود مکروہ ناپسندیدہ چیز، فِتْنَةٌ آزمائش۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے خالق کائنات کے وجود پر دلائل بیان فرمائے ہیں کہ اللہ کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور اس کا وصف یہ بھی ہے کہ وہ قدرت والا ہے اس پر دلائل تکوینیہ گواہ ہیں، بعدازاں واضح کیا کہ یہ دنیا ہمیشگی کا گھر نہیں اور اس دنیا میں جن کو پیدا فرمایا ہے ان کے لئے بھی دوام نہیں بلکہ یہ دنیا آزمائش کا گھر ہے بلکہ آخرت کا وسیلہ ہے جو ہمیشگی کا گھر ہے تمہیں خوش نہیں ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ موت سے ہم کنار ہو گئے ہیں موت کی راہ پر صرف انہوں نے ہی نہیں جانا بلکہ تمام کائنات میں یہی فارمولا کارفرما ہے کہ زندگی کے بعد موت ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

تَمَنَّى رِجَالٌ اَنْ اَمُوْتَ وَاِنْ اَمُتْ فَتِلْكَ سَبِيْلٌ لَسْتُ فِيْهَا بِاَوْحَدِ

''لوگ میری موت کی آرزو کرتے ہیں اگر میں موت سے ہم کنار ہوں گا تو اس راہ میں میں اکیلا نہیں ہوں''

مزید انہوں نے نبی ﷺ کو معیوب قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ شخص ان کے بتوں کا تذکرہ اچھے انداز سے نہیں کرتا ہے کہ بت فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان سے ہم کنار کر سکتے ہیں ان کا رد مقصود ہے مزید انہیں خبردار کیا کہ یہ لوگ تو اللہ رحمٰن کی ذات کا انکار کرتے ہیں جو اپنے بندوں کا خالق ہے اور ان پر اللہ کے انعامات ہیں اس سے زیادہ اور قبیح بات کیا ہو سکتی ہے۔

شان نزول: ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ابوسفیان اور ابوجہل کے پاس سے گزرے وہ دونوں آپس میں گفتگو کر رہے تھے لیکن ابوجہل آپ کو دیکھتے ہی ہنس پڑا اور مزاحیہ انداز میں کہا یہ شخص بنو عبد مناف کا پیغمبر ہے اس پر ابوسفیان غصے میں آ گئے اور اسے مخاطب کر کے کہا اچھا! تو عبد مناف قبیلہ کے شخص کی نبوت کا انکار کرتا ہے نبی ﷺ نے اس مکالمہ کو سنا آپ ابوجہل کی جانب واپس لوٹے اس کو ڈرایا دھمکایا اور سخت سست کہا اور ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ تو اپنے مزاحیہ انداز سے رکنے والا نہیں ہے جب تک کہ تجھے اس مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے جس طرح کی مصیبت سے تیرا چچا ولید بن مغیرہ دوچار ہوا اور ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو نے جو کلمات کہے ہیں وہ قومی حمیت کے پیش نظر کہے ہیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تشریح: ہم نے دنیا میں آپ سے پہلے کسی کو ہمیشگی عطا نہیں کی ہے بلکہ آپ کے لئے بھی موت کا وقت مقرر ہے جیسا کہ آپ سے پہلے ہمارے پیغمبر موت سے ہم کنار ہوئے کیا یہ لوگ اپنے پروردگار کی ذات کے ساتھ شریک بنا رہے ہیں وہ آپ کی وفات کے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہوگا بلکہ یہ سبھی موت سے ہم کنار ہوں گے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے جسد اطہر کے قریب گئے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور زبان پر یہ الفاظ تھے واقعی آپ پیغمبر تھے آپ گہرے دوست تھے آپ راز دار تھے بعد ازاں یہ آیت تلاوت کی ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ [1]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ: ہر ذی روح چیز موت کا کڑوا گھونٹ چکھنے والی ہے اور روح نے بدن سے جدا ہونا ہے، حدیث میں ہے موت کے وقت بے ہوشیاں دامن گیر ہوتی ہیں کوئی شخص کسی کی وفات پر خوشی کا اظہار نہ کرے جیسا کہ یہ بھی درست نہیں کہ اس کی وفات پر ناجائز جزع فزع کے کلمات اس کی زبان سے نکلیں۔ [2]

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً: اے لوگو! ہم تمہیں دنیوی زندگی میں تکالیف ومحن پہنچا کر آزمائش کریں گے اور کبھی عمدہ صحت اور جو کچھ تم چاہتے تھے اس سے نواز کر دیکھیں گے کیا تم مشکلات کے آنے پر صبر کرتے ہو اور انعامات کے حصول پر شکر یہ ادا کرتے ہو، عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ہمیں تکلیف ومحن کے ساتھ آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور صحت وعافیت سے نوازا گیا لیکن ہم نے اس کا حق ادا نہ کیا اور تم نے ہماری جانب ہی لوٹنا ہے تو ہم تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا سزا کے عمل کو پورا کریں گے۔

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِينَ كَفَرُوا: اے محمد! (ﷺ) جب مشرک لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو یہ لوگ آپ کا مزاح اڑاتے ہیں حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ آپ کے اخلاق وآداب کا جائزہ لیتے اور وحی الٰہی کے بارے میں غور کرتے شائد ان کے مزاج میں نرمی رونما ہو جاتی شائد وحی کی باتوں کو سن کر ان کے دل روشن ہو جاتے لیکن انہوں نے تو آپ کا مزاح اڑایا، کیا یہ حقیر شخص ہے؟ جو تمہارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے بھلا وہ کیسے تعجب نہ کرتے جب کہ وہ اللہ کی ذات کا انکار کرتے ہیں جو ان کا خالق ہے اور ان پر انعامات کرتا ہے اور اسی کی جانب ان سب نے جانا ہے تو وہ ان کا محاسبہ کرے گا۔ [3]

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ
لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع

ترجمہ: انسان کی تخلیق میں جلد بازی ہے ہم تمہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے پس تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ

[1] مسند احمد ۳۱/۶، بیہقی ۶/۳، ۴۰۶، ارواء الغلیل ۳/۱۵۷ ح ۶۹۲ [2] بخاری کتاب الرقاق باب ۴۲ [3] المراغی ۶/۱۶۷

کرو(۳۷) اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب انجام پذیر ہوگا اگر تم سچے ہو(۳۸) اگر کفار کو اس کیفیت کا علم ہو جائے جب وہ اپنے سامنے اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جا سکے گی(۳۹)[وہ اس طرح نہ کہتے] بلکہ قیامت تو ان کے پاس اچانک آ جائیگی تو وہ انہیں حیران کر دے گی تو وہ سبھی اس کے دور کرنے کی استطاعت نہ پائیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی(۴۰) بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا تو ان میں سے جو لوگ استہزاء کرتے تھے ان کو گرفت میں لے گی وہ چیز جس کا وہ استہزاء کرتے رہے(۴۱)

لغوی تحقیق: عَجَلٌ جلد بازی، وقت سے پہلے کسی چیز کا مطالبہ کرنا، انسان سے مقصود نوع انسانی ہے چونکہ انسان میں عجلت کا پہلو زیادہ اور صبر کا داعیہ کم ہے اس لئے انسان کے بارے میں بطور مبالغہ کہا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق جلد بازی سے ہے جیسا کہ ہوشیار انسان کو کہا جاتا ہے کہ اس میں تیزی کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ تو آگ کا شعلہ ہے اور سخی انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو سخاوت سے پیدا کیا گیا ہے، وَعْدٌ سے مقصود قیامت کا قائم ہونا ہے، حَاقَ اترا، نازل ہوا۔[1]

شان نزول: امام شوکانیؒ نے اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ پیغمبر تیری جانب سے سچا پیغمبر ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دی جائے یا ہمارے اوپر دردناک عذاب لے آئیں۔[2]

تشریح: جلد بازی سے بچاؤ اختیار کرنے کا بیان: انسانی ڈھانچے کی ترکیب جلد بازی پر ہے وہ زندگی بھر اکثر و بیشتر اگرچہ بعض کاموں میں نقصان کا پہلو کیوں نہ ہو تب بھی جلد بازی پر اتر آتا ہے، حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ انسان میں جلد بازی کی حکمت یہ ہے کہ جب اللہ پاک نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جنھوں نے اللہ کے پیغمبر کا مزاح اڑایا تو کچھ لوگوں کے دلوں میں جلد انتقام لینے کا داعیہ ابھرا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا اس لئے کہ اللہ پاک تو ظالم کو باوجود ظلم کے ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر ڈھیل کو ختم کر دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مستقبل قریب میں تم میرے انتقام کا ملاحظہ کر لو گے کہ میں نافرمان لوگوں سے کس طرح انتقام لیتا ہوں البتہ تم جلد بازی نہ کرو ہر کام کا وقت مقرر ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: اور مشرک لوگ بطور استہزاء کے کہتے ہیں کہ جس عذاب کے لانے کا ہم سے محمد (ﷺ) وعدہ کر رہا ہے اس کے بارے میں وہ ایمان داروں کو مخاطب کر کے استفسار کر رہے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ تو ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں آگاہ کر رہے ہیں کہ جب کفار عذاب کی شدت کو دیکھ پائیں گے تو اس وقت عذاب کو اپنے چہروں اور اپنی کمروں سے ہٹانے کی سکت نہ پائیں گے جب کہ عذاب ان کا سبھی جہات سے احاطہ کرے گا تو وہ سمجھیں گے کہ ہمارے لئے ہرگز درست نہ تھا کہ ہم عذاب کا جلدی مطالبہ کرتے بلکہ ہم کفر سے باز رہتے اور استہزاء بھی نہ کرتے جب کہ ان کی جہالت نے انہیں اس موقف پر کھڑا کر دیا کہ وہ عذاب کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جب کہ ان کا انداز بھی مزاحیہ تھا اور عذاب میں گرفتار ہونے کے وقت ہرگز کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوگا بلکہ قیامت تو اچانک ان کا احاطہ کر لے گی انہیں حیران کر دے گی اور وہ خوف محسوس کریں گے

[1] المراغی ۶۸/۱۶ [2] فتح القدیر ۴۰۸/۳

اس وقت وہ عذاب کو روک نہ سکیں گے نہ انہیں توبہ اور معذرت کی مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ: اس آیت میں اللہ پاک رسول اللہ ﷺ کو تسلی عطا فرمارہے ہیں کہ آپ سے پہلے اولوالعزم پیغمبروں کا مزاح اڑایا گیا جو عظمت شان کے مالک تھے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی تو جنہوں نے پیغمبروں کا مزاح اڑایا ان پر ان کے مزاح کے باعث عذاب الٰہی نے احاطہ کرلیا وہ دنیوی اخروی عذاب میں مبتلا ہوگئے اسی طرح ان کا بھی وہی حال ہوگا۔[1]

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آپ ان سے کہیں تمہاری رات اور دن میں اللہ کے عذاب سے کون حفاظت کرتا ہے بلکہ یہ تو اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرنے والے ہیں (۴۲) کیا ہمارے علاوہ ان کے معبود ہیں جو انہیں مصائب سے محفوظ کرسکتے ہیں وہ تو اپنی مدد نہیں کرسکتے ہیں اور نہ وہ ہمارے عذاب سے اپنی جماعت کے ساتھ محفوظ رہ سکتے ہیں (۴۳) بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو فوائد عطا کئے یہاں تک کہ ان کی زندگی کی مدت طویل ہوگئی کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم دارالحرب کی زمین کو گرفت میں کرکے اس کے کناروں سے کم کردیتے ہیں کیا یہ غلبہ حاصل کریں گے؟ (۴۴) آپ کہیں یقیناً میں تمہیں وحی کے مضمون کے ساتھ ڈراتا ہوں اور بہرے لوگ ہماری پکار کو سن نہیں رہے ہیں جب انہیں ڈرایا جائے (۴۵) اور اگر انہیں آپ کے پروردگار کے عذاب سے کچھ عذاب پہنچتا تو وہ بول اٹھتے ہیں ہمیں افسوس ہے بلاشبہ ہم ظالم نہ تھے (۴۶) اور ہم انصاف کے ترازو کو قیامت کے دن درمیان میں رکھیں گے کسی شخص پر ظلم نہ ہوگا اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اس کو لائیں گے اور ہم شمار کرنے والے کافی ہیں (۴۷)

لغوی تحقیق: مِنَ الرَّحْمٰنِ سے مقصود مِنْ بَاسِ الرَّحْمٰنِ ہے یعنی اللہ کے عذاب سے، يُصْحَبُوْنَ بچائے جائیں گے، اہل عرب کا قول ہے اَنَا لَكَ جَارٌ وَصَاحِبٌ مِنْ فُلَانٍ میں تجھے فلاں سے بچانے والا ہوں، نَفْحَةٌ معمولی سا حصہ، حَبَّةُ خَرْدَلٍ جسم کے چھوٹے ہونے کے لحاظ سے رائی کے دانے کے برابر۔

[1] صفوة التفاسير القسم السابع ص ۱۲

تشریح: کفار دوزخ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے: قبل ازیں اللہ پاک نے بیان کیا ہے کہ اخروی زندگی میں کفار اپنے چہروں اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو روک نہ سکیں گے اور اس دن اس قدر دہشت اور خوفنا کی کا عالم ہوگا جس کا تصور بھی ممکن نہیں اس کے بعد وضاحت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت نہ کرتا تو وہ دنیا میں محفوظ نہیں رہ سکتے تھے لیکن اللہ جل جلالہ کے اس انعام کے باوجود وہ عیاشیوں میں مستغرق رہے انہوں نے خود کو غور وفکر سے دور رکھا وہ گمراہی میں مستغرق رہے اور جہالت نے انہیں اس جانب نہ آنے دیا، دراصل انہوں نے اپنے باطل معبودوں پر انحصار کیا کہ وہ ہمیں اللہ کے عذاب سے تحفظ عطا کریں گے جب کہ ان کا ان پر انحصار بے فائدہ ثابت ہوا ان کے معبود تو اس قدر کمزور ہیں کہ وہ خود کو ہم سے تحفظ نہیں دے سکتے اور ان پر جو مصائب نازل ہوتے ہیں ان کو دور نہیں کر سکتے ہیں تو دوسروں کی مدد کیا کر سکیں گے؟ دراصل ان کو گمراہی پر ان دنیوی فوائد اور مال و دولت کی بہتات نے دھوکے میں ڈالا تو وہ غفلت میں مستغرق رہے وہ اس جانب لوٹ نہ سکے کہ اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

دارالکفر کی زمین کے سکڑنے کا بیان: اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ: تعجب ہے کہ اللہ پاک کیساتھ شرک کرنے والے لوگ جو خود اپنی زبان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہماری بدعملی کے باعث ہم پر عذاب جلدی کیوں نہیں آتا انہیں ہماری قدرت کے آثار اور نتائج پر غور کرنا چاہیے کہ ہم روئے زمین کی بعض جوانب کو مسلمانوں کے قبضہ میں کر رہے ہیں جیسا کہ مکہ مکرمہ کے اردگرد کے شہروں کو فتح کر لیا گیا ہے ان کے لیڈروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور مشرکین کے اقتدار کو متزلزل کر دیا ہے انہیں غور وفکر کرنا چاہیے کہ کس طرح اللہ کے دوستوں کو آہستہ آہستہ اللہ کے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو رہا ہے کیا کفار غالب ہیں؟ ہرگز نہیں وہ تو اب مغلوب ہیں ذلت ونکبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ دارالکفر کی زمین دن بدن سکڑتی جا رہی ہے مسلمان مسلط ہو رہے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُکُمْ بِالْوَحْیِ: آپ ان پر اس حقیقت کو واضح کریں کہ میں تمہیں قیامت سے خوفزدہ کر رہا ہوں جب کہ میرا تمہیں خوفزدہ کرنا سچی وحی کی بنیاد پر ہے میرے پروردگار نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور میں اس کے حکم کے مطابق اعلان کر رہا ہوں تو اگر تم اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرو گے تو تم پر اللہ کی جانب سے عذاب نازل ہوگا البتہ مجھے تحفظ حاصل ہوگا لیکن بہرے لوگوں کا کیا علاج ہے؟ جو میری دعوت پر کان نہیں دھرتے ہیں اگر سنتے بھی ہیں تو ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور وہ گمراہی سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے ہیں تو پھر ان کا سننا بے معنیٰ ہے بلکہ وہ تو بہرے ہیں جو سن نہیں سکتے ہیں۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّکَ: اگر ان کو جو جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کے کفر کے باعث آپ کے پروردگار کے عذاب سے ادنیٰ حصہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے خود پر ظلم کیا جب ہم نے اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہم پر انعامات کیے اس کے ساتھ اس کی مخلوق سے شریک بنائے اور ان کی پرستش کرتے رہے اور اللہ کے انعامات کا انکار کیا وہ قیامت کے دن افسوس کریں گے کہ ہم نے ظلم کیا لیکن اس وقت ان کا افسوس کرنا انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ: ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کو رکھیں گے جن کے ساتھ اعمال کے صحائف کا وزن کیا جائے گا کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا جس شخص کے اعمال صالحہ نے اس کی برائیوں کا احاطہ کر رکھا ہوگا اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا گویا کہ اس کی نیکیوں نے اس کی برائیوں کو ختم کر دیا اور جس شخص کی برائیوں نے اس کی نیکیوں کا احاطہ کر رکھا ہوگا تو اس کی برائیاں اسکی نیکیوں کو ختم کر دیں گی کسی شخص پر ہرگز کچھ ظلم نہ ہوگا، اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا ہم اس کا پورا پورا بدلہ دیں گے کسی

کا عمل اچھا ہے یا کسی کا عمل برا ہے اور ہم محاسبہ میں ٹھیک ٹھیک اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے اس لئے کہ مخلوق کے اعمال کا ہم سے زیادہ کسی کو علم نہیں ہے کہ اچھے اعمال کیسے ہیں اور برے اعمال کیا کیا ہیں اللہ کی ذات کو ہر چیز کا علم ہے اللہ کی ذات عجز و جہالت سے پاک ہے پس عقل شرعی کا تقاضا ہے کہ ہمیشہ عقلمند انسان اللہ کی ذات سے ہر لحہ خائف رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار بھی رہے۔

دو کلمات جن کو زبان سے ادا کرنا مشکل نہیں: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے آخری باب کا انعقاد اس آیت مبارکہ کے ساتھ فرماتے ہوئے اس کے ضمن میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث لائے ہیں ارشاد نبوی ہے دو کلمات ایسے ہیں جن کو زبان سے ادا کرنا کچھ مشکل نہیں لیکن میزان کے لحاظ سے بوجھل ہیں رحمٰن کو محبوب ہیں وہ دو کلمات **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ** ''اللہ کی ذات ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اللہ کی ذات پاک ہے عظمت والی ہے''۔[1]

اس حدیث میں لفظ موازین جمع ہے اس کا واحد میزان ہے جمع لانے سے مقصود یہ ہے کہ ہر شخص کیلئے الگ ترازو رکھا جائے گا یا ترازو ایک ہے لیکن اس کا جمع لانا تَعَدُّدِ اعمال یا تَعَدُّدِ اشخاص کی بنا پر ہے یا اس کو عظمت شان کے اظہار کے باعث لایا گیا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ﴾[2] ''نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا'' حالانکہ قوم نوح کی جانب صرف نوح علیہ السلام کو ہی مبعوث کیا گیا تھا، اور میزان کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ ترازو ایک ہے جب کہ قیامت کے احوال کا دنیوی احوال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا مزید وضاحت فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱۳/۵۳۸-۵۴۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعمال کے بارے میں ایک شخص کا نبی ﷺ سے استفسار: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! (ﷺ) میرے کچھ غلام ہیں جو میرے پاس آ کر جھوٹ بولتے ہیں میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں گالی گلوچ کرتا ہوں بلکہ انہیں پیٹتا بھی ہوں تو میرا معاملہ ان کے ساتھ کیسا رہے گا؟ آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی جس قدر انہوں نے آپ کی خیانت کی ہوگی کذب بیانی سے کام لیا ہوگا تیری نافرمانی کی ہوگی اور دوسری جانب تو نے ان کا مؤاخذہ کیا ہوگا انہیں سزا سے ہمکنار کیا ہوگا تو اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے جرم کے مساوی ہوگا تو معاملہ برابر رہا کچھ نقصان نہیں کچھ حرج نہیں اور اگر آپ کی سزا ان کے جرم سے کم ہوگی تو تجھے فضیلت حاصل ہوگی اور اگر سزا ان کے گناہوں سے زیادہ ہوگی تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص علیحدہ ہو کر رونے لگا اور افسوس کرنے لگا اس کیفیت کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کیا آپ نے آیت مبارکہ ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ تلاوت نہیں کی ہے اس پر اس شخص نے عرض کیا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میں اپنے اور ان کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ میں ان سے جدائی اختیار کروں میں آپ کو گواہ بناتا ہو کہ وہ آزاد ہیں۔[3]

ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے میری امت میں سے ایک شخص کو الگ کریں گے اس کے اعمال کے ننانوے (۹۹) رجسٹر اس کے سامنے پھیلا دیئے جائیں گے ہر رجسٹر (Rejister) کی پہنائی تا حد نظر ہوگی بعد ازاں اللہ تعالیٰ اس شخص سے دریافت کرے گا ان اعمال ناموں میں سے کسی کا تو

---

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید باب ۵۸، صحیح مسلم کتاب الذکر باب ۱۰، صحیح ترمذی کتاب الدعوات باب ۶۱ [2] الشعراء: ۱۰۵

[3] صحیح ترمذی کتاب التفسیر باب ۳، مسند احمد ۶/۲۸۰، ابن کثیر ۳/۲۹۰

انکار کرتا ہے؟ کیا میرے متعین کردہ نگران فرشتوں نے تحریر میں تجھ پر ظلم تو نہیں کیا ہے؟ وہ جواب دے گا ہرگز نہیں! اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ اس سے استفسار فرمائیں گے اچھا بھلا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ یا تیری کوئی نیکی ہے؟ راوی نے بیان کیا اس پر وہ شخص حیران ہو جائے گا اس دوران اللہ فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی میرے پاس ہے آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا تو اس کی نیکی کے اظہار کی کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائیگا اس میں کلمہ شہادت تحریر ہوگا اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰه ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں'' اس پر اللہ تعالیٰ اس کاغذ کے پرزے کو پیش کرنے کا حکم دیں گے تو وہ شخص کہے گا اے میرے پروردگار! اس کاغذ کے پرزے کی ان دفاتر کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، راوی بیان کرتے ہیں کہ ان دفاتر کو ایک پلڑے میں اور کاغذ کے پرزے کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو دفاتر کا پلڑا ہلکا ہو جائیگا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بوجھل ہو جائیگا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی بھی چیز زیادہ وزنی نہیں ہے۔[1]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو ایسی کتاب عطا کی جو فیصلے کرنے والی اور پرہیزگاروں کے لئے روشنی اور نصیحت تھی (۴۸) جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں (۴۹) اور یہ قرآن مجید نصیحت ہے برکت والا ہے ہم نے اس کو اتارا ہے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟ (۵۰)

مفردات کی وضاحت: فُرْقَان سے مقصود تورات ہے، تورات روشنی اور پند و موعظت کا مجموعہ ہے اور وہ فرقان بھی ہے اس لئے کہ وہ حق و باطل میں افتراق پیدا کرتی ہے اور روشنی بھی ہے پرہیزگاروں کی راہ ہدایت کی جانب راہ نمائی کرتی ہے۔

تشریح: قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کا تذکرہ اکٹھا فرما رہے ہیں اور ان کی جانب نازل کردہ تورات اور قرآن پاک کو ملا کر بیان کرتے ہیں بنیادی حقیقت یہ ہے کہ سبھی آسمانی کتابیں حق و باطل میں امتیاز کی لکیر کھینچ رہی ہیں ہدایت اور گمراہی کو کھول کھول کر بیان کر رہی ہیں اس طرح حلال، حرام میں امتیاز کو واضح کرتی ہیں دلوں کو منور کرتی ہیں اِنَابَتْ اِلَى اللّٰه، خشیت الٰہیہ کا جذبہ ابھارتی ہیں سب کچھ پرہیزگاروں کیلئے افادیت کا حامل ہے جن کے دلوں میں پروردگار عالم کا خوف جلوہ گر ہے بالخصوص جب وہ لوگوں کی نظر سے پردے میں ہوتے ہیں مزید برآں وہ قیامت کے وقوع سے خائف رہتے ہیں اس لئے کہ وہ عمل مکافات کا دن ہے اور یہ قرآن مجید ذکر کی کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا ہے کیا تم اس کو تسلیم نہیں کرتے ہو حالانکہ وہ حد درجہ واضح روشن اور ظاہر ہے۔

[1] صحیح ترمذی کتاب الایمان باب ۱۷، صحیح ابن ماجہ کتاب الزہد باب ۳۵، مسند احمد ۲/ ۲۱۳، ابن کثیر ۳/۲۸۹

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ
التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ
كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ
﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا
لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: اور بیشک ہم نے ابراہیم کو اس سے پہلے رشد وہدایت سے نوازا اور ہم اس کی کیفیات کو جانتے ہیں (۵۱) جب اس نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا یہ تصاویر کیسی ہیں کہ جن پر تم مُعتَکِف ہو (۵۲) انہوں نے کہا ہم نے اپنے والدین کو پایا کہ وہ ان کی پرستش کرتے تھے (۵۳) اس نے کہا بیشک تم اور تمہارے باپ ظاہر گمراہی میں تھے (۵۴) انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا تو کھیلنے والوں سے ہے؟ (۵۵) اس نے کہا بلکہ تمہارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں سے ہوں (۵۶) اور اللہ کی قسم! میں تمہارے معبودوں کو تکلیف پہنچانے میں حیلہ کروں گا بعد اسکے کہ تم اس سے روگردانی کر کے پھر جاؤ گے (۵۷) تو اس نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا سوائے انکے بڑے بت کے تا کہ وہ اسکی جانب واپس لوٹیں (۵۸)

مفردات کی وضاحت: اَلرُّشْدُ دینی دنیوی امور میں اصلاح کے اسباب کی جانب رہنمائی کرنا، تَمَاثِیْلُ کا واحد تِمْثَالٌ ہے ایسا ڈھانچہ جسے اللہ کی کاریگری کی مانند بنایا جائے جیسے کسی پرندے یا درخت یا انسان کا ڈھانچہ ہے، عَکُوفٌ کسی چیز کے ساتھ وابستہ ہو جانا اس کی جانب جھکاؤ رکھنا، لَاعِبِیْنَ مزاح کرنے والے، جُذٰذًا ٹکڑے ٹکڑے، مادہ (اَلْجَذُّ) کاٹنا، جَذِیْذٌ ستو، کہا جاتا ہے، سَقَاهُ الْجَذِیْذَ وَالشَّرَابَ النَّبِیْذَ ''اس کو ستو پلائے اور ایک لذیذ ترین مشروب پلایا'' فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا ''چنانچہ آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا'' ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اس بنا پر توڑ دیا کہ وہ ان کی بے بسی کو واضح کر سکیں اور ان کو اس حقیقت کی طرف مُلْتَفِت کر سکیں کہ جو اَصْنَام آپ اپنی حفاظت پر قادر نہیں جو اپنے وجود کو خود نہیں بچا سکتے اور اپنی اس توہین وتذلیل کو آسانی سے گوارا کر لیتے ہیں ان کی پوجا اور پرستش کے کیا معنیٰ اور ان سے مدد واعانت چاہنے میں کیا تُک ہے۔ (لسان القرآن ص ۳۳۲)

تناسب: مسئلہ توحید، نبوت اور آخرت کے بارے میں دلائل ذکر کرنے کے بعد انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انہیں اپنی اپنی قوموں سے کن تکالیف شاقہ کا سامنا کرنا پڑا، ان واقعات کے بیان سے مقصود رسول اللہ ﷺ کو صبر دلانا ہے کہ آپ ان پیغمبروں کے واقعات کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور احکام الٰہیہ کے پہنچانے میں لاحق ہونے والی اذیتوں کو برداشت کریں اور خود کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں مشرکین سے دور رکھیں اور اطمینان کی دولت کو لازم پکڑیں۔

تشریح: یقیناً ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے پہلے ان دلائل سے نوازا جن میں رشد وہدایت کارفرما تھی اور ہم نے ان کو دلائل وشواہد سے نوازا، مزید برآں بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھا اور ہم اس کے بارے میں یقین پر تھے کہ اللہ کی ذات پر اس کا ایمان صحیح ہے توحید کی سرشاری موجود ہے مکارم اخلاق سے موصوف ہیں اور ہم نے انہیں توفیق عطا کی کہ وہ غور وفکر کے بعد توحید کے اونچے مقام پر فائز ہوں گے جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو مخاطب کیا جب کہ قوم بھی وہاں موجود تھی مجھے معلوم نہیں ہورہا ہے کہ یہ بت کیا حقیقت رکھتے ہیں جن کی تم عبادت کررہے ہو؟ انہیں غور وفکر کی جانب متوجہ کرنا چاہتے تھے کہ اگر تم میں عقل کا ادنیٰ سا شائبہ بھی موجود ہے تو تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ پتھر اور لکڑی سے بنائے ہوئے بت ہرگز کچھ فائدہ نہیں دے سکتے نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں تو گویا کہ ان کا انداز مقلدانہ ہے چنانچہ آزر اور اس کی قوم نے جواب دیا کہ ہم نے محسوس کیا کہ ہمارے آباؤ اجداد بتوں کی عبادت کرتے تھے تو ہم بھی ان کی راہ پر چل پڑے جب کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ ہم نے یہ راہ کیوں اختیار کی ہے گویا کہ تقلید پر قناعت کی جب کہ تقلید ایسی لاٹھی ہے دلائل سے کورا شخص اس پر بھروسہ کرتا ہے اور ایسی رسی ہے کہ ہر ڈوبنے والا شخص اپنے بچاؤ کیلئے اس کا سہارا ڈھونڈتا ہے بالکل اسی انداز پر ملت اسلامیہ کے مقلدین کی حالت ہے کہ جب کوئی شخص کتاب وسنت سے ان کے کسی تقلیدی مسئلہ کا انکار کرتا ہے تو مقلد شخص یہ جملہ کہتا ہے ہمارے امام کا قول تو یہ ہے، ہم تو اس کے قول کو تسلیم کریں گے، اس مفہوم کو عربی کے ایک شاعر نے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

وَهَلْ اَنَا اِلَّا مِنْ غَزِيَّةَ اِنْ غَوَتْ غَوَيْتُ وَاِنْ تَرْشُدْ غَزِيَّةُ اَرْشُدِ

''میرا تعلق تو غزیہ قبیلہ سے ہے اگر غزیہ قبیلہ گمراہ ہے تو میں بھی گمراہ ہوں اگر غزیہ قبیلہ رشد وہدایت پر گامزن ہے تو میں بھی رشد وہدایت پر گامزن ہوں'' ان کے اس انداز پر ابراہیم علیہ السلام نے نہایت سخت جواب دیتے ہوئے انہیں معیوب قرار دیا کہ اے میری قوم! تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان بتوں کی عبادت کے باعث گمراہی کے عمیق گڑھے میں گر چکے ہو، حقیقت یہ ہے کہ مقلدین ظاہر گمراہی میں ہیں ادنیٰ سا فہم رکھنے والا انسان اس سے آشنا ہے ایک شاعر کا شعر ملاحظہ کریں ؎

يَاْبَى الْفَتٰى اِلَّا اتِّبَاعَ الْهَوٰى وَمَنْهَجُ الْحَقِّ لَهٗ وَاضِحٌ

''نوجوان شخص تو بس خواہشات کا تابعدار ہے جب کہ حق وصداقت کا راستہ اس کے سامنے واضح ہے'' معلوم ہوا اگر باطل کام پر لوگوں کا جم غفیر موجود ہے تو ان کی کثرت کے باعث باطل کام کو درست نہیں کہا جا سکتا۔

قَالُوْا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ: جب انہوں نے آپ کی بات کو سنا تو انہوں نے اس کو بعید از فہم قرار دیا کہ وہ گمراہی میں مستغرق ہیں بلکہ وہ حیران ہیں کہ وہ انہیں گمراہ قرار دے رہا ہے ہم نے اس سے پہلے اس قسم کی بات نہیں سنی ہے، بعد ازاں انہوں نے کہا کچھ محسوس یوں ہو رہا ہے کہ اس شخص کا انداز مزاحیہ ہے حق وصداقت کے اظہار سے کوسوں دور ہے اس کے جواب میں آپ نے وضاحت کی کہ میں تمہارے پاس حق وصداقت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تمہاری عبادت کی مستحق تو وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بلا نمونہ بنایا اور تم پر اس کی مہربانیاں سایہ افگن ہیں اور اس کی جود وسخا نے تمہیں مسرتوں اور خوشیوں سے نوازا ہے، نیز اس میں وضاحت ہے کہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ گمراہی سے روگردانی کریں اور دلائل کی روشنی میں معلوم کریں کہ کون ذات عبادت کے لائق ہے تو اس کی عبادت میں محو رہیں اس طرح وہ صراط مستقیم پر گامزن رہیں گے۔

وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکُمْ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ: اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلیل کی روشنی میں کہہ رہا ہوں جیسا کہ مدعی شخص کا دعویٰ تب صحیح تسلیم ہوگا جب وہ دعویٰ کے اثبات پر دلیل لائے، میرا حال تمہارے جیسا نہیں ہے کہ میں ایسی بات کہوں جس کے اثبات کی مجھ میں قدرت نہ ہو جب کہ تم اپنے مذہب کے اثبات میں دلیل پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو بس تم ایک ہی جملہ زبان پر لا رہے ہو کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس راہ کا پیروکار پایا اور ہم ان کے نقوش پر گامزن ہیں۔

حق وصداقت کے اثبات پر دلیل :وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ: حق وصداقت کے اثبات پر دلیل قائم کرنے کے بعد مخالفین کو دھمکی دی جارہی ہے کہ باطل کو ختم کردیا جائے گا بلکہ اس کے نشانات کو بھی محو کردیا جائے گا اولاً تو زبانی گفتگو ہو رہی تھی جھگڑا اچل رہا تھا اب الٹی میٹم (Ultimatum) دیا جارہا ہے اللہ پاک کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جو عظیم قوت والی ذات ہے میں تمہارے بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا جب تم عید کی خوشی منانے جاؤ گے اس وقت کو میں غنیمت سمجھوں گا چنانچہ جب وہ عید کی مسرتوں کے منانے کیلئے نکلے تو ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بتوں کے ڈھانچوں کو توڑ پھوڑ دیا البتہ جو بڑا بت تھا اس کو باقی رہنے دیا تاکہ یہ بت پرست گمراہ لوگ اپنے بڑے پروہت کی خدمت میں حاضر ہوں جیسا کہ مشکلات کے حل میں لوگ کسی عالم کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ اس کی خدمت میں پہنچ کر بتائیں کہ تیرے علاوہ دیگر بت ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں اور تو اپنی پہلی حالت میں برقرار ہے اس کیفیت کو دیکھ کر ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ بڑا بت دیگر بتوں کو نہ بچا سکا یہ بھی عاجز ہے یہ نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان سے ہم کنار کرسکتا ہے اور ان کے ذہن میں یہ حقیقت راسخ ہو جائے کہ وہ تو بہت بڑی جہالت میں مبتلا ہیں۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْکُرُھُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰھِیْمُ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَشْھَدُوْنَ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یٰٓاِبْرٰھِیْمُ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَنْفُسِھِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّکُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُکِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِھِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا ھٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ﴿۶۵﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا ہمارے بتوں کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ شخص ظالموں سے ہے (۵۹) انہوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کے بارے میں سن رکھا ہے جو بتوں کا تذکرہ معیوب انداز کے ساتھ کرتا ہے اس کو ابراہیم کہا جاتا ہے (۶۰) انہوں نے کہا اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لائیں تاکہ وہ گواہی دے سکیں (۶۱) انہوں نے کہا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ (۶۲) اس نے کہا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے پس تم ان بتوں سے دریافت کرو اگر وہ بات کرسکتے ہیں (۶۳) تو وہ اپنی جانب واپس لوٹے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا بلاشبہ تم ظالم ہو (۶۴) بعد ازاں وہ خود شرم کے باعث سرنگوں ہو گئے (گویا کہ وہ ملزم ہیں) بلاشبہ تجھے معلوم ہے کہ یہ بات نہیں کرتے ہیں (۶۵)

مفردات کی وضاحت: يَذْكُرُهُمْ ان کو معیوب گردانتا ہے" فَرَجَعُوٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ "انہوں نے غور وفکر کیا" نُكِسُوْا "میں نے اس کو الٹا کر دیا" مقصود یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا تو وہ مُجَادَلَہ اور مُكَابَرَہ پر اتر آئے۔

تشریح: کلام محذوف ہے مقصود یہ ہے کہ جب وہ عید کے جشن سے واپس لوٹے تو انہوں نے اپنے خداؤں کا حال دیکھا اور مشاہدہ کیا اس بدتمیزی کا جوان کے ساتھ روا رکھی گئی تھی تو انہوں نے ردّ وکد کے ساتھ اس عمل کو معیوب قرار دیتے ہوئے غیظ وغضب کی کیفیت میں کہا کہ ان خداؤں کو توڑنا پھوڑنا انتہائی درجہ کا ظلم ہے شائد اس سے بڑھ کر کوئی جرم نہ ہو ظاہر ہے کہ وہ شخص جس نے اتنی بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے اس نے ان بتوں پر حملہ کر کے انہیں تاخت وتاراج کر دیا ہے جب کہ وہ اس لائق تھے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان کے وقار کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اس پر ان لوگوں نے اس خیال کا اظہار کیا جنہوں نے ابراہیم کے بارے میں سن رکھا تھا کہ وہ کہتا ہے اللہ کی قسم! میں تمہارے معبودوں کو تہس نہس کر دوں گا وہ نوجوان جوان کو معیوب گردانتا ہے اس کا نام ابراہیم ہے کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ توڑ پھوڑ کا کام اسی نے کیا ہے۔

نمرود اور اس کی قوم کی ابراہیم کے بارے میں رائے: اس گفتگو کے بعد نمرود اور ان کی قوم سے بلند منصب پر فائز لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ تم تمام لوگوں کے سامنے ابراہیم کو بلاؤ تا کہ سبھی عوام الناس اس شخص کو دیکھ سکیں جس نے گھناؤنا کردار ادا کیا ہے، مقصود یہ تھا کہ اس شخص کا فیصلہ جس نے ناقابل برداشت کردار کا ثبوت پیش کیا اس کو تمام لوگوں کے سامنے پیش کر کے اسے عبرت ناک سزا دی جائے اور معاشرہ میں سبھی لوگوں کو پتہ چل جائے کہ بتوں کے ساتھ اس قسم کا گھناؤنا کردار ادا کرنے والا عبرتناک سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ابراہیم کا بڑے بت کو نہ توڑنے کا سبب: جب ابراہیم کو لایا گیا انہوں نے ابراہیم سے استفسار کیا اے ابراہیم! تو نے ان بتوں کو توڑا ہے اور انہیں ریزہ ریزہ کر دیا ہے؟ مقصود یہ تھا کہ وہ اس سے اقرار کروانا چاہتے تھے تا کہ اس کے جرم پر اس کو عبرت ناک سزا سے ہم کنار کیا جائے اور اس سے نجات حاصل کریں ابراہیم نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ان بتوں میں سے جو بڑا بت ہے اس نے ان کا قلع قمع کیا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بڑے بت کو اس بات پر غصہ آ گیا کہ تم اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ ان چھوٹے بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے ان سب کا تیا پانچہ کر دیا، مقصود ان کو ڈانٹ پلانا ہے اور ان کے خلاف اپنی دلیل کو قائم رکھنا ہے یہی وجہ ہے کہ ابراہیم نے ان لوگوں کا استہزاء اڑاتے ہوئے کہا کہ تم ان بتوں ہی سے دریافت کر لو کہ ان کو کس نے توڑا ہے اگر وہ بولنے کی قدرت رکھتے ہیں، دراصل اس کلام میں تعریض ہے کہ انہیں ان کو اپنا معبود نہیں ماننا چاہیے تھا جیسا کہ ابراہیم نے اپنے باپ سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ جملہ کہا کہ تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جن میں سننے، دیکھنے کی قوت نہیں اور نہ وہ تجھے فائدہ پہنچا سکتے ہیں جب انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو ابراہیم نے کہا بلکہ بتوں کے توڑنے کا کام اس بت نے کیا جو ان سب سے بڑا ہے، دراصل ابراہیم نے یہ جملہ اس لئے کہا تھا تا کہ وہ اس کے جواب میں اس حقیقت کا اظہار کریں گے کہ یہ بت تو بول سکتے ہیں نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے اس جواب پر ابراہیم نے انہیں آگاہ کیا کہ پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تو ان کی گفتگو سے ہی ان کے اوپر دلیل قائم ہو جائے گی جیسا کہ وہ شخص جو اپنے مخالف پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ مقابلہ کے وقت ایک باطل چیز کو تسلیم کر لیتا ہے تا کہ وہ اس طرح حق وصداقت کی جانب متوجہ ہو جائے۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: اس نے کہا کیا تم **اللہ** کے علاوہ اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے (٦٦) تم پر اور ان پر افسوس ہے جن کی تم **اللہ** کے سوا عبادت کرتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ (٦٧) انہوں نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو (٦٨) ہم نے کہا اے آگ! تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوا ابراہیم پر (٦٩) اور انہوں نے اس کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا تو ہم نے انہیں زیادہ نقصان والا کر دیا (٧٠)

مفردات کی وضاحت: اُفٍّ ایسا کلمہ ہے کہ اس کلمہ کا قائل کسی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہے اور برہمی کا اظہار کرتا ہے کہ تم پر اور تمہارے معبودوں پر افسوس ہے۔

تشریح: ابراہیم کا اپنی قوم کو ڈانٹنے کا بیان: اثناء گفتگو میں ابراہیم نے محسوس کیا کہ ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے انہیں ڈانٹ پلائی جائے چنانچہ ابراہیم نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا تعجب ہے تم جمادات کو اپنا معبود سمجھ رہے ہو اور اللہ کی ذات سے روگردانی کر رہے ہو جو تمہیں فوائد سے ہم کنار کرتا ہے اور تمہیں نقصانات سے تحفظ عطا کرتا ہے تمہیں اور تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے جب کہ تم **اللہ** کی ذات کو چھوڑ کر جمادات کی عبادت کر رہے ہو جب ابراہیم کے دلائل کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے تو انہوں نے اپنی قوت کا اظہار کرتے ہوئے دھمکی دی کہ تم اپنے دشمن کو نہایت عبرتناک سزا سے ہم کنار کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دو، بالآخر اس تجویز پر اتفاق ہوا کہ ابراہیم کو مشتعل آگ میں دھکا دو اس مقام میں صرف آگ میں داخل کرنے کا ذکر ہے جب کہ سورۂ عنکبوت میں ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دو یا آگ میں ڈال کر جلا دو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جو شخص غلط راہ پر گامزن ہوتا ہے جب مضبوط دلیل اس کو خاموشی پر مجبور کرتی ہے تو وہ حق و صداقت کے خلاف اپنی قوت استعمال کرتا ہے چنانچہ انہوں نے بھی یہی کردار ادا کیا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا: اس کلام میں کچھ عبارت محذوف ہے کہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں گرا دیا سورۂ صافات میں ذکر ہے کہ جب انہوں نے اس کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس کے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کی تا کہ اس کو اس میں گرا دیں چنانچہ منجنیق، (Catapult) کی مدد سے انہوں نے اس کو بلند عمارت سے گرایا اس تجویز کا مشورہ جس شخص نے دیا **اللہ** تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک اس میں نیچے گرتا جائے گا، مفسرین نے اس مقام میں آگ کی شدت اس کے شعلوں کی بلندی اور لکڑی کے کثیر ذخیرہ کا ذکر کیا ہے جس کا نظارہ دیکھنے والوں کو زبردست خوف میں مبتلا کر رہا تھا۔

مفسرین نے مزید ذکر کیا ہے کہ جب ابراہیم کے مخالفین کفار نے انہیں اس کے جسم سے لباس کو اتارنے کے بعد مضبوطی کے ساتھ باندھ کر مشتعل آگ میں پھینکا تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان سے استفسار کیا آپ کو اس وقت کسی مدد کی

ضرورت ہے تو آپ نے نہایت بے باکی کے عالم میں جواب دیا کہ مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے البتہ میری نگاہ اللہ کی جانب برابر اٹھ رہی ہے اس پر جبریل نے ان سے دریافت کیا تو آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا میری یہ کیفیت اللہ پاک کے سامنے ہرگز پوشیدہ نہیں ہے تو مجھے اللہ پاک سے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا لیکن ٹھنڈک میں ایذاء کا پہلو نہ ہو اور سلامتی کی کیفیت ہو یعنی ٹھنڈک میں بھی تکلیف کا پہلو نہ ہو، سورۂ عنکبوت میں وضاحت موجود ہے کہ اللہ پاک نے اس کو آگ سے تحفظ عطا کیا۔

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ: اس آیت میں کَید سے مقصود انہیں آگ کے ساتھ جلانا تھا تا کہ وہ اپنے معبودوں کو تحفظ عطا کر سکیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست خسارے میں مبتلا کیا کہ ابراہیم کو غلبہ حاصل ہوا اور وہ نہ صرف دنیوی لحاظ سے بلکہ اخروی لحاظ سے بھی خسارے میں ہیں جب کہ اس واقعہ میں اس حقیقت کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت کمزور ترین مخلوق مچھر کو مسلط کر دیا اس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا نیز اس واقعہ میں یہ تذکرہ بھی ملتا ہے کہ روئے زمین کے تمام جانور ابراہیم کے لئے جلائی ہوئی آگ کو بجھاتے رہے البتہ کوٹ کرلا آگ میں پھونک مار کر بھڑکا تا رہا اور اگر لفظ (سَلٰمًا) نہ ہوتا تو ابراہیم ٹھنڈک کے غلبہ سے موت سے ہم کنار ہو جاتے تاہم یہ اسرائیلی روایات ہیں، البتہ بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ ابراہیم کو جب آگ میں گرایا گیا تو ان کی زبان پر یہ کلمات تھے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ''ہمیں اللہ کی ذات کافی ہے اور وہ نہایت اچھا کارساز ہے'' نیز محمد ﷺ کی زبان پر یہ کلمات تھے جب کہ لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ کی مخالفت میں اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے خطرہ محسوس کرو تو اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی ذات کا سہارا کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔[1]

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۷۵﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو اس زمین کی جانب نجات عطا کی جس کو ہم نے جہان والوں کے لئے مبارک بنایا ہے (۷۱) اور ہم نے اس کو اسحٰق عطا کیا اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہر ایک کو ہم نے نیکوکار بنایا (۷۲) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ ہمارے حکم کے ساتھ راہ نمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی جانب اچھے کاموں کی وحی کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے (۷۳) اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور

---

[1] تفسیر اضواء البیان ۵۸۹/۴، تفسیر ابن کثیر ۲۹۴/۳

ہم نے اس کو اس بستی سے نجات عطا کی جو خباثت کا کام کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بدکار گناہ گار تھے (۷۴) اور ہم نے اس کو اپنی رحمت میں شامل کیا بلاشبہ وہ اچھے کام کرنے والوں سے تھے (۷۵)

مفردات کی وضاحت: اَرض سے مقصود ملک شام ہے، نَافِلَةٌ عطیہ، اَلْقَرْیَةُ سے مقصود سَدُوم بستی ہے جس کی جانب لوط علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا خَبَائِث کا واحد خَبِیْثَةٌ ہے مقصود خلاف وضع فطری فعل (لواطت) ہے۔

تناسب وتشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے کہ ابراہیم کو ہم نے آگ سے تحفظ عطا کیا اس کے بعد بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت کی تکمیل کرتے ہوئے اس کو اور لوط پیغمبر کو اس ملک میں بھیجا جس کو ہم نے برکتوں سے خاص طور پر نوازا جب کہ اس میں کثرت کے ساتھ پیغمبر مبعوث کئے اور وہاں سے دور دراز علاقوں میں شریعت کے احکام پہنچے، مزید برآں اس علاقہ کو زرخیز بنایا اس میں پانی کی فراوانی کے ساتھ ساتھ کثرت کے ساتھ پھلدار درخت اگائے دینی دنیوی نعمتوں سے مالا مال کیا چنانچہ ابراہیم، لوط اور بیوی سارہ کے ساتھ عراق کی سرزمین سے نکل کر مصر پہنچے بعدازاں ملک شام کا رخ کیا فلسطین میں اقامت اختیار کی اور لوط پیغمبر کو مؤتفکۃ بستی میں چھوڑا۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ: اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق لڑکا عطا کیا اور پوتا یعقوب عطا کیا جو کہ ہماری جانب سے عطیہ تھا اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیکوکار بنایا احکام الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والے، محرمات سے کنارہ کش رہنے والے تھے بلکہ انہیں امامت عطا کی وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی جانب دعوت دیتے تھے اور ہم نے ان کی جانب وحی کی کہ تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرو اور محرمات سے دور رہو بالخصوص اقامت نماز کا خاص خیال رکھنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہنا، ظاہر ہے کہ بدنی عبادات میں نماز کو شرف حاصل ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ کو فضیلت حاصل ہے ان دونوں عبادتوں کی ادائیگی سے مقصود اللہ کی تعظیم کرنا ہے اور مخلوق پر شفقت کرنا ہے یہ سب لوگ دلوں میں اللہ کی ذات کا خوف رکھتے تھے ہماری عبادت اور اطاعت سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا: اور لوط پیغمبر کو ہم نے خصوصیت کے ساتھ فیصلہ کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور دینی علم عطا کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم پر کیا ذمہ داری ہے اور ہم نے لوط کو اس عذاب سے نجات عطا کی جس کو ہم نے اس کی بستی والوں پر اتارا تھا اس لئے کہ اس کی بستی کے لوگ خباثت کا فعل کرتے تھے جس کی شناعت سے بڑھ کر اور کسی برے فعل میں نہیں ہے کہ گھر میں دروازے کی جانب سے داخل نہ ہونا، ان کو اس خبیث کام پر دلیر بنانے والا ان کا اطاعت الٰہیہ سے خود کو باغی قرار دینا تھا اللہ تعالیٰ کی محرمات کا ڈھٹائی کے ساتھ مرتکب ہوتے تھے لیکن لوط علیہ السلام کو ہم نے اپنی رحمت کے ساتھ ان لوگوں میں شامل کیا جو ہماری رحمت کے مستحق تھے، بعدازاں وضاحت کی کہ لوط علیہ السلام کا شمار ان لوگوں میں ہے جو ہمارے احکام کے مطابق عمل پیرا رہتے ہیں اور منہیات سے خود کو روکتے ہیں، حدیث میں وارد ہے "اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہوں رحم کرتا ہوں"[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۱، صحیح ترمذی کتاب الجنۃ باب ۲۰، مسند احمد ۲/۲۷۶، ظلال الجنۃ ح ۵۲۸

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ
مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: اورنوح کا تذکرہ کریں جب اس نے قبل ازیں پکارا تو ہم نے اس کی پکار کو قبول کیا پھر ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو بڑی مصیبت سے نجات عطا کی (۷۶) اور ہم نے اس کو ان لوگوں پر غلبہ عطا کیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو ایک ہی جگہ پر غرق کر دیا (۷۷)

مفردات کی وضاحت: کَرْبٌ شدید قسم کا غم، مقصود وہ عذاب ہے جو ان کی قوم پر نازل ہوا، مقصود ان کو پانی میں ڈبو دیا۔

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جو عرب دنیا کے جدِ اعلیٰ تھے اس کے بعد نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے جو تمام انسانوں کے جدِ اعلیٰ ہیں اس لئے کہ طوفان نوح کے بعد جو لوگ زندہ رہے وہ سبھی نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ: اے پیغمبر ﷺ! آپ نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کریں جب اس نے آپ سے پہلے نیز ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اپنے پروردگار کو پکارا، اس نے ہم سے اپنی قوم کی ہلاکت کا مطالبہ کیا جنہوں نے اللہ کی الوہیت کا انکار کیا اور عذاب کی وعید کی جانب بھی توجہ نہ کی تو ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا جب انہوں نے بددعا کی کہ اے میرے پروردگار روئے زمین پر ایک کافر کو بھی عذاب سے الگ نہ رکھنا تو ہم نے اس کی بددعا کو قبول کیا اور ہم نے اس کو اور اس کی اولاد سے ایمان والوں اور ان کی بیویوں کو تحفظ عطا کیا جب کہ ان کی تکذیب کرنے والوں کو طوفان میں غرقاب کر دیا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال زندہ رہا اور طوفان کے بعد بھی ساٹھ سال زندہ رہا اور ہم نے اس کو ان لوگوں پر غلبہ عطا کیا جنہوں نے ہمارے دلائل کو تسلیم نہ کیا اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بداعمالیوں کے مرتکب تھے اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اپنے پیغمبر کو تکلیف میں مبتلا کرنے کے درپے رہتے تھے اور پیغمبر کی مخالفت کے بارے میں اپنی اولاد کو وصیت کرتے تھے بلکہ کھلم کھلا اس کے احکام کی مخالفت کیلئے وصیت کرتے تھے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ
﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ
وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ
وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ
ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اور آپ داؤد اور سلیمان کا تذکرہ کریں جب انہوں نے کھیتی کے بارے میں فیصلہ کیا جب رات کے وقت اس میں قوم کی بکریاں چارہ چرنے لگیں اور ہم ان کے فیصلہ پر حاضر تھے (۷۸) تو ہم نے فیصلہ کرنے کا انداز سلیمان کو

سمجھا دیا اور ہم نے ہر ایک کو حکمت اور علم سے نوازا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے نیز پرندوں کو بھی مسخر کر دیا اور ہم کرنے والے تھے (۷۹) اور ہم نے اس کو تمہارے لئے لباس بنانے کی صنعت سے آگاہ کیا تا کہ تمہیں لڑائی کی تکلیف سے تحفظ عطا کرے تو کیا تم شکریہ کرنے والے ہو (۸۰) اور ہم نے سلیمان کے لئے تیز ہوا کو مسخر کیا وہ اس کے حکم کے ساتھ اس زمین کی جانب لے جاتی تھی جس کو ہم نے برکت عطا کی اور ہم ہر چیز کا علم رکھتے ہیں (۸۱) اور ہم نے شیاطین جنوں سے ان کو مسخر کیا جو اس کے لئے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کام کرتے تھے اور ہم ان کی حفاظت کرنے والے تھے (۸۲)

مفردات کی وضاحت: نَفَشَ چارپایوں کا رات کے لمحات میں بلا چرواہے کے چارہ حاصل کرنا، لَبُوس لوہے کی زریں، مبارک زمین سے مقصود شام کی زمین ہے، اَلْغَوص پانی میں سے کسی چیز کے نکالنے کے لئے غوطہ لگانا۔

تشریح: اے پیغمبر! آپ داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کا تذکرہ کریں جب ان دونوں نے ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کیا جس کو دوسرے لوگوں کی بکریوں نے کھایا تھا اس فیصلہ کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھایا، داؤد علیہ السلام محروم رہے جب کہ وہ دونوں فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے شریعت کے علم سے آشنا تھے چنانچہ دو اشخاص داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے جس شخص کی کھیتی تھی اس نے بیان دیا کہ اس شخص نے اپنی بکریوں کو میرے کھیت میں داخل کیا انہوں نے سبھی چارہ ختم کر دیا، داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا آپ جائیں اب بکریاں تیری ملکیت میں ہیں اور بکریوں والا سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اس نے داؤد کے فیصلہ سے آگاہ کیا اس کے بعد سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے ہاں پہنچے ان سے کہا اے اللہ کے پیغمبر! فیصلہ وہ درست نہیں جو آپ نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا کیسے! اس نے کہا آپ بکریاں اس شخص کے حوالہ کریں جس کی کھیتی تھی اس کیلئے ان کا دودھ ہے اور اولاد ہے نیز دیگر فوائد ہیں اور کھیتی بکریوں کے مالک کو عطا کی تا کہ وہ اس کی نگرانی کرے یہاں تک کہ کھیتی پہلی کیفیت میں آجائے، بعد ازاں وہ دونوں اپنا اپنا مال اپنے قبضہ میں کریں کھیتی والا کھیتی کو اپنے قبضہ میں کرے اور بکریوں والا اپنی بکریوں کو اپنے قبضے میں کرے، داؤد علیہ السلام نے کہا آپ کا فیصلہ درست ہے اور اس نے اس فیصلہ کو نافذ کر دیا جب کہ فیصلہ کی تفہیم اجتہاد کے ساتھ تھی، فیصلہ وحی کی روشنی میں نہ تھا۔

ذہن نشین کریں کہ ان دونوں نے اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کیا جب کہ سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد درست ثابت ہوا، چنانچہ امام بخاریؒ نے ایک عنوان قائم کیا ہے کہ جب ایک عورت کسی لڑکے کے بارے میں دعویٰ کرتی ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے اس باب کے تحت ایک حدیث لائے ہیں ملاحظہ فرمائیں، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا دو عورتوں کے ساتھ ان کے بیٹے تھے اس دوران بھیڑیا آیا وہ ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا جب کہ اس نے اپنی سہیلی سے کہا بھیڑیا تیرے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا ہے دوسری عورت نے کہا بالکل نہیں بھیڑیا تو تیرے بیٹے کو اٹھا کر لے گیا ہے، چنانچہ فیصلہ داؤد علیہ السلام کے ہاں پہنچا انہوں نے عمر میں بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دیا اس کے بعد وہ دونوں سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزریں انہوں نے اس کو اس کے بارے میں مطلع کیا سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ میرے پاس چھری لائیں میں اس کو دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں سلیمان علیہ السلام کی یہ بات سن کر چھوٹی عمر والی عورت نے کہا ایسا بالکل نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں یہ بیٹا

اس کا ہے چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ اس عورت کے حق میں کر دیا جو عمر میں چھوٹی تھی۔ [1]

پس یہ صحیح حدیث واضح انداز میں ثابت کر رہی ہے کہ ان دونوں نے اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کیا جب کہ سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ اگر چہ وحی کے ساتھ نہ تھا تاہم بچے کے ٹکڑے کرنے پر چھوٹی عمر والی عورت نے بچے کے دو ٹکڑے کرنے پر رضا مندی کا اظہار نہ کیا، معلوم ہوا وہ سچی ہے اور بڑی عمر والی عورت نے بچے کے دو ٹکڑے کرنے پر رضا مندی کا اظہار کیا بلکہ اس کے دل میں شفقت کا جذبہ بھی نمودار نہ ہوا، معلوم ہوا بچہ اس کا نہیں ہے۔

داؤد علیہ السلام پر انعامات الٰہیہ کی وضاحت: ہم نے داؤد علیہ السلام پیغمبر کیلئے پہاڑوں اور پرندوں کو مطیع کر دیا وہ بھی داؤد علیہ السلام کی تقدیس کے ساتھ ساتھ **اللہ** پاک کی تقدیس میں منہمک رہتے چنانچہ پہاڑوں اور پرندوں کا یہ منظر داؤد علیہ السلام کے وجدان بلکہ بھی معنوی مشاعر پر اثر انداز ہوتا چنانچہ وہ **اللہ** کی تسبیح اور تقدیس میں مستغرق رہتے اس محویت کے نتیجہ میں ان میں **اللہ** کی ذات کے ساتھ مانوس ہونے کی کیفیت میں تمام عالم تسبیح میں مستغرق دکھائی دیتا تھا اور عالم دنیا کا تمام نظام زبان حال سے بہ نسبت زبان قال کے زیادہ فصیح انداز میں دکھائی دیتا تھا جب کہ اس حقیقت کا ادراک صرف وجدان کے ذریعہ ہی ممکن ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾ ''ہر چیز ہی **اللہ** کی پاکیزگی بیان کرنے میں منہمک ہے جب کہ تم ان کی پاکیزگی کے بیان کو سمجھ نہیں پاتے ہو''۔ [2]

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ: اورہم نے داؤد علیہ السلام کو لوہے کی زرہ (Armour) بنانے کا فن عطا کیا لوہے کی شیٹ (IronSheet) میں کنڈیاں (Locks) ڈال کر انہیں تیار کیا جاتا لڑائی کے میدان میں انکے پہننے سے تحفظ حاصل رہتا نہ صرف یہ کہ زخموں سے بچاؤ رہتا بلکہ قتل سے بھی بچاؤ رہتا پس تم **اللہ** کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہیں زرہ تیار کرنے کی صنعت سے آگاہ کیا۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً: **اللہ** تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کی طرح نبوت اور بادشاہت سے نوازا گویا کہ وارث بنایا جبکہ سلیمان علیہ السلام کو مزید دو نعمتوں کا عطیہ دیا کہ ہوا کو انکے تابع کر دیا ارض مقدس میں جہاں جانے کا ارادہ کرتے، ہوا ان کو اور ان کے رفقاء کو صبح کے وقت لے جاتی اور دن کے آخری حصہ میں انہیں ان کے گھروں میں واپس لوٹاتی اور ہم نے انہیں نہ صرف یہ کہ نبوت اور بادشاہت کے اعزاز سے نوازا بلکہ ہوا کو بھی انکے حکم کے تابع کر دیا تا کہ انکے پیروکار ہمارے انعامات کا اعتراف کریں اور شکریہ ادا کریں، نیز ہم نے شیاطین کو اس کے ماتحت کر دیا جو سمندروں میں غوطہ لگا کر موتی اور مرجان نکالتے تھے اسکے علاوہ وہ محراب، محلات، دیگیں تیار کرتے تھے اور ہم انہیں تحفظ عطا کرتے کوئی بھی انہیں تکلیف سے ہم کنار نہ کرتا جبکہ ہر چیز **اللہ** کے قبضہ میں ہے۔

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ: اور آپ ایوب کا تذکرہ کریں جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے رنج پہنچا ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (٨٣) تو ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا تو ہم نے اس کی بدنی تکلیف کو

[1] صحیح بخاری کتاب الفرائض باب ٣٠، سنن نسائی کتاب القضاء باب ١۴، مسند احمد ٢/ ٣٢٢ [2] بنی اسرائیل: ۴۴

دور کیا اور ہم نے اس کو لڑکے عطا کئے اور ان کے ساتھ مزید ان کے مثل اپنی جانب سے مہربانی کرتے ہوئے اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہو (۸۴)

مفردات کی وضاحت: ایوب کا شمار بھی پیغمبروں میں سے ہے اللہ پاک نے انہیں دنیوی نعمتوں اہل وعیال کی کثرت اور مال ومتاع سے نوازا، بعدازاں ان کی آزمائش کی، مال ومتاع ختم ہو گیا اٹھارہ سال تک جسمانی مریض رہے جب کہ ان کی عمر ستر سال تھی بعدازاں انہیں دوگنا اولاد عطا کی اور ان کی بیماری کا قلع قمع کر دیا گیا مزید وضاحت سورۂ ص کی تفسیر میں ذکر کی جائے گی، الضَّرّ ہر قسم کی تکلیف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جب کہ الضُّرُّ سے مقصود جسمانی بیماری اور لاغری ہے۔

تشریح: آپ ایوب علیہ السلام پیغمبر کا تذکرہ فرمائیں جب انہوں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہایت تضرّع اور زاری کی کیفیت میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے جب کہ تیری ذات بھی رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے اپنے مقصد کو واضح انداز میں پیش نہیں کیا ہے مقصود اللہ کی جانب سے غایت درجہ رحمت کی درخواست تھی جب کہ اللہ کی ذات کو ہر چیز کا علم ہے اے اللہ! مجھ پر اپنی سخاوت اور رحمت نازل فرما تاکہ میری تکلیف دور ہو جائے اور تیری ذات کا وصف اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہے تو ہم نے اس کی دعا کو قبولیت عطا کی چنانچہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے انہوں نے اپنے جسم سے لباس اتارا ہوا تھا اس دوران ان پر سونے کی مکڑیوں کی بارش ہوئی تو ایوب علیہ السلام نے ان کو اپنے کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیا اس دوران ان کے پروردگار نے انہیں آواز دی اور پیغام دیا کہ اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے مستغنی نہیں کیا ہے جو تو دیکھ رہا ہے ایوب نے جواب دیا بالکل درست ہے لیکن آپ کی رحمت سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہوں۔[1]

یہ حقیقت ہے کہ ایوب علیہ السلام کا لقب خاص طور پر صابر اس لئے رکھا گیا ہے کہ انہوں نے بیماری کی زحمت کو صبر وشکر کے ساتھ گزارا ارشاد نبوی ہے: ''تمام لوگوں سے زیادہ مصائب کا نشانہ انبیاء ہوتے ہیں اس کے بعد درجہ بدرجہ لوگ مشکلات کے بھنور میں پھنسے رہتے ہیں''۔[2]

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

---

[1] فتح الباری ۶/۴۲۰، صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ۳۰، مسند احمد ۲/ ۲۴۳، ابن کثیر ۳/ ۳۰۳ [2] صحیح ابن ماجہ کتاب الفتن، صحیح ترمذی کتاب الزہد، سنن دارمی کتاب الرقاق الحاکم ۱/۴۰، الصحیحہ ح ۱۴۳

يُسٰرِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ: اور آپ اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل پیغمبروں کا تذکرہ فرمائیں ان میں سے ہر ایک کا شمار صبر کرنے والوں سے ہے(۸۵)اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک یہ لوگ صالح انسانوں سے تھے(۸۶)اور تذکرہ فرمائیں مچھلی والے یونس پیغمبر کا جب وہ ناراضگی کی کیفیت میں چلا گیا تو اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر قدرت حاصل نہ کر پائیں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی معبود ہے تو پاک ہے بلاشبہ میں ظالموں میں سے تھا(۸۷)تو ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور ہم نے اس کو غم سے نجات عطا کی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات عطا کرتے ہیں(۸۸)اور آپ زکریا کا تذکرہ کریں جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا اے میرے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو بہترین وارث ہے(۸۹)تو ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور ہم نے اس کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے اس کے لئے اس کی بیوی کو صالحہ بنایا بلاشبہ یہ پیغمبر اچھے کاموں کے ادا کرنے میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق اور خوف کی کیفیت میں پکارتے تھے اور ہمارے لئے نیاز مندی کرنے والے تھے(۹۰)اور اس خاتون کا تذکرہ کریں جس نے اپنی شرمگاہ کا تحفظ کیا (پاک دامنی اختیار کی) تو ہم نے اس میں اپنی روح کو پھونکا اور ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے علامت بنایا(۹۱)

مفردات کی وضاحت: اَلنُّوْنُ مچھلی اس کی جمع نینان ہے، وَذَا النُّوْن سے مقصود یونس علیہ السلام ہیں جو کہ پیغمبر تھے، ظُلُمٰت سے مقصود مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، سمندر اور رات کا اندھیرا ہے، فَرْجٌ دو چیزوں کے درمیان خالی جگہ کو کہا جاتا ہے بعدازاں اس کا اطلاق شرمگاہ پر ہوتا ہے۔

تناسب وتشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے ایوب علیہ السلام کے صبر کی مدح وستائش کی ہے انہوں نے صبر کے دامن کو تھامتے ہوئے پروردگار عالم کی بارگاہ میں تضرع وزاری کی کیفیت میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا کی انکے تذکرہ کے بعد دیگر پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے قید وبند اور مشکلات کو صبر کیساتھ برداشت کیا ان پیغمبروں میں اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسے پیغمبر گزرے ہیں جنہوں نے مصائب آنے پر صبر کے دامن کو تارتار ہونے سے تحفظ عطا کیا اللہ کی تقدیر پر صبر وشکر کے جذبات کو اپنایا ان کے اس جذبہ صادقہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ نہایت خوبصورت پرکشش الفاظ میں فرمایا، چنانچہ ان پر اللہ پاک نے اپنی مسرت کا اظہار کیا اور انہیں جنت میں داخلہ عطا کیا، ذہن نشین کریں اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے خود کو بخوشی ذبح کیلئے پیش کیا اور بے آب وگیاہ جنگل میں بود وباش کو پسند کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں حکم دیا گیا تھا، مزید برآں بیت اللہ کی تعمیر میں ہر قسم کی مشقت کو بخوشی قبول کیا چنانچہ اس کے نتیجہ میں اللہ پاک نے انکی نسل میں سے آخر الزمان پیغمبر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، ادریس علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کپڑے کی

سلائی کے فن کو رواج دیا ان سے پہلے لوگ چمڑے کا لباس زیب تن کرتے تھے سورۂ مریم میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

ذوالکفل کے بارے میں علماء کا اختلاف: اکثریت کا خیال ہے کہ وہ پیغمبر تھے انہوں نے ملک شام میں زندگی بسر کی بعض اہل علم نے ان کو صالح پرہیزگار انسان کی حیثیت میں پیش کیا ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کیا کرتے تھے ان سبھی افراد کو ہم نے جنت میں اعلیٰ مقام عطا کیا اس لئے کہ یہ لوگ پرہیزگار تھے اور زندگی بھر اعمال صالحہ بجالاتے رہے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا: آپ یونس علیہ السلام کا تذکرہ کریں جو مچھلی والے کے لقب کے ساتھ متعارف ہیں جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہوکر علاقہ چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نینویٰ بستی کی جانب مبعوث کیا تھا اس نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا اور ایک اللہ کی عبادت کی جانب دعوت دی لیکن انہوں نے اس کی دعوت کو تسلیم نہ کیا تو وہ اپنی قوم سے ناراض ہوکر وہاں سے چل دیئے جاتے وقت انہیں دھمکی دی کہ تین راتوں کے بعد تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا ان کے چلے جانے کے بعد ان کی قوم کے لوگوں نے محسوس کیا کہ اب لازمی طور پر اللہ کا عذاب آکر ہی رہے گا اس لئے کہ اللہ کا پیغمبر کبھی جھوٹ نہیں کہتا ہے اس احساس کے بعد وہ لوگ اپنے اہل وعیال اور جانوروں کو ساتھ لے کر جنگل کی جانب روانہ ہوئے تو وہاں انہوں نے نہایت آہ وزاری کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو اٹھالیا جیسا کہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۸ میں تذکرہ ہے کہ ہم نے ان سے عذاب کو روک لیا اور کچھ وقت تک انہیں مزید زندگی عطا کی جب کہ یونس علیہ السلام باہر نکلے تو دیگر افراد کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہوئے جب گہرے پانی کے قریب کشتی پہنچی تو کشتی پانی کے دباؤ سے الٹ گئی اور سبھی نے محسوس کیا کہ اب ہم گہرے پانی میں ڈوب جائیں گے چنانچہ انہوں نے قرعہ اندازی (Locky Draw) کی کہ ایک شخص کو سمندر کی لہروں کی نذر کردیا جائے جس کے نام کا قرعہ نکل آئے چنانچہ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا لیکن کشتی والوں نے ان کو سمندر میں گرانے سے انکار کیا دوبارہ قرعہ اندازی پر بھی ان کے نام کا قرعہ نکلا تیسری بار پھر ان کے نام کا قرعہ نکلا جیسا کہ سورۂ صافات میں تذکرہ ہے ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾[1] ''پس کشتی والوں کے ساتھ قرعہ اندازی کی تو وہ ان لوگوں سے ہوگئے جو مغلوب تھے''

اس کے بعد یونس علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے لباس کو بدن سے اتار کر سمندر میں چھلانگ لگادی اس دوران اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو ان کی جانب بھیجا چنانچہ مچھلی نے انہیں نگل لیا انہوں نے خیال کیا کہ ہمیں ان پر قدرت حاصل نہیں ہوگی، چنانچہ مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے کے بعد وہ تین اندھیروں میں تھے انہوں نے اللہ کو پکارا کہ اللہ ! تیری ذات پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی قدرت تجھے عاجز اور درماندہ نہیں کرسکتی میں نے ظلم کیا جب کہ میں نے آپ کے حکم کے بغیر قوم سے الگ ہوکر چلا گیا تو ہم نے ان کی دعا کو قبولیت عطا کی بیہقی میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے وارد ہے نبی ﷺ نے فرمایا مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے دعا کی تیری ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پاک ذات ہے اور یقیناً میرا شمار ظالم لوگوں سے ہے اس دعا کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔[2]

اس کے بعد ہم نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا کی کچھ وقت کے بعد انہیں ساحل پر پھینک دیا اور اسی طرح ہم ان لوگوں کو نجات عطا کرتے ہیں جب وہ مصیبت کے وقت ہماری رحمت کا سہارا حاصل کرتے ہیں تو انہیں نجات دی جاتی ہے لیکن دعا

---

[1] الصافات: ۱۴۱ [2] ترمذی کتاب الدعوات باب ۸۱، مسند احمد ۱۷۰/۱، تعلیق الرغیب ۲۷۵/۲

میں آغاز توحید کے کلمات کے ساتھ ہو بعد ازاں اللہ کی ثنا کی جائے اسکے بعد گناہ کا اقرار کر کے مغفرت کی بھیک طلب کی جائے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ: آپ زکریا علیہ السلام کا تذکرہ فرمائیں جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے لڑکے کے عطیہ کی دعا کی کہ میں اکیلا ہوں تو بیٹے کے عطیہ پر مجھے ان کے باعث تنہائی کا احساس ختم ہو جائے گا اور ان کی موجودگی پر مجھے انس و مودت کی فضا میں رہنے کا موقعہ میسر آئے گا پھر میری موت کے بعد وہ میرا قائم مقام ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کی درخواست کو قبولیت عطا کی ہم نے انہیں یحییٰ بیٹا عطا کیا جبکہ ان کی بیوی کو ان رکاوٹوں سے پاک کیا جن کے باعث نرینہ اولاد عطا نہیں ہو رہی تھی، چنانچہ یہ مکمل خاندان زکریا علیہ السلام انکی بیوی اور یحییٰ علیہ السلام ہماری اطاعت اور وفا شعاری میں آگے آگے تھے اور ہم سے رحمت کی بھیک مانگ رہے تھے اور ہمارے عذاب سے خوفزدہ تھے اور ہمارے سامنے متواضع اور مُنْكَسِرُ الْمِزَاج تھے عبادت سے روگردانی نہیں کرتے تھے۔

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا: مریم علیہا السلام ایسی خاتون گزری ہیں جنہوں نے خود کو مردوں سے دور رکھا جائز، ناجائز دونوں سے دور رہیں تو ہم نے اس کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام کی روح کی پھونک ماری چنانچہ وہ ان سے حاملہ ہوئیں اور ہم نے مریم علیہا الصلاۃ والسلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو لوگوں کے لئے عبرت کا نشان قرار دیا اس واقعہ سے اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت کا علم ہوتا ہے سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم کی تفسیر میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٩٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٧﴾

ترجمہ: (ہم نے کہا) بلاشبہ یہ تمہاری امت ایک ملت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس تم میری عبادت کرو (۹۲) اور امتیں اپنے اصل دین میں آپس میں متفرق ہوگئیں پس ہر ایک ہماری جانب رجوع کرنے والا ہے (۹۳) پس جو اعمال صالحہ کرتا رہا جب کہ وہ ایماندار ہے تو اس کی کوششوں کو رد نہیں کیا جائے گا اور بلاشبہ ہم اس کے لئے تحریر کرنے والے ہیں (۹۴) اور ہر بستی والوں کے لئے ناممکن ہے کہ ہم ان کو تباہ و برباد کر دیں کہ وہ (دنیا میں) لوٹیں گے (۹۵) جب کہ یاجوج ماجوج سے (سدِ سکندری) کھل جائے اور وہ ہر بلند جگہ سے تیزی کے ساتھ نکلیں گے (۹۶) اور سچا وعدہ قریب آچکا ہے پس اچانک یہ حال ہوگا کہ کفار کی آنکھیں اونچی دکھائی دیں گی وہ کہیں گے ہائے ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس حالت سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے (۹۷)

مفردات کی وضاحت: حَرَامٌ سے مقصود ممتنع ہونا ہے، حَدَبٍ زمین کی اونچی جگہ کا نام ہے، يَنْسِلُونَ تیز تیز چلیں گے، اس سے پہلے اس بات کا تذکرہ ہے کہ جب قومیں اپنی بداعمالیوں اور ایمان دشمنی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتی ہیں تو پھر ان میں حق

کی جانب لوٹ آنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کیوں کہ قومیں لٹتی ہی اس بنا پر ہیں کہ دنیا میں اب ان کا کوئی انفرادی واجتماعی کردار یا عقیدہ ایسا نہیں رہتا جو ان کے وجود کو حق بجانب ٹھہرا سکے یا ان کی زندگی کا ضامن ثابت ہو سکے، ہاں البتہ ان کا رجوع قیامت کے روز ہوگا جب یہ اپنی توقعات کے خلاف جزا و سزا کے ایسے ہولناک مناظر کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھیں گے، اُمَّۃٌ سے مقصود ملت ہے ظاہر ہے کہ آدم سے لے کر دور محمدی تک ایک ملت ہے اس لئے کہ سبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک دین ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، یاجوج ماجوج دو قبائل ہیں جو سد سکندری کے پیچھے بند ہیں جب کہ قیامت کے قریب سَدِ سکندری کھل جائے گی۔

تناسب وتشریح: انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جن اعزازات سے نوازا ان کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ تمہارا دین اور تمہاری ملت جس پر تمہارے لئے رواں دواں رہنا ضروری ہے ایک اکائی ہے اس میں اختلاف کی ہرگز گنجائش نہیں ہے اس کا نام دین اسلام ہے اس میں تَعَدُّد کی ہرگز گنجائش نہیں ہے جب کہ سبھی انبیاء علیہم السلام نے توحید کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا سب کا دین اسلام ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تمہارا معبود ہوں میرے سوا کوئی پروردگار اور معبود نہیں ہے، تم مجھ اکیلے کی عبادت کرو جب کہ لوگوں نے دین میں اختلاف کیا ان کے مختلف گروہ وجود میں آ گئے کچھ لوگ توحید کے علم بردار ہیں جب کہ کچھ لوگ یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں لیکن سبھی نے ہماری جانب لوٹنا ہے اور ہم نے ان کا محاسبہ کرنا ہے پس جو شخص احکام الٰہیہ کی اطاعت کرے گا اور ایمان کے ساتھ اچھے اعمال بجالائے گا تو اس کے اعمال کا اسے ثواب حاصل ہوگا اور اس کا ہرگز کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا جب کہ ہم ہر شخص کے اعمال کو اس کے نامۂ اعمال میں درج کر رہے ہیں فرشتوں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ اس ذمہ داری کو اللہ کے حکم کے مطابق سرانجام دے رہے ہیں اور کسی بھی بستی کے لوگ ہلاکت کے بعد ہرگز دنیوی زندگی کی جانب نہیں جائیں گے ان کے لئے دنیوی زندگی میں جانا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے قیامت کے وقوع تک یہ حکم نافذ رہے گا جب کہ قیامت کے وقوع کی علامات سے سد سکندری کھل جائے گی تو یاجوج ماجوج ہر اونچے ٹیلے کو عبور کر کے سرعت رفتاری کے ساتھ پہنچ جائیں گے اس کی وضاحت سے مقصود مشرکین کے نظریہ کا رد ہے جب کہ وہ قیامت کے وقوع کا انکار کر رہے ہیں۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ: قیامت کے وقوع کے وقت کفار کی آنکھیں اونچی ہوں گی وہ ہولناکی کے باعث پلکوں کو جھپک نہ سکیں گے جب وہ قبروں سے میدان حشر کی جانب روانہ ہوں گے اس وقت انہیں یقین حاصل ہوگا کہ آج کا یہ دن جزا سزا کا دن ہے آج محاسبہ ہوگا جس کے لئے انہوں نے کچھ تیاری نہیں کی تھی بلکہ زندگی بھر قیامت کے واقع ہونے کا تمسخر اڑاتے رہے اس وقت وہ کہیں گے ہم افسوس کر رہے ہیں کہ ہم دنیوی زندگی میں غفلت میں رہے اور ہم نے جزا سزا کے عمل کا مزاح اڑایا جب کہ حقیقت کا ہم نے انکار کیا ہمیں دنیوی زندگی میں اخروی زندگی کے بارے میں ڈرایا گیا تھا لیکن ہم نے ڈرانے والوں کی باتوں پر توجہ نہ کی ان کا مزاح اڑایا ہم نے ان کی تکذیب کر کے خود کو ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا کر دیا لیکن اس دن انہیں ندامت کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور توبہ قبول نہ ہوگی، ذہن نشین کریں کہ سورۂ کہف کی تفسیر میں یاجوج ماجوج کے خروج اور سد سکندری کے بارے میں تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً
مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا
وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: بلاشبہ تم اور جن (بتوں) کی تم اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے تم وہاں موجود ہو گے (۹۸) اگر یہ معبود ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب وہاں ہمیشہ رہیں گے (۹۹) ان کے لئے دوزخ میں آہ و بکا کا سلسلہ ہوگا اور وہ وہاں کچھ نہ سنیں گے (۱۰۰) بلاشبہ وہ لوگ جن کے لئے ہماری جانب سے اچھائی ثابت ہو چکی ہے ان کو دوزخ سے دور رکھا جائے گا (۱۰۱) وہ دوزخ کی آواز کو نہیں سنیں گے اور وہ جن چیزوں کو چاہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۱۰۲) بہت بڑی گھبراہٹ انہیں غمناک نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے وہ کہیں گے یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (۱۰۳!) جس دن کہ ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسا کہ تحریر شدہ دفاتر کو لپیٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلی پیدائش کا آغاز کیا ہے دوسری بار بھی ہم پیدا کریں گے ہم پر وعدہ لازم ہے بلاشبہ ہم کرنے والے ہیں (۱۰۴)

مفردات کی وضاحت: حَصَبُ وہ چیز جسے آگ میں پھینکا جائے تاکہ اس کے سبب آگ میں مزید اشتعال رونما ہو، حَصَبَ کنکری سے مارا، حَصَبَتِ الرِّيْحُ بِالْحَصَا ''تیز ہوا یا آندھی کنکریاں اڑاتے ہوئے چلی'' حَصَبَ الْمَسْجِدَ ''مسجد میں کنکریاں بچھائیں'' حَصِبَ خسرے کے مرض میں مبتلا ہوا، حَصَبَ عَنْهُ بھاگ کھڑا ہوا، لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ ''ایام تشریق کے بعد کی رات، وادی محصب کی رات۔

تشریح: بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے رہے ہو سب جہنم کا ایندھن (Fuel) ہے مشرکین مکہ سے بالخصوص اور مشرکین سے بالعموم خطاب ہے کہ آج تم جن بتوں کو پوج رہے ہو اور جن شخصیتوں کو ان کے اِدّعائے باطلہ کے مطابق خدا مان رہے ہو کل قیامت کے روز ان کا اور تمہارا انجام یہ ہونے والا ہے کہ تم سب کو جہنم کا ایندھن بننا ہو گا تم اپنی آنکھوں سے یہ عبرت ناک منظر دیکھو گے کہ بڑے بڑے لات وھبل اور عزیٰ ومنات نہ صرف عرش الوہیت سے گرتے جا رہے ہیں بلکہ انہیں جہنم کا لقمہ بنایا جا رہا ہے۔

شرک میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس سے شرف انسانیت مجروح ہوتا ہے اور وہ عالی مرتبت انسان جو مسجود ملائکہ ہے

اپنے ہی ہم جنس انسانوں یا بتوں کے آگے اپنے عجز و درماندگی کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے حالانکہ اس کے اپنے مقام کا یہ تقاضا تھا کہ یہ کائنات کو مسخر کرے قوانین فطرت کریدے اور اپنے عزم و ہمت سے یہ ثابت کر دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے عظیم نہیں، شرک نہ صرف عظمت انسانی کے خلاف سازش ہے اور عقل کی حکمرانی کے معاملے میں غداری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں زبردست گستاخی بھی ہے اس بنا پر اس کی سزا بھی تمام گناہوں سے زیادہ ہے۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی تو کفار قریش مشکل میں واقع ہو گئے انہوں نے کہا اس نے ہمارے خداؤں کو گالی گلوچ دی ہے چنانچہ وہ (ابن الزبعری) شخص کے پاس پہنچے اس نے ان کی بات سن کر کہا اگر میں اُس مجلس میں ہوتا تو میں اس کو جواب دیتا اور اس کی بات کو رد کرتے ہوئے کہتا کہ عیسائی مسیح (علیہ السلام) کی عبادت کرتے ہیں جب کہ یہودی عزیر پیغمبر (علیہ السلام) کو معبود تسلیم کرتے ہیں کیا یہ دونوں پیغمبر دوزخ کا ایندھن بنیں گے اس پر قریش کو تعجب لاحق ہوا اور محسوس کیا کہ محمد (ﷺ) اب مغلوب ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾ ''بلا شبہ وہ لوگ جن کے بارے میں ہماری جانب سے اچھائی ثابت ہو چکی ہے یہ لوگ دوزخ سے دور رہیں گے'' جبکہ مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

بعض علماء نے ایک دوسرا انداز اختیار کیا ہے کہ ماتعبدون میں ما سے مقصود جمادات ہیں تو اس لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام اور فرشتے مستثنیٰ ہو گئے یعنی جن لوگوں کے بارے میں جنت میں داخل ہونے کا حکم پہلے تحریر ہو چکا ہے تو وہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے وہ تو آگ کے چھونے کی حرکت کو بھی سن نہیں پائیں گے۔

ابوعثمان نہدی کا بیان: کہ پل صراط پر سانپ ہوں گے جو دوزخیوں کو ڈستے رہیں گے اور دوزخی لوگ حَس حَس کا کلمہ کہیں گے تو مقصود یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے والے لوگ دوزخیوں کی اس آواز کو بھی سن نہیں پائیں گے اور جنتی لوگ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جن نعمتوں کو ان کا مزاج پسند کرے گا اور ان نعمتوں کے مناظر سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔

هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ: اور تمہارے لئے جنت میں وہ نعمتیں میسر آئیں گی جن کو تم پسند کرو گے نیز جن نعمتوں کے بارے میں تم چاہت کرو گے اور مطالبہ کرو گے تو تمہیں ان نعمتوں سے شادکام کیا جائے گا انہیں صور میں پھونکنے کی آواز غم میں مبتلا نہ کرے گی جب وہ **نفخہ** کی آواز پر قبروں سے اٹھیں گے اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے انہیں عذاب سے بچاؤ پر خوش خبری دیں گے اور انہیں بتائیں گے قیامت کا یہ دن وہ دن ہے جس کے آنے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا مزید برآں ثواب کی بشارت بھی دیں گے دراصل یہ بدلہ ہے اس بات کا کہ تم اللہ کی ذات پر ایمان لائے اور تم نے اعمال صالحہ کے ساتھ خود کا تزکیہ کیا تم اپنے پروردگار کے احکام کے مطابق خود کو چلاتے رہے اور منہیات سے خود کو دور رکھا اس لئے کامیابی نے انہیں ہمیشہ کی مسرتوں اور خوشیوں سے ہم کنار کیا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ: انہیں اس وقت گھبراہٹ نہ ہوگی جب آسمانوں کو لپیٹ دیا جائے گا ان کی جگہ پر جدید آسمان ظہور پذیر ہوں گے مزید ستارے بھی ظہور پذیر ہوں گے اور آسمانوں کو یوں لپیٹ دیا جائے گا جیسا کہ جس دفتر پر تحریر ہو تو تحریر کی حفاظت کے لئے اسے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے نیز زمین بھی جدید ہوگی پہلی زمین کو تبدیل کر دیا جائے گا۔

اور اسی طرح ہم تم کوئی زندگی عطا کر کے اٹھائیں گے تا کہ تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جائے لیکن اس وقت کی زندگی دنیوی زندگی جیسی نہ ہوگی انہیں دوبارہ اٹھانے کا وعدہ ایسا وعدہ ہے جو لازماً پورا ہوگا اس میں تخلّف نہیں ہوگا اور ہم اس وعدہ کے پورا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ نبی ﷺ کے ایک کاتب کا نام سِجِل تھا بلکہ سِجِل سے مقصود فرشتہ ہے جو انسانوں کے اعمال کے صحائف کو لپیٹ کر رکھتا ہے جب صحائف کو اس کے حوالہ کیا جاتا ہے مخلوق پر مقرر حفاظت کرنے والے فرشتے سِجِل فرشتہ کی جانب صحائف کو پہنچاتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ وَاِنْ اَدْرِيْ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴿۱۱۲﴾ ع

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے زبور میں تورات کے بعد تحریر کیا ہے کہ زمین کے وارث میرے وہ بندے ہوں گے جو صالح کردار والے ہوں گے (١٠٥) بلاشبہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بندوں کے لئے کافی ہے (١٠٦) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر جہانوں کی رحمت کے لئے (١٠٧) آپ اعلان کریں سوائے اس کے نہیں کہ جس کی میری جانب وحی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟ (١٠٨) پس اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہیں کہ میں نے تمہیں برابری پر خبردار کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیا جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ نزدیک ہے یا دور ہے (١٠٩) بلاشبہ اللہ ظاہر قول کا علم رکھتا ہے اور وہ ان چیزوں کا بھی علم رکھتا ہے جن کو تم چھپاتے ہو (١١٠) اور میں نہیں جانتا ہوں شاید وعدہ کی تاخیر تمہارے لئے آزمائش ہے اور کچھ مدت تک کے لئے فائدہ ہے (١١١) پیغمبر نے کہا اے میرے پروردگار! سچائی کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا پروردگار رحمٰن ہے اس سے مدد طلب کی جاتی ہے جو تم بیان کر رہے ہو (١١٢)

مفردات کی وضاحت: زَبُور سے مقصود وہ کتابیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں، اَلذِّکْرُ سے مقصود لوح محفوظ ہے، بَلاَ غٌ سے مقصود کفایت ہے اور عابد سے مقصود وہ شخص ہے جو شریعت کے احکام اور آداب کے مطابق عمل پیرا رہتا ہے۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے آخرت میں کفار اور ایمانداروں کے کوائف کا ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ دنیا اور آخرت میں فرق ہے آخرت کا وارث صرف وہ شخص ہوگا جو دنیوی اصلاحات پر قدرت رکھتا ہوگا جس شخص کا فکر پختہ ہوگا اور اس کی رائے

صائب ہوگی وہ اخروی زندگی میں کامیاب متصور ہوگا اور اخروی فوائد سے شاد کام ہوگا، اس کے بعد اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب جس شریعت کی وحی کی گئی ہے اس پر گامزن رہا جائے اور تدبر کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

تشریح: بلاشبہ ہم نے مُنَزَّل مِنَ اللّٰہ کتابوں میں اس حقیقت کو ثبت فرما دیا ہے کہ امت محمدیہ کو زمین کا وارث بنایا جائے گا اور ان میں سے صالح کردار لوگوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا مزید برآں اس کلام میں جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے قلب اطہر پر نازل کیا ہے اس میں ان سبھی لوگوں کے لئے جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں کفایت کارفرما ہے جو اللہ کی عبادت میں خود کو محو رکھتے ہیں اور شیطان کی اطاعت سے روگردانی کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں مزید آگاہ کیا کہ اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ کو رحمت عالم کے لقب سے نوازا ہے جو شخص اس رحمت کو قبول کریگا اور اس نعمت پر اللہ کا شکریہ ادا کرے گا وہ دنیوی اخروی سعادتوں سے ہم کنار ہوگا، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں عرض کیا گیا آپ مشرکین پر بددعا کریں آپ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے مجھے تو رحمت عالم کے لقب کے ساتھ مُلَقَّب کیا گیا ہے۔[1]

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ: اللہ پاک آپ کو مخاطب فرما کر حکم دے رہے ہیں کہ آپ مشرکین کو آگاہ کریں کہ میری جانب وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک اللہ ہے پس تمہیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن اگر وہ اس دعوت کو قبول نہیں کریں گے تو آپ اعلان کریں کہ میں نے تمہیں خبردار کر دیا ہے کہ میری تمہارے ساتھ جنگ ہے اور تمہاری میرے ساتھ جنگ ہے ہم دونوں کی سطح برابر ہے تم مجھ سے بری میں تم سے بری ہوں اور میں نہیں جانتا کہ تمہارے ایمان لانے پر جس عذاب کا میں وعدہ کر رہا ہوں وہ کب ہے قریب ہے یا بعید ہے، اللہ کی ذات کو علم ہے کہ جس عذاب کے آنے کا میں وعدہ دے رہا ہوں وہ یقیناً آئے گا مجھے اس کے قرب اور بعد کا علم نہیں ہے اللہ کی ذات کو غیب کا علم ہے اور جو کچھ تم چھپا رہے ہو اللہ کو اس کا بھی علم ہے اور میں نہیں جانتا ہوں شاید یہ تمہارے لئے فتنہ ہو اور کچھ وقت تک کے لئے تاخیر ہو آخر میں آپ نے دعا کی اے میرے پروردگار! ہمارے اور تکذیب کرنے والوں کے درمیان حق وصداقت کا فیصلہ فرما اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے چنانچہ اس کے بعد آپ کا معمول تھا کہ جب کسی جنگ میں حاضر ہوتے تو ذکر کردہ دعائیہ کلمات آپ کی زبان پر ہوتے ''ہم اپنے پروردگار مجسمۂ رحمت سے ان کذب بیانیوں پر مدد طلب کرتے ہیں

[1] صحیح مسلم کتاب البر باب ۲٦، ابن کثیر ۳/۲۲۲

اٰيَاتُهَا:۷۸ (۲۲) سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) رُكُوعَاتُهَا:۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑا ہولناک ہوگا (۱) جس دن کہ تم اس کو دیکھ پاؤ گے تو ہر دودھ پلانے والی اس بچے سے غافل ہو جائے گی جس کو وہ دودھ پلاتی تھی اور ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ سے مدہوش ہیں جب کہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن **اللہ** کا عذاب سخت ہوگا (۲)

مفردات کی وضاحت: تَقْوٰی ہر ایسے کام سے دوری اختیار کرنا جو گناہ کا باعث بنے، زَلْزَلَہ زبردست قسم کی حرکت جو چیزوں کو ان کے مقام سے ہلا کر رکھ دے، ذُھُوْلٌ ایسا خوف جو کسی غم کے لاحق ہونے پر پیش آئے، مُرْضِعَةٌ دودھ پلانے والی عورت۔

سورۂ حج کی وجہ تسمیہ: ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعوت کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھنے کے باعث اس کا نام سورۂ حج رکھا گیا ہے، جب وہ بیت **اللہ** کی تعمیر سے فارغ ہوئے اور لوگوں کو بیت **اللہ** کے حج کی دعوت دی یہاں تک کہ ان کی آواز پوری زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور ان کی آواز پر ان لوگوں نے لَبَّیْک کے کلمات کہے جنھوں نے اپنی زندگی میں اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونا تھا۔

شان نزول: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول **اللہ** ﷺ نے فرمایا **اللہ** تعالیٰ آدم علیہ السلام کو مخاطب کریں گے وہ جواب میں لبیک و سعدیک کے کلمات کہیں گے مزید کہیں گے کہ ہر قسم کی بھلائی آپ کے ہاتھ میں ہے اس پر **اللہ** تعالیٰ آدم علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ آپ دوزخیوں کو الگ کریں تو آدم عرض کریں گے کہ دوزخی کون ہیں **اللہ** تعالیٰ حکم دیں گے ہزار افراد میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) دوزخی ہیں، راوی نے بیان کیا اس وقت غم و اندوہ اس قدر ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور فرط غم سے ہر حاملہ عورت اپنا حمل وضع کر دیگی اور لوگ نشہ میں دکھائی دیں گے جب کہ وہ درحقیقت نشہ کی حالت میں نہ ہوں گے البتہ **اللہ** تعالیٰ کا عذاب نہایت خوفناک ہوگا، راوی نے بیان کیا! صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی گفتگو سے سخت پریشان ہوئے اور استفسار کیا وہ ایک شخص کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے غم و اندوہ کو زائل کرتے ہوئے وضاحت کی کہ تم خوش ہو جاؤ جب کہ ایک ہزار افراد یاجوج ماجوج سے ہوں گے اور ایک شخص تم سے ہوگا۔[1]

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۱، صحیح ترمذی کتاب التفسیر باب ۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۸۹

ایک دوسری روایت میں صحابہ کرام کو صراط مستقیم پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے ہوئے رسول اللہﷺ نے فرمایا! کہ تمہاری تعداد لوگوں میں اس کیفیت کی ہوگی جیسا کہ اونٹ کے پہلو میں نشان کی حیثیت ہوتی ہے اور یاجوج ماجوج کی کثرت ہوگی مزید وہ جن اور انسان جو کفر سے باز نہ رہے۔

تشریح: اے لوگو! تم اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہو تم اس کی اطاعت پر کاربند رہو اس کے عذاب سے خوفزدہ رہو ماموارت کے مطابق زندگی بسر کرو منہیات سے کنارہ کشی اختیار کرو، قیامت کے قائم ہونے کے ساتھ لوگ اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے زمین زبردست زلزلہ کی زد میں آکر ان تمام چیزوں کو باہر نکال دے گی جو اس میں چھپے ہوئے تھے اس قدر وحشت اور خوف کا عالم ہوگا کہ اس کو بیان کرنا ممکن نہیں اور اعمال کا محاسبہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ذرہ بھر نیکی اور برائی پوشیدہ نہ ہوگی، مزید اس دن کی ہولنا کیوں کو واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس دن دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی گویا کہ سخت گھبراہٹ ناک دن ہوگا بلکہ حاملہ عورت شدت غم سے اپنا حمل گرادے گی اور سبھی لوگ بے ہوشی کی کیفیت میں ہوں گے جب کہ فی الحقیقت بے ہوشی کی کیفیت نہ ہوگی البتہ اللہ پاک کا عذاب ہی سخت گھبراہٹ ناک ہوگا جیسا کہ **سورۃ المزمل** میں ہے کہ فرط غم سے اس دن بچے بوڑھے دکھائی دیں گے اس کیفیت کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ قیامت کی ہولنا کیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے لوگ خود کو اعمال صالحہ کے لئے تیار کریں جب کہ دہشت اور خوف اس قدر زیادہ ہوگا کہ لوگ یوں دکھائی دیں گے کہ وہ نشہ کی کیفیت میں ہیں جب کہ وہ درحقیقت نشہ کی کیفیت میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں غم میں مستغرق کر دیا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيۡهِ اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۴﴾

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو **اللہ** کی ذات کے بارے میں سمجھ بوجھ کے بغیر گفتگو کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں (۳) اس کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ جس شخص نے اس کو دوست بنایا تو وہ اس کو گمراہ کرے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی جانب اس کی راہ نمائی کرے گا (۴)

شان نزول اور تشریح: یہ آیات نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئیں یہ شخص زبردست جھگڑالو تھا وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں اور قرآن پاک کو گذشتہ قوموں کی داستانیں قرار دیتا تھا اور فوت ہونے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتا تھا جب کہ اس آیت میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو سرکش ہیں بلکہ وہ لوگ جو بات بات پر جھگڑا شروع کر دیتے ہیں اور ہر سرکش انسان کی اطاعت کو اپنے لئے لازم قرار دیتے ہیں بالخصوص کفر کے لیڈروں کے ساتھ اس کی مجلسیں ہوتی ہیں جو لوگوں کو حق وصداقت سے دور رکھنے کی کوشش میں زور شور کیساتھ مصروف عمل رہتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو شخص شیطان کو اپنا دوست بنائے گا اور اسکے ساتھ وابستگی رکھے گا تو وہ اس کو بھڑکتی ہوئی آگ کی جانب لے جائے گا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے **يَهۡدِى** کا جملہ مزاحیہ انداز کی صورت میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ اس کا اصل مفہوم رہنمائی کرنا ہے جب کہ مقصود دوزخ کی جانب اس کو گھسیٹ کر لے جانا ہے۔

يَآَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ ۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۢ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾

ترجمہ: اے لوگو! اگر تم موت کے بعد اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جس کی شکل ہے اور جس کی شکل نہیں ہے پیدا کیا تاکہ ہم تمہارے لئے وضاحت کریں اور ہم اس کو رحموں میں برقرار رکھتے ہیں جتنا وقت ہم چاہتے ہیں مقرر وقت تک پھر ہم تم کو بچے کی حالت میں نکالتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کچھ فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے کچھ لوگ ذلیل ترین عمر کی جانب لوٹائے جاتے ہیں اور تو زمین کو دیکھتا ہے کہ وہ خشک کیفیت میں ہے پس جس وقت ہم اس پر پانی کو اتارتے ہیں تو زمین میں حرکت نمودار ہوتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کی خوبصورت منظر والی انگوری اگاتی ہے (۵) یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ **اللہ** کی ذات ہی ثابت ہے اور وہی ذات مردوں کو زندگی عطا کرتی ہے اور وہی ذات ہر چیز پر قادر ہے (۶) اور یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ قیامت وقوع پذیر ہوگی اس میں ہرگز کچھ شک نہیں ہے اور یہ حقیقت بھی پختہ ہے کہ **اللہ** ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں (۷)

مفردات کی وضاحت: نُطْفَةٌ میٹھا پانی، لیکن مقصود آدمی کا نطفہ ہے، مادہ منویہ، عَلَقَةٍ خون کا لوتھڑا، مُضْغَةٌ گوشت کا اتنا ٹکڑا جس کو چبایا جا سکے، اَجَلٍ مُّسَمًّى حمل کے وضع کا وقت، هَامِدَةٌ خشک زمین، هَمَدَ الثَّوْبُ کپڑے کا بوسیدہ ہونا۔[1] بَهْجَةٌ خوش، شادابی، تروتازگی، بَهِيْجٌ خوش نما، خوش منظر۔[2]

تشریح: انسان کی تخلیق کا بیان: اے لوگو! اگر تمہیں ہماری قدرت کے بارے میں شک ہے کہ ہم تمہارے فوت ہونے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں تو تم اپنی اصل پیدائش کے بارے میں غور کرو تاکہ تمہارے شکوک وشبہات دور ہوں تو ہم نے تمہارے اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا جو ذات پہلی بار تمہارے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تمہیں دوبارہ بھی اسی حالت میں لوٹا سکتی ہے اور

---

[1] المراغی ۶/۱۵ [2] لسان القرآن ص ۲۳۴

وہ ذات جو زمین سے انگوری نکالنے پر قادر ہے جبکہ وہ خشک ہوگئی تو وہ ذات قادر ہے کہ تمہیں قبروں سے اٹھائے، بعدازاں ہم نے اسکی نسل کو مادہ منویہ کے ایک قطرہ کے ساتھ ملایا جو مرد کی کمر سے نکلتا ہے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے ایک ٹکڑے سے کہ اس میں اللہ نے سر دونوں ہاتھ دونوں پاؤں پیدا کیئے، دراصل یہ لفظ مخلقة کی تشریح ہے جبکہ غیر مخلقة سے مقصود جس میں ہاتھوں اور پاؤں کی تخلیق نہیں ہے ہم نے تمہاری تخلیق اس انداز سے کی ہے تاکہ ہم تم پر اس حقیقت کو واضح کریں کہ ہمارا یہ انداز تخلیق عجیب وغریب ہے دراصل ہم تم پر اپنی قدرت وحکمت کے اسرار کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو ذات اولاً انسان کو مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ذات اسکے بعد ثانیاً منی کے نطفہ سے بھی پیدا کرنے پر قادر ہے جبکہ بظاہر مٹی اور پانی میں کچھ مناسبت نہیں ہے، مزید برآں وہ ذات قادر ہے کہ منی کے نطفہ کو جمے ہوئے خون کی شکل عطا کرے جبکہ ان دونوں کیفیتوں میں بھی تخالف موجود ہے بعدازاں جامد خون کو گوشت کا ٹکڑا بنادے اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیوں کو بھی پیدا کرے وہ ذات دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے بلکہ اس کو تسلیم کرنا آسان ہے اور ہم حمل کو ماؤں کے رحم میں جتنا عرصہ چاہتے ہیں قرار دیتے ہیں یہاں تک کہ بچے کی پیدائش تکمیل کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے پھر بچہ تولّد پذیر ہوتا ہے بدن، قوت سامعہ، قوت باصرہ اور حواس کے لحاظ سے کمزور دکھائی دیتا ہے پھر ہم آہستہ آہستہ اس کو قوت عطا کرتے ہیں بعدازاں تم کمال درجہ کی عقل اور قوت کیساتھ موصوف ہو جاتے ہو، بعدازاں تم میں سے کچھ لوگ جوانی کے عالم میں فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے کچھ لوگوں کو زیادہ عمر عطا ہوتی ہے وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں جس میں قوت کی کمی کیساتھ ساتھ عقل بھی کم ہو جاتی ہے اور سوچ سمجھ کا ملکہ بھی کمزور ہو جاتا ہے معلومات نسیان کی زد میں آجاتے ہیں اور معروف قسم کی باتوں کا بھی انکار کرنے لگتا ہے اور جن امور پر اسے قدرت حاصل تھی انکے بارے میں عجز و درماندگی کا تصور ابھرنے لگتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ [1] ''اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر عطا کرتے ہیں تو اسکی اصل خلقت کو ہم الٹا دیتے ہیں''

موت کے بعد اٹھائے جانے کے بارے میں دلیل: **وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً:** آیت کے اس حصہ میں موت کے بعد اٹھائے جانے کے بارے میں دوسری دلیل ہے مقصود یہ ہے کہ اے مخاطب! یا اے وہ شخص جو جھگڑا کر رہا ہے تجھے دکھائی نہیں دے رہا ہے کہ زمین بے آب وگیاہ ہوتی ہے تو ہم اس پر بارش اتارتے ہیں تو زمین پر اگنے والی انگوری لہلہانے لگتی ہے اس میں پھیلاؤ بڑھتا جاتا ہے گویا کہ پژمردگی کے بعد اس میں زندگی کی لہر موجزن ہوتی ہے اور ہر قسم کی عجیب وغریب انگوری ظہور پذیر ہوتی ہے جس کا منظر دیکھنے والے شخص کو مسرت وشادمانی سے ہم کنار کرتا ہے یہاں انسان کی تخلیق اور نباتات کا نمودار ہونا اس وجہ سے ہے کہ تم یقین کرو کہ اللہ کی ذات ہی خالق ہے وہی تمام معاملات کا خوش اسلوبی کیساتھ نظام کو قائم رکھے ہوئے ہے اور کائنات میں اللہ کی قدرت کے جو مظاہر ہیں ان سے اس نتیجہ پر پہنچنا آسان ہے کہ اللہ کی ذات برحق ہے وہ نہ صرف تمام مخلوق کا خالق ہے اور تدبیر پر اس کا کنٹرول (Control) ہے اور کائنات میں اللہ کی قدرت کے آثار موجود ہیں وہ اللہ کی حقانیت پر گواہ ہیں اور اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ کی ذات مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جیسا کہ اس نے بے آباد زمین کو انگوری اگانے کے سبب زندگی عطا کی اور اللہ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے اپنے ارادہ کے نفاذ پر قادر ہے اور قیامت کا وقوع ہونیوالا ہے اس میں ہرگز شک نہیں اور اللہ مُردوں کو زندگی عطا کرے گا جبکہ ان کے جسم بوسیدہ ہونگے اور انہیں محاسبہ کے میدان کی جانب لے جایا جائیگا۔ [2]

---

[1] یٰسین: ۶۸ [2] صفوة التفاسير القسم التاسع ص ۳۰-۳۱

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴿١٠﴾ع

ترجمہ: اور لوگوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں علم اور ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر گفتگو کرتے ہیں (٨) گردن کے پہلو کو پھیرنے والے ہیں تا کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کریں اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم اس کو قیامت کے دن جلا دینے والا عذاب چکھائیں گے (٩) میں کہوں گا اس کا سبب وہ اعمال ہیں جن کو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (١٠)

مفردات کی وضاحت: هُدًى استدلال اور صحیح غور وفکر جس سے معرفت حاصل ہو، كِتٰبٌ مُّنِيْرٌ سے مقصود وحی الٰہی ہے جو حق وصداقت کو واضح کرتی ہے، ثَانِيَ عِطْفِهٖ بہ سبب تکبر کے اپنے پہلو کو موڑنے والا ہے اور ترکیب تَصْعِيْرُ الْخَد ارخسار کو ٹیڑھا کرنا اور لَيُّ الْجِيْد گردن کو پھیرنا، اس کے معنٰی کو واضح کرتی ہے۔

تناسب وتشریح: اللہ نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے: قبل ازیں اللہ پاک نے مقلدین کی گمراہی کی حالت کو بیان کیا جو کفار اور نافرمان لوگوں کی پیروی کرتے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو لیڈر گمراہی کی جانب دعوت دیتے ہیں اور اللہ کی ذات کے بارے میں علم صحیح کے سوا اپنی رائے کے ساتھ دلیل کے وجود کے بغیر اور روشن کتاب کے سوا صرف اپنی رائے اور خواہش کی بنیاد پر جھگڑا کرتے ہیں، مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک کے بیان کردہ دلائل تو نہایت واضح اور روشن ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان سے روگردانی کر کے بلا دلیل مجادلہ کرتے ہیں کفر کے باعث اپنے پہلو کو حق سے پھیرنے والے ہیں ان کا یہ انداز متکبرانہ ہے حق کے تسلیم کرنے سے خود کو دور رکھنے کیلئے پہلو تہی کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ کے دین اور اس کی شریعت سے روکیں اس انداز کے لوگوں کیلئے دنیوی زندگی میں رسوائی حاصل ہوگی اور ایسے لوگوں کو آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کریں گے یہ رسوائی اور عذاب اس وجہ سے ہے جو ان میں کفر اور گمراہی زندگی بھر موجزن رہی اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی ذات تو عدل وانصاف کے ساتھ موصوف ہے وہ ذات اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم روا نہیں رکھتا ہے اللہ کی ذات جس طرح جہل سے پاک ہے اسی طرح ظلم اور ناانصافی سے بھی پاک ہے، بلکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے خود پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اس کے بعد انسانوں کو مخاطب کر کے روکا جا رہا ہے کہ تم نے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرنا ہوگا جب کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائے گا یہاں تک کہ سینگوں والی بکری سے اس بکری کو قصاص دلوایا جائے گا جس کے سینگ نہیں ہوں گے۔[1]

[1] صحیح مسلم کتاب البر باب ١٥، مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ٤

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُاللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ن اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ن انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَط ذٰلِكَ هُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖط لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو **اللہ** کی عبادت کنارے پر کرتے ہیں تو اگر اس کو نعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ اس کے سبب مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچتی ہے تو اس کا چہرہ تبدیل ہو جاتا ہے وہ شخص دنیوی اخروی خسارے میں ہے اور آخرت کا بھی یہی صریح خسارہ ہے (۱۱) وہ **اللہ** کے سوا اس شخص کو پکارتا ہے کہ اس کی جانب سے نقصان اور فائدہ نہیں پہنچ سکتا یہی گمراہی کی انتہا ہے (۱۲) وہ اس شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے بہت برا ہے اس کا مددگار اور بہت برا ہے اس کا رفیق (۱۳)

مفردات کی وضاحت: عَلٰى حَرْفٍ ایک کنارے پر، اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ مرتد ہو گیا۔

شان نزول: ان بدوی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جو جنگل سے ہجرت کر کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اگر وہاں رہائش کی حالت میں انہیں جسمانی تندرستی حاصل رہتی اور ان کی وہ گھوڑی جو حاملہ ہوتی وہ بچھیرے کو جنم دیتی یا اس کی حاملہ بیوی بچے کو جنم دیتی یا اس کے مال اور چار پایوں میں بہتات ہو جاتی تو خوشی محسوس کرتا اگر اسے تکلیف کا سامنا ہوتا یا اس کی حاملہ بیوی بچی کو جنم دیتی یا اس کا مال کسی وجہ سے ضائع ہو جاتا تو شیطان اس کو بہکاتا کہ یہ سب پریشانیاں اس نئے دین کے قبول کرنے کے باعث ہیں، مختصر یہ کہ کچھ لوگ دین اسلام کے قبول کرنے کے بعد اضطرابی کیفیت میں ہوتے ہیں وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ہمیں کب خزانہ ملتا ہے اگر خزانہ مل جاتا ہے تو ایمان پر قائم رہتے ہیں اگر انہیں تکلیف ہوتی ہے، مال چوری ہو جاتا ہے یا بیماری گھراؤ کر لیتی ہے تو دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جاتے ہیں ایسے لوگ نہ صرف دنیوی خسارہ میں ہیں بلکہ اخروی زندگی میں بھی **اللہ** تعالیٰ کے انعامات سے محروم رہیں گے اور عذاب میں مبتلا رہیں گے وہ تو **اللہ** پاک کے سوا ان معبودوں کو پکارتے ہیں جو اس کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ عطا کر سکتے ہیں یہ تو دور کی گمراہی ہے بلکہ وہ اس کو پکار رہے ہیں جس کی جانب سے نقصان کا پہنچنا بنسبت منفعت کے حصول کے زیادہ قریب ہے یہ اس کا برا ساتھی ہے اور اس سے ہرگز کسی مدد کی توقع نہیں ہے۔

تشریح: قبل ازیں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جو مقلد ہیں صحیح راہ سے دور ہیں بلا دلیل جھگڑتے ہیں، ظاہر ہے کہ انہیں دنیوی زندگی میں رسوائی حاصل ہوتی ہے جبکہ اخروی زندگی میں انہیں دوزخ کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا آگ سے ان کے جسم جل جائیں گے، اس کے بعد ان لوگوں کے کوائف بیان ہو رہے ہیں جو متذبذب ہیں ان کے عقیدہ میں پختگی نہیں ہے اگر انہیں فوائد حاصل ہوتے ہیں تو خوشی کا اظہار کرتے ہیں اگر وہ مالی جانی بدنی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو وہ اسلام کو خیر باد کہتے ہوئے مرتد ہو جاتے ہیں تو اس قسم کے افراد کو نہ صرف یہ کہ دنیوی نقصان سے دوچار ہونا ہوتا ہے بلکہ دینی لحاظ سے بھی وہ ظاہر خسارے میں ہیں ان کا انداز

حیرت ناک ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں تا کہ ان پر نازل ہونے والے مصائب کا خاتمہ ہو یہ لوگ حقیقت میں گمراہ ہیں اور قیامت کے دن چیخ و پکار کرتے ہوئے اقرار کریں گے کہ ان کی پرستش کرتے رہے جن کی جانب سے مضرت کا پہلو منفعت کے پہلو سے زیادہ قریب تھا ہمارے معبود تو بدترین قسم کے مددگار اور ساتھی تھے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿۱۵﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۷﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿۱۸﴾ السجدة

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے جنتوں میں داخل فرمائے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۱۴) جو شخص خیال کرتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد نہیں کرے گا تو وہ بلندی کی جانب رسی کو لٹکائے پھر اس کو کاٹ دے کیا اس کی تدبیر اس چیز کو دور کر دے گی جس کے باعث وہ غصہ میں آیا (۱۵) اور اسی طرح ہم نے قرآن کو بھیجا ہے اس کی واضح آیات ہیں اور جان لو کہ اللہ اس شخص کی راہ نمائی کرتا ہے جس کے بارے میں چاہتا ہے (۱۶) بلاشبہ جو لوگ ایماندار ہیں اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرکین بلاشبہ اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (۱۷) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو وہ سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور کثرت کے ساتھ لوگ ہیں اور بہت زیادہ ہیں وہ جن کے بارے میں عذاب ثابت ہے اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے گا تو کوئی اس کو عزت عطا کرنے والا نہیں ہے بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۱۸)

تناسب وتشریح: قبل ازیں مشرکین اور منافقین کا تذکرہ ہے جو تذبذب کی زندگی گزارتے ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر کے چکر میں رہتے ہیں اس کے بعد خالص ایمان والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اخروی زندگی میں وہ کس حال میں ہوں گے تو وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کی زندگی میں جنتوں میں رہائش

عطا فرمائے گا اس لئے کہ ان کا ایمان پختہ تھا وہ اپنے قول میں سچے تھے ان میں اخلاص تھا منافقت کا شائبہ تک نہ تھا ان کے محلات اور ان کی بلڈنگوں (Buildings) کے نیچے دودھ، شراب اور شہد کی نہریں رواں دواں ہوں گی، مزید برآں وہ جنت کے باغیچوں میں خوش وخرم زندگی گزاریں گے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ **اللہ** تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ثواب اور عطیات سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اس کے فیصلوں کو کوئی روکنے والا نہیں، ظاہر ہے کہ ایمان دار شخص کو **اللہ** پاک کے فضل وکرم کے ساتھ جنت کا استحقاق حاصل ہوگا اور کفار کا اس کے عدل کے باعث دوزخ میں داخلہ ہوگا۔

جاہل انسان کے تخیلات اور اس کے انجام کا بیان: جو شخص یہ خیال رکھتا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ اپنے پیغمبر کی دنیوی اور اخروی زندگی میں ہرگز مدد نہیں فرمائے گا تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مکان کی چھت سے رسی باندھ کر لٹکائے وہ اس کو اپنے گلے میں ڈال لے اس طرح اس کا گلہ گھوٹنے سے وہ موت سے ہم کنار ہو جائیگا گویا کہ دھمکی دی ہے کہ وہ غم وغصہ کی کیفیت میں خودکشی کر لے گا اس کے سوا اس کے غم وغصہ کا کچھ علاج نہیں ہے تو کیا اس طرح کرنے سے اس کا غم وغصہ ختم ہو جائے گا اور اسے کچھ فائدہ ہوگا ہرگز نہیں! جبکہ حقیقت یہ ہے کہ **اللہ** اپنے پیغمبر کی جانب اپنی نازل کردہ کتاب اور دین اسلام کی یقیناً مدد فرماتا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ (غافر: ۵) ''بلاشبہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی اور جس دن گواہ گواہی دیں گے مدد کریں گے'' نیز اسلام کا کلمہ بلند ہوگا اور دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يُّرِيْدُ: اور **اللہ** تعالیٰ نے اس کو نازل کیا ہے تاکہ حق وصداقت کی راہ کی جانب ان لوگوں کو ہدایت کرے جن کو وہ ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو انہیں ہدایت سے نوازتا ہے جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ کی ذات کے سوا ہرگز کوئی ہدایت عطا نہیں کرسکتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا: بلاشبہ جن لوگوں نے **اللہ** اور اس کے پیغمبر کو سچا گردانا اور جو لوگ موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب خود کو منسوب کرتے ہیں مقصود یہودی ہیں اور وہ لوگ جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور عیسائی جو اپنی دینی نسبت عیسیٰ (علیہ السلام) کی جانب کرتے ہیں اور مجوسی جو آتش پرست ہیں اور جو لوگ بتوں کے پجاری ہیں ان سب کے درمیان **اللہ** تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے اور ہر فرقہ کو اس کے اعمال کا بدلہ عطا کرے گا اور اس کی عملی زندگی کی بنیاد پر اس کو مقام عطا فرمائے گا، ظاہر ہے کہ **اللہ** تعالیٰ کی ذات سے کسی کا بھی حال مخفی نہیں ہے بلکہ **اللہ** پاک تو ہر شخص کے افعال اور اقوال کا علم رکھتا ہے **اللہ** تعالیٰ سبھی کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے چنانچہ ایمان والوں کو ان کے اعمال کے مطابق جنت میں داخل کرے گا اور کافر شخص کو دوزخ میں گرائے گا اور کون نہیں جانتا کہ دوزخ بدترین خوفناک جگہ ہے سبھی کے افعال کا **اللہ** تعالیٰ کو علم ہے پوشیدہ افعال کا بھی علم رکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں کے اسرار ورموز کا بھی علم رکھتا ہے اس عقیدہ کو جس قدر پختہ کیا جائے گا اسی قدر زندگی نہ صرف اخروی لحاظ سے بلکہ دنیوی لحاظ سے بھی اطمینان اور مسرت حاصل ہوگی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ: قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ میدان حشر میں تمام فرقوں کے درمیان **اللہ** تعالیٰ فیصلہ کریں گے جب کہ سب کے اقوال اور افعال کا **اللہ** تعالیٰ کو علم ہے اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ان کے درمیان اختلاف کا ہونا صحیح نہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ عالم علوی، سفلی بڑے چھوٹے سورج چاند، ستارے، پہاڑ حیوانات، نباتات **اللہ** کی

قدرت کے مطیع ہیں یہ سب اپنے وجود اور بقاء کے لحاظ سے اللہ کی ذات کے محتاج ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے سب کائنات اللہ کے ارادہ کے ماتحت مسخر ہے اپنے وجود اور بقاء میں اللہ کی ذات کے محتاج ہیں اس آیت میں خاص طور پر سورج چاند، ستاروں، پہاڑوں وغیرہ کو الگ ذکر کیا ہے اس لئے کہ اللہ کی ذات کے سوا ان کی عبادت کی جاتی ہے، جیسا کہ حِمْیَر قبیلہ کے لوگ سورج کی عبادت کرتے تھے اور کنانہ قبیلہ کے لوگ چاند کی پرستش کرتے تھے، لخم قبیلہ کے لوگ ستارہ کی اور طیء قبیلہ کے لوگ ثُریَّا اور مصری بچھڑے کی عبادت کرتے تھے اور غطفان قبیلہ کے لوگ عُزّٰی درخت کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ عذاب کے مستحق ہوئے اور جس شخص کو اللہ ذلت سے ہم کنارے کرے اس کو کوئی بھی عزت عطا کرنے والا نہیں ہے بلا شبہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عظمت عطا کرتا ہے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

حدیث میں سورج کے طلوع ہونے کا بیان: ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا آپ کو علم ہے کہ سورج کہاں چھپتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے پیغمبر کو اس کا خوب علم ہے اس کے بعد آپ نے وضاحت کی کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے بعد ازاں سورج اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ میں مشرق کی جانب سے طلوع ہو جاؤں تو اجازت کے مطابق طلوع ہوتا ہے جب کہ مستقبل قریب میں وہ مشرق کی جانب سے طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا تو اس کو اجازت نہیں ملے گی بلکہ اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ مغرب کی جانب سے طلوع ہو۔[1]

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت کی تلاوت کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونے لگ جاتا ہے وہ کہتا ہے ہائے افسوس! آدم کے بیٹے کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا میں نے انکار کیا تو میرے لئے دوزخ ہے۔[2]

هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِىۡ رَبِّهِمۡ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ﴿۱۹﴾ يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ وَالۡجُلُوۡدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا وَ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴿۲۲﴾ع اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۖۚ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کی دشمن ہیں انہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا پس کفار کے لئے آگ سے کپڑے کاٹ لئے جائیں گے ان کے سروں کے اوپر گرم پانی گرایا جائے گا (۱۹) گرم پانی کے باعث

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ۴، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۷۰، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۳۶ [2] صحیح ابن ماجہ کتاب الاقامۃ باب ۷۰، تخریج اصلاح المساجد ص ۶۹

اس مادہ کو پگھلایا جائے گا جوان کے پیٹوں میں ہوگا اور چمڑوں کو بھی (۲۰) اوران کے کوٹنے کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے (۲۱) جب بھی وہ ارادہ کریں گے کہ وہ دوزخ سے نکل جائیں تا کہ غم سے چھٹکارا حاصل ہو پھراسی جگہ انہیں واپس کردیا جائے گا اوران سے کہا جائے گا کہ تم جلنے کے عذاب کو چکھو (۲۲) بلا شبہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے جنتوں میں داخل کرے گا کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس میں انہیں سونے کے کنگن اور مروارید پہنایا جائے گا اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا (۲۳) اوران کی پاکیزہ باتوں کی جانب راہ نمائی کی جائے گی اوران کی تعریف کے لائق راہ کی جانب راہ نمائی کی جائے گی (۲۴)

مفردات کی وضاحت: خَصَمٌ وہ شخص جس کی رائے دوسرے شخص کی رائے کے مخالف ہو تو دونوں شخص آپس میں جھگڑا کررہے ہوں، یُصْهَرُ بِهٖ اس کو پگھلایا جائے گا، مَقَامِعُ کا واحد مِقْمَعَةٌ ہے، ڈنڈا ہتھوڑا مادہ (ق م ع) ہے اردو زبان میں توڑنے پھوڑنے کے معنیٰ میں قلع قمع کا استعمال پایا جاتا ہے۔

تناسب: قبل ازیں چھ فرقوں کا تذکرہ کیا ہے ان کے ارباب بست وکشاد پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جوان کے احوال کا علم رکھتے ہیں وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے اس کے بعد دونوں جھگڑا کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے باہم جھگڑے کے نقطۂ اختلاف کو واضح کیا ہے اوران کے اخروی انجام پر تبصرہ کیا ہے۔

شان نزول: ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ بدر میں آپس میں ایک دوسرے کے بالمقابل میدان جنگ میں کود پڑے تھے صحابہ کرام سے بالخصوص حمزہ، علی، عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام مقصود ہیں جو اس غزوہ میں شریک ہوئے جب کہ کفار کی جانب سے عتبہ، شیبہ، ولید، اوران کے رفقاء تھے، امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔[1]

جنت دوزخ کے مقابلہ کا بیان: نیز ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد نبوی ہے: کہ جنت دوزخ کا باہم مقابلہ ہوا دوزخ نے اس حقیقت کا اظہار کیا اور فخر کیا کہ مجھ میں سرکش اور متکبر قسم کے لوگوں کا داخلہ ہوگا اس کے مقابلہ میں جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین قسم کے لوگ داخل ہوں گے ان کے جھگڑے پر اللہ نے تعالیٰ نے دوزخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو میرا عذاب ہے میں تیرے باعث جس کو چاہوں گا اسے عذاب میں گرفتار کروں گا اور جنت کو مخاطب کر کے کہا تو میری رحمت ہے میں تیرے باعث جس پر چاہوں گا رحم کروں گا تم دونوں کو بھرنا ہے۔[2]

تشریح: چنانچہ کفار کیلئے دوزخ تیار ہے ہر طرف سے ان کو آگ نے گھیر رکھا ہوگا جیسا کہ لباس نے جسم کا احاطہ کیا ہوتا ہے ان کے سروں پر گرم پانی انڈیلا جائے گا جوان کی انتڑیوں کو پگھلا دے گا جبکہ چمڑوں (Leathors) کو بھی جلایا جائے گا۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ: ان کو عذاب میں مبتلا رکھنے کے لئے لوہے (Iron) کی سلاخیں ہوں گی ان کو ان کے سروں اور چہروں پر

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ ۲۲ باب ۳ [2] صحیح مسلم کتاب الجنة باب ۱۳، صحیح ترمذی کتاب صفة الجنة باب ۳۰، مسند احمد ۲/ ۲۷۶، ظلال الجنة ص ۵۲۸

مارا جائے گا جب وہ آگ سے بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں زور کے ساتھ روک دیا جائے گا۔

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا: جب دوزخی لوگ دوزخ سے سخت غم کے باعث باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں ان کی جگہ پر واپس کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم دوزخ کے عذاب میں مزے لیتے رہو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: کفار کے حالات کو بیان کرنے کے بعد اب ایمانداروں کو جس عزت اور شرف سے نوازا جائے گا اس لئے کہ وہ نہ صرف ایمان کی دولت سے مالا مال رہے بلکہ زندگی بھر اعمال صالحہ بجالاتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا ان کے محلات جو سایہ دار ہوں گے ان کے نیچے نہریں جاری رہیں گی جب چاہیں گے اس کو اپنے استعمال میں لائیں گے ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور ان کے سروں پر موتیوں سے مُرَصَّع تاج رکھا ہوگا جب کہ ان کے بدن پر لباس بھی ریشم کا ہوگا اور ان کی بہترین کلمات ادا کرنے کی جانب راہ نمائی کی جائے گی چنانچہ جب ان کا داخلہ جنت میں ہوگا تو ان کی زبان پر یہ کلمات ہوں گے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ﴾ (الزمر: ۷۴) ہر قسم کی حمد وثنا اللہ کی ذات کے لئے لائق ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں گھومتے پھرتے ہیں۔

وَهُدُوْا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ: اور انہیں ایسے راستہ کی جانب راہ نمائی کی جائے گی جس راستہ پر گامزن رہنے کے باعث ان کی زبان سے نکلے ہوئے اذکار اور ان کے اعمال ان کے پروردگار کے ہاں پسندیدہ قرار دیئے گئے اور معاشرہ میں بھی ان کے کردار کو سراہا گیا اس لئے کہ ان کے باعث معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴿۲۵﴾ ع

ترجمہ: یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کے راستہ اور مسجد حرام سے روکتے رہے جس کو ہم نے سبھی لوگوں کیلئے عبادت گاہ بنایا ہے اور جو شخص مسجد حرام میں برائی کا ارادہ کریگا ہم اسکو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۲۵)

مفردات کی وضاحت: مسجد حرام سے مقصود مکہ مکرمہ ہے البتہ اس کو مسجد حرام کے عنوان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ مقصود تو مسجد حرام ہے، اَلْعَاكِفُ مکہ مکرمہ میں اقامت اختیار کرنے والا، اَلْبَادِىْ وہ شخص جو بیرون ملک سے آیا ہے (Foreigner) اِلْحَاد سے مقصود استقامت سے روگردانی کرنا، بِظُلْمٍ بلا جواز۔

تناسب: قبل ازیں ایمان والوں اور کفار کا ذکر ہوا ہے اس کے بعد بیت اللہ کی حرمت اور عظمت کو بیان کیا ہے اور کفار کو روک دیا ہے کہ وہ بیت اللہ کی زیارت سے ایمان والوں کو نہ روکیں انہیں مناسک حج آزادی سے ادا کرنے دیں۔

شان نزول: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب اور اسکے رفقاء کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب انہوں نے اللہ کے پیغمبر اور آپ کے رفقاء کو مسجد حرام میں آنے سے روکا اس دوران رسول اکرم ﷺ نے ان سے لڑائی کرنے کو ناپسند قرار دیا جب کہ آپ نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا بعد ازاں انہوں نے اس شرط پر مصالحت کی کہ وہ آئندہ سال عمرہ ادا کرسکیں گے۔

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے **اللہ** کی توحید کو تسلیم نہ کیا اور **اللہ** کے رسول پر ایمان نہ لائے آپ کی شریعت کو تسلیم نہ کیا جس کو آپ نے پیش کیا اور لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے رہے جس کو **اللہ** تعالیٰ نے سبھی ایمانداروں کے لئے مقدس بنایا خواہ وہاں اقامت گزیں ہیں یا اردگرد سے آنے والے ہیں تو ہم ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے اور جو شخص بھی مسجد الحرام میں **اللہ** کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا ہم اس کو قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے جیسا کہ وہ لوگ بھی **اللہ** کے عذاب میں مبتلا ہوں گے جو مسجد الحرام میں گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کریں جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت **اللہ** کی جگہ کا تعین کیا ان سے کہا گیا کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنانا ہے اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کریں (۲۶) اور لوگوں میں حج ادا کرنے کا اعلان کریں تا کہ وہ تیرے پاس پیادہ اور ہر لاغر اونٹ پر جو ہر دور دراز راستہ سے آئیں (۲۷) تا کہ وہ اپنے فوائد کے پاس حاضر ہوں اور **اللہ** کے نام کا چند معلوم دنوں میں ورد کریں اس وجہ سے کہ **اللہ** نے ان کو چارپائے جانوروں کا رزق عطا کیا ہے تو تم خود ان سے تناول کرو اور اس ضرورت مند کو جو خود عاجز ہے اس کو کھلاؤ (۲۸) بعد ازاں وہ اپنے بدن کی میل کچیل کو دور کریں اور اپنی نذور کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں (۲۹)

مفردات کی وضاحت: بَوَّاَ اس نے اس کو اتارا، اس کا مادہ (ب و ء) ہے، اَلْبَوْءُ لوٹنا، اَلْبَیْتُ کا اصل معنیٰ جہاں انسان رات گزارتا ہے، بعد ازاں ہر اس گھر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو پتھروں، کچی اینٹوں یا پشم سے تیار کیا گیا ہو جب کہ اس مقام میں کعبہ بیت **اللہ** مقصود ہے، جس کو مختلف اوقات میں کئی بار تعمیر کیا گیا، اَذِّنْ حج کا اعلان کریں مقصود حج کی ادائیگی کی دعوت دیں، رِجَالًا پیادہ لوگ، اَلضَّامِرُ وہ اونٹ جو کثرت کے ساتھ سفر کرنے کے باعث لاغر ہو چکا ہو خواہ نر ہو یا مادہ ہو، اَلْفَجُّ راستہ اس کی جمع فِجَاجٌ استعمال ہوتی ہے، اَلْعَمِیْقُ دور دراز راستہ، اَلْاَیَّامُ الْمَعْلُوْمَاتُ سے مراد قربانی کے دن ہیں، دس ذوالحجہ مزید دو دن اس کے بعد جب کہ بَهِیْمَةٌ سے مقصود چارپائے اونٹ، گائے، بکری ہیں، وَلْیَقْضُوْا ادا کریں، اَلتَّفَثُ میل کچیل، مقصود سر کے بالوں کو منڈوانا ترشوانا اور ناخنوں کو اتارنا ہے، اَلنُّذُوْرُ حج کے دنوں میں نیک کاموں کی ادائیگی کی نذر ماننا، اَلْعَتِیْقُ پرانا گھر۔

تشریح: اے **اللہ** کے پیغمبر! ان مشرکین کو آگاہ کریں جو نہ صرف یہ کہ صراط مستقیم پر رواں دواں رہنے سے روکتے ہیں مزید برآں وہ

مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں حالانکہ ہم نے انہیں بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا کہ لوگ اللہ کی عبادت کے لئے اس کی جانب رجوع کریں گمراہی سے خود کو بچائیں رشد وہدایت کی جانب جھکاؤ اختیار کریں جبکہ وہاں کے مکینوں نے لوگوں کو حج کی ادائیگی سے روکا اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ نے میری عبادت میں کسی کو میرا شریک نہیں بنانا ہے اور میرے گھر کو شرک کی آماجگاہ نہ بنانا بلکہ طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا ہے کہ اس کی زیارت کو آنے والے اس کا طواف کریں نوافل ادا کریں اور آپ لوگوں میں حج کی ادائیگی کی منادی کریں۔

حج کے احکام کا بیان: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ: تم اس بات کا اعلان کرو کہ لوگ بیت اللہ کے حج کے لئے دور دراز سے احرام باندھ کر لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ کا ورد کرتے ہوئے آئیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہیں حکم دیا کہ وہ حج کی ادائیگی کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا میری آواز تو دور دراز جگہ تک نہیں پہنچ پائے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اعلان کریں آواز کو پہنچانا میرا کام ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے ابوقبیس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر اعلان فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس گھر کے حج کا حکم دیا ہے تاکہ تمہیں جنت میں رہائش عطا کرے اور تمہیں دوزخ کے عذاب سے تحفظ عطا کرے پس تم بیت اللہ کا حج کرو چنانچہ ان کی اس آواز پر ان لوگوں نے لبیک کے کلمات کہے جو اپنے والدین کی پیٹھ میں تھے اور جو اپنی ماؤں کے رحم میں تھے۔

یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ: پیادہ سفر کرتے ہوئے یا لاغر اونٹ پر سوار ہو کر طویل راستہ کی مسافت اور تھکاوٹ برداشت کرتے ہوئے پہنچیں گے تاکہ دینی دنیوی فوائد سے اپنے دامن کو معمور کریں اور قربانیوں کے ذبح کے وقت اَیَّامِ نَحر میں اللہ کے نام کا ذکر کرتے ہیں وہ ان نعمتوں کے حصول پر اللہ کا شکریہ ادا کریں بالخصوص قربانیوں کے ذبح پر اللہ کا نام لیں تاکہ مشرکین کی مخالفت ہو جو قربانیوں کو لات اور عُزّٰی کے نام پر ذبح کرتے ہیں انہیں حکم دیا کہ قربانی کے جانوروں کا گوشت تم بھی تناول کرو اور تنگدست فقیر لوگوں کو بھی کھلاؤ، بعد ازاں جانوروں کے ذبح کے بعد احرام کے باعث ان کے جسم میل کچیل سے شرابور ہیں اس کا ازالہ کریں اور سر کے بالوں کو بہتر تو یہ ہے کہ منڈوائیں وگرنہ ترشوائیں اور ناخنوں کو اتاریں اور اس دوران جو نذر مانی گئی تھی اس کو پورا کیا جائے اور بیت اللہ کا طواف افاضہ کریں جس کا نام طواف زیارت بھی ہے جس کی ادائیگی کے بعد حج کا احرام باندھنے والا حلال ہو جاتا ہے اس مقام میں بیت اللہ کو پرانا گھر کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ پہلا وہ گھر ہے جس کے حج کا حکم دیا گیا۔

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿۳۳﴾ ع

ترجمہ: یہ حکم ہے اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو ان کی تعظیم کرنا اس کے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے

اورتمہارے لئے چارپائے حلال قرار دیئے گئے ہیں مگر وہ جن کی تم پر تلاوت کی جاچکی ہے پس تم بتوں کی پلیدی سے بچو اورتم جھوٹی بات سے دور رہو (۳۰) دین حق کی جانب جھکنے والے بنو اللہ کے ساتھ شریک بنانے والے نہ بنو اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا ہے تو گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا تو پرندے اس کو اچک لیتے ہیں یا ہوا اس کو دور دراز جگہ میں گرادیتی ہے (۳۱) یہ حکم ہے اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ کا باعث ہے (۳۲) تمہارے لئے ان میں متعین مدت تک فوائد حاصل کرنا ہے پھر ان کے اترنے کی جگہ پرانے گھر کے قریب ہے (۳۳)

مفردات کی وضاحت: **حُرُمَات** سے مقصود حج وغیرہ کے مناسک ہیں، **تَعْظِیْمُهَا** سے مقصود واجبات کا علم ہونا اور ان کے مطابق عمل پیرا ہونا، **اَلزُّور** سے مقصود جھوٹ ہے، **حُنَفَاء** کا واحد **حَنِیْفٌ** ہے ہر وہ شخص جو باطل دین سے اعراض کر کے دین حق کی جانب جھکاؤ کرنے والا ہے، **خَرَّ** گر پڑا، **اَلْخَطْفُ** تیزی کے ساتھ کسی چیز کا اٹھالینا، **تَهْوِی** گرادیتی ہے، **سَحِیْقٌ** دور، **شَعَائِر** سے مقصود قربانی کے جانور ہیں، ان کی تعظیم یہ ہے کہ قربانی کے لئے موٹے تازے زیادہ قیمت والے جانور خریدے جائیں، **اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْق** سے مقصود مکہ مکرمہ کا حرم پاک ہے۔

سوال: ارشاد ربانی ﴿فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْب﴾ میں لفظ اِنَّ کا اسم ضمیر مؤنث ہے تو اس سے مقصود کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرمت وعزت والی اشیاء مراد ہیں قربانی کے جانور بھی اس میں داخل ہیں۔

حلت وحرمت کا بیان: معاملہ متہم بالشان ہے جیسا کہ تحریر کرنے والا شخص اپنی کتاب سے ایک جملہ ایک معنیٰ میں لاتا ہے بعد ازاں وہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اسکے علاوہ اسکے دوسرے معنیٰ میں بھی غور کیا جائے، مقصود یہ ہے کہ اس کے علاوہ بھی یہ حقیقت ہے کہ جو شخص ان حرمات کی تعظیم کرے گا جن کی مشروعیت کو اللہ نے احکام دین میں شامل فرمایا ہے اور نافرمانی کے کاموں اور محرمات سے کنارہ کشی اختیار کریگا تو اس کا اس کی تعظیم کرنا اخروی زندگی میں ثواب کے لحاظ سے بہتر ہے اور ہم نے تمہارے لئے سبھی چارپایوں کو حلال قرار دیا ہے سوائے ان کے جن کا کتاب اللہ میں استثناء کیا گیا ہے جیسا کہ مردار جانور، وہ جانور جو گلا گھونٹ جانے سے مرگیا، اور جس جانور کو اللہ کے نام کے سوا کسی اور شخصیت وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو نیز خنزیر کا گوشت، پس تم بتوں سے اسی طرح خود کو دور رکھو جیسا کہ تم پلید چیزوں سے خود کو دور رکھتے ہو اس میں مکمل وضاحت ہے کہ انکی عبادت کرنا ان کی تعظیم کرنا ہرگز درست نہیں اور جھوٹی گواہی سے بھی خود کو دور رکھو، نیز بتوں کی عبادت سے خود کو دور رکھو شیطان کی اطاعت نہ کرو یہ بھی رِجْسٌ میں داخل ہے۔

اللہ پر جھوٹ نہ باندھا جائے: اللہ کی ذات کے بارے میں افتراء سے خود کو دور رکھو اور جب تم بعض انسانوں کو اللہ کے مقام پر بٹھاتے ہو انہیں نفع نقصان کا مالک سمجھتے ہو تو یہ بھی رِجْسٌ میں شامل ہے، اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا اور مشائخ، اولیاء اللہ کو اللہ کے مقام پر بٹھانا یہ سب قول الزور میں شامل ہیں ان سے خود کو دور رکھو صرف ایک اللہ کی عبادت پر خود کو مرکوز رکھو، اللہ کی ذات کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، انبیاء علیہم السلام، اولیاء عظام، علماء کرام، صوفیا کرام سبھی اللہ کی مخلوق

میں شامل ہیں ان کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی فرد کو شریک کیا تو اس نے خود کو ہلاکت میں گرادیا اور اس کی حالت اس شخص جیسی ہے جو فضا میں اونچائی سے گر پڑتا ہے موت سے ہم کنار ہوجاتا ہے پرندے اس کے گوشت پوست کو نوچ لیتے ہیں ان کے اجسام میں اس کے جسم کے اعضاء جز و بدن بنتے ہیں یا اس کے اجزاء کو تیز آندھی دور دراز گڑھوں میں گرادیتی ہے جہاں سے ان کا واپس آنا ممکن نہیں۔

قربانی کے جانور کی صفات کا بیان: ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ: ان حقائق کو تسلیم کرو اور انہیں اپنے دماغوں میں مرتسم کرو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جو شخص ان قربانیوں کی تعظیم کرے گا جن کو حرم پاک میں ذبح کرنے کیلئے بھیجتا ہے انہیں موٹا تازہ رکھے گا انہیں اچھی خوراک دے گا بہترین اعلیٰ جانور مہنگے داموں خریدے گا تو ایسے شخص میں واقعی اللہ کا تقویٰ موجود ہے اور قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرنا تقویٰ پرہیزگاری کی علامت ہے بلکہ تقویٰ کے باب میں اس کا مقام بہت اونچا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ کے پیغمبر نے حجۃ الوداع میں دس ذوالحجہ کو ایک سو اونٹ کی قربانی پیش کی ان قربانیوں میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی تھا جس کے کان میں سونے کی بالی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی عمدہ اونٹنی کی قربانی پیش کی جس کے دام اسے تین سو دینار مل رہے تھے، اس نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے فروخت کرنے سے روک دیا اور کہا اسے اللہ کی راہ میں قربان کیجئے۔[1]

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قربانی کو مصری عمدہ قسم کے مہنگے دام والے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ رکھا تھا اس کو ذبح کیا اور نہ صرف اس کے گوشت کو تقسیم کیا بلکہ قیمتی غلافوں کا بھی صدقہ کردیا۔[2]

لَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی: قربانی کے جانوروں پر سوار ہونا درست ہے جب ضرورت پیش آجائے اور اونٹنی کے بچے کو دودھ سے سیراب کرنے کے بعد اگر دودھ باقی ہے تو اس کا پینا درست ہے، اَجَلٍ مُّسَمًّی سے مقصود ذوالحجۃ کی دسویں تاریخ ہے، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ قربانی کی اونٹنی کو ہانک کر لے جارہا تھا آپ نے فرمایا اس پر سوار ہوجائیں اس نے عرض کیا یہ تو قربانی کا جانور ہے آپ ﷺ نے فرمایا آپ اس پر سوار ہوجائیں اس نے عرض کیا کہ وہ قربانی کے لئے ہے، آپ نے حکم دیا اس پر سوار ہوجائیں تجھے افسوس ہو، تجھے افسوس ہو، کا جملہ دوسری بار یا تیسری بار میں فرمایا۔[3]

ایک روایت میں وضاحت ہے کہ جب آپ کیلئے اس پر سواری کرنا ضرورت ہے تو اس پر سوار ہونیکی اجازت ہے ہاں اگر اسکے علاوہ اور سواری کا انتظام ہے تو پھر اس پر سوار نہ ہوا جائے۔[4]

حج کے شعائر کا بیان: ثُمَّ مَحِلُّھَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ: حج کے تمام شعائر عرفہ کے میدان میں وقوف کرنا، جمروں کو کنکر مارنے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا، بیت اللہ کے طواف افاضہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوجاتے ہیں، حج وعمرہ کے احکام کی مکمل وضاحت معلوم کرنے کے لئے آپ حج نبوی ترجمہ اردو حجۃ النبی ﷺ تالیف علامہ ناصر الدین البانیؒ کا مطالعہ کریں کئی سال سے اس کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، **والحمد للہ علیٰ ذلک**۔

---

[1] صحیح ابی داؤد کتاب المناسک باب ۱۳، مسند احمد ۲/۱۴۵، ابن کثیر ۳/۳۵۳ [2] موطا مالک کتاب الحج باب ۴۶
[3] صحیح بخاری کتاب الحج باب ۱۱۲، صحیح مسلم کتاب باب ۶۶، صحیح ابو دائود کتاب المناسک باب ۱۸
[4] صحیح مسلم کتاب الحج باب ۶۶، صحیح ابو دائود کتاب المناسک باب ۱۸)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کا انداز معین کیا ہے تاکہ وہ **اللہ** کے نام کا ان مویشی چار پایوں پر ذکر کریں جو انہیں **اللہ** نے عطا کئے ہیں پس تمہارا معبود ایک **اللہ** ہے پس تم اس کے لئے مطیع ہو جاؤ اور اے محمد! آپ انہیں بشارت دیں جو **اللہ** کی جانب تضرع اختیار کرنے والے ہیں (۳۴) وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب **اللہ** کو یاد کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپنے لگ جاتے ہیں اور وہ ان تکالیف پر صبر کرتے ہیں جو انہیں پیش آتی ہیں اور نمازوں کو ادا کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں (۳۵)

مفردات کی وضاحت: مَنسِک مَنسَک دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس کا مادہ (ن س ک) ہے اس کا معنیٰ عبادت کا ہے جب کہ اس کا استعمال حج کے اعمال میں ہے جب کہ مقصود مَنسَک قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا **اللہ** کا قرب حاصل کرنے کے لئے قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے، اَلْمُخْبِتِیْنَ کا مادہ (خ ب ت) ہے اس کا معنی ہموار زمین پر چلنا ہے، وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ اور خوشخبری سنا دیجئے گردن جھکا دینے والوں کو!

تناسب: اس سے قبل کی آیات میں شعائر حج اور توحید کا تذکرہ ہے جو تمام نیکیوں کی جڑ اور تمام اخلاقی و روحانی خوبیوں کا سرچشمہ ہے ان شعائر پر ایمان لانا اور **اللہ** تعالیٰ کے آگے بہ کمال تواضع و فروتنی و اخلاص گردن جھکا دینا اس توحید کا تقاضا ہے آیت میں بتایا گیا ہے کہ از رہ کبر و غرور **اللہ** تعالیٰ کے آگے سرخم نہ کرنے والوں کا انجام بہتر نہیں خوش خبری اور بشارت صرف **اللہ** تعالیٰ کے ان بندوں کے لئے ہے جن کا دل گردنیں اور سر **اللہ** تعالیٰ کی جلالت قدر کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ (لسان القرآن ص ۱۵۷)

تشریح: ہم نے پہلی امتوں میں سے ہر امت کے لئے ابراہیم (علیہ السلام) کے زمانہ سے لے کر **اللہ** تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے کا ایک مقام متعین کیا ہے تاکہ وہ قربانیوں کے ذبح کے وقت ان پر **اللہ** کا نام لے کر ذبح کریں وہ **اللہ** کے انعامات کا شکریہ ادا کریں کہ **اللہ** تعالیٰ نے انہیں اونٹ گائے اور بکریاں عطا کی ہیں اور وضاحت کی ہے کہ جانوروں کے ذبح کے وقت **اللہ** کی رضا مطلوب ہو اور جانوروں کے ذبح کے وقت ان پر **اللہ** کا نام لیا جائے، مشرکین کا انداز اختیار کرنا جائز نہیں جو بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں پس اے لوگو! تمہارا معبود ایک **اللہ** کی ذات ہے اس کا کوئی شریک نہیں، پس تم اخلاص کے ساتھ **اللہ** کی عبادت کرو اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہو جاؤ اور آپ ان لوگوں کو بشارت عطا کریں جن میں تواضع اور خشوع کارفرما ہے کہ انہیں ایسی جنتوں میں داخلہ ملے گا کہ ان میں وہ جس نعمت کی خواہش کریں گے انہیں اس سے شاد کام کیا جائے گا۔

وصف اَخبَات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ان میں اطاعت، تواضع، خشوع کارفرما رہا جب انکے سامنے **اللہ** کا نام لیا جاتا تھا تو ان میں خشوع خضوع کارفرما ہوتا اور **اللہ** کے ذکر میں محویت کے وقت انکے دلوں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہو **اللہ** کے جلال کی شعاعیں

شعائر اللہ میں داخل کیا یہی وجہ ہے کہ اسے قربانی کی حیثیت میں بیت الحرام لے جایا جاتا ہے بلکہ تمام جانوروں میں سے اونٹ کی قربانی کو زیادہ عظمت حاصل ہے اس کے بعد گائے کی قربانی ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں نیز تمہارے لئے قربانیوں میں دنیوی فوائد بھی موجود ہیں کہ تم ان پر سوار ہو سکتے ہو اور ان سے دودھ بھی نکال سکتے ہو جب کہ آخرت میں قربانی کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کا صدقہ دینے کا بھی ثواب حاصل ہوگا۔[1]

قربانی کرنے کی دعا اور نبی ﷺ کے اونٹ ذبح کرنے کا بیان: **فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ**: تم اونٹ کی قربانی کے **نَحر** کے وقت **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ** کے کلمات کہو **نَحر** کے وقت وہ کھڑے ہوں ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مضبوطی کے ساتھ باندھا جائے مسنون صورت یہی ہے، **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ** کے کلمات کہے جائیں، نبی ﷺ نے **حَجَّةُ الْوِدَاع** میں مِنٰی کی وادی میں **نَحر** کے دن تریسٹھ (٦٣) اونٹ کا **نَحر** اپنے ہاتھ سے کیا اونٹ کھڑے تھے اور ان کے تین پاؤں کو باندھا ہوا تھا، زید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا وہ اونٹ کی قربانی کو ذبح کر رہا تھا اسے بٹھایا ہوا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور اونٹ کو کھڑا کریں اس کو مضبوطی سے باندھیں تمہارے پیغمبر کا اونٹ کے بارے میں حکم ہے کہ اس کو کھڑا رکھا جائے۔[2]

حجاج کا قربانی کرنے کا بیان: حجاج لوگ مِنٰی کے میدان میں قربانیاں ذبح کریں اور عمرہ ادا کرنے والے مکہ مکرمہ میں قربانی ذبح کریں جب قربانیوں کے پہلوز مین پر گر جائیں ان میں حرکت باقی نہ ہو تو قربانی کے جانور کا گوشت تناول کرو اور اس شخص کو بھی کھلائیں جو مستغنی ہے اور اس شخص کو بھی جو گوشت حاصل کرنے کیلئے تمہارے پاس آئے اسی طرح ہم نے قربانی کے جانوروں کو جبکہ وہ جسم کے لحاظ سے بھاری بھرکم ہیں اور ان میں قوت بھی کمال درجہ کی ہے لیکن اللہ پاک کا تم پر احسان ہے کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مطیع کر دیا ہے کہ وہ تمہاری نافرمانی نہیں کر سکتے بلکہ جب تم انہیں رسیوں سے باندھ لیتے ہو پھر تم انکا **نَحر** کرتے ہوئے سینے میں نیزہ مارتے ہو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ کے اس انعام کا شکریہ ادا کرو لیکن اس کیساتھ ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا کہ تم قربانی کے گوشت کا صدقہ کر کے اور قربانی کا خون بہا کر اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے ہو جب تک کہ تم میں اخلاص کا جذبہ کارفرما نہ ہو اور تقویٰ کے وصف کیساتھ تم موصوف نہ ہو، ظاہر ہے کہ ریاکاری سے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ آگ لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے مزید اللہ پاک تکرار کے اسلوب میں اس حقیقت کو اجاگر فرما رہے ہیں کہ قربانی کے جانور اونٹ گائے کس قدر مضبوط قوت والے ہوتے ہیں لیکن اللہ نے ان کو تمہارے لئے سرافگندہ کر ڈالا ہے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ کے اس احسان پر اللہ اکبر کے کلمات کہو اس کی کبریائی کا اعلان کرو اور اس کی تعریف کرو آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ آپ انکو بشارت عطا کریں کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائیگا، صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی نظر تمہاری صورتوں اور تمہارے رنگ کی جانب نہیں اٹھتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر تو تمہارے دلوں کی جانب اٹھتی ہے کہ دل میں اخلاص کارفرما ہے کہیں ریاکاری تو مقصود نہیں ہے۔[3]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب ٦٣، صحیح ترمذی کتاب الاضاحی باب ٧، صحیح ابن ماجه کتاب الاضاحی باب ٥ [2] صحیح بخاری کتاب الحج باب ١١٨، صحیح مسلم کتاب الحج باب ٦٤

[3] صحیح مسلم کتاب البر باب ١٠، صحیح ابن ماجه کتاب الزهدباب ٩، مسنداحمد ٢/ ٢٨٥

شعائر اللہ میں داخل کیا یہی وجہ ہے کہ اسے قربانی کی حیثیت میں بیت الحرام لے جایا جاتا ہے بلکہ تمام جانوروں میں سے اونٹ کی قربانی کو زیادہ عظمت حاصل ہے اس کے بعد گائے کی قربانی ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں نیز تمہارے لئے قربانیوں میں دنیوی فوائد بھی موجود ہیں کہ تم ان پر سوار ہو سکتے ہو اور ان سے دودھ بھی نکال سکتے ہو جب کہ آخرت میں قربانی کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کا صدقہ دینے کا بھی ثواب حاصل ہوگا۔[1]

قربانی کرنے کی دعا اور نبی ﷺ کے اونٹ ذبح کرنے کا بیان: **فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ**: تم اونٹ کی قربانی کے **نَحر** کے وقت **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ** کے کلمات کہو **نَحر** کے وقت وہ کھڑے ہوں ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مضبوطی کے ساتھ باندھا جائے مسنون صورت یہی ہے، **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ** کے کلمات کہے جائیں، نبی ﷺ نے **حَجَّةُ الْوِدَاع** میں **مِنٰی** کی وادی میں **نَحر** کے دن تریسٹھ (۶۳) اونٹ کا **نَحر** اپنے ہاتھ سے کیا اونٹ کھڑے تھے اور ان کے تین پاؤں کو باندھا ہوا تھا، زید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا وہ اونٹ کی قربانی کو ذبح کر رہا تھا اسے بٹھایا ہوا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور اونٹ کو کھڑا کریں اس کو مضبوطی سے باندھیں تمہارے پیغمبر کا اونٹ کے بارے میں حکم ہے کہ اس کو کھڑا رکھا جائے۔[2]

حجاج کا قربانی کرنے کا بیان: حجاج لوگ منیٰ کے میدان میں قربانیاں ذبح کریں اور عمرہ ادا کرنے والے مکہ مکرمہ میں قربانی ذبح کریں جب قربانیوں کے پہلوز مین پر گر جائیں ان میں حرکت باقی نہ ہو تو قربانی کے جانور کا گوشت تناول کرو اور اس شخص کو بھی کھلائیں جو مستغنی ہے اور اس شخص کو بھی جو گوشت حاصل کرنے کیلئے تمہارے پاس آئے اسی طرح ہم نے قربانی کے جانوروں کو جبکہ وہ جسم کے لحاظ سے بھاری بھر کم ہیں اور ان میں قوت بھی کمال درجہ کی ہے لیکن اللہ پاک کا تم پر احسان ہے کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مطیع کر دیا ہے کہ وہ تمہاری نافرمانی نہیں کر سکتے بلکہ جب تم انہیں رسیوں سے باندھ لیتے ہو پھر تم انکا **نَحر** کرتے ہوئے سینے میں نیزہ مارتے ہو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ کے اس انعام کا شکریہ ادا کرو لیکن اس کیساتھ ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا کہ تم قربانی کے گوشت کا صدقہ کر کے اور قربانی کا خون بہا کر اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے ہو جب تک کہ تم میں اخلاص کا جذبہ کارفرما نہ ہو اور تقویٰ کے وصف کیساتھ تم موصوف نہ ہو، ظاہر ہے کہ ریاکاری سے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ آگ لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے مزید اللہ پاک تکرار کے اسلوب میں اس حقیقت کو اجاگر فرما رہے ہیں کہ قربانی کے جانور اونٹ گائے کس قدر مضبوط قوت والے ہوتے ہیں لیکن اللہ نے ان کو تمہارے لئے سرافگندہ کر ڈالا ہے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ کے اس احسان پر اللہ اکبر کے کلمات کہو اس کی کبریائی کا اعلان کرو اور اس کی تعریف کرو آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ آپ انکو بشارت عطا کریں کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائیگا، صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی نظر تمہاری صورتوں اور تمہارے رنگ کی جانب نہیں اٹھتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر تو تمہارے دلوں کی جانب اٹھتی ہے کہ دل میں اخلاص کارفرما ہے کہیں ریاکاری تو مقصود نہیں ہے۔[3]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب ۶۳، صحیح ترمذی کتاب الاضاحی باب ۷، صحیح ابن ماجه کتاب الاضاحی باب ۵ [2] صحیح بخاری کتاب الحج باب ۱۱۸، صحیح مسلم کتاب الحج باب ۶۴

[3] صحیح مسلم کتاب البر باب ۱۰، صحیح ابن ماجه کتاب الزهد باب ۹، مسند احمد ۲/۲۸۵

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ نِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: بلاشبہ **اللہ** مسلمانوں کی مدافعت فرماتا ہے بلاشبہ **اللہ** کسی خیانت کرنے والے ناشکری کرنے والے کو دوست نہیں بناتا ہے (۳۸) ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے جن سے کفار لڑائی کرتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک **اللہ** ان کی مدد پر قادر ہے (۳۹) وہ لوگ جن کو ان کے گھروں سے بلا جواز نکالا گیا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پروردگار **اللہ** ہے اور اگر **اللہ** لوگوں کو دور نہ کرتا بعض کو دوسروں کے سبب تو راہبوں کی خلوت گاہیں اور عیسائیوں کے معبد خانے اور یہویوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مساجد جن میں کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے انہیں مسمار کر دیا جاتا اور اللہ ان کو غلبہ عطا کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں بلاشبہ **اللہ** تو مضبوط ہے غالب ہے (۴۰) ان لوگوں کی مدد کرتا ہے کہ اگر ہم انہیں زمین میں قوت عطا کرتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسندیدہ کاموں سے روکتے ہیں اور سبھی کاموں کا انجام **اللہ** کی ذات کے لئے ہے (۴۱)

مفردات کی وضاحت: صَوَامِعُ کا واحد صَومِعَةٌ ہے، بے آب وگیاہ جنگل میں راہبوں کی عبادت گاہ (Abbey)، بِيَعٌ کا واحد بِيْعَةٌ ہے عیسائیوں کا معبد خانہ (Church)، صَلَوٰتٌ کا واحد صَلَاةٌ ہے یہودیوں کا معبد خانہ (Temple) اور مَسٰجِدُ کا واحد مسجد ہے مسلمانوں کی عبادت گاہ (Musqve)۔

تشریح: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ پاک اپنے ان بندوں کی جانب سے مدافعت کرتا ہے جو اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اور **انابت الی اللہ** کے جذبہ کی سرشاری سے شریر قسم کے لوگوں کے شر سے اسلامی معاشرہ کو تحفظ عطا کرنے کے لئے میدان جہاد میں نکل آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کا تحفظ فرماتا ہے بلکہ انہیں دشمن پر غلبہ بھی عطا کرتا ہے اور شر پسند عناصر کی سازشوں سے نہ صرف یہ کہ انہیں بچاؤ عطا کرتا ہے بلکہ کامیابی سے نوازتا ہے اس کا واضح سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مغلوب کر دیتا ہے جو اوامر الٰہیہ اور منہیات کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے ہیں اور ان انعامات کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہیں جو رات دن ان پر سایہ افگن رہتے ہیں اور **اللہ** کی عبادت سے روگردانی کرتے ہوئے غیر **اللہ** کی چوکھٹ پر نیازمندی کے ساتھ سربسجود ہو جاتے ہیں

حالانکہ ان میں ضرر رسانی کا داعیہ نہیں اور نہ فوائد سے شادکام رکھنے کی قدرت حاصل ہے معلوم ہوا کہ ایمان کے جذبہ سے سرشار لوگ ہی وہ ہیں جنہیں اللہ کا محبوب کہا جا سکتا ہے۔

مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا: ایمان والوں کو اجازت دی جا رہی ہے کہ جب مشرک لوگ ان پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں تو وہ ان کے ساتھ لڑائی کے میدان میں اتر آئیں جیسا کہ صحابہ کرام کی مکی زندگی ہمیں اس حقیقت سے روشناس کرا رہی ہے کہ کفار ان پر مظالم کے پہاڑ گرا رہے تھے انہیں مارا پیٹا جا رہا تھا انہیں زخمی کیا جا رہا تھا کہ وہ دین اسلام سے تائب ہو جائیں اس کس مپرسی اور آلام ومصائب کے دور میں صحابہ کرام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد رسی کی اپیل کرتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں صبر کرنے کی تلقین فرماتے اور اس حقیقت سے آگاہ کرتے کہ ابھی مجھے جہاد کی اجازت نہیں دی گئی ہے یہاں تک کہ آپ نے مکہ مکرمہ سے جب ہجرت فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی، دراصل یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے حکم کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مکی زندگی میں صبر کی تلقین ہی دی جاتی رہی لیکن جب جہاد کی اجازت عطا کی گئی تو اس کیساتھ ہی آگاہ کیا کہ اللہ مسلمانوں کی مدد کریگا اور انہیں مشرکین کی اذیتوں سے محفوظ رکھے گا چنانچہ اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا اور دشمن کو ذلیل کیا انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں جہنم رسید کیا، تاریخ اسلام آگاہ کر رہی ہے کہ جب صحابہ کرام نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں انہیں اجازت عطا کی گئی جب انہیں وہاں استقرار حاصل ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کے حکم کے ساتھ مدینہ ہجرت فرما ہوئے تو مدینہ کو دارالسلام کی حیثیت حاصل ہو گئی، ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت رنج والم کی کیفیت میں یہ جملہ دہرایا کہ کفار مکہ نے پیغمبر اسلام کو مکہ سے نکال دیا ہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔[1]

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ: ان مظلوم صحابہ کرام کا تذکرہ ہو رہا ہے جن کو مشرکین مکہ نے مکہ سے نکال دیا اور کچھ صحابہ کرام کو تکالیف ومحن میں مبتلا کیا اور کچھ کو قید وبند میں محبوس کر دیا ان کا ہرگز کچھ گناہ نہ تھا صرف یہ گناہ تھا کہ انہوں نے بتوں کی عبادت سے انکار کیا اور ایک اللہ کی عبادت کے لئے خود کو پابند بنایا۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ: اب قتال کی اجازت کے بعد ایمان والوں کو کفار سے جہاد کرنا ضروری ہے اگر ایمان والوں کو جہاد کی اجازت نہ ملتی اور ایمان والوں کو ہر دور میں مشرکین پر غلبہ حاصل نہ ہوتا تو ہر پیغمبر کے معبد خانے مسمار کر دیئے جاتے، راہبوں کی عبادت گاہیں مسمار کر دی جاتیں مسلمانوں کی مساجد کو شہید کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی عطا کرتا ہے جو اللہ پاک کی رضا کے لئے اس کے دین کو بلند کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اس کے ساتھ دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا مہاجرین اور انصار کو نہ صرف قریش کے لیڈروں پر تَفَوُّق عطا کیا بلکہ عجم وروم کے بادشاہوں سے اقتدار چھین کر اسلامی حکومتیں قائم کیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات میری مدد کرے گی اسی طرح میرے تابعداروں کو بھی غلبہ حاصل ہو گا انہیں کوئی مغلوب نہ کر سکے گا۔

فلسفہ جہاد: مولانا محمد حنیف ندوی کی وضاحت: اس آیت میں فلسفہ جہاد کی تشریح مذکور ہے جہاد کے معنی ظلم وجور کے سیلاب کو بہرحال روکنا ہے، چاہے اسلحہ جنگ سے چاہے عقیدہ وفکر کی استواری سے اور چاہے کھلے بندوں نیکی وعمل کے اظہار

[1] صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۲۲، المراغی ۶/۲۳۰

سے، اسلامی نقطہ نظر سے جہاد ان تمام کوششوں سے تعبیر ہے جو ان مادی و شیطانی قوتوں کے مقابلہ کے لئے بروئے کار لائی جائیں جن سے امن عامہ کے تباہ و برباد ہونے کا خطرہ لاحق ہو، تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس مقرر کردہ قانون کے تحت ہر دور میں مردان حق آگاہ کارزار جہاد میں ظلم و سرکشی اور باطل کے مقابلہ میں نبرد آزما ہوتے رہے ہیں اور یہ انہیں کی قربانیوں کا فیض ہے کہ دینی و اخلاقی قافلہ آگے بڑھا ہے اور آج ہم اس لائق ہوئے ہیں کہ نیکی اور بدی میں، حق اور باطل میں، روشنی اور تاریکی میں فرق اور امتیاز کی لکیریں صاف صاف پہچان سکیں اور اپنے لئے زندگی کا ایک نقشہ مرتب کرسکیں، یاد رہے کہ جہاد اسلام کی رو سے محض جنگ یا لڑائی نہیں یہ ایک مقدس فریضہ، ایک بلند تر عبادت اور ضمیر انسانی کی بیداری اور عزت نفس کے تحفظ سے عبارت ہے اسلام جنگ کے خلاف ہے اور اس بات کا زبردست حامی ہے کہ تمام قوموں کو اپنے ملک اپنے تہذیبی اقدار اور اپنے عقائد و نظریات پر کاربند رہنے کا حق دیا جائے لیکن اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی سرکش و متمرد شخص یا قوم حق کی راہ کو روکے، ظلم و استبداد کا مظاہرہ کرے اور دوسروں کو اپنی استعماری اغراض کا ہدف ٹھہرائے''[1]

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے مقصود مہاجرین و انصار صحابہ کرام اور وہ اہل علم ہیں جنہوں نے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا جنہیں تابعی کہا جاتا ہے یہ ایسے خوش قسمت افراد ہیں جو اللہ کی جانب سے فتح و کامیابی کے مستحق ہیں اس وجہ سے کہ اگر ہم انہیں روئے زمین کے کسی ملک کا اقتدار عطا کرتے ہیں اور دشمن پر غلبہ سے نوازتے ہیں تو وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں نمازوں کی ادائیگی پر محافظت کرتے ہیں نمازوں کو ان کے اوقات میں نبی ﷺ کی بیان کردہ کیفیت کے مطابق ادائیگی کرتے ہیں اور جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا اجناس پر عشر، نصف عشر واجب ہوتا ہے تو اس کی ادائیگی بخوشی بلا ریاکاری کرتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ زندگی بھر ضرورت کے مطابق پورا کرتے ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا اس لئے کہ اس سے پہلی آیت میں واضح حکم موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد فرماتا ہے جو اللہ کی مدد کرتے ہیں اور اللہ کی مدد کرنا یہ ہے کہ اگر انہیں اقتدار حاصل ہوجائے تو وہ اقامت نماز اداء زکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں گے اگر اس پر پابندی نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہیں کریں گے۔[2]

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: اور اگر وہ تجھے جھوٹا کہیں پس بلاشبہ ان سے پہلے نوح کی قوم اور عادیوں اور ثمودیوں نے (۴۲) اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم نے بھی جھٹلایا (۴۳) اور مدین والوں نے بھی اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان

[1] لسان القرآن ص ۲۴۶ [2] اضواء البیان ۵/۷۰۳

کافروں کو مہلت دی پھر ان کو اپنی گرفت میں لیا تو کیسی تھی میری سزا (۴۴) پس کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے تباہ و برباد کیا اور وہ ظالم تھیں تو وہ بستیاں اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے کنویں بے آباد پڑے ہیں اور کتنے اونچے محل ہیں جو تباہ و برباد ہوئے (۴۵) کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر نہیں رہے ہیں کہ ان کے دل ہیں کہ ان کے ساتھ وہ سمجھیں یا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنیں بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں تو اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل جو سینے میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں (۴۶)

مفردات کی وضاحت: اَخَذْتُھُمْ میں نے انہیں تباہ و برباد کیا، فَکَیْفَ استفہام ہے اس سے مقصود تعجب ہے، خَاوِیَۃٌ گری پڑی ہیں، عُرُوْشٌ چھتیں، مُعَطَّلَۃٌ بے فائدہ، مَشِیْدٌ چونا گچ۔

تشریح: مختلف قوموں کی ہلاکت کا بیان: اس میں نبی ﷺ کو مطمئن کرنا مقصود ہے جب کہ آپ کی قوم نے آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا اور آپ کی شخصیت کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دیا تو ایک آیت میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کی رسالت کے انکار کا جو وطیرہ اختیار کیا ہے بالکل اسی انداز سے سبھی پیغمبروں کو ان لوگوں نے جھوٹا قرار دیا جن کی جانب انہیں مبعوث کیا گیا تھا چنانچہ اس مقام میں سات امتوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا، اس آیت میں ذکر کردہ اقوام میں سے اولاً قوم نوح کا تذکرہ ہے بعد ازاں قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط، مدین والے اور موسیٰ کی قوم نے بھی موسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت کو تسلیم نہ کیا انہیں جھوٹا قرار دیا تو انہیں عبرتناک عذاب کی بھینٹ چڑھا دیا البتہ انہیں فوراً تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ خاصا عرصہ انہیں مہلت دی شائد وہ ایمان لے آئیں لیکن جب وہ ایمان نہ لائے تو پھر ہم نے انہیں قسم قسم کے عذاب سے دوچار کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تو آپ کو تعجب لاحق ہونا چاہیے کہ میں نے ان کے کفر اور میرے پیغمبروں کو جھٹلانے کے باعث ایسا عذاب اتارا جس نے ان کا استیصال کر دیا اس کے بعد اخروی عذاب میں بھی وہ گرفتار رہیں گے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے انقطاع نہیں ہوگا۔

ہلاک شدہ قوموں کی بستیوں کے مشاہدہ کرنے کا بیان: فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَكْنٰھَا: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ اس نے بے شمار بستیوں کو ان کے مکینوں کے کفر اور پیغمبروں کی تکذیب کے باعث تباہ و برباد کر دیا البتہ انہیں عرصہ دراز تک مہلت دی شائد وہ حق و صداقت کو تسلیم کر لیں چنانچہ ابوموسیٰ اشعری سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم شخص کو مہلت عطا کرتے ہیں تاکہ وہ ظلم و ستم سے باز آ جائے جب باز نہیں آتا ہے تو پھر اچانک اس کا مؤاخذہ کیا جاتا ہے پھر اسے رہا نہیں کیا جاتا، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾[1] ''اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی گرفت ہے جب وہ بستیوں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے جب کہ بستیوں والے ظالم ہوتے ہیں یقیناً اللہ کی پکڑ دردناک نہایت سخت ہے''[2]

جب کہ اس آیت کریمہ میں وضاحت ہے کہ ان بستیوں کی چھتیں اولاً گریں پھر ان پر دیواریں گریں ان کی ہلاکت کے باعث ان کے پانی کے کنویں بے کار ہو گئے اور چونا گچ محلات باقی رہ گئے۔

---

[1] ہود: ۱۰۲ [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۵، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۱۲

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ: یہ لوگ جو اللہ کی نشانیوں کو جھٹلا رہے ہیں اس کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں وہ شہروں کا دورہ کریں گے تو وہ لوگ اپنے جیسوں کو پائیں گے جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا جیسا کہ قوم عاد، ثمود، لوط اور شعیب ہیں انہیں تباہ وبرباد کردیا گیا اور انکے گھر بے آباد ہیں ان کے بارے میں زندہ لوگوں سے دریافت کریں ان سے ہلاک شدہ قوموں کا تذکرہ سنیں ان کے سننے سے انہیں عبرت حاصل ہوگی کہ کیوں کر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تو انکی تباہی کے واقعات ان کیلئے عبرت کا سامان فراہم کریں گے ممکن ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی جانب پلٹ آئیں اور دلائل کو نیہ پر غور کریں اس لئے کہ حقیقت یہ ہے کہ انکی آنکھیں تو اندھی نہیں ہیں قوموں کی ہلاکت کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن انکے دل بے کار ہیں غور وفکر سے محروم ہیں۔

ہر شخص کی چار آنکھیں ہیں: مجاہد تابعی کا قول ہے ہر شخص کی چار آنکھیں ہیں دو آنکھیں سر میں جن کا تعلق دنیوی معاملات سے ہے اور دو آنکھیں دل میں ہیں جن کا تعلق آخرت کیساتھ ہے اگر سر کی آنکھیں اندھی ہوجائیں اور دل کی آنکھیں صحیح ہوں تو کچھ نقصان نہیں جیسا کہ ابن ام مکتوم ﷺ صحابی نابینا تھے اور اگر سر کی آنکھیں صحیح ہوں دل کی آنکھیں اندھی ہوں تو سر کی آنکھیں اس کو نجات دلا نہیں سکتیں۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ ع قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ کبھی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا اور یقیناً ایک دن آپ کے پروردگار کے نزدیک ہزار سال کی طرح ہے جس کا تم شمار کرتے ہو (۴۷) اور بہت بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں بعد ازاں میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری جانب ہی لوٹنا ہے (۴۸) آپ کہیں اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ میں تمہارے لئے ظاہر ڈرانے والا ہوں (۴۹) پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے ان کے لئے مغفرت ہے اور عمدہ رزق ہے (۵۰) اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات میں کوشش کی اپنے خیال میں عاجز کرنے والے ہیں یہ لوگ دوزخی ہیں (۵۱)

مفردات کی وضاحت: مُعٰجِزِيْنَ وہ کفار جو ایمان والوں کا مقابلہ کرتے ہیں ان سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں حق کو باطل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کر رہے ہیں کہ یہ کافر ملحد لوگ اللہ، اس کی کتاب اس کے رسول اور آخرت کے دن کو جھٹلا رہے ہیں وہ آپ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا جیسا کہ دوسرے مقام میں ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الانفال: ۳۲) ”اور جب انہوں نے کہا اگر یہ قرآن تیرے پروردگار کی جانب سے سچا ہے تو ہم پر آسمان سے

پتھروں کی بارش برسا یا ہمارے پاس دردناک عذاب لائیں''

اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا: اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں انہیں آگاہ کررہے ہیں کہ اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے اس میں ہرگز شک نہیں کہ قیامت واقع ہوگی اس دن اللہ کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائے گا اور اللہ کے دوستوں کو عزت واکرام سے نوازا جائے گا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے بیان کیا ہے کہ جولوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائیں گے نیز ان سب باتوں پر ایمان رکھیں گے جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور اعمال صالحہ بجالاتے رہے اور منہیات سے خود کو دور رکھتے رہے ان کے لئے اللہ کی جانب سے مغفرت ہے ان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور انہیں جنتوں میں مختلف قسم کی نعمتوں سے شادکام رکھا جائے گا اور جولوگ ان کی مخالف سمت پر گامزن رہیں گے انہیں دوزخ میں گرایا جائے گا اس مضمون کی آیات قرآن پاک میں کثرت کے ساتھ وارد ہیں۔

اللہ کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائے گا: وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: مجاہد تابعی بیان کرتے ہیں ان سے مقصود وہ لوگ ہیں جولوگوں کو نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق رواں دواں رہنے سے ہٹانے میں اپنا زور صرف کرتے رہیں گے انہیں اس بھول میں مست رکھیں گے کہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا تصور غلط ہے اللہ کو ان کے اٹھانے پر قدرت حاصل نہیں، مزید برآں یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کی مخالفت کرنے والے پوری طاقت صرف کریں گے کہ انہیں ان کے راہ سے برگشتہ کیا جب کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار کفار کو شکست سے ہم کنار کرنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ہرگز کامیاب نہ ہوں گے ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾[1] ''تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے ہو اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو جو کفر (کی راہ) پر رواں دواں ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ''

کعب بن مالک ﷺ صحابی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

زَعَمَتْ سَخِيْنَةُ اَنْ تُغَالِبَ رَبَّهَا وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَّابِ

''قریش قبیلہ کے لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کو مغلوب کردیں گے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات جس کا وصف غالب ہے اس پر غالب آنے کی کوشش کرنے والا ضرور مغلوب ہوکر ہی رہے گا''[2]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

[1] التوبہ:٣ [2] اضواء البیان ٧٢٥/٥

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر اور نہ کوئی صاحب وحی بھیجا ہے مگر جب اس نے اپنے دل میں کوئی آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں وسوسہ ملا دیا تو **اللہ** دور کر دیتا ہے اس وسوسہ کو جس کو شیطان نے ملایا پھر **اللہ** اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور **اللہ** جاننے والا حکمت والا ہے (۵۲) تا کہ **اللہ** پھیر دے اس چیز کو جس کو شیطان نے حق کے بارے میں فتنہ کھڑا کیا ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور ان لوگوں کے لئے جن کے دل سخت ہیں اور یقیناً ظالم لوگ دور دراز مخالفت میں ہیں (۵۳) اور تا کہ وہ لوگ معلوم کر لیں جنہیں علم دیا گیا ہے کہ وہ آپ کے پروردگار کی جانب سے درست ہے پس وہ اس پر ایمان لائیں پھر اس کے لئے ان کے دلوں میں جھکاؤ رونما ہو اور بلاشبہ **اللہ** ان لوگوں کو جو مسلمان ہیں صراط مستقیم کی جانب راہ نمائی کریں گے (۵۴) اور کفار ہمیشہ وحی کے بارے میں شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے گی یا ان کے پاس نہایت منحوس دن میں عذاب آ جائے گا (۵۵) بادشاہت اس دن **اللہ** کی ہوگی وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا پس وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں وہ نعمتوں والے باغات میں ہوں گے (۵۶) اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے (۵۷)

مفردات کی وضاحت: رَسُوْلٌ وہ پیغمبر جو نئی شریعت پیش کرے، نَبِیٌّ وہ پیغمبر جو پہلے پیغمبر کی شریعت پر رواں دواں رہ کر امت کو بھی اسی راہ پر چلائے جیسا کہ بنی اسرائیل میں وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان آئے، تَمَنّٰی اس نے پڑھا، اُمْنِيَةٌ پڑھنا، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ﴾ [1] ''ان میں کچھ ناخواندہ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے ہیں البتہ باطل آرزوؤں کو'' حسان رضی اللہ عنہ شاعر صحابی نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ شعر کہا ؎

تَمَنّٰی كِتَابَ اللّٰهِ أَوَّلَ لَيْلَةٍ   وَآخِرَهَا لَاقٰى حِمَامُ الْمَقَادِرُ

''عثمان شروع رات میں **اللہ** کی کتاب کی تلاوت کرتا رہا اور رات کے آخری حصہ میں تقدیر کے مطابق موت سے ہم کنار ہوا''

مُحْكَمٌ ثابت جس کو رد نہیں کیا جا سکتا، تُخْبِتَ مطیع ہونا، اَلسَّاعَةُ موت، يَوْمٌ عَقِيمٌ منفرد وصف کا دن شدت کے لحاظ سے اس کا مثل کوئی دوسرا دن نہ ہو۔ [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ﴿إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ أُمْنِيَّتِهٖ﴾ جب پیغمبر بات کرتا ہے تو شیطان اسکی بات میں القاء کرتا ہے وسوسوں کو شامل کرتا ہے دین اسلام سے روکنا چاہتا ہے کہ پیغمبر کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ [3]

[1] البقرة:٧٨ [2] المراغی ٢٤٢/٦ [3] صحيح بخاری كتاب التفسير ترجمة الباب ص ١٠٠٠

مزید یہ بھی مقصود ہوسکتا ہے کہ پیغمبر کی قرأت میں ایسا جملہ داخل کر دیتا ہے جو درحقیقت **اللہ** کی جانب سے نہیں ہوتا ہے البتہ باور کراتا ہے کہ اللہ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ **اللہ** کی جانب سے نہیں ہوتا ہے اور اس آیت کے مفہوم اور دوسری آیت کے مفہوم میں ہرگز تعارض نہیں ہے کہ شیطان کو **اللہ** کے ایمان دار بندوں پر ہرگز تسلط نہیں ہے بالخصوص جو **اللہ** کی ذات پر توکل رکھتے ہیں جبکہ ایمانداروں میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جنہیں نبوت کے مقام پر سرفراز فرمادیا گیا ہے ان پر ہرگز شیطان کا تسلط نہیں ہوسکتا البتہ جو لوگ شیطان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور **اللہ** کیساتھ شریک ثابت کرتے ہیں نیز **اللہ** نے اپنے بندوں کے بارے میں یہ جملہ ذکر کیا ہے کہ میرے بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ حاصل نہیں ہوگا البتہ جو شخص تیرا تابعدار بنے گا اس کا شمار گمراہوں سے ہوگا بلکہ خود شیطان کا قول ملاحظہ کیجئے **اللہ** پاک نے نقل کیا ہے اس نے کہا ﴿**فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ**﴾ [1]

''تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کرونگا البتہ تیرے ان بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا جن میں خلوص کارفرما ہوگا''

مفسرین کا شان نزول کے بارے میں بیان: نیز شیطان کا یہ قول بھی یہاں مذکور ہے کہ مجھے تم پر ہرگز تسلط نہ تھا پس معاملہ کچھ اس طرح ہوا کہ میں نے تمہیں گناہ کی دعوت دی تم نے میری دعوت پر لبیک کہا میں نے تمہیں گناہ میں واقع نہیں کیا صرف وسوسہ ہی ڈالا تھا تاکہ لوگ حق وصداقت کی راہ سے دور ہوجائیں، ذہن نشین کریں اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سورۃ النجم کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے ﴿**اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی**﴾ [2]

''تو شیطان نے آپ کی طرف ان کلمات کا القاء کیا ((**تِلْکَ الْغَرَانِیْقَ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی**)) ''یہ تو بڑے اونچے خدا ہیں اور بلاشبہ ان کی سفارش پر امید ہے قبول ہوگی'' جب آپ ﷺ قرأت فرماتے ہوئے سورت کے آخر میں پہنچے چونکہ اس آیت کی تلاوت پر مشرکین نے سجدہ کیا تھا اور مشرکین نے کہا اس شخص نے آج سے پہلے ہمارے بتوں کا تذکرہ کبھی اچھے انداز سے نہیں کیا نیز لوگوں میں اس بات کی شہرت ہوئی کہ مکہ مکرمہ کے لوگوں نے چونکہ نبی ﷺ کے ساتھ مل کر سجدہ کیا ہے اس کے نتیجہ میں جن مہاجرین صحابہ کرام نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی وہ حبشہ کو خیرباد کہہ کر اس خیال سے اپنے وطن واپس آگئے کہ ان کی قوم کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں اصل حقیقت کا علم ہوا کہ وہ تو کفر پر ہی قائم ہیں۔

غرانیق کا واقعہ: لیکن غَرَانِیق کا یہ واقعہ شرعاً محال ہے مزید برآں صحیح سند کیساتھ ثابت نہیں ہے علماء کی کثیر تعداد نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا ہے اس واقعہ کو جس سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں کلبی (راوی) محدثین کے نقطۂ نظر سے مَتْرُوک ہے، نیز حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ واقعہ کے اثبات کی حمایت کی ہے تاہم انہوں نے تحریر کیا کہ اس واقعہ کے تمام طُرُق ایسے ہیں جن میں اِنْقِطَاع کارفرما ہے یا ضُعف پایا جاتا ہے سوائے سعید بن جبیر کے طریق کے، حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کی اسانید قابل اعتماد نہیں ہیں، ارشاد ربانی ہے ﴿**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِیْنَ**﴾ [3] ''اگر وہ ہم پر بعض باتوں کو بنا تا تو ہم اس کو اپنی قوت کے ساتھ پکڑ لیتے پھر ہم اس کی شہ رگ کاٹ دیتے تو تم میں کوئی بھی اس کی جانب سے رکاوٹ نہ کرسکتا''

[1] صٓ: ۸۲-۸۳ [2] النجم: ۱۹-۲۰ [3] الحاقة: ۴۴-۴۷

علامہ شوکانیؒ اور بیہقی نے اس واقعہ کو اثبات کے مراحل سے گرادیا ہے جب کہ امام ابن خزیمہ نے اس واقعہ کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ زِندیق قسم کے لوگوں نے اس کو وضع کیا ہے، اس واقعہ کے باطل ہونے پر واضح دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسکے بعد سورۂ نجم کی آیات تلاوت کیں ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَاٰبَا ؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (ذکر شدہ بتوں کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے)''کہ ان بتوں کو تم نے اور تمہارے آباؤاجداد نے اپنا خدا سمجھا ہے اللہ نے تو اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اتاری ہے''غور کریں کہ اس ابطال اور بتوں کی شدید مذمت کئے جانے کے بعد کیسے اپنے بتوں کے بارے میں خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں جب کہ یہ بت برائے نام ہیں اور ان کے مُسَمّیات موجود نہیں ہیں۔

نیز یہ حقیقت ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم کی مکہ مکرمہ کی زندگی میں تلاوت کی، مزید برآں مشرکین کا سجدہ کرنا بھی ثابت ہے جب کہ غرانیق کا واقعہ بے بنیاد ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ تین صحیح اسانید کے ساتھ مذکور ہے اور اسانید مرسل ہیں اس لئے کہ کثرت طرق سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس واقعہ کا اصل ہے اس واقعہ کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر یہ ہے کہ نبی ﷺ قرآن پاک کی سورتوں کی تلاوت آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے درمیان میں آپ خاموش رہتے تو جب آپ نے ﴿وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ آیت کی تلاوت کی اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کی تو شیطان ملعون نے آپ کی آواز کی نقل کرتے ہوئے ((تِلْكَ الْغَرَانِيْقَ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى))''یہ سب اونچے خدا ہیں اور ان سے سفارش کی امید کی جاسکتی ہے''،مشرکین نے شیطان کی اس آواز کو نبی ﷺ کی آواز سمجھا حالانکہ نبی ﷺ اس جملہ کے کہنے سے اس طرح دور ہیں جس طرح سورج کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا اسی طرح آپ ﷺ کا یہ جملہ کہنا بھی محال ہے، والعلم عند اللہ [1]

علامہ ناصرالدین البانیؒ نے اس واقعہ کے غلط ہونے پر اس کا رد کرتے ہوئے نَصْبُ الْمَجَانِيْقِ لِنَسْفِ قِصَّةِ الْغَرَانِيْقِ ۳۱ صفحات پر مشتمل کتابچہ تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے آیت کی تفسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ واقعہ کو بھی اسانید کے ساتھ ذکر کر کے ان کو ضعیف قرار دیتے ہوئے واقعہ کو موضوع قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ کثرت طرق سے بیان کردہ واقعہ تب صحیح ہوگا جب کہ اسناد کے رواۃ میں ضعف نہ ہو، مزید حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔(واللہ اعلم)

تشریح: شیطان کا قرأت میں القاء کرنے کا بیان: ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول، کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس نے قرأت کی تو شیطان نے اس کے سامعین پر جب کہ وہ وحی کو پڑھ رہا تھا جو اس پر اتاری جارہی تھی اس کی قرأت کے بارے میں شبہات کا القاء کیا اس کو سن کر کچھ لوگوں نے اسے جادو قرار دیا اور بعض نے کہا اس پیغمبر نے ان باتوں کو پہلے لوگوں سے نقل کیا ہے اسی طرح یہ باتیں بھی من گھڑت ہیں اور باطل قسم کی باتوں کا مجموعہ ہے تو اللہ پاک نے ان خرافات کو جو بعض لوگوں کے دلوں میں پیوست ہو گئے انہیں ختم کر دیا بعد ازاں ان آیات کو محکم بنا دیا کہ کسی صورت میں بھی ان کا رد نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ علامہ محمد عبدہٗ نے اس ضمن میں الاسلام والنصرانیہ کے نام پر ایک کتاب تالیف کی اور کتاب وسنت کا استہزاء اڑانے والوں کا رد کیا اور اسلام کے خلاف ان کی دسیسہ کاریوں کا نوٹس لیا اور انہیں ختم کر دیا ان کے بعد کثیر تعداد میں فقہاء اہلحدیث نے ان کے دفاع میں رات دن ایک کر دیا جس کے نتیجہ میں اللہ نے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا۔

[1] دفع ایہام الاضطراب عن آیات الکتاب لصاحب الفضیلۃ العلامہ الجلیل الشیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ ص ۲۴۱-۲۴۲

مزید برآں کچھ زندیق ملحد قسم کے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں من گھڑت احادیث کا ذکر کیا جن کا سنت صحیحہ کے مجموعوں میں وجود نہیں ہے جب کہ دین اسلام کے اصول بھی ان کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ عقل سلیم بھی ان کا انکار کرتی ہے اس قسم کی موضوع احادیث دین اسلام میں شبہات پیدا کرتی ہیں بلکہ حیرت واستعجاب ان کے دامن کو تھام لیتی ہے کہ اس قسم کی باتیں بھی اللہ پاک کے پیغمبر کی زبان سے نکل سکتی ہیں ہرگز نہیں اس لئے یہ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کی باطل من گھڑت احادیث کو پس پشت ڈال دیں جب کہ وہ دین اسلام کے اصولوں کے ساتھ متصادم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز کا علم ہے اس لحاظ سے شیطان ابلیس اوراس کے حواریوں کی زبان سے جو باتیں نکل رہی ہیں انہیں پس پشت ڈال دیا جائے تاکہ اصل حقیقت روز روشن کی طرح واضح رہے۔

شیطان کے وسوسوں کا بیان: **لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ:** تاکہ جن شبہات اور وسوسوں کا شیطان القاء کرتا ہے منافقین کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہیں نیز ان کفار کو بھی فتنہ کی لپیٹ میں لے آتا ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے بھی نرم نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ ابوجہل، نضر بن حارث اور عقبہ وغیرہ قسم کے لوگ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ سبھی لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتے ہیں نیکی سے ان کا کچھ واسطہ نہیں، انتہا درجہ کی گمراہی میں مستغرق ہیں۔

وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ: اس کے نتیجہ میں اہل علم لوگ اس یقین پر قائم دائم رہیں گے کہ قرآن پاک سچی کتاب ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتارا گیا ہے لہٰذا انہیں اس پر ایمان لانا چاہیے اور ان کے دلوں کی قساوت دور ہونی چاہیے اور خشوع خضوع کا منظر جلوہ گر ہو اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ پاک ان لوگوں کی صراط مستقیم کی جانب راہ نمائی کرتا ہے جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے بالخصوص انہیں گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے تحفظ عطا کرتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِي مِرۡيَةٖ مِّنۡهُ: مشرکین قرآن کے بارے میں ہمیشہ شبہات میں مستغرق رہیں گے یہاں تک کہ قیامت اچانک وقوع پذیر ہوجائے گی ان کے دلوں میں اس کا احساس تک نہ ہوگا، قتادہ کا قول ہے ''اللہ نے تو کسی قوم پر عذاب اس وقت نازل کیا جب وہ عیش وعشرت میں مستغرق تھے اور انہیں اللہ کی ذات کی جانب کچھ دھیان نہ تھا، عیاشی کی زندگی میں بدمست اور غافل تھے'' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ غفلت شعاری تو ان لوگوں کا وطیرہ ہوتی ہے جو فسق وفجور میں مستغرق ہوں، یا ان پر قیامت قائم ہوجائے اور قیامت کے دن کو عقیم کے وصف کے ساتھ اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ ظاہر ہے کہ ہر دن کے بعد دن آتا ہے لیکن قیامت کا دن آخری دن ہے اس کے بعد کوئی دوسرا دن نہیں آئے گا۔

ٱلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِ: قیامت کے دن ایک اللہ کی بادشاہت ہوگی اس میں اس کا کوئی شریک نہ ہوگا اللہ پاک اعلان فرمائیں گے **لِّمَنِ ٱلۡمُلۡكُ ٱلۡيَوۡمَ** آج کس کی بادشاہت ہے؟ لیکن کسی جانب سے کوئی آواز نہیں آئے گی تو اللہ پاک جلال کے عالم میں فرمائیں گے **لِلَّهِ ٱلۡوَٰحِدِ ٱلۡقَهَّارِ** ''آج تو ایک اللہ ہی کی بادشاہت ہے جو ذات ہر چیز پر غالب ہے اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرمائیں گے ایمان والوں کو جنت میں کفار کو دوزخ میں گرائیں گے اسی طرح فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی اطاعت کی اور دنیوی زندگی میں اعمال صالحہ کرتے رہے ان کے لئے جنت میں ہمیشہ کی نعمتیں ہوں گی اور جنہوں

نے اللہ کی آیات کا انکار کیا پیغمبروں کو جھٹلایا ان کے لئے دوزخ میں رسوا کن عذاب ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭوَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کئے گئے یا فوت ہو گئے تو اللہ ان کو اچھا رزق عطا کرے گا اور بلاشبہ اللہ بہترین رزق عطا کرنے والا ہے (۵۸) اللہ انہیں ایسی جگہ میں داخل کرے گا کہ جس سے انہیں خوشی حاصل ہوگی اور بلاشبہ اللہ جاننے والا بردبار ہے (۵۹) حکم یہ ہے اور جو شخص کسی شخص کو تکلیف میں مبتلا کرتا ہے جس طرح کہ اس کو تکلیف میں مبتلا کیا گیا تھا پھر اس پر زیادتی کی گئی ہو تو بلاشبہ اللہ اس کو مدد عطا کرے گا بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۶۰) یہ مدد اس وجہ سے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس وجہ سے ہے کہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۶۱) یہ مدد اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی ذات ثابت ہے اور کفار لوگ جو اس کے سوا کو پکارتے ہیں وہ سب باطل ہے اور اس وجہ سے کہ اللہ ہی بلند ہے اور بلند رتبے والا ہے (۶۲)

تشریح: شہید کو جنت سے رزق عطا کیا جاتا ہے: اللہ پاک نے مہاجرین کیلئے مزید شرف کو ثابت کرنے کیلئے ان کا تذکرہ الگ کیا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد اپنا وطن چھوڑ دیا مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی یا عام ہے کہ انہوں نے اپنا وطن چھوڑ کر کسی جہادی لشکر میں خود کو شامل کر لیا، بعد ازاں وہ ہجرت کی کیفیت میں کسی اسلامی لشکر میں شریک ہو کر میدان جہاد میں شہید ہو گئے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص میدان جنگ میں پہنچ گیا وہاں اس نے اپنی ذمہ داریوں کو اچھے انداز سے نباہنے کی کوشش کی اپنی طبعی موت فوت ہو جاتا ہے تو اس کو جنت سے رزق عطا کیا جاتا ہے اور وہ اب ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ ہو گیا اس روایت، کے بیان کرنے کے بعد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کی تلاوت کی، مقصود یہ تھا کہ یہ حدیث اس آیت کے مفہوم کو واضح کر رہی ہے۔[1]

نیز انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے میدان جہاد میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے والا اور میدان جہاد میں اپنے بستر پر فوت ہونے والا دونوں اجر و ثواب میں برابر ہیں۔[2]

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ: اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے اور دین اسلام کے دفاع میں اپنے پروردگار کی اطاعت کرتے

[1] نسائی کتاب الجہاد باب ۳۹، صحیح ابن ماجہ کتاب الجہاد باب ۷، مسند احمد ۲/ ۴۰۴، المراغی ۲/ ۲۵۰ [2] نسائی کتاب الایمان باب ۲۴

ہوئے میدان جہاد میں شہید ہو جاتے ہیں اپنے بستر پر فوت ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں داخلہ دے گا وہاں ان کو اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا اور ایسی نعمتوں سے انہیں شاد کام کیا جائے گا جن کو کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے نہ کسی کے کان میں اس نعمت کا تذکرہ پہنچا ہے نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور رونما ہوا، بایں ہمہ جنت میں وہ کسی نامناسب بات اور لغویات سے بالکل دور رکھے جائیں گے اور اللہ کی ذات کو اعمال صالحہ بجالانے والوں کا علم ہے اس کے مطابق انہیں شاد کام کیا جائے گا اور کسی کوتاہی کے مرتکب شخص کو عذاب میں مبتلا کرنے میں جلدی نہیں فرمائیں گے۔

مہاجرین کے شرف کا بیان: ذٰلِکَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَاعُوْقِبَ بِهٖ: ذٰلِکَ کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ہم نے مہاجرین کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کریں گے خواہ وہ میدان جہاد میں شہید ہو جائیں یا بستر پر طبعی موت سے ہمکنار ہو جائیں اور جو شخص کسی ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق سزا سے ہم کنار کرتا ہے پھر اس پر زیادتی کی جاتی ہے کہ اس کو ہجرت پر مجبور کیا جاتا ہے تو اللہ اس کی مدد کریگا جب کہ اللہ تو ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتا اور اس کے دشمنوں سے انتقام لے گا اور اسے فوقیت عطا کرے گا اور اللہ کی ذات کو ہر شخص کے اعمال کا علم ہے وہ ان کے مطابق برتاؤ کرے گا ایمانداروں کو مغفرت سے نوازے گا اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کردے گا۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ: جس شخص پر زیادتی روا رکھی گئی ہے اس کی میں مدد کروں گا اس لئے کہ مجھے قدرت حاصل ہے میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں رات کی گھڑیوں کو دن میں داخل کر کے اس کو بڑا بنا دیتا ہوں اور اس کے خلاف دن کی گھڑیوں کو رات میں داخل کر دیتا ہوں اسی طرح میں اس پر قادر ہوں کہ میں محمد ﷺ اور اس کے رفقاء کو ان لوگوں پر غلبہ عطا کروں جنہوں نے ان پر ظلم وستم ڈھائے ہیں اور انہیں ان کے گھروں اور جائدادوں سے باہر نکال دیا ہے اور انہیں تکالیف ومصائب سے دوچار کیا ہے اور انہیں زیادہ اذیت اس بنیاد پر دی گئی کہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور مجھ اکیلے کو معبود حقیقی قرار دیا اور اللہ کی ذات سبھی باتوں کو سن رہی ہے اگرچہ زبانوں میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، ان کے اعمال پر نظر ہے ان کا کوئی بھی عمل اللہ کی ذات سے مخفی نہیں ہے اگرچہ وہ ذرہ کے برابر کیوں نہیں۔

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ: اللہ کی قدرت کاملہ اور اللہ کا وسیع علم اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی ذات بے مثال ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اور اللہ کی ذات کے علاوہ جن خداؤں کو وہ پکارتے ہیں انہیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ پہلے وہ نہ تھے پھر انہیں وجود عطا کیا گیا جب کہ اللہ کی ذات تو ہر چیز پر غالب ہے اور سب چیزیں اس سے کم ہیں وہ اس قدر عظیم ہے کہ کوئی اس کا شریک نہیں اس سے بلند مرتبہ ہرگز کسی چیز کا نہیں ہے وہ خالق ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے افسوس ہے کہ تم ان کو معبود بناتے ہو جنہیں کسی چیز پر اختیار نہیں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۴﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَحْیَاکُمْ ثُمَّ

يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ نے آسمان سے پانی کو اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بلاشبہ اللہ مہربان ہے خبر رکھنے والا ہے (۶۳) اسی کے لئے ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور بلاشبہ اللہ ہی وہ ایسی ذات ہے جو بے پرواہ تعریف والا ہے (۶۴) کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو زمین میں ہیں اور کشتیوں کو مسخر کر دیا ہے جو دریا میں اس کے حکم کے ساتھ چل رہی ہیں اور آسمان کو محفوظ کر دیا ہے کہ وہ زمین پر گرے البتہ اس کی اجازت کے ساتھ بلاشبہ اللہ لوگوں کے بارے میں بخشش کرنے والا مہربان ہے (۶۵) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر تمہیں موت سے ہم کنار کرے گا بلاشبہ انسان شکر گزار نہیں ہے (۶۶)

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک کی عظیم قدرت اور اس کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بندوں پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، بعد ازاں اللہ کی قدرت پر دوسری قسم کے دلائل کو پیش کیا جا رہا ہے ہر دیکھنے والے انسان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ اللہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جس کے سبب زمین میں زندگی کی بہار رونما ہوتی ہے زمین سے مختلف قسم کی انگوریاں عجیب وغریب رنگوں اور دیدہ زیب مختلف شکلوں میں اگتی ہیں ان کی سرسبزی لطافت ریشم کی مانند دکھائی دیتی ہے ان کی جانب دیکھنے والے لوگ ان کے حسن و جمال کا ملاحظہ کر کے ورطۂ حیرت میں مستغرق ہو جاتے ہیں ان کے پتوں پھولوں کونپلوں وغیرہ کی حیران کن سیٹنگ (Sating) پر بول اٹھتے ہیں کہ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ کی ذات کا نام لطیف ہے ان چیزوں کی لطافت کی غمازی کر رہا ہوتا ہے مزید برآں اللہ کی ذات کا وصف خبیر ہے کہ اللہ کو سبھی کائنات کے مصالح اور فوائد کی خبر ہے۔

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ: آسمانوں اور زمین میں جو ہر چیز موجود ہے وہ اللہ کی ذات کی اطاعت کے لئے سرافگندہ ہیں اللہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف فرماتا ہے اور یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ اللہ کی ذات حمد وثنا کرنے والوں کی حمد وثنا سے مستغنی ہے ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات تو اپنے ماسوا سے مستغنی ہے اللہ پاک نے جو کچھ بنایا ہے در اصل اللہ کے بندوں پر اس کا احسان ہے اور اس کی مہربانی کا شاہکار ہے۔

اللہ نے انسانوں کے لئے تمام کائنات کو مسخر کیا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ان سب مخلوقات کو مسخر کر دیا ہے جو روئے زمین کی سطح پر ہیں یا زمین کے اندر ہیں تا کہ ان میں جو فوائد مرکوز کئے ہیں انسان ان سے فوائد حاصل کر کے اللہ کی قدرت کاملہ کے تصور کو اجاگر کرے اور معیشت کے چھپے ہوئے خزانوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد حیران کن ایجادات اور اکتشافات سے دنیا کو حیران کن فوائد سے مالا مال کرے چنانچہ آج کے اس حیران کن سائنسی دور میں جو ایجادات منظر عام پر آ چکی ہیں اور انہیں انٹرنیٹ (Internet) وغیرہ پر دکھایا جا رہا ہے اگر ان جدید سائنسی حقائق کے کرشموں کو

بالفرض اس دور کے فوت شدہ لوگوں کو زندہ کر کے انہیں ان کو دکھایا جائے تو وہ کبھی ان حقائق کو تسلیم نہیں کریں گے حقیقت یہ ہے کہ انسان سائنسی میدان میں دن بدن جس سرعت رفتاری کے ساتھ گامزن ہے اور دن بدن جو حیران کن اکتشافات (Envention) دیکھنے میں آ رہے ہیں اس کے باوجود انسان کا علم قلیل ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[1] ''اور تمہیں علم نہیں دیا گیا ہے مگر تھوڑا''

وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ: اللہ وحدہٗ لاشریک نے کشتیوں بلکہ اب بحری جہازوں (Ship) کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے وہ سمندروں میں نہایت سکون کے ساتھ رواں دواں ہیں نہ صرف انسانوں کو بلکہ مختلف قسم کے سامانوں کو ایسے علاقوں میں پہنچاتے ہیں جو دور دراز مسافت پر واقع ہیں اس طرح دنیائے عالم کا نظام چل رہا ہے۔

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: اور یہ نپی تلی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو مقناطیسی نظام (Magnetic System) میں داخل کیا ہوا ہے ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں قیامت کے وقوع تک یہ نظام باقی رہے گا جب قیامت وقوع پذیر ہوگی تو ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے نظام کالعدم ہو جائے گا روئے زمین پر کوئی انسان حیوان باقی نہ رہے گا۔

موجودہ دور میں سائنس دان (Scientist) آسمان کے وجود کا انکار کرتے ہیں فضا کو آسمان کا نام دیتے ہیں ان کی یہ بات کفر الحاد بے دینی ہے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ لوگوں کے ساتھ شفقت رحمت فرما رہا ہے کہ آسمان کو فضا میں روکا ہوا ہے اور ان پر اس کو گراتا نہیں ہے اور اللہ کی ذات اس وصف کے ساتھ موصوف ہے کہ پہلے تم اپنی ماں کے پیٹ میں روح ڈالنے سے پہلے مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا پھر تمہیں زندہ کر کے اخروی جہان میں تمہارا محاسبہ ہوگا اور اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ انسان پر جو انعامات ہیں ان کا وہ شکریہ ادا نہیں کرتا ہے اللہ کی عبادت سے روگردانی کرتا ہے اللہ کے ساتھ شرکاء کا عقیدہ رکھتا ہے۔ (معاذ اللہ)

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ﴿۶۷﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴿۶۹﴾

ترجمہ: ہم نے ہر گروہ کے لئے شریعت کو معین کر دیا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہیں تو وہ آپ سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اور آپ اپنے پروردگار کی جانب دعوت دیں بلاشبہ آپ سیدھے راستہ پر ہیں (۶۷) اور اگر وہ آپ کے ساتھ جھگڑا کریں تو آپ کہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم عمل کر رہے ہو (۶۸) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ فرمائے گا جن میں تم اختلاف کرتے ہو (۶۹)

---

[1] بنی اسرائیل:۸۵

مفردات کی وضاحت: مَنْسَکَ شریعت، منہاج، نَاسِکُوْهُ اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

تشریح: تمام دنیا کے لئے شریعت متعین کرنے کا بیان: یقیناً ہم نے ہر اسلامی سماوی دین پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے خاص شریعت کو اتارا ہے کہ اس کے مطابق وہ عمل پیرا رہیں اس کو چھوڑ کر کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہ ہوں، ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کی شریعت کا ماخذ تورات تھی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد محمد ﷺ کی بعثت تک ان کا ماخذ انجیل کتاب تھی اور جب محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو ان کا ماخذ قرآن پاک تھا اس سے لازم آتا ہے کہ ہر امت کے لئے خاص شریعت تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لئے اسلام کی شریعت ہے۔

یہود و نصاریٰ مشرکین سب کے لئے ضروری ہے کہ وہ آخر الزماں پیغمبر محمد ﷺ کی پیش کردہ شریعت پر عمل پیرا ہوں اب کسی پیغمبر کا سکہ نہیں چلے گا یہودیت، عیسائیت اور شرک کے گڑھے سے سبھی نے خود کو نکال کر اسلام کے واضح روشن صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہوگا اسی لئے اس آیت کریمہ میں ڈانٹ پلاتے ہوئے روک دیا گیا ہے کہ ان فرقوں میں سے کسی کے لئے ہرگز درست نہیں کہ وہ ان کے ساتھ جھگڑا کریں ان کا جھگڑنا ہرگز درست نہیں اس لئے کہ قرآن پاک کے نازل ہونے کے بعد تمام شریعتیں منسوخ قرار دے دی گئیں گویا کہ نبی ﷺ کی حمیت دینیہ کو مشتعل کیا گیا ہے اور اللہ کی رضا کے حصول اور دین اسلام کی برتری کے لئے آپ کی قوت غَضَبِیَه کو ابھارا گیا ہے کہ آپ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اور دین اسلام کے تحفظ کے لئے مخالفین کے مقابلہ میں ہرگز مدارات کا راستہ اختیار نہ کریں۔

نبی ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ ان جھگڑالو قسم کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی جانب دعوت دیتے رہیں آپ جس راہ پر گامزن ہیں اس پر استقامت کے ساتھ رواں دواں رہیں یہی راستہ درست ہے لیکن اگر آپ کے مخالفین حق وصداقت کے ظاہر ہونے کے بعد جھگڑا کرتے ہیں تو آپ انہیں دھمکی آمیز لہجہ میں کھل کر کہیں اللہ کے علم سے تمہاری بغاوت اور خود سرائی اور کج روی پوشیدہ نہیں ہے تمہیں عبرتناک سزا سے دوچار ہونا ہے اس کے ساتھ ساتھ میری مسلسل کوششوں اور آرزوؤں کا بھی علم ہے کہ میں نے تمہیں صراط مستقیم پر رواں دواں کرنے کیلئے کس قدر ظلم وستم کو برداشت کیا ہے میں نے تمہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیا ہے میری ذمہ داری تو صرف اللہ کے احکام کو پہنچانا تھی اس سے میں عہدہ برآ ہو رہا ہوں تمہیں شرک اور اللہ کی نافرمانی کے کاموں سے باز رہنا چاہیے میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے ہر شخص کو اس کے کردار کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور اس حقیقت سے پردہ اٹھایا جائے گا کہ کون صراط مستقیم پر گامزن تھا اور کون گمراہی کی دلدل میں مستغرق رہا اور زندگی بھر اس نے قَعرِ مَزَلَّت سے نکلنے کے لئے کوئی کوشش نہ کی بلکہ توجہ بھی نہ کی۔

فائدہ علمیہ: اسلام میں مُجَادَلَه کی حیثیت کیا ہے اس کے بارے میں قرآن پاک کا اسلوب روز روشن کی طرح واضح ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے مقابلہ میں جھگڑا کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان کے مجادلہ پر ایک ہی جملہ دہرائیں کہ تمہارے اعمال اللہ کی ذات سے ہرگز پوشیدہ نہیں تو تمہارے کردار کے مطابق تم سے سلوک ہوگا اس جواب سے یہ حقیقت مترشح ہو رہی ہے کہ اللہ کے پیغمبر مجادلہ، مخاصمہ سے خود کو دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں۔

امام مالک کا قول: مجادلہ، مناظرہ کو قبیح قرار دیتے ہوئے ان کا نظریہ یہ تھا کہ مناظرہ کے ساتھ علم کی اشاعت ممکن نہیں ایک بار خلیفہ ہارون رشید نے انہیں کسی فقیہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ اہل علم کو آپس میں مرغوں اور کتوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہونا چاہیے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بنیاد پر مناظرہ کیا کہ حقیقت واضح ہو جائے امام شافعی نرم مزاج اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے مجادلہ کی ضرورت ہی کبھی پیش نہیں آئی البتہ امام ابوحنیفہ نے اپنے دور میں مناظرہ کے علم کا دروازہ کھولا اور ان کا مدرسہ اصحاب الرای کا مدرسہ کہلایا جب کہ امام احمد بن حنبل نے مناظرہ کے دروازے کو بند رکھا ان کے سامنے غالبًا یہ آیت کریمہ تھی ﴿وَاِنْ جٰدَلُوْکَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اور اگر وہ آپ سے مجادلہ کریں تو آپ کا جواب یہ ہو کہ اللہ کو خوب علم ہے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ فِیْ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷۰﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ ؕ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾ ع

ترجمہ: کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ **اللہ** کو ہر اس چیز کا علم ہے جو آسمان اور زمین میں ہے بلاشبہ یہ سب کچھ ایک کتاب میں محفوظ ہے بلاشبہ یہ **اللہ** پر آسان ہے (۷۰) اور وہ **اللہ** کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں کہ جس کے بارے میں **اللہ** نے کسی دلیل کو نہیں اتارا ہے اور ایسی چیز ہے کہ اس کے وجود پر کوئی علم نہیں ہے اور ظلم کرنے والوں کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں ہے (۷۱) اور جب ان پر ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو آپ کفار کے چہروں میں انکار کی کیفیت کو پہچان لیں گے قریب ہے کہ وہ لوگ ان پر حملہ آور ہو جائیں گے جو ہماری آیات کی ان پر تلاوت کرتے ہیں آپ کہیں کہ کیا میں تمہیں اس سے بدترین چیز کی خبر نہ دوں وہ دوزخ ہے **اللہ** نے اس کا وعدہ کفار سے کیا ہے اور وہ بری جگہ ہے (۷۲)

مفردات کی وضاحت: سُلْطٰنًا حجت دلیل، پکڑتے ہیں، یَسْطُوْنَ اسی سے لفظ سطوت قوت کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح: اے محمد! ﷺ کیا آپ کو علم نہیں (استفہام تقریری ہے) مقصود یہ ہے کہ آپ کو یقیناً معلوم ہے کہ جو کچھ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں ہے اس میں سے کوئی بھی چیز **اللہ** کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے اور **اللہ** تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارے میں اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ فرمائے گا، اعمال صالحہ کرنے والوں کو عطیات سے نوازا جائے گا اور بدکار لوگوں کو ان کے برے اعمال پر عذاب میں گرفتار کیا جائے گا بلاشبہ **اللہ** کا علم لوح محفوظ میں کائنات کی تخلیق سے پہلے کا تحریر ہے کہ قیامت کے وقوع تک کیا ہونے والا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ **اللہ** کا علم آسمانوں اور زمین کے بارے میں لوح محفوظ میں ثبت ہے جب کہ بندوں کے درمیان

فیصلہ قیامت کے دن میدان حشر میں ہوگا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا: مشرک لوگ اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں جب کہ ان کی عبادت کے جواز پر ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے نہ عقل شرعی ہی اس کو باور کرتی ہے پس اپنے آباؤ اجداد سے انہیں یہ بات ورثے میں ملی ہے حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی تحفظ عطا نہ کرسکے گا، اور جب شرک کرنے والے لوگوں پر جو اللہ کے سوا کی بلا دلیل عبادت کرتے ہیں قرآن پاک سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو ان کے چہروں پر اداسی چھا جاتی ہے اور انکار کے پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے غیظ وغضب کے عالم میں منہ بسور لیتے ہیں شدید غم وغصہ کی کیفیت میں ایمان والوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے ہوئے نہ صرف زبان سے انہیں برا بھلا کہتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے ہیں انہیں اپنی گرفت میں لے کر انہیں تکلیف میں مبتلا کرنے کا داعیہ رکھتے ہیں لیکن ان کے غیظ وغضب کے مقابلہ میں قیامت کا دن نہایت تلخ ہوگا ان کو دوزخ میں گرایا جائے گا اور دوزخ کے عذاب سے تلخ عذاب اور کیا ہوسکتا ہے؟۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: اے لوگو! ایک تمثیل بیان کی جارہی ہے تم اسے سنو بلاشبہ جن کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو وہ ہرگز ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کرسکتے اگرچہ اس کے لئے اکٹھے ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لیتی ہے تو اس کو مکھی سے لے نہیں سکتے، طلب کرنے والے اور جن سے طلب کیا جارہا ہے (دونوں) کمزور ہیں (۷۳) انہوں نے اللہ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے بلاشبہ اللہ قوت والا غالب ہے (۷۴) اللہ فرشتوں سے پیغام پہنچانے والوں کا انتخاب کرتا ہے اور لوگوں سے بلاشبہ اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے (۷۵) جانتا ہے ان چیزوں کو جو ان کے آگے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں اور اللہ ہی کی جانب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے (۷۶)

تشریح: مشرکین کو مخاطب کرکے انہیں آگاہ کیا جارہا ہے کہ انہوں نے میرے شریک بنا رکھے ہیں وہ بتوں کی عبادت میں خود کو جھکائے ہوئے ہیں انہیں غور وفکر کرنا چاہیے کہ وہ اللہ مَالِکُ الْمُلْک کو چھوڑ کر کس طرح بتوں کی عبادت کررہے ہیں ان کو سمجھانے اور ایک اللہ کی عبادت کی جانب لانے کیلئے مخاطب کیا جارہا ہے کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کررہے ہو وہ تو ایک مکھی کے پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں اگرچہ ان کے سبھی معبود کیوں نہ جمع ہوجائیں تو پھر ہرگز عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ ان کو معبود سمجھا جائے اور ان کی عبادت کی جائے۔

مکھی کی مثال بیان کرنے کی وجہ: سوال مترشح ہوتا ہے کہ تمثیل کے لئے مکھی کو کیوں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکھی کو ذلیل ترین مخلوق سمجھا جاتا ہے مزید اس میں ضُعف بھی حد درجہ کا ہے بلکہ اس کی کراہت کا تقاضا ہے کہ جب کسی مشروب میں مکھی گر پڑتی ہے تو اگرچہ مکھی کو مشروب میں سے نکال کر باہر پھینکنے کے بعد مشروب کو استعمال کیا جا سکتا ہے البتہ باہر نکالنے سے پہلے شرعاً اس کو مشروب میں غوطہ دینے کا حکم ہے اس لئے کہ مکھی کے جس پر میں بیماری کے جراثیم موجود ہیں اس کو وہ مشروب میں ڈبو دیتی ہے اور جس پر میں صحت افزا مادہ موجود ہے اس کو دور رکھتی ہے نیز مکھی کی تعداد کثرت کے ساتھ ہے جب کہ یہ کمزور ترین حیوان نیز جس کی حقارت کا چرچا عوام وخواص میں سنا جاتا ہے تو جب ان کے معبود مکھی کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بتوں کی پرستش کرنے والے اور بت دونوں کمزور ہیں اور ان کی حقارت تو ضرب المثل ہے، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ارشاد ربانی ہے کون شخص اس شخص سے زیادہ ظالم ہے جو میری تخلیق کی پیروی کرتے ہوئے تخلیق کے میدان میں نکلتا ہے وہ چنے کا ایک دانہ، ایک جو کو پیدا کر کے دکھائیں۔[1]

وَاِنۡ یَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَیۡـًٔا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ: اگر مکھی ان بتوں اور خداؤں سے ان کی خوشبو وغیرہ سے کچھ چھین لے تو اللہ کے سوا معبود مکھی سے اس کو حاصل نہیں کر سکتے ہیں اس وضاحت میں اس جانب اشارہ ہے کہ معبودان باطلہ ایک مکھی کے پیدا کرنے سے عاجز ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے کہ وہ مکھی کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور اس سے اس چیز کو جوان کے ڈھانچوں پر ہے اگر مکھی اس کو چھین لیتی ہے تو اس سے واپس لینے سے انہیں قدرت حاصل نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے معبود درماندہ ہیں وہ مکھی سے اس چیز کو حاصل نہیں کر سکتے ہیں جس کو مکھی نے چھین رکھا ہے آیت کریمہ میں **اَلطَّالِبُ** سے مقصود معبود ہیں اور **اَلۡمَطۡلُوۡبُ** سے مقصود مکھی ہے اور مکھی نے خوشبو کو چھین رکھا ہے۔

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ: انہوں نے اللہ کی تعظیم کا خیال نہیں رکھا جب انہوں نے اللہ کے ساتھ بتوں کو بھی اپنا معبود بنایا جو مکھی کا مقابلہ کرنے سے درماندہ ہیں جب کہ مکھی کا ضعف واضح ہے لیکن اللہ پاک تو زبردست قوت والا ہے اس کے سامنے ہرگز مشکلات کھڑی نہیں ہوسکتیں اور کوئی بھی چیز اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ کے برابر چیز کو اس سے چھین نہیں سکتی اللہ پاک کا معاملہ تمہارے خداؤں جیسا نہیں ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو۔

اَللّٰهُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا: اللہ کریم فرشتوں سے ان کا انتخاب کرتا ہے جو اللہ پاک اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان وحی کے القاء کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور انسانوں سے پیغمبروں کا انتخاب فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ پاک کی رضا جوئی کے کاموں کی جانب دعوت دیتے ہیں اور ان تک اللہ کی جانب سے نازل ہونے والی وحی کو پہنچاتے ہیں جس پر عمل پیرا ہونے سے دنیوی اخروی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کو سن رہا ہے ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ کون رسالت کا مستحق ہے نیز اللہ تعالیٰ کو فرشتوں اور پیغمبروں کی تخلیق سے پہلے کی باتوں کا بھی علم ہے اور ان کے فنا ہونے کے بعد جو کچھ ہوا اس کا بھی علم ہے مستقبل، ماضی کے سبھی احوال کا علم ہے مزید برآں قیامت کے دن سبھی معاملات کا فیصلہ ہوگا بعدازاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا کے عمل سے دوچار ہونا ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''دین اسلام میں

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید باب ۵۶، مسند احمد ۲/۲۳۲، المراغی ۶/۲۶۰

آسانیاں ہیں صحیح طور پر اسلام کے اصولوں پر پابندی اختیار کرنے والا بالآخر غالب ہوگا"۔[1]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع

ترجمہ: مسلمانو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ (۷۷) اور تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اسی نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور اس نے دین اسلام میں تم پر ہرگز کچھ تنگی نہیں کی ہے اس نے تمہارے باپ ابراہیم کے دین کو شریعت قرار دیا ہے اسی نے تمہارا نام اس سے پہلے اور قرآن میں بھی مسلمان رکھا ہے تا کہ پیغمبر تم پر گواہی دے اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے ساتھ پنجہ لگاؤ وہی تمہارا آقا ہے وہ بہت اچھا آقا ہے اور بہت اچھا مددگار ہے (۷۸)

مفردات کی وضاحت: جہاد کا معنٰی کوشش کرنا ہے علامہ راغب اس کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنی طاقت کو بھر پور استعمال کرنا ہے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے مقصود کفار کے خلاف محاذ آرائی کرنا، شیطان کا مقابلہ کرنا اس کے ساتھ جہاد کرنا، نفس امّارہ کے خلاف کوشاں رہنا یہ جہاد سب سے زیادہ افضل ہے، بیہقی کی ایک حدیث میں اس کو بہت بڑا جہاد قرار دیا گیا ہے۔[2]

تشریح: ایمانداروں کے اوصاف حمیدہ کا بیان: اے ایمان والو! جنہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کو تسلیم کیا ہے تم خود کو اللہ کی ذات کے سامنے جھکا دو اور اس کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو جن کے کرنے کا تم کو اللہ نے حکم دیا ہے صلہ رحمی اختیار کرو اچھے اخلاق کو اپناؤ تمہیں کامیابی حاصل ہوگی اور اللہ کی راہ میں خالص اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے جہاد کرو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ رکھیں اللہ نے تمام امتوں میں سے تمہیں منتخب کیا ہے اور بالخصوص تمہاری جانب خاتم النبیین محمد ﷺ کو بھیجا جو تمام پیغمبروں سے افضل اور کامل شریعت لائے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں ہرگز تنگی کو روا نہیں رکھا ہے توسّع عطا کی ہے گناہ کے بعد توبہ کرنے سے گناہ دھل جاتا ہے مزید دین اسلام میں تنگی نہیں ہے۔

کلمہ شہادتین کے اقرار کے بعد پانچ نمازوں کے دن رات کے لمحات میں ادائیگی کا حکم ہے ظہر کی نماز چار رکعات ہیں

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۲۹ مسند احمد ۶۹/۵ [2] تفسیر المراغی: ۲۶۲/۶

لیکن سفر میں تخفیف کر دی ہے صرف دو رکعت کی ادائیگی ہے تندرست شخص بحالت قیام نماز ادا کرنے کا پابند ہے جب کہ بیمار شخص بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے اگر بیٹھ کر ادا کرنا ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز ادا کی جاسکتی ہے سفر، دودھ پلانے اور حمل کے دوران روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، مزید برآں توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور قصاص کے بدل دِیَّت ادا کی جاسکتی ہے جب مقتول کا ولی قصاص کو معاف کردے یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے جس میں آسانیاں ہیں اس نے پہلی کتابوں اور اس کتاب میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے بلاشبہ اللہ نے تمہیں بہترین امت کے لقب کے ساتھ نوازا ہے اور تمہاری عدالت پر بھی گواہی موجود ہے قیامت کے دن محمد ﷺ تم پر گواہی دیں گے کہ اس نے تم تک اللہ کے پیغامات کو پہنچایا اور تم لوگوں کے بارے میں گواہی دو گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے ان تک اللہ کے پیغامات کو پہنچایا۔

جب امت محمدیہ کو اللہ پاک نے سبھی امتوں پر گواہ بنایا ہے تو ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ عبادت پر مداومت اختیار کریں اور اللہ کی رسی کے ساتھ تَمَسُّک اختیار کریں تو ان انعامات کے مقابلہ میں نماز کی ادائیگی پر مداومت اختیار کریں اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے تمہیں اپنی اطاعت پر گامزن فرمایا تم نے نمازوں کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے ساتھ تعلق کو قائم رکھا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی جس سے تمہارا مال اور تمہاری روح کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور آپس میں ہمدردی کے جذبہ کو اجاگر کیا تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے تمام معاملات میں اللہ کی ذات سے مدد طلب کرتے رہو وہ ذات تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہیں غلبہ عطا کرے گا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جو شخص اللہ کے ساتھ وابستگی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات میں اس کی معاونت کرتا ہے اور جب کسی شخص کو مدد سے نوازتا ہے تو اس کو اس کے دشمن پر غلبہ عطا کرتا ہے حقیقت میں اللہ ہی مددگار ہے اس کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں، فللہ الحمد وھو رب العالمین.

اٰیَاتُھَا: ۱۱۸ ۲۳ سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۷۴ رُکُوْعَاتُھَا: ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: یقیناً مسلمان کامیاب ہیں (۱) وہ جو اپنی نماز میں خشوع خضوع کرنے والے ہیں (۲) اور وہ جو بے ہودہ کاموں سے روگردانی کرنے والے ہیں (۳) اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (۴) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھنے والے ہیں (۵) مگر اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں پر جو ان کے قبضہ میں ہیں پس بلاشبہ یہ لوگ ملامت کے لائق نہیں ہیں (۶) لیکن جو شخص ان کے سوا کا طلبگار رہے پس یہ لوگ وہی ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں (۷) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا خیال رکھنے والے ہیں (۸) اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی ادائیگی پر محافظت کرنے والے ہیں (۹) یہی وہ لوگ ہیں جو وارث ہیں (۱۰) جو آخرکار جنت کے وارث ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۱۱)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کامیاب قرار دیا ہے جن میں سات خصلتیں پائی جائیں گی پہلی خصلت ایمان ہے وہ لوگ کامیاب ہیں جو اللہ کی ذات اس کے پیغمبروں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نمازوں کی ادائیگی میں خشوع اختیار کرتے ہیں اللہ کی بارگاہ میں اپنی ذلت اور مسکنت کا اظہار کرتے رہتے ہیں احکام الٰہیہ کی ادائیگی کے ساتھ جذبہء اطاعت اور وفا شعاری کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں عذاب الٰہی سے خوفزدہ رہتے ہیں نمازوں کی ادائیگی میں خشوع سے مقصود بالخصوص یہ بھی ہے کہ ان کی نگاہیں آسمان کی جانب نہیں اٹھتی ہیں بلکہ سجدہ کی جگہ سے آگے نہیں جاتی ہیں نیز خشوع سے یہ بھی مقصود ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے معانی کی جانب توجہ کی جائے تاکہ کائنات کے عجائب واسرار سے آگاہی حاصل ہو اور وعید کی آیات کی تلاوت کے وقت اللہ کی ذات کا تصور بھی اعضاء پر کارفرما ہو اور تواضع، خشیت الٰہی کا جذبہ کارفرما ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز ادا کرنے والا شخص اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اس لئے قرآن پاک کے الفاظ اور دعاؤں کے

الفاظ کو غفلت کی حالت، میں زبان سے ادا نہ کیا جائے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جس نماز کی ادائیگی میں خشوع خضوع کارفرما نہیں اس کی مثال اس جسم کی ہے جس میں روح نہیں، ایمان والوں کا یہ وصف بھی بیان ہوا کہ وہ جھوٹ، گالی گلوچ اور بے ہودہ مزاح سے بھی روگردانی کرتے ہیں ان کی توجہ تو خالق مطلق کی ذات کی جانب ہی رہتی ہے کسی اور کا تصور ان کے دل و دماغ میں راہ نہیں پاتا ہے ان کے اخلاق انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور صالحین امت کا نمونہ ہوتے ہیں وہ اپنے نفس امارہ کو کچلنے کے لئے اور انہیں پاکیزہ بنانے کے لئے فقراء اور مساکین پر صدقہ خیرات کرتے رہتے ہیں مزید برآں وہ اپنی شرم گاہوں کو بیویوں اور لونڈیوں کے سوا سے تحفظ عطا کرتے ہیں ان کی زندگی عفت و عصمت کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہے ان اوصاف کے لوگ قابل ستائش ہیں ہرگز ان کی زندگی کو ملامت کا نشانہ نہ بنایا جائے۔

جو شخص چار بیویوں اور لامحدود لونڈیوں کے سوا عورتوں اور اَمرد لڑکوں سے اپنی خواہشات نفسانیہ کو سکون عطا کرتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کر کے سرکشی میں دیوانگی کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں، البتہ اِسْتِمْنَاء بِالْیَد کو امام احمد بن حنبلؒ نے درست قرار دیا ہے کہ مَنِی کا اخراج بھی پاخانہ پیشاب کے نکالنے کے برابر ہے اس لئے ضرورت کے پیش نظر اس کی اجازت دی گئی ہے اس کی بنیاد فَصَد اور سنگیاں لگوانے کے جواز پر ہے جب کہ اکثر علماء اس کو حرام قرار دیتے ہیں بہر حال دناءت اور خست نفس کا مظاہرہ ہے کمینے شخص کے لئے بھی باعث عار ہے تو عزت والے شخص کے لئے یقیناً یہ عمل باعث عار ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ: جب ان کے پاس امانتیں رکھی جاتیں ہیں تو وہ خیانت کے مرتکب نہیں ہوتے اور جب وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں جب کہ منافق شخص کی تین علامتیں ہیں جب زبان سے کوئی کلمہ نکالتا ہے تو وہ جھوٹ ہوتا ہے اور عہد و پیمان کا خیال نہیں رکھتا اور امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ: اور وہ لوگ جو نمازوں کی ادائیگی ان کے اوقات میں کرتے ہیں نہایت خشوع خضوع کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی میں ہمیشگی اختیار کرتے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اسکے وقت پر ادا کرنا، میں نے دریافت کیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرنا، مین نے دریافت کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی رضا جوئی کیلئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔[1]

ذہن نشین فرمائیں کہ اللہ پاک نے قابل تعریف اوصاف کے ذکر کرنے کے آغاز میں نماز کا ذکر کیا ہے جبکہ اختتام بھی نماز کی ادائیگی پر ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ایک حدیث میں وارد ہے: لوگو! سمجھ لو تمام اعمال سے بہتر عمل نماز کی ادائیگی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وضو کے عمل پر بھی محافظت ایمان دار شخص کرتا ہے۔[2]

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ: جن ایمان والوں کا ان کے اوصاف کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اس لائق ہیں کہ انہیں جنت میں اونچا مرتبہ عطا ہوگا اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ ان سے ان کو نکالا جائے گا اور نہ ان پر موت طاری ہوگی۔[3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المواقیت باب۵، صحیح ترمذی کتاب البر باب ۲، الصحیحۃ ح ۱۴۸۹

[2] ابن ماجه کتاب الطهارة باب۴، سنن دارمی ۱/۱۶۸، حاکم ۱/۱۳۰ [3] المراغی ۶/۲۶۷-۲۶۹

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ
خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا
ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ‌ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ
﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: اور بلا شبہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا ہے (۱۲) پھر ہم نے آدمی کے نطفہ کو مضبوط قرار گاہ میں ثابت رکھا (۱۳) پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر ہم نے گوشت کے ٹکڑے کو چند ہڈیوں کی شکل دے کر ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر ہم اس کو دوسری بار پیدا کریں گے، پس **اللہ** برکت والا ہے جو سب پیدا کرنے والوں سے نہایت اچھا ہے (۱۴) پھر بلا شبہ تم کو اس کے بعد موت سے ہمکنار کرنے والا ہے (۱۵) پھر بلا شبہ تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے (۱۶)

مفردات کی وضاحت: سُلٰلَةٌ جس کو کسی چیز سے نکالا جائے بعض اوقات وہ بعض چیزوں کا نچوڑ ہوتا ہے، جیسا کہ دودھ سے مکھن کو نکالنا اور کبھی جس چیز کو نکالا جاتا ہے وہ مقصود نہیں ہوتا جیسا کہ ناخنوں کے تراشے اور گھر کا کوڑا کرکٹ جس کو پھینک دیا جاتا ہے، قَرَارٌ سے مقصود استقرار ہے، مَّكِيۡنٌ سے مقصود مضبوط ہے۔

تشریح: **اللہ** کریم نے اس آیت کریمہ میں انسان کی تخلیق اور اس کے مدارج کا ذکر فرمایا ہے مقصود **اللہ** کی کمال قدرت سے لوگوں کو روشناس کرانا ہے تاکہ لوگ ایک **اللہ** کی عبادت کریں **اللہ** کی قدرت کے عجائبات (Miracles) سے ہے کہ انسان کو نطفہ مادہ منویہ (Seminal Fluid) سے پیدا فرمایا ارشاد نبوی ہے: ''کہ والدہ کے رحم میں نطفہ چالیس دن کے بعد منجمد خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے مزید چالیس دن گزرنے پر گوشت کا لوتھڑا (Flesh) بنتا ہے اس پر چالیس دن گزرنے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اس وقت حمل کا پانچواں مہینہ شروع ہو جاتا ہے اس پر **اللہ** تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں اس کی خوراک اس کی موت اس کا بد بخت ہونا اس کا خوش نصیب ہونا تحریر کیا جائے حکم کے مطابق اس کو تحریر کر دیا جاتا ہے''۔[1]

مفسرین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس نطفہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے وہ دراصل خون سے بنتا ہے اور خون غذائی اشیاء سے بنتا ہے خواہ غذائی اشیاء کا تعلق نباتات سے ہے اگر حیوانات سے بھی ہے تو حیوانات کا وجود بھی تو نباتات سے تیار ہوتا ہے اور نباتات زمین کی مٹی اور پانی سے نکلتے ہیں اس لحاظ سے انسان کی تخلیق مٹی کے خلاصہ سے ہے بعد از اں نطفہ منویہ باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں پہنچتا ہے وہاں بچے کی ولادت سے پہلے نطفہ منجمد خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر منجمد خون (Frozen Blood) گوشت

---

[1] بخاری کتاب بدء الخلق ح ۳۲۰۸، مسلم کتاب القدر ح ۲۶۴۳، جامع العلوم والحکم ۱/۱۶۱ ح ۴

کا ٹکڑا بن جاتا ہے پھر ہم گوشت کے ٹکڑے میں جو اجزاء اس لائق ہوتے ہیں کہ انہیں ہڈیوں (Stone Bones) میں منتقل کیا جائے انہیں ادھر لے جایا جاتا ہے اور جو اجزاء گوشت بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں گوشت کی شکل میں رہنے دیا جاتا ہے اور ہڈیوں کو گوشت کا لباس عطا کیا جاتا ہے چنانچہ گوشت ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے بعدازاں ہم اس کو نشاۃ ثانیہ میں منتقل کرتے ہیں کہ اس میں روح کو ڈالا جاتا ہے اب اس میں زندگی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اس میں گویائی، شنوائی اور بصارت کی قوت نمودار ہوتی ہے، مزید عجائب وغرائب سے اس کو مزین کر دیا جاتا ہے۔

اللہ کی ذات عظیم قدرت کے ساتھ موصوف ہے ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے مخلوق کی تصویر کشی میں اس کا کردار خبر دیتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے تخلیق کی صنعت کے لحاظ سے نمایاں الگ نظر آتا ہے ہرگز اشتباہ راہ نہیں پاتا ہے اس حقیقت میں ہرگز کچھ اشتباہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی برکات نمایاں ہیں اس نے کائنات کی جو تخلیق فرمائی ہے اس میں غور وفکر کے بعد زبان پر بے ساختہ یہ کلمہ گردش کرنے لگتا ہے کہ اللہ پاک کی ذات کی برکات کا اندازہ لگانے سے زبان پر یہ جملہ گردش کرنے لگتا ہے کہ اللہ کی ذات کی برکتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں ہر لحاظ سے نہ صرف یہ کہ تنوُّع ہے بلکہ حسن، جاذبیت، کشش کا جلوہ کارفرما ہے۔

عمر بن خطاب ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پروردگار عالم کے ساتھ چار باتوں میں موافقت کو پایا ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! کاش ہم مقام ابراہیم کے پیچھے نوافل ادا کیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾[1] ''تم مقام ابراہیم کے سامنے دو رکعت ادا کرو'' آیت کو نازل فرمایا، اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں اس لئے کہ آپ کے پاس اچھے اور غلط کار دونوں طرح کے افراد آتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیت کو نازل کیا ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ﴾[2]

''اور جب تم ان سے افادیت کا سوال کرو تو پردہ کے پیچھے سے سوال کرو'' اور میں نے آپ کی بیویوں کو مخاطب کر کے کہا تم مسلسل مطالبات کرنے سے باز آ جاؤ یا اللہ پاک آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا کرے گا تو سورہ تحریم کی آیت نازل ہوئی ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ﴾[3]

''قریب ہے اس کا پروردگار کہ اس کو تمہیں طلاق دینے کا حکم کرے'' اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ﴾ ''کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا'' تو میں نے کہا ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''اللہ کی ذات برکت والی ہے جو بہت اچھا خالق ہے'' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا اے عمر! آپ کے قول کے موافق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔[4]

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ: تم عدم سے نشاۃ اولیٰ میں داخل ہونے کے بعد اپنے وقت مقرر کے بعد موت سے ہمکنار ہو گے بعدازاں قیامت کے دن جو حساب اور مجازات کا دن ہے تمہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا اگر زندگی میں اچھے کام کئے تھے تو بدلہ اچھا ملے گا اور برے اعمال کا بدلہ تو برا ہی ملے گا۔

[1] البقرۃ:۱۲۵ [2] الاحزاب:۵۳ [3] التحریم:۵ [4] صحیح بخاری ص ۸۷ باب ۳۲، مسند احمد ۱/ ۲۳، المراغی ۶/ ۲۷۲

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ
تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا
وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے تمہارے اوپر سات آسمانوں کو پیدا کیا اور ہم تخلیق سے بے خبر نہیں ہیں (۱۷) اور ہم نے آسمان سے اندازے کے ساتھ بارش کو نازل کیا پھر ہم نے اس کو زمین میں جگہ دی اور یقیناً ہم اس کے دور رکھنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں (۱۸) پس ہم نے تمہارے لئے اس بارش کے سبب کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے تمہارے لئے ان باغات میں فراوانی کے ساتھ پھل ہیں اور ان میں سے کچھ کو تم کھاتے ہو (۱۹) اور ہم نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو وادیٔ سیناء میں اُگتا ہے اس سے روغن زیتون نکلتا ہے اور کھانے والوں کے لئے اچھا سالن ہے (۲۰) اور بلاشبہ تمہارے لئے چارپایوں میں عبرت ونصیحت ہے ہم تمہیں ان کے پیٹوں سے پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان چارپایوں میں بہت فوائد ہیں اور ان میں سے کچھ کو تم تناول کرتے ہو (۲۱) اور چارپایوں اور کشتیوں پر تم سواری کرتے ہو (۲۲)

لغوی تحقیق: طَرَآئِقَ یہ لفظ جمع ہے اس کا واحد طَرِيْقَةٌ ہے آسمان جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں جیسا کہ ایک لباس دوسرے لباس پر زیب تن کیا جاتا ہے سورۂ نوح کی آیت میں لفظ طِبَاقًا اس معنی کی تائید کررہا ہے، السَّمَآءُ سے مقصود بادل ہیں، ذَهَابٌ لیجانا، شَجَرَةٌ زیتون کا درخت، طُوْرِ سَيْنَآءَ وہ طور پہاڑ جہاں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سرگوشی کی، صَبْغٌ رنگنا، صِبْغٌ سالن۔

بلاشبہ ہم نے تمہارے اوپر بلندی کی چھت میں جس بلندی کا تم ادراک نہیں کرسکتے ہو سات آسمانوں کو پیدا کیا ان کی وہ کیفیت جس پر ہم نے ان کی تدبیر کی اس کیفیت میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی، مزید برآں وہ سبھی آسمان ایک دوسرے کے اوپر ایک ہی انداز میں ہیں ان کی کیفیت کے بارے میں جب ہم تبدیلی کرنا چاہیں گے تبدیلی کریں گے اور ان میں ستاروں کے لئے راستے ہیں، لغت کی کتاب قاموس میں ہے طَارَقَ النَّعْلَ جب ایک پترے کو دوسرے پترے کے برابر ملادیا جائے، مزید برآں ان میں ستاروں کی گردش کے راستے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں یہ جملہ ہے اَلْمَجَانُ الْمُطْرَقَةُ وہ ڈھالیں جو ایک دوسری پر برابر رکھی گئی ہوں۔[1]

جبکہ خَصْفٌ کا معنی ملانا ہے گویا کہ سبھی آسمان ایک دوسرے کے اوپر اسی طرح ایک دوسرے کے مساوی ہیں جیسا کہ

---

[1] صحیح ابو داؤد باب ۹، صحیح الجامع ۱۲۲۳۶/۲، صحیح مسلم کتاب الفتن باب ۲۰

ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے آسمانوں پر فرشتوں کے راستے ہیں جہاں وہ اللہ پاک کے حکم کیساتھ اترتے رہتے ہیں۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ: چونکہ ہم عظمت کے ساتھ موصوف ہیں اس لئے ہم کائنات کی تخلیق سے فارغ ہونے کے بعد جس کو ہم نے اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیا اور ہمارے علم کی روشنی میں ہر چیز کا ظہور ہوا ان سے ہم ہرگز غافل نہیں ہیں جب کہ ہم نے ان کو محکم تدبیر کے ساتھ وجود عطا کیا اور ایسے محکم اسباب کو ان کی تخلیق میں مربوط کیا جن سے مسببات کا ظہور ہوا اور ہم نے ہر آسمان میں ان عظمتوں کو اپنایا جن سے متنوع فوائد کا حصول ہوا اور ہم نے ہر آسمان اور ہر زمین کو فوائد سے ہم کنار کیا اور معین وقت تک ان کو فساد سے تحفظ عطا کیا اسی طرح کا معاملہ ہر زمین کا ہے یہ متعین نظام قیامت کے وقوع تک قائم دائم رہے گا مزید برآں ہم ہر دن مصروف ہیں اور دلائل کو واضح کر رہے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ زمین میں کیا کچھ داخل ہو رہا ہے اور زمین سے کیا کچھ نکل رہا ہے اور آسمان سے کیا اتر رہا ہے اور آسمان کی جانب کیا جا رہا ہے تو ہمارے بارے میں یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ ہم لوگوں کو ان کے فوت ہونے کے بعد بیکار چھوڑ دیں گے ہرگز نہیں ہم اطاعت گزار لوگوں کو ثواب و اکرام سے نوازیں گے اور نافرمان لوگوں پر اپنا عذاب اتاریں گے نیز جب ہم نے ان کو پہلی بار پیدا کیا ہے ہم ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً: اور ہم نے اپنی عظمت کے ساتھ آسمان کی جانب سے اس قدر بارش اتارتے ہیں جس سے کھیت، درخت سیراب ہوں اور چٹیل میدانوں میں روئیدگی ظہور پذیر ہو اور ضرورت کے مطابق بارش کا پانی نہروں کی وساطت سے دریاؤں اور سمندر میں داخل ہوا اگر سمندروں میں پانی اوپر کی سطح سے ہی نازل ہوتا تو سمندروں کے پانی سے زمین پانی میں ڈوب جاتی اور اگر بارش کا نزول نہ ہوتا تو زمین پر نباتات اور درخت سوکھ جاتے، حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی عظمت کے ساتھ زمین کو آباد رکھا ہوا ہے جب کہ ہم اس کے ختم کرنے پر بھی قادر ہیں اور پانی کے نہ ہونے کے ساتھ ہم اپنی برکت کو چھین لیتے ہیں پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ان کاموں سے دور رہو جن سے ہمیں ناراضگی حاصل ہو ہم تو اپنے لطف و کرم اور رحمت کے ساتھ تم پر میٹھا پانی اتارتے ہیں اور اسے زمین میں داخل کر دیتے ہیں بعض اوقات چشموں (Fountains) کی شکل میں پانی کو چلاتے ہیں تاکہ تم اپنے کھیتوں اور پھلوں کو سیراب کرو اور نہ صرف تم بلکہ تمہارے چارپائے بھی پانی سے سیراب ہوں ہم بارش کو اتار کر تمہارے کھجوروں اور انگوروں کے باغات کو سیراب کرتے ہیں باغات میں کھجوریں اور انگور نشو و نما پاتے ہیں جو تمہاری خوراک بنتے ہیں اور ہم نے تمہارے لئے طور سیناء کی وادی میں زیتون کے درخت کو پیدا کیا جس سے زیتون (Olive) کا پھل تمہارے استعمال میں آتا ہے تم اس سے تیل (Oil) نکالتے ہو جس کو تم اپنے جسم پر لگاتے ہو بلکہ اسے بطور سالن (Curry) کے استعمال کرتے ہو۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً: اور بلاشبہ چارپایوں کے پیدا کرنے میں تمہارے لئے عبرت کا سامان موجود ہے جب کہ وہ تمہارے لئے عظیم نعمت بھی ہیں عبرت کی وضاحت یوں ہے کہ جانوروں کے جسم کا خون غذا سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ خون جانور میں پستانوں کی غدود سے لذیذ عمدہ مشروب دودھ نکلتا ہے یہ خالق کائنات کی قدرت پر واضح دلیل ہے کہ تم دودھ سے فوائد حاصل کرتے ہو تم دودھ کو دہی، گھی، پنیر (Cheese) کی شکل میں بنا کر خوراک میں اپنے کام و دہن کو لذتوں سے ہم کنار کرتے ہو اس کے علاوہ بھی تم جانوروں کی اون ان کے بالوں سے اپنا لباس تیار کرتے ہو جسے موسم سرما میں پہنتے ہو اور

جنگلات (Forests) میں رہائش اختیار کرتے وقت ان سے خیمے بناتے ہو اور حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت تناول کرتے ہو جس سے تم نہ صرف یہ کہ لذت سے ہم کنار ہوتے ہو بلکہ تمہاری بھوک بھی دور ہوتی ہے اور کچھ ایسے جانور بھی ہیں جن کی پشت پر تم سواری کرتے ہو بلکہ بھاری بھاری بوجھ ان کی کمر پر رکھتے ہو اور وہ جانور تمہارے بوجھ کو ایسے شہروں کی جانب پہنچاتے ہیں کہ جہاں تم انہیں نہایت مشقت اٹھا کر پہنچا سکتے گویا کہ وہ کشتیاں ہیں سمندر کے سفر میں جن پر تم اپنا سامان رکھتے ہو اور منزل مقصود تک لیجاتے ہو۔[1]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس نے اعلان کیا اے میری قوم! تم **اللہ** کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۲۳) پس اس کی قوم سے ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے یہ شخص تو تمہارے جیسا ہی انسان ہے وہ تم پر تفوق چاہتا ہے اور اگر **اللہ** چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنا ہے (۲۴) یہ شخص تو نہیں ہے مگر ایسا آدمی ہے جس کو دیوانگی کا عارضہ ہے پس تم کچھ مدت تک اس کا انتظار کرو (۲۵) اس نے کہا اے میرے پروردگار! میری مدد کریں اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا ہے (۲۶) پس ہم نے اس کی جانب وحی کی کہ تو ہمارے سامنے اور ہمارے فرمان کے مطابق کشتی تیار کریں تو جب ہمارا حکم آئے اور تنور جوش مارنے لگے تو کشتی میں ہر جنس سے دو عدد نر مادہ لے آئیں، اور اپنے اہل کو لے آئیں سوائے ان کے جن پر **اللہ** کا قول پہلے ثابت ہے اور مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں بات نہ کرنا جو ظالم ہیں بلاشبہ انہیں ڈبو دیا جائے گا (۲۷) پس جب تو اور جو تیرے ساتھ ہیں کشتی میں سوار ہو جائیں تو

[1] نظم الدرر ۱۱/ ۱۲۱، المراغی ۶/ ۲۷۷

آپ کہیں سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا کی (۲۸) اور آپ کہیں اے میرے پروردگار! مجھے برکت والی جگہ میں اتارنا اور تو بہتر اتارنے والا ہے (۲۹) بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ہم امتحان لینے والے ہیں (۳۰)

مفردات کی وضاحت: فَارَ جوش مارا، اَلتَّنُّوْرُ روئے زمین، یہ لفظ عَجْمِیُ الْاَصَل ہے لیکن عربی زبان نے اس کو اس طرح اپنا لیا ہے کہ یہ عربیت فُصْحٰی کا لفظ ہو کر رہ گیا ہے قرآن پاک نے کئی ایسے الفاظ کا ذکر کیا ہے جو مُعَرَّب ہیں اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں، جس طرح مختلف تہذیبیں اخذ وعطا کے ہمہ گیر اصول پر مبنی ہیں اسی طرح زبانوں میں بھی یہی قاعدہ جاری وساری ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا معنیٰ سطح ارض کا ہے بعض نے معروف تنور (Oven) کا معنیٰ لیا ہے بعض نے چشمہ یا وہ مقام جہاں سے سیلاب کا پانی امڈ پڑا۔[1]

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنے بندوں پر ان انعامات کا شمار کیا ہے جو ان پر نشأۃ اولیٰ میں روا رکھے گئے اور پانی کے مہیا کرنے کی نعمت کا ذکر کیا اب اس جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ اکثر امتوں نے ان میں غور وفکر نہ کیا انہوں نے ان نعمتوں کا انکار کیا اور منعم حقیقی اللہ پاک کی عظمت کی جانب توجہ نہ کی خالق کائنات کی عبادت کی بجائے اپنی جانب سے معبود بنائے نیز ان پیغمبروں کے ارشادات کو بھی جھوٹ قرار دیا جن کو ان کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تو ان کے انکار اور استہزاء کے باعث ان کا عذاب الٰہی نے احاطہ کیا انہیں صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا چنانچہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے واقعات سے قریش مکہ اور دیگر لوگوں کو خوف زدہ کرنا ہے کہ اگر انہوں نے اس پیغمبر کی نبوت کو تسلیم نہ کیا تو ان پر بھی عذاب الٰہی مسلط کیا جائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی جانب مبعوث کیا تاکہ انہیں عذاب الٰہی کے نازل ہونے سے خوف زدہ کرے جب کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک بنا رہے ہیں اور ان کی جانب جو پیغمبر اللہ کا پیغام لایا کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اس کے سوا تمہارا کوئی پروردگار نہیں نہ کوئی معبود ہے تمہیں اللہ کے عذاب سے بچاؤ اختیار کرنا چاہیے کہ تم اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ سمجھو۔

لیکن قوم نوح کے رؤساء جو کفر میں مستغرق تھے، اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی انہوں نے برملا نوح علیہ السلام کی مخالفت کی اور اِسْتِکْبَار کے انداز میں کہا کہ نوح کو ہم پر تَفَوُّق حاصل نہیں ہے کہ ہم اس کی نبوت کو تسلیم کریں، دراصل وہ سیادت کا خواہش مند ہے اور تم پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے، مزید برآں انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں تو وہ فرشتوں کو ہماری جانب بھیج دیتا اس کے علاوہ نوح پیغمبر جس بات کی جانب دعوت دے رہا ہے کہ معبود حقیقی ایک اللہ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی پروردگار اور معبود نہیں ہے یہ اس کی انوکھی بات ہے ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے ایسی بات نہیں سنی ہے، معلوم ہوا ان کی اپنی کوئی رائے نہ تھی وہ تو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر مصر تھے اس لئے انہوں نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا۔

[1] لسان القرآن ص ۲۷۳

مزید انہوں نے کہا کہ نوح جو خود کو پیغمبر کہتا ہے یہ پیغمبر نہیں ہے اس کی دماغی کیفیت درست نہیں اس کی باتوں کی جانب توجہ کرنا حماقت ہے اور اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا ہے، بعدازاں انہوں نے ان کی باتوں کا جواب یہ دیا کہ تم سب انتظار کرو شائد وہ اس راہ کو چھوڑ کر پہلی کیفیت پر واپس آ جائے اور تمہارے دین کو قبول کر لے جب کہ ان کی یہ باتیں حقائق سے دور تھیں اس لئے کہ وہ درحقیقت نوح کی شخصیت کو عقل وفکر کے لحاظ سے فوقیت عطا کرتے تھے بالآخر انہوں نے تقلید پر قناعت کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے مقلد ہیں ان سے ہم نے جو کچھ سنا ہے اس پر عمل پیرا ہیں ان کی مخالف جہت کی جانب ہم ہرگز قدم زن نہ ہوں گے لیکن ان کا یہ کہنا کہ نوح پیغمبر دیوانہ شخص ہے بالکل صریح جھوٹ ہے انہیں اچھی طرح علم تھا کہ نوح جواب، خود کو پیغمبر کہتا ہے وہ نہایت سمجھدار اور فطین شخص ہے اس کی رائے کے صحیح ہونے کے بارے میں انہیں انکار نہ تھا۔

جب نوح علیہ السلام نے محسوس کیا کہ قوم تو گمراہی پر مصر ہے ان سے توقع نہیں ہے کہ وہ ایمان لائیں گے بلکہ اللہ پاک کی جانب سے بھی ان پر وحی نازل ہوئی کہ آپ کی قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اے میرے پروردگار! میری مدد فرمائیں اور مجھ سے جو وعدہ کیا گیا ہے اس کو پورا کریں یعنی ان پر عذاب نازل فرمائیں، بلکہ سورۂ نوح میں صراحت ہے: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح: ۲۶)

''اے میرے پروردگار! روئے زمین پر کفار کا کوئی گھر باقی نہ رہنے پائے''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت عطا کرتے ہوئے حکم دیا آپ ہماری نگرانی اور ہماری تعلیم کی راہ نمائی میں کشتی تیار کریں جب آپ کی قوم کے بارے میں ان کی تباہی کا فیصلہ عملی شکل میں ظہور پذیر ہوگا تو اس وقت زمین سے پانی باہر نکلنے لگے گا اس دوران آپ نے ہر قسم کے حیوان سے نر مادہ کے جوڑے کو کشتی پر سوار کرانا ہوگا، نیز اپنی اولاد اور ان کی بیویوں کو بھی کشتی میں سوار کرائیں البتہ جس شخص کے بارے میں ہمارا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ وہ بھی تباہ و برباد ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا اس کو کشتی میں سوار نہیں کرانا ہے اس سے مقصود نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان تھا جو اس طوفان میں اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ ڈوب کر مر گیا، شیخ سعدیؒ کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

پسر نوح بابداں بنشست خاندانِ نبوتش گم شد

''نوح علیہ السلام کا بیٹا بدکردار لوگوں کی مجلس میں شریک ہونے کے باعث اس کا خاندان نبوت سے ہونے نے اس کو کچھ فائدہ نہ دیا''

مزید اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ظالموں کے بارے میں مجھ سے مطالبہ نہ کرنا کہ میں انہیں ڈوبنے سے تحفظ عطا کروں اس لئے کہ اس کے سمیت سبھی پر میرا عذاب واقع ہوگا البتہ جب آپ اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی میں سوار ہوں تو آپ کی زبان پر یہ جملہ ہو کہ ہر قسم کی حمد وثنا اس اللہ کے لئے لائق ہے جس نے ہمیں ان ظالم مشرک لوگوں سے نجات عطا کی اور کشتی سے باہر آتے وقت آپ کی زبان پر یہ کلمات ہوں اے میرے پروردگار! مجھے برکت والی زمین پر اتارنا اور تیری ذات اتارنے والوں سے بہتر اتارنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ قوم نوح کی تباہی میں مشرکین قریش کے لئے عبرت کا سامان ہے شائد وہ کفر سے باز آ جائیں سورۂ ہود میں تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امت کو پیدا کیا (۳۱) تو ہم نے ان میں ان کے قبیلہ سے ایک پیغمبر کو مبعوث کیا کہ تم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۳۲) تو اس کی قوم سے اونچے لوگوں نے کہا جو کافر تھے اور جنہوں نے آخرت کی ملاقات کو جھوٹ قرار دیا اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں رفاہیت دی تھی یہ شخص نہیں ہے مگر تمہارے جیسا انسان ہے ان چیزوں کو تناول کرتا ہے جن کو تم تناول کرتے ہو اور اس کا مشروب وہی ہے جو تمہارا مشروب ہے (۳۳) اور اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی فرماں برداری کی تو بلاشبہ تم اس وقت نقصان اٹھانے والے ہو (۳۴) کیا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم موت سے ہم کنار ہو جاؤ گے اور تم مٹی اور کچھ ہڈیاں ہو گے تمہیں باہر نکالا جائے گا (۳۵) [عقل سے] دور ہے دور ہے جس چیز کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے (۳۶) نہیں ہے مگر ہماری دنیوی زندگی ہم مرجاتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا (۳۷) یہ شخص نہیں ہے مگر انسان ہے اس نے اللہ کے بارے میں جھوٹ کہا ہے اور ہم اس کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں (۳۸) اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے مدد عطا کریں اس کے مقابلہ میں کہ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا (۳۹) اللہ نے بتایا تھوڑے وقت میں ہی وہ پشیمان ہو جائیں گے (۴۰) تو ان کو وعدہ کے مطابق سخت آواز نے اپنی گرفت میں لے لیا تو ہم نے ان کو خس وخاشاک کی طرح کر دیا پس ظالم لوگوں کے لئے ہلاکت ہے (۴۱)

مفردات کی وضاحت: قَرْنٌ سے مقصود امت ہے ہود علیہ السلام کی امت سے قوم عاد مراد ہے، اَتْرَفَ خوش عیش آسودہ حال والے عمدہ اور لذیذ کھانا کھانے والے، قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں عیش وتنعُّم دے رکھا تھا'' یہ عاد وثمود کی ان قوموں کی طرف اشارہ ہے جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں ان کی

بدنصیبی یہ تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے عیش و تنعم سے نواز رکھا تھا اب بجائے اس کے یہ اس پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے الٹا عیش و عشرت کی زندگی ان کے لئے وبال جان بن گئی اور یہ انہیں پر کیا موقوف ہے جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا داعی آیا اس کھاتے پیتے طبقہ کے مخصوص مفادات آڑے آئے اور انہوں نے اس دعوت کو ماننے سے صاف انکار کر دیا کیونکہ ہر انقلابی وروحانی دعوت اس اصول پر مبنی ہوتی ہے کہ بنی نوع انسان میں عدل واحسان کے دائرے وسیع ہوں اور اللہ کے انعامات میں ان سب کا حصہ ہو جو اس کے بندے ہیں اصل بات یہ ہے کہ امراء اور آسودہ حال طبقے یہ نہیں چاہتے کہ اپنے عیش وتنعم میں دوسروں کو شریک کریں۔[1]

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً﴾ ہم نے ان کو خس وخاشاک کی طرح کر دیا اس میں تشبیہ بلیغ کارفرما ہے کہ ہم نے ان کو صفحہء ہستی سے مٹانے کے لئے اوران کو ذلیل کرتے ہوئے کوڑا کرکٹ بنادیا اس ترکیب میں نہ صرف یہ کہ وجہ تشبیہ محذوف ہے بلکہ حرف تشبیہ بھی نہیں ہے اس لئے اس میں بلاغت ہے۔[2]

تشریح: قوم نوح کی تباہی وبربادی کے بعد ہم نے قوم عاد کو پیدا فرمایا ان میں سے ہی ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا انہوں نے انہیں اللہ کی توحید کی جانب دعوت دی اور واضح کیا کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت اور اسی کی اطاعت کرو بت پرستی کے گڑھے سے خود کو نکال کر توحید کے جادۂ مستقیم پر رواں دواں ہو جاؤ اگر تم اللہ کی عبادت سے روگردانی کرتے ہوئے بت پرستی کرتے رہو گے تو اللہ کے عذاب سے تحفظ حاصل نہ کر سکو گے، لیکن قوم عاد کے بدمست اور متکبر قسم کے لوگوں نے ان کی دعوت کا انکار اور آخرت کی تکذیب کرتے ہوئے رفاہیت اور کبر ونخوت کے عالم میں کہا کہ یہ شخص جو ہمیں ایک اللہ کی عبادت کی جانب دعوت دے رہا ہے اس کو تم پر ہرگز برتری حاصل نہیں ہے یہ تو بس تمہارے جیسا انسان ہے اس میں کوئی امتیازی وصف نہیں ہے تمہاری طرح اس کا رہن سہن اس کا کھانا پینا ہے اس لئے ہم اس کی اطاعت نہیں کر سکتے اور نہ آخرت کے دن کو تسلیم کرتے ہیں موت کے بعد ہمیں ہرگز اٹھایا نہیں جائے گا اگر تم اس کی اطاعت کرو گے جب کہ یہ تمہارے جیسا انسان ہے اس میں کچھ برتری اور تفوّق کی کوئی بات نظر نہیں آتی ہے تو تمہیں جو مقام حاصل ہے تم اس سے محروم ہو جاؤ گے اور دنیوی جاہ وجلال اور شرف تم سے چھن جائے گا۔

مزید تعجب خیز اس کا یہ کہنا ہے کہ تم فوت ہونے کے بعد جب مٹی ہو جاؤ گے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ جائے گا تو تمہیں دوبارہ زندگی عطا ہو گی اور ثواب وعقاب کے مراحل سے گزرنا ہو گا اس کی یہ باتیں عقل وفراست سے دور ہیں ہمیں ہرگز نہیں اٹھایا جائے گا اور نہ ہی محاسبہ اور جزا سزا کا عمل ظہور پذیر ہو گا یہ تو افسانوی باتیں ہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف دنیوی زندگی ہے جب ہم موت سے ہم کنار ہوں گے تو پھر ہمیں زندگی نہیں ملے گی ہماری مثال تو اس سبزے کی مانند ہے جو زمین پر اگتا ہے پھر خشک ہو جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے دوبارہ اس کا زندگی میں نہیں آنا ہوتا ہے۔

اس اِستِحالہ کے بعد انہوں نے کھلے انداز میں ھود علیہ السلام کے بارے میں اس حقیقت کا اظہار کیا کہ یہ شخص تو ایک انسان ہے یہ اللہ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر رہا ہے اس کا یہ کہنا کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں وہی آسمان وزمین کا خالق ہے بالکل جھوٹ ہے اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ تم موت سے ہم کنار ہونے کے بعد جب تمہارا جسم مٹی ہو جائے گا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی

[1] لسان القرآن ص ۲۶۴ [2] صفوۃ التفاسیر القسم السابع ص ۶۰

رہ جائے گا تو تمہیں اخروی زندگی میں اٹھایا جائے گا ہم ہرگز اس کی اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے انکے اس احمقانہ جواب کے بعد ہود علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ان پر غلبہ عطا فرما اور انکی نافرمانی کے باعث ان سے انتقام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ تجھے جھٹلانے والے کچھ عرصہ کے بعد عذاب میں گرفتار ہوں گے اپنے انکار پر ندامت محسوس کریں گے لیکن ندامت سے انہیں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا چنانچہ انکے کفر کے باعث ان کو خوفناک آواز نے تباہ و برباد کر دیا انکی کیفیت خس و خاشاک جیسی ہو گئی اس طرح قوم عاد اپنے ظلم کے باعث تباہی سے ہمکنار ہوئی۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ ۢبَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَاتَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے بعد دیگر اقوام کو پیدا کیا (۴۲) کوئی بھی جماعت اپنے وقت سے سبقت نہیں لے جاتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتی ہے (۴۳) بعد ازاں ہم نے اپنے پیغمبروں کو مسلسل بھیجا جب بھی کسی امت کے ہاں ان کا پیغمبر آیا تو اس کو انہوں نے جھوٹا قرار دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلایا اور ہم نے ان کو افسانہ بنایا پس ان لوگوں کیلئے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں (۴۴) پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا (۴۵) فرعون اور اس کی جماعت کی جانب تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تکبر کرنے والے لوگ تھے (۴۶) تو انہوں نے کہا بھلا ہم ایسے دو انسانوں پر ایمان لائیں جو ہمارے جیسے ہیں اور ان کی قوم ہماری خادم ہے (۴۷) پس انہوں نے انہیں جھٹلایا تو وہ ہلاک کئے گئے لوگوں سے ہو گئے (۴۸) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی شاید وہ ہدایت پائیں (۴۹) اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو اونچی جگہ عطا کی جو آرام دہ اور رواں دواں پانی والی تھی (۵۰)

مفردات کی وضاحت: تَتْرٰی یکے بعد دیگرے مسلسل، علامہ رازی نے اس کو وَتَرَ الْقَوس سے ملایا ہے جس طرح کمان (Bow) کی تندی کمان کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اسی طرح اللہ کے پیغمبر مسلسل لازماً آتے رہے جس طرح تقویٰ کا اصل وَقویٰ ہے اسی طرح تَتْرًا کا وَتْرًا ہے چنانچہ وَاتَرتِ الْخَبَرَ سے مقصود بعض خبروں کو بعض کے پیچھے لانا ہے۔ (نظم الدرر ۱۳/۱۴۳)

تشریح: قوم عاد کی ہلاکت کے بعد دیگر قوموں کو ہم نے پیدا کیا جیسے صالح، لوط، شعیب، اور دیگر پیغمبروں کی اقوام ہیں ان میں سے ہر امت کو تباہی و بربادی کے عین وقت پر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹادیا گیا بعد ازاں ہم نے مسلسل پیغمبروں کو مبعوث فرمایا ہر قوم کی جانب پیغمبر آئے لیکن جب بھی کسی پیغمبر نے اپنے پروردگار کی جانب سے شریعت کے احکام کو پیش کیا تو انہوں نے پیغمبر کو جھوٹا قرار دیا جیسا کہ آپ کی قوم نے بھی آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا اور مخالفت پر اتر آئے لیکن جب انہوں نے اپنے پیغمبروں کی اطاعت نہ کی بلکہ ان کی نبوت کا انکار کیا تو ہم نے انہیں یکے بعد دیگرے تباہ و برباد کیا اور ہم نے ان کی تباہی کے واقعات کو نشان عبرت بنایا عوام و خواص ان کی تباہی و بربادی کا اپنی محفلوں میں تذکرہ کرتے رہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ پیغمبروں کی اطاعت نہیں کرتے ہیں انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ: ان پیغمبروں کے بعد جن کا پہلے تذکرہ ہوا ہے ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو فرعون اور قبطیوں کی جانب واضح نشانیوں اور روشن دلائل کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے ان کی اطاعت سے سرکشی اختیار کی اور ان کی اطاعت سے انکار کیا حقیقت یہ ہے کہ ان کے مزاج میں خودسرائی اور کبر و رعونت کا داعیہ ابھرا ہوا تھا، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے کھل کر کہا کہ ہم ان کی اطاعت نہیں کریں گے جب کہ ان دونوں کی قوم بنی اسرائیل ہمارے خادم ہیں اور ہماری بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ان کی ذمہ داری ہے بھلا اس قماش کے لوگ منصب رسالت کا استحقاق رکھتے ہیں ان کی کیفیت بالکل قریش مکہ کے ساتھ ملتی جلتی ہے جنہوں نے فخر و غرور کے عالم میں رسول اکرم جناب **محمد** ﷺ کی حیثیت کو معمولی قرار دیتے ہوئے یہ جملہ دہرایا کہ اگر **اللہ** پاک نے قرآن پاک کو کسی شخص پر نازل کرنا تھا تو طائف اور مکہ مکرمہ دونوں شہروں میں سے کسی سرمایہ دار عظیم شخصیت پر نازل ہوتا انہیں معلوم نہیں کہ نبوت اور رسالت کے عطا کرنے کا معیار مادی وسائل کی فراوانی نہیں ہے بلکہ نفسیاتی خوبیوں اور اخلاقی برتری کا رہین منت ہے، مزید برآں دنیوی علائق سے انہیں نفرت ہو اور **اللہ** تعالیٰ کی جانب ان کا رجحان سر برآوردہ ہو۔

چنانچہ فرعون اور اس کے رفقاء نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بحر قلزم (The Redsea) کی لہروں کے سپرد کر دیا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کیا جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور کفر پر ڈٹے رہے ان کی تباہی کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کی جو مامورات و منہیات الٰہیہ پر مشتمل تھی شائد باقی ماندہ لوگ حق و صداقت کو قبول کریں اور احکام الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کریں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً: اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو لوگوں کے لئے نشان عبرت بنایا اور اس کی تخلیق ہماری عظیم قدرت پر گواہ ہے جب کہ ہم نے اس کو باپ کے بغیر پیدا کیا، مزید ابھی وہ سن رضاعت میں تھے کہ انہوں نے گفتگو کی اور انہیں مزید عظمت عطا کی کہ مادرزاد اندھے (Blind) اور پھلبہری کی بیماری والے مریض ان کی دعا سے شفایاب ہو جاتے اور مردوں کو زندہ کر لیتے تھے جب کہ ان کی والدہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر جنم دیا پس ان دونوں کا وجود عادتِ مُسْتَمِرَّہ کے خلاف ظہور پذیر ہوا اور ہم نے ان دونوں کو اونچی جگہ پر اتارا جہاں پھلوں کی کثرت کے ساتھ پانی بھی وافر مقدار میں تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: ہم نے کہا اے پیغمبرو! تم پاکیزہ کھانے تناول کرو اور اعمال صالحہ کرو بلاشبہ میں جانتا ہوں جو تم کر رہے ہو (۵۱) اور بلاشبہ یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو تم مجھ سے ڈرتے رہو (۵۲) تو امتوں نے اپنے دین کے معاملہ کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہر جماعت جو اسکے پاس ہے اس پر خوش ہے (۵۳) پس آپ ان کو کچھ وقت تک ان کی غفلت میں چھوڑ دیں (۵۴) کیا وہ گمان میں ہیں اس سے جو ہم انہیں مال اور بیٹوں کی امداد دے رہے ہیں (۵۵) ہم ان کے لئے فوائد میں تو جلدی کر رہے ہیں بلکہ وہ سمجھتے نہیں ہیں (۵۶)

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک نے ہر پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ حلال پاکیزہ لذیذ کھانا تناول کرے اور اعمال صالحہ کرے تا کہ اعمال صالحہ اللہ پاک کے انعامات ظاہریہ اور باطنیہ کے تشکر کا نشان ہوں اگر چہ اس آیت میں انبیاء کرام کو مخاطب کیا گیا ہے جب کہ ان کی امتوں کو بھی ان کی تابعداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہیں، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے اس کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی پھر آپ نے ایک شخص کے بارے میں وضاحت کی جو طویل سفر کرتا رہتا ہے اس کا جسم غبار آلود رہتا ہے اور اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں لیکن اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام مال سے لیا گیا ہے ایسا شخص جب اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھاتا ہے اپنے پروردگار کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں ڈانٹ پلاتے ہیں تیرا کھانا پینا لباس حرام کا ہے کس طرح تیری دعا کو قبولیت حاصل ہو سکتی ہے؟[1]

ذہن نشین کریں جب انبیاء کرام کو اس کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی امتوں کو بھی پیغمبروں کی پیروی کرتے ہوئے پاکیزہ حلال لقمہ منہ میں ڈالنا چاہیے اور اعمال صالحہ پر قائم دائم رہنا چاہیے مزید فرمایا سبھی پیغمبروں کا ایک دین ہے ایک ملت ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور میں تمہارا پروردگار ہوں میری ربوبیت اور الوہیت میں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام ایک اکائی ہے وحدت ہے اس میں حزبیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا: لیکن پیغمبروں کی امتوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی خواہشات نفسانیہ کی پیروی کی اور دین اسلام کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا ہر فرقہ نے خود کو صحیح قرار دیا اور خود کو سچا سمجھا دوسرے کے مسلک کو غلط کہا، انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے ہم دریافت کرتے ہیں تمہاری عقل کہاں چلی گئی اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے پیغمبروں کو مبعوث کیا تمہیں ایک سٹیج

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ۹، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۲، مسند احمد ۲/۳۲۸

(Stage) پر گامزن رہنے کا حکم دیا لیکن تم نے اسلام کے نام پر آپس میں اختلاف کو اجاگر کیا اسلام نے اصول وعقائد کے لحاظ سے تمہیں ایک پلیٹ فارم (Plate Farm) پر گامزن رہنے کا حکم دیا لیکن تم مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے مذاہب کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے اس کے سبب عقائد میں اختلاف کو برداشت نہیں کیا جا سکتا کیا دین اسلام میں تبدیلی رونما ہو چکی ہے؟ کیا قرآن کے محتویات میں اختلاف ممکن ہے ہرگز نہیں، لیکن جب اس کے باوجود اتفاق ناپید ہو چکا ہے، حنفیت، شافعیت، مالکیت وغیرہ کے مراکز نظر آ رہے ہیں اختلاف نے معاشرہ میں مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم سے اتار کر مختلف گروہ بندیوں میں تقسیم کر دیا ہے ان میں کوئی بھی گروہ خیر خواہی کی باتوں کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ انہیں گمراہی کے گڑھے میں چھوڑ دیں یہانتک کہ وہ عذاب الٰہی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے۔

اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِیۡنَ: اس آیت کریمہ میں ان کی غلطی کو واضح کیا ہے جب کہ وہ اس خیال میں تھے کہ ہمیں فراوانی سے رزق مل رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک ہم پر خوش ہیں ان کے اس غلط خیال کی نفی کرتے ہوئے اللہ پاک نے انہیں کہا کہ تم دھوکے میں مبتلا ہو کہ تمہارے پاس مال اولاد کی کثرت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا مقام ہے اور وہ تم سے خوش ہے ہرگز نہیں یہ تو اللہ پاک کی جانب سے ڈھیل ہے کہ تم اللہ پاک کی نافرمانیوں میں خود کو نہایت فراخی کے ساتھ مستغرق کئے جاؤ ان کی کیفیت تو چار پایوں کے مشابہ ہے جو عقل اور شعور سے خالی ہوتے ہیں ان کے ذہن میں یہ خیال گردش ہی نہیں کرتا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ڈھیل ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَھُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا﴾ [1]

''ہم ان کو اس لئے ڈھیل دیتے ہیں تا کہ وہ مزید گناہوں میں مستغرق ہوں''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاقیات کو بالکل اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسا کہ معیشت کے اسباب کو تقسیم کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیوی مال ومتاع تو اللہ پاک اپنے دوستوں اور دشمنوں کو یکساں طور پر عطا کرتا ہے لیکن دین اسلام کا فہم ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ پاک نے دین اسلام کا فہم عطا کیا تو گویا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کوئی شخص مسلمان نہیں جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان اسلام کے اصولوں کے تابع نہیں ہے اور کوئی شخص ایماندار نہیں ہے جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہیں، مقصود یہ ہے کہ نہ مسلمان بھائی کے ساتھ دھوکہ کرے نہ اس پر ظلم کرے۔ [2]

اِنَّ الَّذِیۡنَ ھُمۡ مِّنۡ خَشۡیَۃِ رَبِّھِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّھِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ بِرَبِّھِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُھُمۡ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمۡ اِلٰی رَبِّھِمۡ رٰجِعُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَھُمۡ لَھَا سٰبِقُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا وَلَدَیۡنَا کِتٰبٌ یَّنۡطِقُ بِالۡحَقِّ وَھُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب کے خوف سے اضطرابی کیفیت میں ہیں (۵۷) اور وہ لوگ جو

[1] آل عمران: ۱۷۸ [2] صحیح بخاری کتاب الادب باب ۲۹، مسند احمد ۱/۳۸۷، ابن کثیر ۳/۳۹۷

اپنے پروردگار کی آیات پر یقین رکھتے ہیں (۵۸) اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے ہیں (۵۹) اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور ان کے دل خوفزدہ ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اپنے پروردگار کی جانب لوٹنے والے ہیں (۶۰) یہ لوگ نیک کاموں کے کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور یہ ان کاموں کی جانب سبقت لے جانے والے ہیں (۶۱) اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے ہیں مگر اس کی طاقت کے مطابق اور ہمارے نزدیک اعمال نامے ہیں جو سچائی کے ساتھ بول رہے ہیں اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۲)

مفردات کی وضاحت: **مُّشْفِقُوْنَ** اللہ کے خوف کے باعث ہمیشہ اطاعت گزاری کرنے والے لوگ، ایت سے مقصود کائناتی دلائل جو عالم افلاک میں پائے جاتے ہیں اور وہ آیات جنہیں اللہ پاک نے لوگوں کی اصلاح کے لئے نازل کیا ہے، **فَائِزُوْنَ** مقاصد کے حصول کے باعث کامیاب لوگ۔

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے ان لوگوں کو مذموم قرار دیا ہے جنہوں نے دین اسلام میں تفرقہ بازی کو قائم کیا اور اپنی علم و آگہی پر خوش رہے جب کہ انہیں خبردار کیا جارہا ہے کہ وہ وہم و گمان میں مبتلا ہیں اسکے بعد ان لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جن میں اعمال صالحہ کی جانب رغبت کا داعیہ موجود ہے ان کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے عذاب کے خوف سے اللہ پاک کی اطاعت پر ہمیشہ رواں دواں رہتے ہیں تاکہ اس کی خوشنودی حاصل ہو، مزید اللہ پاک کی ناراضگی سے خوف زدہ ہوتے ہوئے گناہ کے کاموں سے . رہتے ہیں اور اللہ پاک کی قدرت پر آفاقی اور انفسی دلائل پر یقین کرتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ذات ہے اس کے ساتھ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے بے نیاز ہے وہ بیوی، اولاد سے بے نیاز ہے۔

اللہ پاک تو نہ صرف یہ کہ **توحيد في الربوبية** کے وصف کے ساتھ موصوف ہے بلکہ **توحيد في الالوهية** میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے جب کہ مشرکین کی کثیر تعداد **توحيد في الربوبية** کو تسلیم کرتی ہے لیکن **توحيد في الالوهية** کا انکار کرتے ہیں اسی لئے وہ بت پرستی وغیرہ کرتے ہیں، مزید ایمان دار لوگ جب صدقہ خیرات کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خوف برابر جاگزیں رہتا ہے کہ شائد ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت سے ہم کنار نہ ہو سکے چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ سے ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا﴾ کے بارے میں دریافت کیا، کیا اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں شراب پیتے ہیں چوری کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا ارتکاب کرتے وقت اللہ سے خوف زدہ رہتے ہیں؟ آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے جواب دیا نہیں! اے ابوبکر کی بیٹی! جبکہ اس سے مقصود تو وہ شخص ہے جو نماز ادا کرتا ہے روزہ رکھتا ہے صدقہ خیرات کرتا ہے لیکن ان اعمال صالحہ کی ادائیگی پر وہ خوفزدہ رہتا ہے شاید بارگاہ الٰہی میں انکی قبولیت نہ ہو پائے۔[1]

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ: جن لوگوں میں ذکر کردہ اعمال صالحہ موجود ہوں گے یہ لوگ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں رغبت کریں گے ادائیگی میں جلدی کریں گے تاکہ ان کی ادائیگی سے محروم نہ ہو جائیں۔

---

[1] صحیح ابن ماجه کتاب الزهد باب ۳۰، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورة ۲۳، مسنداحمد ۱۵۹/۶

وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ: یہ لوگ اطاعت کے کاموں میں ثواب کے حصول کے لئے سبقت لے جائیں گے مقصود یہ ہے کہ صدقات خیرات کا عمل بھی تب دونوں جہانوں کے لئے باعث سعادت ہوگا جب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ڈر بھی شامل حال ہو۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: یہ ہماری سنت ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں مبتلا نہیں کرتے ہیں جیسا کہ جو شخص نماز میں قیام نہیں کر سکتا وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور جو شخص بیٹھ کر بھی اس فریضہ کو سرانجام نہیں دے سکتا تو وہ اشارے کے ساتھ ادا کرے اور ہمارے پاس لوگوں کے اعمال نامے ہیں محاسبہ کے وقت وہ ان کی تلاوت کریں گے اور جزا سزا کے عمل میں کسی پر ظلم نہ ہوگا نہ ثواب میں کمی ہوگی نہ عذاب میں اضافہ ہوگا عدل وانصاف کے ساتھ نظام جاری ہوگا۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى
اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ
﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ
سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ
يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ
لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ
بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ
خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ
لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا
يَتَضَرَّعُوْنَ﴿٧٦﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴿٧٧﴾ ع

ترجمہ: بلکہ ان کے دل اس بات سے غفلت میں ہیں اور ان کے علاوہ بھی ان کے اعمال ہیں جن کو وہ غفلت میں کرنے والے ہیں (۶۳) یہاں تک کہ جب ہم ان سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کریں گے تو اچانک وہ چیخنے لگ جائیں گے (۶۴) ہم ان سے کہیں گے آج کے دن تم فریاد نہ کرو بلاشبہ ہماری جانب سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی (۶۵) بلاشبہ تم پر میری آیات کی تلاوت ہوتی رہی لیکن تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاتے رہے (۶۶) اہل قرآن پر تکبر کرنے والے افسانہ کہہ کر تم اس کو چھوڑتے رہے (۶۷) کیا وہ اس بات میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں یا ان کے ہاں ایسی چیز آئی ہے جو ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد پر نہیں آئی (۶۸) کیا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں ہے کہ وہ اس سے واقف نہیں ہیں (۶۹) کیا وہ کہتے ہیں اس میں دیوانگی ہے بلکہ وہ ان

کے پاس حق کو لایا ہے اور ان سے زیادہ لوگ حق کو ناپسند جاننے والے ہیں (۷۰) اور اگر اللہ ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں فساد رونما ہو جاتا بلکہ ہم ان کے پاس ان کے لئے نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے روگردانی کرنے والے ہیں (۷۱) کیا آپ ان سے مزدوری طلب کرتے ہیں جب کہ آپ کے پروردگار کی مزدوری بہت بہتر ہے اور وہ بہتر رزق عطا کرنے والا ہے (۷۲) اور بلاشبہ آپ ان کو سیدھے راہ کی جانب دعوت دے رہے ہیں (۷۳) اور بلاشبہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں وہ سیدھے راستہ سے ایک جانب ہونے والے ہیں (۷۴) اور اگر ہم ان پر رحم کرتے اور ان کی تکلیف کو دور کر دیتے تو وہ اپنی سرکشی میں پڑے رہتے حیران پھرتے رہتے (۷۵) اور بلاشبہ ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کرلیا تو انہوں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آہ وزاری نہ کی اور غفلت میں پڑے رہے (۷۶) یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھولا تو وہ اس میں ناامید ہو گئے (۷۷)

مفردات کی وضاحت: غَمْرَةٌ غفلت، جہالت، جَأَرَ الرَّجُلُ انسان نے آواز کو بلند کیا، تَنْكِصُوْنَ تم ان کے سننے سے روگردانی کرتے ہو، نُكُوصٌ ایڑیوں پر پھر جانا، هُجْرٌ فحش کلام۔

تشریح: بلکہ کفار کے دل پردے، غفلت اور قرآن کی ہدایت سے دور اندھیرے میں ہیں کفر اور شرک کے علاوہ بھی ان میں کثرت کے ساتھ برے اعمال ہیں مستقبل میں بھی وہ اسی انداز پر بداعمالیوں کے مرتکب رہیں گے اس وجہ سے ان پر عذاب کا اترنا متحقق ہوگا یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے صاحب ثروت اور معاشرہ میں مال ودولت کے باعث جو عیش وآرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان پر نہایت تیزی کے ساتھ جلد ہی بھوک، قتل اور دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار کرا دیتے ہیں تو اس وقت وہ چیخنے لگ جاتے ہیں اور اونچی آواز کرتے ہوئے کسی مددگار کو پکارتے ہیں جیسا کہ کفار آپ کے دور میں سات سال تک قحط سالی کی زد میں رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا تم اب عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی اپیل نہ کرو اب ضروری ہے کہ تم ہمارے عذاب سے تحفظ حاصل نہ کرسکو گے اب چیخنے چلانے سے تمہیں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ تم پر قرآن پاک کی آیات کی تلاوت ہوتی رہی اور تم سنتے رہے لیکن تم نے آیات سے روگردانی کی اور تمہاری کیفیت تو اس شخص کی سی تھی جو انکار کرتے ہوئے اپنی ایڑیوں پر واپس پھر جاتا ہے اس میں استعارہ تَمْثِيْلِيَة ہے مشرکین نے جب قرآن پاک کے سننے سے روگردانی کی تو گویا کہ وہ اپنی ایڑیوں پر رجعت قہقریٰ کے مرتکب ہوئے تاکہ قرآن پاک کی آواز ان کے کانوں میں پہنچنے نہ پائے انہوں نے قرآن پاک کی تصدیق سے کبر ونخوت کی کیفیت میں روگردانی کی۔

علامہ ابن کثیرؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ وہ لوگ رات کے لمحات میں جب آپس میں کہانیاں بیان کرتے تو قرآن پاک کے ملفوظات کو فحش کلام قرار دیتے تھے اس کو شعر کے قبیل سے بتاتے اور جادو کا کرشمہ اور کہانت کا الزام لگاتے اور سابقہ اقوام کی کہانیوں کا مجموعہ بھی کہا کرتے تھے جبکہ ابن جوزی نے مجرور ضمیر کا مرجع بیت الحرام قرار دیا

قرار دیا ہے حالانکہ بیت الحرام کا تذکرہ اس سے پہلے نہیں ہے لیکن بیت الحرام کی شہرت ہی کافی ہے اس عدم ذکر سے ہرگز کچھ قباحت نہیں ہے، مقصود یہ ہے کہ تم بیت الحرام کے قرب وجوار میں بیٹھ کر فخر کر رہے ہو اور تکبر کرنے سے باز نہیں آرہے ہو تم فخر کرتے ہوئے کہتے ہو ہم تو حرم والے ہیں اللہ کے گھر کے متولی اور خادم ہیں اور ہم ہرگز کسی سے ڈرتے نہیں ہیں تم اپنی مجالس میں رات کے وقت فحش گفتگو کرتے ہو قرآن پاک کے خلاف تمہاری زبانیں مذموم الفاظ نکالنے سے رکتی نہیں ہیں بلکہ تم آخرالزمان پیغمبر محمد ﷺ کو دیوانہ، کاہن، جادوگر، افسانہ نویس اور شاعر قرار دیتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن پاک کے معانی میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ یہ قرآن تو واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جب اس کی حیران کن ترتیب بار بار ہر اس شخص کو دعوت دیتی ہے جو قرآن پاک کے نظم وترتیب پر غور کرے گا تو وہ مجبور ہو کر اعلان کرے گا کہ یہ تو اللہ کا کلام ہے اور ایسا عجیب کلام ہے کہ اس جیسا کلام اس سے پہلے نہیں آیا، علامہ ابوالسعود کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبروں پر مقدس کتابوں کا نزول ہوتا رہا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت قدیمی انداز ہے اس سے انکار نہیں ہوسکتا اور آخرالزمان پیغمبر پر قرآن پاک کا نازل ہونا بھی پہلی کتب کی طرح ہے اس کا انکار بھی کیسے کیا جاسکتا ہے؟

اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ: مزید کفار مکہ کو تہدید آمیز انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ آخرالزمان پیغمبر جناب محمد ﷺ کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ان میں امانت داری، سچائی اور اخلاق حسنہ کے اوصاف کے ساتھ موصوف اور مشہور ہیں، نسب کے لحاظ سے بھی اس کا مقام اونچا ہے تعجب ہے! کہ کفار مکہ نے ان سبھی اوصاف کے باوجود انہیں دیوانہ قرار دیا، جب کہ معاشرہ میں آپ امانت اور سچائی کے وصف کے ساتھ جانے پہچانے جاتے ہیں، مزید عقل وبصیرت کے لحاظ سے آپ کا مقام بہت اونچا ہے اور ذہن کے لحاظ سے بھی روشن ضمیر ہیں اور زیرک باور کئے جاتے ہیں اسی لئے اس کے بعد وضاحت ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ: تعجب ہے کہ وہ محمد ﷺ کو دیوانہ قرار دے رہے ہیں ان جملہ پر نہ صرف یہ کہ انہیں اس جملہ کے باعث ڈانٹ پلائی جارہی ہے بلکہ ان کی دشمنی پر حیرت واستعجاب کا اظہار کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے وضاحت فرمارہے ہیں ان کے سبھی الزامات اس لائق ہیں کہ ان کی جانب توجہ ہی نہ کی جائے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ ان کے پاس واضح سچائی کو لائے ہیں جس میں ہرگز باطل کا شائبہ تک بھی نہیں ہے جب کہ قرآن پاک توحید اور اسلام کے احکام پر مشتمل ہے اس کے باوجود اکثریت ان لوگوں کی ہے جو حق وصداقت کا انکار کر رہے ہیں ان کے انکار کا باعث ان کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے، ابوطالب کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

فَوَاللّٰهِ لَولَا أَنْ اَجِیءَ بِسُبَّةٍ تَجُرُّ عَلٰی اَشْیَاخِنَا فِیْ الْقَبَائِلِ
اِذًا لَاتَّبَعْنَاهُ عَلٰی كُلِّ حَالَةٍ مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَیْرَ قَوْلِ التَّخَاذُلِ

''اللہ کی قسم اگر مجھے گالی گلوچ کا خطرہ نہ ہوتا کہ ہمارے بڑے اس کی زد میں آتے تو ہم اس پیغمبر کی ضرور تابعداری کرتے یہ بات پختہ ہے مزاحیہ انداز نہیں ہے معلوم ہوا وہ بلاشبہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑنے کو اپنے لئے عار تصور کرتے تھے وگرنہ اسلام کی حقانیت کے منکر نہ تھے''

اگر توحید جس کو وہ ناپسند گردانتے ہیں ان کی خواہشات کے موافق ہو جائے تو عالم کا علوی سفلی سبھی نظام ختم ہو جائے گا اور سبھی مخلوقات بھی اپنے فاسدانہ اختلاف کے باعث موت سے ہم کنار ہو جائے، مقصود یہ ہے کہ انسان عاجز ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو اپنے سبھی اوصاف اور افعال اور تدبیر کے لحاظ سے کامل اور مکمل ہے بلکہ ہم نے انہیں قرآن پاک سے نوازا ہے لیکن لوگ اس سے روگردانی کر رہے ہیں جب کہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ قرآن پاک کے احکام کی اطاعت کرتے لیکن وہ اس سے روگردانی کر رہے ہیں حالانکہ اس کی اطاعت ان کے لئے شرف سے وابستہ تھی۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ ان سے رسالت کی تبلیغ پر اجرت کا مطالبہ کر رہے ہیں تو اس وجہ سے وہ ایمان قبول نہیں کر رہے ہیں اس جملہ کے مفہوم میں بوجہ ان کے ایمان نہ لانے کے انہیں معیوب قرار دیا ہے جب کہ محمد ﷺ رسالت کے احکام کے پہنچانے پر ان سے اجرت کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں تو پھر کیوں اسے جھوٹا قرار دے رہے ہیں؟ اور اس کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ رسالت کی تبلیغ پر اللہ پاک کی جانب سے جو عطیہ آپ کو حاصل ہوگا وہ آپ کے لئے بہتر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سبھی عطیات دینے والوں سے اللہ تعالیٰ زیادہ عظمت اور شرف کے ساتھ موصوف ہے اس لئے کہ اللہ پاک کا عطیہ سے نوازنا ہرگز کسی ضرورت کے پیش نظر نہیں ہے جب کہ اللہ پاک کی ذات کے علاوہ کوئی بھی شخص جب کسی کو عطیہ سے نوازتا ہے تو اس کے ذہن میں لازماً کوئی نہ کوئی آرزو خوابیدہ ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ آپ ان کو اسلام کی جانب دعوت دے رہے ہیں اور اسلام ہی کا راستہ صراط مستقیم ہے جو جنت (Paradise) میں داخل کرے گا اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ جو لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور جزا سزا کے عمل کو تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ صراط مستقیم کی راہ پر رواں دواں نہیں ہیں، شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ: اگر ہم ان مشرکین پر بفرض محال رحمانہ انداز اختیار کر لیتے ہیں جنہوں نے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور آپ کے ساتھ دشمنی پر اصرار کیا اور انہیں قحط سالی سے تحفظ عطا کریں گے اور دیگر مصائب کو بھی ختم کر دیں گے تو گمراہی پر برقرار رہیں گے حدود الٰہیہ سے تجاوز کریں گے اس کیفیت میں بظاہر وہ مخبوط الحواس دکھائی دیں گے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ: ہم نے انہیں مصائب اور تکالیف شاقہ میں مبتلا کیا قحط سالی نے ان کے اطمینان کو غارت کر دیا اس پر بھی وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مسکنت کی کیفیت میں حاضر نہ ہوئے اور اللہ کے جلال سے خوفزدگی کے عالم میں مسکنت و تواضع کا اظہار نہ کیا اور نہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مصائب کے ختم کرنے کی دعا کی بلکہ سرکشی اور تکبر پر ڈٹے رہے، مقصود یہ ہے کہ انہوں نے تواضع اختیار نہ کی نہ بارگاہ الٰہیہ میں حاضری دی بلکہ مستقبل میں بھی اللہ کی پناہ میں آنے کا خیال نہیں رکھتے ہیں ان میں سرکشی کا گراف (Graph) بہت اونچا ہے یہاں تک کہ جب ان کے پاس آخرت کی خوفناکیاں آئیں گی، اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آئے گا جس کا انہیں وہم گمان بھی نہ تھا تو اس وقت مایوسی کے عالم میں حیران و ششدر ہو جائیں گے اور مایوسی نے انکا گھراؤ کر رکھا ہوگا۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ
النَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا
يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ
بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: اور وہ ایسی ذات ہے جس نے تمہارے لئے شنوائی، بینائی اور دلوں کو پیدا کیا تو تم کم ہی شکریہ ادا کرتے ہو (۷۸) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے تمہیں زمین میں سے پیدا کیا اور اسی کی جانب تم اٹھائے جاؤ گے (۷۹) اور وہ ایسی ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور فوت کرتا ہے اور اسی کے لئے رات اور دن کا آنا جانا ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو (۸۰) بلکہ انہوں نے اسی طرح کی باتیں کیں جس طرح کی پہلے لوگوں نے کیں (۸۱) انہوں نے کہا کیا جب ہم فوت ہو جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم اٹھائے جائیں گے (۸۲) بلاشبہ اس کا ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے وعدہ لیا گیا یہ نہیں ہے مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۸۳) آپ کہیں زمین اور جو اس میں ہے کس کے لئے ہے اگر تم جانتے ہو (۸۴) وہ کہیں گے یہ سب اللہ کے لئے ہے آپ کہیں کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو (۸۵) آپ کہیں سات آسمانوں کا پروردگار اور عظمت والے عرش کا پروردگار کون ہے (۸۶) وہ کہیں گے یہ سب اللہ کے لئے ہے آپ کہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۸۷) آپ کہیں کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جا سکتی ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ (۸۸) وہ کہیں گے یہ سبھی اللہ کے لئے ہے آپ کہیں پھر تم کیسے فریب دیئے جاتے ہو (۸۹) بلکہ ہم ان کے پاس حق کو لائے ہیں اور یقیناً یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں (۹۰)

تشریح: انعامات الٰہیہ اور وحدانیت کے دلائل کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اللہ پاک کی ذات ایسی ذات ہے جس نے تمہارے فائدہ کیلئے حواس ظاہرہ کو پیدا کیا، کان اس لئے عطا کئے گئے کہ تم ان کے ساتھ شنوائی حاصل کرو اور آنکھوں کے ساتھ تم فضائے بسیط کی چیزوں کو دیکھ سکو اور دلوں کی نعمت سے اس لئے نوازا تاکہ تم حقائق پر غور و فکر کرو اور سمجھ سکو اس جملہ میں مشرکین کو ڈانٹ پلائی جا رہی

ہے جب کہ وہ عطا کردہ انعامات الٰہیہ کو ان کے مصارف میں استعمال نہیں کرتے ہیں ظاہر ہے کہ قوت سامعہ کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ ان حقائق اور دلائل کو سنا جاسکے جن سے مقاصد کی جانب راہ نمائی حاصل ہوتی ہے جب کہ قوت باصرہ کے باعث قدرت الٰہیہ کے مناظر کو دیکھ سکو گے اور عقل کی تخلیق اس لئے کی گئی ہے تا کہ اس کے ساتھ **اللہ** کی مصنوعات اور اس کی قدرت باہرہ میں غور وفکر کیا جاسکے لیکن جو شخص ان انعامات الٰہیہ کو ان کے مصارف میں استعمال نہیں کرے گا تو اسے ہرگز اس کا مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَمَا اَغْنٰی عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ﴾ (الاحقاف:۲۶) ''ان کو ان کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ اور قوت عقلیہ نے کچھ فائدہ نہ دیا'' تم اپنے پروردگار کے انعامات کا شکریہ بہت کم ادا کرتے ہو جب کہ **اللہ** کے انعامات کی تم پر کثرت کے ساتھ بارش ہو رہی ہے۔

اور **اللہ** ہی کی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور زمین میں تم سے تمہاری نسل کو پھیلا دیا اور موت کے بعد لازماً تمہیں میدان حشر میں بارگاہ الٰہیہ کی جانب اٹھایا جائے گا اور **اللہ** کی ذات اس وصف کے ساتھ بھی موصوف ہے کہ وہ انسانی ڈھانچہ کی بوسیدہ ہڈیوں کو از سر نو زندگی عطا کرے گا اور وہ مخلوقات اور امتوں کو موت سے ہم کنار کرتا ہے اس کے وجود اس کی قدرت تامہ کی دلیل یہ ہے کہ رات اور دن میں اس کے حکم کے ساتھ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے **اللہ تعالیٰ** نے تمہیں عقل کی نعمت سے نوازا ہے تم اس کے سبب قدرت الٰہیہ اور اس کی ناراضگی کے اثرات کو دیکھ رہے ہو پس تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ جس ذات کو آغاز میں اس کے لانے پر قدرت حاصل ہے وہ اس کے فنا کے بعد بھی اس کی دوبارہ تخلیق پر قادر ہے۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ: ان آیات اور عبرتوں میں وہ غور وفکر نہیں کرتے ہیں ان میں عقل کا شائبہ تک نہیں ہے اگر ان میں عقل موجود ہوتی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ ضرور غور وفکر کرتے بلکہ کفار مکہ کے مشرکین نے وہی رٹ لگائی جو ان سے پہلے لوگوں نے کہا کیا جب ہم موت کے بعد بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اور ہمارا گوشت پوست مٹی کی شکل اختیار کر جائے گا ہم ذرّات ہو جائیں گے تو تعجب ہے کہ ہمیں دوبارہ کیسے پیدا کیا جائے گا اس کا تصور ہرگز ممکن ہی نہیں، ہمیں معلوم ہے کہ نہ صرف ہمیں بلکہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی یہی کہا گیا اور ان سے دوبارہ اٹھائے جانے کا کہا گیا جب کہ اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے یہ باتیں تو جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَاۤ: **اللہ** پاک نے فوت ہونے کے بعد اٹھائے جانے کو تین دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے:-

(۱) اے پیغمبر! (ﷺ) آپ ان لوگوں سے دریافت کریں جو آپ کی قوم میں سے آخرت کا انکار کر رہے ہیں کہ آسمان و زمین اور ان میں جو مخلوق ہے ان پر کس کی بادشاہت ہے اگر تمہیں معلوم ہے، اس شرط کے لانے میں ان کی جہالت کی انتہا کی جانب اشارہ ہے مزید عقل انسانی انہیں مجبور کرے گی کہ وہ یہ جواب دیں گے کہ ان سب کا خالق **اللہ** پاک ہے لیکن ان کی جانب سے جواب آنے سے پہلے ہی قرآن پاک نے واضح کر دیا ہے، کہ وہ کہیں گے کہ یہ سب چیزیں **اللہ** کی پیدا کردہ ہیں اسی کے قبضہ میں ہیں اور ان کا نظام اسی کی تدبیر کے ساتھ ہے اس کے سوا کسی قوت کا ہرگز دخل نہیں ہے بعد ازاں **اللہ** کے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں غور وفکر کریں تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کا نظریہ درست نہیں ہے تو جب وہ اس کا اقرار کریں تو آپ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں کہ تم تدبر کیوں نہیں کرتے ہو، ظاہر ہے کہ غور وفکر کے بعد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جو ذات ان کے اولاً پیدا کرنے پر قدرت رکھتا

ہے وہ ان پر موت طاری ہونے کے بعد انہیں زندگی عطا کرے گا۔

(۲) آپ ان سے ہم کلام ہو کر دریافت کریں کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا خالق کون ہے؟ اور نہایت نپے تلے نظام کے ماتحت ان کی تدبیر کر رہا ہے، اس کا جواب بھی ان کی جانب سے آنے سے پہلے **اللہ** تعالیٰ نے جواب دیا ہے کہ وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ **اللہ** کی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور پروردگار ہے اس کے علاوہ ان کا کوئی جواب نہ ہوگا اس کے بعد انہیں تہدید آمیز لہجہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب تم اس کا علم رکھتے ہو اس کے باوجود تم اپنے پروردگار کے عذاب سے خود کو تحفظ عطا نہیں کرتے ہو جب کہ کھلے بندوں اس کا انکار کر رہے ہو، قبل ازیں ثابت کیا ہے عالم علوی، سفلی دونوں **اللہ** کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس کے بعد انہیں آگاہ کیا ہے کہ ان دونوں کے معاملات میں ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں **اللہ** کی تدبیر جاری ہے۔

(۳) اے پیغمبر! آپ ان سے کہیں کائنات کی ہر چیز پر بادشاہت کس کی ہے اور کون تدبیر کرنیوالا ہے؟ اور کس کے ملک اور تصرف میں ہر چیز ہے وہ جس کو چاہتا ہے مدد عطا کرتا ہے اور اسکے تحفظ میں ہوتا ہے کوئی اس کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ تمام عالم پر **اللہ** پاک کی بادشاہت اس کا تصرف اور اس کا قبضہ ہے کوئی بھی چیز اسکے قبضہ اور ملک سے باہر نہیں ہے، اس سوال کا جواب بھی **اللہ** پاک انکے جواب سے پہلے ہی دے رہے ہیں کہ وہ فوراً کہیں گے کہ **اللہ** کے ملک اور تصرف میں ہی سب کچھ ہے آپ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں کہ پھر تم **اللہ** کی توحید اور اسکی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے بتوں اور بعض انسانوں کی عبادت کر رہے ہو۔

بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اس میں مشرکین کے اس قول کی جانب اشارہ ہے کہ جب انہوں نے قرآن مجید کے مشمولات کو پہلے لوگوں کی کہانیاں اور حکایات قرار دیا اس کا رد کرتے ہوئے **اللہ** پاک واضح فرما رہے ہیں کہ میں نے قرآن پاک میں حق وصداقت کو واضح کر دیا ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے نتیجہ میں سعادت حاصل ہوگی دنیوی اخروی کامرانیوں سے ان کے دامن معمور ہوں گے اور کفار کا انکار حقیقت پر مبنی نہیں وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ کُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰۤی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: **اللہ** نے ہرگز کسی کو لڑکا نہیں پکڑا ہے اور **اللہ** کے ساتھ ہرگز کوئی دوسرا معبود نہیں اس وقت ہر خدا لے جاتا

اس چیز کو جس کو اس نے پیدا کیا اور لازماً ان کا بعض بعض پر غالب آ جاتا اللہ اس سے پاک ہے جس کو وہ بیان کرتے ہیں (۹۱) پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھتا ہے وہ اس سے بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں (۹۲) آپ کہیں! اے میرے پروردگار اگر تو مجھے وہ چیز دکھائے جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے (۹۳) اے میرے پروردگار! تو مجھے ظالم لوگوں میں داخل نہ کرنا (۹۴) اور بلاشبہ ہم تجھ کو وہ چیز دکھائیں گے جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں تو ہم قدرت رکھتے ہیں (۹۵) آپ میری بات کا مقابلہ اس بات کے ساتھ کریں جو اچھی ہے ہم خوب جانتے ہیں جو وہ بیان کرتے ہیں (۹۶) اور اے محمد! آپ کہیں! اے میرے پروردگار! میں تیرے ساتھ شیطانوں کے چوکوں سے پناہ طلب کرتا ہوں (۹۷) اور اے میرے پروردگار! میں تیرے ساتھ اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ وہ میرے سامنے حاضر ہوں (۹۸) وہ غفلت میں رہیں گے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے گی تو وہ کہے گا اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دیں (۹۹) شائد میں اعمال صالحہ کروں (۱۰۰)

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو اس سے منزہ قرار دے رہے ہیں کہ ملک، تصرف، عبادت میں اس کا لڑکا یا کوئی شریک ہو اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر ایک سے زیادہ خداؤں کو بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان میں سے ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ کر لیتا اس طرح نظام قائم نہ رہتا جب کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ نظام میں ہرگز خلل اثر انداز نہیں ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالم علوی اور سفلی کا نظام کمال درجہ کے ساتھ باہم مربوط ہے کائنات عالم کی تخلیق میں ہرگز تفاوت نہیں ہے اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر خدا دوسرے خدا کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا۔

مثال کے طور پر اگر ایک خدا کسی مجسم کو متحرک ہونے کا حکم دیتا اور دوسرا خدا اس کو ساکن رہنے کا حکم دیتا اگر دونوں خداؤں کا مقصود پورا نہیں ہوتا ہے تو دونوں خدا عاجز رہے جب کہ خدا تو ایسی ذات ہے جو عجز سے پاک ہے نیز دونوں خداؤں کا مقصود چونکہ متضاد ہے اس لئے تضاد کا اجتماع محال ہے اور محال تو اس لئے لازم آتا ہے، کہ ہم نے متعدد خداؤں کو فرض کر لیا ہے جو کہ محال ہے اگر ایک کا مقصود حاصل ہوتا ہے تو وہ واجب قرار پایا اور مغلوب ممکن قرار پایا ظاہر ہے کہ اللہ جو واجب الوجود ہے وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتا اللہ کی ذات پاک ہے کہ اسے مغلوب قرار دیا جائے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ: اللہ پاک اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اللہ کی ناراضگی کے عالم میں ان کلمات کے ساتھ دعا کریں، اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور میں وہاں موجود ہوں تو مجھ کو ان میں شامل نہ کرنا، مسند احمد بن حنبل اور جامع ترمذی میں ایک حدیث اس مفہوم کی وارد ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ پاک کو مخاطب کرتے ہوئے دعا کی اے اللہ! جب آپ کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کا ارادہ کریں عذاب کے آنے سے پہلے مجھے موت سے ہم کنار کریں تا کہ میں فتنہ کی مصیبت سے محفوظ رہوں۔[1]

---

[1] صحیح ترمذی ۳/ ۱۷۱ جامع الدعوات باب ۹۶

وَاِنَّا عَلٰی اَنۡ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ: اگر ہم چاہیں تو ہم آپ کو اس عذاب اور مصیبت کا مشاہدہ کراتے جو ان پر نازل ہوا اس کے بعد واضح کیا کہ اسلامی معاشرہ میں باہم مل جل کر رہنے میں اس حقیقت کا خاص خیال رکھیں کہ جو شخص آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہا ہے اس کے ساتھ بھی احسان و مروت کے ساتھ پیش آئیں تا کہ اس کے دل میں آپ کی جانب کشش نمودار ہو اس طرح دشمنی محبت اور دوستی کا روپ دھارے گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ برائی کے مقابلہ میں آپ حسن سلوک کا داعیہ اختیار کریں تو دشمنی ختم ہو جائے گی اور محبت و اخوت کی فضا سازگار ہو جائے گی لیکن ضروری ہے کہ تکلیف دینے والے کی تکلیف پر صبر کا مظاہر کیا جائے، جب کہ ہم ان کی تکذیب پر انہیں سزا دیں گے۔

وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ: آپ یہ دعائیہ کلمات زبان پر لاتے رہا کریں کہ اے میرے پروردگار! میں آپ کی ذات کے ساتھ شیاطین کے چوکوں سے تحفظ طلب کر رہا ہوں نیز ان کے ان وسوسوں سے آپ کی ذات کی پناہ میں آتا ہوں کہ شیاطین مجھے نافرمانی اور بے ہودہ کاموں کے ارتکاب پر برانگیختہ نہ کر سکیں اور اے میرے پروردگار! میں تیری ذات کے ساتھ خود کو بچانا چاہتا ہوں کہ شیاطین میرے معاملات میں شریک نہ ہوں اور مجھے کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب میں آمادہ نہ کر سکیں اللہ پاک کی ذات کے ساتھ شیاطین سے پناہ طلب کرنے میں بہ تکرار دعائیہ کلمات نہایت تضرع اور زاری کے عالم میں زبان سے نکل رہے ہوں نیز اس سے بھی پناہ طلب کی جائے کہ شیاطین میرے معاملات میں دخل اندازی کریں۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ: جب کسی ایک شخص پر موت کا وقت آن حاضر ہوتا ہے اور موت سے ہم کنار ہونے والا شخص موت کی شدتوں اور خوفناکیوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو حسرت زدہ کیفیت میں اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے ہیں کہ اے میرے پروردگار! مجھ سے دنیوی زندگی میں بے شمار کوتاہیاں سرزد ہوئیں اب مجھے دوبارہ دنیوی زندگی میں بھیجئے تا کہ اب میں اعمال صالحہ کروں جب کہ پہلی زندگی میں مجھ سے اعمال صالحہ نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ اس کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں گے! اب تجھے ہرگز دنیوی زندگی عطا نہ ہوگی اس مطالبہ سے خود کو روک لیا جائے، اب اللہ پاک کی رحمت کے طلب کرنے سے ہرگز کچھ فائدہ نہیں ہے اور ان کے سامنے ایک پردہ حائل ہو جائے گا وہ پردہ دراصل عالم برزخ کا ہوگا جو ان کے لئے دنیوی زندگی کی جانب جانے سے رکاوٹ بنے گا۔

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں چند دعائیہ کلمات کی تعلیم دیتے تھے کہ ہم خطرہ کے وقت، نیند کے وقت یہ کلمات کہیں، «بِسۡمِ اللّٰهِ اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنۡ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنۡ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیۡنِ وَاَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ» اللہ کے نام کے ساتھ میں پناہ طلب کر رہا ہوں اللہ کے کامل مکمل کلمات کے ساتھ اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے چوکوں سے نیز اس سے کہ وہ میرے قریب آئیں'' چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ان لڑکوں کو یہ کلمات یاد کرواتے جو سن بلوغت کو پہنچ چکے ہوتے کہ نیند کرنے سے پہلے یہ کلمات کہیں اور چھوٹے بچوں کے گلے میں ان کلمات کو تحریر کر کے بطور تعویذ کے لٹکاتے۔[1]

---

[1] صحیح ترمذی ۱۷۱/۳ جامع الدعوات باب ۹۶

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا
تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ
﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾

ترجمہ: پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان قرابت کے تعلقات اس دن نہیں ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال جواب کریں گے (١٠١) تو جس شخص کا ترازو بھاری ہوگا پس وہ جماعت ایسی ہے جو کامیاب ہوگی (١٠٢) اور جن کا ترازو ہلکا ہوگا پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود کو نقصان میں رکھا وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (١٠٣) ان کے چہروں کو آگ جلا دے گی اور وہ اس میں تیوڑی چڑھائے ہوں گے (١٠٤) ہم کہیں گے کیا تم پر میری آیات کی تلاوت نہیں کی گئی لیکن تم نے انہیں جھوٹا قرار دیا (١٠٥) انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم تو گمراہ لوگ تھے (١٠٦) اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے باہر نکالیں اگر ہم دوبارہ کفر کریں گے تو ہم ظالم ہوں گے (١٠٧) **اللہ** حکم دے گا تم دوزخ میں رسوا رہو اور میرے ساتھ بات نہ کرو (١٠٨) بلاشبہ میرے بندوں سے ایک جماعت ایسی تھی جو کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو رحم فرمانے والوں سے بہت بہتر ہے (١٠٩) تو ہم نے ان کے ساتھ مزاح کیا یہاں تک کہ انہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد کو بھلا دیا اور تم ان پر ہنس رہے تھے (١١٠) بلاشبہ میں نے انہیں آج ان کے صبر کے باعث بدلہ دیا ہے کہ یہی لوگ وہ کامیاب ہیں (١١١)

مفردات کی وضاحت: مَوَازِيْن سے مقصود اچھے اعمال ہیں جن کا وزن کیا جائے گا، تَلْفَحُ جلا دے گی، مادہ (ل ف ح) ہے آگ کی لپٹ، اِخْسَئُوْا ذلت کے ساتھ خاموش رہو، ذِكْرِيْ میری سزا کا خوف۔

تشریح: جب حشر کے دن ارواح کو ان کے اجسام میں لوٹایا جائے گا تا کہ وہ میدان حشر میں بارگاہ الٰہی میں حاضری دیں تو اس دن انہیں قرابت پر مبنی تعلقات ہرگز فائدہ عطا نہ کر سکیں گے اس دن محبت، ملاطفت کا نام نشان نہ ہوگا گھبراہٹ اور حسرت و یاس نے لوگوں کو اپنی ذات کی حد تک مشغول کر رکھا ہوگا کسی بڑے سے بڑے شخص میں محبت کا داعیہ نہ ہوگا نفسانفسی کا عالم ہوگا، ارشاد

ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ﴾ (عبس: ۳۴-۳۵-۳۶) ''حشر کے دن آدمی اپنے بھائی اپنی ماں اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے راہ فرار اختیار کرے گا'' اور زیادہ سے زیادہ قرابت دار شخص اپنے قرابت دار کی جانب دیکھے گا لیکن گفتگو نہ کرے گا، البتہ جب جنتی اور دوزخی لوگ اپنے اپنے مقام پر پہنچ جائیں گے تو وہاں آپس میں گفتگو کریں گے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ: جس شخص کے اعمال اخلاق کا وزن بھاری ہوا انہیں کامیاب قرار دیا جائے گا لیکن جن کے برے اعمال ان کے اچھے اعمال پر غالب آگئے یہ لوگ ناکام رہیں گے اس لئے کہ انہوں نے خود کو شہوت رانی میں مستغرق رکھا اور **اللہ** کی ناراضگی کے کام دیدہ دلیری کیساتھ کرتے رہے ان کے دلوں میں **اللہ** کا ڈر نہ رہا تو یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے دوزخ میں دوزخیوں کی یہ حالت ہوگی کہ دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو جلائے گی تو آگ کے جلانے کے باعث ان کے چہرے ان کے ہونٹ سمٹے ہوئے ہوں گے مسرت، خوشی غائب ہوگی پیشانیوں پر تھکاوٹ اور عذاب کے اثرات سے بل پڑے ہوئے ہوں گے انہیں اس کیفیت میں جب وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے تو انہیں کہا جائے گا، کیا یہ حقیقت نہیں کہ میں نے تمہیں پیغمبروں کے ذریعہ خبردار کیا اپنے احکام نازل کئے شبہات کا ازالہ کیا حق و باطل میں امتیاز کیا حق واضح ہوگیا کوئی عذر باقی نہ رہا لیکن تم نے **اللہ** کے احکام کی جانب دھیان تک نہ کیا دنیوی عیش و آرام میں خود کو مستغرق رکھا تم نے پیغمبروں کی تعلیمات سے روگردانی کی، مزید برآں تم نے صراط مستقیم کی جانب دعوت دینے والوں کا تمسخر اڑایا اب تمہیں ہرگز دوزخ سے چھٹکارا حاصل نہ ہوگا، بالآخر وہ کہیں گے اپنی بدنصیبی کا اقرار کریں گے کہ ہم پر بدبختی کا غلبہ ہوگیا ہم نے دلائل کی جانب توجہ نہ کی ہم پر شہوت کا غلبہ ہوگیا ہم راہ حق پر رواں دواں نہ رہ سکے بالآخر وہ کہیں گے ایک بار ہمیں دوزخ سے نکال دیا جائے اگر پھر ہم نافرمانی کے کام کریں گے تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔

ان کے جواب میں **اللہ** پاک کی جانب سے اعلان ہوگا کہ تم دوزخ میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہو گے تمہیں ہرگز نہیں نکالا جائے گا اب تم نے دوزخ (Hell) سے نکالے جانے کے بارے میں گفتگو نہیں کرنا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ میرے بندوں میں ایک گروہ جو **اللہ** کی ذات اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے تھے وہ دعا کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ پر اور تیرے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں تو ہماری لغزشوں کو معاف کر اور ہمیں گھبراہٹوں سے تحفظ عطا فرما قیامت کا دن جو پیشی کا دن ہے اس دن ہمیں ذلت و رسوائی سے بچانا عذاب سے تحفظ عطا کرنا ہم پر رحم فرما تیری ذات سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے لیکن تم ان کے ساتھ مزاح کرتے رہے یہاں تک کہ تم میری یاد سے غافل ہوگئے مجھے بھلا دیا اور میرے بندوں سے استہزاء کرتے رہے آج میں نے انہیں ان کے صبر کے باعث کامیابی سے نوازا ہے۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا

يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

ترجمہ: اللہ نے کہا کہ تم زمین میں کتنا عرصہ سالوں کی گنتی کے مطابق ٹھہرے رہے (۱۱۲) وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے رہے پس آپ گنتی کرنے والوں سے دریافت کریں (۱۱۳) اللہ کہے گا تم نہیں ٹھہرے رہے مگر تھوڑا عرصہ کاش تم جانتے ہوتے (۱۱۴) کیا تم نے خیال کرلیا ہے کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری جانب نہیں لوٹائے جاؤ گے (۱۱۵) پس اللہ بلند ہے سچا بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی ہے عزت والا عرش کا پروردگار ہے (۱۱۶) اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے گا اس کے پاس اس کی پرستش کی کوئی دلیل نہیں ہے پس سوائے اس کے نہیں اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہے بلاشبہ کافر کامیاب نہیں ہوں گے (۱۱۷) اور آپ کہیں اے میرے پروردگار! معاف کر اور رحم فرما اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے (۱۱۸)

مفردات کی وضاحت: الْعَآدِّيْنَ محافظ فرشتے جو انسان کے اعمال اور ان کی زندگی کی مدت کا شمار کرنے والے ہیں، عَبَثٌ بے فائدہ، اَلْحَقُّ وہ چیز جو ثابت ہے اس کے لئے ختم ہونا نہیں اور یہ اس کی بادشاہت سے کنایہ ہے زوال سے، عرش تخت، وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا، فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُهٗ فلاں کی عزت جاتی رہی لیکن عرش الٰہی سے صرف نام کی حد تک ہم واقف ہیں اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے اور وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں کیوں کہ اس صورت میں تو عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول حالانکہ ذات الٰہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے جیسا کہ خود قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ﴾[1]

”خدا ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے بعض علماء کا خیال ہے کہ عرش سے فلک الافلاک اور کرسی سے فلک الکواکب آٹھواں آسمان مراد ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے بیاباں میں ایک انگوٹھی پڑی ہوئی ہو اور یہی حقیقت عرش کے مقابلہ میں کرسی کی ہے۔[2]

اور آیت کریمہ ﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾[3] ”اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا“ میں تنبیہ ہے کہ عرش جب سے وجود میں آیا ہے پانی کے اوپر ہی رہا ہے نیز بعض نے کہا ہے کہ عرش سے حق تعالیٰ کی سلطنت اور حکومت کی طرف اشارہ ہے ورنہ اس کے یہ معنی نہیں ہے کہ عرش باری تعالیٰ کا ٹھکانہ اور مسکن ہے۔[4]

تناسب: قبل ازیں اس حقیقت کا تذکرہ تھا کہ انہوں نے موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کیا کہ زندگی تو بس دنیوی زندگی

[1] فاطر: ۴۱ [2] تفسیر ابن کثیر ۱/۶۳۴، تفسیر ابن جریر ۳/۱۶ [3] ھود: ۷ [4] مفردات امام راغب ص ۶۱۰

ہے موت کے بعد ہرگز زندگی نہیں ہے اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جب وہ دوزخ میں جاگزیں ہوں گے اور انہیں یقین ہوگا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے ان سے استفسار کیا جائے گا کہ تم زمین میں کتنی مدت رہے تا کہ ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ انہوں نے ٹھہرنے کی مدت کو جو لمبا قرار دیا ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اس مدت کے جس کا انہوں نے انکار کیا اور اس وقت ان کی حسرت اور تکلیف میں مزید اضافہ ہو جائے گا دنیوی زندگی میں ان کا جو عقیدہ تھا لیکن اس کے خلاف دیکھیں گے اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ فرماں برداروں کو نافرمان لوگوں سے الگ کر دیا جائے گا اور اس وجہ سے انہیں اٹھایا جائے گا اگر اطاعت گذار اور نافرمان شخص میں امتیاز نہ ہو تو اس جہاں کو پیدا کرنا عبث نظر آتا ہے جب کہ پروردگار عالم اس سے منزہ ہے۔

تشریح: اللہ پاک ان سے دریافت کریں گے تم نے دنیوی زندگی میں کتنے سال گزارے ہیں لیکن بدبخت لوگ بھول جائیں گے کہ وہ دنیوی زندگی میں کتنا عرصہ رہے اس لئے کہ دوزخ کا عذاب سخت دردناک ہوگا اور دنیوی زندگی کی مدت انہیں بہت کم دکھائی دے گی ان کا خیال ہوگا کہ دنیوی زندگی تو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ تھی جبکہ موت کے بعد ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مسلط ہوئی ساتھ ہی کہیں گے کہ ہماری زندگی کا عرصہ شمار کرنے والوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بتائیں گے کہ تم دنیا میں تھوڑا عرصہ زندہ رہے جب کہ بعض لوگوں کی دنیوی زندگی کا عرصہ خاصا طویل تھا اور یہ بھی کہیں گے کہ اس سوال کا جواب تو وہ ذمہ دار افراد دے سکتے ہیں جو بندوں کے احوال کو لکھنے پر مامور تھے اس لئے یہ سوال ان سے کیا جائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دردناک عذاب کے باعث اس مدت کو بھول جائیں گے کہ وہ کتنا عرصہ ٹھہرے رہے تو اللہ پاک آگاہ کریں گے کہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت ٹھہرے تھے گویا کہ ان کے بیان کی تصدیق کی گئی ہے جب کہ اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ دنیوی زندگی تو اخروی زندگی کے مقابلہ میں نہایت کم ہے بالخصوص جب کہ اخروی زندگی تو ہمیشہ کی ہے اور دنیوی زندگی حقیر بھی ہے اور ختم ہونے والی بھی ہے۔

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا: اے لوگو! کیا تم نے خیال کر لیا ہے کہ ہم نے تمہیں بلا مقصد پیدا کیا ہے؟ اعمال صالحہ پر ثواب اور اعمال خبیثہ پر سزا نہیں ہے؟ ہرگز نہیں تمہیں بے فائدہ پیدا نہیں کیا جیسا کہ چارپایوں کی کیفیت ہے اور تمہیں جزا سزا کے لئے ہماری بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے ہرگز نہیں یہ خیال غلط ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تخلیق محض اس لئے ہے کہ تم پر شریعت کا بوجھ رکھ دیا ہے کہ تم نے اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنی ہے دنیوی زندگی کے اختتام پر تم نے اخروی زندگی میں منتقل ہونا ہے جہاں جزا سزا کا عمل اختتام پذیر ہوگا اللہ کی ذات بلند ہے پاک ہے وہ شہنشاہ ہے اس کے قبضہ میں سبھی مخلوق ہے اسی کا مخلوق میں تصرف ہے وہ پیدا کرنے والا ہے تو وہ موت سے ہم کنار کرنے والا بھی ہے اللہ کی ذات ہر قسم کے نقص اور بے فائدہ کاموں سے پاک ہے مزید اللہ کی ذات اس سے بھی پاک ہے کہ ایسی چیز کو پیدا کرے جس کا کچھ فائدہ نہ ہو اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے وہی ذات عرش عظیم کی خالق ہے اس آیت میں اللہ کا وصف کریم ہے اس لئے کہ رحمت، خیر و برکت کا نزول اللہ کی جانب سے ہے۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ: اور جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بناتا ہے اور اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کی عبادت بھی کرتا ہے جب کہ اس کے پاس ہرگز اس کی کچھ دلیل نہیں ہے تو اچھے اعمال کا بدلہ اور برے اعمال کی سزا اللہ کے ہاں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کا انکار کرنے والے اللہ اور اس کے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دینے والے ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔

محسنات بدیعه کی مثال: سورۃ المؤمنون کے آغاز میں **قد افلح المؤمنون** کا جملہ وارد ہے کہ ایمان والے کامیاب ہیں جب کہ سورت کے آخر میں یہ جملہ ہے **اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ** ''بلاشبہ کفار لوگ کامیابی حاصل نہیں کر پائیں گے'' جو نہ صرف یہ کہ اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں بلکہ اللہ کی تکذیب کے ساتھ ساتھ اس کی جانب سے بھیجے گئے پیغمبروں کی بھی تکذیب کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ان دونوں گروہوں کے درمیان زبردست تفاوت ہے اور سورت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ اللہ پاک سے مغفرت طلب کرتے رہیں اور رحم و کرم کی التجا کرتے رہیں خطاب سے مقصود امت محمدیہ کو حکم دینا ہے کہ وہ بھی اللہ پاک سے مغفرت کی بھیک طلب کرتے رہیں اللہ پاک کی مدح و توصیف میں انہماک اختیار کریں اور اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضری دے کر دعا کرتے رہیں، اے اللہ پاک! ہمیں معاف فرما اور ہمیں اپنی وسیع رحمت کے ساتھ ڈھانپ دے جب کہ آپ کی رحمت تو ہر چیز پر حاوی ہے اے اللہ! آپ تو سبھی رحم فرمانے والوں سے زیادہ رحیم ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! آپ مجھے ایسی دعا بتائیں جس کو میں نماز کی ادائیگی میں کروں تو آپ نے درج ذیل دعائیہ کلمات فرمائے کہ آپ ان کلمات کے ساتھ دعا کیا کریں «**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ**» ''اے اللہ میں نے اپنی جان پر کثرت کے ساتھ ظلم کئے ہیں تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا ہے تو اپنی جانب سے میرے گناہوں کو معاف فرما اور مجھ پر رحم کر بلاشبہ تو ہی معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے''[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۱۴۹، صحیح ترمذی کتاب الدعوات باب ۹۸، صحیح ابن ماجہ کتاب الدعاء باب ۲

اٰیَاتُھَا: ۶۴ سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۴ ۱۰۲ رُکُوْعَاتُھَا: ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴿۱﴾ اَلزَّانِیَۃُ
وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ
اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿۲﴾
اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَ
حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ﴿۳﴾

ترجمہ: یہ سورت ہے ہم نے اس کو اتارا اور اس کو فرض قرار دیا اور ہم نے اس میں روشن دلائل کو اتارا ہو سکتا ہے کہ تم نصیحت پکڑو (۱) زنا کرنیوالی عورت اور زنا کرنیوالا مرد تو تم ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں انکے بارے میں اللہ کی شریعت میں شفقت نہ پکڑے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت ایمان داروں کی جماعت موجود ہو (۲) زانی مرد نکاح نہیں کرتا ہے مگر زانیہ یا مشرکہ عورت کیساتھ اور زنا کرنیوالی عورت اس سے نکاح نہیں کرتا ہے مگر زانی مرد یا مشرک مرد، اور زنا کرنیوالی سے نکاح کرنا ایمان والوں پر حرام ہے (۳)

مفردات کی وضاحت: فَرَضَ متعین کرنا مقصود فرائض، احکام، طَائِفَۃٌ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ چار افراد سے چالیس افراد تک نیز تین افراد، دو افراد الگ الگ معاملات میں۔[1]

لفظ سُوْرَۃٌ میں بلندی کا معنیٰ ہے، دیوار کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بلند ہوتی ہے، سِوَارٌ کنگن کو کہتے ہیں، سورت نے بھی مخصوص معانی ومطالب کا احاطہ کیا ہوتا ہے، جیسا کہ کنگن زیور نے بازو کا احاطہ کیا ہوتا ہے اور سورت کو سورت اس کے شرف اور بلندی کے باعث کہا جاتا ہے، اَلزِّنَا حرام وطی کو کہتے ہیں اس کا نام فَاحِشَۃٌ بھی ہے اس لئے کہ اس کی قباحت انتہاء درجہ کی ہوتی ہے اسی لئے اس کا نام فاحشہ بھی ہے ایسا فعل جو حد سے گزرا ہوا ہے، مُحْصَنَات پاکدامن عورتیں۔ مادہ (ح ص ن) ہے اس کا معنیٰ قلعہ ہے گویا کہ شادی شدہ عورت قلعہ میں محفوظ ہوتی ہے۔

شان نزول: ایک عورت جس کا نام اُمّ مھزول تھا اس کا شمار بے حیا عورتوں سے ہوتا تھا اس نے زنا کا پیشہ اختیار کیا ہوا تھا ایک صحابی نے اسکے ساتھ نکاح کرنا چاہا اس نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً﴾[2]

[1] غرر التبیان ص ۳۰۸ [2] مسند احمد ۲/ ۱۵۹، ابن کثیر ۳/ ۴۲۱

تشریح: اللہ پاک نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں فرائض اور احکام بیان کئے ہیں اور توحید کے دلائل سے انہیں الگ بیان کیا ہے اس لئے کہ توحید کے دلائل تو واضح ہیں ان میں ہرگز کسی شک وشبہ اور اختلاف کی گنجائش نہیں ہے تا کہ انہیں تیار کیا جائے کہ وہ ان احکام کے مطابق عمل پیرا رہیں جن کے سرانجام دینے میں ان کی دینوی اخروی سعادتیں مضمر ہیں بدیہی بات ہے کہ شرمگاہوں کی حفاظت میں انساب کا تحفظ ہے اور بغض وکینہ سے بچاؤ ہے جس کے نتیجہ میں قتل کی وارداتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں جیسا کہ ان میں اجتماعی لحاظ سے افراد کے درمیان جرائم کا سدباب ہے اور عائلی نظام میں افراد کے درمیان محبت ومودّت میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ سورت کے آغاز میں احکام شرعیہ اور حدود شرعیہ کا تذکرہ ہے اور سورہ کے آخر میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی کامل قدرت کا بیان ہے کہ ہم نے اس سورت کو نازل کیا ہے اس جملہ میں سورت کی اہمیت کی جانب اشارہ ہے اگرچہ اس کے علاوہ سورتوں کی نفی نہیں ہے۔

یعنی اس سورت میں ہم نے حرام وحلال، اوامر ونواہی کو بیان کیا اور ہم نے احکام وغیرہ کو نہ صرف آپ پر بلکہ ان لوگوں پر واجب قرار دیا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے اور ہم نے اس میں واضح آیات کو بیان کیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو، بعدازاں ایک قانون کو بیان کیا کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کا مرتکب مرد اگر ان کے زنا کا عمل ثابت ہو جائے تو ان میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے لگاؤ مزید وضاحت فرمائی کہ اگر زانی شخص غیر شادی شدہ ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں اور اگر شادی شدہ ہے جس کا نکاح صحیح ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ آزاد بالغ عاقل ہے اس نے زنا کا اقرار کیا یا چار گواہوں نے گواہی دی تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

ابوہریرہ ﷺ اور زید بن خالد جہنی دو جنگل میں بودوباش رکھنے والوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے بیان کیا اے اللہ کے پیغمبر! ﷺ میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا تو میں نے اپنے بیٹے کے جرم میں اس کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں اہل علم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بتایا کہ اس جرم کے باعث میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے، جب کہ اس کی بیوی کو جس کے ساتھ زنا کیا گیا ہے اس کو رجم کر دیا جائے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے فرمان کے مطابق فیصلہ کروں گا لونڈی اور بکریاں تجھے واپس مل جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی (Exile) ہے اور آپ نے اسلم نامی قبیلہ سے ایک آدمی کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ اگر عورت زنا کا اقرار کر لیتی ہے تو اسے رجم کر دیا جائے چنانچہ اس نے اقرار کر لیا تو اسے رجم کر دیا گیا البتہ شادی شدہ مرد اگر زنا کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ اقرار کر لیتا ہے تو اس کو بھی رجم کیا جائے گا۔[1]

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً: یہ جملہ خبریہ ہے اللہ پاک خبر دے رہے ہیں کہ زانی شخص کی زنا پر مطاوعت ایسی عورت ہی کرے گی جو زنا کی مرتکب ہے یا مشرک عورت ہے جو زنا کو حرام نہیں سمجھتی ہے اسی طرح زانیہ عورت سے زانی شخص نکاح کرے گا یا مشرک شخص نکاح کرے گا چنانچہ اشراف لوگوں کو زانیہ قسم کی عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہیے اور شریف خاتون کو بدمعاش زانی سے

[1] تفسیر ابن کثیر ۴۲۰/۳، صحیح بخاری کتاب الحدود باب ۳۸، صحیح مسلم کتاب الحدود باب ۵، صحیح ابوداؤد کتاب الحدود باب ۲۵

نکاح نہیں کرنا چاہیے اس طرح کا معاملہ کرنا ایمانداروں کے لئے ناجائز ہے، مجاہدؒ اور عطاءؒ نے بیان کیا ہے جب مسلمان مہاجرین مدینہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے تو ان میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جن کے پاس نہ مال تھا نہ ان کی رہائش کا کوئی انتظام تھا اور مدینہ میں ایسی عورتیں تھیں جو فاحشہ تھیں اور مالدار تھیں چنانچہ بعض صحابہ کرام نے اس خیال کے ساتھ ان سے نکاح کرنا چاہا کہ ان کے باعث ہم مستغنی ہو جائیں گے انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ: ایماندار شخص کا نکاح زانیہ کے ساتھ کرنا حرام ہے یہ تو فاسق لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے حدیث میں ہے ''جو شخص چراگاہ کے ماحول میں گھومتا ہے قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں بھی داخل ہو جائے گا''۔[2]

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

تشریح: اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار گواہ نہیں لا سکتے تو تم ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی تسلیم نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں (۴) البتہ وہ لوگ جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۵)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے زانیہ عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس سے بھی منع کیا ہے کہ تم زانی قسم کے لوگوں کے ساتھ اپنی بہنوں بیٹیوں کا نکاح کراؤ، حقیقت یہ ہے کہ یہ کام تو حد درجہ نامناسب ہے جن لوگوں کے دلوں میں ایمان رچ بس چکا ہے اور دل و جان سے وہ پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگانا ہرگز درست نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ پاک دامن مرد، عورت کو جو شخص زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی جائے، مزید اس کی گواہی کو ہرگز تسلیم نہ کیا جائے اس شخص کا معاشرہ میں ہرگز اعتبار نہ کیا جائے اس کی کسی بات پر دھیان نہ کیا جائے مزید آخرت میں اس کو دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا البتہ اگر وہ اس جرم کے بعد تائب ہو جاتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو پھر اس کا شمار فُسّاق کے زمرہ سے نہیں ہوگا اور اس کی گواہی کو قبول کیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اس تہمت لگانے والے پر جب وہ دلیل پیش نہ کر سکے اس کے بارے میں تین احکام ہیں چونکہ اس کی تہمت پر دلیل نہیں ہے اس لئے اسے تہمت کی حد اسّی کوڑے لگائے جائیں، ثانیاً اس کی گواہی کو پھر ہرگز قبول نہ کیا جائے اور تیسری سزا یہ ہے کہ وہ شخص وصف عدل سے محروم ہے وہ اللہ پاک کے ہاں اور لوگوں کے ہاں فاسق ہے اس کو معاشرہ میں عدل کے ساتھ موصوف نہ کیا جائے۔[3]

[1] المراغی ۳۲۳/۶ [2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۳۸، صحیح مسلم کتاب البیوع باب ۱۴۱ [3] صفوۃ التفاسیر القسم العاشر ص ۸

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿٦﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴿٧﴾ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ﴿١٠﴾ع

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہیں وہ خود ہی گواہ ہیں تو ان میں سے ہر گروہ اللہ کو گواہ بنا کر گواہی دے کہ وہ یقیناً سچ کہنے والوں سے ہے(٦) اور پانچویں گواہی اس طرح کی ہو کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے اگر وہ جھوٹ کہنے والوں سے ہے(٧) اور بیوی سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کی ذات کو حاضر جان کر گواہی دے کہ اس کا خاوند جھوٹ کہنے والوں سے ہے(٨) اور پانچویں بار میں اس کا اضافہ ہو کہ اس پر اللہ کی ناراضگی مسلط ہو اگر خاوند سچ کہنے والوں سے ہے(٩) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی نیز یہ حقیقت کہ بلاشبہ اللہ تو توبہ قبول کرنے والا ہے اور حکمت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے(١٠)

مفردات کی وضاحت: يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، شک کرتے ہیں، لَعْنَةُ اللّٰهِ سے مقصود اللہ کی رحمت سے دوری ہے، عَذَابٌ سے مقصود حد شرعی ہے۔

بلاغت: آیت مبارکہ ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ میں وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ کا جواب محذوف ہے، دراصل اس میں زبردست خوف موجود ہے اصل عبارت اس طرح ہے کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت سایہ افگن نہ ہوتی کہ اس نے تمہارا پردہ رکھا ہے تو تم تباہ و برباد ہو جاتے یا بہت جلد ہی تم پر اللہ پاک کا عذاب نازل ہو جاتا اور یہ حقیقت ہے کہ اس کا بظاہر الفاظ میں نہ ہونا اس میں زیادہ مبالغہ ہے گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو یہ حقیقت ہے اس کا بیان ممکن نہ تھا اور یہ اللہ پاک کی رحمت ہے کہ اس نے ان کے لئے اس کو مشروع قرار نہیں دیا، ظاہر ہے کہ خاوند پر تہمت کی حد لگائی جاتی ہے جب کہ بظاہر وہ سچا ہے اس لئے کہ وہ بھی رسوائی میں بیوی کا شریک ہے اور اگر اس کی گواہی سے بیوی پر زنا کی حد لگائی جائے تو بیوی کا خیال نہیں رکھا گیا اور اگر بیوی کی گواہی سے اس کے خاوند پر حد لگائی جائے تو خاوند شفقت سے محروم رہا، یقیناً اللہ کی ذات پاک ہے اس کی شان عظمت کے ساتھ موصوف ہے اس کی رحمت بہت وسیع ہے اور اس کی حکمت نہایت دقیق ہے۔

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے ان لوگوں کے احکام بیان کئے جو معاشرہ میں کسی اجنبی عورت پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چار گواہ پیش کریں جو زنا کی گواہی دیں ورنہ اس پر تہمت کی حد نافذ ہو گی لیکن اس قاعدہ کلیہ سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زنا کے فعل کی تہمت لگاتا ہے تو اس کیلئے اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ وہ چار بار گواہی دے تب اس پر حد نافذ

ہوگی ظاہر ہے کہ خاوند کو یہ کہنا کہ وہ گواہی پیش کرے اس کیلئے ممکن نہیں اسے تکلیف میں مبتلا کرنا ہے اور اپنی بیوی کی بے غیرتی پر اس کا مشتعل ہونا طبعی امر ہے تو اس کیلئے مناسب حکم دیا گیا ہے اس کیلئے لِعَان کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ نازل ہوئی کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں جب کہ ان کے پاس چار گواہ نہیں ہیں تو ان پر تہمت کی حد اسّی کوڑے لگائے جائیں لیکن اس حکم سے یہ صورت مستثنٰی ہے جب خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے چنانچہ عاصم بن عدی انصاری نے بیان کیا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک اجنبی شخص اس کی بیوی کے پیٹ پر بیٹھا ہوا ہے اگر وہ چار گواہ لانے کی کوشش کرے گا تو زانی شخص تو زنا کے بعد چلا گیا گواہ پیش نہ ہو سکے اور اگر زانی شخص کو قتل کیا جائے تو قصاصاً مجھے قتل کیا جائے گا اگر خاموش رہتا ہے تو غصہ فرو نہیں ہوتا ہے اس نے دعا کی اے اللہ! اس کا حکم بتایا جائے، ذہن نشین کریں کہ عاصم بن عدی انصاری کا چچازاد بھائی عویمر نامی انسان تھا اور اس کی بیوی کا نام خولہ تھا اسی دوران عویمر نامی شخص عاصم کے ہاں آیا اس نے بتایا کہ میں نے شریک بن سحماء نامی شخص کو اپنی بیوی خولہ کے پیٹ پر دیکھا ہے تو عاصم نے یہ واقعہ سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وِاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے کلمات کہے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بیان کیا اے اللہ کے پیغمبر! کس قدر تیزی کے ساتھ میں اپنے گھر والوں کے بارے میں مبتلا کیا گیا ہوں آپ نے دریافت کیا معاملہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے میرے چچازاد بھائی عویمر نے بتایا ہے کہ اس نے شریک بن سحماء نامی شخص کو اپنی بیوی کے پیٹ پر دیکھا ہے خیال رہے عویمر، خولہ اور شریک سبھی عاصم کے چچا کے بیٹے تھے چنانچہ نبی ﷺ نے سبھی کو بلایا سب سے پہلے عویمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ اپنی بیوی اور اپنے چچازاد بھائی کے بارے میں اللہ سے ڈریں آپ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے شریک نامی انسان کو اس کے پیٹ پر دیکھا ہے، مزید برآں چار ماہ گزر چکے ہیں میں اس کے نزدیک نہیں گیا اس کے باوجود وہ حاملہ (Prignant) ہے تو زنا کے باعث حاملہ ہے اس پر آپ ﷺ نے خولہ سے کہا تجھے اللہ کی ذات سے خوفزدہ رہنا چاہیے جو کچھ تو نے کیا ہے اسے بتا دیجئے اس نے بیان کیا اے اللہ کے رسول! عویمر نامی شخص غیرت مند ہے اس نے شریک نامی شخص کو دیکھا کہ وہ میری جانب لمبا عرصہ تک دیکھتا رہتا ہے اور گفتگو کرتا رہتا ہے تو اس پر اس نے غیرت کے باعث کہا ہے جو کہا ہے، اس واقعہ پر لِعَان کی آیات نازل ہوئیں، چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ نماز کے بعد لوگ جمع ہو جائیں چنانچہ عصر کی نماز کے بعد آپ نے عویمر سے کہا آپ کھڑے ہو کر کہیں کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ خولہ نامی عورت زانیہ ہے اور میں یقیناً سچ کہنے والوں سے ہوں، پھر آپ نے حکم دیا آپ کہیں میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے شریک نامی شخص کو اس کے پیٹ پر دیکھا ہے اور بلاشبہ میرا شمار سچ کہنے والوں سے ہے پھر آپ نے حکم دیا! کہ آپ کہیں! میں اللہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے شریک نامی شخص کو اس کے پیٹ پر دیکھا ہے اور یقیناً میں درست کہنے والوں سے ہوں، پھر آپ نے حکم دیا کہ آپ کہیں کہ میں اللہ کو حاضر سمجھ کر گواہی دیتا ہوں کہ یہ عورت میرے سوا کسی دوسرے شخص کے نطفہ سے حاملہ ہے اور میں سچا ہوں، پھر آپ نے حکم دیا! آپ کہیں! کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے زنا کیا ہے اور میں چار ماہ سے اس کے نزدیک نہیں گیا اور میں بلاشبہ سچ کہنے والوں سے ہوں، بعد ازاں آپ نے حکم دیا! آپ خود پر اللہ کی لعنت بھیجیں اگر میرا شمار جھوٹ بولنے والوں سے ہے بعد ازاں

آپ نے خولہ کو کھڑے ہونے کا حکم دیا وہ کھڑی ہوئی اور اس نے بیان کیا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں زانیہ نہیں ہوں اور عویمر شخص میرا خاوند جھوٹ کہہ رہا ہے اور دوسری بار اس نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس نے شریک کو میرے پیٹ پر نہیں دیکھا ہے اور وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور تیسری بار اس نے کہا میں اس سے حاملہ ہوں اور چوتھی بار اس نے کہا اللہ کو حاضر جان کر گواہی دیتی ہوں کہ اس نے کبھی بھی مجھے کسی زنا کے کام پر نہیں دیکھا ہے اور وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور پانچویں بار اس نے کہا خولہ نامی عورت پر اللہ کی ناراضگی ہو اگر عویمر شخص سچا ہے اس کے بعد اللہ کے پیغمبر نے ان دونوں کے درمیان تفریق ڈال دی۔[1]

ابن عباس ﷛ سے مروی ایک روایت میں ذکر ہے کہ جب اس نے اپنی براءت کے بارے میں پانچویں بار براءت کا اظہار کیا تو حاضرین مجلس نے کہا اب کی بار براءت کا اظہار تجھ پر عذاب مسلط کر دے گا چنانچہ لحہ بھر اس نے توَقُّف اختیار کیا اور اقرار کرنے کا خیال کیا لیکن اس نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو ذلیل دیکھنا پسند نہیں کرتی ہوں تو اس نے حسب سابق پانچویں بار میں بھی پہلی گواہی کو برقرار رکھا تو آپ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے بچے کو باپ کی جانب منسوب نہ کیا جائے اور اس کے خاوند کی جانب سے اس کے لئے رہائش نہیں ہے اور اخراجات بھی نہیں ہیں جب کہ ان دونوں کی جدائی بلا طلاق اور بلا وفات ہوئی اس عمل کا نام لعان قرار پایا، ایک روایت میں وارد ہے ''اگر اس عورت نے بچہ سیاہ رنگ کا موٹی آنکھوں والا بڑے چوتڑوں والا جنا تو خاوند سچا ہے اور اگر اس نے سرخ رنگ کا بچہ جنم دیا گویا کہ وہ کرلا کیڑا ہے تو پھر اس کا خاوند جھوٹ کہتا ہے جب کہ بچے کا وصف مکروہ کیفیت کا تھا۔ (سابقہ حوالہ، حدیث طویل ہے)'

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ: جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جب کہ تہمت کی صحت پر گواہ نہیں تو ان میں سے ہر فرد چار بار گواہی دے کہ وہ بیوی کو زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے اور پانچویں بار گواہی دے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔

وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ: اور عورت سے دنیوی سزا ختم ہو جاتی ہے اگر وہ چار بار قسم اٹھا کر کہے کہ اس کے خاوند نے اس پر تہمت لگائی ہے اس کی بات درست نہیں ہے وہ جھوٹ کہہ رہا ہے اور پانچویں بار گواہی دے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو اگر اس کا خاوند سچا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ: اور اگر اللہ پاک کا تم پر فضل واحسان نہ ہوتا اور ہر لحہ تمہاری توبہ کو قبول نہ کرتا تو اللہ تمہیں رسوا کر دیتا اور تم پر جلد عذاب نازل کرتا جب کہ اس نے تم پر پردہ ڈالا ہے اور لِعَان کے قانون کے نفاذ کے ساتھ نہ صرف یہ کہ تمہیں حد کے نفاذ سے باہر نکال دیا ہے بلکہ تم پر پردہ بھی ڈالا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اللہ لِعَان کا قانون نافذ نہ کرتا تو خاوند پر تہمت کی حد نافذ کی جاتی جب کہ اگرچہ قرائن بظاہر اس کی سچائی کو نمایاں کر رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ خاوند کو اپنی بیوی کے کوائف کا زیادہ علم ہوتا ہے اور وہ بیوی پر جھوٹ نہیں کہہ سکتا ہے اس طرح تو خاوند بیوی دونوں کی رسوائی ہے جب کہ خاوند کی گواہی سے اس کی بیوی پر حد نافذ نہیں کی گئی اس طرح تو خاوند دشمنی کے باعث بیوی کے خلاف جھوٹ کہتا رہتا۔[2]

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۱، صحیح مسلم کتاب اللعان باب ۱، صحیح ترمذی کتاب الطلاق و اللعان باب ۲۲، المراغی ۳۲۷/۶

[2] المراغی ۳۲۸/۶

إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۚ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَا
إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ إِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْ
لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ
﴿۱۳﴾ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ أَفَضْتُمْ فِيْهِ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ
تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ أَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ
الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَأَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَإِنَّهٗ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ
الْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْٓا أُولِي
الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۚ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ
يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو تہمت کو لائے وہ تم سے کچھ لوگ ہیں تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے
بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کے لئے ہے جو اس نے گناہ کا کام کیا اور وہ شخص جس نے اس کا بنیادی کام سرانجام دیا
اس کے لئے بڑا عذاب ہے (۱۱) ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس کو سنا تو ایمان دار مرد اور عورتیں اپنے بارے میں
اچھا خیال کرتے ہوئے کہتے یہ تو ظاہر بہتان ہے (۱۲) انہوں نے اس پر چار گواہ کیوں نہ پیش کئے تو جب وہ گواہ
نہ لا سکے تو یہ لوگ **اللہ** کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں (۱۳) اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں **اللہ** کا فضل اور اس کی
رحمت نہ ہوتی تو تمہیں اس معاملہ میں جس میں تم گفت وشنید کرتے رہے تمہیں بڑا عذاب پہنچتا (۱۴) جب تم اپنی
زبان پر ایسی بات کو لائے کہ جس کی حقیقت کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی خیال کر رہے تھے جب کہ **اللہ** کے ہاں

بہت بڑا تھا (۱۵) اور کیوں نہ ہوا جب تم نے اس کو سنا تو تم کہتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اس بات کو زبان پر لائیں تو پاک ذات ہے یہ بات تو بڑا جھوٹ ہے (۱۶) **اللہ** تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم اس قسم کا کام دوبارہ ہرگز نہ کرو اگر تم مسلمان ہو (۱۷) اور **اللہ تعالیٰ** تمہارے لئے احکام کو بیان کرتا ہے اور **اللہ** جاننے والا حکمت والا ہے (۱۸) بلا شبہ جو لوگ دوست رکھتے ہیں کہ بے حیائی ان لوگوں میں ظاہر ہو جائے جو ایماندار ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں درد دینے والا عذاب ہے اور **اللہ** جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو (۱۹) اور اگر تم پر **اللہ** کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات کہ اللہ بخشش کرنے والا مہربان ہے [تو کیا کچھ نہ ہوتا] (۲۰) اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ شیطان تو بے حیائی اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر **اللہ** کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں ہرگز کوئی شخص پاکیزہ نہ ہوتا اور لیکن **اللہ** جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور **اللہ** سننے والا جاننے والا ہے (۲۱) اور تم میں بزرگی اور فراخی والے قسمیں نہ اٹھائیں کہ وہ قرابت داروں اور فقیروں اور **اللہ** کے راستہ میں گھر بار چھوڑنے والوں کو کوئی چیز نہ دیں گے اور چاہیے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ **اللہ** تمہیں معاف کرے اور **اللہ** معاف کرنے والا مہربان ہے (۲۲)

مفردات کی وضاحت: اِفْکٌ مبالغہ کے ساتھ جھوٹ کہنا، تہمت لگانا، عُصْبَةٌ جماعت اکثر اس کا اطلاق دس افراد سے چالیس افراد تک پر ہوتا ہے اس تہمت کا سرغنہ عبداللہ بن ابی منافقین کا لیڈر تھا علاوہ ازیں حمنہ بنت جحش جو کہ زینب بنت جحش ام المؤمنین کی بہن ہیں، مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

تناسب: قبل ازیں **اللہ** پاک نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو اجنبی عورت کو متہم کرتے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ کیا جو اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اب ان دس آیات میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا تذکرہ ہے منافق لوگوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی لیکن **اللہ** تعالیٰ نے ان آیات میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا ذکر فرمایا ہے مقصود **اللہ** کے پیغمبر محمد ﷺ کی عزت کا تحفظ ہے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت پر امام بخاریؒ کی ذکر کردہ روایت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد آیات کی تشریح کی جائے گی اس حدیث کے راوی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں جب کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہیں۔

عائشہ صدیقہ پر بہتان عظیم کا مفصل واقعہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول **اللہ** ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، قرعہ میں جس بیوی کا نام نکل آتا اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے لیکن ایک جنگ میں جب آپ نے بیویوں کا نام تحریر کر کے قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکل آیا ان دنوں پردہ کی آیات نازل ہو چکی تھیں چنانچہ مجھے ایک کجاوہ میں بٹھایا گیا ہم نے سفر کیا واپسی پر جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا گیا

آپ نے وہاں سے کوچ کرنے کی منادی کرائی تو میں کھڑی ہوئی اور وہاں سے نکلی یہاں تک کہ میں لشکر سے آگے گزر گئی جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہوئی تو میں اپنے ڈیرے کی جانب روانہ ہوئی اس دوران میں نے اپنے سینہ کو ہاتھ لگایا تو اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ میرے گلے کا ہار جو ظفار کے کوڈوں سے تیار کیا گیا تھا وہ ٹوٹ کر گر گیا ہے تو میں واپس لوٹی میں نے اس کی تلاش شروع کر دی اس کی تلاش نے مجھے جانے سے روک دیا اور وہ افراد جو میرا کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھتے تھے انہوں نے میرا کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا ان کا خیال یہ تھا کہ میں کجاوے میں موجود ہوں اس لئے کہ میرا جسم وزنی نہ تھا لیکن کجاوے کے ہلکا ہونے کو بھی انہوں نے محسوس نہ کیا اور اونٹ کو ہانک کر لے گئے جب کہ لشکر کے کوچ کرنے کے بعد مجھے میرا ہار مل گیا تو میں ان کے ڈیرے پر پہنچی لیکن وہاں سناٹا طاری تھا نہ کسی بلانے والے کی آواز سنائی دیتی تھی نہ کسی جواب دینے والے کی آواز آتی تھی تو میں نے اپنی رہائش گاہ کا قصد کیا میرا خیال یہ تھا کہ وہ جلد ہی میرے بارے میں تفتیش کریں گے واپس پہنچیں گے چنانچہ میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نیند میں چلی گئی جب کہ صفوان بن معطل سلمی ﷜ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد لمحہ بھر توَقُّف کے بعد وہاں سے روانہ ہوتا تھا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی اس نے مجھے پہچان لیا اس کے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون کے کلمات کہنے پر میں بیدار ہو گئی۔

چنانچہ میں نے اپنے چہرے کو اپنی چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا لیکن اللہ کی قسم! میں نے ہرگز اس کے ساتھ کوئی بات نہ کی اور نہ اس کی زبان سے کوئی کلمہ مجھے سنائی دیا سوائے اس کے کہ اس نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون کا کلمہ کہا جب اس نے سواری کو بٹھایا اور سواری کے دونوں ہاتھوں کو اس نے اپنے پاؤں کے ساتھ دبائے رکھا، اللہ کی قسم! میں نے اس کے ساتھ ہرگز کوئی بات نہ کی میں سواری پر سوار ہونے کے لئے کھڑی ہوئی اور سوار ہو گئی چنانچہ وہ سواری کو لے کر چل پڑا یہاں تک کہ ہم لشکر کے قریب پہنچے جب کہ لشکر کے لوگ دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے اترے تھے جب لوگ اترے تو اس وقت انہوں نے میری گمشدگی کا تذکرہ کیا لوگ اس کیفیت میں تھے کہ میں وہاں اچانک پہنچ گئی تو میرے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں تو جن لوگوں نے میرے بارے میں غلط بات کر کے تباہ و برباد ہونا تھا وہ برباد ہوئے اور میرے بارے میں اتہام کا شاخسانہ وضع ہوا۔

اس موقعہ پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے گھناؤنا کردار ادا کیا جب ہم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو میں بستر علالت پر لیٹ گئی ایک ماہ تک میں بستر علالت پر دراز رہی اور صحابہ کرام تہمت لگانے والوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے لیکن مجھے کسی بات کا علم نہ تھا البتہ جب میں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی جانب نظر اٹھا کر دیکھتی تو میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتی جب کہ وہ لطافت جو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے مترشح ہوتی تھی جب میں آپ کی جانب نظر اٹھا کر دیکھتی تو آپ کے خدوخال سے لطافت اور دل کشی کی کیفیت دیکھنے میں نہ آتی تھی جس کا میں ملاحظہ کیا کرتی تھی جب میں کبھی بستر علالت پر دراز ہوتی تھی، جب کہ اب تو بس آپ داخل ہوتے وقت السلام علیکم کا جملہ زبان پر لاتے اور استفسار کرتے آپ کی کیفیت کیسی ہے؟ آپ کا یہ عجیب انداز مجھے شکوک و شبہات میں مبتلا کر رہا تھا جب کہ حقیقت کا مجھے کچھ علم نہ تھا اس دوران بیماری کے باعث میں لاغر ہو گئی اور ام مسطح کی رفاقت میں مجھے بیت الخلاء کی جانب جانے کا اتفاق ہوا اور عام طور پر میں رات کی تاریکی میں ہی نکلا کرتی تھی اس لئے کہ گھروں میں لیٹرین کا کوئی انتظام نہ تھا اور ہمارا انداز اہل عرب جیسا تھا کہ ہم قضائے حاجت کے لئے جنگل کا رخ کرتی تھیں اور گھر میں لیٹرین کے نہ ہونے سے ہمیں اذیت ہوتی تھی چنانچہ میں اور ام مسطح قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گھر کی جانب

روانہ ہوئیں تو چلتے چلتے ام مسطح اپنی چادر میں لڑکھڑا گئیں تو ام مسطح نے کہا خدا کرے کہ مسطح ہلاک، تباہ و برباد ہو جائے میں نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تو ایسے شخص کو برا بھلا کہہ رہی ہے جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا، اس نے جواب میں کہا اے خاتون! کیا تو نے نہیں سنا ہے جو اس نے کہا ہے میں نے دریافت کیا اس نے کیا کہا ہے؟ تو اس نے مجھے متہم کرنے والوں کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے فلاں بات کہی ہے، یہ بات سن کر میری بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا تو جب میں اپنے گھر میں واپس لوٹی اور رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے کچھ تاخیر کے ساتھ آپ نے دریافت کیا آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا، کیا آپ مجھے اجازت عطا کریں گے کہ میں اپنے والدین کے ہاں چلی جاؤں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کی کہ میں چاہتی تھی کہ میں ان دونوں سے اس خبر کی تصدیق کروں تو میں اپنے ماں باپ کے ہاں پہنچی تو میں نے اپنی والدہ کو مخاطب کیا اے والدہ! لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا اے میری بیٹی! آپ سکون واطمینان کے ساتھ رہیں اللہ کی قسم! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے عقد میں خوبصورت عورت ہو وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہ اس کے خلاف کثرت کے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کرتی رہتی ہیں اس نے بیان کیا اس پر میں نے کہا تعجب ہے! کیا لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچ چکی ہے اس نے کہا بالکل یہ کیفیت ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رات بھر روتی رہی یہاں تک کہ دن روشن ہو گیا میرے آنسو رک نہیں رہے تھے اور مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔

بعد ازاں دن روشن ہونے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے جب کہ میں رو رہی تھی اس نے میری والدہ سے میرے رونے کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا مجھے کچھ علم نہیں کہ اسے کیا کہا گیا ہے؟ تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا کچھ عرصہ رونے کے بعد اس نے کہا اے میری بیٹی! رونا بند کریں لیکن میں دن بھر روتی رہی میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور نہ ہی میری آنکھوں میں نیند تھی بعد ازاں آئندہ رات بھی میں روتی رہی میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور نہ ہی میری آنکھوں میں نیند کی کیفیت تھی، یہاں تک کہ میرے والدین اس خیال میں مستغرق ہو گئے کہ اس طرح رونے سے میرا جگر (Lever) پھٹ جائے گا ان حالات میں رسول اکرم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جب کہ وحی رکی ہوئی تھی تاکہ اپنی بیوی کے جدا کرنے کے بارے میں ان دونوں سے مشورہ کریں جب کہ اسامہ نے رسول اکرم ﷺ کو مشورہ دیا جو کچھ اسے آپ کے گھر والوں کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ پاک صاف ہیں اور اس نے اپنے دل میں آپ کے اہل کے ساتھ محبت کا تذکرہ کیا اس نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! وہ آپ کی اہلیہ ہے ہم سوائے کسی اچھائی کے اور کچھ نہیں جانتے ہیں لیکن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ نے آپ کو پابند نہیں کیا ہے کچھ تنگی نہیں ہے اس کے علاوہ عورتیں بہت ہیں اور اگر آپ بریرہ لونڈی سے دریافت کریں گے تو وہ سچ بات کہے گی۔

چنانچہ بریرہ کو بلوایا گیا اس سے دریافت کیا بھلا تجھے عائشہ کے بارے میں کچھ شک ہے؟ اس نے جواب دیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے میں نے اس کے بارے میں کسی ایسی بات کو نہیں دیکھا ہے کہ اس کے سبب میں اسے حقیر سمجھوں زیادہ سے زیادہ اگر کوئی عیب ہے تو بس اتنا ہے کہ وہ نوخیز خاتون (Young Girl) ہیں آٹا گوندھ کر نیند کرنے چلی جاتی ہیں اس میں تو غفلت ہے اس کے نتیجہ میں بکری آتی ہے آٹا کھا جاتی ہے اس دن اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور

آپ نے عبداللہ بن ابی کے بارے میں معذرت خواہی کا مطالبہ کیا اور آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے مسلمانو! کون مجھے اس شخص سے معذرت خواہی کے الفاظ کہلائے گا جس کی جانب سے میری اہلیہ کے بارے میں تکلیف دہ کلمات پہنچے ہیں، اللہ کی قسم! میں تو اپنی اہلیہ کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوں اور لوگوں نے جس شخص کے بارے میں کچھ کہا ہے میں اس کو بھی بہتر انسان سمجھتا ہوں اور وہ میرے گھر میں میری موجودگی میں داخل ہوتا ہے۔

یہ کلمات سن کر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! میں آپ کی خدمت میں معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں اگر وہ شخص اوس قبیلہ سے ہوتا تو میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم پر عمل کریں گے اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج قبیلے کا سردار کھڑا ہوا وہ صالح انسان تھا لیکن عصبیت (Prejudice) نے اسے برانگیختہ کیا اس نے کہا اے سعد بن معاذ! اللہ کی قسم! ہم اس کو قتل نہیں کریں گے اور نہ ہم اس کو قتل کر سکتے ہیں اور اگر وہ تیرے خاندان سے ہوتا تو تجھے پسند نہ ہوتا کہ اسے قتل کیا جائے، اس کے بعد اسید بن حضیر کھڑا ہوا یہ شخص سعد بن معاذ کے چچیرے بھائی تھے اس نے سعد بن عبادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم! تو جھوٹ کہتا ہے ہم اس کو قتل کر کے رہیں گے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ تو منافق شخص ہے اور منافقین کی جانب سے جھگڑا کر رہا ہے اس پر اوس اور خزرج دونوں قبیلے برانگیختہ ہوئے انہوں نے آپس میں لڑائی شروع کرنے کا عزم کیا جب کہ رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے آپ ان کے جوش کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے بعد ازاں رسول اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے جب کہ میں اپنے والد کے گھر میں رہائش پذیر تھی دونوں ماں باپ میرے قریب تشریف فرما تھے جب کہ میں رو رہی تھی اس دوران ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اس کو اجازت عطا کی وہ میرے قریب بیٹھ گئیں اور رونا شروع کر دیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں اس کیفیت میں تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پھر میرے قریب بیٹھ گئے اور آپ اس وقت سے میرے قریب نہیں بیٹھے تھے جب سے میرے بارے میں جو باتیں بنائی گئیں اور کہی گئیں تھیں اس واقعہ پر ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا میرے اس معاملہ کے بارے میں آپ کی جانب وحی نازل نہیں ہوئی، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے بیٹھتے ہی خطبہ کے الفاظ زبان پر لائے اس کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں فلاں فلاں بات پہنچی ہے اگر تو اس جرم سے مبرا ہے تو مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ آپ کی براءت فرما دیں گے لیکن اگر گناہ کی مرتکب ہوئی ہے تو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اللہ پاک سے مغفرت کی بھیک طلب کریں اور توبہ کریں اس لئے کہ جب کوئی شخص اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اس کے بعد اس گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں، جب اللہ کے پیغمبر نے اپنی گفتگو کو مکمل کر لیا تو میری آنکھوں سے رواں دواں ہونے والے آنسو رک گئے یہاں تک کہ آنسوؤں کے بارے میں میرا احساس بھی ختم ہو گیا میں نے اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہا آپ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا جواب دیں جو آپ نے فرمائی ہے، والد نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے کچھ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ میں اللہ کے پیغمبر کو کیا جواب دوں؟

اس کے بعد میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ رسول اکرم ﷺ کو میری جانب سے جواب دیں اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے کچھ سوجھ نہیں رہا کہ میں کیا کہوں! عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا جب کہ میں نوخیز لڑکی ہوں میں نے قرآن پاک کا

کچھ زیادہ حصہ نہیں پڑھا ہے بلاشبہ **اللہ** کی قسم! میں معلوم کر رہی ہوں کہ تم نے اس بات کو سنا تمہاری کیفیت یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہو چکی ہے اب تم اس کے زیادہ قریب ہو کہ تم اس کو سچا قرار دو لیکن اگر میں تمہیں مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہوں کہ میں مجرم نہیں ہوں جب کہ **اللہ** پاک کو بھی علم ہے کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا میں بالکل صاف ہوں تو تم مجھے سچا باور نہیں کرو گے اور اگر میں کسی بات کا اقرار کر لیتی ہوں جب کہ **اللہ** کو علم ہے کہ میں مجرم نہیں ہوں تو تم مجھے راست باز سمجھو گے اور **اللہ** کی قسم! یہ حقیقت ہے کہ میں اپنے اور تمہارے لئے کوئی مثال نہیں پاتی ہوں البتہ میری کیفیت وہی ہے جو یعقوب علیہ السلام کی ہے انہوں نے یوسف علیہ السلام کی گمشدگی پر صرف یہ جملہ فرمایا تھا ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾[1] ''پس میرا کام تو صبر جمیل کرنا ہے اور **اللہ** تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے اس پر جو تم بیان کرتے ہو''

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا **کی برأت پر وحی نازل ہونے کا بیان:** بعد ازاں میں وہاں سے رخ پھیرتے ہوئے اپنی خواب گاہ میں لیٹ گئی جب کہ **اللہ** کی قسم! مجھے اپنے بارے میں یقین تھا کہ میں بے گناہ ہوں جب کہ **اللہ** کی قسم! مجھے کبھی یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میرے اس سانحہ (Accident) کے بارے میں قرآن پاک میں آیات نازل ہوں گی، جن کی تلاوت ہوتی رہے گی اور میں خود کو اس سے فروتر سمجھتی تھی کہ **اللہ** تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل فرمائیں گے جب کہ مجھے تو صرف اتنی ہی امید تھی کہ رسول **اللہ** ﷺ کو اس بارے میں خواب کی حالت میں معلوم کرا دیا جائے گا کہ میں اس الزام سے بری ہوں اس نے بیان کیا **اللہ** کی قسم! **اللہ** کے پیغمبر اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوئے تھے اور گھر میں جو افراد تھے ان میں سے کوئی فرد باہر نہیں گیا تھا کہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی اور نزول وحی کے وقت آپ کی جو کیفیت ہوتی تھی وہی کیفیت طاری ہوئی وحی کی شدت سے موسم سرما میں بھی آپ کا جسم پسینہ آلود ہو جاتا اور پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح آپ کی پیشانی سے ٹپ ٹپ گرنے لگ جاتے تھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب رسول اکرم ﷺ پر وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے اور پہلا کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا یہ تھا کہ اے عائشہ! خوش ہو جائیں بلاشبہ **اللہ** تعالیٰ نے آپ کی براءت کی آیات کو اتارا ہے اس پر میری والدہ نے مجھ سے کہا آپ مسرت کی کیفیت میں رسول اکرم ﷺ کی جانب کھڑی ہو جائیں اس پر میں نے کہا **اللہ** پاک کی قسم! میں آپ کی جانب ہرگز نہیں کھڑی ہوں گی اور **اللہ** پاک کے سوا کسی کی تعریف نہیں کروں گی اس لئے کہ **اللہ** پاک نے ہی میری براءت کو نازل فرمایا ہے۔

فقیروں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ اٹھانے کا بیان: چنانچہ ذیل کی آیات مبارکہ نازل ہوئی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (دس آیات نازل ہوئیں) تو جب **اللہ** تعالیٰ نے میری براءت کی آیات کو نازل کیا تو ابوبکر صدیق نے کہا (جو مسطح کے اخراجات برداشت کرتے تھے اس لئے کہ وہ ضرورت مند تھا مزید قرابت داری نزدیکی تھی) اب میں مسطح پر خرچ نہیں کروں گا جب کہ اس نے بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف باتیں کہی ہیں تو اس پر **اللہ** تعالیٰ نے ذیل کی آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾[2] ''مال و دولت والے اور فراخی والے قسمیں نہ اٹھائیں کہ وہ قرابت داروں اور مساکین مہاجرین کو عطیات نہیں دیں گے'' جیسا کہ مسطح جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کا بیٹا تھا وہ ضرورت مند تھا اور غزوہ بدر میں شریک تھا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں محبوب جانتا ہوں کہ مجھے **اللہ** تعالیٰ معاف

---

[1] یوسف : ۱۸ [2] النور : ۲۲

فرمائے اور مسطح پر جو اخراجات کرتا تھا ان کو جاری کر دیا بلکہ اس حقیقت کا اظہار کیا کہ اب میں کبھی بھی اخراجات کو نہیں روکوں گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم عظمت کے نشان کو یہ واقعہ مزید اجاگر کر رہا ہے بعض محقق قسم کے اہل علم لوگوں نے بیان کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر تہمت کی براءت کو ایک بچے کی زبان پر ظاہر کر دیا جو ابھی پنگوڑے میں تھا اور مریم علیہا السلام پر تہمت کی براءت کو ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر جاری کیا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کتنا اونچا ہے کہ اس کی براءت کو اللہ نے قرآن پاک میں آیات مبارکہ میں نازل فرما کر کیا۔[1]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں دریافت کرتے کہ تو نے ان کے بارے میں کیا سنا ہے اس نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں اللہ کی قسم! میں نے تو اسے بہتر ہی پایا ہے چنانچہ زینب بنت جحش کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ یہ خاتون میرے مقابلہ کی تھیں لیکن پرہیزگاری کے باعث اللہ پاک نے اس کو بچائے رکھا جب کہ اس کی بہن حمنۃ بنت جحش اپنی بہن کی وجہ سے ناراض رہتی تھیں تو وہ بھی ان افراد میں شامل رہی جنہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف محاذ کھول رکھا تھا۔[2]

چنانچہ احادیث مبارکہ کی اسناد میں صَدُوق قسم کا تابعی جب وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اکرم ﷺ کی محبوبہ (Sweet Heart) جس کی پاکبازی کا سرٹیفکیٹ آسمان کی جانب سے نازل ہوا، کہتے۔[3]

تشریح: بلاشبہ جن لوگوں نے بدترین قسم کا جھوٹ باندھا اور بہتان کی نہایت ہی بھدی صورت اختیار کی جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی بیوی عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو متہم کیا وہ تم میں سے ہی کچھ افراد ہیں جب کہ ان کا لیڈر عظیم منافق عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے اس اتہام کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ ابوبکر کے خاندان کے لوگو! تم اس اتہام کو اپنے حق میں برا خیال نہ کرو بلکہ اس میں تو تمہاری بہتری ہے جب کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان وحی کے نازل ہونے پر ہوا بلکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور ان کے شرف کا اظہار ہے اور ان پر بہتان لگائے جانے کے باعث انہیں عظیم اجر و ثواب سے نوازا گیا۔

مزید برآں ایمان والوں کے لئے پند و موعظت ہے اور افتراء پردازی کرنے والوں پر حد کے نفاذ میں کوڑے لگائے گئے جن افراد نے تہمت کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی انہیں ان کی دلچسپی اور کوشش کے مطابق سزا دی گئی ان پر حد لگائی گئی لیکن اس سازش کے عظیم کردار کو جو منافقین کا سرغنہ ہے اس کو آخرت میں دوزخ کی آگ میں شدید قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ: اے مسلمانو! ایسا کیوں نہ ہوا جب تم نے اس بہتان کو سنا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ کے پیغمبر کی سب سے عظمت والی بیوی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو متہم کیا گیا ہے جو کہ ذہانت و فطانت میں اپنی مثال آپ ہے تو ایمان دار مردوں اور عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا خیال کیا تو کیوں انہوں نے اس کو تہمت قرار نہ دیا جب کہ انہیں عائشہ صدیقہ رضی

---

[1] قرطبی ۶/۲/۲۱۲ [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۶، صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب ۱۰، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۲۴، مسند احمد ۶/۶۰ [3] المراغی ۶/۳۳۳

اللہ عنہا کی طہارت اور نظافت کا یقین تھا جب کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایماندار شخص اپنے بھائی کے خلاف عیب اور طعن کی بات کو درست قرار نہ دے۔

حافظ ابن کثیر کا بیان: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اس مقام میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ افک کو بیان کرتے ہوئے اس حقیقت سے آگاہ فرمارہے ہیں جب کہ اس واقعہ میں اولاً تو ایمان والوں کو آگاہ کیا ہے کہ کیوں اس خوفناک واقعہ میں صحابہ کرام نے گہری دلچسپی لی اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف طعن و تشنیع کی زبان کو استعمال کیا انہوں نے اپنے بارے میں جب اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہم سے تو اس قسم کی نافرمانی ممکن نہیں، تو ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے بارے میں اس قسم کے گناہ کے ارتکاب کا انکار کررہے ہیں تو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کے زیادہ لائق تھیں کہ ان سے ہرگز اس قسم کا گھناؤنا جرم سرزد نہیں ہوسکتا ہے۔

سنی سنائی بات حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی: نقل کیا گیا ہے کہ ابوایوب انصاری ﷺ کی بیوی نے اپنے خاوند کے ساتھ تذکرہ کیا آپ کے علم میں نہیں ہے کہ لوگ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا لیکن یہ واقعہ جھوٹا ہے اس کے بعد ابوایوب انصاری ﷺ نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار کیا اے ام ایوب! اس قسم کا فعل تجھ سے سرزد ہوسکتا ہے اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں!

اس پر ابوایوب ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بیوی پر برتری عطا کرتے ہوئے اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا وہ تو تجھ سے بہتر خاتون ہے اس سلسلہ میں سبھی صحابہ کرام کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ انہوں نے اس وقت برملا کیوں نہ کہا یہ تو ظاہر باہر جھوٹ ہے اس جھوٹ کا اختراع کرنے والوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بلا جواز الزام لگانے والوں کیلئے ضروری تھا کہ وہ چار گواہ پیش کرتے جو ان کے الزام پر گواہی دیتے جب وہ چار گواہ نہیں لا سکے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں ان کے بارے میں اسلامی شریعت کا یہی حکم ہے، مزید اس کے ضمن میں ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی گئی ہے جنہوں نے بہتان کو سنا اور فوراً اس کا انکار نہ کیا اس کے بعد ان لوگوں کو مخاطب کیا جارہا ہے جنہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام کو ایک دوسرے تک پہنچایا اور انکار نہ کیا کہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی جب کہ اس الزام کے بعد اس نے تمہیں مہلت دی اور فوراً تمہیں سزا سے ہمکنار نہ کیا تو لازمی طور پر تہمت کے تراشنے اور اس کو پھیلانے کے باعث شدید خوفناک عذاب سے دوچار کیا جاتا جب کہ اس جرم کے باعث کوڑے لگانا اور ڈانٹ پلانا تھا۔

دوسروں کے عیوب چھپانے کا بیان: اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ: جب تم اس الزام کو دیگر لوگوں سے سن رہے تھے اور آپس میں مل بیٹھ کر اس کے بارے میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے اور ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے کہ میں نے یہ خبر فلاں شخص سے سنی ہے بلکہ فلاں شخص بھی اس طرح کی باتیں کررہا تھا لیکن یہ باتیں زبان کی حد تک تھیں جب کہ حقیقت پر مبنی کوئی بات نہیں تھی بلکہ سراسر جھوٹ اور بہتان کی رٹ لگی ہوئی تھی اور تم اس الزام کو معمولی قرار دیتے رہے اور سمجھتے رہے کہ اس طرح کی گفتگو سے ہمیں کچھ سزا نہیں ملے گی جب کہ اللہ کے ہاں یہ گھناؤنا جرم تھا اور تباہی و بربادی کا پیش خیمہ تھا، معلوم ہوا بہتان کا تعلق زبان کی حد تک تھا کسی بھی شخص کے دل میں اس واقعہ کے بارے میں ہرگز ادنیٰ درجہ کا یقین نہ تھا بلکہ شاخسانہ ہی تھا۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا: سبھی ایمان والوں کو ڈانٹ پلائی جارہی ہے کہ تمہارے لئے از بس ضروری تھا کہ جب تمہارے کانوں میں اس خبر کی بھنک پڑی تھی تو تم فوراً سنتے ہی انکار کردیتے اور تم فوراً کہتے کہ ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم اس گھناؤنے الزام کو اپنی زبان پر لائیں اور کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کریں **اللہ** کی ذات پاک ہے ہرگز اس قسم کا گھناؤنا الزام **اللہ** کے پیغمبر کی بیوی پر نہیں لگایا جاسکتا جو پاکباز خاتون ہے وہ اس سے بیزار ہے یہ تو واضح جھوٹ ہے اس عظیم جرم کی شناعت پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اور اسے بعید از عقل قرار دیتے ہوئے لفظ **سبحانک** استعمال کیا گیا ہے کہ یہ تو بہت بڑا الزام ہے **اللہ** تعالیٰ تمہیں ناصحانہ حکم دے رہے ہیں کہ اس قسم کے واقعہ کو مستقبل میں ہرگز دہرایا نہ جائے اگر تم سچے ایماندار ہو اور **اللہ** تمہارے فوائد کے لئے شریعت کے احکام کو بیان کرتے ہیں تا کہ تم مؤدب بنو اور **اللہ** کی ذات کو اس کے بندوں کے مصالح کا علم ہے اس کے احکام حکمت پر مبنی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ: اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ انتہا درجہ کی بے حیائی پاکدامن ایماندار مردوں اور عورتوں میں پھیل جائے ان کیلئے دنیوی زندگی میں دردناک عذاب میں دوچار ہونا ہے ان پر تہمت کی حد لگائی جائے گی اور آخرت میں ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے: ''نبی ﷺ نے فرمایا صحیح معنی میں مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں اور صحیح معنی میں مہاجر وہ شخص ہے جو خود کو منہیات سے دور رکھے۔[1]

نیز ارشاد نبوی ہے: آپ نے فرمایا: ''جو ایماندار شخص اپنے ایماندار بھائی کے کسی عیب پر پردہ ڈالتا ہے تو قیامت کے دن **اللہ** تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غلطی کو معاف کردیتا ہے تو قیامت کے دن **اللہ** تعالیٰ اس کی لغزش کو معاف فرمادے گا''۔[2]

بعد ازاں **اللہ** تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان جتاتے ہوئے بتایا کہ وہ انہیں اپنے فضل ورحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا انہیں جلد عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے بارے میں اگر **اللہ** کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی جب کہ تمہیں توبہ کی توفیق عطا کی تو تم تباہ وبرباد ہوجاتے **اللہ** پاک کی اس کے بندوں پر شفقت کا نتیجہ ہے کہ بندوں کی غلطیوں کے باوجود ان پر رحم فرماتا ہے۔

شیطان کی پیروی نہ کرنے کا بیان: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ: اے ایمان والو! جنہوں نے **اللہ** اور اس کے پیغمبر کو سچا قرار دیا ہے تم شیطان کے راستوں پر نہ چلو کہ تم بے حیائی کی نمائش کرتے پھرو اور جو شخص شیطان کی تابعداری کریگا بے حیائی اور منکر کاموں کا مرتکب ہوگا جبکہ شیطان انہیں ان کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے لیکن تم پر **اللہ** کا فضل اور اسکی رحمت سایہ فگن رہتی ہے کہ **اللہ** پاک تمہیں توبہ کی توفیق عطا کرتے ہیں جس کے باعث تمہارے گناہ محو ہوجاتے ہیں، ذہن نشین کریں **اللہ** پاک عظیم قدرت کے ساتھ موصوف ہے وہ جس شخص کے بارے میں چاہتا ہے اس کی توبہ قبول کرتا ہے اسکے گناہوں کو معاف کردیتا ہے یہ سب کچھ اسکی رحمت کے سبب ہے جیسا کہ جو افراد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت میں شریک ہوئے جیسا کہ حسان رضی اللہ عنہ اور مسطح

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۴، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۱۵، صحیح ترمذی کتاب الایمان باب ۱۲

[2] صحیح ابن ماجہ کتاب التجارات باب ۲۶، مسند احمد ۲/۲۵۲، الارواء الغلیل ص ۱۸۲

کا معاملہ ہے ان کی توبہ کو قبول کر لیا ہے اور **اللہ** کی ذات ان تمام باتوں کو سنتا ہے جو تم کہتے ہو اور تمہارے دلوں میں بے حیائی کے پھیلانے یا اسے ناپسند جاننے کے بارے میں بھی علم ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا سزا کے عمل سے گزارا جائے گا۔

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ: یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے قسم اٹھائی کہ اب وہ مسطح کو کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا اس کے ساتھ مالی تعاون نہیں کرے گا اس لئے کہ تہمت لگانے والوں میں وہ بھی شریک تھا اس کے بارے میں آیت نازل ہوئی جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قریبی عزیز تھا اور تہمت میں شریک ہونے سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے اب انہوں نے قسم اٹھائی کہ اس کے ساتھ مالی تعاون نہیں کیا جائے گا تو **اللہ** نے حکم دیا کہ ایسی قسم نہ اٹھائیں معاف کریں درگزر کریں اگرچہ تہمت کی حد کا اس پر نفاذ کیا گیا۔

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ: کیا تمہیں پسند نہیں کہ **اللہ** تعالیٰ تمہیں معاف کریں جب کہ تم معاف کرو گے اس آیت کے نازل ہونے پر کہا **اللہ** پاک کی قسم! کیوں نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمیں معاف فرمائے اس کے بعد مسطح پر جو خرچ کرتے تھے اسے دوبارہ جاری کر دیا۔[1]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ ع

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ پاک دامن بے خیال ایماندار عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے (۲۳) جب ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے (۲۴) اس دن **اللہ** ان کو انصاف کا بدلہ دے گا اور وہ معلوم کر لیں گے کہ **اللہ** کی ذات وہی ثابت ہے ظاہر ہے (۲۵) ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے لائق ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے لائق ہیں یہ لوگ اس چیز سے بری ہیں جو لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت والا رزق ہے (۲۶)

تناسب: قبل ازیں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہوا جب ان پر تہمت لگی تھی اور جن لوگوں نے انہیں متہم کیا ان کی سزا کا بیان ہوا اس کے بعد عام حکم بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص بھی کسی پاک دامن ایماندار غافل عورت پر زنا کا الزام

[1] المراغی ۶/۳۳۸

لگا تا ہے وہ اللہ کی رحمت سے راندہ گیا اسے دوزخ میں عذاب دیا جائے گا البتہ اگر وہ تائب ہو جائے اور اعمال صالحہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

تشریح: بلاشبہ جو لوگ پاک دامن غافل ایماندار عورتوں کو بے حیائی کے ساتھ متہم کرتے ہیں انہیں دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور رکھا جائے گا اور ان کے جرم کے باعث آخرت میں انہیں بہت بڑے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا، حدیث میں ہے: ''جو شخص کسی برے طریقہ کو جاری کرتا ہے تو اس پر اس کے عمل کے گناہ کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی رکھا جائے گا جو اس بدعملی پر رواں دواں رہیں گے۔''[1]

الزام تراشی کرنے والے اللہ کی رحمت سے دور رہیں گے: يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ: انہیں اس عذاب میں گرفتار کیا جائے گا لیکن وہ اپنی بداعمالیوں کا انکار کریں گے جب ان سے دریافت کیا جائے تو پھر انکے ہاتھ انکے پاؤں ان کی زبانیں گناہوں پر گواہی دیں گی، اللہ پاک اپنی قدرت کے ساتھ انہیں گویائی کی قوت عطا کریں گے تو ہر عضو اپنے فعل پر گواہی دیگا جو اس سے صادر ہوا ہوگا، ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَاؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾[2]

''دوزخی لوگ اپنے چمڑوں کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے اللہ نے ہمیں گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا کی ہے'' بعد ازاں انہیں دوزخ میں گرا دیا جائیگا اس دن اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیگا اور وہ یقین کریں گے کہ دنیوی زندگی میں انہیں جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ برحق ہے اس میں کچھ شبہ نہیں۔

امام کشاف کی وضاحت: اگر آپ مکمل قرآن پاک کے مضامین کا بنظر غائر مطالعہ کریں گے اور نافرمان لوگوں کو جس عذاب کی دھمکی دی گئی ہے اس کا جائزہ لیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدترین معاملہ میں بھی اس قدر سخت انداز اختیار نہیں کیا ہے جس قدر کہ عائشہ صدیقہ پر لگائے گئے بہتان پر اختیار کیا گیا ہے اور اس واقعہ میں جس قدر بھی اللہ تعالیٰ نے آیات کو نازل کیا ہے وہ سب شدید وعید سے بھرپور ہیں اور ان میں دل کو ہلا دینے والے عذاب اور ڈانٹ کا گہرا اثر ہے اور اس کے ناقابل برداشت اقدام پر گھبراہٹ دل و دماغ کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے اور اگر ان تین آیات کے سوا آیات نہ بھی نازل ہوتیں تو یہی کافی تھیں جب کہ تہمت لگانے والوں کو دونوں جہانوں میں ملعون (Damned) قرار دیا ہے اور آخرت میں بہت بڑے عذاب میں مبتلا کئے جانے کی دھمکی دی ہے جب کہ ان کی زبانیں ان کے ہاتھ ان کے پاؤں ان پر گواہی دیں گے کہ انہوں نے قرآن پاک کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا اس لئے انہیں اس قدر بدترین سزا کے ساتھ بدلہ دیا جائے گا جس کے وہ مستحق تھے۔

خاوند بیوی کے درمیان اخلاق وصفات میں مماثلت ہونی چاہئے: اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ خاوند بیوی کے درمیان اخلاق اور صفات کے لحاظ سے مشاکلت ہو پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے نکاح میں ہوں اور خبیث عورتیں خبیث مردوں کے نکاح میں ہوں، ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو تمام پاکباز لوگوں سے زیادہ پاکباز تھے اس لحاظ سے ضروری ہے کہ عائشہ صدیقہ جو آپکی بیوی تھیں وہ تمام پاکباز عورتوں سے زیادہ پاکیزہ ہو، یہ لوگ جو پاکیزہ ہیں اور عورتیں جو پاکیزہ ہیں یہ ان الزامات سے بری ہیں جو الزام یہ لوگ عائد کر رہے ہیں ان کے گناہوں کو معاف کر دیا گیا اور انکے پروردگار کے ہاں جنات میں انہیں آبرومندانہ رزق مہیا ہوگا۔

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب ۱۵، صحیح ابن ماجہ مقدمہ باب ۱۴، مسند احمد ۲/۳۵۷ [2] حٰم السجدہ: ۲۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں نہ آؤ یہاں تک کہ تم اجازت طلب کرو اور ان گھر والوں پر سلام کہو یہ تمہارے لئے بہتر ہے شائد کہ تم نصیحت حاصل کرو (۲۷) اگر تم اس میں کسی شخص کو نہ پاؤ تو پھر تم نے اس میں داخل نہیں ہونا ہے یہاں تک کہ تمہیں اجازت عطا ہو اور اگر تمہیں کہا جائے کہ تم واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہے اور **اللہ** جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو (۲۸) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہوتے ہو جو آباد نہیں ہیں اس میں تمہارا فائدہ ہے اور **اللہ** جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو (۲۹)

مفردات کی وضاحت: حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا یہاں تک کہ تم اجازت طلب کرو، ظاہر ہے کہ اجازت حاصل کرنے میں گھر والوں کے ساتھ انس حاصل ہوتا ہے اور بلا اجازت داخل ہونے کی صورت میں خوف و دہشت کا شائبہ رونما ہوتا ہے اور گھر میں داخل ہونا دشوار محسوس ہوتا ہے۔

تناسب: قبل ازیں **اللہ** تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے ڈرایا ہے اور اس پر خوفناک عذاب کی دھمکی دی ہے چونکہ بظاہر اس اتہام کا منشا مردوں عورتوں کا باہم اختلاط اور میل جول رکھنا ہے اور تنہائی میں عورتوں کے گھروں میں اجنبی مردوں کا داخل ہونا ہے تو **اللہ** تعالیٰ نے اجنبی گھروں میں داخل ہونے کے آداب کو بیان کیا ہے کہ کسی اجنبی شخص کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اولاً اجازت طلب کی جائے اس کے ساتھ **السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** کے کلمات کہے جائیں۔

تشریح: گھر میں داخل ہونے کے آداب: یہاں تک کہ تم اجازت طلب کرو کہ فلاں شخص گھر کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے اور اس کیساتھ ہی السلام علیکم کے کلمات کہے جائیں اس کیفیت کیساتھ تمہارا داخل ہونا اور السلام علیکم کہنا اچانک کسی کے گھر میں داخل ہونے سے کہیں بہتر ہیں یہ پابندی اس لئے عائد کی جارہی ہے تاکہ تم جب اس پابندی کو قبول کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ر ہو گے تو تم اچانک گھر میں خاوند بیوی کی کہیں ایسی کیفیت کو نہ دیکھ پاؤ جو غیر مناسب ہو جیسا کہ خاوند بیوی دونوں ایک لحاف میں آرام کررہے ہوں۔

علامہ قرطبی نے وضاحت کی ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے نیز ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا بھلا مجھے اپنی والدہ کی رہائش گاہ میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت حاصل کرنی چاہیے؟ آپ نے فرمایا ضروری ہے کہ اجازت حاصل کی جائے اس نے دوبارہ عرض کیا اے **اللہ** کے پیغمبر! اس کا میرے علاوہ کوئی خادم نہیں ہے تو پھر بھی اجازت

حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے بھلا آپ یہ بتائیں کیا تجھے پسند ہے کہ تو اپنی والدہ کے گھر میں جب داخل ہو تو اس کے جسم پر لباس نہ ہو، کیا تجھے ایسی کیفیت میں داخل ہونا پسند ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا آپ نے فرمایا اجازت حاصل کر کے داخل ہونا چاہیے۔ (تفسیر طبری ١٠/١٤٨)

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا: اگر تم گھروں میں کسی شخص کو نہ پاؤ جو تمہیں داخل ہونے کی اجازت عطا کریں تو تم صبر کرو گھر میں بلا اجازت داخل نہیں ہونا ہے جب تک کہ تمہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی ہے، ظاہر ہے کہ گھروں کا احترام ضروری ہے اور گھروں میں گھر کے مکینوں کی اجازت کے بغیر داخل ہونا ممنوع ہے اور اگر تمہیں داخلہ کی اجازت نہیں ملتی ہے تو تمہیں واپس ہونے کیلئے کہا جاتا ہے تو تم واپس ہو جاؤ اصرار ہرگز نہ کرو واپس لوٹنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اسی میں تمہاری عزت و آبرو کا تحفظ ہے لیکن اس سلسلہ میں جھگڑا کرنا اور دروازے پر کھڑے رہنا انتظار کرتے رہنا ہرگز درست نہیں ہے، اور **اللہ** پاک کو بھی پوشیدہ معاملات کا علم ہے اور تمہارے اعمال **اللہ** کے علم میں ہیں اعمال کے مطابق تمہیں بدلہ عطا کرے گا، علامہ قرطبی اس مقام کی وضاحت میں رقم طراز ہیں کہ اس حکم میں ان لوگوں کو ڈانٹ پلائی جارہی ہے جو گھر میں اقامت پذیر افراد کی جاسوسی کرتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا: آباد گھروں کے احکام کو بیان کرنے کے بعد ان گھروں کے احکام بیان ہو رہے ہیں جو بے آباد ہیں تو واضح کیا کہ تم ان میں بلا اجازت داخل ہو سکتے ہو جیسا کہ ہوٹل، سرائے (Hotel inn)، وقف عمارت (Trust) وغیرہ، مجاہد تابعی کا قول ہے: ''ان سے مقصود وہ سرائیں ہیں جنہیں سڑکوں کے کناروں پر اس لئے تعمیر کیا جاتا ہے تاکہ سفر کرنے والے لوگ وہاں اقامت کر سکیں اور آرام کر سکیں مزید ان کے ساتھ دیگر ضرورتیں وابستہ ہیں موسم گرما میں گرمی سے بچاؤ کیلئے آرام کرنا سامان وغیرہ رکھنا ہے اور **اللہ** جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو، تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ عطا ہوگا البتہ کسی نقصان یا بگاڑ کے لئے داخل ہونا جائز نہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو روکے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے نہایت پاکیزہ ہے بلاشبہ **اللہ** خبر رکھتا ہے جو وہ کر رہے ہیں (٣٠) اور مسلمان عورتوں کو بھی کہیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو

ڈھانپ رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیب وزینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو از خود ان سے ظاہر ہو جائے اور اپنی چادروں کو اپنے گریبانوں پر لٹکائیں اور اپنی زیب وآرائش کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے باپوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے جیسی عورتوں کیلئے یا لونڈیوں کے لئے یا خدام کیلئے جو بالغ نہیں ہیں یا وہ کم عمر بچے جو عورتوں کی شرمگاہوں کے بارے میں خبر نہیں رکھتے ہیں اور وہ اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے اور تم سب **اللہ** کی جانب رجوع کرو اے ایمان والو تاکہ تم کامیاب رہو (۳۱)

مفردات کی وضاحت: خُمُرٌ کا واحد خِمَارٌ ہے وہ کپڑا جس کے ساتھ عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے، بُعُولَۃٌ خاوند، مراد ہیں اس کا واحد بَعْلٌ ہے، اَلْاِرْبَۃُ عورتوں کی جانب ضرورت، اَلطِّفْلُ کا اطلاق واحد جمع دونوں پر ہوتا ہے، لَمْ یَظْھَرُوا وہ بچے جنہیں بچپن میں عورتوں کی شرمگاہ کا علم نہیں ہوتا ہے۔[1]

بلاغت: سوال مترشح ہوتا ہے کہ آنکھ کے نیچے رکھنے میں لفظ مِنْ کا استعمال ہوا ہے لیکن شرمگاہ کی حفاظت میں لفظ مَنْ کو نہیں لایا گیا ہے اصل مقصود یہ ہے کہ غیر محرم عورت کی جانب دیکھنا اس کی شرمگاہ کی بنسبت ہلکا ہے، ظاہر ہے کہ اجنبی عورت کے بعض اعضاء کو دیکھنا جائز ہے یعنی مِنْ تَبْعِیْضِیَہ ہے جبکہ شرمگاہ کی مکمل حفاظت ضروری ہے ہرگز کچھ بھی جائز نہیں۔[2]

تشریح: بری نظر کو روکنے کا بیان: قبل ازیں اسلامی معاشرت کے کچھ آداب کا ذکر کیا گیا ہے اس سلسلہ میں نظر کو نیچا رکھنا غیر محرم عورت کی جانب دیکھنا ممنوع ہے اس لئے شرعی ادب کو بیان کیا جا رہا ہے اے محمد! (ﷺ) آپ اپنے پیروکاروں کو آگاہ فرمائیں کہ وہ اجنبی عورتوں کی جانب نظر نہ اٹھائیں نظر کو بند رکھیں ظاہر ہے کہ نظر تو ایک زہریلا تیر ہے جس کے باعث دیکھنے والے شخص کے نفس امارہ میں شہوت کا ہیجان رونما ہوتا ہے اور اکثر وبیشتر دیکھنے میں آیا ہے کہ دیکھنے کے باعث انسان ایسے شنیع کام کے ارتکاب پر دلیر ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں زندگی بھر انسان غم اور تاسف سے خود کو تحفظ عطا نہیں کر سکتا ہے عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

كَمْ نَظْرَةٍ فَتَكَتْ فِيْ قَلْبِ صَاحِبِهَا فَتْكَ السِّهَامِ بِلاَ قَوْسٍ وَلاَ وَتَرِ

''بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی حسینہ جمیلہ کی جانب نظر کو اٹھانے سے نظر اس شخص کے دل کو یوں مجروح کر دیتی ہے جیسا کہ تیروں کے ساتھ دشمن کے قلب وجگر کو پھاڑ دیا جاتا ہے لیکن تعجب ہے کہ تیر تو کمان اور تندی کے محتاج ہیں ان کے بغیر وہ کام نہیں کرتے لیکن نظر تو کمان اور تندی کی محتاج نہیں نظر کا تیر ہی گھائل کر دیتا ہے''

نظر کو روک کر رکھنے میں مِنْ تَبْعِیْضِیَہ استعمال ہوا ہے کہ اگر مکمل طور پر نظر کو بند نہیں رکھ سکتے ہو تو جزوی طور پر ہی نظر کو بند رکھیں جبکہ شرمگاہوں کے تحفظ میں لفظ مِنْ کا استعمال نہیں ہوا ہے، مقصود یہ ہے کہ شرمگاہ (Vagina) کو مکمل طور پر تحفظ حاصل ہو زنا نہ ہو، اسے ننگا نہ کیا جائے شرمگاہ سے کپڑا نہ اتارا جائے کجا یہ کہ کوئی مرد یا عورت اس کو ہاتھ لگائے، ذہن نشین فرمائیں بلاشبہ **اللہ** تعالیٰ کی ذات نگہبان ہے وہ لوگوں کے اعمال سے واقف ہے اس پر کسی شخص کی کوئی حالت کوئی جرم مخفی نہیں ہے اس لئے ضروری

---

[1] المراغی ۳۱۹/۶ [2] فتح الرحمن ص ۳۹۴

ہے کہ نہ صرف بر سرعام بلکہ در پردہ بھی اس سے مکمل اجتناب کیا جائے، سوال مترشح ہوتا ہے کہ آنکھ کو بند رکھنے کا حکم پہلے دیا گیا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کا حکم اس کے بعد دیا گیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ نظر زنا کا پیش خیمہ ہے اور فسق وفجور کی جانب جھکاؤ کرنے میں اس کا خاص کردار ہے اور نظر کے روکنے میں مشکلات ہیں جنہیں ختم نہیں کیا جا سکتا البتہ جس کو اللہ تعالیٰ تحفظ عطا فرما دے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ: آپ ایماندار عورتوں کو آگاہ کریں کہ وہ اپنی نظر کو ان مردوں کی جانب نہ اٹھائیں جو اجنبی ہیں محرم نہیں ہیں اور اپنی شرمگاہوں کو زنا سے محفوظ رکھیں اور اپنے جسم کو وسیع چادر کے ساتھ ڈھانپ کر رکھیں اور غیر محرم لوگوں سے اپنی زینت کو چھپا کر رکھیں البتہ جسم کا جو حصہ بلا قصد اور بلا کسی برے ارادے کے ظاہر ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں ہے۔

زیب وزینت کی اقسام کا بیان: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے زیب وزینت کی دو اقسام ہیں ایک زیب وزینت تو ایسی ہے جس کو خاوند کے سوا کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا جیسے انگوٹھی اور کنگن کا زیور ہے جب کہ ایک زینت وہ ہے جس کو اجنبی لوگ بھی دیکھ سکتے ہیں وہ اس کے بدن پر اس کا لباس ہے اس کے ساتھ اس کا چہرہ اور اس کی دونوں ہتھیلیاں ہیں یا طبی نقطہ نگاہ سے علاج کی ضرورت ہے تب اس عضو کو دیکھا جا سکتا ہے اور گواہی دیتے وقت بھی اس کی جانب دیکھنا درست ہے کہ کہیں کوئی اور عورت تو نہیں ہے۔

پردہ کے احکام کا بیان: **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ:** اپنے سر کے دوپٹہ کو اپنی چھاتی (Breast) پر لٹکائیں تا کہ اس جگہ سے بدن کا حصہ نظر نہ آئے خیال رہے کہ لفظ (ستر) پردے کا ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ (ضرب) سے امر کا صیغہ لایا گیا ہے مقصود چھاتی کو مبالغہ کی حد تک چھپایا جائے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اولیں ہجرت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں کہ جب اللہ پاک کی جانب سے **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ** کا جملہ نازل ہوا تو انہوں نے اپنی ان چادروں کو جو ان کے جسم کو ڈھانپ لیتی تھیں ان کو پھاڑ کر سر اور سینہ کو بالخصوص ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا۔

مزید مفسرین نے بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں عورت موجودہ دور کی طرح مردوں کے درمیان معاشرہ میں چلتی پھرتی ہوتیں تو ان کا سینہ ننگا ہوتا تھا گردن کا نچلا حصہ جو سینے کے ساتھ ملا ہوتا ہے اس پر بھی کپڑا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ آج کے دور میں فیشن ایبل عورتوں کا یہی وطیرہ ہے چھاتی کے عریاں ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں ہاتھوں کو بھی ننگا رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اکثر اوقات اپنے بدن کے ان حصوں کو جو فتنہ کی بنیاد ہوتے ہیں انہیں عریاں رکھا جاتا ہے اسی طرح سر کے بالوں کے حسن کو بھی آشکارا کرتی ہیں تا کہ نوجوانوں کو اپنی جانب مائل کریں ان کے علاوہ جسم کے حصہ پر سر کے دوپٹوں کو اس طرح لٹکاتی ہیں کہ سینے کا حصہ ننگا (Bare) رہے اس لئے ایمان دار عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پردے کی چادروں کو سامنے کی جانب پاؤں تک لٹکائیں اور فاسق فاجر شریر قسم کے لوگوں کے شر سے خود کو تحفظ عطا کریں اور اپنی پوشیدہ زیب وزینت کو خاوند کے علاوہ جس کے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے اس پر عمل پیرا رہیں۔

محرم اور غیر محرم رشتوں کا بیان: **اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ:** یا اپنے باپوں کیلئے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے لئے اس لئے کہ وہ بھی محرم ہیں ظاہر ہے کہ باپ اپنی بیٹی کی عزت کا تحفظ کرتا ہے اور خاوند کا والد اپنے بیٹے کا ان چیزوں سے تحفظ کرتا ہے جن سے اس کو حزن وملال لاحق ہو، بعد ازاں دیگر محرم رشتوں کو ذکر کیا ہے یا ان کے بیٹے یا ان کے خاوندوں کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے بھائیوں کے بیٹے یا ان کی بہنوں کے بیٹے یا اپنی دین اسلام کی شریک عورتوں پر یا لونڈیوں پر جو مشرکہ نہیں یا خدام کیلئے

جن میں شہوت کا میلان نہیں ہے جنسی معاملات سے بے خبر ہیں بے وقوف قسم کے لوگ مراد ہیں یا وہ کم سن بچے جو ابھی شہوت کی حد تک نہیں پہنچے ہیں اور عورتوں کیساتھ مجامعت کے بارے میں انہیں آگاہی نہیں ہے اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین پر زور سے نہ ماریں تاکہ پاؤں کے زیور پازیب کی آواز نہ کہیں سنائی دے اس کے نتیجہ میں کوئی عاشق مزاج لڑکا برائی کی جانب میلان نہ کرے اس سے اس لئے روکا گیا ہے کہ یہ بھی شیطان کا عمل ہے اور اے ایمان والو! تم اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرو احکام پر عمل پیرا رہو منہیات اور شہوت سے تحفظ اختیار کرو تاکہ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کر پاؤ اور دونوں جہانوں کی سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لو۔

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ‌ؕ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۳۲﴾ وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ يَبۡتَغُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَكَاتِبُوۡهُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا‌ وَّاٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىۡۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ؕ وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ؕ وَمَنۡ يُّكۡرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ: اور اپنی قوم میں سے ان عورتوں کا جو بلا خاوند ہیں اور اپنے رفقاء میں سے صالح غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کراؤ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا اور اللہ بہت عطیات دینے والا اور جاننے والا ہے (۳۲) اور ضروری ہے کہ وہ لوگ پاک دامنی کا خیال رکھیں جو نکاح کے اسباب کو نہیں پاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا اور وہ لوگ جو اپنے غلاموں سے مکاتبت کا مسئلہ طے کرتے ہیں تو تم ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں صلاحیت کو پاتے ہو اور تم انہیں اللہ کے مال سے عطا کرو جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اور اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامنی کا ارادہ رکھتی ہیں کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کو حاصل کرنا چاہتے ہو اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو بلاشبہ اللہ ان لونڈیوں کو ان کے مجبور کرنے کے بعد انہیں معاف کرنے والا مہربان ہے (۳۳) اور بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب روشن آیات کو اتارا ہے اور ان لوگوں کے واقعات جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے (۳۴)

مفردات کی وضاحت: اَلۡاَيَامٰى کا واحد اَيِّمٌ ہے، اصل اَيَامِمُ تھا اس میں قلب کر کے اَيَامٰى بنا دیا گیا، اَيِّم مرد جس کی بیوی نہیں، عورت جس کا مرد نہیں ہے خواہ باکرہ ہے یا نکاح والی تھی، اَلصّٰلِحِيۡنَ جن میں نکاح کرنے کی صلاحیت ہو اور نکاح کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں، اَلۡاِمَاءُ کا واحد اَمَةٌ ہے، غیر شادی شدہ خواہ باکرہ (کنواری) ہے یا بیوہ ہے جب کہ اس کا اکثر استعمال اس مرد کو کہتے ہیں جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو، يَسۡتَعۡفِفُ پاک دامنی میں کوشش کریں،

لَايَجِدُوْنَ جو وسائل نہیں پاتے ہیں، کِتَابَتٌ غلام کو آزاد کرنے کے لئے قسط وار مال کی ادائیگی، فَتَيَاتٌ کا واحد فَتَاةٌ ہے، مقصود لونڈی، اَلْبِغَاءُ زنا، تَحَصُّنًا پاکدامنی، مَثَلاً عجیب قسم کا واقعہ جیسا کہ یوسف علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا واقعہ ہے۔[1]

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ کے بارے میں سوال مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کس طرح فرمادی ہے کہ تم لونڈیوں کو زنا کے عمل پر مجبور نہ کرو! جب کہ وہ پاک دامنی کا ارادہ رکھتی ہیں جب کہ ان کو زنا کے فعل پر مجبور کرنا حرام ہے اگرچہ وہ پاک دامنی کا ارادہ نہ بھی کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام میں شرط کا مفہوم مراد نہیں ہے اس کا انداز تو اکثر طور پر ہے کہ ان پر جبر تو تب ہی متحقق ہوگا، جب کہ ان کا ارادہ پاک دامنی کا ہوگا نیز اس کا ایک سبب اور بھی ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ اپنی لونڈیوں کو زنا جیسے شنیع (برے) فعل کے ارتکاب پر مجبور کرتے تھے، جب کہ وہ پاک دامنی کا ارادہ رکھتی تھیں۔[2]

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ایماندار عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظر کو نیچی رکھیں، شرمگاہ کا تحفظ کریں کہیں زنا کاری نہ ہو اس کے بعد حکم دیا کہ تم ان مردوں اور عورتوں کو نکاح کے بندھن میں لے آؤ جو ابھی شادی شدہ نہیں ہیں، مقصود یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کرو اور اس سلسلہ میں وسائل بھی تلاش کرو تاکہ زنا جیسی مہلک بیماری سے معاشرہ کو تحفظ حاصل ہو۔

تشریح: اس حکم میں اسلامی معاشرہ کی اصلاح مقصود ہے کہ جو بالغ لڑکیاں اور لڑکے ہیں انہیں نکاح کے بندھن میں باندھ دو تاکہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو جائے نیز اس آیت کے مفہوم میں اس حقیقت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ لڑکیوں کا نکاح ان کے اولیاء کرائیں یہ ان کی ذمہ داری ہے اور کوئی عورت بلا ولی کے اپنا نکاح از خود نہ کرائے اور نکاح کی زندگی بسر کرنا مسنون ہے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے نوجوانو! جو شخص تم میں سے نکاح کے اخراجات کی استطاعت رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود کو نکاح کے بندھن میں لے آئے ظاہر ہے کہ نکاح سے روگردانی کرنے والا شخص آپ کے معمول اور طریقہ سے دور ہے۔[3]

اسی طرح تمہارے غلام اور تمہاری لونڈیاں جو نکاح کے رشتہ میں ابھی منسلک نہیں ہیں ان کا نکاح کرا دیا جائے تاکہ اسلامی معاشرہ زنا جیسے قبیح فعل کے ارتکاب سے محفوظ رہے اسی طرح تم اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی نکاح کے بندھن میں باندھ دو بالخصوص جب اسلامی معاشرہ میں فتنے کا اندیشہ ہو اگر مالی اسباب اس راہ میں حائل ہوں تو فقر و فاقہ کی جانب زیادہ توجہ نہ کرو معاشرہ کی اصلاح کیلئے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو نکاح کے بندھن میں لے آؤ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے مستغنی کردے گا مال تو آنے جانے والی چیز ہے ایک ہی حالت نہیں رہتی ہے اللہ کی ذات تو وسعت اور غنا کے ساتھ موصوف ہے اور اللہ کی ذات کو تو ہر فرد کے بارے میں علم ہے وہ تو اپنی حکمت کے مطابق رزق کو جس کے لئے چاہتا ہے فراخ کردیتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں اللہ نے جن کی مدد کو اپنے ذمہ لیا ہے پہلا وہ شخص جو تنگدست ہے

[1] المراغی ۳۱۹/۶ [2] فتح الرحمن ص ۳۹۶ [3] صحیح بخاری کتاب الصوم باب ۱۰، صحیح مسلم کتاب النکاح باب ۱، صحیح ابن ماجہ کتاب النکاح باب ۱

وہ نکاح اس لئے کراتا ہے تاکہ پاکدامنی مجروح نہ ہو اور جس غلام نے اپنے آقا سے کتابت کی ہے کہ اتنا روپیہ ادا کرنے پر اس کو آزاد کر دیا جائے گا اور تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے۔[1]

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ نِكَاحًا: اور وہ لوگ جو پاک دامنی کے تحفظ کے لئے کوشاں رہیں جو مال و دولت نہیں پاتے ہیں جس کے ساتھ وہ نکاح کے بندھن میں خود کو شامل کریں اور انتظار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے مستغنی کر دے گا اور اللہ کا وعدہ سچا ہے اس پر یقین کرتے ہوئے نکاح کے بندھن میں خود کو باندھ دیا جائے۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ: اور وہ غلام جو اپنے آقاؤں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس قدر مال اقساط (Instalment) کی صورت میں ادا کریں گے ادائیگی کے بعد انہیں آزاد کر دیا جائے گا تو ان کے آقاؤں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مال کتابت کے حصول کے بعد انہیں آزاد کر دیں جب کہ انہوں نے راستبازی اور امانت داری کے احساس کو برقرار رکھتے ہوئے مال ان کے حوالہ کر دیا ہے اس کے بعد ایمانداروں کو حرام طریقوں سے مال فراہم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ: اور تم اپنی لونڈیوں کو زنا کے ارتکاب پر مجبور نہ کرو کہ تم دنیوی مال و متاع زیبائش کو حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمہارا ان کو زنا پر مجبور کرنا کتنا بھیانک کردار ہے بالخصوص جب کہ لونڈیاں اپنے دامن کو زنا سے ملوث ہونے سے تحفظ عطا کرتی ہیں بہر حال تمہیں ہرگز ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیے چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کی دو لونڈیاں مسیکۃ اور امیمہ نامی تھیں وہ انہیں زنا کاری پر مجبور کرتا تھا ان لونڈیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکائت عرض کی تو ان کی شکایت پر آیت مبارکہ نازل ہوئی جس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے۔[2]

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ: اور جو شخص انہیں زنا کے ارتکاب پر مجبور کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے گا ان پر رحم فرمائے گا زنا کے فعل پر ان کا مؤاخذہ نہیں کرے گا اس لئے کہ انہیں مجبور کیا گیا تھا البتہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے ضرور انتقام لے گا جنہوں نے انہیں ایسے شنیع فعل پر مجبور کیا اور انتقام بھی انتہائی بھیانک اور سخت ہو گا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ: اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم نے قرآن پاک میں ان احکام کو اتارا جن کی تمہیں معاشرہ میں ضرورت تھی جیسا کہ ہم نے سابقہ امتوں کے واقعات سے تمہیں آگاہ کیا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا واقعہ ہے اور ان واقعات کے بارے میں یہ کہنا بالکل مناسب ہے کہ یہ واقعات عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ افک کے مشابہ ہیں اور ان واقعات کے بیان میں ان لوگوں کے لئے پند و موعظت کا سامان موجود ہے جو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں قرآن پاک کے وصف میں علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قرآن پاک میں یہ خصوصیت ہے کہ اس میں تمہارے سبھی امور کے فیصلے موجود ہیں اقوام گذشتہ کی خبریں اور مستقبل کے واقعات کا تذکرہ ہے یہ کتاب فیصلہ کن ہے اس میں ہرگز کوئی بے فائدہ بات نہیں ہے جو شخص سرکشی کے سبب اس کی جانب متوجہ نہیں ہو گا اللہ تعالیٰ اس کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور جو شخص اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب سے رشد و ہدایت کا متلاشی ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا شخص گمراہی میں مستغرق ہے۔

---

[1] صحیح ترمذی کتاب الفضائل الجهاد باب ۳۰، صحیح ابن ماجه کتاب العتق باب ۳ [2] صحیح مسلم کتاب التفسیر باب ۴، صحیح ابی داؤد کتاب النکاح باب ۵۰، المراغی ۳۵۲/۶

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ ؕ يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: **اللہ** تعالیٰ ہی سے آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایمان داروں کے دلوں میں مانند طاق کے ہے جس میں چراغ ہے چراغ فانوس میں ہے فانوس گویا کہ چمکدار ستارہ ہے اس کو ایک درخت کے روغن سے روشن کیا گیا ہے جو برکت والا ہے جو زیتون کے نام کا ہے نہ وہ مشرق کی سمت میں اگتا ہے اور نہ مغرب کی سمت میں، اس کا تیل قریب ہے کہ وہ روشنی عطا کرے اگر چہ اس کو آگ نہ بھی پہنچ پائے روشنی پر روشنی ہے **اللہ** اپنے اس نور کی جانب رہنمائی کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور **اللہ** تمثیلات کو لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے اور **اللہ** کو ہر چیز کا علم ہے (۳۵)

مفردات کی وضاحت: نُوۡرٌ سے مقصود یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ آسمانوں اور زمین بلکہ سبھی عالم کو ہدایت عطا کرنے والا ہے، مِصۡبَاحٌ دھاگے کی بتی جو روشن ہے، مِشۡكٰوةٌ یہ لفظ حبشی زبان سے منقول ہو کر عربی میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد طاق ہے جو آر پار نہ ہو، اَلزُّجَاجَةُ فانوس، دُرِّىٌّ روشن، دراصل موتی کی جانب منسوب ہے موتی جیسا روشن، لَاشَرۡقِيَّةٌ وَّلَا غَرۡبِيَّةٌ سورج کے سامنے واضح ہے پہاڑ، درخت اور کوئی بھی چیز اس کو مشرق سے مغرب کی جانب رواں دواں رہنے سے نہیں روکتی ہے، يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ''**اللہ** تعالیٰ تمثیلات کو بیان فرماتے ہیں''۔

تناسب: جب **اللہ** تعالیٰ نے اپنی ذات کو نمایاں کرتے ہوئے فرمایا کہ **اللہ** تعالیٰ نے ظاہر باہر آیات کو اتارا ہے اور اپنی وحدانیت کے اثبات پر روشن دلائل کو پیش کیا بالخصوص شرعی احکام کو واضح کیا جن کے باعث اسلامی معاشرہ سعادتوں سے ہم کنار ہوتا ہے اس کے بعد دو تمثیلات کو بیان کیا ہے ان میں سے ایک تمثیل میں وحدانیت کے دلائل کو واضح کیا اور ایمان کو ممکن حد تک روشن کیا جب کہ دوسری تمثیل میں آگاہ کیا کہ کفار کے سبھی ادیان ظلمت اور جہالت میں مستغرق ہیں ان دونوں تمثیلات پر غور و خوض کرنے سے اندھیرا چھٹ جائے گا اور صبح کی روشنی سے دن روشن ہو جائے گا لیکن روشنی سے وہی شخص فائدہ حاصل کر پائے گا جو ظاہری آنکھ کے ساتھ ساتھ دل کی روشن آنکھ سے استفادہ کرے گا۔

تشریح: **اللہ** تعالیٰ آسمانوں و زمین میں آباد مخلوق کو کائناتی دلائل سے بہرہ ور فرمانے والا ہے ان کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبروں پر روشن دلائل اور احکام کو اتارتا رہا ہے تو لوگ حق و صداقت کی روشنی میں راہ ہدایت سے ہم کنار ہوتے ہیں اور گمراہی کی تاریکی سے خود کو تحفظ عطا کرتے ہیں، ذہن نشین کریں **اللہ** تعالیٰ کی وحدانیت کے وہ دلائل جو آفاق میں ہیں ان کے ساتھ **اللہ** تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے ان دلائل کی تمثیل جو آفاق میں دکھائی دے رہے ہیں اور ان دلائل کے باعث **اللہ** تعالیٰ جس کو

چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے، طاق میں سجائے ہوئے ایک روشن چراغ کی مانند ہے جو گونا گوں عظمتوں کے ساتھ موصوف ہے جب کہ وہ روشن چراغ شفاف روشن فانوس (Pharos) میں سجایا ہوا ہے جب کہ شفاف روشن فانوس ایک بہت بڑے سیارے کی طرح جگمگا رہا ہے۔

جیسا کہ زہرہ اور مشتری سیارے روشن ہیں اس روشن چراغ کو ایسے تیل کے ذریعے روشن کیا گیا ہے جو تیل زیتون کے مبارک درخت سے حاصل کیا گیا ہے جس کو کسی اونچے پہاڑ کی وادی میں کاشت کیا گیا ہے اس درخت پر سورج کی شعاعیں منعکس ہو رہی ہیں ہرگز کوئی پہاڑ کوئی درخت دیگر کوئی رکاوٹ سورج کے طلوع سے لے کر غروب تک اثر انداز ہونے سے روکتی ہے اس کے نتیجہ میں وہ تیل مبالغہ کی حد تک روشن اور صاف ستھرا ہے اس میں ہرگز آلائش کا شائبہ تک نہیں ہے، مزید برآں زیتون کے درخت کا تعلق نہ صرف مشرق اور نہ صرف مغرب کی سمت سے ہے بلکہ اس کا تعلق بیک وقت دونوں سمتوں سے ہے کہ سورج کی شعاعیں اس پر سورج کے طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک برابر واقع ہوتی رہتی ہیں اس کے نتیجہ میں وہ تیل ایسا شفاف روشن اور چمکدار ہے گویا کہ وہ تیل خود ہی روشن براق ہے اگرچہ آگ کو روشنی کے لئے ذریعہ نہ بھی بنایا جائے لیکن جب آگ کو اس کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو اس کی روشنی میں مزید بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے بالکل اسی کیفیت کے ساتھ ایماندار شخص کا دل روشن ہوتا ہے اگرچہ ابھی اس کو علم کی روشنی میسر نہیں آتی ہے لیکن جب ایماندار شخص کو علم کی روشنی سے بہرۂ وافر حصہ عطا ہوتا ہے تو اس کی روشنی میں بیش بہا اضافہ ہوتا ہے گویا کہ وہ نور علیٰ نور ہوتا ہے۔

نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ: وہ ایسی روشنی ہے جو کسی دوسری روشنی کے ساتھ ملی ہوئی ہے بلکہ روشنی کئی گنا دکھائی دیتی ہے اس لئے کہ اس روشنی کو مزید جلا اگر اس طاق نے عطا کی ہے جس میں اس روشن چراغ کو ودیعت کیا ہوا ہے، مزید برآں شفاف فانوس اور چراغ اور تیل بھی روشنی میں اضافہ کر رہے ہیں بلکہ اب تو یہ کیفیت ہے کہ کوئی مزید ایسی صورت موجود نہیں جو روشنی میں اضافہ کرے، حقیقت یہ ہے کہ جب کسی چراغ کو تنگ جگہ میں رکھا جائے جیسا کہ طاق ہے تو اس کی روشنی مجتمع ہوتی ہے اس لئے کہ طاق مختصر جگہ میں ہے اس کی روشنی محدود جگہ میں ہوتی ہے لیکن جب جگہ فراخ ہو تو اس میں روشنی پھیل جاتی ہے مزید برآں چراغ فانوس میں ہے اس سے بھی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے مزید صاف ستھرا تیل بھی چراغ کی روشنی میں چمک دمک پیدا کرتا ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے حق کی جانب متوجہ کرتا ہے جب وہ غور و فکر کو اجاگر کرتا ہے صحیح سمت کی جانب رواں دواں رہتا ہے تو وہ حاصل کر پاتا ہے اور جو شخص تدبر تفکر نہیں کرتا ہے اس کی مثال اس اندھے جیسی ہے جس کے سامنے تاریک رات اور روشن دن برابر ہوتے ہیں۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ: اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت کی جانب راغب کرنے کیلئے ان کو توفیق عطا کرتا ہے جن کی کیفیت میں ہدایت کی جانب کشش نمودار ہو اور ان کی ذہنی کیفیت حق و صداقت کے حصول کی جانب برابر متحرک اور سرگرداں رہے اور جب بھی کسی دلیل کو پیش کیا گیا ہے تو اکثر و بیشتر اس کو ذہن میں راسخ کرنے کے لئے تمثیل کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ تمثیل کی وضاحت کے جلوہ گر ہونے کے بعد قناعت حاصل ہو اور شکوک و شبہات هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اللہ پاک اپنے علم کے مطابق ہدایت ایسے شخص کو عطا کرتا ہے جس کو مستحق گردانتا ہے جس کے مزاج

میں الجھاؤ نہیں ہے اور وہ دین اسلام کے احکام کے تسلیم کرنے میں مستعد دکھائی دیتا ہے آخر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ملاحظہ فرمائیں، یہ تمثیل دراصل ایماندار شخص جس کے دل میں ہدایت کی روشنی جلوہ افگن ہوتی ہے اس کے بارے میں ہے کہ جس قدر تیل صاف ستھرا ہوگا اسی قدر روشنی بھی زیادہ ہوگی بلکہ آگ کے بغیر بھی روشنی ہوتی ہے مقصود یہ کہ ایمان دار شخص کا دل علم کی روشنی سے پہلے بھی ہدایت کے مطابق عمل پیرا رہنے کا عزم رکھتا ہے لیکن علم کی روشنی کے بعد ہدایت میں اضافہ ہوتا ہے اور نور علی نور کی کیفیت جلوہ گر ہو جاتی ہے۔[1]

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ تعظیم میں انہیں بلندی عطا کی جائے اور ان میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے ان میں اللہ کی صبح وشام پاکیزگی بیان کرتے ہیں (۳۶) وہ لوگ جن کو تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز کی ادائیگی اور زکوۃ دینے سے روکتی نہیں ہے وہ اس دن سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ جس میں دل اور آنکھیں بے چین ہوں گے (۳۷) تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ عطا کرے اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ بھی عطا کرے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق عطا کرتا ہے (۳۸)

مفردات کی وضاحت: بُیُوت سے مقصود مساجد ہیں اَذِنَ اس نے حکم دیا ہے، تُرْفَعُ مساجد کی تعظیم کی جائے اور ان کو نجاستوں اور لغو باتوں سے پاک رکھا جائے، تُلْهِيْهِمْ ان کو مشغول کر دے ان کو پھیر دے۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنی روشنی کو بیان کیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت سے شادکام فرماتے ہیں اب ان لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جن کو اس روشنی کے سبب ہدایت حاصل ہوتی ہے تو وہ ہدایت حاصل ہونے کے بعد مساجد میں اللہ کی عبادت کریں جب کہ مساجد کو روئے زمین کے دیگر تمام قطعات پر فضیلت حاصل ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان گھروں کو صرف اللہ کے نام پر تعمیر کیا جائے اور ان کی تعظیم کی جائے اور انہیں اونچائی میں تعمیر کیا جائے اس لئے کہ مسجدیں ہدایت کے مینار ہیں بلکہ روحانیت کو مزید اجاگر کرنے کے مراکز ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے مساجد تو زمین پر اللہ کے گھر ہیں مساجد تو آسمان والوں کے لئے روشنی اجاگر کرتی ہیں جیسا کہ ستارے زمین والوں کے لئے روشنی فراہم کرتے ہیں اور ان میں ایک اللہ ہی کی عبادت کی جائے مسنون ذکر اذکار سے دلوں کو روشن کیا جائے، اور قرآن پاک کی تلاوت کی جائے ان مساجد میں صبح و شام ایماندار لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

[1] المراغی ۶/۳۵۳

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وضاحت کے لحاظ سے قرآن پاک میں جہاں تسبیح کا لفظ وارد ہے تو اس سے مقصود نفل نمازوں کی ادائیگی ہے ان میں صبح وشام ایسے لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں جنہیں دنیا اور اس کی زیب وزینت ان کے پروردگار کے ذکر سے غافل نہیں کرتی ہے اور نہ ہی خرید وفروخت (Buying Selling) کی مشغولیت انہیں اطاعت الٰہیہ سے باز رکھتی ہے، مفسرین نے واضح کیا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ اذان کے کلمات سنتے تو سبھی مشاغل چھوڑ دیتے اور اللہ کی اطاعت میں انہماک اختیار کرتے ہیں نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ کا مال فقراء اور مستحق لوگوں میں تقسیم کردیتے ہیں تقسیم کے وقت حدود اور شرائط کا خیال رکھتے ہیں وہ خوفناک دن سے خوفزدہ رہتے ہیں جس میں خوف کی شدت اور گھبراہٹ کے باعث لوگوں کے دل اور ان کی آنکھیں اضطرابی کیفیت میں تکلیف محسوس کریں گی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیوی اعمال پر اچھا بدلہ عطا کرے بلکہ ان پر احسان بھی فرمائے اور ان کی بداعمالیوں پر قلم عفو پھیر دے انہیں معاف کردے اور ان پر احسان فرماتے ہوئے انہیں مزید وسعت کے ساتھ عطیات عطا کرے جن کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کس کان نے سنا نہیں ہے اور کسی شخص کے دل میں ان کا خیال تک نہیں آیا اور اللہ پاک جس کو چاہتا ہے بے حساب نوازتا ہے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور بے مثال سخاوت اور احسان کی ایسی کیفیت اتنی وسعت کے ساتھ کہ بلا گنتی کے فراخی کے ساتھ احسان فرماتا ہے اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں بالخصوص اللہ تعالیٰ کا خوف موجزن رہا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے اعمال سراب کی مانند ہیں جو چٹیل میدان میں ہے پیاسا شخص اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے نزدیک آتا ہے تو کسی چیز کو نہیں پاتا ہے اور اللہ کو اس کے پاس پاتا ہے تو اللہ اس کو اس کا پورا حساب پہنچا دیتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے (۳۹) یا مانند اندھیروں کے ہیں جو گہرے سمندر میں ہیں اس کافر کو ایک موج نے ڈھانپ رکھا ہے اس کے اوپر بادل ہے اندھیرے ہیں ان کا بعض ان کے بعض پر ہے جب وہ اپنا ہاتھ باہر نکالتا ہے قریب نہیں کہ اسے دیکھ پائے اور جس شخص کو اللہ روشنی عطا نہ کرے تو اس کے لئے کچھ روشنی نہیں ہے (۴۰)

مفردات کی وضاحت: سَرَاب (Mirage) دوپہر کے وقت میدان میں سورج کی روشنی زمین پر چلتی معلوم ہوتی ہے گویا کہ پانی ہے، بِقِيْعَةٍ چٹیل میدان (Ground)، لُجِّيٍّ گہرا زیادہ پانی۔

تناسب: اللہ پاک نے قبل ازیں ایمان والوں کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی میں

رواں دواں رہتے ہیں اور قرآن پاک کی روشنی کے باعث اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور اخروی زندگی میں انہیں کامیابی حاصل ہوتی ہے دائمی انعامات الٰہیہ میں خوش وخرم رہیں گے ان کے بعد ان کے مخالف لوگوں کا بیان ہے جو کفر وشرک میں مستغرق ہیں اس وجہ سے وہ اخروی زندگی میں خسارے میں رہیں گے ان کی کیفیات کو دو تمثیلات کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

تشریح: پہلی تمثیل میں ان کے اعمال کا بیان ہے اور دوسری میں ان کے اعتقادات کی وضاحت ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ: کفار نے دنیوی زندگی میں جن کاموں کو اچھا سمجھ کر کیا اس خیال سے کہ انہیں یہ اعمال اخروی زندگی میں فوائد سے ہم کنار کریں گے ان کے اعمال کی مثال سراب کی مانند ہے جنگل میں دوپہر کے وقت سورج کی شدت تپش کے باعث سراب پر پانی کا گمان ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص اس کے نزدیک پہنچتا ہے تو پانی نہیں ہوتا ہے، درحقیقت اس نے سراب کو پانی سمجھ لیا تھا اس حالت میں اس کی حسرت میں اضافہ ہوتا ہے مزید برآں **اللہ** تعالیٰ کو وہاں پاتا ہے جہاں کہ **اللہ** پاک اس کو اس کے اعمال کا بدلہ دے چنانچہ کافر شخص کی یہ مثال ہے اور وہ اس خیال میں مستغرق رہتا ہے کہ اس کے اعمال اس کو فوائد سے شادکام کریں گے لیکن فوت ہونے کے بعد جب بارگاہ الٰہی میں اس کی حاضری ہوتی ہے تو وہاں اس کے اعمال کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا اس کے سبھی اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں اور **اللہ** ہر شخص کا جلد محاسبہ کرنے والا ہے ایک شخص کا محاسبہ دوسرے شخص کے محاسبہ (Audit) سے اسے روک نہ سکے گا۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ: کفار کی گمراہی کی دوسری مثال کا ذکر ہورہا ہے ان کی مثال ان اندھیروں کی مانند ہے جو ایک دوسرے پر سوار ہیں یعنی کثیف ہیں سمندر گہرا ہے اس کی گہرائی کا ادراک نہیں کیا جاسکتا گویا کہ کافر شخص پانچ اندھیروں میں ہے اس کا کلام اندھیرا ہے اس کا عمل اندھیرا ہے اس کا داخل ہونا اور اس کا نکلنا اندھیرا ہے اور قیامت کے دن اس کا جانا دوزخ کی جانب ہے یہ شخص اتنے گھٹاٹوپ اندھیروں میں مستغرق ہے کہ جب وہ اپنے ہاتھ کو باہر نکالتا ہے تو اسے دیکھ نہیں سکتا ہے ظاہر ہے کہ سمندر کا اندھیرا موجوں کا اندھیرا بادلوں کا اندھیرا ان اندھیروں کے باعث اندھیرے میں اتنی کثافت ہے کہ شدید قسم کے اندھیرے کے باعث نزدیک کی بھی کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے چنانچہ کافر شخص کی یہی کیفیت ہے کہ وہ کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں مخبوط الحواس ہوکر چل پھر رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایمان کی ہدایت سے نہ نوازے اور ان کے دل کو اسلام کی روشنی کے ساتھ روشن نہ کرے وہ زمانہ بھر کبھی بھی ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے کافر شخص کے اعمال کی دو تمثیلات بیان کی ہیں پہلی تمثیل اس کے اعمال صالحہ کی ہے اس کے اعمال صالحہ کو سراب کے ساتھ مثال دی ہے اور سراب تو حقیقت میں پانی نہیں ہوتا نظر کا دھوکہ ہے وہ تو چمکدار ریت یوں دکھائی دیتی ہے، اور دوسری مثال اس کے برے اعتقادات کی ہے ان کو ایسے اندھیروں کے ساتھ مثال دی ہے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں آیت کے آخر میں عجیب حیران کن وضاحت ہے کہ جس شخص کو **اللہ** تعالیٰ روشنی عطا نہ کرے اسے روشنی کیسے مل سکتی ہے؟ جب کہ اس کے مقابلہ میں ایماندار شخص کی مثال میں نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ کا جملہ ہے اس میں کس قدر حسن وجمال نمایاں ہے یقیناً قرآن پاک نے جس طرح اس کو بیان کیا ہے اس پر کہنا پڑے گا کہ قرآن پاک کا بیان اپنے حسن وجمال کے لحاظ سے کس قدر حیرت افزا ہے۔

قرآن پاک کی صداقت پر ایک غیر مسلم سکالر (NonMuslim Scholar) کا بیان ملاحظہ فرمائیں: ''جب اس

نے ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ﴾ کو سنا تو اس نے دریافت کیا، کیا محمد ﷺ جس پر قرآن پاک کو نازل کیا گیا ہے کبھی اس نے سمندری سفر کیا تھا؟ لوگوں نے نفی میں جواب دیا اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا لوگوں نے اس سے وضاحت طلب کی اس نے بتایا کہ سمندر کا جو وصف اس آیت میں بیان ہوا ہے اس سے وہی شخص آشنا ہوسکتا ہے جو عمر بھر سمندر کا سفر کرتا رہا ہو جب مجھے بتایا گیا کہ اس نے سفر نہیں کیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے''۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ ۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ **اللہ** کی پاکیزگی ہر وہ چیز بیان کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندوں نے پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک کی پکار اور اس کی تسبیح کا اس کو علم ہے اور اس کو علم ہے جو وہ کرتے ہیں (۴۱) اور **اللہ** کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور **اللہ** ہی کی جانب پھر جانا ہے (۴۲) کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ **اللہ** بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو اکٹھا کرتا ہے پھر اس کو ایک دوسرے پر کر دیتا ہے پھر تو قطرات کو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے باہر آتے ہیں اور اونچائی کی جانب سے پہاڑوں سے جو وہاں ہیں ژالہ باری کرتا ہے تو اس کو پہنچاتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اس کو جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو ختم کر دے (۴۳) **اللہ** رات اور دن کو پھیرتا رہتا ہے بلاشبہ اس میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے (۴۴) اور **اللہ** نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پس ان میں سے وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان سے وہ بھی ہیں جو دونوں پاؤں پر چلتے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے **اللہ** چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بلاشبہ **اللہ** ہر چیز پر قادر ہے (۴۵) بلاشبہ ہم نے روشن آیات کو اتارا ہے اور **اللہ** جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی جانب راہ نمائی کرتا ہے (۴۶)

مفردات کی وضاحت: صَٰٓفَّٰتٍ پرندے فضا میں اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں، **يُزْجِيْ سَحَابًا** اللہ ہی بادلوں (Clouds) کو ہنکاتا ہے، **يُؤَلِّفُ** اجزاء کو اکٹھا کرتا ہے، **رُكَامًا** اجزاء کو ایک دوسرے پر رکھا گیا ہے، **اَلْوَدْقُ** بارش (Rain)، **اَلسَّنَاءُ** روشنی۔

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے دلوں میں اجاگر ہونے والی روشنیوں کا ذکر فرمایا اور جاہل قسم کے لوگوں کے دلوں میں اندھیروں کو بیان کیا تو اب اس کے ساتھ ہی توحید کے دلائل کو بیان کیا جارہا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا جارہا ہے کہ اللہ کی ذات عظمت کے ساتھ موصوف ہے اس کی کبریائی سے ہرگز انکار ممکن نہیں جب کہ کائنات کی ہر چیز فرشتے، انسان، جن اللہ کی ذات کو منزہ قرار دے رہے ہیں اور اس کی قدوسیت کے معترف ہیں نیز پرندے جو پرواز کے دوران اپنے پروں کو پھیلائے رکھتے ہیں اپنے پروردگار کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں عبادت کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ پاک ان کو الہام فرماتے ہیں اللہ کو فرشتوں، انسانوں، جنوں بلکہ کائنات کی ہر نوع کے بارے میں ان کی عبادت ان کی تسبیح تقدیس کا علم ہے اللہ کی ذات پر ان کی اطاعت ان کی تسبیح پوشیدہ نہیں ہے اور کائنات اللہ کے ملک اور اس کے تصرف میں ہے تصرف کے لحاظ سے اللہ کی ذات غالب ہے اور اللہ ہی کی جانب سب مخلوق کو لوٹنا ہے وہ انہیں ان کے اعمال کے مطابق بدلہ عطا کرے گا جزا سزا کا عمل جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل: بعدازاں اللہ پاک کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اللہ پاک اپنی قدرت کے ساتھ بادلوں کو جس طرف چاہتا ہے لے جاتا ہے بادل متفرق ہوتے ہیں پھر اللہ پاک ان کو اکٹھا کر دیتے ہیں پھر انہیں ایک دوسرے کے اوپر کر دیتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ گھنے بادلوں سے بارش کے قطرات ٹپکنے لگ جاتے ہیں اور بادل جو پہاڑوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ اولے گراتا ہے تو اس سے جن انسانوں کو تکلیف میں مبتلا کرنا مقصود ہوتا ہے ان کے شاداب کھیت ان کی زد میں آتے ہیں اس سے کھیت باغات چارپائے متاثر ہوتے ہیں اور جن کے بارے میں اللہ کی مشیت نہیں ہوتی انہیں محفوظ رکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بارش کے اترنے سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح اولوں کے گرنے سے فصلیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ کی ذات پاک ہے جس نے آسمان کو خیر اور شر دونوں کا منبع بنایا ہے اسی طرح قریب ہے کہ بادلوں میں نمودار ہونے والی تیز چمک آنکھوں کی روشنی کو لے آئے اور اللہ پاک رات دن میں بڑے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے تصرف فرماتے رہتے ہیں، مزید برآں اندھیرے، روشنی اور گرمی سردی کے لحاظ سے بھی تصرف فرماتے رہتے ہیں بلاشبہ کائناتی تصرفات جن کا تذکرہ ہو چکا ہے ان میں غور و فکر کے بعد یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس کی صنعت گری کا یہ اعجوبہ ہے کہ ایک ہی مقام سے پانی، ٹھنڈک، اندھیرا، روشنی کا ظہور ہوتا ہے یقیناً اللہ کی ذات پاک ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت میں ہرگز رکاوٹ حائل نہیں ہوسکتی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنی وحدانیت پر استدلالی انداز میں آسمانوں اور زمین میں آباد مخلوق کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ کی تسبیح میں محو رہتی ہے بعدازاں بادلوں کا آنا جانا بارش کو اتارنا اس کے بعد حیوانات کے کوائف کا بیان

کیا نہ صرف یہ کہ ان کی شکلوں میں اختلاف ہے بلکہ ان کے رنگ، حرکات وسکنات میں بھی اختلاف ہے جب کہ ان سبھی کی تخلیق ایک پانی سے ہے کچھ جانور تو زمین پر خود کو گھسیٹ کر چلتے ہیں جیسا کہ سانپ ہے، اور اونٹ وغیرہ جانور جب تھک جاتے ہیں تو وہ بھی پاؤں گھسیٹ کر چلتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دونوں پاؤں پر چلتے ہیں جیسا کہ انسان اور پرندے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسا کہ تمام چار پائے اور ہر وہ جانور جو زمین پر چل رہے ہیں ان میں سے پہلے اس جانور کا ذکر ہوا ہے جس میں اللہ کی عجیب قدرت کا ظہور ہے کہ وہ بلا پاؤں کے خود کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اس کے بعد اس مخلوق کا ذکر کیا ہے جو دو پاؤں پر چلتی ہے اس کے بعد وہ جو چار پاؤں پر چلتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے ہرگز کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوسکتی۔

علامہ فخر الدین رازیؒ کا قول: یاد رکھیں انسانی عقل اس سے کوتاہ ہے کہ وہ حیوانات میں سے سب سے جسم میں چھوٹے حیوان کے بارے میں مکمل طور پر اس کے بارے میں معلومات کا احاطہ کر سکے جب کہ اللہ پاک کا صانع ہونا تو ظاہر ہے یہ حقیقت ہے کہ انسانی عقل تو چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے حالات پر مکمل احاطہ کرنے سے کوتاہ ہے جب کہ اس سے صانع (Producer) کے وجود پر استدلال ظاہر ہے، فرض کیجئے اگر کہا جائے کہ معاملہ تو چار مختلف اخلاط کو مرکب کرنا ہے تو اس کا نتیجہ تو یہ ہے کہ سبھی مخلوق برابر ہو جب کہ ہر مخلوق کے اعضاء، عمر، جسم وغیرہ میں اختلاف ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عجیب تخلیق کے پیچھے ایسی ذات کا ہاتھ ہے جس کی تدبیر حکمت والی ہے وہ ذات ہر نقص سے پاک ہے اور ہر عظمت کیساتھ موصوف ہے اے لوگو! ہم نے روشن دلائل کو نازل کیا ہے جو رشد وہدایت کا نمونہ ہیں جب کہ صراط مستقیم کی جانب اللہ پاک جس کو چاہتا ہے شادکام فرماتا ہے۔[1]

قبل ازیں اللہ پاک نے اپنے وجود کا اثبات کیا ہے جب کہ اپنے وجود کو ثابت کرتے ہوئے آسمانوں اور زمین کے حالات سے آگاہ کیا اور فضائی کیفیات کے واضح کرنے کے ساتھ ساتھ حیوانات کے حالات کو بھی بیان فرمایا اور آگاہ کیا کہ ان کے علاوہ بھی واضح نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں جو کائنات کا خالق ہے اور وہی کائنات میں تدبیر کرنے والا ہے ان میں ہرگز انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ: بلاشبہ ہم نے روشن دلائل کو حق وصداقت کے اثبات کے لئے راہ نما اصولوں کی حیثیت سے آپ پر اتارا ہے جب کہ ان کے سمجھنے کی صلاحیت صرف ان فاضل اہل علم کے حصہ میں آئے گی جن کی بصیرت علمی روشن دل کی مانند تابناک ہے اور ان کی فطرت میں سلامتی کارفرما ہے لیکن غور وفکر کے مسلسل تقاضوں کے نتیجہ میں حق وصداقت کا منہج روشن ہو جائے گا اور شکوک وشبہات ھباء منثورًا ہو جائیں گے اور گمراہی کے سبھی دریچے بند ہو جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس جملہ کو آخر میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ ہدایت کا فیضان اللہ پاک کی جانب سے ہوتا ہے اللہ پاک کی مشیت جس شخص کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے کہ اسے صراط مستقیم پر قائم ودائم فرمائے تو وہ اس راستہ پر رواں دواں رہتے ہوئے جس میں ہرگز ٹیڑھا پن نہیں ہے وہاں رسائی حاصل کر پاتا ہے، مقصود ایک اللہ پاک کی اخلاص کی کیفیت میں عبادت کی جائے اور اسی کی جانب جھکاؤ اختیار کیا جائے۔

[1] صفوۃ التفاسیر القسم العاشر ص ۲۵

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور منافق کہتے ہیں کہ ہم **اللہ** اور پیغمبر پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے فرماں برداری کی ہے پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہیں ہیں (۴۷) اور جب انہیں **اللہ** اور اس کے پیغمبر کی جانب دعوت دی جاتی ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ ہو تو اچانک ان میں سے ایک جماعت روگردانی کرنے لگ جاتی ہے (۴۸) اور اگر ان کا حق ہو تو اس کی جانب گردن جھکائے ہوئے آتے ہیں (۴۹) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک میں پڑے ہوئے ہیں یا وہ خوفزدہ ہیں کہ ان پر **اللہ** اور اس کا پیغمبر ظلم کرے گا بلکہ یہ لوگ ہی ظالم ہیں (۵۰) بلاشبہ ایمان والوں کا کہنا جب انہیں **اللہ** اور اس کے پیغمبر کی جانب بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یہ ہو کہ وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت فرماں برداری کی اور یہی لوگ ہی کامیاب ہیں (۵۱) اور جو شخص **اللہ** اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرے گا اور **اللہ** سے خوفزدہ ہے اور اس کے عذاب سے بچاؤ کرتا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں (۵۲) اور انہوں نے **اللہ** کی پختہ قسمیں اٹھائی ہیں کہ اگر آپ ان کو حکم دیں گے تو وہ اپنے وطن سے نکل جائیں گے آپ کہیں تم قسمیں نہ اٹھاؤ فرماں برداری پسندیدہ کام ہے بلاشبہ **اللہ** خبر رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو (۵۳) آپ کہیں! **اللہ** اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرو تو اگر وہ روگردانی کریں تو بلاشبہ اس پر ہے جس کو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر ہے جس کو تم پر لازم کیا گیا اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو تم ہدایت یافتہ ہو اور نہیں ہے پیغمبر پر مگر ظاہر طور پر پہنچانا ہے (۵۴)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے توحید کے بارے میں روشن دلائل کا ذکر فرمایا ہے جب کہ ان کے بیان کرنے میں سبھی گوشوں کو طشت از بام کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دلائل کے باوجود جس شخص کے بارے میں اس کی مشیت کا تقاضا ہوتا ہے اسے صراط مستقیم پر گامزن فرماتا ہے بعدازاں اس حقیقت سے پردہ کشائی کی ہے کہ اس قدر وضاحت کے باوجود جو لوگ منافقت اختیار کرتے ہیں ان کی زبان ان کے دل کی ترجمان نہیں ہوتی مقصود منافقین کا گروہ ہے۔

شان نزول: مقاتل نے بیان کیا ہے یہ آیت بشر نامی منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا ایک یہودی شخص کے ساتھ جھگڑا چل رہا تھا یہودی نے کہا ہم دونوں اس جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کروا لیتے ہیں جب کہ منافق شخص نے کہا ہم کعب بن اشرف سے فیصلہ کروا لیتے ہیں بعدازاں وہ دونوں اس فیصلہ کو رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں لے گئے آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا منافق شخص نے اس فیصلہ کو تسلیم نہ کیا اور کہا ہم عمر کی جانب چلتے ہیں اس سے فیصلہ کرواتے ہیں جب ان کے ہاں پہنچے تو یہودی نے عمر کو بتایا کہ نبی ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے اس شخص نے آپ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق شخص سے دریافت کیا آپ بتائیں کیا معاملہ اسی طرح ہے؟ اس نے جواب میں کہا ہاں بالکل! عمر نے ان دونوں سے کہا تم دونوں یہاں میرا انتظار کرو میں ابھی آ رہا ہوں، چنانچہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور تلوار لے کر باہر نکلے تلوار کے ساتھ منافق کے سر کو قلم کر دیا یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتر گیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ دہرایا کہ میں اس شخص کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا ہے۔[1]

تشریح: جب ان کو بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے تنازعات کا فیصلہ رسول اکرم (ﷺ) فرمائیں تو وہ انکار کرتے ہیں خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ کا پیغمبر تو ان پر ظلم کرے گا جبکہ وہ شخص جو سچا ایماندار ہے جب اسے اللہ اور اس کے پیغمبر کی جانب دعوت دی جاتی ہے تو وہ اطاعت کرتا ہوا آپ کی بات پر کان دھرتا ہے اور مجسمۂ وفا بن جاتا ہے اس کے بعد ان کی کفر بیانیوں کو واضح کیا جا رہا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ: منافق کہتے ہیں ہم اللہ پاک اور اس کے پیغمبر کو سچا گردانتے ہیں اور ان دونوں کی اطاعت کرتے ہیں پھر ان میں سے ایک گروہ اس حکم کو قبول نہیں کرتا ہے جب کہ پہلے اس گروہ نے ایمان لانے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ لوگ جو ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کر رہے ہیں حقیقت میں یہ ایمان دار نہیں ہیں اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے حکم کی جانب بلایا جاتا ہے تو وہ ناک منہ چڑھاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے سے روگردانی کرتے ہیں اور اگر حق ان کی جانب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی جانب بخوشی آتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ نبی ﷺ تو حق وصداقت کے مطابق ہی فیصلہ فرماتے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ کا قول: وہ وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے کہ وہ اس وقت حق کو تسلیم کرنے سے روگردانی کرتے ہیں جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان کے مخالفین صحیح راہ پر ہیں لیکن جب وہ خود کو حق پر سمجھتے ہیں تو روگردانی نہیں کرتے ہیں اور تسلیم ورضا کا اشارہ دیتے ہیں کیا ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے؟ یا آپ کی نبوت میں انہیں شک ہے یا وہ خوفزدہ ہیں کہ اللہ پاک اور اس کا پیغمبر ان پر ظلم کرے گا استفہام کی صورت میں انہیں ڈانٹ پلانے اور ان کی مذمت کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا

[1] المراغی ۶/۳۶۴

گیا ہے، ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں

اَلَسْتَ مِنَ الْقَومِ الَّذِیْنَ تَعَاهَدُوْا عَلَی اللُّؤْمِ وَالْفَحْشَاءِ فِیْ سَالِفِ الدَّهْرِ

''کیا تیرا شمار ان لوگوں سے نہیں ہے جنہوں نے بخل اور بے حیائی کے کاموں پر گذشتہ ادوار سے قسمیں اٹھا رکھی ہیں'' مقصود یہ ہے کہ تیرا شمار واقعی ان اوصاف کے ساتھ موصوف لوگوں میں ہوتا ہے بلکہ یہی وہ لوگ ہیں جو ظلم اور عناد میں آخری درجہ میں ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: ان کے لئے ضروری تھا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی جانب بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے تو وہ فوراً بلا توقف کہتے کہ ہم نے بات کو سنا اور ہم نے اطاعت کی اگر یہ ایماندار ہوتے تو ضرور ایسا کرتے اور یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی جانب جلدی کر رہے ہیں یہی لوگ ہیں جو دونوں جہانوں کی سعادتوں سے ہم کنار ہوں گے اور کامیاب ہوں گے، اور جو شخص ہر کام میں اللہ پاک اور اس کے پیغمبر کے حکم کی اطاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہتا ہے جب کہ اس سے گناہ سرزد ہوئے اور احکام الٰہیہ کے مطابق رواں دواں رہتا ہے اور منہیات سے بچاؤ اختیار کرتا ہے یہی لوگ کامیاب ہیں اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اللہ پاک کی رضا کے حصول کے باعث کامیاب قرار دیئے جائیں گے۔

منافقین کی قسموں کا بیان: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ: منافقین نے پختہ قسمیں اٹھائیں کہ اگر آپ انہیں میدان جہاد کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیں گے تو وہ ضرور آپ کی معیت میں روانہ ہوں گے، مقاتل نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ نے منافقین کی روگردانی کا بتایا کہ انہوں نے آپ کے حکم کو تسلیم نہ کیا تو وہ آپ کے ہاں آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں مال واسباب اور اپنی عورتوں کو یہیں چھوڑ کر یہاں سے نکلیں تو ہم آپ کا حکم تسلیم کریں گے اور اگر ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو جہاد کے لئے نکلیں گے ان کے اس کہنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ پاک نے انہیں آگاہ کیا کہ تم قسمیں نہ اٹھاؤ اس لئے کہ تمہاری قسموں کا کچھ اعتبار نہیں تمہاری قسمیں جھوٹی ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کے بارے میں تمہارے رویہ میں مشہور ہے تم جو معاہدہ کر رہے ہو کہ یہ زبانی ہے تمہارا دل اس کو قبول نہیں کر رہا ہے بلاشبہ اللہ پاک کو تمہاری پوشیدہ باتوں کا بھی علم ہے تمہاری کوئی پوشیدہ بات اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے آپ انہیں کہیں کہ تم اخلاص نیت کے ساتھ اور منافقت کو خیر باد کہتے ہوئے اللہ پاک کی اطاعت کرو اور اللہ کے پیغمبر کے حکم کو قبول کر کے اس کی اطاعت کرو لیکن اگر تم اس کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی ذمہ داری تو صرف اس قدر ہے کہ وہ تم تک اللہ پاک کے پیغامات کو پہنچائے اگر تم اس کے احکام کی مخالفت کرو گے اور نافرمانی پر اتر آؤ گے تو اللہ کے پیغمبر کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات تم تک پہنچائے اور مخالفت کی صورت میں اس کو کچھ نقصان نہیں ہوگا جب کہ اس نے اللہ کے احکامات کو پہنچایا، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا ہے البتہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو۔[1]

---

[1] صفوۃ التفاسیر قسم ۱۰ ص ۲۸

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۚ وَمَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ‌ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۵۷﴾ ع

ترجمہ: اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جوتم سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں انہیں بالضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جوان سے پہلے تھے اور ان کیلئے ان کے دین کو مضبوط کرے گا جس کو ان کے لئے پسند کرلیا ہے اور ان کو ان کے خوف کے بعد امن عطا کرے گا وہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا پس یہی لوگ ہی فاسق ہیں (۵۵) اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور پیغمبر کی فرماں برداری کرو ہوسکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے (۵۶) آپ کافروں کے بارے میں خیال نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے (۵۷)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے واضح کیا ہے کہ جو شخص اللہ کے پیغمبر کی اطاعت کرے گا وہ راہ ہدایت پر گامزن ہے اس کے بدلہ میں جنت میں سکونت حاصل ہوگی اس کیساتھ ساتھ دینوی زندگی میں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ خلافت ارضی سے ہم کنار کریگا۔

تشریح: اللہ نے ان ایمان والوں سے وعدہ کیا ہے جو اعمال صالحہ پر مداومت کریں گے کہ انہیں عرب وعجم کے مشرکین کی زمین کا وارث بنادے گا انہیں بادشاہت عطا کرے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کو شام کے ملک کی بادشاہت عطا کی جب کہ وہاں کے سرکش لوگوں کو تباہ وبرباد کیا اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا فرمایا جب کہ ابھی نبی ﷺ بھی زندہ تھے کہ مکہ مکرمہ، خیبر، بحرین بلکہ مکمل جزیرۃ العرب اسلامی سٹیٹ (Islamic State) تھا، مزید برآں ہجر شہر کے مجوسیوں اور ملک شام کے بعض کناروں کے باشندوں سے ٹیکس (Tax) وصول کیا مزید برآں روم کے بادشاہ ہرقل (Rome Hercules) اور مصر کے بادشاہ مقوقس اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کی جانب ہدایا اور تحائف بھجوائے اور جب نبی ﷺ پر موت طاری ہوئی اور آپ کو آپ کے رفیق اعلیٰ کی جانب لے جایا گیا تو آپ کے بعد پھر خلفاء راشدین نے ذمہ داریوں کو اپنے ہاتھ میں لیا آپ کے بتائے ہوئے راہ پر گامزن رہے، مشرق، مغرب کے کثیر تعداد میں علاقوں کو فتح کیا کسریٰ کی بادشاہت کو ختم کرکے ان کے خزانوں کو اپنی تحویل میں لیا اور شاہی خاندان کے نوجوانوں کو غلام بنالیا اس وقت اللہ کے پیغمبر کا یہ ارشاد گرامی سچا ثابت ہوا آپ نے فرمایا تھا اللہ نے میرے لئے زمین کو سکیڑ دیا میں نے مشرق، مغرب کے علاقوں کو دیکھا نیز آپ نے فرمایا میری امت کی بادشاہت کے زیر نگیں وہ تمام ممالک آجائیں گے جنہیں مجھے دکھایا گیا ہے۔[1]

[1] صحیح ابن ماجہ کتاب الفتن ۳۵۲/۲، صحیح مسلم کتاب الفتن باب ۵

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ: اور اللہ تعالیٰ دین اسلام کو مضبوط قوت والا بنادے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں ایمان والوں کو عظمت شان سے نوازے گا اور دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کی عظمت کو راسخ کردے گا جبکہ دشمن دن رات مسلسل اسلام کے انوار کو مٹانا چاہتے ہیں، اور ایمان والوں کے خوف کو امن کی حالت میں تبدیل فرمائے گا کیا یہ حقیقت نہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام تقریباً مسلسل دس سال تک ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب دعوت دیتے رہے بعد ازاں انہیں مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا مدینہ منورہ میں اقامت کے بعد انہیں جہاد کا حکم دیا گیا جب کہ دشمن کی جانب سے خوف کے باعث صبح و شام مسلح رہتے تھے اس دوران ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﷺ زمانہ بھر ہم اسی طرح ڈرتے رہیں گے کیا ہم پر کبھی ایسا دور بھی آئے گا کہ جب ہم امن و امان کی زندگی بسر کریں گے اور اسلحہ کو اپنے جسم سے اتار دیں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھوڑا عرصہ مزید صبر کریں تمہاری کیفیت یہ ہوگی کہ تم میں ایک شخص بہت بڑے اژدھام میں اطمینان کی کیفیت میں بیٹھا ہوا ہوگا اسے ہتھیاروں (Arms) کی ضرورت نہ ہوگی اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ آیت مبارکہ کو نازل فرمایا لیکن اللہ پاک کی زمین پر اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان میری عبادت میں سرگرم عمل رہیں میرے سوا کسی سے خوفزدہ نہ ہوں لیکن جو لوگ ان نعمتوں کا انکار کریں گے تو یہی وہ لوگ ہیں جو فاسق ہیں کہ انہوں نے منعم حقیقی کے فضل و کرم کو فراموش کر دیا۔

اسلامی حکومت کے قیام کے بعد سب سے پہلا حکم نماز کا دیا جائے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ: اسلامی حکومت کے قیام کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ تم نمازوں کو اسی کیفیت کیساتھ ادا کرو جس کیفیت کو اللہ کے پیغمبر نے واضح کیا ہے شرائط کا خیال رکھا جائے اور مال زکوٰۃ کو بھی ادا کرو اس میں محتاج مسکین لوگوں کیساتھ مروت ہمدردی کے جذبہ کو اجاگر کرنا ہے اور اپنے پروردگار کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی اطاعت کرو جس کام کے کرنیکا حکم دیتا ہے اسے ادا کیجئے اور جس سے روکتا ہے اس سے رک جائیں یقیناً تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائیگا اور تمہیں سخت قسم کے عذاب سے تحفظ عطا کریگا لیکن کفار پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا وہ ادھر ادھر بھاگ نہیں سکیں گے اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت حاصل ہے جب اللہ چاہے گا انہیں ہلاک کر دیگا ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور دوزخ بہت زیادہ تکلیف دہ ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تم سے ان لوگوں کو اجازت حاصل کرنی چاہیے جو تمہارے غلام ہیں اور تم سے وہ لوگ بھی اجازت طلب کریں جو ابھی سن بلوغت کو نہیں پہنچ پائے ہیں صبح کی نماز سے پہلے اور جب تم دو پہر کے وقت اپنا لباس اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمہاری خلوت کے ہیں ان کے علاوہ نہ تم پر نہ ان پر کچھ گناہ نہیں ہے وہ تو تم پر گھومنے والے ہیں تمہارا بعض تمہارے بعض پر اسی طرح **اللہ** تمہارے لئے احکام بیان فرماتے ہیں اور **اللہ** علم والا حکمت والا ہے (۵۸) اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ اجازت طلب کریں جیسا کہ ان لوگوں نے اجازت حاصل کی جوان سے پہلے ہیں اسی طرح **اللہ** تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکامات بیان فرماتا ہے اور **اللہ** علم حکمت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے (۵۹) اور بڑی عمر والی عورتیں جو نکاح کا خیال نہیں رکھتیں ہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑوں کو اتار دیں زیب وزینت کو ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں اور یہ کہ وہ پاکدامنی اختیار کریں ان کے لئے بہتر ہے اور **اللہ** سننے والا جاننے والا ہے (۶۰)

مفردات کی وضاحت: مَامَلَکَتْ اَیۡمَانُکُمْ غلاموں اور لونڈیوں دونوں کو شامل ہے، اَلْحُلُمْ بلوغت کا وقت احتلام کا آغاز ہو جائے یا عمر پندرہ سال ہو جائے، اَلظَّھِیۡرَۃُ شدید گرمی کا وقت مقصود دو پہر کا وقت ہے، اَلْعَوْرَۃُ وہ اوقات جن میں جسم کا پردہ متاثر ہوتا ہے، اَلْقَوَاعِدُ کا واحد قَاعِدٌ ہے مقصود بوڑھی عورت ہے، اَلتَّبَرُّجُ پوشیدہ زیب وزینت کا اظہار کرنا۔

تناسب: قبل ازیں اجنبی لوگوں کو گھروں میں داخل ہونے سے روکا گیا ہے البتہ اجازت کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں، داخل ہوتے وقت السلام علیکم کے کلمات کہیں اس حکم پر عمل کرنے میں فوائد ہیں اگر گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو واپس آ جائیں ظاہر ہے کہ بلا اجازت گھر میں داخل ہونے میں اسلامی معاشرہ میں زبردست نا قابل تلافی نقصانات کا اندیشہ ہے اسلامی معاشرہ میں سکون واطمینان کی بقاء کے لئے اور انسانی عظمت کے تحفظ اور نسب میں اختلاط سے بچاؤ کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے البتہ قریبی رشتہ دار مستثنٰی ہیں اسی طرح غلام اپنے آقا کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔

شان نزول: رسول **اللہ** ﷺ نے دو پہر کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب ایک انصاری کو بھیجا جس کا نام مَدِلج تھا اس دوران عمر رضی اللہ عنہ نیند کر رہے تھے اس نے دستک (Knock) دی اور گھر میں داخل ہو گیا عمر رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اس دوران ان کے جسم کا کچھ حصہ بے پردگی کا منظر پیش کر رہا تھا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال گردش کرنے لگا جس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میں **اللہ** تعالیٰ ہمارے آباؤ اجداد، ہمارے بیٹوں اور ہمارے خدام کو بلا اجازت داخل ہونے سے روک دیں چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ اس غلام کے ساتھ رسول **اللہ** ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے کی آیت جس کی تشریح کی جارہی ہے آپ ﷺ پر نازل ہو چکی تھی تو وہ خوشی میں سجدہ کی حالت میں زمین پر گر پڑے۔[1]

تشریح: اسلامی معیشت کے چند اصول: **اللہ** تعالیٰ ایمان والوں کو مخاطب فرما کر حکم دے رہے ہیں کہ جب تم **اللہ** اور اس کے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصحابة، المراغی ۱/۶ ۳۷

پیغمبر پر ایمان لا چکے ہو اور اسلام کو بطور نظام کے قبول کر لیا ہے تو تم پر جب تمہارے غلام اور لونڈیاں داخل ہوں تو وہ تم سے پیشگی اجازت حاصل کر کے داخل ہوں نیز وہ بچے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچ پائے ہیں وہ بھی تین اوقات میں اجازت حاصل کریں صبح کی نماز سے پہلے جو تمہارے سونے کا وقت ہے اور آرام کرتے ہو اور جب تم دوپہر کے وقت اپنا لباس اتار دیتے ہو قیلولہ کرنا چاہتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد جب تم نیند کرنے کی تیاری کر رہے ہوتے ہو، یہ تین اوقات ہیں جن میں تمہارا پردہ متاثر ہوتا ہے اور جسم سے لباس کو اتارنا ہوتا ہے تو اپنے غلاموں، دیگر خدام اور بچوں کو ادب سکھلاؤ کہ وہ ان تین اوقات میں بلا اجازت اندر داخل نہ ہوں جب کہ ان تین اوقات کے علاوہ وہ بلا اجازت بھی داخل ہو سکتے ہیں جب کہ وہ تمہارے خدام ہیں تمہاری خدمت میں سرگرداں رہتے ہیں صبح و شام تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں نہایت وضاحت کے ساتھ **اللہ** تعالیٰ تمہارے لئے احکام شرعیہ کو واضح فرما رہے ہیں تاکہ تم بیان کردہ آداب کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں ملحوظ خاطر رکھو اور **اللہ** کو اپنی مخلوق کے سبھی معاملات کا علم ہے اور ان کے معاملات میں **اللہ** کی تدبیر حکمت کے ساتھ موصوف ہے۔

بالغ انسان شریعت کا مکلّف ہو جاتا ہے : وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡكُمُ الۡحُلُمَ فَلۡيَسۡتَاۡذِنُوۡا : اور جب بچے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اور شریعت کے مکلّف ہو جائیں تو انہیں معاشرہ کے آداب کی تعلیم دو کہ وہ سبھی اوقات میں اجازت حاصل کریں بلا اجازت گھروں میں داخل نہ ہوں جس طرح بالغ لوگ اجازت حاصل کر کے داخل ہوتے ہیں اس وضاحت کے ساتھ **اللہ** تعالیٰ تمہارے فائدہ کے لئے دین اسلام اور شریعت کے تمام معاملات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں اور **اللہ** کو اپنی مخلوق کے بارے میں مکمل معلومات ہیں ان کے لئے جس شریعت کا نفاذ کیا ہے اس میں حکمتیں مصلحتیں کارفرما ہیں۔

بوڑھی عورتوں پر پردہ کی پابندی لازمی نہیں : وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ : اور بوڑھی عورتیں جو کام کاج کرنے کی ہمت نہیں پاتیں ہیں اور ان میں نکاح کرنے کا داعیہ ختم ہو چکا ہے ان کی شہوت کے سیلاب میں بالکل سکون کارفرما ہے اس طرح کی حرکت موجود ہی نہیں ہے تو ان پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر وہ پردہ کی چادر اتار دیتی ہیں اور مردوں کے سامنے چلتی پھرتی رہتی ہیں روزمرہ کے لباس میں ملبوس رہتی ہیں راہ گزر لوگ ان کی جانب دھیان ہی نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کی جانب دیکھنے سے شہوت میں ابھار پیدا ہوتا ہے زیب و زینت کو نمایاں نہیں کرتی ہیں کہ لوگ ان کی جانب شہوت کی نظر سے دیکھیں جب کہ تَبَرُّج کی حقیقت یہ ہے کہ جس کپڑے یا زینت کو پوشیدہ کرنا ضروری ہے اس کو نمایاں کیا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سی بوڑھی عورتیں (Old Ladies) جن کے سر کے اکثر بال سفید ہو جاتے ہیں ان میں بھی یہ خیال دیکھنے میں آیا ہے بلکہ لالچ کی حد تک ان کا تصور یہ ہوتا ہے کہ ان کا حسن و جمال جہاں تک ممکن ہو نمایاں ہو تاکہ لوگ ان کی جانب نظریں اٹھائیں لیکن اگر وہ پردے کی چادر کے ساتھ اپنے جسم کو چھپاتی ہیں اور ایسا لباس زیب تن کرتی ہیں جس طرح کا لباس نوجوان عورتوں (Young Ladies) کو پسند ہے جس میں ستر پوشی مبالغہ کے انداز کی ہے تاکہ عفت و پاکدامنی کا لباس تار تار ہونے سے محفوظ رہے، مزید برآں اس کیفیت میں ان کا زندگی بسر کرنا **اللہ** تعالیٰ کے ہاں بہتر اور عزت افزاء ہے اور **اللہ** تعالیٰ کی ذات کو تو ان پوشیدہ احساسات کا بھی علم ہے جو ان کے دلوں میں اٹھکیلیاں لیتے رہتے ہیں اور ہر انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا سزا سے ہم کنار کرے گا اس میں جہاں اطاعت پر ثواب و اکرام کا وعدہ ہے وہاں نافرمانی پر عذاب الٰہی سے خوفزدہ بھی کرنا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى
اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْبُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْبُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْبُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْبُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْبُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْبُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْبُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ
اَوْمَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْصَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا
دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

ترجمہ: اندھے پر کچھ گناہ نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے اور نہ تم پر کچھ گناہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے تناول کرو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائی کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچوں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جس گھر کے تصرف کے تم مالک ہو اس کی چابیاں تمہارے پاس ہیں یا تمہارے دوستوں کے گھروں سے تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ تم سبھی ایک جگہ یا متفرق ہو کر تناول کرو اور جب تم گھروں میں داخل ہو جاؤ اور گھر والوں پر سلام کہو اللہ کی جانب سے خیر و برکت کی دعا کرو اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام کو بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو(۶۱)

مفردات کی وضاحت: حَرَجٌ گناہ لغوی معنیٰ تنگی اَشْتَاتًا متفرق، اس کا واحد شتیت ہے، عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ گھر والوں پر، اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ سے مقصود اولاد اور اہل و عیال کے گھر مراد ہیں وگرنہ کسی شخص کا اپنے گھر سے تناول کرنا اس میں ہرگز حرج نہیں ہے، فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تم جب کسی ایسے گھر میں داخل ہونے لگو کہ جو بے آباد ہے تو تم اَلسَّلَامُ مِنَ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کے کلمات کہو اس پر فرشتے تمہارے سلام کا جواب دیں گے لیکن یہ اس وقت ہے جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو وگرنہ السلام علیکم کہو۔[1]

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے: کہ غلاموں اور بچوں کیلئے گھروں میں تین اوقات (کے استثناء) کے علاوہ بلا اجازت داخل ہونا درست ہے اس مقام میں واضح کیا ہے کہ ذکر کردہ تین قسم کے عذر والوں کیلئے بلا اجازت گھر میں بیٹھ رہنا درست ہے جیسا کہ ان لوگوں پر کچھ گناہ نہیں ہے جن کا انکے بعد ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آیت مبارکہ میں ذکر کردہ گھروں میں کھانا تناول کریں۔

شان نزول: یہ آیت حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ہے جبکہ وہ نبی ﷺ کی معیت میں جہاد کیلئے روانہ ہوا تھا اور مالک بن یزید کو اپنے گھر میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گیا تھا تو جب وہ واپس لوٹا تو اس نے اس کو تکلیف میں پایا اس نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے گناہ سمجھا کہ میں آپکے کھانے سے آپکی اجازت کے بغیر کچھ تناول کروں۔[1]

[1] فتح الرحمن ص ۴۰۱

تشریح: معذوروں کا میدان جنگ میں نہ جانا گناہ نہیں ہے: معذور لوگوں پر کچھ گناہ نہیں ان میں اندھا لنگڑا (Lame)، بیمار قسم کے لوگ داخل ہیں اگر وہ میدان جہاد میں نہیں جاتے ہیں گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں نیز اے لوگو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنی بیویوں کے گھروں سے کھانا تناول کرو یا اپنے بیٹوں کے گھروں سے تناول کرو اس لئے کہ بیٹے کا گھر تو باپ ہی کا گھر ہے ارشاد نبوی ہے بہترین کھانا تو وہ ہے جو انسان اپنی آمدن سے کھاتا ہے جب کہ اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں شامل ہے۔[۲]

کن کن رشتہ داروں کے گھر سے کھانا کھایا جاسکتا ہے: یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے ان قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے تناول کرنے میں کچھ رکاوٹ نہیں، مقصود یہ ہے کہ انکے گھروں سے بلا اجازت کھانا تناول کرنا درست ہے اس لئے کہ معاشرہ کا دستور ہے کہ ان گھروں کے ذمہ دار افراد اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھانا کھلانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں یا آپ ان گھروں سے بھی جن گھروں کی چابیاں تمہارے پاس ہیں یا تم اپنے دوستوں کے گھروں سے بھی تناول کر سکتے ہو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اجتماعی صورت میں کھانا تناول کرو یا الگ الگ تناول کرو۔

بنو کنانہ کے ایک شخص کا واقعہ: ذہن نشین کریں کہ یہ آیت بنو کنانہ قبیلہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان میں ایک ایسا شخص تھا جو اکیلا کھانا تناول نہیں کرتا تھا وہ دن بھر انتظار کرتا رہتا اگر اس کے ساتھ مل بیٹھ کر کوئی کھانا کھانے والا نہ ملتا تو کچھ تناول نہ کرتا بلکہ بسا اوقات اس کی معیت میں دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی ہوتی تھیں ان کا دودھ اکیلا نہیں پیتا تھا جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی پینے والا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام میں خبردار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اکیلا کھانا تناول کر لیتا ہے تو اس پر ہرگز گناہ نہیں ہے جب تم گھروں میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو گھروں میں جو لوگ سکونت پذیر ہیں ان کو السلام علیکم کہو انہیں سلام کا تحیّہ پیش کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کر سکو اور اس نے تمہیں معلوم کروا دیا ہے کہ جس شخص کے پاس تم جانا چاہتے ہو تو تمہیں کس طرح داخل ہونا چاہیے اس طرح تم دونوں جہانوں کی سعادتوں سے اپنے دامن کو بھر لو گے اور تمہارے پروردگار کے ہاں تمہارا اچھا مقام ہوگا۔[۳]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ

[۱] المراغی ۶/ ۳۷۵ [۲] صحیح ابو داؤد ۲/ ۶۷۴ کتاب الاجازۃ باب ۱۴۱، صحیح ابن ماجۃ ۲/ ۵ کتاب التجارات باب ۱ [۳] المراغی ۶/ ۳۷۸

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان وہ ہیں جو اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں اور جب اس کے ساتھ کسی اجتماعی معاملہ میں مطلوب ہوتے ہیں تو وہ نہیں جاتے ہیں جب تک کہ اجازت حاصل نہیں کر پاتے ہیں بلاشبہ وہ لوگ جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں تو جب وہ آپ سے کسی اپنے کام کے لئے اجازت حاصل کریں تو آپ ان میں سے جس کے بارے میں چاہیں اجازت عطا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۶۲) تم آپس میں پیغمبر کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر باہر نکل جاتے ہیں پس ان لوگوں کو خوفزدہ رہنا چاہیے جو آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کو کہیں مصیبت پہنچ پائے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے (۶۳) خبردار! بلاشبہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے جس راہ پر تم ہو اور جس دن اس کی جانب لوٹایا جائے گا تو اللہ ان کو بتائے گا جو انہوں نے اعمال کئے اور اللہ ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے (۶۴)

مفردات کی وضاحت: اَمْرٍ جَامِعٍ بہت بڑی مصیبت جس میں تجربہ کار لوگوں سے ان کی آراء کو حاصل کیا جائے جیسا کہ دشمن کے ساتھ محاذ آرائی ہے یا کسی اہم واقعہ میں مشورہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اَلتَّسَلُّلُ گھر سے نہایت خفیہ انداز سے کھسک جانا، لِوَاذًا پناہ طلب کرنا، فِتْنَةٌ آزمائش۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ جب تم اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے ہو تو اجازت حاصل کرو اب اس آیت میں اللہ پاک حکم دے رہے ہیں کہ جب تم ان کی مجلس سے باہر جانا چاہو تو پھر بھی اجازت حاصل کرو بالخصوص جب کہ کوئی ایسا معاملہ ہو جو جامعیت کا متقاضی ہو جیسا کہ کسی سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ کرنا ہے اس کے ساتھ ہی واضح کیا کہ جو شخص ایسا کرتا ہے آپ سے اجازت طلب کرتا ہے اس کا ایمان کامل ہے۔

تشریح: محفل میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب: صحیح ایماندار تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے پیغمبر کو سچا سمجھتے ہیں اور جب وہ اللہ کے پیغمبر کی معیت میں کسی اجتماعی کام پر جمع ہیں تو بلا اجازت وہاں سے باہر نہ نکلیں، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو السلام علیکم کے کلمات کہے اور جب وہاں سے واپسی کا ارادہ ہو تب بھی السلام علیکم کے کلمات زبان پر ہوں داخل ہوتے وقت کا سلام کہنا دوسرے سلام سے زیادہ بہتر نہیں۔ [1]

جہاد میں نہ جانے کی اجازت دینے کا بیان: مزید تاکید فرمائی: اس میں کچھ شک نہیں کہ جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے

[1] ترمذی کتاب الاستئذان باب ۱۵، صحیح ابی داؤد کتاب الادب باب ۱۵۰

ہیں جب وہ واپس گھروں کی جانب روانہ ہوتے ہیں اور انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو ان میں جس کے بارے میں آپ چاہیں اسے اجازت عطا کریں جیسا کہ عمرؓ کا واقعہ ہے جب وہ جنگ تبوک میں آپ کیساتھ روانہ ہوئے تھے تو انہوں نے اجازت حاصل کی تھی تو آپ نے اسے اجازت مرحمت فرمائی مزید اس کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ آپ کا شمار منافقین سے نہیں ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهُ: آپ ان کے بارے میں اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ان کو معاف کرے بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوں۔

نبی ﷺ کو مخاطب کرنے کے آداب: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ: ایمان والوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ تم نبی ﷺ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور بلا اجازت آپ کی مجلس سے نہ نکلو ایسا کرنا تم پر حرام ہے۔

بلا اجازت مجلس سے اٹھنے کا بیان: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ: اللہ کو علم ہے ان لوگوں کا جو خطبہ کے دوران مسجد سے یکے بعد دیگرے بلا اجازت نہایت خفیہ انداز میں کسی چیز کی اوٹ میں کھسکنے لگ جاتے ہیں ان کی اس خفیہ چال کا اللہ کو تو علم ہے اس لئے کہ اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے وہ تو پوشیدہ اور سرگوشیوں کا بھی علم رکھتا ہے بلکہ اس ذات سے ذرہ برابر کوئی چیز مخفی نہیں ہے نیز اللہ کو ان تقاضوں کا بھی علم ہے جو انہیں ایسے کام پر مجبور کرتے ہیں اللہ یقیناً ان کے غلط کردار پر ان کا مؤاخذہ کرے گا۔

شان نزول: ابوداؤد میں وارد ہے کہ منافقین میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن پر آپ کا خطبہ سننا دشوار ہوتا تھا بلکہ اس دوران مسجد میں بیٹھنا بھاری ہوتا تھا جب کوئی مسلمان شخص کسی ضرورت کے پیش نظر اجازت طلب کرتا تو یہ منافق شخص اس کے پہلو میں چھپ کر اس کے سہارے مسجد سے باہر نکل جاتا۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ: تم میں سے جو لوگ یہ رویہ اختیار کرتے ہیں بلا اجازت آپ کی مبارک مجلس سے کنی کتراتے ہوئے نکل جاتے ہیں کہیں دنیوی زندگی میں ان پر اللہ کا عذاب نہ نازل ہو جائے یا پھر اخروی زندگی میں وہ لوگ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے جب کہ اللہ پاک نے ان کے دلوں کو مہر زدہ کر دیا وہ سرکشی میں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت میں بدمست رہتے ہیں تو اللہ انہیں دوزخ میں گرائے گا جب کہ دوزخ میں رہنا تو بے قراری ہے، ذکر کردہ آیت کا مفہوم ان سب لوگوں کو شامل ہے جو اللہ اور اس کے پیغمبر کے حکم کی مخالفت میں جامد ہیں اور روشنی کے واضح ہونے کے باوجود تقلید پر قناعت کئے ہوئے ہیں حالانکہ ہدایت کی روشنی نمایاں ہے اور صراط مستقیم اور ٹیڑھے راستہ میں فرق نمایاں ہے۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: قبل ازیں اس حقیقت پر دلائل قائم کئے جا چکے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کی روشنی جلوہ گر ہے بعد ازاں ہر اس شخص کو خوفزدہ کیا ہے جو اللہ کے رسول کی مخالفت کرتا ہے لیکن سورت کے اختتام پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ تمام موجودات پر تخلیق ملک، تصرف، ایجاد، اور معدوم کرنے کے بعد اس نے دوبارہ اٹھانا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور اللہ کو علم ہے جو لوگ کر رہے ہیں اس کے بعد ڈانٹ پلاتے ہوئے اعلان کیا کہ قیامت کے دن جب کہ تمام مخلوق نے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے تاکہ محاسبہ کیا جائے اور انہیں بتایا جائے گا جو کچھ وہ دنیوی زندگی میں کرتے رہے اور آخر میں دلیل کو ذکر کیا کہ قیامت کے دن اللہ ان کو خبردار کرے گا جو کام وہ کرتے رہے اور وہ ذات ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل پر اجر عطا کرے گا یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس دن حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔

اٰیَاتُھَا:۷۷ ۲۵ سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَکِّیَّۃٌ ۴۲ رُکُوعَاتُھَا:۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ﴿۱﴾ ۙالَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾

ترجمہ: وہ ذات بہت برکت والی ہے جس نے قرآن کو اپنے بندے پر اتارا تا کہ جہان والوں کو ڈرائے (۱) وہ ذات ہے کہ اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے لڑکا نہیں پکڑا ہے اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے پس اس کا اندازہ لگایا اندازہ لگانا (۲)

مفردات کی وضاحت: تَبٰرَکَ اس کا اشتقاق بَرَکَۃٌ سے ہے، مقصود بہتر چیز کا زیادہ ہونا جبکہ بزرگی اور عظمت کے معنی میں بھی استعمال وارد ہے، نَذِیْرًا تباہی سے ڈرانے والا، اَلْفُرْقَانَ سے مقصود قرآن مجید ہے جبکہ قرآن پاک قسط وار (Instalment) نازل ہوتا رہا یا قرآن پاک نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے، عَلٰی عَبْدِہٖ اپنے بندے پر، مقصود رسول اکرم ﷺ ہیں آپ کو عبدیت کے وصف کے ساتھ موصوف کیا اس لئے کہ آپ عبودیت کے لحاظ سے سب سے بلند مرتبہ میں تھے مزید متنبہ کیا ہے کہ اللہ کا پیغمبر بندہ ہوتا ہے عیسائیوں کی تردید ہے جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر کو الوہیت کے مقام پر متمکن کیا۔

سورۂ فرقان کا مطالب کے لحاظ سے اجمالی خاکہ: اس میں عقائد کے بیان کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کے بارے میں مشرکین کے شبہات کا رد کیا ہے بالخصوص قرآن عظیم کی تکذیب کرنے والوں کا محاسبہ کیا اور اس حقیقت کو ثابت کیا کہ قرآن پاک تو رب العالمین کی جانب سے نازل ہوا ہے، ذہن نشین کریں اس سورت کا شمار مکی سورتوں سے ہے اس میں عقیدہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نبی ﷺ کی رسالت اور قرآن پاک کے بارے میں مشرکین کے مغالطات کا پوسٹ مارٹم (Pustmartum) کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سورت میں قرآن پاک کی صداقت کو نہایت شگفتہ انداز میں پیش کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ رسالت محمدیہ کی عظمت اور قیامت کے وقوع کے عقیدہ کو واضح کیا گیا ہے جب کہ وعظ و نصیحت اور عبرت کے لئے کچھ واقعات بھی بیان ہوئے ہیں البتہ آغاز میں قرآن پاک کے بارے میں مشرکین نے مختلف قسم کی طعن و تشنیع کے انداز میں قرآن پاک کی آیات کو جھٹلایا یا کبھی قرآن پاک کو پہلے لوگوں کی کہانیوں کا مجموعہ قرار دیا اور کبھی کہا کہ اس کو محمد نامی (ﷺ) شخص نے بعض اہل کتاب کے پڑھے لکھے ہوئے لوگوں کے تعاون سے جمع کیا ہے اور کبھی اس کو کھلم کھلا جادو قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹے تخیلات کا رد کیا ہے اور ان کے باطل توہمات کا پردہ چاک کیا ہے ان کو خاموش کرانے کے لئے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ یہ کتاب تو رب العالمین کی جانب سے محمد ﷺ پر

اتاری گئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں رسالت کے موضوع پر نہایت جامعیت کے اسلوب میں مخالفین کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے انہیں خاموش کرادیا ہے ان کا مرکزی مطالبہ یہ تھا کہ پیغمبر کو فرشتہ ہونا چاہیے انسان تو پیغمبر نہیں ہوسکتا لیکن بفرض محال اگر کسی انسان کو پیغمبر تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب ممکن ہے جب نبوت کے مدعی شخص کا شمار اصحاب جاہ وجلال اور ذی ثروت لوگوں سے ہو، فقیر یتیم شخص کو کیسے پیغمبر تسلیم کیا جائے پیغمبر کے لئے دیگر عظمتوں کے علاوہ اس کا مالدار ہونا بھی ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایسے رکیک قسم کے شبہات کو دلائل قاطعہ کیساتھ هَبَاءً مَنْثُوْرًا بنادیا ہے بلکہ حق وصداقت کے کچل دینے والے دلائل نے باطل کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

علاوہ ازیں اس سورۃ کی بعض آیات نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ مشرکین میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی حقانیت کو معلوم کرنے کے بعد کھلے الفاظ میں اس کا اقرار کیا بلکہ قرآن پاک نے واضح کیا کہ یہ لوگ قرآن پاک کی حقانیت کے ساتھ ساتھ آپ کی صداقت کو بالکل اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو تسلیم کرتے ہیں ہرگز انکار نہیں کرتے ہیں اس کے باوجود پھر گمراہی کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں ان میں سے ایک شخص عقبہ بن ابی معیط جو پہلے اسلام لایا پھر مرتد ہوگیا اس کے بدبخت دوست ابی بن خلف نے اسے مرتد ہونے پر مجبور کیا اللہ نے اس کا نام ظالم بتایا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ﴾ (الفرقان :۲۷) ''اور جس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں کے ساتھ افسوس کرتا ہوا کاٹے گا'' اور شیطان کو اس کا دوست کہا ہے جب کہ سورۃ کے درمیان میں کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کا تذکرہ اجمالاً ذکر ہوا ہے اور ان کی قوموں کی کذب بیانیوں کو طشت از بام کیا ہے جن کے باعث ان پر اللہ کی جانب سے عذاب نازل ہوا ان میں سے قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب الرس اور قوم لوط کا تذکرہ ہے ان کے علاوہ اسلام سے روگردانی کرنے والے کفار کا بیان ہے اسی طرح اس سورۃ میں اللہ کی قدرت وحدانیت کے دلائل اور اس کی کاریگری کے عجائبات کا بیان ہے جن سے قدرت الٰہیہ کا تصور دل ودماغ میں جاگزیں ہوتا ہے اور اللہ کی عظمت وجلال کے تصور کا سکہ پیوست ہوتا ہے۔

اس سورت کا نام الفرقان اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں قرآن پاک کا تذکرہ کیا ہے کہ اس کو اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے جب کہ قرآن پاک کا نازل کرنا انسانیت کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ قرآن پاک روشنی کا عظیم مینار ہے بلکہ سورج سے بھی زیادہ اس کی تابانیاں اور ضوٗ افشانیاں ہیں قرآن پاک کو ہی یہ عظمت حاصل ہے کہ اس کے سبب اللہ نے حق وباطل میں امتیازی لکیر کھینچ دی ہے اور روشنی اندھیرے کے درمیان حد فاصل ہے بلکہ کفر اور ایمان میں امتیازی کیفیت کو دل نشیں انداز میں واضح کیا ہے ان خصوصیتوں اور امتیازات کے باعث اس کا نام الفرقان رکھا گیا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی شخصیت کریمہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اللہ پاک کی ذات کا صحیح تعارف جس سے اونچا تعارف ممکن نہیں ہے کہ اس نے اپنے بندے پر قرآن پاک کو قسط وار اتارا جب کہ قرآن پاک سے پہلی کتابیں ایک ہی بار اتاری گئیں قرآن پاک کی امتیازی خصوصیت ہے کہ چند آیات کو اتارا گیا وقفہ وقفہ کے ساتھ ساتھ احکام کی آیات کو سورتوں کی شکل میں رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا اس کیفیت میں زبردست اہتمام کی جانب اشارہ ہے اور جس عظیم شخصیت پر اتارا گیا اس کو سہولت سے ہم کنار کرنا مقصود تھا کہ عہد نبوت میں قرآن پاک کی تشریح اور تفسیر کی اس انداز میں تکمیل ہو کہ کوئی بھی شخص خواہ

کسی قدر ذہین فطین کیوں نہ ہو وہ قرآن پاک کے اسلوب، اس کے اسرار اور اس کی جامعیت کو دیکھ کر جاں سپاری اور جاں نثاری کا ایسا تابناک منظر پیش کرے اور اس کی زبان پر بلا اختیار عربی زبان کا یہ شعر فضا میں سکوت کو ختم کرتے ہوئے ارتعاش پیدا کر دے گا، شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

هِيَ الشَّمْسُ مَسْكَنُهَا فِي السَّمَاءِ فَعَزِّ الْفُؤادَ عَزَاءً جَمِيْلاً فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ اِلَيْهَا الصُّعُوْدَا وَلَنْ تَسْتَطِيْعَ اِلَيْكَ النُّزُوْلاَ

''ہدایت کی روشنی کا مینار ہونے کے لحاظ سے تو وہ سورج ہے جس کا ٹھکانہ آسمان میں ہے آپ اپنے دل کو صبر و سکون کے ساتھ مقید رکھیں آپ اس کی بلندی تک پہنچ نہیں سکتے اور وہ آپ کی جانب اتر بھی نہیں سکتا''

قرآن کے قسط وار نازل ہونے پر کفار کے اعتراضات: قرآن پاک کے قسط وار نازل ہونے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے اعتراض کو نقل کیا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ [1]

''اور کفار نے کہا اس پر قرآن ایک ہی بار کیوں اتارا نہیں گیا اسی طرح تاکہ ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے اور وہ تیرے مقابلہ میں اس کا مثل نہیں لاسکیں گے'' اسی لئے قرآن پاک کا نام الفرقان ہے اس لئے کہ قرآن پاک حق و باطل، ہدایت و گمراہی کے درمیان خط امتیاز کی لکیر کھینچتا ہے بلکہ حلال و حرام کو جدا جدا کرتا ہے''۔

عَلٰى عَبْدِهٖ: سے مقصود محمد ﷺ کی شخصیت ہے اللہ نے آپ کی نسبت اپنی عبودیت کی جانب کی ہے اسی طرح اسراء کی رات بھی آپ ﷺ کا تعارف لفظ عبد سے کیا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

''وہ ذات برکت والی ہے جس نے قرآن پاک کو اپنے بندے پر اتارا تاکہ وہ جہان والوں کو ڈرائے''

نبی ﷺ کو تمام دنیا کی جانب بھیجا گیا ہے: یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصیت کے ساتھ قرآن پاک کے عطیہ کیساتھ نوازا ہے جو عظمت والی ہے اس میں وضاحت کارفرما ہے مزید وہ کتاب محکم ہے بلکہ اس کا نام الفرقان رکھا ہے آپ کی رسالت جس طرح ان لوگوں کی جانب ہے جو آسمان کی نیلی چھت کے نیچے رہتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو زمین پر سکونت پذیر ہیں مزید فرمایا مجھے سرخ، سیاہ رنگ کے لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔ [2] مزید آپ نے فرمایا مجھے پانچ خصوصیتوں کے عطیہ کیساتھ بھیجا گیا ہے مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو ان سے نہیں نوازا گیا تھا ان میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی جانب مبعوث کیا جاتا رہا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی جانب بالعموم بھیجا گیا ہے۔ [3] ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [4]

جس ذات نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے وہ آسمانوں زمین کا مالک ہے وہ ذات جب کسی کام کے وقوع پذیر ہونے کا حکم دیتا ہے تو اس کے حکم سے وہ کام وقوع پذیر ہو جاتا ہے اور وہ ایسی ذات ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت سے بھی ہم کنار کرتا ہے، اللہ وہ ذات ہے جس کی آسمانوں و زمین پر بادشاہت ہے اس کا لڑکا نہیں ہے اور اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں اس

[1] الفرقان: ٣٢-٣٣ [2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب ١، مسند احمد ١/ ٢٥٠ [3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب ١، صحیح بخاری کتاب التیمم باب ١ [4] الاعراف: ١٥٨

نے اپنی ذات کو اولاد اور شریک سے پاک قرار دیا ہے اس کے بعد اس نے آگاہ کیا کہ اس نے اپنے علاوہ ہر چیز کو پیدا کیا ہر چیز اللہ پاک کی مخلوق ہے اور وہ ہر چیز کا خالق، پروردگار، مالک اور معبود ہے، ہر چیز پر اس کا غلبہ ہے اس کی تدبیر اور تسخیر کے ہر چیز تابع ہے اسی طرح اس کی تقدیر غالب ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴿۳﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴿۶﴾

ترجمہ: اور کفار نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے ہیں جب کہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اپنے لئے کسی کو نقصان اور فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں اور موت اور زندگی اور اٹھائے جانے کے مالک نہیں ہیں (۳) اور کفار نے کہا قرآن تو جھوٹ ہی ہے اس نے اس کو جھوٹ بنایا اور اس کی اس پر دوسرے لوگوں نے مدد کی ہے پس وہ ظلم اور جھوٹ کو لائے ہیں (۴) اور کفار نے کہا قرآن تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں کہ اس نے ان کو اپنے لئے تحریر کیا ہے تو ان کو اس پر صبح و شام پڑھا جاتا ہے (۵) آپ کہیں اس کو اس ذات نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتا ہے بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۶)

تشریح: مشرکین کی کمزوریوں کی متعدد وجوہ: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنی ذات کو عز وجلال کے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے اور حق وصداقت کی صورت کو واضح کیا ہے اس کے بعد بتوں کے پجاریوں کی باطل حکایات کو ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا معبود قرار دیا عقل مند لوگوں کو ان کی عقل وبینش پر تعجب دلانا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ حق وصداقت کی شاہراہ سے دور ہو گئے اور ایسی سواری پر سوار ہوئے جس پر وہی شخص سوار ہوتا ہے جس میں عقل کا ذرہ بھی موجود نہ ہو اللہ پاک نے ان کی کمزوریوں کو متعدد وجوہ سے پیش کیا ہے۔

(اولاً) وہ کسی چیز کے پیدا کرنیکی قدرت نہیں رکھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے اور ایجاد کرنیکی قدرت کیساتھ موصوف ہے۔

(ثانیاً) وہ سبھی مخلوق ہیں جب کہ مخلوق تو خود محتاج ہے اور اللہ کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو اپنے ماسوئی سے بے پرواہ ہو۔

(ثالثاً) ان کے معبود اپنی ذات کے لئے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں چہ جائیکہ اپنے سوا کو نفع، نقصان سے دوچار کر سکیں، بلکہ انہیں کسی چیز پر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے نہ وہ کسی زندہ کو موت سے ہم کنار کر سکتے ہیں اور نہ کسی فوت شدہ شخص کو زندہ کر سکتے ہیں اور جس شخص کی کیفیت اس نوعیت کی ہو اسے کیسے معبود قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اس میں الوہیت کی خصوصیات کے پیش نظر اس کی عظمت کے تصور کو دل ودماغ میں اجاگر کیا جائے اور اس کی تعظیم کی جائے۔

(رابعاً) ان میں ہرگز کسی چیز میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے نہ زندوں کو موت سے ہم کنار کر سکتے ہیں اور نہ فوت شدہ لوگوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے اٹھا سکتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے تو تعجب ہے اسے کس طرح معبود باور کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والوں نے اپنے خالق کی عبادت کو چھوڑ دیا ہے جو ہر چیز کا مالک ہے اور ان کی عبادت میں مصروف ہیں جو اپنی ذات کے لئے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

نبی ﷺ کی نبوت پر طعن لگانے کا بیان: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ: قبل ازیں مسئلہ توحید کا بیان ہوا ہے بعد ازاں بتوں کے پجاریوں کا رد کیا گیا اس کے بعد ان لوگوں کا رد کیا جا رہا ہے جو محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں طعن لگاتے ہیں کچھ تو براہ راست قرآن پاک کے بارے میں ہیں اور کچھ اس عظیم شخصیت کے بارے میں جس پر قرآن پاک نازل ہوتا رہا، چنانچہ کفار نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ یہ قرآن اللہ کی جانب سے نہیں ہے بلکہ محمد (ﷺ) نے اس کو اپنی جانب سے بنایا ہے اور اہل کتاب میں سے کچھ افراد نے اس کی معاونت کی ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے دراصل یہ شخص ان کے ہاں آمد و رفت رکھتا تھا وہ اسے پہلی امتوں کے حالات سے باخبر رکھتے تھے ان سے ان باتوں کو سن کر یہ شخص اپنی زبان اور اپنے خاص اسلوب میں ڈھال کر پیش کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ لوگ اپنے پروردگار پر جھوٹ کہہ رہے ہیں اور انہوں نے اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک تو ایسی سچائی ہے جس میں کسی انسان کی جانب سے ذرہ بھر آمیزش نہیں ہے، مزید برآں اس پیغمبر نے انہیں چیلنج کیا ہے کہ وہ اس جیسی کتاب پیش کریں جب کہ وہ بھی خود کو فصاحت و بلاغت کے اونچے مقام پر باور کرتے ہیں لیکن وہ اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے اگر ان میں طاقت ہوتی تو اس کے مقابلہ کرنے میں وہ ہرگز کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے اور اگر محمد ﷺ نے اس میں کسی دوسرے شخص سے مدد طلب کی ہوتی تو ان کے لئے بھی کوئی رکاوٹ نہ تھی وہ بھی اہل زبان سے تعاون حاصل کر لیتے لیکن جب وہ مقابلہ نہ کر سکے تو معلوم ہوا کہ قرآن پاک فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جس مقام پر سرفراز ہے اس کا مقابلہ ممکن نہیں وہ تو حد اعجاز کے مقام پر سرفراز ہے۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: مشرکین نے کہا یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی جھوٹی بنائی گئیں کہانیوں کا مجموعہ ہے جیسا کہ رستم و اسفندیار کی کہانیاں زبان زد عوام و خواص ہیں اس شخص نے ان کہانیوں کو یہودیوں سے سن کر جمع کر لیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کی حماقت کی انتہا نہیں ہے اتنی بڑی جرأت کی ہے کہ اللہ انہیں تباہ و برباد کرے ان کے جواب میں اللہ پاک نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کا رد کرتے ہوئے اور حق کو ثابت کرتے ہوئے کہیں! تمہارا خیال غلط ہے یہ قرآن تو اللہ پاک کی جانب سے نازل ہوا ہے جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں احکام کی حکمتوں اور اسرار کو نہایت ہی عمدہ اسلوب میں بیان کیا ہے جہاں کسی فرد کے افکار پہنچ نہیں سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کی بلاغت و فصاحت کے مقابلہ سے تم عاجز آ گئے ہو مزید اس کتاب میں مستقبل کے بعض حقائق کو واضح کیا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی ذات کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے، نیز یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک نے اپنی ذات کے بارے میں اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کیا ہے کہ وہ تمام پوشیدہ معلومات کا علم رکھتا ہے جب کہ جو معلومات روشن ہیں ان کا علم زیادہ قرین قیاس ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں کہ تم نے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے باعث تم

اس لائق ہو کہ تمہیں ہمیشہ عذاب میں مبتلاء رکھا جائے لیکن اللہ پاک کی ذات وصف رحمت کے ساتھ موصوف ہے تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے شائد تم اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی بارگاہ میں آنسو بہاتے ہوئے حاضر ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تم پر عذاب کو مسلط کرے گا جس سے نکلنا ممکن نہیں ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ کسی انسان میں گناہ خواہ کس قدر زیادہ کیوں نہ ہوں انہیں معاف کر دیا جاتا ہے اگر گنا ہگار لوگ اولاً گناہوں کے ارتکاب سے توبہ کریں تو اللہ پاک کی رحمت ان پر سایہ افگن ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہوں گے اگرچہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے ساتھ انتہائی دشمنی کا ثبوت کیوں نہ پیش کیا ہو ظاہر ہے کہ خالص توبہ کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾ع تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ﴿۱۶﴾

ترجمہ: اور انہوں نے کہا اس پیغمبر کو کیا ہے؟ جب کہ وہ کھانا تناول کرتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کی جانب فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا (۷) یا اس کی جانب آسمان سے خزانہ کیوں نہ گرایا گیا یا کیوں اس کا باغیچہ نہیں ہے کہ وہ اس سے کھاتا ہوتا اور ظالموں نے کہا تم پیروی نہیں کر رہے ہو مگر ایسے آدمی کی جس پر جادو ہوا ہے (۸) آپ دیکھیں کس طرح انہوں نے آپ کے بارے میں کہانیاں بنالی ہیں پس وہ گمراہ ہو چکے ہیں پس وہ کوئی راستہ نہ پاسکیں گے (۹) وہ برکت والا ہے اگر وہ چاہے گا تو تجھے ان باغات سے بہتر عطا کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور تجھے دنیا میں اونچے محلات عطا کرے گا (۱۰) بلکہ انہوں نے قیامت کو جھوٹ باور کیا اور ہم نے اس شخص کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے جو قیامت کے واقع ہونے کو جھٹلاتا ہے (۱۱) جب دوزخ ان کو دور مسافت سے دیکھے گی تو وہ اس سے غصہ چیخنے کی آواز کو سنیں گے (۱۲) اور جب انہیں

اس دوزخ سے تنگ جگہ میں گرایا جائے گا ان کے پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تو وہ اس جگہ اپنی ہلاکت کی دعا کریں گے(١٣) اور ہم انہیں کہیں گے تم آج کے دن ایک ہلاکت کی دعا نہ کرو اور بہت زیادہ ہلاکت کی دعا کرو(١٤) آپ کہیں کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کی بہشت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ان کیلئے ان کے اعمال کا بدلہ ہے اور چلنے پھرنے کی جگہ ہے(١٥) ان کے لئے اس میں نعمتیں ہوں گی جن کو وہ چاہیں گے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کے پروردگار پر وعدہ ہے جس کا سوال کیا جائے گا(١٦)

مفردات کی وضاحت: اَلْاَمْثَالَ عجیب وغریب باتیں جو اپنی غرابت کے باعث تمثیلات کا روپ دھار چکی ہیں، فَضَلُّوْا وہ اپنی گمراہی میں حیران وششدر ہیں، سَعِیْرًا انتہائی بھڑکتی ہوئی آگ، اِذَا رَاَتْھُمْ وہ انہیں دور سے دیکھیں گے، ظاہر ہے کہ ایماندار شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافر اور مشرک سے دینی معاملات میں دور رہے، اَلتَّغَیُّظُ غصہ کا اظہار مقصود غصہ کی کیفیت کی آواز ہے، زَفِیْرٌ لمبا سانس لینا، مُقَرَّنِیْنَ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کی جانب زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوگا، مَسْئُوْلًا لائق ہیں کہ ان سے دریافت کیا جائے اس لئے کہ ان کی کیفیت ایسی عمدہ ہوگی کہ رغبت کرنیوالے اس کی خواہش کریں گے۔

تشریح: نبی ﷺ کے پانچ اوصاف پر مشرکین کے اعتراضات: اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ کے پانچ اوصاف ایسے بتائے ہیں کہ جس شخص میں وہ اوصاف ہوں گے اسے مقام نبوت پر متمکن نہیں کیا جاسکتا۔

(١) یہ شخص جو خود کو پیغمبر کہہ رہا ہے اس میں کون سا ایسا امتیازی وصف پایا جاتا ہے جس نے اس کو مقام نبوت پر لا کھڑا کیا ہے؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص ہماری طرح کھاتا پیتا ہے۔

(٢) رزق کی فراہمی کیلئے جس طرح ہم کوشش کرتے ہیں یہ بھی کرتا ہے یہ تو ہمارے جیسا انسان ہے اس کو ہم پر کونسا امتیازی وصف حاصل ہے اس انداز کے ساتھ وہ گفتگو کرتے تھے ان کا مقصود یہ تھا کہ اس شخص کو پیغمبر تسلیم کرنا بعید از عقل ہے وہ اور ہم ایک جیسے ہیں! حقیقت یہ ہے کہ مشرکین میں عقل کی کمی ہے اس لئے کہ پیغمبر دیگر انسانوں سے روحانی اوصاف کے لحاظ سے ممتاز ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں فضائل ودیعت کئے ہوتے ہیں اس لئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کی جاتی ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ﴾(الکھف: ١١٠) ''آپ انہیں خبردار کریں کہ میں تو بس تمہارے جیسا انسان ہوں (البتہ) میری جانب امتیازی لحاظ سے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا ایک معبود ہے''

(٣) اس شخص پر اللہ کی جانب سے فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا جو اسکے اِدّعا کی تصدیق کرتا اور مخالفین کے اعتراضات کی تردید کرتا۔

(٤) اس پر آسمان کی جانب سے خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس سے خرچ کرتا اور رزق کی تلاش میں بازار جانیکی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(٥) کیوں اس کو باغ نہیں دیا گیا ہے کہ اسکی آمدن سے اسکی معیشت درست رہتی جیسا کہ مالدار لوگ آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ کا نبی ﷺ کو پیغام: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابو البختری، اسود بن عبدالمطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل اور منبہ بن حجاج ایک مجلس میں اکٹھے تھے انہوں نے آپس میں گفتگو کی کہ تم محمد (ﷺ) کی جانب پیغام بھیجو اس سے گفتگو کرو اور اس سے

جھگڑا کرو کہ تم خود کو معذور سمجھو چنانچہ انہوں نے آپ کی جانب پیغام بھیجا کہ آپ کی قوم کے سر کردہ لیڈر ایک مجلس میں اکٹھے ہیں تا کہ وہ آپ سے گفتگو کریں چنانچہ آپ ان کی مجلس میں پہنچ گئے انہوں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے محمد! (ﷺ) ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تا کہ ہم تیرے سامنے اپنا عذر پیش کریں اگر تو نبوت کے دعویٰ کے ضمن میں مال حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم تیرے لئے مال فراہم کر دیتے ہیں اور اگر شرف و منزلت کا خواہاں ہے؟ تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر تو بادشاہت کا ارادہ کرتا ہے تو ہم تجھے بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔

ان کی ان باتوں کا آپ نے ایک ہی جواب دیا تم نے جو پیش کشیں فرمائی ہیں مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے میں ہرگز تم سے مال کا طلب گار نہیں ہوں البتہ **اللہ** نے مجھے تمہاری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور **اللہ** نے مجھ پر کتاب قرآن پاک کو اتارا ہے اور **اللہ** نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبری دوں اور میں تمہیں ڈراؤں، میں تم تک اپنے پروردگار کے پیغامات کو پہنچاؤں اور تمہاری خیر خواہی کروں پس اگر تم اس کو تسلیم کر لوگے جس کو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو پھر دنیوی اخروی زندگی میں تمہارا حصہ ہے اور اگر تم میری بات کو تسلیم نہیں کرو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ **اللہ** میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

انہوں نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا اگر تو ہماری اس بات کو تسلیم نہیں کرتا ہے جس کو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے تو آپ اپنے پروردگار سے مطالبہ کریں اور اپنی ذات کے لئے کہیں کہ **اللہ** تعالیٰ تیرے ساتھ فرشتہ بھیج دے جو تیری باتوں کی تصدیق کرے اور ہمیں تجھ سے دور کر دے تو **اللہ** پاک سے مطالبہ کر کہ تیرے لئے باغات ہوں اور سونے چاندی کے محلات ہوں اور تجھ کو ان ضرورتوں سے مستغنی کر دے جن کا تو متلاشی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تو بھی بازار میں معیشت کی تلاش میں نکلے اور جس طرح ہم رزق کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں تو بھی جستجو کرے یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ تیرے پروردگار کے ہاں تیرا مرتبہ کیا ہے اگر تو خود کو **اللہ** کا پیغمبر کہتا ہے نبی ﷺ نے ان کی ان باتوں کا ایک ہی جواب دیا کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا ہوں میں اپنے پروردگار سے اس قسم کا مطالبہ نہیں کروں گا اور نہ مجھے تمہاری جانب اس لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں مطالبہ کروں البتہ **اللہ** تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دینے والا ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو اس گفتگو پر اس آیت کا نزول ہوا، محمد بن اسحٰق، ابن جریر طبری، ابن المنذر نے اس کو بیان کیا ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا: کفار نے دل ہی دل میں خود پر ظلم کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایسا جملہ کہا جس سے آپ کی شخصیت کا کچھ واسطہ نہیں کہ تم لوگ ایسے شخص کی تابعداری کر رہے ہو جس پر جادو کا اثر ہے اس کی وجہ سے اس کا دماغ متاثر ہے اسے ہرگز کچھ یاد نہیں رہتا ہے جو اس کی زبان سے نکلتا ہے بھلا ایسے شخص کی باتوں پر عمل کیا جا سکتا ہے ہرگز ایسے شخص کو **اللہ** کا پیغمبر باور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ: کفار کی کج رویوں کے ذکر کے بعد سلسلۂ کلام **اللہ** کے پیغمبر کی جانب متوجہ ہوتا ہے آپ کی مخالفت کرتے ہوئے آگاہ کیا جا رہا ہے ان لوگوں میں انتہا درجہ کی دیدہ دلیری ہے جب کہ انہوں نے آپ کی ذات کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بنانی شروع کر دی ہیں جن کا آپ کی ذات کے ساتھ ہرگز واسطہ نہیں ہے آپ میں جو اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں ان کی باتیں سراسر ان کے خلاف ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ راہ ہدایت سے دور ہیں وہ حیران ہیں انہیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں جب کہ آپ کی نبوت کے بارے میں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں ان کی لایعنی باتوں کا آپ کی

شخصیت پر ہرگز کچھ اثر نہیں ہے البتہ آپ نے ان کے سامنے قرآن پاک کا جو معجزہ پیش کیا ہے اس کے خلاف تو وہ کچھ نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اپنے ساتھیوں سے چوری چوری قرآن پاک کی تلاوت سن رہے ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا: آپ پر اللہ پاک کی جانب سے خیر و برکت کا نزول کثرت کے ساتھ ہو رہا ہے اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو آپ کو ان کے مطالبات سے کہیں زیادہ عمدہ انعامات سے نوازتا جبکہ اخروی زندگی میں تو اللہ پاک نے آپ کے بارے میں فرما دیا ہے کہ آپ کو مقام محمود سے نوازا جائے گا لیکن دنیوی زندگی میں بھی تجھے اخروی زندگی کی طرح اعزازات عطا کرنا اونچے اونچے قلعہ نما محلات عطا کر دینا کہ کفار میں سرمایہ دار دولت مند لوگ بھی ان کو دیکھ کر رشک کرتے جب کہ اللہ کی مشیت نے ایسا نہ کیا اللہ نے چاہا کہ اخروی زندگی میں آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں سے شادکام کیا جائیگا وہاں محلات (Palaces) کے قرب و جوار میں پانی کی نہروں کے علاوہ دودھ، شہد کی نہریں جاری ہوں گی جب کہ محلات تو قلعوں کی شکل میں ہوں گے۔

دوزخ کی سختیوں کا بیان: اس کے بعد کلام کا رخ قیامت کے وقوع کی جانب پھر گیا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ آپ نے ان کے سامنے جس سچائی کو پیش کیا ہے اس کا انکار کر رہے ہیں اور آپ کو جادوگر، دیوانہ، شاعر، افسانہ نویس کہہ رہے ہیں ان کے انکار کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ دلائل کی جانب توجہ نہیں کرتے ہیں جب کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے جو قیامت کے وقوع کا انکار کر رہے ہیں دوزخ کو بھڑکایا ہوا ہے ابھی وہ دوزخ سے حد نظر کے فاصلہ پر ہوں گے تو دوزخ کے مشتعل ہونے کی خوفناک آواز ان کے کانوں میں پہنچے گی جس کی آواز میں غیظ و غضب کی شدت انہیں مجبور کر دے گی کہ ان کی زبانوں سے حسرت بھری کیفیت میں لمبے لمبے سانس فضا میں خوفناک ارتعاش کو جنم دیں گے۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا: اور جب انہیں دوزخ کی تنگ جگہ میں گرایا جائے گا جب کہ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوگا تو وہ فریاد رسی کرتے ہوئے چیخیں گے مدد کا مطالبہ کریں گے ان کی زبان پر یہ کلمہ ہوگا ہائے ہماری ہلاکت! بربادی! تو انہیں جواب میں کہا جائے گا: تم ایک تباہی و بربادی کو نہ پکارو! بلکہ بے شمار تباہیوں اور بربادیوں کو تم پر مسلط کیا جا چکا ہے جب کہ انہیں متنوّع قسم کے عذاب میں مبتلا کیا گیا ہوگا اور عذاب کی ہر قسم میں ہلاکت شدت کی گھبراہٹ کارفرما ہوگی۔

تفسیر ابن جریر طبری میں ہے عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ دوزخ ایسی کرخت خوفناک آواز نکالے گی کہ کوئی بھی مقرب فرشتہ اور پیغمبر اس کیفیت میں ہوگا کہ اسکے کندھے کا گوشت کانپنے لگے گا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے یہ کلمات کہیں گے اے پروردگار! آج تو میں صرف اپنی ذات کے بارے میں ہی تجھ سے عفو و مغفرت کی بھیک طلب کر رہا ہوں۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ: آپ ان لوگوں کو آگاہ کریں جو مزاحیہ انداز میں تکذیب کر رہے ہیں کیا یہ آگ جس کی تصویر کشی کی گئی ہے تمہارے لئے بہتر ہے یا ہمیشہ کی جنت بہتر ہے جس کے لئے فنا نہیں ہے جبکہ جنت میں ان کی ہمیشہ کی رہائش ان کے دنیوی اعمال صالحہ کے باعث ہوگی، دراصل یہ انکے اعمال کا بدلہ ہے ان کیلئے جنت میں کھانے پینے کی چیزیں انکی چاہت پر دستیاب ہوں گی علاوہ ازیں محلات عمدہ لباس سواریاں وغیرہ ایسی ہوں گی جن کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی دل میں ان کا خیال آیا ہوگا، مزید وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے ساتھ یہ وعدہ اس بنا پر ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی میں اللہ پاک سے مطالبہ کیا تھا کہ ہم سے جو وعدہ تو نے کیا اس کے مطابق عطا کیجئے۔ (المراغی ۳۹۵/۶)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَايَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴿۲۰﴾ ع

ترجمہ: اور وہ جس دن ان کو ان کے ساتھ اکٹھا کرے گا جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو اللہ کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا انہوں نے خود صحیح راستہ کو گم پایا (۱۷) وہ کہیں گے ہم تجھے پاک باور کرتے ہیں ہمارے لئے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کو دوست بناتے البتہ تو نے انہیں اور ان کے باپوں کو فائدہ عطا کیا یہاں تک کہ انہوں نے نصیحت کو بھلا دیا اور وہ ہلاکت زدہ ہو گئے (۱۸) ہم کہیں گے اے کفار کی جماعت بلاشبہ ان معبودوں نے تمہیں جھوٹا قرار دیا جو تم کہتے تھے پس نہ تم، عذاب کو پھیر سکتے ہو اور نہ مدد دے سکتے ہو اور جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے (۱۹) اور ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر نہیں بھیجے ہیں مگر ان کا یہ وصف تھا کہ وہ کھانا تناول کرتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہارے بعض کو بعض کے حق میں آزمائش بنایا ہے بلکہ تمہیں صبر کرنا چاہئے اور آپ کا پروردگار دیکھ رہا ہے (۲۰)

مفردات کی وضاحت: ضَلُّ السَّبِيْلَ سیدھے راہ کو گم پایا، اَلذِّكْرُ نصیحت جس کو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا، بُوْرًا تباہ و برباد ہونے والے، واحد جمع دونوں پر اطلاق ہوتا ہے، صَرْفًا عذاب کو پھیرنا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ان شدتوں کے بارے میں بتایا جن سے وہ لوگ ہم کنار ہوں گے جنہوں نے قیامت کے وقوع کا انکار کیا اور وہ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد اپنی تباہی و بربادی پر واویلا اور افسوس کا اظہار کریں گے اس کے بعد ان کے ان کوائف کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے اور ان کے معبودوں کے درمیان گفتگو ہوگی جب کہ ان کے معبود ان کی تکذیب کریں گے۔

تشریح: قیامت کی خوفناکیوں کا بیان: آپ انہیں قیامت کے دن کی خوفناکیوں سے آگاہ کریں جب کہ اللہ تعالیٰ کفار، بتوں اور جن کی اللہ کے سوا عبادت ہوتی رہی جیسا کہ فرشتوں اور عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی بھی عبادت ہوتی ہے ان سب کو حشر کے میدان اکٹھا کرے گا جن کی عبادت ہوتی رہی عبادت کرنے والوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے ان کے معبودوں سے دریافت کرے گا کیا تم نے ان کو اپنی عبادت کی جانب دعوت دی تھی یا وہ خود صحیح راہ سے بھٹک گئے اور انہوں نے ازخود تمہاری عبادت کی تھی جواب میں معبود تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہ ان سے کس طرح کا سوال ہو رہا ہے جواب دیں گے، اے اللہ! آپ کی ذات پاک ہے تیرا ہرگز

کوئی شریک نہیں ہمارے لئے بلکہ مخلوق میں سے کسی کے لئے ہرگز سزاوار نہیں کہ تیرے سوا کو اپنا معبود بنائے اور نہ تیرے علاوہ کو تیرا شریک بنائے لیکن تو نے ان پر اور ان کے آباؤاجداد پر کثرت کے ساتھ انعامات کی بارش کی جب کہ ان پر انعامات کی بارش کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ انعامات پر تیرا شکر یہ ادا کرتے اور آپ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لاتے اور انہوں نے جو احکام دیئے ان پر عمل پیرا ہوتے جب کہ انعامات کے وافر ہونے کے باعث انہوں نے آپ کا تذکرہ نہ کیا آپ کی ذات سے روگردانی کی اور شکریہ کے کلمات بھی زبان پر نہ لائے اس طرح وہ تو تباہ و برباد ہوگئے اس دوران اللہ تعالیٰ کفار کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہے گا تمہارے معبودوں نے تو تمہیں جھوٹا قرار دیا ہے کہ وہ ہرگز معبود نہ تھے اب اے کفار کے گروہو! تم اپنی ذات سے ہمارے عذاب کو روک نہیں سکو گے اور کسی بھی طرح خود کی مدد نہ کرسکو گے عذاب مسلط رہے گا ہرگز بچاؤ نہیں ہوسکتا۔

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا: اور تم سب سے جو شخص بھی کسی کو اللہ کا شریک بنائے گا وہ اپنی جان پر ظلم کا مرتکب ہوگا تو ہم اسے اخروی زندگی میں شدید قسم کے عذاب سے دوچار کریں گے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جب کہ وہ سبھی پیغمبر آپ کی طرح کھاتے پیتے تھے انسان تھے اور بازاروں میں کاروبار کے لئے آتے جاتے تھے یہ تو آپ سے پہلے سبھی پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے تعجب ہے کہ یہ لوگ آپ کی ان کیفیات کو بھانپ کر آپ کے بارے میں تعجب کیوں کررہے ہیں انہیں ہرگز انکار نہیں کرنا چاہیے، دراصل یہ وضاحت ان کے اس کہنے پر کی جارہی ہے کہ ہمیں اس پر تعجب آرہا ہے کہ وہ ایک طرف خود کو پیغمبر باور کراتا ہے اور دوسری طرف ہماری طرح خوردونوش کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور بازاروں کا چکر لگاتا ہے۔

انسان کو انسان کے لئے آزمائش بنایا گیا ہے: **وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً:** اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! ہم نے بعض لوگوں کو دیگر بعض لوگوں کے لئے آزمائش بنایا ہے صاحب ثروت انسان کے مقابلہ میں معاشرہ میں فقیر انسان جو نان جویں کا محتاج ہے اسی طرح شریف انسان کے مقابلہ میں ایسا شخص ہے جس میں کمینگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور تندرست شخص کے مقابلہ میں بیمار انسان ہے یہ تفاوت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کررہا ہے کہ تم انعامات پر شکریہ ادا کرتے ہو یا ناشکری کرتے ہو، اور کیا تم بیماری میں صبر کرتے ہو یا جزع فزع کا مظاہرہ کرتے ہو۔

حسن بصری کا قول ہے نابینا شخص کہتا ہے کاش مجھے اللہ تعالیٰ بینا بنادیتا جیسا کہ فلاں شخص صحت مند ہے جب کہ پروردگار عالم دیکھ رہا ہے کہ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے کون شکریہ ادا کرتا ہے کون ناشکری کرتا ہے۔[۱]

ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیں، اپنے سے نچلے کی جانب دیکھو اوپر والے کی جانب نہ دیکھو اس طرح تم اللہ کے انعامات کو حقیر نہیں گردانو گے۔[۲]

---

[۱] صفوۃ التفاسیر القسم العاشر ص ۳۹ [۲] صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ۳۰، صحیح مسلم کتاب الزہد باب ۱، صحیح ابن ماجہ کتاب الزہد باب ۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اوران لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہ رکھتے تھے ہم پر فرشتوں کو کیوں نہیں اتارا گیا ہے یا کیوں ہم اپنے پروردگار کو دیکھ نہیں رہے ہیں بلاشبہ انہوں نے اپنے خیال میں خود کو بڑا سمجھا اور بہت بڑی سرکشی کی (۲۱) جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہگاروں کے لئے کچھ خوشخبری نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے کہ انہیں روک دیا جائے روک دیا جانا (۲۲) اور ہم اس کی جانب متوجہ ہوں گے جو انہوں نے عمل کئے ہوں گے تو ہم ان کو بکھرے ہوئے ذرات کی طرح کر دیں گے (۲۳) بہشت میں رہنے والے اس دن آرام والے ٹھکانے اور بہت اچھے قیلولہ کے لحاظ سے ہوں گے (۲۴)

مفردات کی وضاحت: لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ہماری ملاقات سے خوفزدہ نہیں تھے، لِقَآءٌ کا معنی ملاقات، موافقت، اَلْعُتُوُّ ظلم میں حد سے تجاوز کرنا، حِجْرًا مَّحْجُوْرًا اہل عرب یہ کلمہ اس وقت زبان پر لاتے ہیں جب کسی ایسے دشمن سے واسطہ پڑے جو خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے یا یہ کلمہ اس وقت زبان پر آتا ہے جب خوفناک مصیبت کا سامنا ہو مقصود اس سے پناہ طلب کرنا ہوتا ہے، هَبَآءٌ باریک ذرہ جو فضا میں گردش کرتا ہے اور جب سورج کی روشنی کسی مکان میں کسی روشندان سے داخل ہو رہی ہو تو مکان کی روشنی میں جو چھوٹے چھوٹے ذرات دکھائی دیتے ہیں انہیں عربی میں هَبَآءٌ کہا جاتا ہے، الْمَقِيْلُ قیلولہ کی جگہ یا قیلولہ کرنا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا اس کے بعد ان کے دیگر جرائم کا ذکر ہوا بعد از اں انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں اس عذاب کا تذکرہ کیا جو ان لوگوں پر اترا جنہوں نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا مقصود نبی اکرم ﷺ کو صبر دلانا ہے۔

تشریح: ان مشرکین نے کہا جو نہ اللہ کے ساتھ ملاقات کا نظریہ رکھتے ہیں اور نہ اس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں اس لئے کہ وہ قیامت کے واقع ہونے کو تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے جو ہمیں محمد (ﷺ) کے سچے نبی ہونے کی خبر دیں یا ہم اللہ کا اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کریں وہ ہمیں آگاہ کرے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

ابوحیان نحوی کا قول: وہ وضاحت کرتے ہیں ان کی یہ سب باتیں ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہیں و گرنہ آپ نے ان کے سامنے جو معجزات پیش کئے وہی انہیں صراط مستقیم کی جانب جھکانے کے لئے کافی تھے اگر توفیق الٰہی ان کے شامل حال ہوتی، یقیناً ان لوگوں کے مزاج میں اِسْتِكْبَار کا داعیہ موجزن تھا جب انہوں نے دیدہ دلیری کے ساتھ اس قسم کی لایعنی گفتگو کی اور غیر مناسب مطالبات پیش کئے، ظلم اور سرکشی کی حدود کو پامال کرتے ہوئے آگے گزر گئے یہاں تک کہ تکبر کی آخری حد پر پہنچ گئے۔

روح قبض کرنے کے وقت مومن اور کافر کی کیفیت کا بیان: یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ: مشرک لوگ جب ان فرشتوں کو دیکھ پائیں گے جو موت کے وقت ان کے ارواح کو قبض کرنے کیلئے نازل ہوں گے تو اس وقت مجرم قسم کے لوگوں کو ہرگز مسرت نہ ہوگی وہ اپنی ناکامی کو دیکھ رہے ہوں گے اور فرشتے بھی انہیں کہیں گے تم پر جنت کا داخلہ ممنوع قرار دیا جا چکا ہے تمہارے گناہ معاف نہیں ہوں گے اور مسرتوں سے تم ہم کنار نہیں ہو سکو گے چنانچہ کافر شخص کی روح کو نکالتے وقت فرشتے انہیں دوزخ کی خوشخبری سنائیں گے اور وہ اس کی روح کو مخاطب کر کے کہیں گے اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی تو اس جسم سے باہر نکل کر گرم لو گرم پانی گرم سائے کی جانب آ، وہ کافر شخص کے بدن میں سمٹی رہے گی نکلنے سے انکار کرے گی اور جسم کے سبھی اعضاء میں متفرق ہوگی چنانچہ فرشتے اس کو لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ پورے زور سے ماریں گے جبکہ ایمان والوں کی کیفیت ان سے مختلف ہوگی انہیں موت کے وقت بشارتوں سے نوازا جائے گا اور انہیں مسرتوں سے ہمکنار کیا جائے گا ان پر فرشتوں کا نزول ہوگا اور فرشتے ان کے قریب اتر کر کہیں گے کہ تم ہر قسم کے خوف اور حزن سے دور رہو اور تم خوش ہو جاؤ کہ تمہیں اس جنت میں داخلہ دیا جا رہا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

کفار کے مستحسن اعمال کی کچھ حیثیت نہیں: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ: اور ہم کفار کے اعمال کی جانب متوجہ ہوں گے جن کو وہ مستحسن قرار دیتے تھے جیسا کہ مساکین کو کھانا کھلانا، صلہ رحمی کرنا، وہ خیال کریں گے کہ یہ اعمال انہیں اللہ کے مقرب بنا دیں گے لیکن ہم ان کی خام آرزؤں کو ملیامیٹ کرتے ہوئے ان کے اعمال کو ضائع کر دیں گے وہ مٹی کے ذرات کی شکل اختیار کریں گے اس لئے کہ ان کے اعمال کی بنیاد ایمان پر نہ تھی اور بلا ایمان کوئی بھی صالح عمل اللہ کا تقرب عطا نہیں کر سکتا ہے، علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے اعمال کو رائیگاں بنا دیں گے اس لئے کہ انہوں نے وہ اعمال اللہ کی رضا جوئی کے لئے نہیں کئے بلکہ انہوں نے ریاکاری کے انداز میں کئے تھے۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا: کفار کے کوائف بیان کئے گئے کہ وہ مکمل گھاٹے میں رہیں گے اور ناکامی نے ان کا گھراؤ کر رکھا ہوگا ان کے کوائف بیان کرنے کے بعد جنتیوں کے کوائف کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہ خوشیوں اور مسرتوں میں پھولے نہ سماتے ہوں گے حقیقت یہ ہے کہ سعادتوں کا حصول اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اس لئے کہ جنتی لوگ انتہائی خوشیوں میں ہوں گے اور قیلولہ کے وقت ان کی حالت بہت اچھی ہوگی ایمان دار لوگ قیامت کے دن انتہائی خوشیوں میں ہوں گے جنت الفردوس میں ان کا ٹھکانہ ہوگا جب کہ کفار دوزخ کی ہلاکتوں میں ہوں گے۔

وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِیْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ یَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ یَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا ﴿٢٦﴾ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿٢٧﴾ یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ

جُمْلَةً وَّاحِدَةً ج كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ: اور جس دن کہ آسمان بادلوں کے باعث پھٹ جائے گا اور فرشتوں کو اتارا جائے گا اتارا جانا (۲۵) اس دن حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی اور وہ دن کفار پر مشکل ہوگا (۲۶) اس دن ظالم شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹے گا کہے گا اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا (۲۷) ہائے افسوس مجھ پر کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) بلا شبہ اس نے مجھ کو نصیحت سے گمراہ کر دیا بعد اس کے کہ میرے پاس آئی تھی اور شیطان تو انسان کو مصیبت میں اکیلا چھوڑنے والا ہے (۲۹) اور پیغمبر کہے گا اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا دیا (۳۰) اور اسی طرح ہم نے ہر پیغمبر کے گناہ گاروں سے دشمن بنائے ہیں اور تیرا پروردگار کافی ہے رہنمائی کرنے والا اور مدد کرنے والا (۳۱) اور کفار نے کہا کیوں اس پیغمبر پر قرآن ایک ہی بار نہیں اتارا گیا ہے اسی طرح ہم متعدد بار لائے ہیں تا کہ ہم اس کے ساتھ آپ کے دل کو درست رکھیں اور ہم نے اس کو آہستگی کے ساتھ پڑھا ہے (۳۲) اور کفار تیرے سامنے کوئی واقعہ نہیں لائیں گے مگر ہم تیرے سامنے صحیح جواب لائیں گے اور بہت اچھا بیان ہوگا (۳۳) ان کو ان کے چہروں کے بل دوزخ کی جانب اٹھایا جائے گا یہ لوگ بلحاظ جگہ کے بہت برے ہیں اور بہت ہی غلط راہ پر ہیں (۳۴)

مفردات کی وضاحت: جُمْلَةً وَّاحِدَةً ایک ہی بار، رَتَّلْنٰهُ ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے، عربی زبان میں ثَغْرٌ مُرَتَّلٌ ترکیب مستعمل ہے اس سے مقصود وہ شخص ہے جس کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہو، مَثَلٌ کلام کی وہ قسم جو تمثیل کی صورت میں ہو ترتیب اور حسن کے لحاظ سے عمدہ ہو الفاظ میں بھی خوبصورتی ہو اور معنویت کے لحاظ سے بھی سچائی کی حامل ہو، تَفْسِیْرٌ وضاحت۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے واضح فرمایا ہے کہ مشرکین نے فرشتوں کے اتارے جانے کا مطالبہ کیا اس کے جواب میں انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ فرشتوں کو اس وقت اتارا جائے گا جب دنیوی نظام کا اختتام ہو جائے گا فلکیات کا نظام زمین کا نظام مختل ہو جائے گا اور انسانوں کو ان کی قبروں سے محاسبہ کے لئے اکٹھا کیا جائے گا اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح: اے پیغمبر! (ﷺ) آپ اپنی قوم کو اس دن کی خوفناکیوں سے آگاہ کریں جب سورج ستارے اور دیگر سورج اور سیارے بادلوں کی مانند ہوں گے وہ سب فضا میں بکھرے ہوئے ہوں گے اور گردش کر رہے ہوں گے موجودہ نظام ختم ہو جائے گا جیسا کہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ سراب کی مانند دکھائی دیں گے اور فرشتوں کو انسانوں کے صحائف دے کر محاسبہ کیلئے پیش کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اعمالنامے بندوں کے فیصلوں کے وقت بحیثیت گواہوں کے ہوں گے اس دن حقیقی بادشاہت اللہ کی ہوگی اسی کا غلبہ ہوگا کسی اور شخصیت کا ہرگز

عمل دخل نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے فرمائیں گے جب کہ کفار پر یہ دن نہایت خوفناک ہوگا اور ایمان داروں کے بارے میں آسان ہوگا ان کو اعزازات سے نوازا جائے گا وہ مسرتوں سے ہم کنار ہوں گے۔

ارشاد نبوی ہے ایمان داروں پر قیامت کا دن آسان ہوگا انہیں بشارتوں سے نوازا جائے گا ان کا اکرام واجلال ہوگا ایمان والوں پر قیامت کا دن (جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) ایک فرض نماز کی ادائیگی کے وقت سے بھی کم ہوگا۔[1]

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ: قیامت کے دن مشرک انسان افسوس کے باعث کہ دُنیا میں اس سے کوتاہیاں ہی کوتاہیاں اور غلطیاں سرزد ہوتی رہیں اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور اسکی زبان پر یہ کلمات ہونگے اے کاش! اللہ کے پیغمبر کے ساتھ نجات اختیار کر لیتا اور گمراہی کے راستوں پر نہ چلتا اے کاش! میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا اس نے تو مجھے راہ ہدایت سے دور رکھا۔

شانِ نزول: مفسرین علماء کرام کے نزدیک مشہور ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ظالم شخص سے مقصود عقبہ بن ابی معیط ہے اور جس شخص نے اس کو گمراہ کیا تھا اس کا نام امیہ بن خلف ہے یا اس کا بھائی ابی ابن خلف ہے جب کہ اصول تفسیر کے لحاظ سے الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے ہر ظالم شخص جس نے اپنے دوست کی اطاعت کرتے ہوئے کفر کیا اور کفر پر فوت ہوا وہ اس کا مصداق ہے جیسا کہ عقبہ بن ابی معیط کی کیفیت ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي: اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شکایت کریں گے کہ اسکی قوم نے یعنی کفار قریش نے قرآن پاک کی تصدیق نہ کی اور نہ اس پر عمل کیا یہ معمولی شکایت نہیں ہے اس شکایت میں ان لوگوں کو بہت زیادہ خوفزدہ کیا گیا ہے جو قرآن پاک کے مشمولات پر عمل پیرا نہیں ہوتے، حلال وحرام کے مطابق رواں دواں نہیں رہتے اور عقائد کا بھی خیال نہیں رکھتے ہیں اور جن واقعات، تمثیلات میں عبرت کا سامان پایا جاتا ہے ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں۔

کسی کام کو نہ کرنا کام ہے: علامہ شبلی نے اس آیت کریمہ سے ایک اصولی مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کسی کام سے روکنا بھی فعل ہے اور روکنے سے مقصود اس کام کا نہ کرنا ہے چھوڑنا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ، لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾[2] ''انہیں اللہ کی پوجا کرنے والے اور علماء، جھوٹ بولنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے ہیں بلا شبہ وہ برے کام کرتے ہیں'' پس علماء ربانی کا گناہ کی بات سے اور حرام مال کے تناول سے نہ روکنا اس کو اللہ عزوجل نے شناعت کے ساتھ تعبیر کیا ہے، وہ برے کام کے مرتکب ہوتے ہیں یعنی نہی کا چھوڑنا منع نہ کرنا یہ بھی فعل ہے۔

حدیث نبوی ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مسلمان وہ ہے کہ اسکے بھائی مسلمان اس کی زبان اور اسکے ہاتھ سے محفوظ رہیں''[3] گویا کہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دینا اسلام ہے جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو بعض صحابہ کرام نے یہ شعر کہا ؎

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ كَذٰلِكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

''اگر ہم بیٹھے رہتے ہیں اور اللہ کے پیغمبر کام کرتے رہتے ہیں تو ہمارا بیٹھ رہنا ایسا عمل ہے جو گمراہی والا ہے''[4]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا: جیسا کہ ہم نے مشرکین سے آپ کے دشمن بنائے ہیں آپ کی جانب جھوٹی باتوں کو منسوب کرتے ہیں اور بے

---

[1] مسند احمد ۷۵/۳، تفسیر ابن کثیر ۵۰۶/۳، تفسیر المراغی ۶/۷ [2] المائدہ: ۶۳ [3] صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۵، ای الاسلام افضل، صحیح مسلم باب بیان تفاضل الاسلام، مشکوۃ کتاب الایمان [4] اضواء البیان ۳۱۶/۶

ہو دگی کر رہے ہیں بالکل جس قدر پیغمبر ماضی میں گزر چکے ہیں وہ انسانی ہدایت کے لئے اللہ کی جانب سے شریعت لائے جس میں انسانوں کی ہدایت تھی انسانوں اور جنوں میں سے شیطان قسم کے افراد نے ان کے ساتھ دشمنی کی اور ان کی دعوت کا مقابلہ کیا لیکن ہم نے ایمان والوں کی مدد کی چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ نہ گھبرائیں آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ یہی کچھ روا رکھا گیا جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر نبی ﷺ کا دشمن ابوجہل تھا تو موسیٰ علیہ السلام کا دشمن قارون تھا، جب کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا: اے محمد! (ﷺ) آپ کا پروردگار آپ کے لئے کفایت کرتا ہے آپ کی دینی دنیوی مصالح کی جانب راہ نمائی کی ہے اور مستقبل میں آپ کو کمال کے درجہ پر استوار کرنا مقصود ہے اور تجھے دشمنوں سے تحفظ عطا کرنا ہے بالآخر آپ کو غلبہ عطا ہوگا دشمنوں کی زیادہ تعداد اور ان کے ساز و سامان کی کثرت آپ کو خوفزدہ نہ کرے میں نے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اور دشمن کے کلمہ کو نیچا کرنا ہے آپ صبر کریں اور میرے احکام کو پہنچاتے رہیں۔

قرآن پاک کے نزول کے بارے میں یہودیوں کے اعتراضات: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً: یہودیوں نے اعتراض کیا کہ قرآن پاک کو محمد ﷺ پر ایک ہی بار کیوں اتارا نہیں گیا ہے جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر ایک ہی بار کتابیں اتاری گئیں ان کا یہ خیال باطل اور اِدّعا کمزور ہے، ظاہر ہے کہ سابقہ امتوں پر جو کتابیں نازل کی گئیں انہیں بھی متفرق اوقات میں اتارا گیا تھا چنانچہ تورات کو بارہ سال کے عرصہ میں قسط وار نازل کیا گیا تورات میں اس کی وضاحت موجود ہے، مزید برآں اس کے خلاف کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں ہے جب کہ یہ لوگ جہالت اور عناد کے باعث کہتے ہیں انہیں اس کے بارے میں علم نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر کتابیں کس طرح نازل ہوتی رہیں ان کا یہ اعتراض کسی ثقاہت پر مبنی نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کا اعجاز ثابت ہے خواہ اس کو ایک ہی بار نازل کیا جاتا یا قسط وار نازل کیا جاتا البتہ متفرق طور پر اس کے اتارے جانے کا سبب اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو متفرق طور پر اس لئے اتارا ہے تا کہ ہم آپ کے دل کو قوت عطا کرتے رہیں جب آپ قرآن پاک کو زبانی یاد کریں گے اور بار بار اس کا دور کریں گے سورۂ اسراء آیت نمبر ١٠٦ میں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو متفرق اوقات میں اتارا ہے تا کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر اس کی تلاوت کریں اور ہم نے اس کو قسط وار اتارا ہے۔

قرآن پاک کو متفرق طور پر اتارنے کے فوائد: (١) ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ اُمّی تھے لکھنے پڑھنے سے آشنا نہ تھے اگر یکبارگی آپ پر مکمل قرآن پاک اتارا جاتا تو آپ اس کو آسانی کے ساتھ ضبط نہیں کر سکتے تھے بھول جانے اور غلطی کا اندیشہ تھا۔

(٢) متفرق انداز میں اس لئے اتارا گیا تا کہ قرآن پاک کا حفظ وضبط صحیح طور پر مکمل ہو اور تساہل کا اندیشہ ختم ہو جائے۔

(٣) اگر ایک ہی بار مکمل قرآن پاک نازل کیا جاتا تو اس کے نازل ہونے کے ساتھ اسلام کے سبھی احکام ایک ہی بار عطا کئے جاتے اور اس صورت حال میں ایک ہی بار کثرت کے ساتھ احکام نازل ہوتے تو اس میں اس کی حفاظت کے بارے میں برابر خوف دامن گیر رہتا جب کہ قسط وار اتارنے میں شریعت کے مسائل بھی آہستہ آہستہ نازل ہوئے تو اس صورت میں آسانی کارفرما رہی۔

(٤) رسول اکرم ﷺ جب وقفہ وقفہ کے بعد جبریل علیہ السلام کا مشاہدہ کرتے تو آپ احکام کے پہنچانے میں زیادہ دقت محسوس نہ کرتے نبوت کے بوجھ کو برداشت کرنے میں صبر کا داعیہ کارفرما رہتا اور قوم کی جانب سے اذیتوں کو برداشت کرنے کا ملکہ مزید مضبوط ہوتا۔

(۵) مزید برآں لوگوں کے سوال کے جواب اور معاشرہ میں وقوع پذیر ہونے والے معاملات کے بارے میں آیات کا نزول ہوتا تھا۔
(۶) قسط وار نازل ہونے کی صورت میں آپ کا قوم کو مقابلہ میں اترنے کے لئے چیلنج کرنا کہ اس جیسا کلام پیش کرو جب کہ مقابلہ میں انہوں نے اپنی شکست کو تسلیم کیا جب بعض آیات کا مقابلہ نہ کر سکے تو مکمل قرآن پاک کا معارضہ بدیہی طور پر ناممکن ہے۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا: مشرکین آپ کے سامنے جس عجیب وغریب کیفیت کو پیش کریں گے جس کے باعث آپ کی نبوت پر کاری ضرب لگانا چاہیں گے تو ہم ان کو حق وصداقت کے نازل کرنے کے باعث کچل دیں گے ایک دوسرے مقام میں وارد ہے: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾[1]

''بلکہ ہم حق وصداقت کو باطل پر پھینکیں گے تو حق وصداقت باطل کو کچل کر رکھ دے گا''

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ: قبل ازیں انہوں نے نبی ﷺ کو غلط اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا چاہا تا کہ آپ کو معاشرہ میں حقیر گردانا جائے ان کے اس گھناؤنے کردار پر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو صبر دلاتے ہوئے حکم دے رہے ہیں کہ آپ انہیں کہیں: کہ میں تمہارے بارے میں وہ باتیں نہیں کہتا ہوں جو تم کہتے ہو اور جن غلط خطابات کیساتھ تم مجھے پکار رہے ہو میں وہ طرز عمل نہیں اپنا سکتا البتہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جن لوگوں کو دوزخ کی جانب گھسیٹا جائے گا انہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوگا وہ درحقیقت مقام کے لحاظ سے بہت برے ہیں اور صحیح راہ سے اترے ہوئے ہیں اب تم انصاف کی آنکھ کے ساتھ دیکھو کہ کون ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہے ہم ہیں یا تم! تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تمہارا مقام بنسبت ہمارے مقام کے نہایت برا ہے اور تمہارا راستہ ہمارے راستہ کے خلاف گمراہی والا ہے، دراصل اس اسلوب کو فنی مناظر میں مخالف کے سامنے خود کو ڈھیلا کرنا ہے تا کہ اس کو آسانی کے ساتھ خاموش کرایا جائے ابو ہریرۃ ﷛ روایت کرتے ہیں۔

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ہوں گے: ارشاد نبوی ہے میدان حشر میں قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ہوں گے پیادہ چلنے والے، سواری پر سوار ہو کر چلنے والے اور چہروں کے بل چلنے والے، آپ سے دریافت کیا گیا چہروں کے بل چلنا تو ممکن نہیں؟ آپ نے وضاحت فرماتے ہوئے بتایا کہ جو ذات ان کو پاؤں پر چلا سکتا ہے وہ ان کو چہروں کے بل بھی چلا سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنے چہروں کے ساتھ ٹیلوں اور کانٹوں سے بچاؤ اختیار کریں گے، مقصود یہ ہے کہ فرشتے ان کو ان کے چہروں کے بل دوزخ کی جانب کھینچ کر لے جائیں گے یا اس کیفیت سے مقصود ان کی ذلت اور رسوائی ہے۔[2]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

[1] الانبیاء: ۱۸ [2] المراغی ۷/۱۲، مسند احمد ۲/۳۵۴

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا (٣٥) پس ہم نے کہا تم ان لوگوں کی جانب جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھوٹا قرار دیا پس ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ہلاک کرنا (٣٦) اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے ان کو لوگوں کے لئے عبرت بنایا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے (٣٧) اور ہم نے عاد اور ثمود اور رَسّ والوں کو اور ان کے درمیان بہت سے طبقات کو ہلاک کیا (٣٨) اور ہر ایک کی کہانیوں کو بیان کیا اور ہر ایک کو ہم نے ہلاک کیا ہلاک کرنا (٣٩) بلاشبہ کفار اس بستی پر پہنچے جس پر بہت بری پتھروں کی بارش برسائی گئی وہ انہیں دیکھ نہیں رہے ہیں بلکہ اٹھائے جانے کی توقع نہیں رکھتے ہیں (٤٠)

مفردات کی وضاحت: وَزِيْرًا وہ شخص جس کی جانب رجوع کیا جائے تا کہ اس کی رائے سے مدد حاصل کی جائے، اَلتَّدْمِيْرُ کسی چیز کو اس انداز سے توڑنا کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو، اَلرَّسُّ ایسا کنواں جس کی منڈیر نہ ہو اس کی جمع رَسَاسٌ ہے، اَلتَّتْبِيْرُ ریزہ ریزہ کر دینا، توڑ دینا، سونے چاندی کے ٹکڑوں کو تَتْبِيْرٌ کہا جاتا ہے۔

بعض پیغمبروں کے ان کی امتوں کے ساتھ واقعات کا مختصر خاکہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا جیسا کہ ہم نے آپ پر (فرقان) قرآن پاک کو نازل کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی کو ان کی معاونت کے لئے بھیجا پھر ہم نے انہیں فرعون اور اس کی قوم کی جانب بھیجا جنہوں نے توحید کے ان دلائل کو جھٹلایا جو اللہ کی بادشاہت کے آفاق میں پائے جاتے ہیں بلکہ ہر ذی روح کی تخلیق میں قدرت الٰہیہ کے جو کرشمے پائے جاتے ہیں تو ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

اس وضاحت سے مقصود رسول اکرم ﷺ کو صبر دلانا ہے اور بطور ہمدردی کے اس حقیقت سے خبردار کرنا ہے کہ آپ پہلے پیغمبر نہیں ہیں جن کو جھٹلایا گیا ہے اس وادیٔ خارزار میں رواں دواں رہنے والوں میں کون ایسا ہے جس کے تلوے کانٹوں سے ہم کنار نہ ہوئے ہوں، اسی طرح ہم نے نوح کی قوم کو تباہ و برباد کیا جب قوم نے ہمارے پیغمبر نوح کی رسالت کو جھٹلایا جب کہ نوح ان میں ساڑھے نو سو سال کا طویل عرصہ رہے انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے اور نہ تسلیم کرنے کی صورت میں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کرتے رہے لیکن طویل عرصہ میں معدودِ چند افراد ایمان لائے جن کو ہم نے طوفان کی صورت میں کشتی میں سوار کرایا، اور نہ ایمان لانے والوں کو ڈبو دیا ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑا ان کی تباہی و بربادی لوگوں کے لئے باعث عبرت ثابت ہوئی، نیز واضح کیا کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں پر ایمان نہیں لاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس جملہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ قریش مکہ اگر رسول اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں دنیوی اخروی عذاب میں اسی طرح تباہ و برباد کیا جائے گا جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کو تباہ و برباد کیا گیا اور ہم نے ھود کی قوم عاد اور صالح کی قوم ثمود کو تباہ و برباد کیا بلکہ ان کے درمیان ہم نے کثرت کے ساتھ امتوں کو ہلاک کیا جب انہوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا لیکن

ہم نے سبھی کو توحید کے دلائل سے آگاہ کیا اوران کا کوئی عذر باقی نہ رہا پھر بھی وہ کفر اور سرکشی میں مستغرق رہے تو ہم نے انہیں عبرتناک عذاب سے تباہ و برباد کیا، یہ حقیقت ہے کہ جھٹلانے والے لوگ موسم گرما کے سفر میں سدُّ وم بستی کے قریب سے گزرتے ہیں جو قوم لوط کی بستی تھی اللہ نے ان کو پتھروں کی بارش سے تباہ و برباد کیا وہ لواطت جیسے خبیث فعل کے مرتکب تھے اور لوط علیہ السلام نے انہیں عذاب الٰہی سے خوفزدہ کیا لیکن انہوں نے اس خبیث فعل کو نہ چھوڑا ان کی تباہی و بربادی کا منظران کے سامنے ہے انہیں عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اللہ کے پیغمبر کی باتوں کو تسلیم کرنا چاہیے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور ثواب وعقاب کے عمل کو تسلیم نہیں کرتے ہیں جزا سزا کے دن کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ: اور جب وہ آپ کو دیکھ پاتے ہیں تو نہیں بناتے ہیں تجھے مگر مزاح! کیا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (۴۱) بلاشبہ قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں کی پرستش سے گمراہ کر دیتا اگر ہم نے ان پر صبر نہ کیا ہوتا (۴۲) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا نہیں ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہے کیا تو اس پر ذمہ دار ہے (۴۳) کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں زیادہ سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں؟ یہ لوگ نہیں ہیں مگر چار پایوں جیسے ہیں بلکہ یہ راہ حق سے زیادہ گمراہ ہیں (۴۴)

شانِ نزول: آیت مبارکہ ﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا﴾ ابوجہل اور اس کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کا جب بھی اللہ کے پیغمبر اور آپ ﷺ کے رفقاء کے پاس سے گزر ہوتا تو مزاحیہ انداز میں رسول اللہ ﷺ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا تھا تعجب خیز بات تو یہ ہے! کہ اس شخص کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

تشریح: مشرک لوگ جب آپ کو چلتا پھرتا دیکھتے تو آپ کے بارے میں مزاحیہ انداز میں کہتے اس کے ساتھ ان کا مقصود آپ کو حقیر گردانا ہوتا تھا کیا یہ وہ شخص ہے! جس کو اللہ نے ہماری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا قریب ہے کہ یہ شخص ہمیں ہمارے خداؤں کی عبادت سے برگشتہ کر دے اگر ہم نے خود کو انکی عبادت پر ثابت قدم نہ رکھا اور انکی عبادت میں مسلسل مصروف نہ رہے انکے اس گھناؤنے اقدام پر انکی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست دھمکی دیتے ہوئے آگاہ کیا کہ عالم آخرت میں جب یہ لوگ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو ان پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائیگی کہ کون غلط راہ پر اور کون دین کے لحاظ سے گمراہ تھا، وہ تھے یا معاذ اللہ، محمد ﷺ تھے؟

مشرکین کی گمراہی پر تعجب کا بیان: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ: مشرکین کی گمراہی پر زبردست تعجب ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے وہ اشرف المخلوقات انسان ہو کر پتھروں کو اپنا معبود بنا رہے ہیں جب وہ جس پتھر کی عبادت

کرتے ہوتے تو اس پتھر سے زیادہ خوب صورت پتھر نظر آ جاتا تو پہلے پتھر کو پھینک دیتے تھے اور دوسرے پتھر کی عبادت کرتے رہتے ان کی اس کیفیت پر رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرما کر آگاہ کیا ہے کہ ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے کہ آپ انہیں خواہشات نفسانی کی پیروی سے بالجبر روکیں آپ کی ہرگز یہ ذمہ داری نہیں ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ایمان قبول کرنے سے ناامید کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کو اس حقیقت کی جانب متوجہ کیا ہے کہ آپ ان کی حالت پر افسوس نہ کریں وہ تو جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں نتائج کی جانب ان کی توجہ نہیں ہے ان میں اور چارپایوں میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ یہ تو چارپایوں سے بھی بڑھ کر بدترین حالت میں ہیں جس طرح چارپائے اپنے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں یہ ان سے بھی دو قدم آگے ہیں جب کہ چارپائے اپنی چراگاہ کی جانب اپنے مالک کے اشارے کے مطابق رواں دواں رہتے ہیں بلکہ چارپائے اپنے محسن کو فوراً پہچان لیتے ہیں اور اسے دیکھ کر بولنا شروع کر دیتے ہیں لیکن ان گمراہ لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ یہ اپنے پروردگار کو بھی نہیں پہچانتے ہیں اور نہ اس کی فرماں برداری کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ان پر بے شمار انعامات ہیں ارشاد ربانی ہے ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراہیم: ۳۴) ''اگر تم اللہ کے انعامات کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے'' اس آیت میں اکثر لوگوں کی کیفیت بیان کی ہے جب کہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے حق و صداقت کو سمجھا لیکن اپنی چودھراہٹ کے لئے خطرہ محسوس کیا اس لئے اسلام قبول نہ کیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ: کیا آپ نے اپنے پروردگار کی جانب نہیں دیکھا ہے کہ اس نے کس انداز سے سائے کو لمبا کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ساکن بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر راہ نما بنایا ہے (۴۵) پھر ہم نے سائے کو آہستہ آہستہ مٹا دیا (۴۶) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا اور نیند کو آرام کا باعث اور دن کو چلنے پھرنے کے لئے بنایا (۴۷) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک پانی کو اتارا (۴۸) تاکہ ہم اس پانی کے ساتھ مردہ شہر کو زندگی عطا کریں اور تاکہ ہم اس پانی کو اپنی مخلوق میں سے

چار پایوں اور کثیر تعداد میں لوگوں کو پلائیں (۴۹) اور ہم نے ان کے درمیان مختلف اسالیب کے ساتھ اس کو بیان کیا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں لیکن اکثر لوگوں نے انکار کیا مگر ناشکر گزاری کا (۵۰) اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے (۵۱) پس آپ کفار کی اطاعت نہ کریں اور ان سے اللہ کے حکم کے ساتھ بڑا جہاد کریں (۵۲) اور اللہ وہ ذات ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا ایک کا پانی میٹھا پیاس دور کرتا ہے اور دوسرے کا پانی نمکین بدمزہ ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کیا اور مضبوط بند بنایا (۵۳) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو بنایا پس اس کو نسب والا اور قرابت داری والا بنایا اور تیرا پروردگار قدرت والا ہے (۵۴)

مفردات کی وضاحت: اِلٰی رَبِّکَ اپنے پروردگار کی مصنوعات کی جانب، مَدَّ الظِّلَّ سائے کو پھیلایا ہے کثیف جسم کے مقابلہ میں سورج کے طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک فضا میں سایہ پھیلتا رہتا ہے، دَلِیْلٌ علامت، قَبَضْنٰهُ ہم نے اس کو مٹایا، سبات موت، جب کہ نیند کی حالت میں احساس ختم ہو جاتا ہے، بُشْرًا کا واحد بَشِیْرٌ ہے، خوشخبری دینے والی ہوائیں، اَلرَّحْمَةُ بارش، اَلْبَلْدَةُ زمین، اَلْمَیِّتُ وہ زمین جس میں انگوری نہیں ہے، اَنَاسِیُّ کا واحد اِنْسَانٌ ہے اصل اَنَاسِیْنَ تھا نون کو یَا سے تبدیل کر کے ادغام کر دیا، فُرَاتٌ تیز میٹھا پانی، اُجَاجٌ تیز نمکین پانی، بَرْزَخٌ پردہ۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو توحید کے دلائل سے بوجہ جہالت کے روگردانی کرتے ہیں جب کہ ان کے خیالات اور ان کی آراء لغو ہیں اب مزید پانچ دلائل کو ذکر کیا جا رہا ہے جن کا تعلق مشاہدہ سے ہے رات دن ہم ان کا نظارہ کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ قادر مطلق کے وجود پر زبردست دلائل ہیں۔

تشریح: قدرت کے لازوال نظام پر غور کرنے کا بیان: اے پیغمبر! کیا آپ نے اللہ کی عجیب وغریب صناعی کا ملاحظہ کیا ہے؟ اور اس کی قدرت کے لازوال نظام پر غور نہیں کیا ہے کہ کس طرح اس نے دن کے وقت سائے کو دراز کیا تا کہ انسان اور دیگر ذی روح جانور سورج کی شدید گرمی کے باعث ان کے سایوں میں آرام طلب کریں اور گرمی سے تحفظ حاصل ہو، حقیقت یہ ہے کہ اگر سایہ نہ ہوتا تو سورج کی شدید گرمی سے انسان جل کر راکھ بن جاتا اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ہمیشہ ایک جگہ میں ٹھہرا دیتا کہ وہ وہاں سے ہرگز ادھر ادھر نہ ہوتا جب کہ اللہ کی قدرت اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہے کبھی سایہ مشرق کی جانب ہوتا ہے اور کبھی مغرب کی جانب، کبھی آگے کبھی پیچھے، مزید برآں ہم نے سورج کے نکلنے کو سائے کے وجود پر دلیل ٹھہرایا اگر سورج کی روشنی کا وقوع اجسام پر نہ ہوتا تو سائے کا کچھ پتہ نہ چلتا اور اگر اندھیرا نہ ہوتا تو روشنی کی پہچان نہ ہوتی، پھر ہم نے سائے کو سورج کی روشنی کے باعث آہستہ آہستہ ختم کرنا شروع کیا اور اللہ کی ذات کی قدرت کے آثار اور اس کے اس کی مخلوق پر فیضان رحمت کے جھونکوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے تمہارے فائدہ کیلئے رات کو لباس بنا دیا کہ رات تاریکی کے باعث تمہیں اپنے اندھیرے میں چھپا دیتی ہے جیسا کہ لباس بدن کو چھپاتا ہے اور نیند کو موت کی مانند بنا دیا جبکہ نیند حواس کو ڈھانپ لیتی ہے اور حواس اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں ارشاد ربانی ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ﴾ (الانعام: ۱۶۰) ''اور وہ ایسی ذات ہے جو تمہیں رات کے وقت فوت کر لیتی ہے'' اور دن کو موت سے اٹھانے کیلئے بنایا دن بھر لوگ معیشت کے حصول کیلئے اللہ کی زمین پر پھیل جاتے ہیں جیسا کہ مرنے کے بعد

قیامت کے دن محاسبہ کیلئے اٹھایا جائے گا، اور اللہ کی ذات ایسی ذات ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا وہ بارش کے برسنے کی خوشخبری سے ہم کنار کرتی ہیں اور ہم نے بادلوں سے بارش برسائی اس کے پانی سے تم اپنے کپڑے دھوتے ہو غسل کرتے ہو، وضو بناتے ہو اور کھانوں کی تیاری میں پانی سے فوائد حاصل کرتے ہو، مزید برآں میٹھے پانی کو تم نوش کرتے ہو اور اپنی پیاس بجھاتے ہو۔

رسول اکرم ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا پانی پاک ہے اور سمندر کا مردار حلال ہے۔[1]

بارش کے پانی کے فوائد: مزید بارش کے باعث زمین پر درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں مختلف قسم کی انگوریاں اور پھول لہلہانے لگ جاتے ہیں ان میں زندگی لوٹ آتی ہے، نیز ہم بارش کا پانی جانوروں کو پلاتے ہیں انسان اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور ہم نے لوگوں میں بارش کے نظام کو مختلف انداز سے قائم کیا ہوا ہے ضرورت کے وقت رات، دن کے لمحات میں جہاں چاہتے ہیں بارش برساتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وہاں بارش کو روک لیتے ہیں جیسا کہ رات دن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے زمین کے ایک حصہ میں لوگ رات گزار رہے ہوتے ہیں جب کہ اس وقت دوسرے حصہ میں لوگ دن بھر اللہ کی نعمتوں سے شادکام رہتے ہیں۔

پانی کی مختلف صورتوں کا بیان: مزید غور فرمائیں کبھی پانی شدید سردی کے باعث پتھر کی مانند جامد ہو جاتا ہے اور کبھی پانی تیل اور دیگر مائعات کی طرح بہنے لگتا ہے اور کبھی پانی بخارات کی شکل اختیار کر کے فضا میں پھیل جاتا ہے مزید برآں پانی نہروں، تالابوں اور نباتات کے علاوہ انسانوں حیوانوں کے اجسام میں آتا جاتا رہتا ہے اللہ پاک کی اس قدرت پر غور و فکر کے بعد عبرت حاصل کی جائے اور انعامات الٰہیہ کے حقوق ادا کرتے ہوئے اللہ کا شکریہ ادا کیا جائے جبکہ اکثر لوگ اپنے خالق کے انعامات پر ناشکری کرتے ہیں۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر احسان جتاتے ہوئے واضح کیا ہے جبکہ آپ پر نبوت کا بھاری بوجھ رکھ دیا اس سے مقصود آپ کے شرف اور وقار میں اضافہ کرنا تھا جبکہ اگر ہم چاہتے کہ ہر بستی والوں کی جانب پیغمبر بھیجیں تو ایسا کر سکتے تھے اور آپکے کندھوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا لیکن ہم نے تو آپ کو سبھی بستیوں کی جانب بھیجا اور انکے ڈرانے کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈالا تا کہ آپ صبر کیساتھ اس مقام و مرتبہ پر فائز ہوں جو اونچا مقام ہم نے آپ کو تفویض کرنا چاہا ہے اس عظیم نعمت پر آپکو اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور دعوت کے میدان میں حق و صداقت کا اظہار کرتے ہوئے ثابت قدمی اور زبردست محنت کا ثبوت فراہم فرمائیں، بخاری مسلم میں وارد ہے نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے سرخ، سیاہ سبھی لوگوں کی جانب نبوت سے سرفراز فرما کر بھیجا گیا ہے۔[2]

دو سمندروں کو آپس میں ملانے کا بیان: وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ: اللہ پاک کی مخلوق پر اللہ کے بے شمار انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے دو سمندروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے دیکھنے میں ان میں کچھ فرق محسوس نہیں ہوتا لیکن وہ دونوں الگ الگ چل رہے ہیں ایک دوسرے میں ان کا امتزاج نہیں ہے ایک کا پانی شیریں ہے اور دوسرے کا پانی نمکین کڑوا ہے، نمکین پانی میٹھے پانی کو تبدیلی اور فساد سے تحفظ عطا کرتا ہے جبکہ اللہ کی قدرت کے باعث ان دونوں کا پانی الگ الگ چلتا ہے بظاہر ان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾[3]

---

[1] صحیح ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب ۴۱، صحیح ترمذی کتاب الطھارۃ باب ۵۲، صحیح ابن ماجہ کتاب الطھارۃ باب ۳۸ [2] مسلم کتاب المساجد ۲/ ۶۳ ح ۳، مسند احمد ۱/ ۲۵۰، ۳۰۱ [3] الرحمٰن: ۲۰-۲۱

’’اللہ نے دو سمندروں کو چلایا ہے بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جب کہ ان کے درمیان پردہ ہے وہ دونوں اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں، پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے‘‘۔

علامہ شنقیطیؒ کی وضاحت: علامہ شنقیطیؒ نے تفسیر اضواء البیان (٣٣٩/٦) میں اس آیت کی تشریح فرمائی ہے ملاحظہ کریں: هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سے مقصود کنوؤں کا پانی ہے جو میٹھا ہوتا ہے جب کہ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ سے نمکین سمندری پانی مقصود ہے، اس وضاحت کے بعد اشکال ختم ہو جاتا ہے البتہ اگر مَرَجٌ کا معنی کیا جائے کہ ’’وہ دونوں خلط ملط ہیں‘‘ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں نمکین اور میٹھا پانی دونوں پانی ایک دھارے میں ہیں اور دونوں دھارے آپس میں نہیں ملتے ہیں اللہ کی قدرت کا منظر ہے کہ ان کے درمیان رکاوٹ صرف اللہ کی قدرت ہے بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی ہے جب کہ بعض علاقوں میں اس کا وجود موجود ہے جیسا کہ سینی گال (siny gal) کی نہر کا پانی سمندر کے پانی کے ساتھ چلتا ہے درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس مقام کے بارے میں ایک شخص نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں غسل کیا ایک جانب سے اس نے پانی کو حاصل کر کے اپنے جسم پر ڈالا تو وہ شیریں تھا اور دوسری جانب سے جب اس نے پانی کو اٹھایا تو اس کا ذائقہ نمکین تھا جب کہ ان کے بہنے کی جگہ ایک تھی درمیان میں کوئی حد فاصل نہ تھی اس پر بے اختیار زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے اور بلند ہے جہاں اس کی ذات عظمتوں کے ساتھ موصوف ہے وہاں اس کی قدرت بھی کامل مکمل ہے۔

انسان کو مادہ منویہ سے پیدا کیا گیا ہے: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا: اور اللہ تعالیٰ ایسی ذات ہے جس نے مادہ منویہ سے انسان کو پیدا کیا نسب کے لحاظ سے اس کے سات رشتوں کو اس پر حرام قرار دیا ہے وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتا ہے سورۃ النساء آیت نمبر ٢٣ میں ان کا ذکر ہے، فرمایا ’’تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جب کہ تم نے ان بیویوں سے مجامعت کی ہے اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھا رکھنا ناجائز ہے ہاں ایک فوت ہو جائے تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح درست ہے اور تمہاری رضاعی ماؤں سے‘‘ آخر تک آیت میں اس لڑکی کے رشتوں کو آپ پر حرام کیا ہے جو گنتی میں پانچ ہیں ان کا شمار کیا جا چکا ہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا: اللہ کی ذات پاک عظیم قدرت کے ساتھ موصوف ہے جب اس نے مادہ منویہ کے ایک جزء سے انسان کو تخلیق کیا اور ایک انسان کی شکل اعضاء قد دیگر اعضائی تفاوت کچھ اس طرح ہے کہ انہیں ایک جیسا قرار نہیں دیا جا سکتا کوئی نہ کوئی تعارفی علامت ہر انسان میں خصوصیت کے ساتھ الگ الگ موجود دکھائی دیتی ہے مزید عقل قد کاٹھ کے لحاظ سے انسانوں میں تفاوت پایا جاتا ہے انسان کو گونا گوں فوائد سے ہم کنار کرنے کیلئے زمین کے نہ صرف اوپر کے حصہ سے فوائد حاصل ہو رہے ہیں بلکہ زمین کے باطن میں پیٹرول، گیس کے ذخائر اور معدنیات کے ذخائر کے علاوہ نمک کی کانیں، کوئلہ کی کانیں مختلف قسم کی دھاتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿٥٥﴾ وَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى
رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ
عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٨﴾ ۛالَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا
الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ ع السجدة تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ
بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ
اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ: اور وہ اللہ کی ذات کے علاوہ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو فائدہ نہیں دے سکتی ہے اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور کافر شخص اپنے پروردگار کی مخالفت پر مدد دینے والا ہے (۵۵) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (۵۶) آپ کہیں! میں تم سے قرآن پاک کی تبلیغ پر کچھ مزدوری کا سوال نہیں کرتا ہوں البتہ جو شخص چاہے کہ وہ اپنے پروردگار کی جانب راستہ اختیار کرے (تو وہ اختیار کرے) (۵۷) اور آپ اس ذات پر بھروسہ رکھیں جو زندہ ہے اس پر موت طاری نہ ہوگی اور اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اللہ کی ذات اپنے بندوں کے گناہوں کے بارے میں بالکل آگاہ ہے (۵۸) وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا وہ ذات بخشنے والی ہے آپ اس کے بارے میں کسی خبر رکھنے والے سے دریافت کریں (۵۹) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم رحمٰن کو سجدہ کرو وہ کہتے ہیں کون رحمٰن؟ کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دے رہا ہے اور یہ انہیں نفرت کرنے میں زیادہ کرتی ہے (۶۰) وہ ذات برکت والی ہے جس نے آسمان میں برجوں کو بنایا اور ان میں سورج کو بنایا اور روشن چاند کو بنایا (۶۱) اور وہ ایسی ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا اس شخص کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنے کا ارادہ کرے (۶۲)

مفردات کی وضاحت: الظھیر، المظاھر معاون مقصود وہ شخص ہے جو اللہ کے پیغمبر کی مخالفت کرتا ہوا شیطان کی معاونت کرتا ہے، کَفٰی بِہٖ اللہ پاک تجھے کافی ہے اس کے علم کے باعث آپ کو اس کے سوا کی ضرورت نہیں ہے، البروج بارہ سیاروں کی منازل اور ان کے نام یہ ہیں برجوں کی تعداد حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلۃ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت ذکر کردہ سات ستاروں کی منازل ہیں جب کہ سات ستاروں کے نام یہ ہیں، مریخ، زھرۃ، عطارد، قمر، سورج، مشتری،

زحل، ذہن نشین کریں بروج کا اطلاق اونچے محلات پر بھی ہوتا ہے تو ان پر بروج کا اطلاق تشبیہ کے لحاظ سے ہے، السراج سورج، خِلْفَةً ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے توحید کے دلائل کو بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور کائنات میں جو حیران کن عظیم مشاہدات پائے جاتے ہیں ان کو بیان کیا جو اللہ پاک کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے قبیح کردار کی شناعت کو طشت ازبام کیا ہے جبکہ ان روشن دلائل کا ملاحظہ کرنے کے باوجود وہ اللہ کی یاد سے غافل ہیں بلکہ روگردانی کر رہے ہیں اللہ پاک کی ذات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے پتھروں، بتوں کی عبادت کر رہے ہیں ان میں نفع، نقصان کی قوت نہیں ہے شیطان کے دوستوں کے ساتھ وابستگی اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے دوستوں کے ساتھ دشمنی کا ارادہ اپناتے ہیں۔

تشریح: مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع، نقصان پہنچانے کی قوت نہیں رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کے بت تو پتھروں کو تراش خراش کر کے بنائے گئے ہیں ان میں احساس کا فقدان ہے ان میں عقل وشعور کا مادہ ہی نہیں ہے اور ان میں قوت بصارت بھی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ کفار لوگ اللہ پاک کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان ملعون کی اعانت کر رہے ہیں اور اس کو خوش کر رہے ہیں۔

کفار کو دوزخ کے عذاب سے خوف زدہ کریں تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی سے باز آ جائیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا: ہم نے آپ کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ایمان والوں کو خوشخبری دیں کہ انہیں موت سے ہم کنار ہونے کے بعد ایسی جنتوں میں رہائش دی جائے گی جن کی نعمتوں کے بارے میں، ایک حدیث میں وضاحت ہے:

''کہ ان نعمتوں کو ان سے پہلے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا کسی کان میں ان کا تذکرہ نہیں پہنچا ہوگا بلکہ کسی کے دل میں ان کا خیالی تصور بھی نہیں آیا ہوگا''۔[1]

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ: اے محمد! (ﷺ) آپ ان پر اس حقیقت کو واضح کر دیں کہ اللہ کی جانب سے جن پیغامات کو میں تم تک پہنچا رہا ہوں اس پر ہرگز مال ودولت کو فراہم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ میں نے تو تم لوگوں سے مال ودولت کا کبھی مطالبہ کیا ہی نہیں ہے میں تو تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اللہ پاک کے صراط مستقیم پر رواں دواں رہتے ہوئے اللہ کی ذات کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایمان لاؤ اور اعمال صالحہ بجالاؤ جب کہ میری مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا بیان: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ: رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے اور اس کے ضمن میں سبھی ایمانداروں کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ پاک کی ذات پر اعتماد ہو، تمام معاملات میں اس ایک ذات کا سہارا لیا جائے جو ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی اس پر موت طاری نہ ہوگی اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک کی مدد آپ کے لئے کافی ہے وہ آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے گا اور آپ اللہ پاک کی تعریف کے ساتھ اللہ پاک کو ان شرکاء سے مُنَزَّہ قرار دیں جن کا کفار اثبات کر رہے ہیں اور آپ کے لئے یہ حقیقت بس کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام لوگوں کے اعمال کا علم ہے اس پر ذرہ بھر چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ السجدۃ باب اص ۱۰۱۷، مسند احمد ۵/ ۳۳۴

امام فخر الدین رازیؒ کا قول: اس کلمہ میں مبالغہ کار فرما ہے جیسا کہ عربی ادب میں یہ محاورہ مشہور ہے کَفٰی بِالْعِلْمِ جَمَالاً ''انسان میں اگر علم موجود ہے تو اس سے بہتر کسی حسن و جمال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا'' اور اگر کسی انسان میں کسی زبان کا ادب وافر ذخیرہ میں موجود ہے تو اس کے لئے یہی ادب بہت بڑا مال کا ذخیرہ ہے اس سے بڑھ کر کسی دولت کا تصور نہیں کیا جا سکتا، مقصود یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات آپ کے سبھی معاملات میں آپ کے لئے کافی ہے اللہ پاک کی مدد کے بعد آپ کسی فرد کے ہرگز محتاج نہیں ہیں اللہ پاک کو سبھی کے کوائف کا علم ہے وہ ان کے کردار کے مطابق انہیں جزا سزا سے ہم کنار کرے گا حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی جانب سے یہ شدید انتباہ ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: اللہ پاک کی ذات کی عظمت کو آشکارا کیا جا رہا ہے آپ سب کیلئے ضروری ہے کہ اللہ پاک کی ذات پر توکل اختیار کیا جائے اس ذات کو ہر چیز پر غلبہ حاصل ہے اور وہ ذات مکمل قدرت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے جس نے سات آسمانوں کو لامحدود بلندی اور فراخی کے ساتھ پیدا فرمایا اور زمینوں کو بلحاظ کثافت اور پھیلاؤ کے چھ دنوں میں پیدا فرمایا جب کہ اللہ پاک کو اس پر بھی قدرت حاصل تھی کہ وہ ایک لحظہ میں پیدا فرما سکتا تھا مقصود مخلوق کو سبق سکھلانا تھا کہ وہ شدت کی بجائے نرمی اور جلدی کے بجائے حوصلہ مندی اور ثابت قدمی سے وابستگی رکھیں اس کے بعد اللہ پاک عرش پر مستوی ہوا اس استواء سے مقصود ایسا استواء ہے جو اللہ پاک کی ذات کے جلال کے لائق ہے اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی، کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں ہے اسلاف علماء کا مشہور مقولہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی ذات کا استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے میں استفسار کرنا ہرگز درست نہیں ہے''۔

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا: اللہ کی ذات کے بارے میں اس سے استفسار کریں جو اللہ کی ذات کے بارے میں معلومات رکھتا ہے اس کے جلال اور اس کی رحمت کی معرفت رکھتا ہے یا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ اللہ کی ذات کے بارے میں اللہ پاک سے ہی دریافت کریں جسے سبھی چیزوں کی خبر ہے وہ سبھی چیزوں کے حقائق کا علم رکھتا ہے اللہ پاک ہی آپ کو وضاحت کے ساتھ مطلع کر سکتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ: جب مشرکین کو کہا جاتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کو اپنا معبود حقیقی قرار دو جس ذات کا وصف رحمٰن ہے اس کی رحمت اس کی کائنات کو چھپائے ہوئے ہے تو وہ اعتراض اٹھاتے ہیں کون رحمٰن ہے؟ اس شخص کی طرح استفسار کرتے ہیں جس کو جہالت نے گھیرا ہوا ہے حالانکہ اللہ کی ذات پاک کا انہیں علم ہے، کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کے سجدہ کرنے کا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں جب کہ ہم اس کی معرفت نہیں رکھتے ہیں مزید برآں ان کا کہنا انہیں اللہ کے دین سے مزید دور کر دیتا ہے۔

ستاروں کو روشن کرنے کا بیان: تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا: اللہ پاک کی ذات عظمت اور بزرگی کے ساتھ موصوف ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے روشن ستارے بنائے اور آسمان میں سورج کو بنایا جو دن بھر روشنی عطا کرتا ہے اور چاند کو بنایا جو رات کے لمحات میں روشنی پھیلاتا ہے مزید برآں اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ذات ہے جس نے رات دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا دن طلوع ہوتا ہے تو فضا میں روشنی جلوہ گر ہوتی ہے اور رات آتی ہے تو وہ فضا کو اندھیرے کے ساتھ ڈھانپ لیتی ہے اللہ کے یہ انعامات ان لوگوں کے لئے سامان عبرت ہیں جو انعامات الٰہیہ سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور

عجائبات کی صناعی میں غور وفکر کرتے ہیں یا اللہ پاک کے انعامات اور عطا کردہ فضائل پر کلمہ تشکر بجالاتے ہیں۔

علامہ طبری فرماتے ہیں: جس شخص سے رات کی ذمہ داری کا کام نہ ہونے پائے وہ دن میں اس کو سرانجام دے اور جس شخص سے دن کی ذمہ داری کا کام رہ جائے وہ اس کو رات کے لمحات میں سرانجام دے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ
اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ
اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ
عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ
تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا
بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا
﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ
اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ
فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے وقوف لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تم پر سلام ہو (٦٣) اور وہ لوگ جو رات گزارتے ہیں اپنے پروردگار کے لئے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے (٦٤) اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کے عذاب کو پھیر دے بے شک دوزخ کا عذاب لازم رہنے والا ہے (٦٥) بلاشبہ دوزخ بری آرام کی جگہ ہے اور بری رہنے کی جگہ ہے (٦٦) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا عطیہ دونوں کناروں کے درمیان اعتدال والا ہوتا ہے (٦٧) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کی پرستش نہیں کرتے ہیں اور کسی ایسے روح والے کو قتل نہیں کرتے ہیں کہ جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ

اور زنا نہیں کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت سزا سے ہم کنار ہوگا (٦٨) قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا (٦٩) مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (٧٠) اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو بلاشبہ وہ شخص اللہ کی جانب رجوع کرتا ہے رجوع کرنا (٧١) اور وہ ایسے لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے ہیں اور جب وہ بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو عزت والے لوگوں کی طرح گزر جاتے ہیں (٧٢) اور وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے ہیں (٧٣) اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا (٧٤) یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اونچے محلات کا بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ان کو اس میں تَحِيَّه اور سلام کے ساتھ نوازا جائے گا (٧٥) وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اچھی ہے آرام کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ (٧٦) آپ کہیں! میرے پروردگار کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں اگر تمہارا عبادت کرنا نہ ہو پس بلاشبہ تم نے جھٹلایا تو اس کی سزا لازم ہے (٧٧)

مفردات کی وضاحت: اَلْهَوْنُ نرمی، سکینت، وقار فخر و تکبر کرتے ہوئے، چلتے وقت اپنے پاؤں کو زمین پر زور کے ساتھ نہیں مارتے ہیں باوقار چلتے ہیں، الْجٰهِلُوْنَ بے وقوف لوگ، سَلٰمًا سے تواضع کا سلام ہے سلام تحیہ نہیں ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی خدمت میں سلام علیک کا جملہ استعمال کیا، غَرَامًا ہلاکت، اَلتَّقْتِيْرُ تنگی، بخل، لَا يَدْعُوْنَ شرک نہیں کرتے ہیں، لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ جھوٹی گواہی نہیں دیتے ہیں، اَلْخُرُوْرُ بلا کسی قاعدہ کے گرنا، قُرَّةَ اَعْيُنٍ فرحت، اَلْإِمَامُ سے مقصود اس مقام میں جمع ہے وہ ائمہ مراد ہیں کہ دینی امور میں جن کی اقتداء کی جاتی ہے، مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ تمہاری پرواہ نہیں کرتا ہے، دُعَآؤُكُمْ تمہاری عبادت، لِزَامًا لازم ہے تمہارا گھراؤ کر کے تمہیں دوزخ میں اوندھے منہ گرا دے گا۔

بلاغت کی تراکیب: سُجَّدًا وَّقِيَامًا اسی طرح الاسراف اور التقتیر میں طباق یعنی سلبی انداز سے مطابقت ہے الاسراف فضول خرچ کرنا، التقتیر بخل کرنا، لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا میں استعارہ بَدِيْعِيَه ہے، وہ ڈرانے والوں کی گرجدار آواز سے غافل نہیں ہوتے ہیں کہ سن نہ رہے ہوں، دیکھ نہ رہے ہوں۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے کفار کے بارے میں واضح کیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت سے روگردانی کرتے ہیں اور اللہ کی اطاعت سے نفرت اختیار کرتے ہیں اس کے ساتھ مخلص رفقاء کا تذکرہ ہو رہا ہے جو ایمان لانے میں مخلص ہیں ان میں فاضلانہ اوصاف پائے جاتے ہیں اسی لئے وہ ثواب جزیل کے مستحق قرار پائے ہیں۔

تشریح: مومنین کی صفات کا بیان: اللہ پاک نے اپنے مخلص بندوں کے اوصاف کو بیان کیا ہے جن کے باعث وہ ثواب کے مستحق ٹھہرے اور ان کا ٹھکانہ عزت والا ہے ان کے نو (۹) اوصاف بیان ہوئے ہیں:۔

وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا: اللہ کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر سکون واطمینان کے ساتھ چلتے ہیں وہ متکبرانہ انداز میں اپنے پاؤں کو زمین پر زور سے نہیں مارتے ہیں اس لئے کہ تکبر کے ساتھ جہاد تو درست ہے البتہ عام انداز میں ان کا چلنا کبر اور رعونت سے خالی ہوتا ہے ان کے چلنے میں انکساری دکھائی دیتی ہے وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم چلتے ہوئے سکینت اور وقار کو ملحوظ خاطر رکھو گھوڑوں کے تیز دوڑانے میں بھلائی نہیں ہے۔[1]

رسول اکرم سیدنا محمد ﷺ جب چلتے تھے تو پاؤں گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے پاؤں کو اونچا اٹھانے کے بعد پھر زمین پر رکھتے تھے اور جسم کو جھکا کر یوں چلتے تھے جیسا کہ آپ اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہوں کھلے قدم رکھتے تھے البتہ آپ ﷺ کا چلنا کبر، غرور، فخر سے خالی ہوتا تھا اور جب جہلاء لوگ گفتگو میں حماقت کا ثبوت پیش کرتے تو ان کے جواب میں ان کا انداز نہیں اپناتے تھے اور جب جاہل لوگ گفتگو میں بے وقوفی کا اظہار کرتے تو ان کے مقابلہ میں ان کا انداز اختیار نہیں کرتے تھے عفو ودرگزر اختیار کرتے ہوئے اچھا کلمہ کہتے۔

حسن بصریؒ کا قول: ایماندار لوگ دن بھر حلم وتواضع کو اپناتے ہیں جہالت سے کنارہ کش رہتے ہیں جب کہ رات کے لمحات میں صف بندی کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوجاتے ہیں صف بندی کی حالت میں نوافل ادا کرتے ہیں ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں وہ اس کوشش میں سرگرداں رہتے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچاؤ حاصل ہو۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًاوَّقِيَامًا: ان کی راتیں آرام دہ بستروں پر نہیں گزرتی ہیں بلکہ وہ رات کے لمحات میں بارگاہ الٰہی میں نوافل ادا کرتے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں رات کا اکثر حصہ اس انداز سے گزارتے ہیں اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر دعا کرتے ہیں کہ ہم سے دوزخ کے عذاب کو دور فرمائیں اس لئے کہ دوزخ کا عذاب تو ہمیشہ کی ہلاکت اور بہت بڑا نقصان ہے دوزخ میں تو آرام نہیں ملے گا دوزخ تو بُرا مقام ہے وہ کھانے پینے اور لباس میں فضول خرچ نہیں ہوتے اور نہ ہی بخل کرتے ہیں وہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور وہ اللہ کی ذات کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے ہیں وہ موحد ہیں ان میں اخلاص ہے اور ایسے شخص کو قتل بھی نہیں کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

البتہ وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہوجائے یا ایماندار شخص شادی شدہ زنا کا مرتکب ہوجائے یا اس نے کسی ایماندار کو قتل کر دیا ہے تو ان تین صورتوں میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور جو شخص ان بڑے جرائم کا مرتکب ہوگا اس کو آخرت میں دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ ذلت سے ہم کنار رہے گا البتہ وہ شخص جو دنیوی زندگی میں خلوص کے ساتھ توبہ کرتا ہے اور توبہ کے بعد اس کے اعمال اچھے ہیں تو اس طرح کے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل فرمادیتے ہیں۔

[1] مسند احمد ۱/۲۱۱، صحیح ابوداؤد ۱/۳۶۲، کتاب المناسک باب ۶۴

حدیث میں وارد ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جسے سب سے آخر میں جنت میں داخلہ ملے گا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائیگا ایسے شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اس کے بارے میں اعلان کیا جائے گا کہ اس پر اس کے صغائر گناہوں کو پیش کیا جائے اور کبائر گناہوں کو اس سے دور رکھا جائے تو جب اس پر صغیرہ گناہوں کو پیش کیا جائے گا اس سے دریافت کیا جائے گا تو نے فلاں دن فلاں عمل کیا تھا وہ اقرار کرے گا انکار کی جرأت نہ کر سکے گا البتہ وہ کبیرہ گناہوں سے خوفزدہ ہوگا اس دوران اس کو بتایا جائے گا کہ تیرے ہر گناہ کو نیکی کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا ہے تو وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس کے علاوہ بہت زیادہ گناہ کے کام کئے تھے جنہیں میں یہاں دیکھ نہیں رہا ہوں؟ راوی نے بیان کیا اس جملہ کو جب رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان سے نکالا تو آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے کچلی کے دانت نمودار ہو گئے ۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات گناہوں کو معاف کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے، جو شخص نافرمانیوں سے توبہ کر لیتا ہے اور اعمال صالحہ پر خود کو گامزن رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ قرار پاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ: اللہ کے بندوں کا یہ ساتواں وصف ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے ہیں جس میں لوگوں کے حقوق کو پامال کرنا ہے اور جب وہ لغویات کی مجلسوں سے گزرتے ہیں جیسے کھیل کود کی مجلسیں ہیں سینما وغیرہ ہیں اور جوئے کی مجالس ہیں اور حرام غذائیں ہیں تو ان مجالس سے روگردانی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ: جب انہیں آیات قرآنیہ کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے اور ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس سے روگردانی نہیں کرتے ہیں بلکہ کان جھکا کر سنتے ہیں اور ان کے دلوں میں خوف ہوتا ہے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی جانب سے آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب فرما کہ ہم تیری اطاعت پر گامزن رہیں اور تیری خوشنودی کے حصول کے لئے عمل کرتے رہیں اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنائیں تاکہ ہم حق وصداقت کی جانب دعوت دیں۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا: اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایسے لوگوں کو نکالے جو اللہ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہیں اور ایک اللہ پاک کی عبادت کریں کہ اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کا ایمان درست ہے جب وہ اہل وعیال کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں تو اس کی آنکھیں ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں اور دل مسرت سے جھومنے لگتا ہے اور ان کے بارے میں پرامید ہوتا ہے کہ ان سے مجھے نہ صرف یہ کہ دنیوی زندگی میں فوائد حاصل ہوں گے بلکہ اخروی زندگی میں بھی ان کے اعمال صالحہ کے باعث مجھے اعزاز حاصل ہوگا نیز وہ سوال کرتے ہیں کہ انہیں پیشوائی کا مقام حاصل ہو۔

مرنے کے بعد انسان کے تین اعمال جاری رہتے ہیں: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انسان جب موت سے ہم کنار ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں البتہ تین انسان ایسے ہیں جن کے اعمال کا ثواب اسے پہنچتا رہتا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۸۲، صحیح ترمذی کتاب صفة الجهنم باب ۸، مسند احمد ۵/۱۷۰، ابن کثیر ... ۵۲

ہے اس کی صالح اولاد جو اس کے بارے میں دعائیں کرتی رہتی ہے اور اس کے علم سے اس کے بعد فوائد حاصل ہوتے رہتے ہیں اور صدقہ جاریہ کا ثواب اسے برابر پہنچتا رہتا ہے۔[1]

مومنین صابرین کو اچھا بدلہ ملنے کا بیان: اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا: جو لوگ ان اوصاف کاملہ کے ساتھ موصوف ہوں گے انہیں ان کے اعمال کے بدلہ میں بلند و بالا محلات میں رہائش دی جائے گی اور وہاں انہیں تحیہ و سلام کے اکرام کے ساتھ نوازا جاتا رہے گا ان کے وقار اور احترام میں فرشتے ان کی رہائش گاہوں میں جس دروازے سے بھی ان کے اندر داخل ہوں گے ان پر السلام علیکم کے کلمات نچھاور کرتے جائیں گے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا: وہ ہمیشہ ہمیشہ ان محلات میں اقامت پذیر رہیں گے نہ وہ وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہوں گے نہ وہ موت سے ہم کنار ہوں گے ان کی رہائش گاہیں نہایت دلربا مناظر کی عکاسی کریں گی۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ: اے محمد! (ﷺ) آپ ان سے کہیں جن کی جانب آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے کہ جو لوگ ان عظیم انعامات سے نوازے گئے ہیں جن کے بارے میں رغبت کرنے والے رغبت کرنے سے رک نہیں رہے ہیں بلکہ ان کی طلب میں مزید اضافہ ہو رہا ہے وہ اس قدر بلند مناصب پر اس لئے فائز قرار دیئے گئے کہ انہوں نے دنیوی زندگی میں محاسن کے حصول کے لئے بھرپور مساعی کی ہیں اگر وہ اس قدر محنت شاقہ نہ کرتے اور اللہ کی عبادت میں ہمہ تن مصروف نہ رہتے تو ان کے پروردگار نے ان کا ہرگز خیال نہیں کرنا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ اللہ کی عبادت میں خود کو جذب اور شوق کے ساتھ مصروف نہیں رکھتے ہیں ان کا ہرگز خیال نہیں کیا جاتا ہے اس لئے کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد تو بس یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں ہمہ تن مصروف رہے اور اوامر و نواہی کے مطابق اپنی زندگی کو آراستہ کرے تب اس کو اخروی زندگی میں ان انعامات سے شادکام کیا جائے گا جن کو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کے کان میں ان نعمتوں کے بارے میں تفاصیل پہنچی ہوں گی۔

فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا: لیکن جب تم نے میرے حکم کی مخالفت کی اور میرے پیغمبر کو سچا نہ گردانا تو یقیناً تمہیں ایسے عذاب سے واسطہ پڑے گا جس سے دور رہنا ممکن نہ ہوگا اس لئے تم خود کو اس عذاب کے لئے تیار رکھو۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ۳، صحیح ابوداؤد کتاب الوصایا باب ۱۴، سنن نسائی کتاب الوصایا باب ۸

اٰيَاتُهَا: ٢٢٧ ‏ ٢٦ سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ ٤٧ ‏ رُكُوْعَاتُهَا: ١١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

طٰسٓمٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾
اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ
مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾ ع

ترجمہ: طٰسٓمٓ (١) یہ روشن کتاب کی آیات ہیں (٢) کیا شاید تو خود کو ہلاک کرنے والا ہے اس وجہ سے کہ یہ لوگ اسلام قبول نہیں کر رہے ہیں (٣) اگر ہم چاہتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیتے تو ان کی گردنیں اس کے سامنے جھکاؤ اختیار کرتیں (٤) اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی جانب سے کوئی نصیحت نہیں آتی ہے مگر وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں (٥) تو بلاشبہ انہوں نے اس کو جھٹلایا پس ان کے پاس اس کی خبریں آئیں گی جس کا وہ استہزاء کرتے تھے (٦) کیا انہوں نے زمین کی جانب نہیں دیکھا ہے کہ کس قدر ہم نے اس میں ہر اچھی جنس سے اُگایا ہے (٧) یقیناً اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں (٨) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو وہی ہے غالب مہربانی کرنے والا (٩)

مفردات کی وضاحت: لَعَلَّ استفہام انکاری ہے، اَلْاَعْنَاق سے جماعتیں مراد ہیں، زَوْجٌ قسم، کَرِیْمٌ پسندیدہ۔

خصوصیت: اس سورت میں آیت مبارکہ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ کو آٹھ مقامات میں تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، آخر میں ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کے بارے میں اگرچہ صراحتاً نہیں ہے۔ (فتح الرحمٰن ص ٤٠٧)

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام (الشعراء) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شعراء کے بارے میں مطلع کیا ہے کہ وہ کس انداز کے ہوتے ہیں دراصل مشرکین پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ان کا محمد ﷺ کو شاعر کا طعنہ دینا درست نہیں اور آپ نے جو قرآن پاک پیش کیا ہے اس کو اشعار کا مجموعہ نہیں کہا جا سکتا یہ تو آپ پر سراسر بہتان ہے، نعوذ باللہ من ذالک، جب کہ شعراء قسم کے لوگوں کی تابعداری گمراہ قسم کے لوگ کرتے ہیں اور وہ تو حیرانی کی زندگی گزارتے ہیں ان کا قول ان کے فعل کی غمازی نہیں کرتا ہے۔

تشریح: طٰسٓمٓ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ سورتوں کے آغاز میں حروف مُقَطَّعَات تنبیہ کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں سورۃ البقرۃ کے آغاز میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ: یہ قرآن پاک واضح کتاب کی آیات ہیں جوحق وباطل میں امتیاز کرتی ہیں اس سے بعد والی آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کومخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا جارہا ہے کیا آپ افسوس اورغم کے باعث خودکشی کرنے والے ہیں جب آپ کی قوم دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہورہی ہے مقصود واضح ہے کہ آپ ہرگز ان کے ایمان نہ لانے پرافسوس کرتے ہوئے خودکو موت کے حوالہ نہ کریں۔

اسلام قبول کرنے میں جبر درست نہیں: اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً: اگرہم چاہتے کہ ان پرآسمان سے کوئی نشان نازل کردیتے جوانہیں ایمان لانے پرمجبور کرتا جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر پہاڑ کواٹھا کرسروں پراس کا سایہ کردیا توسبھی کی ہمارے اس عمل کے باعث گردنیں اس نشان کے سامنے جھک جاتیں جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم پرکوہ طورکو بلند کیا ان پر پہاڑ کا سایہ ہوگیا تو وہ بلا اختیار اطاعت گزار ہوگئے تو ہم ایسا کرسکتے تھے جبکہ ہمارا ضابطہ یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اطاعت قبول کرے جبر واکراہ ہرگز اسلام میں درست نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری تقدیر نافذ ہے اورمخلوق پر ہماری دلیل قائم ہے، ہم نے انکی جانب پیغمبروں کوبھیجا اوران پر کتابیں اوراحکام نازل کئے مقصود یہ ہے کہ قرآن پاک کا بیان نہایت واضح ہے لیکن انہیں ایمان کے مقام پرکھڑا نہیں کرسکتا آپ ہرگز غمزدہ نہ ہوں لیکن اگر آپ غمزدہ ہوں گے تو آپ کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جوخودکشی کرتا ہے جبکہ خودکشی سے اسے ہرگز کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا، ذہن نشین کریں اگر اللہ کی کتاب نے باوجود اس کے روشن ہونے کے انہیں کچھ فائدہ عطا نہیں کیا ہے توان پر آپ کا غم زدہ ہونا کچھ فائدہ نہ دے گا اور اللہ کی سنت یہ بھی ہے کہ ایمان وہی صحیح ہے جو بخوشی ہو جبر درست نہیں ہے اس لئے پیغمبروں کو وعظ ونصیحت اورڈانٹ ڈپٹ کیساتھ بھیجا اورقرآن پاک کوا تارا تا کہ وہ انکی صحیح راہ کی جانب راہ نمائی کریں۔

لیکن مشرکین خودبھی گمراہ ہوئے اورانہوں نے دوسروں کوبھی گمراہ کیا، بعدازاں ان کی تلخ مزاجی کوواضح کیا ہے کہ وہ کفر کو چھوڑنہیں رہے ہیں دراصل نبی ﷺ کوان کی جانب سے پھیرنا مقصود ہے کہ آپ ان کے اسلام پرحریص نہ ہوں اس لئے کہ ان مشرکین کے پاس جوآپ کی تکذیب کررہے ہیں آپ کے پروردگار کی جانب سے جونصیحت بھی آئے گی تو وہ اس سے روگردانی کریں گے وہ ہرگزغوروفکر نہیں کریں گے دراصل ان کے دلوں کی روشنی مفقود ہوچکی ہے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ان مشرکین نے اس ذکر (قرآن) کوجھٹلایا جو اللہ کی جانب سے ان کیلئے آیا تھا تو انہوں نے اسے نہ صرف جھوٹ قرار دیا بلکہ استہزاء اڑایا توانکے اس گھناؤنے کردار کے باعث ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفراوراس کے پیغمبر کے جھٹلانے پراصرار کررہے ہیں اور اللہ کی قدرت کے عجائبات پرغوروفکر نہیں کرتے ہیں اورزمین پرمختلف قسم کی انگوریوں جن کے رنگ اورشکل میں اختلاف ہے ان پرغوروفکر نہیں کرتے ہیں تاکہ انہیں اللہ کی قدرت کا اندازہ ہو، اوراس کی بادشاہت کا سکہ ان کے دلوں پرثابت ہو، اس کے بعد اس حقیقت کوواضح کیا کہ انہوں نے ان آیات سے روگردانی کی جوان کی راہ نمائی کے لئے اللہ کی جانب سے اتاری گئی تھیں۔

مردوں کوقبروں سے اٹھانے کا بیان: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً: ان عجیب وغریب انداز پرانگوریوں کے اگانے میں عقل والوں کے

لئے لمحہ فکریہ ہے کہ انہیں تسلیم کرنا چاہیے کہ جس ذات نے بنجر زمین سے انگوریوں کو اگایا ہے وہ ذات انہیں قبروں سے اٹھانے پر بھی قادر ہے جب کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں وہ اٹھانے جانے کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اس کے پیغمبر اور اس کی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں احکام الٰہیہ کی مخالفت کرتے ہیں، بعدازاں اپنی مدد اور دشمنوں پر غلبہ سے آگاہ کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے کہ آپ کا پروردگار غالب ہے اور اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے نافرمان کو جلد عذاب میں مبتلا نہیں کرتا ہے بلکہ مہلت دیتا ہے شائد وہ گمراہی کی راہ سے واپس لوٹ آئے اگر واپس نہیں آتا تو اس کو شدت کے ساتھ پکڑتا ہے۔

وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴿۱۰﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ﴿۱۲﴾ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ﴿۱۳﴾ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ﴿۱۴﴾ قَالَ کَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَآ اِنَّا مَعَکُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴿۲۱﴾ وَتِلْکَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جس وقت آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دی کہ ظالم لوگوں کے پاس جائیں (۱۰) فرعون کی قوم کے پاس جائیں کیا وہ پرہیزگاری اختیار نہیں کرتے ہیں (۱۱) اس نے کہا اے میرے پروردگار! بلاشبہ میں خوفزدہ ہوں اس سے کہ وہ مجھے جھوٹا خیال کریں گے (۱۲) اور میرا سینہ تنگ ہوگا اور میری زبان چل نہیں سکے گی پس آپ ہارون کو پیغمبر بنا دیں (۱۳) اور فرعون کی قوم کا مجھ پر ایک گناہ ہے اس لئے میں خوفزدہ ہوں کہ وہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے (۱۴) اس نے کہا ایسا نہیں ہوگا پس تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ سن رہے ہیں (۱۵) پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ پس اسے کہو بلاشبہ ہم جہانوں کے پروردگار کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں (۱۶) اس پیغام کے ساتھ کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں (۱۷) اس نے کہا اے موسیٰ! کیا ہم نے تیری پرورش نہیں کی تھی اپنے اہل کے درمیان جب کہ تو بچہ تھا اور تو ہم میں اپنی عمر میں سے کئی سال رہا (۱۸) اور تو نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو تجھ سے سرزد ہوا اور تو شکرگزار لوگوں سے نہ تھا (۱۹) اس نے کہا میں نے جس وقت وہ کام کیا ہے اس وقت میں گمراہ لوگوں سے تھا (۲۰) تو میں تمہارے سامنے سے بھاگ گیا جب کہ میں تمہاری سزا سے خوفزدہ تھا تو میرے پروردگار نے مجھے حکمت سے نوازا اور اس نے مجھے پیغمبروں سے بنایا (۲۱) اور

کیا یہ احسان ہے جس کو تو مجھ پر جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا (۲۲)

تشریح: موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کی جانب بھیجنے کا بیان: اے محمد (ﷺ)! آپ ان لوگوں کے سامنے تذکرہ کریں جو آپ کی قوم میں سے آپ کی شخصیت سے نہ صرف یہ کہ اعتراض کر رہے ہیں مزید برآں آپ کی باتوں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دے رہے ہیں جب آپ کے پروردگار نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو طور پہاڑ کی دائیں جانب سے مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کی جانب جائیں جنہوں نے خود پر اللہ کا انکار کرتے ہوئے اور نافرمانی کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہوئے ظلم کیا ہے، مزید برآں بنی اسرائیل سے فروتر لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے انہیں آگاہ کریں کہ وہ اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیوں نہیں؟ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری بات کو تسلیم نہیں کریں گے مجھے جھوٹا قرار دیں گے ظاہر ہے کہ جب وہ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگائیں گے تو اس سے میرا دل آزردہ ہوگا اور مجھے تکلیف ہوگی۔

مزید برآں اس ذمہ داری کے ادا کرنے میں ایک اور رکاوٹ بھی حائل ہے کہ پیغمبری کی ذمہ داریوں سے احسن انداز سے عہدہ برآ نہیں ہوسکوں گا اس لئے کہ میری زبان میں لکنت ہے مافی الضمیر کے اظہار میں مجھ سے کوتاہی کا امکان ہے اس کا حل یہ ہے کہ آپ ہارون علیہ السلام کو میرا معاون بنا کر بھیجیں اس لئے کہ وہ آپ کے پیغامات کو عوام تک احسن انداز میں پہنچا سکے گا اس مقام میں موسیٰ علیہ السلام نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ لوگ میری باتوں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیں گے اس سے میرے دل میں تنگی ہوگی اور ظاہر ہے کہ جب کسی انسان کے دل میں خوشی کی لہر نہ ہو تو گفتگو کے وقت زبان سے صحیح طور پر مافی الضمیر ادا نہیں ہوسکتا ہے۔

مزید ایک اور سبب بھی ہے وہ یہ ہے کہ فرعون کی قوم سے میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس گناہ کے سبب کہیں وہ مجھے موت کے گھاٹ نہ اتار دیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہرگز نہیں وہ تجھے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکیں گے، اے موسیٰ! اور ہارون! تم دونوں دلائل اور معجزات کے ساتھ لیس ہو کر اس کے ہاں جائیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم ان کی باتوں کو سنیں گے اور ہم تمہاری مدد کریں گے تم فرعون سرکش انسان کے ہاں جاؤ اور اسے آگاہ کرو کہ ہم کو رب العالمین کی جانب سے تیری جانب بھیجا گیا ہے تا کہ ہم تجھے ہدایت کی جانب دعوت دیں۔

مزید برآں بنی اسرائیل کو اپنی قید سے رہا کر کے ہمارے ساتھ ملک شام کی جانب جانے دو چنانچہ وہ دونوں فرعون کے محل میں پہنچے اور اسے اپنی رسالت ونبوت کا پیغام پہنچانے کیساتھ ساتھ یہ پیغام بھی دیا کہ ہم تجھے ہدایت کی جانب دعوت دیتے ہیں اور بنی اسرائیل کو اپنی قید اور غلامی کے بندھن سے آزاد کریں کہ وہ ہماری معیت میں ملک شام میں جا کر آباد ہو جائیں، اس دوران فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اے موسیٰ جب تجھ پر بچپن کا دور تھا تو اس دوران ہم نے تیری پرورش کی تھی۔

اس بات کے اظہار سے فرعون کا مقصد موسیٰ علیہ السلام پر احسان جتلانا تھا اور اس کو حقیر گردانتا تھا گویا کہ وہ زبان حال سے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فخریہ انداز میں اپنے احسان کا تذکرہ کر رہا ہے کہ جب تجھ پر بچپن کا دور تھا تو اس وقت ہم نے تیری پرورش کی اور تجھ پر احسان کیا اب کیسے تو نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے؟ جب کہ مسلسل کئی سال تک تو ہمارے درمیان رہا ہم تیرا خیال رکھتے رہے اور تیرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے لیکن ہمارے احسانات اور تربیت کا تو نے ہمیں یہ بدلہ دیا کہ تو نے ہمارے احسانات کا

شکریہ تو کیا ادا کرنا تھا بلکہ تو نے ہمارے ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ان کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے واضح کیا کہ یہ قتل مجھ سے غلطی کے ساتھ ہوا ہے میں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا، میں تو اسے ادب سکھلانا چاہتا تھا اس شخص کے اچانک قتل ہونے کے بعد میں خوفزدہ ہو کر مدین کے علاقہ کی جانب بھاگ گیا کہ کہیں مجھے موت کے گھاٹ نہ اتار دیا جائے اور مجھ سے مواخذہ نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اور حکمت سے نوازا اور مجھے منصب رسالت پر فائز فرماتے ہوئے تیری جانب بھیجا ہے اگر تو ایمان لائے گا تو تجھے تحفظ حاصل رہے گے اور اگر تو انکار کرے گا تو تجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا جس کا نام تیری ڈکشنری میں احسان ہے میرے نزدیک بہت بڑی ذلت ہے بلکہ موت ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اے فرعون! تیرا یہ کہنا کہ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے اور اپنے گھر میں میری پرورش کی ہے اس کے بالمقابل ذرا غور کیجئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو گھٹیا قرار دیتے ہوئے انہیں اپنا غلام بنایا اور ان کو اپنی خدمت پر مامور کیا؟ بھلا آپ ہی بتائیں کہ تو نے صرف ایک شخص پر احسان کیا اور وہ تیرے گھر میں پرورش پاتا رہا اس کے بالمقابل دوسری جانب تو نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنایا اور انہیں گھٹیا قسم کے کاموں پر مقرر کیا ان دونوں کا تقابل کیا جائے تو حقیقت واضح ہو کر سامنے آ جائے گی''۔

بلکہ امام طبریؒ نے ذرا مختلف اسلوب میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے موسیٰ علیہ السلام نے غیظ وغضب کے عالم میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ اے فرعون! تعجب ہے تو مجھ پر احسان جتلا رہا ہے جبکہ تو نے میری قوم بنی اسرائیل کو غلامی کے بندھن میں جکڑ دیا گویا کہ ایک شخص کے ساتھ اچھا سلوک اور پوری قوم کے ساتھ ظالمانہ انداز! تفو برتو اے چرخ گرداں تفو۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ ع قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: فرعون نے کہا اور جہانوں کا پروردگار کون ہے؟ (۲۳) موسیٰ نے کہا آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں کے درمیان ہے کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرتے ہو (۲۴) فرعون نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے گرد تھے کیا تم سن نہیں رہے ہو (۲۵) موسیٰ نے کہا تمہارا پروردگار ہے اور تم سے پہلے تمہارے باپوں کا پروردگار ہے (۲۶) فرعون

نے کہا بلاشبہ تمہارا پیغمبر جو تمہاری جانب بھیجا گیا ہے پاگل ہے (٢٧) موسیٰ نے کہا مشرق اور مغرب اور جو ان دونوں کے درمیان ہے کا پروردگار ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو (٢٨) اس نے کہا تو نے میرے سوا کو خدا بنایا تو میں تجھے ان لوگوں میں کر دوں گا جن کو قید میں رکھا گیا ہے (٢٩) اس نے کہا کیا تو مجھے جیل میں بند کر دے گا اگر میں تیرے سامنے کوئی روشن چیز پیش کروں (٣٠) اس نے کہا اس کو لائیں اگر تو سچ کہنے والوں سے ہے (٣١) پھر اس نے اپنی لاٹھی کو گرایا پس اچانک وہ ظاہر اژدھا تھا (٣٢) اور اپنے ہاتھ کو باہر نکالا تو وہ اچانک دیکھنے والوں کے لئے سفید تھا (٣٣) فرعون نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے بلاشبہ یہ شخص جادوگر ہے جاننے والا ہے (٣٤) چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے ساتھ تمہاری زمین سے جلاوطن کر دے پس تم کیا کہتے ہو؟ (٣٥) انہوں نے کہا اس کو اور اسکے بھائی کو موقوف رکھو اور شہروں میں نمائندوں کو بھیج دیں (٣٦) تاکہ وہ تیرے سامنے ہر ایسے جادوگر کو لے آئیں جو علم رکھتا ہو (٣٧)

تشریح: موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی ملاقات: جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کی مجلس میں پہنچے ان دونوں نے اس کو مطلع کیا کہ ہم دونوں کو پروردگار عالم کی جانب سے تیری جانب بھیجا گیا ہے تاکہ تجھے حق وصداقت کی جانب راہ نمائی کی جائے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے استفسار کیا تیرا اِدّعا ہے کہ تو دونوں جہانوں کے پروردگار کی جانب سے پیغمبر ہے پہلے بتائیں کہ وہ پروردگار کیسا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا وہ آسمانوں زمین اور جو انکے درمیان ہے ان کا پروردگار ہے ان سے مقصود ستارے ہیں خواہ گردش کرتے ہیں یا ایک جگہ پر ثابت ہیں اسی طرح زمین اور جو زمین میں سمندر ہیں چٹیل میدان ہیں پہاڑ درخت حیوانات نباتات ہیں ان کا پروردگار ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی ان باتوں کو سن کر فرعون متعجب ہوا اور بطور استہزاء کے کہا کیا تم اس شخص کے اِدّعا کو صحیح سمجھتے ہو تمہیں تعجب نہیں ہو رہا ہے کہ یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اللہ پاک کی ذات دونوں جہانوں کا پروردگار ہے حالانکہ خدا تو میں ہوں میرے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے واضح کیا کہ جہانوں کا پروردگار وہی عالم علوی اور سفلی کا پروردگار ہے تو فرعون نے اپنے امراء وزراء کی جانب متوجہ ہو کر کہا تم اس شخص کی باتیں سن رہے ہو بھلا تمہیں اسکی باتوں پر تعجب نہیں ہو رہا ہے جب وہ کہتا ہے کہ تمہارا خدا میرے علاوہ کوئی اور ہے، مزید موسیٰ علیہ السلام نے آگاہ کیا کہ وہ تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا بھی پروردگار ہے اور جب فرعون ان دلائل کی تردید نہ کر سکا تو کہنے لگا کہ تمہارا یہ پیغمبر تو دیوانہ ہے اس میں عقل وشعور نہیں ہے اس کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں جب کہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ کائنات کا میرے علاوہ کوئی اور خدا ہے اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون نے برملا کہا کہ یہ پیغمبر تو دیوانہ ہے اس میں عقل کا شائبہ تک نہیں ہے اس کے بعد موسیٰ نے خالق کائنات کا مزید تعارف کرایا کہ تمہارا پروردگار تو مشرق ومغرب کا رب اور انکے درمیان سیاروں کا رب ہے اگر تم میں عقل وبینش موجود ہے۔

اور جب فرعون پر موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ ہوا تو فرعون نے دوسرا راہ اختیار کیا اپنی قوت کو استعمال کرتے ہوئے برملا ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا میں تجھے ان لوگوں کے ساتھ جیل میں داخل کر دوں گا جو وہاں جیل کی مشقتوں کو جھیل رہے ہیں وہ زبردست گھبراہٹ کی کیفیت میں زندگی گزار رہے ہیں بلکہ ان کی جیل کی زندگی تو موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے، مزید فرعون کا وطیرہ تھا کہ جب وہ کسی

شخص کو جیل کی سلاخوں میں بند کر دیتا تھا تو زندگی بھر اسے وہاں رکھا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ موت سے ہم کنار ہو جاتا نہایت ہی گہرے گڑھے میں اسے گرا دیا جاتا تھا اور وہاں اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص نہیں ہوتا تھا جب کہ تنہائی تو زبردست خوفناک ہوتی ہے۔

اس دوران موسیٰ علیہ السلام مجبور ہو گئے کہ دلائل عقلیہ کو بلائے طاق رکھتے ہوئے معجزات کی جانب رواں دواں ہوں اور خرق عادت واقعات کا مشاہدہ کرائے تاکہ پریشانی دور ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے برملا کہا جب تو یہ انداز اختیار کئے ہوئے ہے آپ مجھے بتائیں کہ اگر میں اپنے دعویٰ کے اثبات میں واضح دلیل پیش کرتا ہوں جس کو معجزہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے جو اللہ قادر مطلق کے وجود اور اس کی حکمت پر دلالت کرتا ہے اور اس پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرتا ہے جس کے ہاتھوں پر اس کا ظہور ہوا تو جب فرعون نے اس بات کو سنا تو موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اپنے پیغمبر ہونے کے دعویٰ میں سچے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبوت پر دلیل پیش کرتا ہے تو تم نبوت کی صداقت پر دلیل پیش کرو۔

موسیٰ کی لاٹھی کا سانپ کی شکل میں تبدیل کرنے اور دوسرے معجزات کا بیان: اس مطالبہ پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو زمین پر گرایا تو لاٹھی نے واقعی اژدھا کی شکل اختیار کر لی ہرگز ملمع سازی نظر نہیں آ رہی تھی چنانچہ سانپ کی شکل اختیار کرنے کے بعد اس نے حرکت کی اور فرعون کی جانب جانے لگا تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اس پروردگار عالم کا واسطہ دیتے ہوئے کہا جس نے تجھے پیغمبر کے منصب پر متمکن کیا ہے کہ تو اس کو اٹھا لے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اٹھایا تو وہ پہلے کی طرح لاٹھی تھی موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کا ملاحظہ کرنے کے بعد فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے دریافت کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی معجزہ ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالنے کے بعد باہر نکالا تو وہ چمک رہا تھا بلکہ مکمل وادی پر روشنی پھیلی ہوئی تھی ان کا ہاتھ تو چاند کا ٹکڑا دکھائی دے رہا تھا قریب تھا کہ آنکھیں اس کی روشنی سے چندھیا جاتیں۔

فرعون کی تین باتوں کا بیان: فرعون نے جب ان دلائل کا ملاحظہ کیا تو اس نے تین باتوں کا اظہار کیا۔ (۱) اس نے حکومت کے نمائندوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ شخص جادو کے فن میں ماہر ہے بہت بڑا شعبدہ باز ہے بعد ازاں انہیں اس کی مخالفت پر اکسایا اور اس سے تنفُّر اختیار کیا۔

(۲) یہ شخص چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی گرفت میں کرے تو جب اس کے رفقاء کی کثرت ہو جائے گی تو وہ اقتدار کی زمام اپنے قبضہ میں کر کے تمہیں اس سرزمین سے نکال دے گا

(۳) تم مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور میں کیسے اسکے ہاتھ سے زمام اقتدار کو چھین سکوں گا، انہوں نے کہا آپ ان دونوں کے مسئلہ کو مؤخر کریں انہیں سزا سے ہم کنار نہ کریں آپ شہروں میں سے ماہر جادوگروں کو جمع کریں جو اس کا مقابلہ کر سکیں بلکہ وہ متعدد قسم کے جادوؤں کا علم رکھتے ہوں اس طرح آپ کو غلبہ حاصل ہوگا چنانچہ فرعون نے انکے مشورہ کو وقیع گردانتے ہوئے اس پر عمل کرنے کا پروگرام بنایا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ

اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ﴿۴۳﴾ فَاَلۡقَوۡا حِبَالَهُمۡ وَعِصِیَّهُمۡ وَقَالُوۡا بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّا لَنَحۡنُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۴۴﴾
فَاَلۡقٰی مُوۡسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ﴿۴۵﴾ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیۡنَ﴿۴۶﴾ قَالُوۡۤا
اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّهٗ
لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ
خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ﴿۴۹﴾ قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ
یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۵۱﴾ؑ

ترجمہ: چنانچہ جادوگروں کو ایک دن معین کر کے وقت معین پر جمع کیا جائے (۳۸) اور لوگوں کو آگاہ کیا جائے کہ تم اکٹھے ہو جاؤ (۳۹) ہوسکتا ہے کہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ غالب رہیں گے (۴۰) تو جب جادوگر پہنچ گئے تو انہوں نے فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب رہے (۴۱) اس نے کہا ضرور! اور بلاشبہ تمہارا شمار اس وقت مقرب لوگوں سے ہوگا (۴۲) موسیٰ نے انہیں کہا تو تم گراؤ جو تم گرانا چاہتے ہو (۴۳) تو انہوں نے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو گرایا اور انہوں نے کہا فرعون کی عظمت کی قسم کے ساتھ! بلاشبہ ہم غالب رہیں گے (۴۴) پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی کو گرایا پس وہ اچانک ان کو نگل رہا تھا جن کو انہوں نے فریب سے بنایا تھا (۴۵) تو جادوگروں کو گرایا گیا سجدہ کی حالت میں تھے (۴۶) انہوں نے کہا ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے (۴۷) جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے (۴۸) فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لائے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں حکم دوں بلاشبہ وہ شخص تم سے بہتر ہے جس نے تمہیں جادو کا علم سکھلایا ہے پس تمہیں معلوم ہو جائے گا میں تمہارے ہاتھوں اور پاؤں میں سے ایک کو دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ایک ہی بار صلیب پر لٹکا دوں گا (۴۹) انہوں نے کہا کچھ حرج نہیں یقیناً ہم اپنے پروردگار کی جانب پھرنے والے ہیں (۵۰) بلاشبہ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کرے گا اس وجہ سے کہ ہم پہلے مسلمان ہیں (۵۱)

مفردات کی وضاحت: مِیۡقَات معین جگہ، معین وقت، اسی معنیٰ میں احرام باندھنے کے مواقیت ہیں، یَوۡمٌ مَّعۡلُوۡمٌ عید کا دن، زیب وزینت کے اظہار کا دن، تَلۡقَفُ سرعت رفتاری سے نگل رہا تھا۔

تشریح: موسیٰ اور جادوگروں کا واقعہ: چنانچہ جادوگروں کو طے شدہ پروگرام چاشت کے وقت عید کے روز جمع کیا گیا تا کہ عوام الناس کی موجودگی میں حق کو غلبہ حاصل ہو جائے اور باطل دم دبا کر بھاگ جائے اور سبھی لوگوں کو آگاہ کیا گیا کہ تم پہلی فرصت میں اس اجتماع میں شرکت کرو تا کہ ہم جادوگروں کے غالب آنے کی صورت میں ان کے دین کی پیروی کرتے ہوئے محظوظ ہوں تو جب جادوگر میدان میں نکل آئے تو انہوں نے فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم جادو کے علم کے باعث موسیٰ پر غالب آ گئے تو کیا

ہمیں مال و دولت کا وافر ذخیرہ بطور عطیہ عطا کر کے ہمارے اعزاز کی نمائش کی جائے گی۔

فرعون نے واشگاف الفاظ میں انہیں بتایا کہ ہم تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق عطیات سے نوازیں گے اور تمہیں مقربین کی فہرست میں شامل کیا جائے گا اس وقت انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میدان میں تم پہلے گراؤ جو تم گرانا چاہتے ہو، میں ہرگز تم سے خوفزدہ نہیں ہوں انہیں اللہ کی مدد کے نازل ہونے پر بھروسہ تھا اور حق وصداقت کے غلبہ کا بہترین موقع تھا تو انہوں نے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو گرایا اور ان کو میدان میں گراتے وقت کہا ہم فرعون کی عظمت اور بادشاہت کے طفیل غالب رہیں گے اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو میدان میں گرایا وہ لاٹھی بہت بڑے سانپ کی شکل میں تبدیل ہوگئی اس نے ان کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل لیا جن کو انہوں نے جادو کے نام سے میدان میں گرایا تھا جب کہ وہ رسیاں جن کو پارہ لگا ہوا تھا وہ متحرک دکھائی دے رہی تھیں۔

جادوگروں نے جب موسیٰ علیہ السلام کی روشن دلیل اور واضح حجت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے کہا ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا پروردگار ہے تو فرعون نے جادوگروں کو مخاطب کر کے کہا تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو بلاشبہ وہ تمہارا بڑا استاذ ہے جس سے تم نے جادو کے علم کو حاصل کیا ہے اور تم نے در پردہ اس کے ساتھ موافقت کی ہے تا کہ اس کو غلبہ حاصل ہو اس انداز سے فرعون کا بات کرنا اس وجہ سے تھا تا کہ اپنی قوم کو اصل حقیقت سے بے خبر رکھے انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ جادوگر تو علیٰ وجہ البصیرت اس پر ایمان لائے ہیں پھر انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہا جب تم نے میرے عذاب کو دیکھ لیا تو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے غلطی کی ہے میں تم میں سے ہر شخص کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دوں گا اور تم میں سے ہر شخص کو کھجور کے تنے پر سولی دوں گا اور اس کیفیت پر تمہیں رہنے دوں گا یہاں تک کہ تمہاری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا انہوں نے جواب دیا ہمیں ہرگز کچھ تکلیف نہ ہوگی اور ہمیں ہرگز پرواہ نہیں ہے جب کہ ہم اپنے پروردگار کی جانب جانے والے ہوں گے اس کی بخشش کے امیدوار ہوں گے ہم پرامید ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرے گا جو ہم سے ایمان لانے سے پہلے سرزد ہوئے ہمیں ان گناہوں کے باعث سزا سے ہم کنار نہیں کرے گا اس وجہ سے کہ ہم نے اپنی قوم سے پہلے ایمان لانے میں جلدی کی ہے اور ہمیں اولیت حاصل ہے کہ ہم سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ج اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی جانب وحی بھیجی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو روانہ کرو یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۵۲) پس فرعون نے شہروں میں لیڈروں کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو اکٹھا کریں (۵۳) بلاشبہ بنی اسرائیل کا گروہ تو تعداد میں کم ہے (۵۴) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ لوگ ہمیں غصہ میں مبتلا کر رہے ہیں (۵۵) اور یقیناً ہم ایسی جماعت ہیں جنہوں نے ہتھیار لٹکائے ہوئے ہیں (۵۶) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس ہم نے فرعون کی قوم کو باغات اور چشموں سے باہر نکال دیا (۵۷) اور خزانوں اور اچھے مقام سے (۵۸) ہم نے اسی طرح کیا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا (۵۹) تو انہوں نے ان کا تعاقب سورج نکلنے کے وقت کیا (۶۰) جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا بلاشبہ ہمیں پکڑ لیا جائے گا (۶۱) موسیٰ نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہوگا یقیناً میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ میری راہ نمائی کرے گا (۶۲) تو ہم نے موسیٰ کی جانب وحی کی کہ آپ اپنی لاٹھی کو دریا میں ماریں تو دریا میں شگاف ہوگیا اور ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا (۶۳) اور ہم نے وہاں دوسروں کو قریب کر دیا (۶۴) اور ہم نے موسیٰ اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے سب کو ایک جگہ نجات عطا کی (۶۵) پھر ہم نے ان دوسروں کو غرق کر دیا (۶۶) بلاشبہ اس واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں زیادہ تعداد میں ایماندار نہ تھے (۶۷) اور یقیناً آپ کا پروردگار تو وہی غالب مہربان ہے (۶۸)

مفردات کی وضاحت: شِرْذِمَةٌ ایسی جماعت جس کی تعداد کم ہو، حٰذِرُوْنَ احتیاط کرنے والے، اَزْلَفْنَا ہم نے قریب کیا۔

تناسب: اللہ پاک نے اس سورت میں سات واقعات کو بیان کیا ہے، (۱) موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا واقعہ، (۲) ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ، (۳) نوح علیہ السلام کا واقعہ، (۴) ہود علیہ السلام کا واقعہ، (۵) صالح علیہ السلام کا واقعہ، (۶) لوط علیہ السلام کا واقعہ، (۷) شعیب علیہ السلام کا واقعہ، ان واقعات کے بیان کرنے سے رسول اکرم ﷺ کو صبر دلانا مقصود ہے کہ اگر مشرکین کی جانب سے آپ کو تکالیف و محن کا سامنا ہے تو آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھی اس راہ میں تکالیف و محن کا سامنا رہا ہے انہوں نے استقامت اختیار کی آپ بھی استقامت اختیار کرتے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔

تشریح: فرعون کو سمندر میں غرق کرنے کا بیان: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ رات کے لمحات میں ہی بنی اسرائیل کو دریائے نیل کی جانب لے جائیں اور آگاہ کیا کہ فرعون اور اس کی قوم تمہارا تعاقب کرے گی تاکہ تمہیں مصر کی زمین میں ہی اقامت اختیار رکھنے پر مجبور کیا جائے جب کہ وہاں تم سب کو قتل کر دیا جائے گا اس رائے کو پروان چڑھانے کے لئے فرعون نے حکم دیا کہ تمام شہروں سے فوجی لشکروں کو اکٹھا کیا جائے اور انہیں بتا دیا جائے کہ جن لوگوں کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہے وہ تعداد میں تم سے کم ہیں گویا کہ فرعون کے لشکر کی کثیر تعداد کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے باوجود وہ ایسے کام سرانجام دے رہے ہیں جن کو دیکھ کر ہمارے غیظ و غضب میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے دل تنگی محسوس کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارا مقابلہ کر رہے ہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں ہم لوگ ہوشیار ہیں حالات کی نزاکت سے باخبر ہیں اور محتاط رویہ اختیار کرنے میں ہم کامیابی سے ہمکنار رہتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ہمارے بارے میں ہرگز یہ خیال نہ کیا جائے کہ دشمن کے مقابلہ میں ہماری قوت کو ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ شکست سے دو چار کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نہایت واضح انداز میں اس حقیقت کو اجاگر فرما رہے ہیں کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو باغات اور رواں دواں نہروں اور سبزہ زاروں سے جلاوطن کر دیا بلکہ سونے چاندی کے ذخائر، مال و دولت سے اور خوبصورت آرام دہ محلات سے انہیں محروم کر دیا ان سے ان کی نعمتوں کو چھین کر ہم نے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا وہ ان کے گھروں میں آباد ہوئے اور فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کے غرق ہونے کے بعد ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔

اس حقیقت میں ہرگز کچھ شک وشبہ نہیں ہے کہ فرعون اور اس کے امراء کبار اور وزراء وغیرہ بنی اسرائیل کے تعاقب میں سورج کے طلوع ہونے کے وقت نہایت کروفر کے ساتھ نکلے جب دونوں مخالف قوتوں نے ایک دوسرے کی جانب غور سے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء نے خوفزدگی کے عالم میں یہ جملہ دہرایا کہ فرعون اور اس کے لشکر کے افراد ہمیں اپنی گرفت میں لے لیں گے اور ہمیں تہ تیغ کر دیں گے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء بنی اسرائیلیوں کی کیفیت یہ تھی کہ وہ خوفزدہ تھے کہ اب ہمیں فرعون کے لشکر کے لوگ اپنی گرفت میں جکڑ لیں گے ہمارے سامنے دریائے نیل ہے اور ہمارے تعاقب میں فرعون کا لشکر ہے ہمارے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے اگر ہم دریائے نیل میں چھلانگیں لگاتے ہیں تو ہم اس کی تند و تیز موجوں کے باعث ڈوب جائیں گے اور اگر ہم دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوتے ہیں تو بھی ہم اپنا تحفظ نہیں کر سکتے ہیں بہر حال موت کا خوفناک چہرہ ہمارے سامنے ہے۔

جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں استقامت اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے زوردار انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وہ بالکل تمہیں اپنی گرفت میں نہیں لے سکیں گے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے حکم دیا کہ تم اس قسم کی گفتگو سے باز آ جاؤ مجھے یقین ہے کہ میرے پروردگار کی معیت میرے ساتھ ہے وہ نہ صرف یہ کہ ہماری حفاظت فرمائے گا بلکہ ہمیں ان پر غلبہ عطا کرے گا اور ہمیں نجات حاصل ہوگی دراصل موسیٰ علیہ السلام نے انہیں استقامت اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ میرا پروردگار ہمارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گا اور ہمارے تحفظ کے لئے مناسب راہ نمائی فرمائے گا اگر ہمیں دشمن سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے اور راہ نجات سے ہمیں آگاہ کر دیتا ہے تو یہ صورت اللہ کی جانب سے زبردست نصرت کی علامت ہے چنانچہ اس پریشانی کے عالم میں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ آپ اپنی لاٹھی پانی میں ماریں چنانچہ جب انہوں نے لاٹھی کو پانی پر مارا تو پانی کی روانی ختم ہوگئی اور پانی بہت بڑی چٹان کی صورت اختیار کر گیا۔

دریا میں بارہ رستے بننے کا بیان: ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لاٹھی مارنے کے بعد دریا میں بارہ راستے نمودار ہو گئے جبکہ ان کی جماعت بارہ قبائل پر مشتمل تھی ہر جماعت کیلئے الگ الگ راستہ بن گیا تو ہم نے وہاں اس وقت فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو نزدیک کر دیا اور بنی اسرائیل کے دریا میں داخل ہونے کے بعد فرعون کا لشکر بھی دریا میں داخل ہو گیا تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے سبھی رفقاء کو نجات عطا کی جب کہ فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں ڈبو دیا۔

پانی کا روانی کو چھوڑ دینے کا بیان: مفسرین بیان کرتے ہیں جب دریا کے پانی نے روانی کو چھوڑ دیا، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کی نجات کے لئے پانی کو روکے رکھا اور پانی میں بارہ قبائل کی نسبت سے بارہ راستے بن گئے اور پانی نے بہت بڑی موج کی شکل اختیار کر لی جب موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء مکمل طور پر پانی کی دسترس سے نکل گئے اور فرعون کا لشکر مکمل طور پر پانی کے بہاؤ کی

گرفت میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو رواں رہنے کا حکم دیا چنانچہ پانی کے سیلاب میں وہ خود کو تحفظ عطا نہ کر سکے اور دریا کی لہروں میں غرق ہو گئے، اس دوران موسیٰ علیہ السلام کے بعض رفقاء نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ فرعون تو پانی میں ڈوبا نہیں ہے بلکہ اسے دریا کے کنارے پھینک دیا گیا ہے اور انہوں نے اس کیفیت کو دیکھ کر اس خدشے کا اظہار کیا کہ وہ بھی محفوظ رہا ہے لیکن فرعون تو موت سے ہمکنار ہو چکا تھا صرف اس کی لاش کو عبرت وموعظت کے لئے تحفظ عطا کیا گیا تھا، اور یہ حقیقت ہے کہ فرعون کا پانی میں ڈوب کر مر جانا اسی طرح اس کی قوم کا ڈوب کر مر جانا اللہ کے بندوں کے لئے عبرت کا سامان فراہم کرتا ہے لیکن اس بہت بڑی عبرتناک شکست کے باوجود ان میں اکثر لوگ ایمان نہ لائے اور اس واقعہ کے بیان کرنے میں اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ کے لئے عبرت کا سامان فراہم کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو تحفظ اور دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے یقیناً آپ کا پروردگار غالب ہے دشمنوں سے انتقام لینے پر قادر ہے اور دوستوں پر رحم فرمانے والا ہے۔(صفوۃ التفاسیر القسم العاشر ص ٦٣)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ﴿٧٨﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴿٨٠﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ﴿٨٨﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴿٨٩﴾

ترجمہ: اور آپ ان پر ابراہیم کا واقعہ تلاوت کریں (٦٩) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے دریافت کیا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ (٧٠) انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں ہم ان پر معتکف ہو جاتے ہیں (٧١) اس نے کہا کیا وہ تمہاری آواز سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ (٧٢) یا تمہیں فائدہ پہنچاتے ہیں یا نقصان دیتے ہیں (٧٣) انہوں نے کہا نہیں! بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا کہ وہ اسی طرح کرتے تھے (٧٤) اس نے کہا کیا تم دیکھ رہے ہو کہ تم کس چیز کی عبادت کر رہے ہو؟ (٧٥) تم اور تمہارے پہلے باپ دادا (٧٦) پس بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں لیکن میں جہانوں کے پروردگار کو دوست رکھتا ہوں (٧٧) جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو وہی مجھے راہ دکھائے گا (٧٨) اور وہ وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور مجھے پلاتا ہے (٧٩) اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا عنایت

کرتا ہے(۸۰) اور وہ جو مجھے فوت کرے گا پھر مجھے زندہ کرے گا(۸۱) اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے گناہ کو میرے لئے جزا سزا کے دن معاف کرے گا(۸۲) اے میرے پروردگار! مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھے صالحین لوگوں کے ساتھ ملانا(۸۳) اور پیچھے رہنے والوں میں میرا اچھا تذکرہ ظاہر کرنا(۸۴) اور مجھے نعمتوں والی بہشت کے وارثوں سے بنانا(۸۵) اور میرے باپ کو معاف کرنا بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے تھا(۸۶) اور مجھے اس دن ذلیل نہ کرنا جب کہ لوگوں کو اٹھایا جائے گا(۸۷) جس دن مال نہ بیٹے فائدہ نہیں دیں گے(۸۸) البتہ وہ شخص فائدہ میں ہوگا جو اللہ کے سامنے ایسے دل کے ساتھ آیا جس میں کوئی عیب نہ ہوا(۸۹)

مفردات کی وضاحت: وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ سے مقصود ان اعمال کی توفیق طلب کرنا ہے جو کہ اسے ان لوگوں کی جماعت میں شامل کریں جو خود کو صغیرہ کبیرہ گناہوں سے تحفظ عطا کرتے ہیں، لِسَانَ صِدْقٍ سے مقصود لوگوں میں اچھی شہرت ہو اس طرح کہ مجھے اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو کہ میرے بعد لوگ میری پیروی کریں، بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ سے مقصود وہ دل ہے جو کفر، نفاق، اور مذموم اخلاق سے دور رہے۔

تشریح: ابراہیم کی اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کا بیان: اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام (جو عظیم الشان حیثیت کے مالک تھے) کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار کیا کہ تم کس کی عبادت کر رہے ہو؟ اگرچہ ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ بتوں کی عبادت کر رہے ہیں استفسار سے مقصود یہ تھا کہ انہیں انکی حماقت اور بے وقوفی سے آگاہ کریں کہ وہ جن کی عبادت کر رہے ہیں وہ انہیں کچھ فائدہ عطا نہیں کر سکتے ہیں اس طرح ان پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں ہم کبھی اس سے باز نہیں آئیں گے۔

ذہن نشین کریں کہ ان کے جواب میں جہاں فخر و مباہات کا پہلو تھا وہاں مسرت و ابتہاج کا بھی داعیہ کا مزن تھا جب کہ اگر وہ سادہ انداز سے کہہ دیتے کہ ہاں یہ درست ہے کہ ہم بتوں کی عبادت کر رہے ہیں لیکن ان کے اظہار میں فخر کا داعیہ نمایاں تھا اس پر ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے استفسار کیا بھلا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں یا کیا وہ تمہیں فائدہ عطا کر سکتے ہیں یا تمہاری تکلیف کا ازالہ کر سکتے ہیں اس کے جواب میں انہوں نے کہا بس حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت میں مشغول دیکھا تو ہم نے بھی ان کی روش پر خود کو چلایا گویا کہ انہوں نے اقرار کیا کہ بت نہ تو فوائد عطا کر سکتے ہیں نہ مضرتوں سے تحفظ عطا کر سکتے ہیں انہوں نے مجبور ہو کر حقیقت کا اظہار کیا اور تقلید پر قناعت کو اختیار کیا گویا کہ ان کے پاس ہرگز کچھ دلیل نہ تھی۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے انہیں آگاہ کیا کہ تم جن بتوں کو اپنا معبود بنا رہے ہو بلکہ تمہارے آباؤ اجداد نے بھی ان کو اپنا معبود بنائے رکھا تھا تو میں تمہیں آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سبھی معبود اور ان کے ساتھ نہ صرف تم بلکہ تمہارے آباؤ اجداد بھی میرے دشمن ہیں میں ہرگز ان کی عبادت نہیں کروں گا میں تو صرف اللہ پروردگار عالم کی عبادت کروں گا وہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے اللہ عزوجل ہی ایسی ذات ہے جو میرا خالق ہے وہی رشد کی جانب میری رہنمائی فرمائے گا ہرگز ان بتوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ ہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے وہی خالق، رازق ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے بارش نازل کرتا ہے اور بارش کے ساتھ مختلف قسم کے

پھلوں سے بندوں کو رزق عطا کرتا ہے اور جب میں بستر علالت پر دراز ہو جاتا ہوں تو مجھے اللہ کے سوا کوئی شفا عطا نہیں کر سکتا ہے۔

ذہن نشین کریں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیمار ہونے کی نسبت اپنی جانب کی ہے جب کہ شفا عطا کرنے کی نسبت اللہ پاک کی جانب کی ہے گویا کہ ادب شرعی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اللہ کی ذات کے سوا کسی کو بھی اس پر قدرت حاصل نہیں ہے جب وہ چاہے گا مجھے موت سے ہم کنار کرے گا موت کے بعد جب وہ چاہے گا مجھے زندہ اٹھائے گا اور میں اللہ کی وسیع رحمت سے پر امید ہوں کہ وہ جزا سزا کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دے گا جب کہ سبھی لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا کے عمل سے گزارا جائے گا، اس جملہ کے مفہوم سے امت محمدیہ کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنی غلطیوں اور گناہوں کا اقرار کر کے بارگاہ الٰہی سے مغفرت طلب کریں۔

صحیح مسلم میں وارد ہے: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے استفسار کیا کہ ابن جدعان نامی شخص دور جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا اس کا یہ عمل اسے کچھ فائدہ عطا کر سکے گا؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس نے ایک دن بھی یہ جملہ نہ کہا کہ اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف فرمانا۔[1]

ابراہیم کی دعا کا بیان: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا﴾: ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اسے اپنے فضل و کرم سے بہترین اخلاق کے اوصاف کے ساتھ موصوف کیا جائے، پروردگار عالم! مجھے اپنی اور اپنے اوصاف کی معرفت اور حق و صداقت کی معرفت عطا کرنا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں اور مجھے صالحین مقربین میں شامل فرمانا، اور میرا اچھا تذکرہ قیامت تک ان لوگوں میں قائم رکھنا جو میرے بعد آئیں گے اور مجھے ان سعادت مند لوگوں میں شامل کرنا جو ہمیشہ ہمیشہ جنتوں میں رہیں گے اور میرے والد کو معاف کرنا اور اس سے درگزر کرنا بلاشبہ وہ گمراہ لوگوں میں تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کو قبولیت عطا کرتے ہوئے انہیں صالحین کے زمرہ میں داخل فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾[2]

''اور وہ آخرت میں صالحین کے زمرہ میں ہوں گے'' نبی ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ! ہمیں اسلام کی حالت میں زندہ رکھیو اور اسلام کی حالت میں فوت کیجیو اور ہمیں صالحین کیساتھ ملا یو ہم ذلت سے محفوظ رہیں اور ندامت سے بھی ہم کنار نہ ہوں۔[3]

خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سب دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمائی البتہ انہوں نے اپنے والد کے لئے جو مغفرت کی دعا کی تھی اسے قبولیت عطا نہ ہوئی اور مجھے قیامت کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا رسوا نہ کرنا جس دن مال اور بیٹے کچھ فائدہ عطا نہ کر سکیں گے صرف وہ شخص کامیاب ہو گا جو بارگاہ الٰہی میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوا جو شرک و نفاق سے محفوظ رہا۔

ابراہیم کے والد کے بارے میں ایک حدیث: بخاری شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے والد کے بارے میں وارد ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ان کے والد سے ہو گی ان کے چہرے پر گرد و غبار ہو گی ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرنا ہو گا تو اب اس سے زیادہ کیا ذلت ہے کہ میرے والد کی کیفیت کیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے جنت کو کفار پر حرام کر دیا ہے''۔[4]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۹، مسند احمد ۶/ ۹۳، صحیح بخاری کتاب التفسیر باب ۱، فتح الباری ۸/ ۴۹۹ [2] البقرۃ: ۱۳۰ [3] مسند احمد ۳/ ۴۲۴، المراغی ۷/ ۶۲ [4] صحیح بخاری ص ۱۰۱۲ کتاب التفسیر باب ا سورۃ الشعراء

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ
تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْيَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ
الْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا
لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا
لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ ع

ترجمہ: اور جنت کو پرہیز گاروں کے نزدیک کر دیا جائے گا (۹۰) اور دوزخ کو گمراہ لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا جائے گا (۹۱) اور ان سے کہا جائے گا تم کس چیز کی پرستش کرتے رہے (۹۲) اللہ کے علاوہ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ خود کو بچا سکتے ہیں (۹۳) پس ان بتوں اور گمراہوں کو اس میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا (۹۴) اور ابلیس کے سبھی لشکروں کو ایک جگہ (۹۵) وہ کہیں گے جبکہ وہ اس جگہ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑیں گے (۹۶) بلاشبہ ہم ظاہر گمراہی میں تھے (۹۷) جب کہ ہم نے تم کو جہانوں کے پروردگار کے برابر بنایا (۹۸) اور ہمیں نہیں گمراہ کیا ہے مگر ان مجرموں نے (۹۹) پس ہمارا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے (۱۰۰) اور نہ کوئی مہربان دوست ہے (۱۰۱) پس کاش ہمارے لئے لوٹنا ہو تو ہم ایمانداروں سے ہو جائیں گے (۱۰۲) بلاشبہ اس میں علامت ہے اور ان میں زیادہ ایماندار نہ تھے (۱۰۳) اور بے شک تیرا پروردگار وہی غالب مہربان ہے (۱۰۴)

مفردات کی وضاحت: صَدِيْقٌ جو محبت میں سچا ہو، حمیم وہ شخص جس کو وہ چیز اہم دکھائی دیتی ہو جو آپ کو اہم دکھائی دیتی ہے۔

بلاغت: ارشاد الٰہی ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ جنت کو پرہیز گاروں کے قریب کر دیا جائے گا، سوال مترشح ہوتا ہے کہ جنت کو کیسے قریب کیا جا سکتا ہے جب کہ جنت کے لئے اپنی جگہ سے زوال نہیں ہے اس کا جواب واضح ہے دراصل اس میں قلب ہے اصل ترکیب یوں ہے کہ پرہیز گاروں کو جنت کے قریب کر دیا جائے گا جیسا کہ حج ادا کرنے والے افراد جب مکہ کے قریب پہنچے ہیں تو کہتے ہیں مکہ ہمارے قریب ہے۔

تشریح: جنت کو ان لوگوں کے قریب کر دیا جائے گا جو اپنے پروردگار سے خوفزدہ رہتے ہیں تاکہ وہ اس میں داخل ہو جائیں مقصود وہ لوگ ہیں جو دنیوی زندگی میں اللہ کے عذاب سے بچاؤ اختیار کرنے کے لئے اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور دوزخ کو ان لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا جائے گا جو مجرم ہیں گمراہی کی راہ پر چل رہے ہیں وہ کھلم کھلا دوزخ کا معاینہ کریں گے جب کہ ایمان دار لوگ جنت کا مشاہدہ کریں گے جس کے دیکھنے سے انہیں خوشی ہوگی اور ان کے چہرے ہشاش بشاش نظر آئیں گے جب کہ گمراہ لوگ جب دوزخ کو دیکھیں گے تو انہیں شدید غم و غصہ لاحق ہوگا اور مجرم لوگوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا تمہارے خدا کہاں ہیں جن کی تم

عبادت کرتے رہے؟ کیا وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں یا ان میں کچھ استطاعت ہے کہ وہ خود کو عذاب سے بچا سکیں؟ یہ مکالمہ تو بیخ کی کیفیت میں ان کے ساتھ کیا جائے گا تو انہیں سروں کے بل دوزخ میں گرادیا جائے گا انہیں انتہائی ذلت کی کیفیت میں پھینکا جائے گا۔

مشرکین اوران کے معبودوں کودوزخ میں گرانے کا بیان: علامہ طبریؒ نے وضاحت کی ہے کہ انہیں جب ایک دوسرے پر گرایا جائے گا تو انہیں چہروں کے بل گرایا جائے گا عبادت کرنے والوں اور معبودوں کو ایک دوسرے پر گرایا جائے گا اسی طرح مشرک لوگ جن کی عبادت کرتے رہے ان دونوں کو یک بارگی دوزخ میں اوندھے منہ گرایا جائے گا جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں ہے کہ تم اور تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں اور ابلیس ملعون کے سبھی پیروکار خواہ وہ انسانوں سے ہیں یا جنوں سے ہیں سبھی کو دوزخ میں گرادیا جائے گا دوزخ میں عبادت کرنے والوں اوران کے معبودوں کے درمیان مکالمہ ہوگا ان کی عبادت کرنے والے ان سے جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ کی قسم! بلاشبہ ہم ظاہر گمراہی میں تھے اور حق وصداقت سے دور تھے جب کہ ہم رب العالمین کے ساتھ تمہیں برابر قرار دے کر تمہاری عبادت کرتے رہے اور ہمیں راہ ہدایت سے سوسائٹی کے اونچے لوگوں نے گمراہ کیا جنہوں نے ہمارے لئے کفراور نافرمانی کے کاموں کو مزین کردیا کیااب ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے جو اس دن کی خوفناکیوں سے ہمیں تحفظ عطا کرسکے اور ہمارا کوئی مخلص دوست بھی نظر نہیں آرہا ہے جو ہمیں اللہ کے عذاب سے نجات عطا کرسکے۔

سوال مترشح ہوتا ہے کہ سفارش کے مسئلہ میں صیغہ جمع لایا گیا ہے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں ہے اور الصدیق خالص دوست کو مفرد لایا گیا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ کسی مصیبت میں جب کوئی شخص گرفتار ہوجاتا ہے تو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے سفارشیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے ایک سے زیادہ لوگ سفارش کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں چونکہ کھرے مخلص وفادار دوست کم ہوتے ہیں اس لئے اس کو مفرد استعمال کیا گیا ہے اس سلسلہ میں امام شافعیؒ کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

مَا فِيْ زَمَانِكَ مَنْ تَرْجُوْ مَوَدَّتَهُ وَلَا صَدِيْقٌ اِذَا جَارَ الزَّمَانُ وَفٰى فَعِشْ فَرِيْدًا۔
وَلَا تَرْكَنْ اِلٰى اَحَدٍ هَا قَدْ نَصَحْتُكَ فِيْمَا قُلْتُهُ وَكَفٰى

''تجھے زمانہ میں ایسا شخص نہیں مل سکے گا جس کی محبت سے تجھے امید وابستہ ہو اور نہ ایسا دوست میسر آئے گا جب زمانہ ظلم کرنے پر آمادہ ہو تو وہ وفا کا ثبوت فراہم کرے آپ اکیلے زندگی گزاریں اور کسی کی جانب جھکاؤ نہ کریں میں نے آپ کی خیرخواہی کرتے ہوئے یہ بات کہہ دی ہے اور یہ بات کافی ہے''

فَلَوْاَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: اگر ہمارے لئے دنیا میں لوٹنا ممکن ہوا تو ہم اللہ پر ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ کریں گے اپنے پروردگار کی اطاعت کریں گے بلاشبہ ابراہیم اور اس کی قوم کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں عبرت کا سامان ہے بصیرت والے ہی عبرت حاصل کرتے ہیں جب کہ مشرکین کی اکثریت ایمان قبول کرنے سے بہرہ ور نہیں ہوگی اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے اور اپنے دوستوں پر مہربان ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ
الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ
تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ
بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ ع

ترجمہ: نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا (۱۰۵) جب ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۱۰۶) بلاشبہ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں (۱۰۷) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو (۱۰۸) اور میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ مزدوری کا سوال نہیں کرتا ہوں نہیں ہے میری مزدوری مگر جہانوں کے پروردگار پر (۱۰۹) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۱۰) انہوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیری پیروی کمینے لوگوں نے کی ہے (۱۱۱) اور مجھے کیا علم ہے اس چیز کے بارے میں جو وہ کرتے رہے (۱۱۲) نہیں ہے ان کا حساب مگر میرے پروردگار پر اگر تم سمجھ رہے ہو (۱۱۳) اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں (۱۱۴) نہیں ہوں میں مگر ظاہر ڈرانے والا ہوں (۱۱۵) انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو تو ان لوگوں میں سے ہوگا جن کو پتھروں سے رجم کیا گیا ہو (۱۱۶) اس نے کہا اے میرے پروردگار! بلاشبہ میری قوم نے مجھے جھوٹا قرار دیا ہے (۱۱۷) پس میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کریں فیصلہ کرنا اور مجھے اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں ایمان والوں سے انہیں نجات عطا فرما (۱۱۸) تو میں نے اس کو اور جو افراد اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے انہیں نجات عطا کی (۱۱۹) پھر اس کے بعد ہم نے باقی ماندہ لوگوں کو غرق کیا (۱۲۰) بلاشبہ اس واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں اکثریت مسلمانوں کی نہ تھی (۱۲۱) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار وہی غالب مہربان ہے (۱۲۲)

مفردات کی وضاحت: اَلْقَوْمُ اسم جمع ہے اس کا واحد نہیں ہے جیسا کہ رَھْطٌ اور نَفَرٌ ہے، مذکر اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے، اَخُوْھُمْ نسب کے لحاظ سے بھائی، یَا اَخَا الْعَرَبِ عرب لوگوں سے ایک فرد، الارذلون کا واحد الارذل ہے کمینہ انسان، الرذالۃ کمینگی، فافتح فیصلہ کریں، فتاحۃ فیصلہ، الفلک کشتی، واحد جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علمی فائدہ: نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام پیغمبروں کے تذکرہ میں ایک چیز مشترک ہے کہ اب سبھی پیغمبروں نے اپنی اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اللہ کا ڈر ملحوظ خاطر رکھو اور دوسری بات یہ کہی کہ میں تم سے اللہ کے احکام پہنچانے پر اجرت کا طلب گار نہیں ہوں میری اجرت تو میرے پروردگار پر ہے۔ (فتح الرحمٰن ص۴۱۴)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو آپ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے حالات سے آگاہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کے دلائل سے آگاہ کیا ان کے بعد نوح علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کیا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی نبوت کا انکار کیا۔

تشریح: نوح علیہ السلام کی قوم نے پیغمبروں کی نبوت کا انکار کیا اگر چہ انہوں نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا لیکن اصول یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے ایک پیغمبر کی نبوت کا انکار کیا تو اس نے سبھی پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا جب کہ خاندانی لحاظ سے نوح علیہ السلام ان کے نسب کے لحاظ سے بھائی تھے اس لئے نوح علیہ السلام کو ان کا بھائی قرار دیتے ہوئے کہا عربی زبان میں کہا جاتا ہے اے بنو تمیم کے بھائی، مقصود بنو تمیم قبیلہ کا وہ ایک فرد ہے کہ تم بتوں کی عبادت کرتے ہو تمہیں اللہ پاک کے عذاب سے خود کو بچانا چاہیے یقیناً میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں نہ خیانت کرنا میرا وطیرہ ہے اور نہ جھوٹ بولنا میری عادت ہے تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفزدہ رہو اور میرے حکم کی اطاعت کرو اور میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اس پر میں تم سے کسی اجرت کا طلب گار نہیں ہوں لہٰذا تم اللہ پاک کے خوف کو اپنے دلوں پر مسلط رکھو اس حکم کی اہمیت کے پیش نظر اس کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے انہوں نے نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے نوح! کیا ہم آپ کو ان باتوں میں سچا باور کریں جو تو کہہ رہا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پیروی کرنے والے بے وقوف، فقراء اور وہ لوگ ہیں جن کی معاشرہ میں کچھ حیثیت نہیں ہے ان کی یہ بات حماقت پر مبنی دکھائی دیتی ہے اور ان کی رائے کو معاشرہ میں نا قابل تسلیم قرار دیا جاتا ہے۔

نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو خطاب: ان پر اصل حقیقت کو واضح کرتے ہوئے خبر دار کیا کہ میری ہرگز ذمہ داری نہیں ہے کہ میں انکے دلوں میں پوشیدہ باتوں کے بارے میں بحث کروں اور میں ان کی بظاہر کارکردگی سے اس حقیقت کو معلوم کروں کہ کیا جب وہ میری پیروی کر رہے ہیں تو ان کا یہ کردار اخلاص پر مبنی ہے یا ان میں لالچ کارفرما ہے، علامہ قرطبیؒ نے اصل حقیقت کو واضح کرتے ہوئے عندیہ دیا ہے گویا کہ انہوں نے کہا کہ تیری پیروی کرنے والے لوگ وہ ہیں جنہیں معاشرہ میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے وہ اس لئے پیروی کر رہے ہیں تا کہ انہیں معاشرہ میں باوقار مقام حاصل ہو مزید وہ اس لالچ میں بھی مبتلا ہیں کہ ان کے پاس مال و دولت کا وافر ذخیرہ آ جائے اس کا ازالہ کرتے ہوئے نوح علیہ السلام نے کہا مجھے ان کے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات کا ہرگز علم نہیں ہے میں تو انکے ظاہری حالات سے باخبر ہوں اللہ تعالیٰ ان کا محاسبہ فرمائیں گے اور انہیں انکے کاموں پر بدلہ دیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تو دلوں میں پوشیدہ باتوں کا بھی علم ہے کاش تمہیں اس کا علم ہوتا اور سن لیں میں ان کمزور ایمانداروں کو اپنی مجلس سے ہرگز دور نہیں کروں گا اور ان کو نکالنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، ذہن نشین کریں اسی طرح کا مطالبہ قریش قبیلہ کے لیڈروں نے نبی ﷺ سے کیا تھا کہ آپ ان ایمانداروں کو جنہیں معاشرہ میں کمزور گردانا جاتا ہے ان کی کچھ حیثیت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ہرگز ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالیں جو صبح، شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں وہ تو اللہ کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ: مزید نوح علیہ السلام نے اصل حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے کہا کہ میں تو تمہیں بس اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اس کی قوت اور سطوت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا پس جو شخص میری اطاعت کرے گا اسے نجات حاصل ہوگی خواہ وہ شریف انسان ہے یا اسے معاشرہ میں رذیل سمجھا جاتا ہے اسے جلیل القدر گردانا جاتا ہے یا اسے حقارت آمیز نگاہ سے دیکھا جاتا ہے انہوں نے نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے نوح! اگر تو رسالت کے دعویٰ سے باز نہ آیا اور ہمارے بارے میں حقارت آمیز باتوں کے کہنے سے نہ رکا تو تجھے پتھروں کے ساتھ رجم کر دیا جائے گا۔

جب انہوں نے نوح علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی تو اس وقت نوح علیہ السلام ان سے مایوس ہو گئے ان کے بارے میں نوح علیہ السلام نے بددعا کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھوٹا قرار دیا ہے اور انہوں نے میری نبوت کو تسلیم نہیں کیا ہے تو میرے اور ان کے درمیان جیسے تو چاہتا ہے فیصلہ فرمائیں، مقصود عادلانہ فیصلہ کی جانب اشارہ تھا اور مجھے اور میرے ساتھ ان لوگوں کو جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں انہیں انکے مکر وفریب سے نجات عطا کریں چنانچہ ہم نے نوح علیہ السلام اور جو ایماندار لوگ نوح کی معیت میں تھے اور کشتی میں سوار تھے ان میں مرد، عورتیں، حیوانات تھے انہیں نجات عطا کی اور انہیں نجات عطا کرنے کے بعد باقی ماندہ لوگوں کو طوفان میں ڈبو دیا بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت اور پند وموعظت کا ان لوگوں کیلئے سامان ہے جو غور وفکر کرتے ہیں جبکہ لوگوں کی اکثریت ایمان سے ہم کنار نہ ہوئی، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی غالب ہے اسے مغلوب نہیں کیا جاسکتا وہ اپنے بندوں پر رحم کرنیوالا ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہے۔[1]

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ
﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ
بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ
هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ ع

ترجمہ: قبیلہ عاد نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا (١٢٣) جب ان کو ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو (١٢٤) بلاشبہ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں (١٢٥) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (١٢٦) اور میں تم سے رسالت کے پہنچانے پر کچھ مزدوری کا طلبگار نہیں ہوں میری مزدوری نہیں ہے مگر جہانوں کے پروردگار پر ہے (١٢٧)

[1] صفوة التفاسير القسم العاشر ص ٦٩

کیا تم ہر بلند جگہ پر علامت تعمیر کر رہے ہو بے فائدہ مشغول ہو (۱۲۸) اور تم چونے گچ محلات تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ رہو گے (۱۲۹) اور جب تم زور کے ساتھ پکڑتے ہو تو تم سرکش شخص کی طرح زور سے پکڑتے ہو (۱۳۰) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو (۱۳۱) اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ہے اس چیز کے ساتھ جس کو تم جانتے ہو (۱۳۲) اس نے تمہاری مدد چار پایوں اور بیٹوں کے ساتھ کی ہے (۱۳۳) اور باغات اور چشموں کے ساتھ کی ہے (۱۳۴) بلاشبہ میں تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب سے خوفزدہ ہوں (۱۳۵) انہوں نے کہا ہم پر برابر ہے کہ تو نصیحت کرے یا تو نصیحت کرنے والوں سے نہ ہو (۱۳۶) نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی عادت ہے (۱۳۷) اور ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا (۱۳۸) پس انہوں نے اس کو جھوٹا قرار دیا تو ہم نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا بے شک اس واقعہ میں علامت ہے اور ان میں اکثریت مسلمان نہیں تھے (۱۳۹) اور بلاشبہ تیرا پروردگار ضرور وہی غالب ہے مہربان ہے (۱۴۰)

مفردات کی وضاحت: عاد سے مقصود قبیلہ عاد ہے، رِیْعٍ اونچی جگہ ٹیلہ وغیرہ، مَصَانِعُ چونا گچ محلات، خُلُق عادت۔

تشریح: ہود علیہ السلام کے واقعہ کا بیان: ارشاد ربانی ہے: ''کہ عاد قبیلہ کے لوگوں نے ہود علیہ السلام کو ہی جھوٹا قرار نہیں دیا بلکہ تمام پیغمبروں کو جھٹلایا اس لئے کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کسی قوم کا ایک پیغمبر کو جھوٹا قرار دینا سبھی پیغمبروں کو جھوٹا قرار دینے کو مستلزم ہے اسی لئے اللہ پاک نے واضح انداز میں بتایا کہ انہوں نے سبھی پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا جب کہ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ جب تم اللہ کی عبادت کے علاوہ کی عبادت کر رہے ہو یاد رکھو بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ کی جانب سے بھیجا گیا ہوں میری جانب جو وحی کی جا رہی ہے میں اس کو دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ تم تک پہنچا رہا ہوں جب کہ میرا مقصود صرف اور صرف تمہاری خیر خواہی کرنا ہے تم خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تحفظ عطا کرو کہ اس کے احکام کی نافرمانی نہ کرو اور میں تم تک اللہ پاک کے احکام پہنچا رہا ہوں اس لئے میری اطاعت سے روگردانی نہ کرو۔

پھر خوشی کی بات یہ ہے کہ اللہ کی جانب سے اس دعوت کے پہنچانے پر میں تم سے مال و دولت کا مطالبہ نہیں کر رہا ہوں بس میں تو اس محنت پر اللہ پاک سے مزدوری کا طلب گار ہوں، ذہن نشین کریں کہ سبھی پیغمبروں کے واقعات کے بیان کرنے میں اس حقیقت کو نمایاں کیا گیا ہے کہ ان سب کی ایک ہی دعوت تھی اور ان میں اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ انہوں نے اللہ پاک کے احکام کو لوگوں تک پہنچانے میں ہرگز لوگوں سے مالی منفعت کا تقاضا نہیں کیا، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے جس ذمہ داری کا بوجھ ان کے کندھوں پر رکھا گیا تعجب ہے کہ تم صرف کھیل کود اور تفریح کے لئے شاہراہوں پر اور، ہر اونچی جگہ کا انتخاب کر کے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کر رہے ہو۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی وضاحت: وہ مشہور شاہراہوں پر بلند و بالا مضبوط، ہیبت ناک، حیرت افزا اونچی بلڈنگیں تعمیر کرتے تھے جن کے مشاہدہ کرنے سے ان کی عظمت اور قوت کے اثرات وہاں سے گزرنے والوں کے دل و دماغ پر جاگزیں ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ

ان کی جانب بھیجے گئے پیغمبر ھود علیہ السلام نے ان کے اس انداز کو کبر ورعونت پر محمول کرتے ہوئے کہا، زندگی کے قیمتی وقت کو لہو ولعب میں کیوں صرف کرر ہے ہو اور جسمانی تھکاوٹ سے اپنے اعصاب کو کیوں کمزور کرر ہے ہو اور پھر یہ اس قدر محنت طلب کام جس پر کثیر سرمایہ صرف کیا گیا ہے اس سے اخروی فائدہ تو کیا حاصل ہوگا دنیوی زندگی میں بھی ہرگز اس سے کچھ فوائد حاصل نہیں ہورہے ہیں تم اس قدر بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرر ہے ہو جن کو سیمنٹڈ (Semented) تیار کرر ہے ہو شائد تم اس خیال میں سرگرداں ہو کہ تم اس فانی دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے تم کبھی موت سے ہم کنار نہ ہوسکو گے، مزید برآں تم میں کبر ونخوت کا اس قدر حیران کن جلوہ نمایاں ہے کہ جب تم کسی بھی انسان کو اپنی گرفت میں لیتے ہو تو تمہاری سرکشی اور رعونت کا گراف نیچے ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے تم میں ہرگز شفقت اور خدا ترسی کا داعیہ ظہور پذیر نہیں ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ کی وضاحت: قوم عاد پر تین انداز سے تنقید کی گئی ہے، اولاً انہوں نے اونچی اونچی فلک بوس عمارتیں کھڑی کر رکھیں تھیں جن سے ان کا اسراف اور نخوت و رعونت سے محبت کا اظہار ہوتا تھا اور اونچی اونچی خوبصورت حیرت افزاء بلڈنگیں اس حقیقت کی غمازی کرر ہی تھیں کہ انہیں ہمیشہ کی زندگی سے محبت ہے اور ان میں کبر ورعونت کا داعیہ اس حقیقت کی جانب راہ نمائی کرتا تھا کہ وہ انسانی حدود سے تجاوز کر کے ربوبیت کے مقام کے اردگرد چکر لگا رہے ہیں جب کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہر گناہ کی بنیاد دنیوی زندگی سے مبالغہ کی حد تک محبت ہے پس تم اللہ کے عذاب سے خود کو بچاؤ اور اللہ کی ناراضگی کے کاموں سے خود کو دور رکھو اور میری اطاعت کرو اس کے بعد انہیں اللہ کے انعامات سے آگاہ کرتے ہوئے حکم دیا جارہا ہے کہ تم اس اللہ کی نافرمانی سے خود کو بچائے رکھو جس نے تم کو مختلف قسم کے انعامات سے نوازا ہے تمہیں چار پائے اور بیٹے عطا کئے باغات اور نہروں آبشاروں سے نوازا اور تم پر نعمتوں کی بارش کردی اس لئے ضروری ہے کہ منعم حقیقی کی عبادت کی جائے اس کے عطا کردہ انعامات پر اس کا شکریہ ادا کیا جائے کفران نعمت سے دور رہا جائے البتہ اگر تم انعامات الٰہیہ پر کلمہ تشکر نہ کہو گے اور شرک پر گامزن رہو گے اور خوفناک قیامت کے دن کا انکار کرو گے جس کی خوفناکی کے باعث بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو مجھے برابر خطرہ لاحق رہے گا کہ کہیں قیامت کے دن ہولناک عذاب کی گرفت میں نہ آجاؤں۔

قوم ہود کا جواب: قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَا اَوَعَظْتَ: انہوں نے ہود علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں کہا کہ تو ہمیں وعظ کرے یا نہ کرے ہمارے نزدیک برابر ہے ہمیں تیری باتوں کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور ہم خود کو اس راہ سے ہرگز نہیں ہٹائیں گے اور ان کے وعظ ونصیحت کے کردار کا مزاحیہ انداز میں جواب دیا کہ ہم آپکے وعظ ونصیحت کو درست تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ تو جو کہہ رہا ہے وہ جھوٹ ہے اور تیری باتیں تو پہلے لوگوں کی خرافات اور جھوٹی کہانیاں ہیں اور مرنے کے بعد ہرگز اٹھایا نہیں جائیگا اور ثواب، عذاب کا تصور بھی غلط ہے اور محاسبہ ہی نہیں ہے چنانچہ انہوں نے ھود علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا تو ہم نے انہیں تیز آندھی کے عذاب میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: انہیں شدید قسم کی تیز آندھی کے سبب تباہ و برباد کیا گیا جس میں انتہا درجہ کی ٹھنڈک اور تیزی تھی سورۃ الحاقۃ میں ہے ﴿فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ٦) ''تند و تیز ٹھنڈی آندھی سے انہیں ہلاک کیا گیا'' اور آندھی کی شدت نے ان کی قوت کو مغلوب کر دیا وہ اس کے مقابلہ اور بچاؤ کی تاب نہ لاسکے آندھی نے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا تیز آندھی نے ہر شخص کو

زمین سے اٹھایا اور فضا میں اونچا کر کے اس کو سر کے بل زمین پر پٹخ دیا جس کے باعث اس کے سر اور دماغ کا کچومر نکل گیا بلاشبہ ان کی تباہی و بربادی عبرت کا سامان مہیا کر رہی تھی ان کی اکثریت نے معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان قبول نہ کیا جب کہ اے محمد! (ﷺ) آپ کا پروردگار یقیناً وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں غالب ہے اور ایمان والوں پر مہربان ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع

ترجمہ: ثمود قبیلہ نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا (۱۴۱) جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۴۲) بے شک میں تمہارے لئے پیغمبر امانت دار ہوں (۱۴۳) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۴۴) اور میں تم سے پیغام پہنچانے پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا ہوں میری مزدوری نہیں ہے مگر جہانوں کے پروردگار پر ہے (۱۴۵) کیا تم محفوظ چھوڑ دیئے جاؤ گے ان چیزوں کے بارے میں جو یہاں ہیں (۱۴۶) باغات اور چشموں میں (۱۴۷) اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے شگوفے نازک ہیں (۱۴۸) اور تم پہاڑوں کو تراشتے ہوئے فخریہ انداز اختیار کئے ہوئے گھر بناتے ہو (۱۴۹) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۵۰) اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو (۱۵۱) وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں (۱۵۲) انہوں نے کہا یہ تو پختہ بات ہے کہ تو جادو کئے گئے لوگوں سے ہے (۱۵۳) نہیں ہے تو مگر ہمارے جیسا انسان ہے پس تو کوئی نشانی لے آ اگر تو سچ کہنے والوں سے ہے (۱۵۴) اس نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پانی پینے کی ایک باری ہے اور تمہارے لئے مقرر دن کی باری ہے (۱۵۵) اور تم نے اس کو تکلیف نہیں پہنچانی ہے کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑے گا (۱۵۶) پس انہوں نے اسے قتل کر دیا تو وہ پشیمان ہو گئے (۱۵۷) پس ان کو عذاب نے آ پکڑا بے شک اس

واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان دار نہ تھے (۱۵۸) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو غالب مہربان ہے (۱۵۹)

مفردات کی وضاحت: اَلطَّلْعُ جب پھل اولاً ظہور پذیر ہوتا ہے تو اس کو طلع کہا جاتا ہے، شگوفے، اَلْهَضِيْمُ پختہ کھجور، اَلنَّحْتُ پہاڑوں کا تراشنا، فَرِهٌ زبردست خوشی فخریہ انداز، شِرْبٌ پانی کی باری۔

تشریح: قوم ثمود کا بیان: قبیلہ ثمود نے ان کی جانب بھیجے جانے والے پیغمبر کو جھٹلایا جن کا نام صالح علیہ السلام تھا اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص ایک پیغمبر کو جھٹلاتا ہے تو گویا کہ اس نے سبھی پیغمبروں کو جھٹلایا جب انہیں ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم اللہ کے عذاب سے خوف محسوس نہیں کرتے ہو؟ کہ تم اللہ کے سوا کی عبادت کر رہے ہو تو وہ تم سے اس جرم کے باعث انتقام لے گا بلاشبہ میں تمہاری جانب بھیجا گیا ہوں امانت دار ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس ذمہ داری کے پورا کرنے پر ہرگز کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا ہوں میری مزدوری تو بس اللہ رب العالمین پر ہے کیا تمہارا پروردگار تمہیں اس دنیا میں رائیگاں ہی چھوڑ دے گا کہ تم امن واطمینان کے ساتھ رہو انعامات الٰہیہ میں خوش رہو کیا تم موت سے ہم کنار نہیں ہو گے یہ جملہ اس لئے لایا گیا ہے کہ ان کی عمریں لمبی تھیں چنانچہ صالح علیہ السلام نے انہیں خبردار کیا بھلا تمہارا پروردگار تمہیں اس دنیا میں امن وامان کی اور ہمیشہ کی نعمتوں میں چھوڑے رکھے گا؟ گویا کہ تم پر موت طاری نہ ہو گی تمہارا محاسبہ نہ ہو گا جزا سزا کا عمل جاری نہ ہو گا۔

ابن عباس کا قول: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں قوم ثمود کی عمریں لمبی تھیں تعمیر کئے گئے مکانات کی عمریں ان کی عمر سے کم تھیں اس مفہوم پر اللہ پاک کا یہ فرمان وَاسْتَعْمَرَكُمْ دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لمبی عمر عطا کی تھی تو صالح علیہ السلام نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم دنیا میں ہمیشہ زندہ رہو گے تم پر موت طاری نہ ہو گی، سرسبز باغات اور چشموں کے درمیان جہاں ہمیشہ پانی رواں دواں رہے گا اور کھلے میدانوں میں مختلف قسم کی کھیتیاں کھجوروں کے باغات میں ہمیشہ رہو گے جن کے پھل پختہ خوش ہضم جن کو تم تناول کرتے رہو گے اور پہاڑوں میں فخر وطمطراق کے ساتھ رہنے کیلئے انہیں کاٹ کاٹ کر باغات لگاؤ گے مختلف قسم کے پھلوں سے جو پختہ ہوں گے اپنی غذائی ضروریات کو پورا کرو گے لیکن تمہارا محاسبہ نہیں ہو گا اور پہاڑوں میں رہائش کیلئے بلاضرورت بھی محض کبر ونخوت کے اظہار کیلئے عمدہ رہائش گاہیں بنانے کیلئے پتھروں کو کاٹ تراش کر محلات تعمیر کر رہے ہو۔

علامہ رازیؒ کا قول: ان آیات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ھود علیہ السلام کی قوم پر خیالی لذات کا غلبہ تھا اور ظاہری بلندی تھی بلکہ تکبر ان کی گھٹی میں موجزن تھا جب کہ صالح علیہ السلام کی قوم کو لذات حسیہ سے شغف تھا کھانے، پینے، رہائش گاہوں کے عمدہ ہونے کی جانب رجحان تھا اور انکی عمریں لمبی تھیں ان کے تعمیر شدہ مکانات انکی زندگی میں ہی منہدم ہو جایا کرتے تھے مزید جدید رہائش گاہیں تعمیر کرنے کی ضرورت محسوس کرتے تھے ان کی عمریں کم از کم تین سو سال اور کچھ لوگ ہزار سال کی عمر تک بھی پہنچ جاتے تھے، تو انہوں نے قوم کو حکم دیا کہ اللہ کے عذاب سے خوفزدہ رہو اور میری خیر خواہی کی باتوں کو قبول کرو اور معاشرہ میں جو مجرم لوگ موجود ہیں انکی اطاعت نہ کرو جن کا مقصود زمین میں فساد انگیزی کرنا ہے اصلاح سے ان کا ہرگز تعلق نہیں ہے ایک دوسرے مقام میں ہے: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (النمل: ۴۸) ''اور شہر میں نو افراد ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد کرتے رہے اور اصلاح نہیں کرتے تھے'' قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یقیناً تیرا شمار ان لوگوں میں سے ہے جن

پر جادو کیا گیا ہے تیری عقل جاتی رہی ہے نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ تو ہمارے جیسا انسان ہے تو ہم تجھے کیسے اللہ کا پیغمبر تسلیم کریں؟ ہاں! اگر تو سچا ہے تو اپنی سچائی پر کوئی معجزہ پیش کر جس سے تیری سچائی واضح ہو جائے اس نے کہا یہ اونٹنی میرا معجزہ ہے جو اللہ پاک کی قدرت کے ساتھ چھوٹے سے پتھر سے نکلی ہے ایک دن اونٹنی کیلئے پانی پلانا ہے اور ایک دن پانی پینے کی تمہاری باری ہے۔

قتادہ کا قول: جب اونٹنی کے پانی پینے کی باری ہوتی تو وہ سبھی پانی پی جاتی تھی اور جس دن لوگوں کی باری ہوتی تو وہ پانی نہیں پیتی تھی یہ دوسرا معجزہ ہے، اور یاد رکھو! تم نے اونٹنی کو ہرگز کسی تکلیف سے دوچار نہیں کرنا ہے اس کو مارنا پیٹنا بھی نہیں اور زخمی بھی نہیں کرنا ہے اگر تم اس جرم کے مرتکب ہو جاؤ گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوفناک عذاب کا سامنا کرنا ہوگا جس کی شدت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ابن کثیرؒ کی وضاحت: وہ بیان کرتے ہیں کہ صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیا اگر وہ اونٹنی کو کسی تکلیف سے ہمکنار کریں گے چنانچہ اونٹنی ان کے درمیان کچھ عرصہ تک زندگی گزارتی رہی پانی سے اپنی پیاس بجھاتی اور درختوں کے پتے اور چراگاہ سے چارہ حاصل کرتی رہی اور لوگ اس کا دودھ اپنے استعمال میں لاتے رہے دودھ نہ صرف یہ کہ اسے نوش کرتے تھے بلکہ اس سے انہیں سیرابی حاصل ہو جاتی تھی جب طویل عرصہ گزر گیا تو ان میں ایک بدبخت انسان کھڑا ہوا تو سبھی نے اس کے قتل پر اتفاق کیا اس طرح انہوں نے اونٹنی کی کھونچیں کاٹ دیں پھر اپنے اس فعل پر وہ شرمندہ ہوئے اونٹنی کو تیروں کا نشانہ بنایا ان میں بدنصیب انسان (قدار بن سالف) نے عوام کے کہنے اور ان کی رضامندی پر اونٹنی کو تیر مارا پھر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے ڈر سے پشیمان ہوئے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ نے وضاحت کی ہے کہ ان کی پشیمانی توبہ کرنے کے انداز کی نہ تھی البتہ عذاب سے خوفزدگی کے باعث تھی کہ کہیں جلد ہی عذاب نہ نازل ہو جائے عذاب کی شکل یہ تھی کہ فضا میں ایک زبردست خوفناک چیخ کی آواز بلند ہوئی جس کے باعث ان کے اجسام سے ارواح نکل گئیں اور ان کے دل پھٹ گئے اور ان کی آبادی میں زلزلہ کی کیفیت نمودار ہوئی اور ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی جس کے باعث وہ سبھی موت سے ہمکنار ہو گئے اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے جن میں سوجھ بوجھ موجود ہے اور تدبر و تفکر کا داعیہ اجاگر ہے اور ان میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو ایمان سے بے بہرہ تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پروردگار غالب بھی ہے اور اس کا وصف رحمت کرنا بھی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴿۱۷۵﴾ ع

ترجمہ: قوم لوط نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا (۱۶۰) جب ان کو ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۶۱) بے شک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں (۱۶۲) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۶۳) اور میں تم سے پیغام پہنچانے پر کچھ مزدوری طلب نہیں کرتا ہوں نہیں ہے میری مزدوری مگر جہانوں کے پروردگار پر ہے (۱۶۴) کیا تم جہان والوں میں سے مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو؟ (۱۶۵) اور تم ان کو چھوڑتے ہو جن کو تمہارے پروردگار نے پیدا کیا ہے تمہاری عورتوں سے بلکہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو (۱۶۶) انہوں نے کہا اگر تو باز نہ آیا اے لوط! تو یقیناً تو ان لوگوں سے ہوگا جن کو نکال دیا جاتا ہے (۱۶۷) اس نے کہا بلاشبہ میں تمہارے فعل کے باعث تمہارے دشمنوں سے ہوں (۱۶۸) اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عذاب سے نجات عطا کر جو کردار وہ ادا کر رہے ہیں (۱۶۹) تو ہم نے اس کو اس کے اہل کو نجات عطا کی (۱۷۰) البتہ بوڑھی عورت جو پیچھے رہنے والوں سے تھی (۱۷۱) پھر ہم نے ان دوسروں کو تباہ و برباد کر دیا (۱۷۲) اور ہم نے ان پر بارش کی بارش کرنا تو ڈرائے گئے لوگوں پر بارش بری تھی (۱۷۳) بے شک اس واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں زیادہ لوگ مسلمان نہ تھے (۱۷۴) اور یقیناً تیرا پروردگار ضرور وہی غالب مہربان ہے (۱۷۵)

مفردات کی وضاحت: اَخُوْهُم سکونت کے لحاظ سے بھائی تھے دین اور نسب کے لحاظ سے بھائی نہ تھے جبکہ لوط علیہ السلام تو ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان دونوں کا تعلق بابل کی سرزمین سے تھا، ذُکران کا واحد ذَکَرٌ ہے مرد مراد ہے، عادون حد سے تجاوز کرنے والے جن کا تعین عقل اور شرع کے لحاظ سے کیا گیا ہو، اَلْمُخْرَجِيْنَ جلاوطن کئے گئے، القالین کا مادہ (ق ل ی) ہے شدید قسم کا بغض جو دل کو جلا کر رکھ دیتا ہے، الغابرین جو لوگ وہاں رہے جبکہ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی وہیں رہی لوط علیہ السلام کے ساتھ نہ گئی۔

تشریح: قوم لوط نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا قرار دیا جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم اللہ کے عذاب کے نازل ہونے سے خوفزدہ نہیں ہو رہے ہو اس لئے کہ جب تم نے اللہ کے سوا کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو اس کے نتیجہ میں تم پر اللہ کا عذاب آئے گا اس لئے تم اللہ کی ذات سے ڈرو بے غیرتی کا ثبوت فراہم نہ کرو اور تم میری اطاعت کرو میں احکام الٰہیہ کی تبلیغ پر تم سے تنخواہ، اجرت کا مطالبہ نہیں کر رہا ہوں میری مزدوری تو صرف اللہ کے ہاں ہے جو پروردگار عالم ہے، ذہن نشین کریں یہی الفاظ اور یہی کلمات ان سے پہلے صالح، ھود، نوح علیہم السلام نے بھی دہرائے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبھی پیغمبروں کی دعوت توحید ایک ہے اور ان کا مقصود بھی ایک ہے جب کہ ان پر اللہ کی جانب سے وحی نازل ہوتی رہی، اس کے بعد لوط علیہ السلام نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ان کے مذموم فعل کا انکار کرتے ہوئے اور انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے غیظ و غضب کے عالم میں کہا کہ تم لڑکوں کی دبر کو استعمال کرتے ہو یاد رکھو انسانیت کی تاریخ میں اس طرح کے گھناؤنے جرم کے تم پہلی بار مرتکب ہوئے ہو اور لڑکیوں سے تم کنارہ کشی کرتے ہو جن سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ ان سے نکاح کے ساتھ شہوت رانی کرو اس مقام پر مجاہدؒ تابعی کا قول آب زر کیساتھ لکھنے کے لائق ہے کہ تم

نے عورتوں کی شرمگاہوں کے استعمال کو چھوڑ رکھا ہے اور لڑکوں کی دبر کو استعمال کر رہے ہو جب کہ دبر گوبر کی جگہ ہے اس کے برخلاف عورتوں کی شرمگاہ کو مقام حرث (کھیتی باڑی کی جگہ) قرار دیا ہے کہ اس طرح عورتوں سے اپنے خاوندوں کے نطفہ کے شرمگاہ میں داخل ہونے کے بعد نسل کا سلسلہ برقرار رہتا ہے، ذہن نشین کریں جہاں لڑکوں کی دبر کو استعمال کرنا شیطانی فعل ہے وہاں بیویوں کی دبر کو بھی استعمال کرنا ملعون فعل ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ جو لڑکوں کی دبر میں لواطت کے خبیث فعل کے مرتکب ہوتے ہو اس طرح تم مقرر کردہ حدود الٰہیہ سے تجاوز کر رہے ہو بلکہ تم تو حیوانوں سے بھی بدتر ہو جبکہ مذکر حیوان مذکر حیوان کی دبر کو استعمال نہیں کرتا ہے، معلوم ہوا اس قماش کے لوگ حیوانات کے سٹیج سے بھی نیچے اتر چکے ہیں، فوا اسفاہ۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ: انہوں نے برملا لوط علیہ السلام کو ڈانٹ پلاتے ہوئے وارننگ دی کہ اے لوط! اگر تو ہمارے اس فعل پر ہمیں عار دلانے اور برا بھلا کہنے سے باز نہ آیا تو ہم تجھے اپنے شہر سے جلاوطن کر دیں گے جیسا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی تیرے جیسے لوگوں کو نکال دیا تھا بہرحال انہوں نے لوط علیہ السلام کو جلاوطن کرنے اور ملک بدر کرنیکی زوردار الفاظ میں دھمکی دی انکے اس انداز پر لوط علیہ السلام نے زور دے کر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ یقین رکھو میں تمہارے شنیع فعل پر ان لوگوں میں خود کو شامل کرتا ہوں جو اس فعل کو فطرت انسانیہ کے خلاف قرار دیتے ہیں اور غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس عذاب سے نجات عطا کرنا جس کے یہ لوگ مستحق قرار پائے جبکہ انہوں نے انسانیت سوز جرم کا ارتکاب کیا اور کرتے رہے۔

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ: ہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے اہل وعیال کو نجات عطا کی البتہ ان کی بیوی کو دیگر لوگوں کے ساتھ عذاب کی لپیٹ میں ہلاک کر دیا جب کہ وہ بدکردار تھی پھر ہم نے انہیں تباہ وبرباد کر دیا ان پر پتھروں کی بارش ہوئی مزید انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا ان پر بارش کا عذاب نہایت گھبراہٹ ناک تھا بلاشبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو بصیرت رکھتے ہیں۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ
﴿١٨٣﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ
﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ
السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ
عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ ع

ترجمہ: ایکہ کے باشندوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا (۱۷۶) جب شعیب نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۷۷)

بلاشبہ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں (۱۷۸) پس تم اللہ سے ڈرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو (۱۷۹) اور میں تم سے پیغام پہنچانے پر کچھ مزدوری کا سوال نہیں کرتا ہوں میری مزدوری نہیں ہے مگر جہانوں کے پروردگار پر ہے (۱۸۰) اور تم ناپ پورا کرو اور تم کم دینے والوں سے نہ بنو (۱۸۱) اور صحیح ترازو کے ساتھ وزن کرو (۱۸۱) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو (۱۸۲) اور زمین میں بیباکی کے ساتھ فساد کرنے والے نہ بنو (۱۸۳) اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا ہے (۱۸۴) انہوں نے کہا سوائے اس کے نہیں کہ تو ان لوگوں سے ہے جن پر جادو کیا گیا ہے (۱۸۵) اور تو نہیں ہے مگر ہمارے جیسا انسان ہے اور یقیناً ہم تجھ کو ضرور ان لوگوں سے خیال کرتے ہیں جو جھوٹ کہنے والے ہیں (۱۸۶) پس تو ہم پر آسمان سے ٹکڑا گرائے اگر تو سچ کہنے والوں سے ہے (۱۸۷) اس نے کہا میرا پروردگار بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو (۱۸۸) پس انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ان کو سائے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا (۱۸۹) بلاشبہ اس واقعہ میں نشانی ہے اور ان میں زیادہ تعداد ایمان والوں کی نہ تھی (۱۹۰) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار وہی غالب مہربان ہے (۱۹۱)

مفردات کی وضاحت: اَلْاَیْکَۃ وہ جگہ جہاں درختوں کے جھنڈ ہوں جھنگی مراد ہے یہ جھنگی مدین شہر کے قریب تھی اس کے باشندوں کی جانب بھی اللہ تعالیٰ نے شعیب پیغمبر کو بھیجا جیسا کہ ان کو مدین شہر کے باشندوں کی جانب بھی بھیجا تھا جبکہ ان میں کوئی دوسرا پیغمبر نہیں تھا، اَلْمُخْسِرِیْنَ لوگوں سے زیادہ ناپ لینے والے، اَلْقِسْطَاسِ ترازو، اَلْجِبِلَّۃَ پیدائش، طبیعت، اَلظُّلَّۃِ بادل۔

تناسب: ان آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمایا ہے کہ ان کا معاملہ ان کی قوم اہل مدین کے ساتھ کیسا رہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی جانب مبعوث فرمایا انہوں نے خیر خواہانہ انداز میں ناپ تول کے پورا رکھنے کا حکم دیا۔

تشریح: مدین والوں کا بیان: انہوں نے ان کی جانب مبعوث کئے جانے والے پیغمبر شعیب علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا جب شعیب علیہ السلام نے ان کو آگاہ کیا کہ تم تقویٰ اختیار کرو بلاشبہ میں تمہاری جانب بھیجا گیا ہوں امانت دار ہوں میں اس پر تم سے مزدوری کا خواہاں نہیں ہوں میری مزدوری کا اجر وثواب تو پروردگار عالم عطا فرمائیں گے تم ناپ تول میں لوگوں کے حقوق کو پورا کرو اور ناپ تول میں کمی نہ کرو تم انصاف کے ترازو کے ساتھ معاملہ کرو لوگوں کو ان کے حقوق ادا کرتے ہوئے کمی نہ کرو نقصان نہ پہنچاؤ ان کے مال کو لوٹنے کی کوشش نہ کرو اور اللہ کی زمین پر فساد انگیزی سے باز رہو ڈاکہ ڈالنا، لوٹ مار کرنا، ناجائز طریق سے مال ہتھیانا، ان سب نقصان پہنچانے والی صورتوں سے خود کو تحفظ عطا کرو اور تم اللہ کی ذات کا خوف اپنے دلوں میں جاگزیں رکھو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی مخلوق کو پیدا فرمایا انہوں نے جواب میں کہا معلوم ہوتا ہے تو ان لوگوں سے ہے جن پر جادو کے اثرات موجود ہیں اور ان کی عقل پر غلبہ ہے اور تو بس ہمارے جیسا انسان ہے پیغمبر نہیں ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم تجھے جھوٹا باور کرتے ہیں اور تو جھوٹ کہہ رہا ہے خود کو اللہ کا پیغمبر قرار دے رہا ہے تجھے اختیار ہے تو ہم پر آسمان سے عذاب نازل کرے اگر تو سچ کہہ رہا ہے، دراصل انہوں نے عذاب کا مطالبہ اس لئے کیا کہ انکے ذہن میں یہ حقیقت یقینی تھی کہ وہ ہم پر عذاب نازل نہیں کر سکے گا اور جب عذاب نازل نہ ہوگا تو اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

شعیب کا اپنی قوم کو اصلاحی خطاب: شعیب علیہ السلام نے انہیں کھلے انداز میں اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ میرے پروردگار کو تمہارے

اعمال کا خوب علم ہے اگر تم عذاب کے مستحق سمجھے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم پر عذاب اتار دے گا جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، بہر حال عذاب کا نازل ہونا اللہ پاک کی مشیت پر منحصر ہے انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ان پر خوفناک عذاب نازل ہوا جو بظاہر بادلوں کا سایہ تھا اس کی وضاحت یوں ہے کہ ان پر شدید گرمی کا حملہ ہوا جس کے باعث ان کا آرام مفقود ہو گیا اور ان کی سانس کی کیفیت حد اعتدال سے بلند ہو گئی چنانچہ وہ بے چینی کے عالم میں گھروں کو خیر باد کہہ کر جنگل کی جانب نکل گئے شائد وہاں انہیں آرام نصیب ہو گا اس دوران اللہ تعالیٰ نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا جس کے باعث انہیں سورج کی تپش سے تحفظ حاصل ہوا اور ٹھنڈک محسوس کی تو قدرے آرام کی کیفیت میں انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دینی شروع کیں جب وہ ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کا عذاب اتارا جس کے باعث وہ جل کر راکھ ہو گئے اور ان پر عذاب کی یہ کیفیت نہایت ہولناک تھی، یہاں تک پہلی امتوں کے سات واقعات بیان ہوئے ہیں جن کی وحی نبی ﷺ کی جانب کی گئی ہے تاکہ آپ اپنی قوم کے بارے میں جو لالچ رکھتے ہیں کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوں اس سے آپ کے ذہن کو پھیر دیا گیا ہے کہ آپ ہرگز ان سے امیدیں وابستہ نہ رکھیں یہ لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں ہرگز افسوس آپ کو دامن گیر نہ ہو چنانچہ سورت کے آغاز میں کہا گیا ہے کہ شائد آپ خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے ہیں اس انداز سے آپ کے حزن و ملال کو دور کرنا مقصود ہے اور عقل مندوں کے لئے باعث عبرت ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ
الْمُنْذِرِيْنَ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً
اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ
مُنْظَرُوْنَ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا
كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا
مُنْذِرُوْنَ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ
لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴿٢١٢﴾

ترجمہ: اور یقیناً قرآن جہانوں کے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا ہے (۱۹۲) اس کو جبریل امین لائے (۱۹۳)
آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہو جائیں (۱۹۴) عربی زبان میں جو واضح ہے (۱۹۵) اور یقیناً اس
کی خبر پہلے صحیفوں میں ہے (۱۹۶) کیا ان کے لئے یہ نشانی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء اس کی حقانیت کو جانتے
ہیں (۱۹۷) اور اگر ہم اس کو بعض عجمیوں پر اتارتے (۱۹۸) تو وہ اس کو ان پر پڑھتے تو وہ ہرگز اس پر ایمان نہ

لاتے (۱۹۹) اسی طرح ہم نے اس کو مجرموں کے دلوں میں داخل کیا (۲۰۰) وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ پائیں گے (۲۰۱) پس وہ ان کے پاس اچانک آ جائے گا اور انہیں خبر ہی نہ ہو گی (۲۰۲) پس وہ کہتے ہیں کیا ہم مہلت دیئے جائیں گے (۲۰۳) کیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں (۲۰۴) کیا تو نے دیکھا اگر ہم ان کو سالوں کا فائدہ عطا کرتے (۲۰۵) پھر ان کے پاس وہ چیز آتی جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا (۲۰۶) ان کا فوائد سے بہرمند ہونا ان سے کس چیز کو دور نہ کر سکے گا (۲۰۷) اور ہم کسی بستی کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں مگر اس کے لئے ڈرانے والے تھے (۲۰۸) نصیحت دینے کے لئے اور ہم ظالم نہ تھے (۲۰۹) اور قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترے ہیں (۲۱۰) اور ان کے لئے لائق نہیں اور نہ وہ طاقت رکھتے ہیں (۲۱۱) یقیناً انہیں سننے سے دور رکھا گیا ہے (۲۱۲)

مفردات کی وضاحت: عَلٰی قَلْبِکَ سے نبی ﷺ کی روح مراد ہے اس لئے کہ روح میں ادراک کا داعیہ موجود ہے اور روح کے لحاظ سے انسان مکلّف ہے جسم کے لحاظ سے نہیں ہے، اَلزُّبُرُ کا واحد زَبَرَۃٌ ہے، سَلَکْنٰہُ ہم نے اس کو داخل کیا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کو بیان فرمایا اور انبیائے کرام اور عوام الناس کے درمیان کیا جھگڑے ہوتے رہے اور اس حقیقت کو بھی آشکارا کیا کہ جن لوگوں نے انبیاء کرام کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور آخر کار غلبہ پیغمبروں کو حاصل ہوا، ان واقعات کے بیان سے مقصود نبی ﷺ کو صبر دلانا ہے اور اس حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ اللہ کی سنت کے مطابق بالآخر غلبہ آپ کو حاصل ہوگا اسکے بعد بیان ہو رہا ہے کہ قرآن پاک جس میں ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے یہ اللہ کی جانب سے وحی ہے جس کو اپنے بندے اور اپنے آخری نبی ﷺ پر اتارا ہے تاکہ آپ نافرمان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کریں اور اللہ کے ان بندوں کو خوشخبری عطا کریں جو پرہیزگار ہیں اور قرآن پاک کا تذکرہ اس سے پہلی نازل شدہ کتابوں میں بھی موجود ہے۔

تشریح: بلاشبہ یہ قرآن پاک جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب اتارا ہے اور جبریل علیہ السلام نے اس کو آپ کی خدمت میں عربی زبان میں پیش کیا ہے آپ نے اسے ذہن میں محفوظ کر لیا ہے تو آپ اس کے ساتھ اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے ان پر حجت قائم ہو جائے اور اسے آپ کے دل پر اتارنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ قرآن محفوظ ہے جب کہ دل ایک ایسا عضو ہے جس کے ساتھ امتیاز حاصل ہوتا ہے دیگر سب اعضاء اس کے تابع ہیں، ارشاد نبوی ہے بلاشبہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو مکمل جسم درست رہتا ہے اور اگر اس میں بگاڑ رونما ہو جائے تو تمام جسم میں بگاڑ رونما ہو جاتا ہے خبردار وہ دل ہے۔[1]

اور قرآن پاک واضح عربی زبان میں ہے جو ان کی زبان ہے اس لئے کہ وہ اس سے روگردانی نہ کر سکیں گے، مزید برآں اس کا تذکرہ پہلی نازل شدہ کتابوں میں بھی ہے پہلے پیغمبروں نے جہاں آخرالزمان پیغمبر کو خوشخبری عطا کی ہے وہاں قرآن پاک کا بھی تذکرہ ہے کیا ان کے لئے اتنی گواہی کافی نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ تورات اور انجیل کے متعدد مقامات میں رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ کے بارے میں خوشخبری دی ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب ۳۹، صحیح مسلم کتاب البیوع باب ۴۲، صحیح ابن ماجہ کتاب الفتن باب ۱۴

عربی میں قرآن نازل کرنے کی برکتیں: وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ: بلاشبہ ہم نے قرآن پاک کو ایک عربی النسل انسان پر اتارا ہے قرآن پاک کی عربی زبان واضح ہے ان لوگوں نے جب اس کو سنا اور سمجھا تو انہوں نے اس کی فصاحت کو بھانپ کر کہا کہ یہ کتاب تو اعجاز کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اس جیسا کلام پیش نہیں کیا جا سکتا اور پہلی نازل شدہ کتابوں نے اس کی بشارت کا ذکر کیا اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے انکار کیا کبھی قرآن پاک کو اشعار کا مجموعہ قرار دیا کبھی اس کا نام کہانت رکھا اور اگر ہم اس کو کسی غیر عربی عجمی انسان پر اتارتے جو عربی زبان سے آشنا نہ ہوتا اور وہ اس کی ان پر تلاوت کرتا تو انہوں نے اس کا انکار کرنا تھا اور کہنا تھا کہ سمجھ سے باہر ہے کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے اس وضاحت سے مقصود رسول اکرم ﷺ کو صبر دلانا ہے تا کہ آپ کا غم دور ہو جائے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ: اسی طرح ہم نے قرآن پاک کو مجرموں کے دلوں میں داخل کیا انہوں نے قرآن پاک کو سنا اور سمجھا اس کی فصاحت و بلاغت سے شناسا ہوئے اور اسکے اعجاز سے بھی مطمئن ہوئے اسکے باوجود اس کا انکار کیا اور اس پر ایمان نہ لائے اور مستقبل میں بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ عذاب کو نہ دیکھ پائیں گے اس وقت ان کا ایمان لانا انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گا تو جب اچانک ان پر عذاب نازل ہو جائے گا اور انہیں اس کے آنے کا علم نہیں ہوگا تو اس وقت وہ افسوس کرتے ہوئے اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کیا ہمیں مہلت نہ دی جائے گی کہ ہم ایمان لے آئیں؟ تو اللہ پاک انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کر رہے ہیں کہ کس طرح وہ ہمارے عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور برملا کہہ رہے ہیں کہ آپ ہمارے پاس دردناک عذاب لے آئیں جبکہ عذاب کے نازل ہونے کے وقت وہ مہلت اور تاخیر کا مطالبہ کریں گے۔

قرآن کے اعجاز کا بیان: اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ: اے محمد! (ﷺ) مجھے بتائیں اگر ہم انہیں لمبا عرصہ کئی سال تک مہلت دیتے ہیں جب کہ ان کی صحت بھی قابل رشک ہو اور عیش و عشرت کی زندگی گزر رہی ہو اس کے بعد ان کے ہاں عذاب نازل ہو جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو اس وقت کیا فائدہ حاصل ہوگا کیا یہ نعمتیں ان کے حزن و ملال کے دوران ان کے لئے فائدہ بخش ہوں گی یا ان کا غم و غصہ کم ہو جائے گا؟ اور ہم نے کسی بستی کے باشندوں کو تباہ و برباد نہیں کیا مگر ہم نے ان پر حجت قائم کی ان کے ہاں اللہ پاک کے پیغمبر آئے جنہوں نے انہیں خوشخبریوں سے نوازا اگر وہ احکام الٰہیہ کے مطابق رواں دواں رہیں گے اور انہوں نے انہیں اللہ پاک کے عذاب سے خوفزدہ کیا اگر وہ مخالفت کریں گے تا کہ ان کی ہلاکت دوسروں کے لئے عبرت کا سامان فراہم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ہم انہیں عذاب میں مبتلا کرنے کے لحاظ سے ہرگز ان پر ظلم نہیں کر رہے ہیں جب کہ ہم نے ان پر دلیل قائم کر دی اور ان کی معذرت کو ختم کر دیا۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اعجاز اور رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی سچائی پر خبردار کیا ہے اور ان لوگوں کی تردید ہو رہی ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن تو شیاطین اور جنوں کا القاء ہے جس طرح وہ کاہنوں پر القاء کرتے رہتے ہیں کہہ دیجئے ہرگز نہیں! قرآن پاک کو شیاطین نے نہیں اتارا ہے بلکہ اس کو جبریل امین لے کر آئے جب کہ شیطانوں کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ قرآن پاک کو اتارتے ان میں ہرگز اس قسم کی استطاعت نہیں ہے جب کہ نبی ﷺ کی نبوت کے وقت سے شیاطین کو روک دیا گیا کہ وہ اس کو سن نہیں سکیں گے فرشتوں کو حائل کیا گیا، مزید شہاب ثاقب کا انتظام کیا گیا وہ انہیں سننے سے دور رکھتے تھے جونہی کوئی شیطان سننے کے لئے آگے آتا تو شہاب ثاقب گرا کر اس کو بھسم کر دیا جاتا تو جب وہ سن نہیں سکتے تو ان کے لئے قرآن پاک کو اتارنا

کیسے ممکن ہے؟ جب کہ آسمان دنیا پر حفاظتی سامان اور شہاب ثاقب کے گرانے کا انتظام کر دیا گیا تو ہرگز شیاطین کے لئے قرآن پاک کے ایک حرف کا سننا بھی ممکن نہ رہا سورۂ جن میں مزید تفصیل سے آگاہ کیا جائے گا۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴿٢١٤﴾
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تَعْمَلُوْنَ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴿٢١٨﴾ وَ
تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ
الشَّيٰطِيْنُ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴿٢٢٣﴾
وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا
لَا يَفْعَلُوْنَ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ
بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴿٢٢٧﴾ ع

ترجمہ: پس تو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار پس تو ان لوگوں سے ہو جائے گا جن کو عذاب میں گرفتار کیا جائے گا(۲۱۳) اور تو اپنے قریبی قبیلہ کو ڈرائیں(۲۱۴) اور تو اپنے بازو کو نیچا کر ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں سے تیری تابعداری کریں(۲۱۵) پس اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں پس آپ کہیں بے شک میں بے تعلق ہوں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو(۲۱۶) اور اس ذات پر بھروسہ کریں جو غالب مہربان ہے(۲۱۷) وہ جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے(۲۱۸) اور تیرے پھرنے کو سجدہ کرنے والوں میں(۲۱۹) یقیناً وہ وہی سنتا ہے جانتا ہے(۲۲۰) کیا میں تمہیں خبر دوں کہ کس شخص پر شیاطین اترتے ہیں(۲۲۱) اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہگار پر(۲۲۲) وہ کان لگاتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹ کہنے والے ہیں(۲۲۳) اور شعراء ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں(۲۲۴) کیا تو نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ ہر وادی میں حیران پھرتے ہیں(۲۲۵) اور وہ ایسے ہیں جو کہتے ہیں وہ بات جس کو کرتے نہیں ہیں(۲۲۶) البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا اور انہوں نے بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ بالآخر کس پھرنے کی جگہ پر وہ پھریں گے(۲۲۷)

مفردات کی وضاحت: يُلْقُوْنَ السَّمْعَ شیاطین کی جانب مبالغہ کے ساتھ کان جھکاتے ہیں، يَهِيْمُوْنَ چارپایوں کی طرح حیران پھرتے ہیں کچھ راہ نہیں پاتے ہیں۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے دلائل عقلیہ کو بیان کیا اور گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات سے آگاہ کیا جن کے ملاحظہ کرنے سے یقیناً رسول اکرم ﷺ کے دل میں جو حزن و ملال تھا وہ کافور ہو گیا اسکے بعد آپ کی نبوت کی صداقت پر دلائل ذکر کئے اس کے بعد آپ

نے اپنے اور شعراء کے درمیان فرق کو واضح کیا جبکہ سورت کے اختتام پر کفار کو زبردست تہدید آمیز الفاظ کیساتھ آگاہ کیا، اللہ پاک نے واضح کیا ہے کہ شیاطین کو قرآن پاک کے نازل ہونے کے وقت روک دیا جاتا ہے وہ سن نہیں پاتے ہیں، اس کیساتھ اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کو پروردگار عالم کی جانب سے اتارا گیا ہے اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ شیاطین کا اللہ کے پیغمبر پر اترنا محال ہے شیاطین تو بس ان لوگوں پر اترتے ہیں جو جھوٹے فاجر فاسق ہوں۔

تشریح: میں تمہیں کھلے انداز میں خبردار کررہا ہوں اس خبر سے نہ صرف یہ کہ دینی معاملات میں فوائد حاصل ہوں گے بلکہ دنیوی امور میں بھی خاطر خواہ فوائد سے ہم کنار ہوسکو گے کہ تم کھلے انداز میں شیطان اور رحمان کے دوستوں میں امتیاز قائم کرسکو گے، دراصل اس مقام میں ان مشرکین لوگوں کا رد ہورہا ہے جن کا خیال تھا کہ نبی ﷺ نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ شیطان جن اس کو لانے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان کے اتہام سے بری قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ قرآن پاک کے اتارے جانے میں ہرگز شیاطین کا کچھ تعلق نہیں، قرآن پاک کو تو عظمت والا فرشتہ لے کر آیا ہے اس کے اتارے جانے سے ہرگز شیاطین کا کچھ واسطہ نہیں ہے، شیاطین تو کذاب فاجر فاسق قسم کے لوگوں پر اترتے ہیں جو کہانت کا پیشہ رکھتے ہیں جیسے شق اور سطیح دو مشہور کاہن ہیں، جھوٹ کہنے والے اپنے کانوں کو شیاطین کی جانب جھکائے رکھتے ہیں وہ ان سے جھوٹی باتیں حاصل کرتے ہیں اور وہ کم ہی سچ بولتے ہیں۔

شعراء کی اقسام: ذہن نشین کریں کہ محمد ﷺ اور عرب کے کاہنوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے جب کہ محمد ﷺ اپنے پروردگار کی جانب سے جو بات نقل کرتا ہے اس کے سچا ہونے میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے جب کہ کاہن قسم کے لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے ان سے سچ کہنا ممکن نہیں اور جس طرح محمد ﷺ اور کاہنوں کے درمیان واضح فرق ہے اسی طرح شعراء قسم کے لوگوں اور آپ ﷺ میں فرق ہے، ظاہر ہے کہ شعراء قسم کے لوگوں کے تابعدار گمراہ لوگ ہوتے ہیں فساد انگیزی کرنے والے ہوتے ہیں جب کہ فساد انگیزی کا نتیجہ تباہی وبربادی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ کے پیروکار فساد انگیزی سے کنارہ کش رہتے ہیں وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنی غلطیوں سے عفو وکرم کی بھیک طلب کرتے ہوئے اشکبار ہوتے ہیں، ذہن نشین کریں کہ اشعار کی دو قسمیں ہیں بعض اشعار مفہوم کے لحاظ سے درست ہوتے ہیں جب کہ بعض اشعار کا مفہوم کراہت سے خالی نہیں ہوتا، شرید نامی صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا آپ نے مجھ سے استفسار کیا آپ کو امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شعر معلوم ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا آپ سنائیں، میں نے آپ کو شعر سنایا آپ کی خواہش پر میں نے آپکی خدمت میں یکصد اشعار پیش کئے، معلوم ہوا جب اشعار کا مفہوم شرعاً اور طبعاً مستحسن ہو تو ان کو حافظہ میں جگہ دینا اور یاد کرنا درست ہے، خیال رہے نبی ﷺ نے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار کو سننے کیلئے رغبت فرمائی اس لئے کہ اس شاعر کے کلام میں حکمت آموز باتیں تھیں بلکہ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کر لیتا۔[1]

اب اس حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ شعراء کی گمراہی کس سبب سے ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کو واضح کرتے ہوئے خبردار کیا ہے آپ کو اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہیے کہ شاعر قسم کے لوگ اشعار کہنے میں مختلف اسلوب اختیار کرتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چیز کو مذموم قرار دینے کے بعد اسی کی مدح وتوصیف کرنے لگ جاتے ہیں اور اس کے

[1] صحیح مسلم کتاب الشعر باب ۱، مسند احمد ۴/۳۸۸

خلاف بھی رواں دواں رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود حق وصداقت کا اظہار نہیں ہوتا جب کہ محمد ﷺ کی فطرت میں سچائی ہے آپ کی زبان سے ہمیشہ سچی بات ہی نکلتی ہے اور زندگی بھر آپ کا ایک ہی انداز رہا کہ آپ لوگوں کو اللہ کی جانب دعوت دیتے رہے اور اخروی زندگی کو بہتر بنانے کی ترغیب دلاتے رہے اور دنیوی زندگی میں بے فائدہ کھیل کود سے روکتے رہے۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ: وہ لوگوں کو تو سخاوت کی جانب رغبت دلاتے ہیں لیکن خود سخاوت سے کنارہ کشی کرتے رہے اور لوگوں کو بخل سے نفرت دلاتے رہے اور خود بخل کی زندگی اپناتے رہے اور فواحش کے مرتکب ہوتے رہے اس کے بعد عام قسم کے شعراء سے جو مذموم اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں ان سے بعض شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

چار قسم کے اشعار جائز ہیں :اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: مذموم قسم کے شعراء سے چار قسم کے شعراء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:-(۱) وہ شعراء جو ایمان کے وصف کیساتھ موصوف ہیں، (۲) وہ شعراء جو ایمان کے وصف کیساتھ اعمال صالحہ بجالاتے رہے، (۳) جن شعراء نے اللہ کی توحید، نبوت، دعوت حق کے مضمون پر کثرت کیساتھ اشعار کہے، (۴) انہوں نے کسی کی مذمت کرنے سے خود کو تحفظ عطا کیا البتہ جب انکی مذمت کسی شاعر نے کی ہے تو اس کا انہوں نے بھرپور انداز میں جواب دیا، جیسا کہ ابن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم ہیں، یہ شعراء رسول اکرم ﷺ کی جانب سے بھرپور اچھے انداز میں جواب دیا کرتے تھے، منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کعب بن مالک کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ کفار کی مذمت کریں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کا انکی مذمت میں اشعار کہنے سے ان پر زبردست دباؤ ہوتا ہے بلکہ تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ اثر ہوتا ہے، نیز آپ ﷺ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ آپ اشعار کہیں اور جبریل علیہ السلام آپ کیساتھ ہیں۔[۱]

شان نزول: جب شعراء کی مذمت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں شعراء کی مذمت کا پہلو موجود تھا تو حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے مذمت کے باعث ان کی آنکھیں پرنم تھیں انہوں نے افسردگی کے عالم میں اس حقیقت کو دہرایا کہ ہم تو شاعر ہیں اور ہمارے بارے میں ہماری مذمت میں آیت نازل ہوئی ہے تو ان کے کہنے پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ آیت میں ایماندار اعمال صالحہ ادا کرنے والوں اور مظلومانہ کیفیت میں بدلہ لینے کی اجازت دیتے ہوئے انہیں مستثنیٰ قرار دیا اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا تم بدلہ لے سکتے ہو البتہ درست بات کہو اور مخالفین کے آباؤ اجداد کے بارے میں کچھ نہ کہو۔[۲] حسان بن ثابت کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَاَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَاللهِ فِيْ ذَاکَ الْجَزَاءُ
وَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَهُ وعِرْضِی لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءٌ
تَشْتِمُهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفُوٍ فَشَرُّكُمَا بِخَيْرِ كُمَا الْفِدَاءُ
لِسَانِی صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيْهِ وَبَحْرِی لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

”تو نے محمد (ﷺ) کی مذمت کی ہے میں نے مذمت کا جواب دیا ہے اور اللہ ہی کے ہاں اس کا بدلہ ہے اور بلاشبہ میرا باپ اور اس کا باپ اور میری عزت تم سے محمد کی عزت کو تحفظ عطا کرنے والی ہے کیا تو اس کو برا بھلا کہتا ہے جب کہ تو اس کے برابر نہیں ہے، پس تم دونوں میں سے جو شخص بہت برا ہے وہ تم میں سے زیادہ بہتر پر قربان ہو میری زبان ایسی قاطع تلوار ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور میرے اشعار سمندر ہیں اس میں ڈول گرانے سے اس کا پانی گندھلا نہیں ہوتا ہے“ کعب نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول

[۱] مسلم کتاب فضائل صحابہ باب ۳۴، مسند احمد ۲۹۸/۴ [۲] صحیح بخاری کتاب المغازی باب ۹۱

(ﷺ)! کیا یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعر گوئی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا آپ کو علم ہے؟ آپ ﷺ اسکے بارے میں وضاحت فرمائیں، نبی ﷺ نے فرمایا مجاہد شخص اپنی جان اپنی تلوار اور اپنی زبان کیساتھ جہاد کرتا ہے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے اشعار کیساتھ ان پر جو حملہ کیا ہے وہ تیروں کی بوچھاڑ ہی ہے، چنانچہ کعب بن مالک کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

جَاءَتْ سَخِیْنَةُ کَیْ تُغَالِبَ رَبَّهَا فَلَیُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغُلَّابِ

''قبیلہ قریش کے سردار کروفر کے ساتھ آئے کہ وہ اپنے پروردگار پر غالب آئیں گے حالانکہ اللہ کی ذات جو سب پر غالب ہے اس کو مغلوب کرنے والا یقیناً مغلوب ہوگا'' جب نبی ﷺ نے یہ شعر سنا تو آپ نے کعب بن مالک شاعر کو آگاہ کیا کہ اللہ نے تیری تعریف کی ہے جب تو نے ذکر کردہ شعر کہا ہے۔ (مسند احمد ۳/۴۶۰)

سورۃ النمل کے بارے میں ضروری معلومات کا تذکرہ

اس سورت کا شمار مکی سورتوں میں سے ہوتا ہے جن میں عقائد کے اصولوں، توحید، رسالت اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کا تذکرہ اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے، اس کا شمار ان تین سورتوں میں سے ہوتا ہے جو یکے بعد دیگرے نازل ہوئیں اور انہیں قرآن پاک میں ترتیب کے ساتھ رکھا گیا ہے ان تین سورتوں سے مقصود سورۃ الشعراء، النمل اور القصص ہیں اور ان کا موضوع تقریباً ایک ہی ہے سابقہ امتوں کے واقعات کو عبرت کیلئے ذکر کیا گیا ہے اس سورت میں قرآن مجید کا نزول محمد ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور قیامت تک کیلئے اس کی حجت قائم دائم رہے گی اس سورت میں نہایت واشگاف الفاظ میں قرآن پاک کو ایسی ذات کی جانب سے اتارا گیا ہے جو نہ صرف حکمت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے بلکہ اس ذات کا وصف علیم بھی ہے کہ اسے ہر چیز کا علم ہے بعد ازاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کو بیان کیا گیا بعض پیغمبروں کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے جب کہ بعض دیگر پیغمبروں کے حالات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے واقعات کو اجمال کیساتھ بیان کیا گیا ہے جب کہ داؤد اور سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ان پر نازل کردہ جلیل القدر انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مزید برآں دونوں کو نبوت کے اعزاز کے ساتھ ساتھ وسیع تر بادشاہت سے بھی نوازا گیا، بعد ازاں سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ان کے ساتھ سبا علاقہ کی شہزادی بلقیس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان کے واقعہ کے بیان میں بادشاہوں اور جاہ وجلال کے ساتھ موصوف لوگوں کیلئے مقام عبرت اور نصیحت ہے چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے بادشاہت کو دعوت الی اللہ کا وسیلہ بنایا ان کے دور حکومت میں جو بادشاہ کافر تھا یا ظالم تھا اسے دعوت الی اللہ دی اسی طرح اس نے بلقیس شہزادی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے بتوں کی عبادت سے توبہ کی اور اپنے لشکر کی معیت میں اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر سمیت اسلام لائی، مزید سورت کریمہ اللہ کے وجود اور اسکی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے اور بعض خوفناک واقعات سے پردہ کشائی کرتی ہے جن کا لوگ قیامت کے دن حشر کے میدان میں مشاہدہ کریں گے تو گھبراہٹ ان کا احاطہ کرے گی اس دوران لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے سعادت مند لوگ اور وہ بدنصیب لوگ جنہیں منہ کے بل دوزخ میں گرایا جائے گا سورت کا نام النمل اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں چیونٹی کا ذکر ہے جس نے اپنی ہم جنس چیونٹیوں کو وعظ کیا، اس سورت کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اس کی آیات ترانوے (۹۳) اور سات رکوع ہیں۔

اٰيَاتُهَا: ۹۳ (۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۴۸) رُكُوعَاتُهَا: ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

ترجمہ: طٰسٓ یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں (۱) ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان والوں کے لئے (۲) جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۳) بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے لئے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا دیا ہے پس وہ حیران پھر رہے ہیں (۴) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور یہ لوگ آخرت میں یہی ہیں زیادہ نقصان اٹھانے والے (۵) اور یقیناً تجھے قرآن ایسے اللہ کے پاس سے دیا گیا ہے جو حکمت والا جاننے والا ہے (۶) اس وقت کو یاد رکھیں جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا بلاشبہ میں نے آگ کو معلوم کیا ہے میں تمہارے پاس اس جگہ سے کوئی خبر لاؤں گا یا تمہارے پاس شعلہ اٹھا کر لاؤں گا کہ تم گرمی حاصل کر سکو (۷) تو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو اسے آواز سنائی دی کہ اس شخص کو

برکت عطا کی گئی ہے جو آگ میں ہے اور اس کو جو اس کے گرد ہے اور اللہ پاک ہے دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (۸) اے موسیٰ! بلاشبہ بات یہ ہے کہ میں اللہ غالب حکمت والا ہوں (۹) اور اپنی لاٹھی کو گرائیں تو جب اس نے لاٹھی کو دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر پھرا اور پھر نہ پھرا ہم نے کہا اے موسیٰ! خوفزدہ نہ ہوں بلاشبہ میرے پاس پیغمبر نہیں ڈرتے ہیں (۱۰) لیکن وہ جس نے ظلم کیا پھر اس نے اس کے بدلے میں نیک کام کیا پس بلاشبہ میں معاف کرنے والا مہربان ہوں (۱۱) اور اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں داخل کریں وہ روشن بلاعیب کے سفید ظاہر ہوگا ان دونشانیوں کے ساتھ جو معجزہ میں داخل ہیں نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی جانب جائیں یقیناً یہ لوگ فاسق ہیں (۱۲) تو جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں آ گئیں تو انہوں نے کہا یہ ظاہر جادو ہے (۱۳) اور ظلم اور تکبر کے باعث انہوں نے اس کا انکار کیا اور ان کے دلوں نے اس کو تسلیم کیا پس آپ دیکھیں کس طرح فساد کرنے والوں کا انجام ہوا (۱۴)

مفردات کی وضاحت: اٰنَسۡتُ میں نے آگ کو دیکھا جس کے باعث مجھے انس حاصل ہوا شِهَابٍ آگ کا شعلہ، قَبَسٍ آگ کا حصہ جس کو اصل سے اٹھایا گیا ہو، تَصۡطَلُوۡنَ گرمی حاصل کرو، جَآنٌّ چھوٹا سانپ تیز حرکت کرنے والا، وَلَمۡ يُعَقِّبۡ اس نے مڑ کر نہ دیکھا۔

تشریح: طٰسٓ حروف مقطعات ہیں سورۃ البقرۃ کے آغاز میں ان کی وضاحت گزر چکی ہے یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں قرآن پاک کے مطالعہ سے ایمان والوں کو ہدایت میسر آتی ہے اور ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہیں اس کو سچا گردانتے ہوئے اس کی پیروی کرتے ہیں اور فرض نمازیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور مُجازات اعمال کو تسلیم کرتے ہیں۔

جزاسزا کے عمل کو افسانہ قرار دینے والوں کا بیان: اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ: بلاشبہ جو لوگ آخرت کی زندگی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں جزاسزا کے عمل کو بھی افسانہ قرار دیتے ہیں تو ہم ان کے دنیوی قبیح اعمال کو بھی ان کی نظر میں اچھا قرار دیتے ہیں تو وہ گمراہی میں حیران و ششدر رہتے ہیں وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اعمال صالحہ بجالا رہے ہیں وہ انجام کے بارے میں سوچ و بچار نہیں کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں دنیوی زندگی میں بھی بدترین عذاب سے واسطہ ہوتا ہے کہ وہ قتل ہو جاتے ہیں قید ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا، جب کہ وہ اخروی زندگی میں دنیوی زندگی کی بنسبت زیادہ نقصان میں ہوں گے اس لئے کہ اخروی عذاب کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے جب کہ دنیوی عذاب موت کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الۡقُرۡاٰنَ: اے محمد! (ﷺ) یہ حقیقت ہے کہ تجھے قرآن مجید کا عطیہ اللہ کی جانب سے دیا جا رہا ہے جس سے وہ اپنی مخلوق کی تدبیر کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ ان کی اصلاح اور ان کی سعادت کس کام میں ہے، علامہ زمخشری نے اس آیت کو ان واقعات کی تمہید قرار دیا ہے جن کا اس کے بعد ذکر ہو رہا ہے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَھْلِہٖ: اے محمد! (ﷺ) آپ اس حقیقت کو ذہن میں محفوظ فرمائیں جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر بتایا کہ مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے، مفسرین نے وضاحت کی ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام اندھیری ٹھنڈی رات میں مدین شہر سے مصر کی جانب روانہ ہوئے دوران سفر راستہ بھول گئے تو چلتے ہوئے راستہ میں انہوں نے مشتعل آگ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے میں وہاں سے تمہارے لئے صحیح راہ کی راہ نمائی حاصل کرسکوں گا یا تمہارے پاس دہکتا ہوا انگارا اٹھا کر لاؤں گا تا کہ تم گرمی حاصل کرسکو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو انہیں آواز سنائی دی کہ آگ کی جگہ مبارک ہے اور اس کا ماحول بھی مبارک ہے، چونکہ شام کی سرزمین انبیاء کرام کی بعثت کی جگہ ہے اور وحی آسمانی کے نازل ہونے کی جگہ ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں بشارت عطا کی کہ ایک زبردست عظیم کام کا فیصلہ کردیا گیا ہے کہ سرزمین شام برکتوں کا مرکز قرار پاچکا ہے یہاں سے نبوت کے علم کی روشنی پھیلے گی۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا، جیسا کہ سورۃ القصص میں واضح طور پر اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مبارک جگہ کی وضاحت ہے اور اس کا اردگرد بھی مبارک ہے اس سے مقصود شام کی مبارک سرزمین ہے جس میں برکات کا نزول ہے، اس لئے کہ سرزمین شام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی سرزمین ہے اور وہیں ان کی زندگی بسر ہوئی اور اسی سرزمین میں انہیں دفن کیا گیا، مزید وضاحت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا یقیناً اللہ پاک کی ذات نیند سے پاک ہے اور اس کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ اس پر نیند طاری ہو، وہ اعمال کے ترازو کو نیچا کرتا ہے اور اونچا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب دن سے پہلے رات کے اعمال پہنچائے جاتے ہیں اور رات سے پہلے دن کے اعمال پہنچائے جاتے ہیں کہ اللہ پاک کی ذات کا پردہ نور کا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس پردے کو اتار دے تو اللہ پاک کے چہرے کی روشنیاں ہر اس چیز کو جلا کر بھسم کردے جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نظر پہنچے بعد ازاں ابوعبیدہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَھَا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [1]

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ومعجزات ملنے کا بیان: یٰمُوْسٰی اِنَّہٗ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ: اے موسیٰ! تجھ سے گفتگو کرنے والا میں اللہ کی ذات ہوں میرا وصف یہ ہے کہ میں قوت والا ہوں میں ان افعال پر قادر ہوں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتے ہیں جیسا کہ میں نے لاٹھی کو جو موسیٰ کے ہاتھ میں تھی جب انہوں نے اس کو زمین پر گرایا تو وہ لاٹھی سانپ کی شکل اختیار کرگئی۔

وَاَلْقِ عَصَاکَ: اور اسے آواز دے کر کہا گیا کہ لاٹھی کو گرائیں تا کہ آپ اپنا معجزہ دیکھ کر اس سے مانوس ہوں تو جب اس نے دیکھا کہ لاٹھی متحرک ہے اس میں تیز حرکت پائی جاتی ہے گویا کہ وہ ہلکا پھلکا سانپ ہے اس کی حرکت میں تیزی ہے تو موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر شکست خوردگی کی کیفیت میں پھرے اور ڈرتے ہوئے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور یہ انسان کی طبیعت میں داخل ہے کہ جب وہ کسی خوفناک چیز کو دیکھ پاتا ہے تو گھبرا جاتا ہے اور اس کی جانب دیکھنا بھی اسے گوارا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ان کے پروردگار نے ان کو آواز دی اے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۷۸، ابن ماجہ مقدمہ باب ۱۳، مسند احمد ۴/۴۰۱

موسیٰ! آئیں اور خوفزدہ نہ ہوں آپ میرے سامنے ہیں اور جو شخص میرے سامنے ہے اسے کچھ خوف نہیں ہے تو میری جانب سے پیغمبر ہے اور میرے پیغمبر جن کا میں نے پیغمبری کے لئے انتخاب کیا ہے وہ ہرگز میرے سوا سے نہیں ڈرتے ہیں اشارہ اس جانب تھا کہ جس شخص کو نبوت کا اعزاز عطا ہو جاتا ہے اس کے لئے ہرگز درست نہیں ہے کہ وہ سانپ سے خوفزدہ ہو۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا: البتہ جو شخص عام لوگوں سے ہے اس کا شمار انبیاء علیہم السلام سے نہیں ہے وہ ظلم کرتا ہے تو وہ خوفزدہ رہتا ہے البتہ جب وہ تائب ہو جاتے ہیں اور اعمال سیئہ کے بدلے اعمال صالحہ کرنے لگتے ہیں تو میں وسیع مغفرت کے ساتھ موصوف ہوں اور میری رحمت بھی وسیع ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ وضاحت فرماتے ہیں اس آیت میں انسان کیلئے عظیم بشارت موجود ہے کہ جو بھی شخص بداعمالیوں کا مرتکب ہوتا ہے بعدازاں ان سے رک جاتا ہے تو بہ کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب جھکاؤ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ ''اور میں اس شخص کو معاف کر دیتا ہوں جو گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اور ایمان لانے کیساتھ ساتھ اعمال صالحہ کرتا ہے مزید برآں راہ ہدایت پر رواں دواں رہتا ہے''

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ: انہوں نے ان معجزات کا انکار کیا اور ان کو جھوٹ قرار دیا جب کہ ان کے دلوں میں یقین جاگزیں تھا کہ یہ معجزات واقعی اللہ کی جانب سے ہیں ہرگز جادو شعبدہ بازی کا کرشمہ نہیں ہے، مختصر یہ کہ انہوں نے تکبر کیا کہ وہ ان معجزات پر ایمان لاتے حالانکہ وہ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ یہ معجزات اللہ کی جانب سے ہیں۔

مفسدین کے انجام کا بیان: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ: اے اللہ کے پیغمبر! آپ غور کریں کہ فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کا کیا حال ہوا جب انہیں ایسے عبرتناک انداز میں دریائے نیل میں ڈبو دیا اور انہیں آرام و آسائش کی زندگی سے محروم کر کے تباہ و برباد کر دیا، دراصل اس واقعہ میں ان لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے جو نبی ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں حالانکہ وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ محمد ﷺ اللہ پاک کی جانب سے خاتم النبیین کی حیثیت میں تشریف لائے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بیٹوں کے بارے میں اس یقین پر ہوتے ہیں کہ یہ ان کے بیٹے ہیں، تو آپ کی نبوت سے انکار کی پاداش میں انہیں اس طرح کے عذاب الٰہی میں گرفتار کیا جائے گا جس طرح کے عذاب میں اقوام گذشتہ کو تباہ و برباد کر دیا گیا جنہوں نے پیغمبروں کی اطاعت نہ کی نافرمانی کے کاموں پر اصرار کرتے رہے اور خواہشات نفسانی کے اسیر رہے شیطان نے ان کی بصیرت کو ماؤف کر دیا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ

صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان (پیغمبروں) کو علم عطا کیا اور ان دونوں نے کہا تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے ایمان دار بندوں میں سے زیادہ پر فضیلت عطا کی (۱۵) اور سلیمان، داؤد پیغمبر کا وارث ہوا، اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان کے فہم کی تعلیم دی گئی ہے اور ہمیں ہر نعمت دی گئی ہے یقیناً یہ تو ظاہر فضیلت ہے (۱۶) اور سلیمان کے لئے اس کے لشکروں کو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اکٹھا کیا گیا پس ان کے بعض کو دیگر بعض کے پہنچنے تک کھڑا رکھا گیا (۱۷) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ تا کہ سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں لاعلمی سے پامال نہ کر دے (۱۸) پس وہ چیونٹی کی گفتگو سے ہنستے ہوئے مسکرایا اور اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جس کا تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور مجھے توفیق عطا کر کہ میں درست کام کروں جس کو تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے صالح بندوں میں لے آ (۱۹)

جملوں کی وضاحت: وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ سلیمان علیہ السلام پیغمبر داؤد علیہ السلام پیغمبر کا نبوت اور بادشاہت میں وارث بنا، مَنْطِقَ الطَّیْرِ جب کوئی پرندہ آواز نکالتا تو سلیمان اس کی آواز کو سن کر سمجھ جاتے تھے کہ اس کا کیا مقصود ہے؟ حُشِرَ اکٹھا کیا گیا، یُوْزَعُوْنَ پہلے گروپ کو روک دیا گیا تا کہ آخری گروپ ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور وہ اکٹھے ہو جائیں کہ ان سے کوئی پیچھے نہ رہے، وَادِالنَّمْلِ ملک شام میں ایک وادی کا نام، لَا یَحْطِمَنَّکُمْ تمہیں پامال نہ کر دے، اَوْزِعْنِیْ میرے لئے آسان کر،

بلاغت: تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ اس جملہ میں تِلْکَ اسم اشارہ بعید ہے جبکہ قرآن پاک کی آیات قریب ہیں مقصود اس کے مقام و مرتبہ کو شرف میں اونچا قرار دینا ہے، وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ میں کِتَابٍ کے لفظ پر جو تنوین ہے وہ عظمت شان کے لئے ہے کہ اس کتاب کا مقام اونچا ہے، ھُدًی اور بُشْرٰی دونوں مصدر ہیں جب کہ مقصود اسم فاعل کا معنی ہے کہ کتاب ہدایت عطا کرنے والی اور خوشخبری دینے والی ہے۔

وَھُمْ بِالْاٰخِرَةِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اس میں ھُمْ ضمیر کو اختصاص اور حصر کا معنی ظاہر کرنے کیلئے تکرار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس کے مقابلہ میں وَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ان دونوں جملوں میں نہایت عمدہ مقابلہ ہے۔

وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ میں لفظ ان اور لام تاکید کیلئے لایا گیا ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں شک کرنیوالے موجود ہیں۔

وَاَلْقِ عَصَاکَ، فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ اس میں جملہ محذوف ہے وہ یہ ہے فَاَلْقَاھَا فَانْقَلَبَتْ اِلٰی حَیَّةٍ ''اس نے لاٹھی کو گرایا تو لاٹھی نے سانپ کی شکل اختیار کر لی''۔

لطافت کی مثال: ﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ﴾ یہ آیت قرآن پاک کے عجائبات سے ہے جب کہ چیونٹی نے دیگر چیونٹیوں کو پیار کے ساتھ آواز دی ہے اور ایسا کیساتھ انہیں خبردار کیا ہے کہ تم داخل ہو جاؤ اپنے گھروں میں، سلیمان اور اس کے

لشکر سے خوفزدہ کیا ہے اور پھر معذرت کا ذکر کیا کہ سلیمان اور اس کے لشکریوں کو چیونٹیوں کا علم نہیں ہوگا تو چیونٹی کس قدر زیرک ہے۔

تشریح: موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی عظمتوں کا بیان ہو رہا ہے جب کہ داؤد علیہ السلام کو لوہے کی زرہ اور لڑائی کے دیگر ہتھیاروں کے فنون سے نوازا اور سلیمان علیہ السلام کو پرندوں اور چار پایوں کی زبان کی معرفت عطا کی اور انہیں پہاڑوں کے سبحان اللہ اور ذکر الٰہی کے کلمات کی معرفت عطا کی اس خصوصیت کے ساتھ ہم نے صرف داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو ہی نوازا تھا ان دونوں نے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا کیا کہ نبوت کے اعزاز کے ساتھ شیطانوں اور جنوں کو بھی ان کے تابع بنایا سب سے زیادہ انہوں نے علم کے شرف پر اللہ کا شکریہ ادا کیا۔

داؤد اور سلیمان کی عظمتوں کا بیان: اس مقام میں علماء کو اس جانب متوجہ کیا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے عطا کردہ علم وفضل کی عظیم نعمت پر اللہ کا شکریہ ادا کریں اور تواضع اختیار کریں اور داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے علم، بادشاہت اور نبوت کے وارث سلیمان علیہ السلام قرار پائے مزید برآں ہوا اور شیاطین کو ان کے تابع کر دیا گیا اور سلیمان علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لوگوں سے ہم کلام ہو کر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ میرے پروردگار نے مجھے پرندوں کی زبان کی شناسائی عطا کی ہے ان کے مقاصد کو معلوم کرتا ہوں، جب کہ موجودہ دور میں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں جنہوں نے محنت شاقہ کے بعد مختلف قسم کے پرندوں کی زبانوں سے شناسائی حاصل کر لی ہے انہیں پرندوں کی مسرتوں اور ان کی پریشانی کا علم ہو جاتا ہے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اب انہیں خوراک، پانی، دشمنی سے تحفظ حاصل کرنے میں تعاون کی ضرورت ہے۔

آپ اس حقیقت کے اظہار پر تعجب کریں گے کہ آج کے اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں کثرت کے ساتھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو پرندوں، حیوانات اور حشرات الارض چیونٹیوں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے معلوم کرتے ہیں کہ انہیں کس چیز کی ضرورت ہے یوں محسوس ہو رہا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تم ابھی تک پرندوں کی زبانوں سے اس قدر واقفیت حاصل نہیں کر پائے ہو جن سے میں نے اپنے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کو شادکام فرمایا تھا بالخصوص سلیمان علیہ السلام کا یہ جملہ کہ ہمیں ہر ایسی نعمت سے شادکام کیا گیا ہے کہ بادشاہت کے معاملات کی تدبیر میں جن کی ہمیں ضرورت تھی اسی صورت میں بلقیس شہزادی کے بارے میں ہدہد پرندے کا یہ کہنا کہ اسے ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ: ہمیں جن نعمتوں سے نوازا گیا ہے یہ تو اللہ پاک کی جانب سے ایسا اعزاز عطا کیا گیا ہے جو کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: اور سلیمان علیہ السلام کے لئے مختلف اطراف واکناف سے جنوں، انسانوں، پرندوں کے لشکر اکٹھے کئے گئے تاکہ سلیمان علیہ السلام ان کو ساتھ لیتے ہوئے ان سے جنگ کریں جو ان کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہر صنف کا گروہ الگ الگ تھا اور ان میں انتظامی ترتیب کارفرما تھی ترتیب کی مخالفت ہرگز نہ تھی، یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی کے پاس پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا جس کے کہنے کو سلیمان علیہ السلام نے معلوم کیا کہ یہ چیونٹی جو چیونٹیوں کی نگران ہے ان سے کہہ رہی ہے کہ تم اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا: چنانچہ سلیمان علیہ السلام اس کے محتاط انداز کہ اس نے چیونٹیوں کو تو حکم دیا ہے وہ کسی قدر حالات کے لحاظ

سے مناسب اور مفید ہے تعجب کرتے ہوئے مسکرائے جب کہ اللہ نے ان کو ان حشرات الارض چیونٹیوں کی زبان کا فہم عطا کیا ہے، دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرے اس احسان کا شکریہ ادا کروں جس کا تو نے مجھ پر احسان کیا ہے اور میرے والدین پر کیا ہے اور میں اعمال صالحہ بجالاؤں جن کو تو پسند جانتا ہے اور مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور مجھے اپنے بندوں کے ساتھ ملانا جن میں صالحیت جلوہ افروز ہے۔

آیت مبارکہ میں پند وموعظت کا پہلو: چیونٹی کی معیشت کے بارے میں دلچسپی رکھنے والوں نے اس کے عجائبات سے پردہ کشائی کی ہے اور اس کی نقل وحرکت کی تدبیر کے بارے میں دلچسپی لیتے ہوئے واضح کیا کہ چیونٹیوں کی شہزادی ملکہ ماتحت چیونٹیوں کو کس طرح آواز دیتی ہے اور انہیں ایک مقام میں جمع ہونے کا حکم دیتی ہے تاکہ انہیں ان کے معاملات کے سرانجام دینے کی تدبیر کے بارے میں آگاہ کرتی ہے اور اس شہزادی کا انداز بادشاہوں جیسا ہوتا ہے اور اس کی سیاست اور تدبیر حکام کی تدبیر اور سیاست سے مختلف نہیں ہوتی ہے اور جب قرآن پاک نے خصوصیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا ہے تو اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تذکرہ عقلمند اور صاحب فہم لوگوں کے لئے بطور نمونہ کے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ وہ جس طرح دیگر کائنات کے بارے میں جستجو کرتے ہوئے عجائبات سے آگاہ ہوتے ہیں وہاں کائنات میں سے چیونٹیوں کے بارے میں بھی ضروری احوال اور کیفیات سے باخبر ہوں اور تعجب لاحق ہوتا ہے کہ کس طرح چیونٹی پختہ عزم کے ساتھ ہلاکت کے خوف سے بھاگنے کے لئے خود کو آمادہ پاتی ہے جس طرح منفعت کا جن چیزوں سے حاصل ہونے کا خیال یقین کی حالت سے قریب ہوتا ہے تو اس کے حصول کے لئے کوشاں رہتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس قدر چیونٹیاں اس میدان میں سبقت لے جانے والی ہیں دیگر کوئی حیوان نہیں ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا
شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ
تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ السجدة

ترجمہ: اور اس نے پرندوں کے حالات کا جائزہ لیا تو اس نے اس حقیقت کا اظہار کیا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں ہدہد پرندے کو نہیں دیکھ رہا ہوں یا وہ غائب شدہ پرندوں سے ہے (٢٠) ضرور میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر دوں گا یا یہ کہ وہ میرے پاس ظاہر دلیل لائے (٢١) پس وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہرا تو اس نے کہا میں نے اس چیز کا احاطہ کر لیا ہے جس کا تو احاطہ نہیں کر سکا ہے اور میں تیرے سامنے سبا قبیلہ سے یقینی خبر لایا ہوں (٢٢) یہ حقیقت ہے کہ میں نے

ایک ایسی عورت کو پایا ہے جو ان پر حکومت کرتی ہے اور اس کو ہر جنس سے نعمت عطا کی گئی ہے اور اس کا شاہی تخت بڑا ہے (۲۳) میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا ہے کہ وہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کیلئے ان کے اعمال کو خوبصورت بنادیا ہے تو اس نے ان کو راستہ سے روک دیا ہے پس وہ راہ نہیں پاتے ہیں (۲۴) وہ کیوں اللہ کو سجدہ نہیں کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے اس کو جس کو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو (۲۵) اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ عظمت والے عرش کا مالک ہے (۲۶)

جملوں کی وضاحت: اَلتَّفَقُّدُ کسی انسان سے جو چیز پوشیدہ ہو اسکو تلاش کرنا، اَلْخَبْءَ پوشیدہ چیز، سبا یمن کا ایک قبیلہ ہے العرش شاہی تخت

تشریح: **لشکر سلیمان سے ہدہد کے غائب ہونے کا بیان:** سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی تفتیش کرتے ہوئے ہُدہُد پرندے کو گم پایا اس نے کہا مجھے ہُدہُد پرندہ دکھائی نہیں دے رہا ہے، مفسرین کے بیان کرنے کے مطابق کہ جب سلیمان علیہ السلام سفر پر روانہ ہوتے تو سفر میں پرندے بھی ان کی معیت میں ہوتے تھے اور وہ اپنے پروں کے ساتھ سلیمان علیہ السلام کو سایہ کرتے تھے چنانچہ جب سلیمان علیہ السلام نے وادی نمل سے آگے سفر کا آغاز کیا اور بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں قیام کیا تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ شاہی لشکر نے پیاس کی شدت کو محسوس کیا پانی کی جستجو میں ہُدہُد کی ضرورت پیش آئی اس لئے کہ ہُدہُد پرندہ زمین کی سطح کے نیچے پانی کے بارے میں آگاہ کردیتا ہے جہاں پانی موجود ہوتا ہے تو اس جگہ کی زمین کو جن پھاڑ کر وہاں سے پانی حاصل کرلیتے تھے تو اس ضرورت کے پیش نظر ہُدہُد پرندے کی تلاش کی گئی وہ موجود نہ تھا۔

تو سلیمان علیہ السلام نے بطور تعجب کے کہا کہ کیا سبب ہے کہ مجھے ہُدہُد پرندہ دکھائی نہیں دے رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے اور میری اجازت کے بغیر کہیں اُڑان کر گیا ہے میں اس کو جیل میں دردناک عذاب میں مبتلا کروں گا اس کے پر اکھیڑ دیئے جائیں گے یا اس کو ذبح کردوں گا یا وہ میرے سامنے واضح عذر پیش کرے جسے قبول کیا جاسکے، چنانچہ تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ ہُدہُد پرندہ حاضر ہو گیا اس نے کہا میں نے ایسی کیفیت کو معلوم کیا ہے جس سے تجھے شناسائی نہیں ہے میں یمن کے علاقہ سبا شہر سے ایک اہم خبر لایا ہوں جس کی صداقت میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے اور خبر بھی غیر معمولی ہے میں نے عجائبات سے دیکھا ہے۔

کہ یمن ملک میں ایک عورت جس کا نام بلقیس ہے وہ اس ملک کی شہزادی ہے اور اس کی رعیت اس کی فرمانبردار ہے اسے وہ سب چیزیں عطا کی گئی ہیں جن کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے اس کے ہاں مال کی فراوانی ہے فوجی جوانوں کی تعداد بھی معقول ہے اسلحہ اور دیگر لڑائی کے لئے سامان بھی وافر ہے اور اس کے تخت پر موتی، یاقوت کا جڑاؤ کیا گیا ہے اس کا شاہی تخت سونے سے تیار کیا گیا ہے اور اس کے پائے جواہرات سے ہیں وہ عظمت اور شان وشوکت کی تصویر دکھائی دیتی ہے وہ اور اس کی قوم سورج کو دیوتا تسلیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی پرستش کرتے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے آگے سر نہیں جھکاتے ہیں شیطان نے انہیں سیدھے راہ سے روک دیا ہے۔

چنانچہ شیطان کے گمراہ کرنے کے باعث وہ راہ صواب پر نہیں آرہے ہیں اللہ پاک کی ذات کو سجدہ نہیں کرتے ہیں جو کائنات کا خالق اور عظمتوں کے ساتھ موصوف ہے جو عالم علوی اور سفلی میں ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور پوشیدہ اور ظاہر سب کا اسے علم

ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیگر اوصاف کے علاوہ اس وصف کا بالخصوص ذکر کیا ہے کہ وہ عرش عظیم کا مالک ہے وہی عبادت اور سجدہ کے لائق ہے اور خصوصیت کے ساتھ اللہ پاک کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ عرش عظیم کا رب ہے اس لئے کہ عرش سبھی مخلوقات سے زیادہ عظمت کے ساتھ موصوف ہے۔

علامہ زمخشری کی کشاف میں اس حقیقت کی وضاحت :اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہُدہُد پرندے کو الہام ہوا تو اس نے الہام کی روشنی میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کی جب کہ سلیمان علیہ السلام نبوت اور حکمت کے ساتھ ساتھ بیشمار معلومات سے نوازا گیا تھا، سلیمان علیہ السلام کو متنبہ کرنا تھا اور آزمائش میں ڈالنا تھا کہ میری مخلوق میں سے ادنیٰ درجہ کی مخلوق کے پاس وہ علم تھا جو سلیمان علیہ السلام کے پاس نہ تھا تاکہ اس میں تواضع رونما ہو اور خود کو اس کے مقابلہ میں حقیر باور کرے اور کبر کا ادنیٰ سا شائبہ تک بھی راہ نہ پائے جو علماء کا فتنہ ہے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴿٣١﴾ع قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴿٣٥﴾

ترجمہ: سلیمان نے کہا ہم دیکھیں گے کیا تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ کہنے والوں سے ہے (٢٧) آپ میرے اس مکتوب کو لے جائیں اس کو ان کی جانب پھینک دینا پھر ان سے روگردانی کرنا پھر دیکھنا وہ کیا جواب دیتے ہیں (٢٨) اس نے کہا اے معزز لوگو! بلاشبہ میری جانب گرامی نامہ گرایا گیا ہے (٢٩) بلاشبہ وہ گرامی نامہ سلیمان کی جانب سے ہے اور بلاشبہ وہ گرامی نامہ اللہ کے نام کے ساتھ ہے جو بخشش کرنے والا مہربان ہے (٣٠) اس کا مضمون یہ ہے کہ تم مجھ سے تکبر کا اظہار نہ کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ (٣١) اس نے کہا اے لیڈرو! مجھے میرے معاملہ میں جواب دو میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میرے سامنے حاضر ہو جاؤ (٣٢) انہوں نے کہا ہم قوت والے ہیں اور سخت لڑاکے ہیں جب کہ تدبیر تیری جانب سپرد ہے پس تو دیکھ لے کہ تو کس بات کا حکم دیتی ہے (٣٣) اس نے کہا بلاشبہ جب بادشاہ کسی گاؤں میں آئیں تو اس کو خراب کرتے ہیں اور اس کے عزیز ترین لوگوں کو ذلیل ترین کر دیتے ہیں اور اسی طرح وہ کرتے ہیں (٣٤) اور بلاشبہ میں ان کی جانب تحفہ بھیجتی ہوں پس

میں دیکھتی ہوں کہ بھیجے گئے کیا جواب دیتے ہیں (۳۵)

مفردات کی وضاحت: تَوَلَّ ان سے دور ہوں ایسی جگہ کی جانب جہاں چھپ سکو تا کہ جو باتیں وہ کہہ رہے ہیں ان کو آپ سن سکیں، فانظر غور وفکر کریں، ملاء قوم میں معزز لوگ، اَلَّاتَعْلُوْا عَلَیَّ مجھ پر تکبر نہ کرو، اَفْتُوْنِیْ مجھے مشورہ دو، قُوَّةٍ قوت، بَاْسٍ شَدِیْدٍ آلات حرب کی کثرت

تشریح: سلیمان علیہ السلام نے کہا ہم تیرے کہنے پر غور کریں گے اور ہم اس حقیقت کو ثابت کریں گے کہ تو اپنی بات میں سچا ہے یا تو جھوٹ کہہ رہا ہے، ابن جوزیؒ کا قول ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کے قول میں شک کیا جب اس نے انکار کیا کہ اس کے سوا کے پاس دلیل ہے پھر اس نے مکتوب تحریر کیا اور اس پر اپنی مہر ثبت کی اور ہُدہُد کے سپرد کرتے ہوئے کہا میرا یہ مکتوب لے جائیں اور ملکہ سبا اور اس کے لشکر تک پہنچائیں، بعدازاں ان سے نزدیک جگہ میں الگ ہو کر چھپ جائیں پھر آپ انتظار کریں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

سلیمان کا ہدہد کے ذریعے بلقیس کو خط بھیجنے کا بیان: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ ہُدہُد نے مکتوب کو لیا اور بلقیس اور اس کی قوم کی جانب روانہ ہو گیا اس کے سر کے اوپر اپنے پروں کو حرکت دی بعدازاں اس کے پہلو میں مکتوب گرادیا چنانچہ بلقیس شہزادی نے اپنی قوم کے لیڈروں کو خبردار کیا کہ میرے ہاں ایک عظمت والا جلیل القدر مکتوب آیا ہے جب کہ حقیقت میں یہ مکتوب سلیمان علیہ السلام کی جانب سے بھیجا گیا ہے جب اس نے مکتوب کو کھولا تو اس کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر تھا، آغاز نہایت عمدہ شرف والے جملہ سے تھا جس میں اللہ کے لئے ربوبیت کو خاص کرتے ہوئے اعلان کیا گیا تھا اس کے بعد اللہ کی توحید کی جانب دعوت تھی اور اس کے احکام کی اطاعت کرنے کا حکم تھا کہ تم کو مجھ پر تکبر کا اظہار نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ بادشاہ قسم کے لوگوں کا وطیرہ ہے بلکہ تم میرے پاس ایمان قبول کرتے ہوئے آؤ توحید کو اپناتے ہوئے بخوشی اس کا اظہار کیا جائے۔

شہزادی بلقیس نے اپنے مشیروں کو مخاطب کر کے کہا اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں تمہاری موجودگی اور تمہارے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہیں کر سکتی ہوں انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا ہم تعداد میں زیادہ ہیں اور سامان حرب بھی ہمارے پاس زیادہ ہے اور لڑائی کرنے کے لحاظ سے بھی ہم میں قوت موجود ہے ان سب باتوں کے علاوہ معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ جیسے چاہیں ہمیں حکم کریں ہم آپ کے حکم کو تسلیم کریں گے۔

علامہ قرطبیؒ کا قول: ملکہ سبا نے اپنی قوم کے ساتھ بلند اخلاقی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ان سے مشورہ حاصل کیا بلکہ جس قدر بھی معاملات پیش آتے رہے ان سب میں ان سے مشورہ لیا کرتی تھیں لشکر کے اونچے عہدیداروں نے اس کو اتنا بہتر اور عمدہ جواب دیا جس سے اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں جب انہوں نے ملکہ سبا کو اپنی قوت اور طاقت کا خوش اسلوبی کے ساتھ جواب دے کر انہیں خوش کر دیا اسکے بعد بالآخر انہوں نے اس معاملہ کو ان کے غور وفکر کے سپرد کیا اور یہ سبھی کی جانب سے نہایت عمدہ قابل رشک گفتگو تھی۔

حسن بصریؒ کا قول: انہوں نے اپنا معاملہ ایک دھقان قسم کی عورت کے سپرد کر دیا عمر کے لحاظ سے جس کے پستان اضطرابی کیفیت میں تھے جب انہوں نے اس عورت سے گفتگو کی جو بھی کی تو ملکہ بلقیس ان سب سے زیادہ رائے کے لحاظ سے ہوشمند دکھائی دے رہی تھی اور علم ودانش کے لحاظ سے اونچے مقام پر فائز تھی۔

بادشاہوں کے احوال کا بیان: قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً: بادشاہ قسم کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ قوت کے ساتھ کسی شہر پر قبضہ کرتے ہیں تو وہ شہر میں تخریب کاری کرتے ہیں اور شہر کے اشراف لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں انہیں نہ صرف اپنی قید میں مقید کر دیتے ہیں بلکہ انہیں قتل بھی کر دیتے ہیں اور جو قتل سے محفوظ رہتے ہیں انہیں اس ملک سے نکال دیتے ہیں چنانچہ جس شہر میں بھی وہ جبر وقہر کے ساتھ داخل ہوتے ہیں وہاں ان کا یہی انداز ہوتا ہے، بعدازاں بلقیس شہزادی نے صلح کی جانب آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں اس کی جانب عظیم ہدیہ بھیج رہی ہوں جو اس کے شایان شان ہے پھر میں دیکھوں گی کہ کیا وہ ہدیہ قبول کرتا ہے یا واپس لوٹا دیتا ہے۔

قتادہ کا قول: ملکہ بلقیس نہ صرف اسلام میں بلکہ شرک کے دور میں بھی نہایت سمجھدار تھیں اسے معلوم تھا کہ ہدیہ بھیجنا لوگوں کے نزدیک اس کا بھی ایک خاص مقام ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ملکہ بلقیس نے اپنی قوم کے ہوش مند لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر یہ شخص ہدیہ قبول کر لیتا ہے تو یہ شخص بادشاہ ہے اس کو دنیا سے محبت ہے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس کے ساتھ لڑائی جاری رکھو اور اگر یہ شخص ہدیہ قبول نہیں کرتا ہے تو یہ پیغمبر ہے اور اس کے سچا ہونے میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس کی اتباع کرو۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّآ اٰتٰٮكُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ﴿۳۶﴾ اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِىۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّىۡ لِيَبۡلُوَنِىۡۤ ءَاَشۡكُرُ اَمۡ اَكۡفُرُ ؕ وَمَنۡ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىۡ غَنِىٌّ كَرِيۡمٌ﴿۴۰﴾

ترجمہ: پس جب بھیجا ہوا ہدیہ سلیمان کے سامنے آیا تو سلیمان نے کہا کیا تم میری امداد مال کے ساتھ کر رہے ہو؟ پس جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے بلکہ تم تو اپنے ہدیہ پر خوش ہو رہے ہو (۳۶) تو ان کی جانب واپس چلے جا پس ہم ضرور ان کے پاس ایسا لشکر لائیں گے کہ ان میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی اور ہم ان کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے کہ وہ رسوا ہوں گے (۳۷) سلیمان نے کہا اے میرے عزیز رفقاء! تم میں سے کون شخص میرے پاس اس کا تخت اس سے پہلے لے آئے گا کہ وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آئیں (۳۸) ایک سرکش جن نے کہا میں اس کو تیرے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور بلاشبہ میں اس

تخت کے لانے پر قوت رکھتا ہوں امانت دار ہوں (۳۹) اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا میں اس کو تیرے سامنے اس سے پہلے لے آؤں گا کہ تیری نظر تیری جانب لوٹ آئے تو جب سلیمان نے اس کو دیکھا کہ وہ اس کے نزدیک قرار کئے ہوئے ہے تو اس نے کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تا کہ وہ میرا امتحان کرے کہ کیا میں شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شخص شکر گزاری کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ کے لئے شکریہ ادا کرتا ہے اور جو شخص شکریہ ادا نہیں کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز ہے کرم کرنے والا ہے (۴۰)

مفردات کی وضاحت: لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا ان میں لشکر کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، صٰغِرُوْنَ ذلیل، عرش شاہی تخت، العفریت وہ شخص جس میں خباثت ہو مکروفریب کیساتھ اپنے ہم سر لوگوں کو زمین پر گرادیتا ہے البتہ اس قسم کے شیطان کو عربی زبان میں مارد کہا جاتا ہے، مقام مجلس، الکتاب وحی کا علم، یَرْتَدُّ لوٹ جاتا ہے۔

بلاغت: (۱) کانه هو گویا کہ یہ تخت شکل وصورت اور اوصاف کے لحاظ سے میرا ہی تخت دکھائی دیتا ہے علماء بیان نے اس وصف کا نام مرسل مجمل رکھا ہے، (۲) ارشاد ربانی ﴿قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ ترکیب میں استعارہ بدیعیه ہے اس میں تخت کے نہایت سرعت رفتاری کے باعث وہاں منتقل ہونے کو آنکھ کے جھپکنے کے وقت تک کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ میں جس قدر تیزی اور جلدی ممکن ہے اس کو ذکر کیا گیا ہے اس کی مثال ایک دوسری آیت میں بھی ملاحظہ فرمائیں ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾ (النمل: ۷۷) کہ قیامت آنکھ جھپکنے کے وقت کے مثل تیزی کے ساتھ واقع ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ جلدی میں واقع ہوگی۔ (صفوۃ التفاسیر القسم الحادی عشر ص ۱۴)

تشریح: بلقیس کا سلیمان کے نام جوابی خط: جب بلقیس شہزادی کا ارسال کردہ ہدیہ سلیمان علیہ السلام کے ہاں پہنچا جس کو اس کا قاصد لے کر آیا اس میں سونا، جواہرات اور دیگر قیمتی چمکدار موتی تھے جب کہ اس دور میں اس قسم کے قیمتی تحائف عظیم الشان بادشاہ ہی دیگر اپنے برابر بادشاہوں کی جانب بھیجا کرتے تھے تو سلیمان علیہ السلام نے قیمتی تحائف کو دیکھتے ہی قاصد سے ہم کلام ہوتے ہوئے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا اچھا! تم مال ودولت کا ہدیہ بھیج کر امید رکھتے ہو کہ میں تمہیں شرک پر قائم رہتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہوں گا، ہرگز نہیں! تم نے شرک سے تائب ہونا ہے اور اللہ کی ذات کا اقرار کرنا ہے اس کا انکار نہیں کرنا ہے نہ اس کے ساتھ کسی ہستی کو شریک ٹھہرانا ہے۔

ذہن نشین کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک جانب نبوت کے عظیم الشان منصب پر سرفراز فرمایا ہے وہاں مجھے بادشاہت بھی عطا کی ہے جس کا دائرہ دور دراز تک پھیلا ہوا ہے، مزید برآں مجھے مال ودولت کا وافر خزانہ عطا کیا ہے اس لئے مجھے تمہارے تحائف کی ضرورت نہیں ہے تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے نزدیک مال ودولت کو اہمیت حاصل ہے جب کہ مجھے اس کی جانب توجہ نہیں ہے تم مال ودولت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہو بلکہ فخر تکبر پر اتر آتے ہو میں بالکل بے نیاز ہوں اس لئے اپنا قیمتی ہدیہ واپس لے جاؤ اور قاصد کو خبردار کیا کہ تو کان کھول کر سن لے کہ ہم تمہارے اقتدار کو تہ وبالا کرنے کے لئے ایسا مسلح لشکر بھیجیں گے کہ تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے تمہارا غالب آنا تو ممکن ہی نہیں اور ہم تمہیں اس سرزمین سے باہر نکال دیں گے تمہیں قید وبند میں محبوس کر دیں گے تمہیں غلام بنا لیا جائے گا اگر تم اسلام کے دامن میں پناہ گزینی اختیار نہیں کرو گے۔

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَیُّکُمۡ یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِهَا: قبل ازیں اس حقیقت کو بیان کیا جا چکا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے تحائف کو قبول نہ کیا انہیں واپس لوٹا دیا اور انہیں تہدید آمیز انداز میں خبردار کیا کہ اگر شہزادی اور اس کی رعایا میری اطاعت کو تسلیم کرتے ہوئے میری خدمت میں حاضر نہیں ہوں گے تو ان کی جانب مسلح لشکر جرار روانہ کر دیا جائے گا جو انہیں عبرتناک سزا سے ہمکنار کرے گا جو لوگ قتل ہونے سے محفوظ رہیں گے انہیں قیدی بنالیا جائے گا بلکہ انہیں ملک سے نکال دیا جائے گا۔

بلقیس کا سلیمان کی طرف جانے اور سلیمان کا شہزادی کے تخت کو لانے کا بیان: اس کے بعد ذکر کردہ آیات میں اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ شہزادی اور اس کا لشکر سلیمان علیہ السلام کی زبردست انداز میں تہدید کے باعث خوفزدہ ہو گئے اور شہزادی اپنے لشکر کی معیت میں سلیمان علیہ السلام کی جانب روانہ ہوگئی لیکن سلیمان نے محسوس کیا جب وہ اس کی مملکت کے قریب پہنچی کہ شہزادی کے آنے سے پہلے اس کے تخت شاہی کو یہاں لایا جائے چنانچہ اس نے اپنے معاونین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم میں سے کون شخص اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہے کہ وہ شہزادی کے یہاں وارد ہونے سے پہلے اس کے تخت کو میرے سامنے لا کھڑا کرے تاکہ ہم شہزادی کو آگاہ کر سکیں کہ اللہ نے ہمیں نبوت کیساتھ کن کن عجائبات سے نوازا ہے ممکن ہے کہ وہ اس طرح ہمیں سچا پیغمبر تسلیم کرے اور اسکی سلطنت میں جو حیران کن عجائبات ہیں ان کے مقابلہ میں اس کی مملکت کے عجائبات نہایت کم ہیں اس دوران اس کے لشکر سے ایک شخص کھڑا ہوا جو نہایت مضبوط اعصاب والا شیطان تھا اس نے اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے برملا کہا کہ شہزادی کے تخت کو میں آپ کی خدمت میں اس سے پہلے لا سکتا ہوں کہ آپ مجلس قضا سے فارغ ہوں جب کہ عام طور پر فراغت دوپہر سے پہلے ہو جاتی ہے۔

مزید تاکید کرتے ہوئے اس نے اظہار کیا کہ میں اس کے لانے پر قدرت رکھتا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں اس نے اپنی ذات کیلئے کچھ رکھنے کیلئے ہرگز نہیں تو اس وقت سلیمان علیہ السلام سے ایک مضبوط توانا قسم کے جن نے مخاطب ہو کر کہا کہ جس کام کو آپ نہیں کر سکتے ہیں میں اس کے سرانجام دینے پر قدرت رکھتا ہوں میں نہایت تھوڑے وقت میں اس کو یہاں لا سکتا ہوں بلکہ آپ کی آنکھ جھپکنے کی مدت سے کم وقت میں اس کو یہاں لا سکتا ہوں تو جب سلیمان علیہ السلام نے شہزادی کے تخت کو اپنی اصل حالت پر وہاں پایا کہ اس میں تبدیلی نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

تو سلیمان علیہ السلام نے اقرار کیا کہ یہ مجھ پر اللہ کا احسان اور اس کا فضل وکرم ہے اس نے مجھے آزمائش کے کٹہرے میں کھڑا کیا میرا امتحان لینا چاہا کہ کیا میں اللہ کے فضل وکرم کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کا شکرگزار ہوتا ہوں یا انکار کرتا ہوں شکریہ ادا نہیں کرتا ہوں، بلکہ خود اپنی کاوش کا اظہار کرتا ہوں جبکہ ہر قسم کے انعامات خواہ وہ جسمانی، روحانی اور عقلی ہوں، اللہ پاک کی جانب سے عطیات ہیں ان کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے جو ان کے باعث گمراہ ہوا وہ دوزخ کا ایندھن بنا اور جس نے انعامات پر اللہ کا شکریہ ادا کیا تو اس کے درجات میں اضافہ ہوا چنانچہ جس شخص نے انعامات پر اللہ کا شکریہ ادا کیا اس سے اس کو فوائد حاصل ہوں گے اور جس نے بجائے شکریہ ادا کرنے کے کفران نعمت کیا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات اپنے بندوں اور ان کی عبادت سے بے پرواہ ہے، اللہ تو اپنے بندوں پر انعامات کرتا رہتا ہے اگرچہ وہ عبادت نہ بھی کریں۔

ایک حدیث قدسی: رسول اکرم ﷺ پروردگار عالم کی جانب سے روایت کرتے ہیں: حدیث قدسی ہے اللہ پاک اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے، تمہارے پچھلے، تمہارے انسان، تمہارے جن وہ سب ایک پرہیزگار

شخص کے دل جیسے ہو جائیں اس سے میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے تمہارے پچھلے ایک ایسے شخص جیسے ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر فاسق ہے تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ کمی نہ ہوگی میرے بندو! تمہارے اعمال کو میں شمار کر رہا ہوں اسکے بعد تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ عطا کروں گا تو جس شخص سے اچھا کام ہو جائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو شخص نیکی کے خلاف کام کر پائے تو وہ بس اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ (صحیح مسلم کتاب البر ۱۶/۸ باب ۱۶)

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿٤٤﴾ ع

ترجمہ: سلیمان نے کہا اس عورت کا امتحان لینے کے لئے اس کے تخت کو تبدیل کرو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کیا وہ تخت کو پہچان لیتی ہے یا ان سے اس کا شمار ہوتا ہے کہ راہ نہیں پا سکتے ہیں (۴۱) تو جب (بلقیس) آئی تو اس سے کہا گیا، کیا اسی طرح کا تیرا تخت ہے؟ اس نے کہا گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے سلیمان کی حقانیت کا علم ہوا ہے اور ہم مسلمان ہیں (۴۲) اور سلیمان نے اس عورت کو اس سے روکا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتی تھی بلاشبہ وہ کفار کے گروہ سے تھی (۴۳) اس کو کہا گیا کہ تو اس محل میں داخل ہو تو جب اس نے اس کو دیکھا تو اس کو پانی کا حوض سمجھا اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا سلیمان نے کہا یہ محل ہے جس میں نقوش نہیں ہیں شیشہ سے تیار کیا گیا ہے، اس (بلقیس) نے کہا اے میرے پروردگار! یقیناً میں نے خود پر ظلم کیا ہے اور میں سلیمان کے ساتھ اسلام لائی ہوں اللہ کے لئے جو جہانوں کا پروردگار ہے (۴۴)

مفردات کی وضاحت: نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا تخت کی شکل و ہیئت کو تبدیل کرو کہ اسے سطحی نظر سے معلوم نہ کیا جا سکے، الصَّرْحُ محل ہرا اونچی عمارت، مُمَرَّدٌ جس کی سطح ملائم ہو اسی لئے امرد اس جوان کو کہتے ہیں جس کے چہرے پر بال اُگے ہوئے نہ ہوں، قَوَارِيْرَ کا واحد قارورۃ ہے، شیشہ۔

تشریح: بلقیس کے تخت کو تبدیل کا کرنے کا حکم: اور جب سبا علاقہ کی شہزادی سلیمان علیہ السلام کی مملکت کے قریب پہنچنے والی تھی تو اس نے حکم دیا کہ شاہی تخت کی بعض علامتوں کو تبدیل کر دیا جائے اس سے مقصود ملکہ سبا کا امتحان لینا تھا چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق شاہی تخت کی ہیئت کی بعض علامات کو تبدیل کر دیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کیا وہ اس امتحان میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں، اس کی دانش مندی معلوم کرنا مطلوب تھی تو جب شہزادی وہاں پہنچی تو اس سے استفسار کیا گیا، کیا تیرا شاہی تخت اس جیسا ہے؟ یہ نہ کہا کیا یہ تیرا شاہی تخت ہے؟ مقصود اس کو تلقین سے بچاؤ اختیار کرنا تھا جب کہ مقصود امتحان لینا تھا اس کے جواب میں یہ جملہ دہرایا گویا کہ یہ اس جیسا

تخت ہے اس کے مشابہ قریب قریب ہے یہ نہ کہا کہ یہ تو بعینہ وہی تخت ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس کے اس جملہ پر اس کی سمجھداری کا اعتراف کیا ہے کہ اس میں تو غایت درجہ کی ہوشمندی اور سمجھداری تھی اس مقام پر سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تو اس عورت سے پہلے اللہ کے علم اور اس کی قدرت کے بارے میں علم سے آگاہ کیا گیا ہے اس لئے ہم اسلام اور علم کے لحاظ سے اس سے پہلے ہیں جب کہ ملکہ سبا کو اللہ کی عبادت سے اس بات نے روکا ہوا تھا کہ وہ قدیم زمانے سے سورج اور چاند کی پرستش کر رہی تھی اس وجہ سے اس کا شمار کفار کے زمرہ سے ہوتا تھا مزید برآں اس کی نشو ونما اور اس کا رہنا سہنا مشرک لوگوں کے درمیان تھا۔

بلقیس کا محل میں داخل ہونے کا بیان: قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ: اس کو حکم دیا گیا کہ وہ اس عظیم الشان محل میں داخل ہو جب اس نے محل کی جانب نظر اٹھائی تو اس نے محل کو اس کیفیت میں پایا کہ یہاں گہرا پانی ہے اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تا کہ حکم کے مطابق پانی میں داخل ہو، تو سلیمان نے اسے آگاہ کیا کہ یہ تو شیشے سے محل تیار کیا گیا ہے جس میں حد درجہ کی چمک موجود ہے تو اس وقت بلقیس نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے جب کہ میں اللہ کی عبادت کی بجائے سورج کی پرستش کرتی رہی اب میں سلیمان علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے اسلام قبول کرتی ہوں پروردگار عالم پر ایمان رکھتی ہوں۔

علامہ ابن کثیر کی وضاحت: علامہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے اس شہزادی کے لئے شیشہ سے عظیم الشان بلند و بالا محل تعمیر کروایا تا کہ اسے اپنی بادشاہت کی عظمت سے آگاہ کرے اور اس کے دل میں اس کا رعب جاگزیں ہو جائے تو جب اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جلیل القدر انعامات سے نوازا ہے اس پر مزید غور و فکر کے بعد اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے پہچان گئی کہ یہ شخص تو اللہ کی جانب سے پیغمبر ہے بلکہ بہت بڑا بادشاہ ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے ثمود کی جانب ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو تو وہ اچانک دو گروہ بن گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے (۴۵) صالح نے کہا اے میری قوم! تم عذاب کو آرام سے پہلے کیوں

جلدی طلب کرر ہے ہوتم اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے ہو شائد تم پر رحم کیا جائے ؟(۴۶) انہوں نے کہا ہم تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں بدشگونی پکڑتے ہیں اس نے کہا تمہاری بدشگونی اللہ کے نزدیک ہے بلکہ تم تو ایسے لوگ ہو جن کو امتحان میں ڈالا گیا ہے(۴۷) اور اس شہر میں نو افراد ایسے تھے جو زمین میں فساد مچاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے(۴۸) انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی قسمیں اٹھائیں کہ ہم ضرور (صالح) نامی شخص اور اس کے اہل خانہ پر شبخون ماریں گے پھر ہم لازماً ان کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے اہل خانہ کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور یقیناً ہم سچ کہہ رہے ہیں (۴۹) اور انہوں نے مکر کیا مکر کرنا اور ہم نے حیلہ کیا حیلہ کرنا اور انہیں اس کا علم نہ تھا (۵۰) بس آپ دیکھیں کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کہ ہم نے ان کو اور ان کی پوری قوم کو ایک ہی جگہ تباہ و برباد کر دیا(۵۱) پس یہ ان کے گھر خالی پڑے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ظلم کیا یقیناً اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو جانتے ہیں (۵۲) اور ہم نے ایمان والوں کو نجات عطا کی اور وہ پرہیز گاری کرتے تھے(۵۳)

مفردات کی وضاحت: طَيَّرنَا ہم نے بدفالی لی، اس کا اصل تَطَيَّرنَا تھا تو تا کو طا کے ساتھ تبدیل کر دیا اور ادغام کر دیا شروع میں سکون کی وجہ سے الف کو بڑھا دیا۔

تناسب: اس سورت کے آغاز میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا بعد ازاں داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا واقعہ بیان ہوا، ان واقعات کے بیان کرنے کے ضمن میں عجائبات اور غرائب کا تذکرہ بھی ہوا، اب صالح اور لوط علیہما السلام کے واقعات کا تذکرہ ہو رہا ہے، مقصود وعظ ونصیحت اور عبرت کا حصول ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا ان کے بارے میں اللہ پاک کی عادت مستمرہ ہے کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے، بعد ازاں اللہ کی وحدانیت پر دلائل کو ذکر کیا گیا ہے نیز علم اور تقدیر کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

تشریح: قوم ثمود کی جانب صالح کو بھیجنے کا بیان: اللہ کی قسم! ہم نے قبیلہ ثمود کی جانب نسب کے لحاظ سے انکے بھائی صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا وہ انہیں اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی جانب دعوت دیتے رہے تو اس اثنا میں لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ مسلمانوں کا اور دوسرا گروہ کفار کا تھا ان کا باہمی جھگڑا اور اختلاف دین اسلام کے بارے میں تھا تو صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نرمی کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی رحمت طلب کرنے سے پہلے عذاب الٰہی کو کیوں جلدی طلب کرر ہے ہو؟ آخر سبب کیا ہے کہ تم رحمت کو طلب نہیں کرر ہے ہو بلکہ عذاب الٰہی کو طلب کرر ہے ہو تم شرک سے تائب ہو کر اللہ کے عذاب کو روکتے کیوں نہیں ہو؟ ظاہر ہے کہ خیر و برکت کو جلدی طلب کرنا کسی مصیبت کے طلب کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

انہوں نے کہا اے صالح! ہم نحوست کی نسبت تیری جانب اور تیرے رفقاء کی جانب کرتے ہیں یقیناً تم اس مصیبت کا سبب بنے ہو اور تمہارے رفقاء ہیں کہ ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے، مقصود قحط سالی کی مصیبت ہے جس کے باعث بھوک نے ان کے گھروں میں ڈیرے ڈال رکھے تھے، صالح علیہ السلام نے انہیں آگاہ کیا حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اچھائی یا برائی میں حصہ اللہ کے ساتھ بلکہ اللہ کے فیصلہ کے ساتھ ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں رزق عطا کرے اور اگر وہ چاہے تو تمہیں محروم کرے۔

صالح علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت دینے کا بیان: ذہن نشین کریں کہ صالح علیہ السلام نے جب انہیں مخاطب کر کے اسلام کی دعوت دی تو اس دعوت میں لطافت کارفرما تھی لیکن جب انہوں نے جواب میں درشت لہجہ اختیار کیا اور کہا کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو منحوس باور کرتے ہیں تو اس پر انہوں نے ان کو آگاہ کیا کہ انہیں جو نحوست لاحق ہے وہ ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اس کا سبب ہرگز نہ صالح علیہ السلام ہیں اور نہ ایماندار، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ایسی جماعت ہو جن کو شیطان نے وسوسے ڈال ڈال کر گمراہ کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ تم غلط باتیں اپنی زبان سے نکال رہے ہو اور صالح علیہ السلام کے شہر میں نو افراد ایسے تھے جن کا تعلق اونچی فیملی سے تھا سورۃ الحجر میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے ان کا مقصود اللہ کی زمین میں فساد انگیزی کو ہوا دینا تھا اور ہر طرح سے اللہ کے بندوں کو تکالیف میں ڈالنا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان: اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے اونٹنی کی کھونچیں کاٹ دی تھیں انہوں نے آپس میں اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا کہ ہم صالح اور اس کے اہل خانہ کو رات کی تاریکی میں قتل کر دیں گے پھر ہم اس کے خون کے متولی کو کہیں گے کہ ہم اس کی ہلاکت کی جگہ پر موجود نہ تھے اور ہمیں اس کے اور اس کے اہل وعیال کے قاتل کا ہرگز علم نہیں ہے اور ہم خود قسم اٹھاتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو درست بات کہہ رہے ہیں، وہ لوگ صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے وہ تلواروں کو فضا میں لہرا رہے تھے تو اس کیفیت میں فرشتوں نے ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کر دی اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ہم نے انہیں ان کے مکر کے باعث بدلہ دیا کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا آپ ان لوگوں کے انجام پر غور کریں کہ کس طرح ہم نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا تو اب ان کی رہائش گاہیں خالی ہیں انہیں ان کے ظلم و کفر کے باعث ہلاک کر دیا اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عظیم گردانتے ہیں اور ایمان والوں کو ہم نے نجات عطا کی جو صالح پر ایمان لائے۔

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ قَدَّرۡنٰهَا مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۵۸﴾ ع قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو اور تم دیکھ رہے ہو (۵۴) کیا تم عورتوں کے علاوہ مردوں کو سوائے عورتوں کے شہوت کے ارادہ کے ساتھ آتے ہو بلکہ تم لوگ جاہل ہو (۵۵) تو اس کی قوم کا جواب نہیں تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا تم لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو بلاشبہ یہ لوگ پاکیزگی کے طلب گار ہیں (۵۶) تو ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو نجات عطا کی مگر اس کی عورت کو کہ ہم نے اس کو ان لوگوں سے بنا دیا جو باقی رہنے والے تھے (۵۷) اور ہم نے ان کے سروں پر بارش برسائی پس ڈرائے گیوں پر بارش بری تھی (۵۸) آپ کہیں سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب کیا اللہ کی

ذات بہتر ہے یا وہ جن کو یہ شریک بنا رہے ہیں (۵۹)

مفردات کی وضاحت: عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔

تشریح: قوم لوط کے احوال اور ان پر عذاب نازل کرنے کا بیان: آپ ہمارے پیغمبر لوط علیہ السلام کا تذکرہ کریں جب اس نے اپنی قوم سدوم بستی کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تعجب ہے کہ تم نہایت ہی قبیح برے فعل کے مرتکب ہو رہے ہو کہ تم لڑکوں سے اپنی شہوت نفسانی کو پورا کر رہے ہو، مقصود لواطت کا شنیع فعل ہے اس سے دور رہو اور مرد لوگ مردوں کے ساتھ ہی بے حیائی کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ تم بے وقوف بے شرم لوگ ہو اسی لئے تم اس مذموم فعل کو اس پر ترجیح دیتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال قرار دیا ہے، مقصود عورتوں کے ساتھ جائز طریق اختیار کرتے ہوئے خواہش نفسانی کو تسکین دینا ہے۔

لیکن لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ تم لوط اور ان کے اہل وعیال کو اپنے شہر سے نکال دو جب کہ یہ لوگ لڑکوں سے دور رہتے ہیں اور ہمارے لواطت کے فعل کو گندگی باور کرتے ہیں انکا یہ انداز اس لائق ہے کہ انہیں شہر سے دیس نکالا دیا جائے، قتادہ وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوط کی قوم نے ایمان والوں کو معیوب قرار دیا جب کہ ان میں ہرگز عیب نہ تھا ان کے نزدیک ان میں یہ عیب تھا کہ وہ خود کو لواطت کے مذموم فعل سے دور رکھتے تھے۔

جب کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے انداز کو مزاحیہ قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ لوگ عجیب ہیں کہ وہ خود کو لڑکوں کی دبر زنی سے پاکیزہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ جب اللہ پاک کا عذاب قوم لوط پر واقع ہوا تو ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال کو اس عذاب سے تحفظ عطا کیا جس کو قوم پر اتارا تھا البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی کو عذاب خداوندی کی لپیٹ میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا گیا اس لئے کہ ہماری نوشتہ تقدیر میں اس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا تھا اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی یعنی جس طرح بارش گرتی ہے اس طرح ان پر پتھر گرتے رہے ان کے سبب انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا چنانچہ پتھروں کی بارش کا یہ عذاب نہایت ہی برا تھا جب کہ پتھر ترتیب کے ساتھ ان پر بے تحاشا بارش کے قطرات کی طرح گرتے رہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی: اے محمد! (ﷺ) آپ کہیں کہ سب تعریفیں اللہ کی ذات کیلئے ہیں جس نے انعامات کو ہم پر اتارا اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں منصب رسالت پر فائز فرمایا اور اپنی دعوت کو پہنچانے کیلئے ان کا انتخاب فرمایا، علامہ زمخشری بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ آپ ان پر ایسی آیات کی تلاوت کریں جن میں اللہ کی وحدانیت کا اظہار واضح ہے جن میں اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلائل کی بارش ہو رہی ہے نیز آپ آغاز میں اللہ کی حمد وثنا کریں اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پر سلام بھیجیں نہایت عمدہ ادب کی تلقین ہے کہ اولاً اللہ کی حمد کو بیان کیا جائے، بعد ازاں پیغمبروں پر سلام بھیجا جائے اس کے بعد معلومات سے آگاہ کیا جائے۔

آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ: مشرکین کو ڈانٹ پلائی ہے اور ان سے مزاح کیا ہے کہ تم ہی بتاؤ کہ اللہ جو خالق ہے بلا نمونہ پیدا کرنے والا ہے حکمت والا ہے وہ بہتر ہے یا پتھر بہتر ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ (صفوۃ التفاسیر القسم الحادی عشر ص ١٧)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ
بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ أَمَّنْ جَعَلَ
الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ
مَّعَ اللّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: نہیں بلکہ وہ ایسی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے بارش کو اتارا تو ہم نے اس کے سبب باغات کو اُگایا جو رونق والے ہیں تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم اس سے درختوں کو اُگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ٹیڑھا چلتے ہیں (۶۰) نہیں بلکہ وہ ذات ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور زمین کے درمیان نہروں کو پیدا کیا اور زمین کے لئے پہاڑوں کو پیدا کیا اور دوسمندروں کے درمیان پردہ بنایا، کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں زیادہ لوگ جانتے نہیں ہیں (۶۱) نہیں بلکہ وہ ایسی ذات ہے جو لاچار کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور مصائب کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو (۶۲) نہیں بلکہ وہ ایسی ذات ہے جو گھنے تاریک جنگلات اور دریاؤں میں تمہاری راہ نمائی کرتا ہے اور ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لئے بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اللہ بلند ہے اس سے جس کو وہ شریک بناتے ہیں (۶۳) نہیں بلکہ ہم اس ذات کی پرستش کرتے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو لوٹائے گا اور کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی عطا کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ آپ کہیں تم اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو؟ (۶۴)

مفردات کی وضاحت: خِلاَلٌ کا واحد خَلَلٌ درمیان، رَوَاسِی پہاڑ اس لئے کہ وہ زمین پر ثابت ہیں، رَحْمَۃٌ بارش

بلاغت: بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ میں رحمت سے مقصود بارش، لفظ یدین سے مقصود بطور استعارہ آگے ہے اسی کا نام لطیف استعارہ ہے۔

تشریح: اللہ تعالٰی کی وحدانیت کے اثبات پر متعدد دلائل: چونکہ انسانوں کو متوجہ کرتے ہوئے انہیں آگاہ کرنا مقصود ہے اس لئے فرمایا کہ کیا وہ ذات جس نے کائنات کو بلا کسی نمونہ کے پیدا فرمایا اس نے آسمانوں کو جہاں نہایت بلندی میں پیدا فرمایا وہاں ان کی تخلیق میں حد درجہ حسن وصفائی موجود ہے اور آسمان میں ایسے ستاروں کا جڑاؤ کیا جو روشن ہیں اور زمین کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں

پہاڑوں اور میدانی علاقوں کو پیدا کیا اور سمندروں اور نہروں کے نظام کو قائم کیا تو ان کی خالق ذات ہی عبادت کے لائق ہے وہی ذات بہتر ہے اس کے ساتھ کسی معبود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس ذات نے تو تمہارے لئے اپنی قدرت کے ساتھ بادلوں سے بارش کو اتارا جس کے سبب باغات کو تازگی عطا کی ان کی ہریالی سے آنکھوں کی بینائی میں نہ صرف قوت ہوتی ہے بلکہ تازگی جلوہ افروز ہوتی ہے اور رنگارنگ انگوریوں، پھلوں اور پھولوں کے تابناک مناظر سے دل و دماغ مسرتوں سے اچھلنے لگتے ہیں جبکہ کسی بھی انسان میں ایسی قوت موجود نہیں ہے کہ وہ کسی درخت کو اُ گا سکیں چہ جائیکہ درختوں کو بارآور کر سکیں اور ان سے پھل پھول نکال سکیں ان حیران کن مناظر کو ملاحظہ کرنے کے بعد تمہارے لئے ممکن ہے کہ اس کا شریک بناؤ اور اس کی عبادت کرو ہرگز نہیں، اللہ کی ذات تو نہ صرف پیدا کرنے کے لحاظ سے ایک ہے بلکہ کائنات کے تکوینی نظام پر بھی اسی کا کنٹرول ہے جبکہ اللہ کی ذات کے ساتھ اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بنانے والے اور کائنات کے خالق اور پتھر کے بتوں کے درمیان برابری کرنے والے اللہ کی ذات کے ساتھ شریک بنانے والے مشرک ہیں۔

دوسری دلیل کیا وہ ذات جس نے زمین کو انسان اور حیوان کیلئے قرارگاہ بنایا ہے کہ زمین کی سطح پر نہ صرف کھڑا ہونا ممکن ہے بلکہ برقرار رہنا بھی ممکن ہے اور زمین کی وادیوں اور گھاٹیوں میں میٹھے عمدہ پانی کی نہریں چلا دی ہیں جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب میں رواں دواں رہتی ہیں اور اس نے زمین پر اونچے اونچے پہاڑوں کو گاڑا ہوا ہے تاکہ زمین متحرک ہونے سے محفوظ رہے اور اس پر چلنا پھرنا ممکن ہو اور اللہ نے شیریں اور نمکین پانی کے درمیان حد فاصل قائم کر رکھی ہے تاکہ ان دونوں پانیوں میں اختلاط رونما نہ ہو کہیں نمکین پانی کے اختلاط سے میٹھا پانی خراب نہ ہو جائے اللہ کی اس عجیب قدرت کی منظر کشی پر غور کرنے کے بعد ہرگز ممکن نہیں کہ اللہ کی ذات کیساتھ کوئی اور اس کا شریک ہو ہرگز نہیں! جبکہ اکثر مشرک حق و صداقت سے آشنا نہیں ہوتے وہ تو اللہ کی ذات کیساتھ شریک بناتے ہیں۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ: اللہ کی وحدانیت کی تیسری دلیل کو پیش کیا جا رہا ہے کہ کیا وہ ذات جو مجبور، لاچار شخص کی آہ وزاری کی کیفیت کو سن کر اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کی پکار پر اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے کیا اس کے ساتھ کسی دوسرے معبود کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اور پھر اس نے تمہیں زمین کی خلافت عطا کی ہے تم تقدیر کے فیصلے کے مطابق یکے بعد دیگرے زمین کو آباد کر رہے ہو کیا اللہ کی ذات کے سوا کوئی معبود ہے کہ تم اس کی عبادت کرو؟ تم تو بہت کم خیر خواہی کی بات قبول کرتے ہو۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ: اللہ کی وحدانیت پر چوتھی دلیل پیش کی جا رہی ہے کیا وہ ذات جو تمہیں تمہارے سفر تمہارے مقاصد کی جانب اندھیروں اور چٹیل میدان اور سمندروں اور ان شہروں کی جانب جہاں تم جانے کا ارادہ کرتے ہو تمہاری رہنمائی کرتا ہے اور کون ہے وہ ذات جو بارش اترنے سے پہلے ہواؤں کو بھیجتی اور بارش برسنے کی خوشخبری عطا کرتی ہے جبکہ بارش نہ صرف بندوں کیلئے رحمت کا پیغام لاتی ہے بلکہ ملکوں کیلئے بھی خوشحالی کا پیغام دیتی ہے جہاں تم رات دن اپنے ضروری کاموں میں مصروف رہتے ہو اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد کیا اللہ کی ذات کیساتھ معبود کا تصور ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، اللہ کی ذات عاجز قسم کی مخلوق کی مشارکت سے بلند عظمت والی ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پانچویں دلیل پیش کی جا رہی ہے کہ کیا وہ ذات جس نے ابتداء میں انسان کو پیدا فرمایا پھر اس کو موت کے بعد دوبارہ اٹھائے گا۔

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ: اور تم پر کون آسمان سے بارش اتارتا ہے اور زمین سے پھلوں اور کھیتیوں کو اُ گاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ ہرگز نہیں، آپ کہیں اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔

قُلْ لَّایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴿۶۵﴾ بَلِ
ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ﴿۶۶﴾ع وَقَالَ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا ھٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ
ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴿۶۸﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ
﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ﴿۷۰﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ
رَبَّکَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ مَاتُکِنُّ
صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴿۷۵﴾

ترجمہ: آپ کہیں نہیں جانتا ہے ہر وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ، اور وہ نہیں جانتے ہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے (۶۵) بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں مسلسل متوجہ ہوا بلکہ وہ آخرت کے بارے میں شک میں ہیں بلکہ وہ آخرت سے اندھے ہیں (۶۶) اور کفار نے کہا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ بھی کیا ہمیں اٹھایا جائے گا؟ (۶۷) بلاشبہ ہم سے اور اس سے پہلے ہمارے آباؤاجداد سے وعدہ کیا گیا نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۶۸) آپ کہیں تم زمین میں چلو پس دیکھو کہ گناہگاروں کا انجام کیسا ہوا (۶۹) اور آپ ان پر غم نہ کریں اور تنگ دل نہ ہوں اس سے جو وہ مکر کر رہے ہیں (۷۰) اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو؟ (۷۱) آپ کہیں شائد تمہارے نزدیک ہو بعض وہ چیزیں جن کو تم جلدی طلب کر رہے ہو؟ (۷۲) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار لوگوں پر فضل کرنے والا ہے اور لیکن ان میں زیادہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے ہیں (۷۳) اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو جانتا ہے جس کو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیں (۷۴) اور کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے آسمانوں اور زمین میں مگر وہ روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہے (۷۵)

تشریح: مشرکین کے سوال پر آیات کا نزول: اللہ پاک ہی کو غیب کا علم ہے ہرگز کوئی فرشتہ یا انسان غیب کا علم نہیں جانتا ہے یہ آیت مشرکین کے ایک سوال پر نازل ہوئی جب انہوں نے نبی ﷺ سے قیامت کے بارے میں استفسار کیا کہ مخلوق میں سے ہرگز کسی کو قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا علم نہیں ہے کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ صرف اللہ ہی کی ذات کو اس کا علم ہے بلکہ آخرت کے وقوع کے بارے میں ان کا علم یہ تھا کہ وہ اس کے وقوع کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کرتے تھے بلکہ پوری کائنات انسانی کو ہرگز اس کے واقع ہونے کے بارے میں معلومات نہیں ہیں کہ کب اس کا وقوع ہوگا، وہ تو آخرت کے بارے میں شک میں ہیں اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں اسی لئے اس کے مخالف ہیں بلکہ وہ تو قیامت کے وقوع کے بارے میں اندھے ہیں ان میں بصیرت نام کی کوئی چیز نہیں ہے

جس کے ساتھ وہ اس کے وقوع کے دلائل کا ادراک کر سکیں جب کہ وہ لذات نفسانیہ میں مشغول ہیں وہ تو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لحاظ سے وہ چارپایوں کی طرح ہیں جس طرح چارپایوں میں تدبر موجود نہیں ہوتا ان میں بھی موجود نہیں، علامہ ابن کثیرؒ وضاحت فرماتے ہیں وہ تو اس کے وجود میں ہی شک اور تذبذب میں ہیں بلکہ انتہا درجہ کی جہالت میں مستغرق ہیں۔

مشرکین کے شبہات کا بیان: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا: اللہ کی وحدانیت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد ان مشرکین کے کچھ شبہات کا ذکر ہو رہا ہے جو آخرت میں اٹھائے جانے کے بارے میں تھے اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے جو خوفناک حوادثات ظہور پذیر ہوں گے، چنانچہ مشرکین نے جو قیامت کے واقع ہونے کا انکار کرتے تھے انہوں نے کہا کیا جب ہم فوت ہو جائیں گے اور ہم بوسیدہ ہڈیاں اور ٹوٹ پھوٹ جائیں گی تو کیا ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا اور ہم دوبارہ زندہ ہوں گے اس کا وعدہ نہ صرف یہ کہ ہم سے کیا جا رہا ہے بلکہ ہم سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کیا گیا تھا اگر یہ بات درست ہوتی تو واقع ہو جاتی، بس یہ باتیں تو خرافات اور پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں تعجب ہے کہ وہ اٹھائے جانے کا انکار کر رہے ہیں جبکہ وہ اس حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں کہ ایک دور ایسا تھا کہ ان کا وجود نہ تھا پھر انہیں پیدا کیا گیا اور یہ حقیقت ہے کہ جس ذات نے ان کو پہلے پیدا کیا ہے وہ ذات ان کو دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے، آپ ان کفار کو آگاہ کریں کہ تم روئے زمین کے کناروں کا گشت لگائیں اور نگاہ عبرت کے ساتھ ملاحظہ کریں کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد نہیں کر دیا؟ تو جس طرح زمانہ ماضی کے مجرموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا اسی طرح ان کے بعد آنے والے مجرموں کو بھی ان کی بدکرداری کے باعث تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ: اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مطمئن کرنا مقصود ہے کہ آپ غمزدہ نہ ہوں اور آپ ان کے مکر وفریب سے غمگین نہ ہوں اگر وہ ایمان قبول نہیں کر رہے ہیں اور ان کے مکر وفریب سے آپ تنگ دل نہ ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: کفار استہزاء کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ عذاب کب آئے گا؟ مخاطب نبی ﷺ اور ایماندار ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے واضح کیا ممکن ہے جس عذاب کے نازل ہونے کا تم جلد مطالبہ کر رہے ہو اس عذاب سے تو کچھ حصہ نازل ہو چکا ہے کہ جنگ بدر میں تمہارے کچھ رفقاء قتل ہوئے اور کچھ کو قیدی بنا لیا گیا۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ: اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ آپ کا پروردگار لوگوں پر باوجود ان کی نافرمانیوں کے اور کفر کے جلد عذاب نہیں اتارتا ہے عذاب کے مؤخر کرنے میں اللہ کا فضل وکرم سبب بنتا ہے جبکہ اکثر لوگ انعامات کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے اور اپنے پروردگار کا شکریہ ادا نہیں کرتے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے جو وہ پوشیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر کیساتھ دشمنی کرتے ہیں اور ان کیساتھ مکر وفریب کی چالیں چلتے رہتے ہیں تو اللہ انہیں ان کے مکر وفریب کے سبب سزا دے گا۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ: اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی چیز خواہ لوگوں کی نظر سے کتنی ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو آسمانوں میں ہو یا زمین میں، اللہ کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے اللہ کی ذات کو اس کا علم ہے اور اللہ کے علم نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اسے اپنے ہاں لوح محفوظ میں ثبت فرما دیا ہے اس لئے کہ اللہ کی ذات پاک پر ہرگز کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ جو بھی چیز آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہے یا ظاہر ہے اللہ کی

ذات کو اس کا علم ہے اس سے کوئی چیز ہرگز پوشیدہ نہیں ہے سورۃ الحج میں ہے ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ ذٰلِکَ فِیْ کِتٰبٍ ط اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ﴾ (الحج: ۷۰) ''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بلاشبہ اللہ کی ذات کو اس چیز کا علم ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے یقیناً ہر چیز لوح محفوظ میں درج ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ آسان ہے''

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُکْمِهٖ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ط اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ط اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر بیان کرتا ہے زیادہ وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے رہے (۷۶) اور بلاشبہ یہ قرآن ضرور ہدایت اور مسلمانوں کے لئے رحمت ہے (۷۷) بلاشبہ آپ کا پروردگار تو ان کے درمیان اپنے حکم کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہی غالب جاننے والا ہے (۷۸) پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں یقیناً آپ واضح حق پر ہیں (۷۹) بلاشبہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتے ہو جس وقت وہ پیٹھ پھیر کر روگردانی کریں (۸۰) اور آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت عطا نہیں کر سکتے ہیں آپ نہیں سنا سکیں گے مگر اس شخص کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتا ہے پس یہ لوگ ہیں جو اطاعت کرنے والے ہیں (۸۱)

بلاغت: ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ میں استعارہ تمثیلہ ہے کہ کفار لوگ تو مُردے ہیں، بہرے ہیں، اندھے ہیں جب وہ ایمان نہیں لاتے ہیں تو وہ مردوں جیسے ہیں اندھے اور بہرے ہیں بطور استعارہ کے انہیں مردے، بہرے اور اندھے قرار دیا ہے۔

تناسب: قبل ازیں کائنات کی تخلیق بلکہ انسان کی تخلیق کا آغاز پھر اس کا انجام اور نبوت کا بیان ذکر ہوا ہے چونکہ قرآن پاک محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت اور جس چیز کو آپ نے پیش کیا اس کی صداقت پر بہت بڑی دلیل اور روشن برہان ہے تو اس کے بعد قرآن پاک اور اس کے اوصاف کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

تشریح: قرآن کے واقعات تورات وانجیل کے مطابق ہیں: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرآن مجید جس کو خاتم الرسل محمد ﷺ پر عہد نبوت میں مختلف اوقات میں اتارا گیا اس کی حقانیت میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اس کتاب نے اہل کتاب کے درمیان اختلافات کا ذکر کیا ہے جو ان میں دین اسلام کے بارے میں تھا اس لحاظ سے وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے یہاں تک کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کو ملعون قرار دیا جبکہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اسلام قبول کرتے اور قرآن پاک کے مطالعہ سے راہ حق پر گامزن رہتے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ قرآن میں ذکر ہونے والے واقعات ان واقعات کے بالکل مطابق ہیں جن کا تورات اور

انجیل میں تذکرہ ہے جب کہ محمد ﷺ تو اُمّی انسان تھے، مزید برآں آپ نے یہودی علماء سے ہرگز استفسار نہیں کیا بلکہ آپ کا ان کے ساتھ میل جول بھی ثابت نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ اللہ پاک کی جانب سے وحی ہے، مزید برآں قرآن پاک میں مسئلہ توحید، قیامت کے دن اٹھائے جانے، نبوت اور عادلانہ شرعی احکام جن کی انسانیت کو ضرورت تھی ان کو بیان کیا گیا ہے کسی دوسری کتاب میں اس کی مثال نہیں ملتی ہے، اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے بلکہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت میں اتنا اونچا مقام ہے کہ کسی بھی شخص نے اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کی اس لئے کہ اس قسم کا فصیح بلیغ کلام پیش کرنا انسان کی قوت سے باہر ہے جبکہ قرآن پاک کا نزول خالق کائنات کی جانب سے ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قرآن پاک جس کو رسول اکرم ﷺ پر اتارا گیا اس نے اہل کتاب کے دین اسلام کے بارے میں اختلافات کا تذکرہ کیا ہے کہ کسی نے مسیح علیہ السلام کو خدا، کسی نے خدا کا بیٹا، کسی نے تثلیث کا نعرہ بلند کیا جب کہ قرآن پاک نے انہیں صرف اللہ کا پیغمبر قرار دیا، تو اے محمد ﷺ! آپ کے پروردگار ان میں اپنا فیصلہ فرمائیں گے اور اللہ کا فیصلہ غالب ہے اس کے حکم کو رد کا نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے افعال سے باخبر ہیں اللہ کی ذات سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے آپ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے سبھی معاملات کو اس کے سپرد کریں اور آپ کے تمام معاملات میں آپ کے مددگار ہیں اس لئے کہ اے محمد! ﷺ آپ تو واضح صحیح راہ پر گامزن ہیں اس لئے انجام کار غلبہ آپ کو حاصل ہوگا۔

کفار مُردوں کی مانند ہیں: اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی: آپ کفار کو اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں سنا سکیں گے جبکہ وہ غور وفکر نہیں کرتے ہیں اور عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں تو وہ ان مُردوں کی مانند ہیں جن میں نہ احساس ہوتا ہے اور نہ انکی عقل انہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ آپ بہرے لوگوں کو اپنی دعوت سنا سکیں گے بالخصوص جب وہ آپ سے روگردانی کریں گے انکی مثال بہرے لوگوں جیسی ہے جن کے کانوں میں بوجھ ہوتا ہے بالخصوص جب آپ سے روگردانی کریں، مزید برآں بہرہ انسان جب روگردانی کرتا ہے تو اگر اس حالت میں آپ اس کو آواز دیں گے تو اس وقت وہ بہت ہی کم سن پاتا ہے جبکہ اب پہلے سے زیادہ مسافت بھی حائل ہے البتہ اس عام حکم سے بعض صورتوں کو دلیل کے ساتھ مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ((کہ نبی ﷺ نے غزوہ بدر میں بدر کے کنویں میں کفار مقتولین کو آپ نے مخاطب کیا اور دریافت کیا کہ کیا تم نے اس وعدہ کو درست پالیا ہے جو تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا؟ تو آپ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا آپ تو مردہ لوگوں کو آواز دے رہے ہیں جن کے جسم تو ہیں ان میں روح نہیں ہے اس کے جواب میں نبی ﷺ نے انہیں آگاہ کیا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو کلمات میں نے کہے ہیں ان کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے تھے)) اسی طرح یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مرنے والا شخص الوداع کرنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔[1]

وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ: اے محمد! (ﷺ) آپ میں ہرگز قوت نہیں کہ آپ دلوں کے اندھے لوگوں کو کفر سے دور کر سکیں آپ تو صرف ایمان والوں کو سنا سکتے ہیں جنہوں نے خود کو اللہ کی ذات کے تابع کر دیا ہے جب کہ یہ تو بہرے، اندھے ہیں فہم سے عاری ہیں جب وہ پشت پھیر کر روگردانی کرتے ہیں گویا کہ کفار مُردوں، اندھوں اور بہرے لوگوں کی مانند ہیں جو نہ سمجھتے ہیں نہ سن پاتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ وہ دلائل کی جانب دھیان کرتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ٨٦، صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ١٠، مسند احمد ٣/ ١٠٤

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا
يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۲ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى
اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ
مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ
تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ: اور جب ان پر عذاب کا وعدہ متحقق ہو جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا اس وجہ سے کہ لوگ ہماری آیات پر ایمان نہیں رکھتے ہیں (۸۲) اور جس روز ہم ہر امت سے ایک جماعت کو اٹھائیں گے ان سے جو ہماری آیات کو جھوٹا قرار دیتے ہیں پس ان میں سے بعض کو دوسرے بعض کے پہنچنے تک کھڑا رکھا جائے گا (۸۳) یہاں تک کہ جب وہ آ جائیں گے تو اللہ کہے گا کیا تم نے میری آیات کو جھوٹ قرار دیا تھا اور تم نے ان کے بارے میں علم کے لحاظ سے احاطہ نہیں کیا تھا یا کیا کام کرتے رہے (۸۴) اور ان پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا بوجہ ان کے ظلم کرنے کے تو وہ کوئی بات نہ کریں گے (۸۵) کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے رات کو بنایا تا کہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشنی والا بنایا بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (۸۶) اور اس دن کو یاد کرو جب صور میں پھونکا جائے گا پس وہ جو آسمانوں میں اور وہ جو زمین میں ہیں گھبرا جائیں گے مگر وہ شخص جس کو اللہ چاہے اور سبھی ایک اللہ کے ہاں ذلیل وخوار آئیں گے (۸۷) اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو ان کے بارے میں خیال کرے گا کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں اور وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے اس اللہ کی کاری گری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا بلاشبہ وہ خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو (۸۸) جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور وہ گھبراہٹ سے اس دن امن میں رہیں گے (۸۹) اور جو شخص برائی کرتا ہے تو ان کے چہروں کو آگ میں الٹا کر دیا جائے گا تو تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کے مطابق جو تم کرتے رہے (۹۰)

مفردات کی وضاحت: اَلْقَوْلُ سے مقصود وہ علامات ہیں جو قیامت کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں، تُكَلِّمُهُمْ دآبة الارض انہیں بتائے گا، نَحْشُرُ ہم اکٹھا کریں گے، يُوْزَعُوْنَ پہلے لوگوں کو روک لیا گیا تا کہ ان سے بعد میں آنے والے ان کے

ساتھ مل جائیں، وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا تم اس کی حقیقت کو معلوم نہ کر سکے، جَامِدَةً اپنی جگہوں پر ثابت ہیں۔

بلاغت: (۱) ﴿وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾ پہاڑ اس قدر تیزی کے ساتھ چلیں گے جس طرح بادل تیز تیز چلتے ہیں اس میں تشبیہ بلیغ کارفرما ہے حرف تشبیہ کو حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ محمد تو (قمر) ہیں یعنی محمد (ﷺ) تو چاند ہی ہیں۔

(۲) ارشاد ربانی ﴿وَكُلٌّ أَتَوْهُ دٰخِرِينَ﴾ اور سب لوگ وہاں ذلت کے ساتھ آئیں گے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ سب لوگ تو ذلیل نہ ہوں گے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین تو باعزت آئیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ مقصود عبودیت کے لحاظ سے ذلت ہے گناہوں کے لحاظ سے نہیں ہے، آسمان وزمین میں ہر ایک اللہ رحمٰن کی بارگاہ میں غلام کی حیثیت میں حاضر ہوں گے۔

تشریح: قیامت سے قبل کے واقعات کا بیان: ان واقعات کا ذکر ہو رہا ہے جو قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے رونما ہوں گے کہ جب قیامت وقوع پذیر ہو جائے گی اور کفار کو عذاب میں مبتلا کرنے کا وقت قریب آن پہنچے گا تو ہم کفار کیلئے بہت بڑی علامت کو نمایاں کریں گے، دآبۃ الارض کا خروج ہوگا جو لوگوں کے ساتھ گفتگو کرے گا وہ ان لوگوں پر لعنت بھیجے گا جو قیامت کا انکار کرتے رہے اس کی گفتگو یہ ہوگی خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو اللہ کی آیات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، ذہن نشین کریں کتب حدیث میں قیامت کی علامات میں دآبۃ الارض کے خروج کا بھی تذکرہ ہے جیسا کہ سورج کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کا ذکر ہے اور ان میں سے جو علامت پہلے ظہور پذیر ہوگی تو دوسری اس کے بعد ہوگی۔[1]

اس کے ظہور پذیر ہونے کا وقت آخری زمانہ ہے جب لوگوں میں فساد رونما ہوگا اور اللہ کے احکام پر عمل نہ ہوگا اور دین اسلام کے احکام کو تبدیل کیا جا رہا ہوگا تو دآبۃ الارض لوگوں سے گفتگو کرے گا ان سے مخاطب ہو کر یہ جملہ دہرائے گا کہ عام طور پر لوگ ان آیات کا انکار کرتے ہیں اس وقت کیفیت یہ ہوگی بھلائی کا وجود نہ ہوگا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں ہوگا اللہ کی جانب جھکاؤ کرنے والے نہ ہوں گے مزید توبہ کرنے والے بھی نہ ہوں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا: قیامت کے دن کے بعض مشاہد کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اس دن محاسبہ اور عذاب کے لئے ہر امت سے ایک گروہ کو لایا جائے گا جو ہمارے پیغمبروں اور ہماری آیات کی تکذیب کرتے رہے انہیں اکٹھا کیا جائے گا بعد ازاں انہیں ڈانٹ پلائی جائے گی یہاں تک کہ جب وہ محاسبہ کے میدان میں جمع ہوں گے بلکہ بعض کو ڈانٹ پلاتے ہوئے شریک کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے ان سے استفسار کرے گا تم دنیا میں کیا کام کرتے رہے کیا تم میری ان آیات کو جھٹلاتے رہے جن کو میرے پیغمبروں پر اتارا گیا تھا؟ تم نے ان کے بارے میں غور وفکر سے کام نہ لیا ان کے حقائق کی گہرائی سے واقفیت حاصل نہ کی تم نے ان کے جھٹلانے کے علاوہ اور کیا کام کیا تھا؟ اس سوال پر وہ حیران ہوں گے کچھ بات نہ کر سکیں گے جب کہ ان کے پاس ہرگز کوئی عذر نہ ہوگا اور نہ کوئی دلیل ہوگی۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ: یہ لوگ اللہ کی قدرت پر غور کیوں نہیں کر رہے ہیں کہ وہ عبرت حاصل کریں اس نے رات کو اندھیرے والی بنایا تا کہ لوگ نیند کر کے آرام حاصل کر سکیں اور تھکاوٹ دور کر سکیں جبکہ دن کو روشن بنایا تا کہ دن کے لمحات میں معیشت کے ذرائع اختیار کرتے ہوئے اپنی بنیادی ضرورتوں کو حاصل کر پائیں یقیناً رات دن کی تبدیلی اندھیرے سے روشنی کی جانب اور روشنی سے

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن باب ۱۳، صحیح ابی داؤد کتاب الملاحم باب ۱۲، صحیح ابن ماجہ کتاب الفتن باب ۳۲

اندھیرے کی جانب تبدیلی میں اللہ کی قدرت پر ان لوگوں کیلئے مستحکم دلائل ہیں جو انکی تصدیق کیساتھ ساتھ عبرت حاصل کرتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ: اس دن کا تذکرہ کریں جس دن اسرافیل فرشتہ صور میں پھونکے گا جس کے باعث آسمان وزمین میں کوئی فرد باقی نہیں رہے گا مگر وہ خوف زدہ ہوکر گھبرائے گا البتہ انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں اور شہداء میں سے جن کو اللہ مستثنیٰ قرار دے گا وہ بے ہوش نہ ہوں گے پھر موت کا نَفْخَہ ہوگا اس کے بعد قبروں سے اٹھائے جانے کیلئے نَفْخَہ ہوگا سبھی لوگ بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوں گے سبھی فوت شدہ لوگ جو اس نَفْخَہ سے زندہ ہوں گے وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اطاعت گزار تواضع کے ساتھ حاضر ہوں گے کوئی ایک فرد بھی پیچھے نہ رہے گا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً: اور تو پہلے نفخہ کے وقت پہاڑوں کو دیکھے گا کہ وہ اپنی جگہ میں ثابت ہیں ٹھہرے ہوئے ہیں لیکن نفخہ کے بعد وہ بادلوں کی طرح تیز تیز چلیں گے البتہ ان کے بارے میں خیال کہ وہ چل نہیں رہے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو اجسام بڑے بڑے ہوتے ہیں جب وہ بادلوں کی طرح تیز چل رہے ہوتے ہیں جب کہ ان کی جانب دیکھنے والا شخص ان کے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں حالانکہ وہ تیز تیز رواں دواں ہوتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت عمدہ کاریگری کا نشان ہے جس نے ہر چیز کی تخلیق کو محکم بنایا ہے اور اس میں حکمتیں اور مصلحتیں ودیعت کر رکھی ہیں، بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ لوگ کر رہے ہیں خواہ اچھا کام یا برا کام کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ دیں گے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا: جو شخص قیامت کے دن اچھے کام کیساتھ آئیگا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کا اجر وثواب دو گنا عطا کرے گا بلکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا عطا کرے گا اور تھوڑے سے عمل پر ایسا ثواب عطا کرے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگا اور وہ سخت دن کے ڈر سے اطمینان کی حالت میں ہوں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ﴾ ان کو بہت بڑی گھبراہٹ غمناک نہ کریگی اور جو لوگ برائی کے مرتکب ہوئے تو انہیں دوزخ میں چہروں کے بل گرایا جائیگا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سَيِّئَةٌ کی تفسیر شرک سے کی ہے کہ جس نے اللہ کی ذات کیساتھ اس کی عبادت اس کی اطاعت میں غیر اللہ کو شریک بنایا تو اسے دوزخ میں چہرے کے بل گرایا جائے گا اور دوزخ میں الٹالٹکایا جائے گا انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا تمہیں تو بس تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَّ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْآنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُونَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾ ع

ترجمہ: اے محمد! آپ کہیں مجھے تو بس اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں (یعنی مکہ مکرمہ) جس کو اس نے محترم بنایا ہے اور ہر چیز اسی کے تصرف میں ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں (۹۱) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن پاک کی تلاوت کروں پس جو شخص ہدایت یافتہ ہوا تو وہ اپنے فائدہ کے لئے ہدایت یافتہ ہوا اور جو شخص گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیں سوائے اس کے نہیں، کہ میں تو ڈرانے والوں سے

ہوں (۹۲) اور آپ کہیں سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ تمہیں اپنی آیات دکھلائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے اور تیرا پروردگار بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو (۹۳)

مفردات کی وضاحت: اَلْبَلْدَۃَ مکہ مکرمہ، وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ میں قرآن پاک کی تلاوت پر ہمیشگی کروں، مُنْذِرِیْنَ جو اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں،۔

تشریح: آپ انہیں آگاہ کریں کہ مجھے تو بس اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں مکہ مکرمہ کے پروردگار کی عبادت کروں جس نے اپنی مخلوق پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ اس میں کسی حرام خون کو گرائیں یا اس میں کسی رہائش پذیر پر ظلم کریں اس لئے کہ یہ پہلا اللہ کا گھر ہے اس جملہ میں کفار کو تنبیہ کرنا مقصود ہے جنہوں نے مکہ مکرمہ کے پروردگار کی عبادت کو چھوڑ رکھا ہے اور اللہ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جب کہ انہیں بیت اللہ کے پروردگار کی عبادت کرنی چاہیے تھی اس لئے کہ پیدا کرنے، ملک اور تصرف کے لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں خود کو اس کے لئے مطیع کروں میں مخلص موحدین سے شمار کیا جاؤں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن پاک کی تلاوت رات دن کے اوقات میں کروں تا کہ قرآن پاک میں جو خزانے پوشیدہ ہیں وہ مجھ پر منکشف ہوں چنانچہ ایک حدیث میں اس حقیقت کو نمایاں انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ ایک رات نوافل کی ادائیگی میں رات بھر اس آیت کی تلاوت کرتے رہے ﴿اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (المائدہ:۱۱۸) ''اگر تو انہیں عذاب میں گرفتار کرے تو ہرگز تجھ پر کچھ اعتراض نہیں اس لئے کہ یہ سب تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دیتا ہے تو بلا شبہ تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہے کہ تو گناہوں کو معاف کرنے والا مہربان ہے''

پس جس شخص نے میری تابعداری کی اور میری ہدایت کے مطابق رواں دواں رہا تو وہ سیدھے راہ پر چل رہا ہے اور جو شخص صراط مستقیم سے منحرف ہوا تو آپ اسے آگاہ کریں کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور میں نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے گمراہ ہونے کا مجھ پر کچھ وبال نہیں ہے میں نے تم تک ان چیزوں کو پہنچا دیا ہے جن کے پہنچانے کی مجھ پر ذمہ داری تھی اور آپ کہیں سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھ پر اپنے انعامات کا فیضان کیا جب کہ عظیم نعمت نبوت کا عطا کیا جانا ہے تو تمہارا پروردگار تمہیں اپنے عذاب کی آیات کی حقیقت سے واضح کرے گا تو تم انہیں پہچان لو گے، اور آپ کا پروردگار ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے جنہیں وہ سرانجام دے رہے ہیں ان پر نازل ہونے والے عذاب کو مؤخر کر رکھا ہے اس کے اترنے کا وقت مقرر ہے نہ اس وقت سے مؤخر ہو گا نہ اس سے پہلے آئے گا آپ ان کے جھٹلانے سے تنگ دل نہ ہوں بلاشبہ میں تجھے غلبہ دوں گا اور آپ کے دشمن کو ذلیل ورسوا کروں گا، امام احمد بن حنبلؒ کثرت کے ساتھ ذیل کے دو اشعار پڑھا کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں ؎

اِذَامَا خَلَوْتُ الدَّھْرَ یَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَلٰکِنْ قُلْ عَلَیَّ رَقِیْبُ

وَلَا تَحْسَبَنَّ سَاعَۃً وَ لَا اَنْ مَا یَخْفٰی عَلَیْہِ یَغِیْبُ

''جب بھی آپ فرماتے میں کسی دن تنہا ہوں تو آپ یہ نہ کہیں کہ میں اکیلا ہوں البتہ آپ کہیں مجھ پر نگران موجود ہے اور آپ اللہ کے بارے میں ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ ایک سیکنڈ غافل ہو سکتا ہے اور یہ بھی خیال نہ کریں کہ جو چیز بظاہر اللہ سے پوشیدہ ہے وہ حقیقت میں بھی اللہ سے پوشیدہ ہو، ہرگز نہیں۔

اٰيَاتُهَا:۸۸ ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ رُكُوْعَاتُهَا:۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

طٰسٓمّٓ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ
لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ
يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى
الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي
الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴿۶﴾

ترجمہ: طٰسم (۱) یہ روشن کتاب کی آیات ہیں (۲) ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کی خبر کو سچائی کے ساتھ پڑھ رہے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں (۳) بلاشبہ فرعون نے زمین میں تکبر کیا اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں کر دیا وہ ان میں سے ایک جماعت کو کمزور سمجھتے ہوئے ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ تا تھا یقیناً وہ فساد انگیزی کرنے والوں سے تھا (۴) اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین میں کمزور سمجھا جاتا تھا اور ہم ان کو لیڈر بنائیں اور ہم ان کے وارث بنائیں (۵) اور ہم ان کو اس زمین میں اقتدار عطا کریں اور ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان سے وہی کچھ دکھائیں جس کا انہیں بنی اسرائیل سے ڈر تھا (۶)

سورۃ القصص کا خلاصہ: اس سورت کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے جن میں عقائد، منصب رسالت، موت کے بعد اٹھائے جانے کے اہم مسائل کو تزک و احتشام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یہ سورت اپنے منہج اور مقصود کے لحاظ سے سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء کے ساتھ ہم آہنگ ہے جیسا کہ نزول کے اعتبار سے بھی ان دونوں میں توافق ہے، ذہن نشین کریں کہ اس سورت سے پہلے دو سورتوں میں جن مضامین کو اجمال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ان کو اس سورت میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اس سورت کا محور حق و باطل کی باہم آویزش کے اردگرد گھوم رہا ہے اور اذعان و یقین کے ساتھ ساتھ سرکشی اور طغیانی کے اردگرد جلوہ آراء ہے بلکہ رحمٰن اور شیطان کے لشکروں کے درمیان زبردست تصادم کی تصویر کشی کی گئی ہے اس کی وضاحت سے آگاہ کرتے ہوئے دو انعامات کو نہایت عمدہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے جن کی وضاحت سے اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

ڈکٹیٹر شخص کا تذکرہ: ایک جانب ایسے سرکش ڈکٹیٹر شخص کا تذکرہ ہے جس نے بنی اسرائیل کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتے ہوئے نہایت خوفناک عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ان کے گھروں میں تولّد پذیر ہونے والے بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا جب کہ

ان کی بیٹیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اس قدر سرکش ہوا کہ اس نے خود کو ربوبیت کے مقام پر لا کھڑا کیا اور نہایت فخر وطمطراق کی کیفیت میں نعرہ لگایا کہ ﴿مَا عَلِمۡتُ لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرِي﴾ [1] میں اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود تسلیم نہیں کرتا ہوں، اور دوسری جانب اس شخص کا تذکرہ ہے جس نے مال ودولت کی فروانی کے باعث انسانیت کے مقام کو پھلانگ کر مفلس اور نادار انسانوں کی غربت سے فائدہ اٹھا کر جبار اور سرکش بھیڑیئے کا روپ دھار کر انہیں اپنے مظالم اور ستمرانیوں کا نشانہ بنایا ان دونوں واقعات میں انسان کی سرکشی تَمَرُّدْ خواہ مال وثروت یا جاہ وجلال اور سلطنت کے باعث ہے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

ذہن نشین کریں اس سورت کے آغاز میں فرعون ملعون کی سرکشی تَعَلِّی اور اللہ کی زمین پر اس کی فسادانگیزیوں کی تصویر کشی کی گئی ہے اس کے بعد اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کی والدہ کا اپنے بیٹے کے بارے میں خوفزدہ ہونا اس دوران اللہ تعالیٰ کا اس کے دل میں القاء کرنا کہ اسے دریا کی لہروں کے حوالہ کرے اس کے نتیجہ میں اس کی زندگی کا تحفظ ہو جائے گا اور فرعون کے شاہی محل میں اسے اعزاز اکرام کے ساتھ رکھا جائے گا جیسا کہ نرم ونازک گلاب کا پھول کانٹوں کی آویزش میں مسکراتا رہتا ہے ؎

چاروں طرف سے کانٹوں میں گھرا ہوا ہے پھول
پھر بھی مسکرا رہا ہے عجب خوش مزاج ہے

بعدازاں موسیٰ علیہ السلام کا سن بلوغت میں داخل ہونا اس دوران ایک قبطی شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینا بعدازاں وہاں سے مدین کے علاقہ کی جانب ہجرت فرما ہونا وہاں پر شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے ان کا نکاح ہونا اس کے بعد ان کا مصر کی جانب روانہ ہونا تاکہ فرعون سرکش کو اللہ کی جانب دعوت دی جائے مزید دیگر واقعات کا تذکرہ یہاں تک کہ فرعون غرق ہوا اس کے بعد ایک سرمایہ دار قارون کا واقعہ ہے جس سے ایمان اور سرکشی کے درمیان حدفاصل کی لکیر کھینچ دی گئی ہے۔

اس سورت کا نام سورۃ القصص اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مزید عجیب وغریب واقعات ہیں جن سے یہ حقیقت الم نشرح ہو کر سامنے آتی ہے کہ کس کس انداز کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور انہیں کامیابی کے ساتھ ہم کنار کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے اور ان کی ہلاکت وتباہی عبرت وموعظت کا سامان فراہم کرتی رہتی ہے۔ [2]

مفردات کی وضاحت: شِيَعًا کا واحد شِيعَةً ہے مقصود جماعتیں ہیں، يَسۡتَحۡيِ زندہ رہنے دیتا ہے لڑکیوں کو قتل نہیں کرتا ہے، اَنۡ نَّمُنَّ ہم احسان کریں۔

تشریح: طٰسٓمٓ کا شمار حروف مُقَطَّعَات سے ہوتا ہے ان سے قرآن کریم کا اعجاز مترشح ہوتا ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے جو فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے مقام اعجاز پر فائز ہے اور اس جانب اشارہ ہے کہ یہ قرآن پاک حروف تہجی سے مرکب ہے۔

تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ: یہ تو روشن واضح کتاب کی آیات ہیں جن میں اعجاز نمایاں ہے جو احکام شریعت کے لحاظ سے واضح ہے اے محمد (ﷺ)! ہم آپ پر روح الامین جبریل علیہ السلام کی وساطت سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ملعون کے واقعات کو سچائی کے دامن کو تھامے ہوئے بیان کرتے ہیں جس میں ہرگز شک وشبہ کا شائبہ تک نہیں ہے ان لوگوں کے لئے جو قرآن کو سچا باور کرتے ہیں اور اس

[1] القصص: ۳۸ [2] صفوۃ التفاسیر القسم الحادی عشر ص ۲۶

سے فوائد حاصل کرتے ہیں بعد ازاں فرعون سرکش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ فرعون تو متکبر شخص تھا جو مصر کی سرزمین میں حد اعتدال سے گزرا ہوا اور سرکش تھا اس نے وہاں کے باشندوں کو اپنی مختلف قسم کی خدمات کے لئے گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا ان میں سے ایک گروہ کو جو بنی اسرائیل کے لقب کے ساتھ متعارف تھے ان کو اس نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں ذلیل سمجھتا تھا اور انہیں بدترین قسم کے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو اپنی اور قبطیوں کی خدمت کے لئے زندہ رہنے دیتا تھا، ذہن نشین کریں کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا سبب یہ تھا کہ فرعون نے ایک رات خواب دیکھا کہ زبردست قسم کی آگ بیت المقدس کی جانب سے چل کر ملک مصر کی زمین میں پہنچی ہے تو اس نے قبطیوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے جب کہ بنی اسرائیل محفوظ رہے تو فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں سے اس خواب کی تاویل دریافت کی، انہوں نے فرعون کی خواب کی تاویل پیش کرتے ہوئے وضاحت کی کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں تولد پذیر ہوگا اس کے سبب تیری بادشاہت کا خاتمہ ہوگا اور تو بھی اس میں ہلاک ہو جائے گا تو اس نے حکم نافذ کر دیا کہ بنی اسرائیل کے جس گھر میں لڑکے کی پیدائش ہو تو اس لڑکے کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، اس مقام کی وضاحت ایک شاعر کے شعر سے ملاحظہ کریں ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ: اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ فرعون کا شمار تو زمین میں فساد انگیزی کرنے والوں سے ہوتا تھا بلکہ زبردست سرکش قسم کی شخصیت سے جانا پہچانا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے خود کو ربوبیت کے مقام پر استوار کیا اور بچوں کے قتل میں ہرگز کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور انسانیت کی ذلت میں ہر قسم کے حربے کو استعمال کیا۔

اللہ کی رحمت کا بیان: وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا: اور ہم اپنے وصف رحمت کے باعث چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل سے ان لوگوں پر احسان کریں جن کو بنی اسرائیل سے کمزور سمجھا جاتا تھا تو ہم انہیں فرعون اور اس کے ظلم وستم سے نجات عطا کریں اور ہم انہیں لیڈر بنائیں کہ اچھے کاموں میں انکی پیروی کی جائے جبکہ قبل ازیں انہیں ذلیل سمجھا جاتا تھا اور ہم انہیں فرعون اور اسکی بادشاہت کا وارث بنائیں اور انکے گھروں میں آباد ہوں جبکہ قبل ازیں قبطی لوگ مصر کے اونچے شہری تسلیم کئے جاتے تھے اور ہم انہیں مصر اور شام کی سرزمین کی بادشاہت سے شام کام کرنا چاہتے تھے کہ وہ وہاں نہایت آزادی کیساتھ جس طرح چاہیں تصرف کرتے رہیں اور ہم سرکش فرعون، ہامان اور قبطیوں کو ان بنی اسرائیلیوں سے جنہیں وہ کمزور باور کرتے تھے وہ کیفیت دکھائیں جس سے وہ خوفزدہ تھے کہ ان کی بادشاہت تاخت وتاراج ہو جائیگی اور وہ بنی اسرائیل کے ایک بچے کے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَتُبۡدِىۡ بِهٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰٓى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی جانب الہام کیا کہ اس کو دودھ دیں پس جب تو اس پر ڈر جائے تو اس کو دریا میں گرادیں اور نہ ڈریں اور نہ غم کریں یقیناً ہم اس کو تیری جانب پہنچانے والے ہیں اور ہم اس کو پیغمبروں سے بنانے والے ہیں (۷) پس اس کو فرعون کے اہل خانہ نے پکڑا تا کہ ان کے لئے دشمن اور غم کا سبب بنے یقیناً فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر غلط کار تھے (۸) اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا! ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو لڑکا بنالیں جب کہ وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں (۹) اور موسیٰ کی ماں کا دل صبر سے خالی ہوگیا بے شک وہ قریب تھی کہ اس کو ظاہر کردیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تا کہ وہ ایمان والوں سے ہوجائے (۱۰) اور اس نے لڑکے کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جائے تو اس نے اس کو دور سے دیکھا اور فرعون کے لوگوں کو علم نہ تھا (۱۱) اور ہم نے پہلے سے ہی اس پر دودھ پلانے والیوں کو حرام کردیا تھا تو اس کی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی راہ نمائی نہ کروں جو تمہارے لئے اس کی کفالت کریں اور اس کی خیر خواہی کرنے والے ہوں گے (۱۲) تو ہم نے اس کو اس کی ماں کی جانب لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ نہیں جانتے ہیں (۱۳)

مفردات کی وضاحت: اَلۡوَحۡیُ الہام، اَلۡخَوۡفُ مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز کے ظہور کے باعث غم وغصہ کا لاحق ہونا، اَلۡحُزۡنُ وَالۡحَزَنُ کسی ناپسندیدہ چیز کے باعث جو موجود ہے غم لاحق ہونا، اَلۡيَمُّ کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے، لیکن یہاں مقصود دریائے نیل ہے، اَلِالۡتِقَاط کسی چیز کو اچانک بلا تلاش کے اٹھانا، چنانچہ لُقَطَةٌ اس مال کو کہتے ہیں جو کہیں گرا پڑا ہے اس کو اٹھانا، خَطَاءٌ سے مقصود کسی رائے کا غلط ہونا ہوتا ہے جب کہ یہاں شرک اور اللہ کی نافرمانی مقصود ہے، فَارِغًا عقل سے خالی، اَلرَّبۡطُ عَلَى الۡقَلۡبِ دل کو مضبوط کرنا، قُصِّيۡهِ اس کے نقش قدم کے پیچھے پیچھے چلیں اور اس کی خبر معلوم کریں۔

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ مستقبل میں بنی اسرائیل پر احسانات فرمائے گا جنہیں کمزور باور کیا جاتا تھا اب انعامات کی قدرے تفصیل سے آگاہ کیا جارہا ہے۔

فرعون کا موسیٰ کو بیٹا بنا کر دوبارہ اس کی ماں کی جانب بھیجنے کا بیان: وَاَوۡحَيۡنَا اِلٰٓى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ: ہم نے موسیٰ

کی والدہ کے دل میں الہام کیا کہ آپ اس کی رضاعت کے سلسلہ کو جاری رکھیں جب تک کہ اس عمل کو پوشیدہ رکھنا ممکن ہوتا کہ آپ کے اوراس کے دشمن اس کو کسی نقصان سے ہم کنار نہ کر دیں لیکن جب تجھے اس کے بارے میں فرعون کے جاسوسوں سے اندیشہ لاحق ہو جو بنی اسرائیل کے لڑکوں کو اس کے حکم کے باعث قتل کرنا چاہتے ہیں یا جس گھر میں بچے کی پیدائش ہوئی ہے اس گھر کے پڑوسیوں سے خطرہ لاحق ہو کہ جب وہ نومولود بچے کے رونے کی آواز کو سنیں گے تو چغل خوری کرتے ہوئے اس سے آگاہ کر دیں گے اس بنا پر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حکم دیا گیا کہ آپ بچے کو دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیں اور یہ خوف لاحق نہ ہو کہ بچہ ہلاک ہو جائے گا اور بچے کی جدائی کے باعث غم نہ کرنا، چنانچہ سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں جس کیفیت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کیا اس کی تفصیل کا ذکر ہو چکا ہے اس کے بعد اللہ پاک نے ان کی والدہ کو صبر دلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ اسے صحیح سلامت آپ کی جانب پہنچا دیا جائے گا آپ ہی اس کو دودھ پلائیں گی اور ہم اسے پیغمبری کے منصب پر فائز کریں گے اور بنی اسرائیل کو اس کے ذریعہ ظلم وستم سے نجات عطا کریں گے۔

فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے ایک ہی آیت میں دو امر کے صیغے اور دو نہی کے اور دو خبریں اور دو بشارتیں موجود ہیں، ان ارضعیہ، فالقیہ دونوں امر ہیں، وَلاتَخَافِي، وَلاتَحزَنِي دونوں نہی کے صیغے ہیں، اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْکِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ: چنانچہ اسی رات کی صبح کو جس رات کے لمحات میں صندوق کو دریائے نیل کی لہروں کے حوالے کیا تھا فرعون کے سپاہیوں نے اس کو اٹھا لیا اس بچے کے بارے میں فرعون کو مطلع کیا گیا تو اس نے اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں یہ بچہ بنی اسرائیل کی نسل سے نہ ہو اور اس کے ہاتھوں سے ہماری ہلاکت و بربادی نہ ہو جائے لیکن فرعون کی بیوی نے اس کو ذبح ہونے سے تحفظ عطا کیا فرعون کی بیوی کی امیدوں کے برعکس وہ ان کے لئے دشمنی اور غم واندوہ کا سبب بنا۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ: یہ حقیقت ہے کہ فرعون ہامان اور ان کے لشکری لوگ سب خطا کار ثابت ہوئے انہوں نے انجام کے بارے میں غور وفکر نہ کیا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو تحفظ عطا کرنے کے لئے تو ہزاروں بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن جس شخص کے باعث ان کے اقتدار کا سورج غروب ہوا وہ بچہ فرعون کے شاہی گھر میں پرورش پاتا رہا جب وہ جوان ہوا تو اس نے ان کے ساتھ وہی انداز اختیار کیا جس سے وہ خوفزدہ تھے۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَکَ: جب نومولود بچہ فرعون کے گھر میں پہنچا تو فرعون کی بیوی نے اس کے دفاع میں غیر معمولی پارٹ ادا کیا اس نے کھلے الفاظ میں انہیں اس حقیقت سے ہم کنار کیا کہ یہ بچہ تو نہ صرف یہ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا بلکہ تمہاری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ثابت ہوگا اور اس کو دیکھ کر دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی چنانچہ بیوی کے مطالبہ پر فرعون نے بچہ اس کے سپرد کر دیا بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ اولا دِ نرینہ سے محروم تھی جب کہ انہیں مستقبل کے بارے میں کچھ علم نہ تھا اس کا علم تو اس ذات کو تھا جو پوشیدہ معاملات سے آگاہ ہے بلکہ مستقبل کے سبھی امور کا اس کو علم ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا: جب موسیٰ کی والدہ کو معلوم ہوا کہ اس کا بچہ تو فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گیا ہے تو غم واندوہ کے باعث اس کی عقل جواب دے گئی اور اس کے دل پر بار بار یہ خدشہ نمودار ہوتا تھا کہ اب تو بچے کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے اگر

موسیٰ کی والدہ کے دل کو ہم مضبوط نہ کرتے تو اس نے اس راز کو فاش کر دینا تھا کہ یہ تو اس کا بیٹا ہے اور شدت غم کے باعث اس کی زبان پر یہ جملہ بلا اختیار آ جاتا، وا ولداہ ہائے میرے بچے! ہم نے اس کی والدہ کو یقین دلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ ایک نہ ایک دن ہم اس لڑکے کو تیری جانب لوٹائیں گے اور اسے منصب رسالت کے اعزاز سے ہم کنار کریں گے۔

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ: موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کی بڑی ہمشیرہ کو ایک اہم ذمہ داری سونپ کر اسے حکم دیا کہ آپ ان باتوں کو محفوظ رکھیں جو اسکے بارے میں کہی جا رہی ہیں اور اس نو مولود بھائی کے پیچھے پیچھے رہیں اور اس کے بارے میں اطلاع دیں چنانچہ لڑکی اس کو دور سے دیکھتی رہی ان کی نظر سے خود کو تحفظ عطا کر رکھا تھا انہیں اسکے بارے میں علم نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کے تعاقب میں پیچھے پیچھے جا رہی ہے تاکہ بھائی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں دور سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی جبکہ فرعون کے مقرر کردہ سپاہیوں کو اس کے بارے میں معلوم نہ تھا کہ وہ پیچھے پیچھے حالات کا جائزہ لے رہی ہے اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی اس بچے کی بہن ہے اب ان اسباب کو بیان کرنا مقصود ہے کہ کس طرح نو مولود موسیٰ علیہ السلام کو اس کی حقیقی والدہ کی جانب لوٹایا گیا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ: ہم نے شروع سے ہی موسیٰ علیہ السلام پر دودھ پلانے والیوں کو حرام قرار دیا تھا تو اس دوران موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب اپنے حقیقی بھائی کے دودھ پلانے کے سلسلہ میں اس قدر زبردست اہتمام کا ملاحظہ کیا تو اس نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایسے گھرانے کے بارے میں آگاہ کروں جو اس بچے کی کفالت بہترین انتظامات کے ساتھ کر پائیں گے اور اس کی خدمت کرنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کریں گے، تفصیل سورۃ طٰہٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا: چنانچہ ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی جانب لوٹا دیا جب کہ قبل ازیں آل فرعون نے اس کو دریا کی لہروں سے اٹھایا تھا تاکہ اس کی والدہ کی آنکھ کو ٹھنڈک نصیب ہو جب وہ اسے دیکھے گی اور جدائی کا غم دور ہو جائے گا اس طرح یہ حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے نکھر کر آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اس سے کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اب ہم اس کو آپ کی جانب لوٹا رہے ہیں اور اس کو منصب رسالت پر متمکن کرنے والے ہیں چنانچہ والدہ نے اس کی تربیت مناسب انداز سے کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اخلاق فاضلہ کا ہر طرح خیال رکھا اور اسے معلوم ہو گیا کہ اسے مستقبل میں مقام رسالت پر متمکن کیا جائے گا جب کہ اکثر لوگ اللہ کے فیصلوں سے آگاہ ہی نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ کہ اسے دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کیا گیا بعد ازاں اسے ان کی والدہ کی جانب اعزاز و اکرام کے ساتھ لوٹایا گیا بعد ازاں اسے نہ صرف دنیوی وجاہت کا اعزاز عطا ہوا بلکہ اخروی وجاہت سے بھی شاد کام کیا گیا۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ڭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَي الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ڭ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓي اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يٰمُوْسٰٓي اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ﴿۱۹﴾

ترجمہ: اور جب وہ اپنی جوانی کی انتہاء کو پہنچا اور اس کا جسم استوار ہوا تو ہم نے اس کو حکمت اور علم سے نوازا اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں (۱۴) اور وہ شہر میں اس کے باشندوں سے بے خبری کے وقت میں داخل ہوا تو اس نے وہاں دو انسانوں کو پایا جو آپس میں لڑائی کر رہے تھے ایک شخص موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تھا پس اس سے اس شخص نے مدد طلب کی جو اس کی قوم سے تھا اس دوسرے شخص کے خلاف جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کو گھونسہ رسید کیا اور اس کو قتل کر دیا اس نے کہا یہ شیطان کے عمل سے ہے یقیناً شیطان دشمن گمراہ کرنے والا ظاہر ہے (۱۵) اس نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے خود پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے معاف کر تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۱۶) اس نے کہا اے میرے پروردگار! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے میں کبھی بھی گناہگاروں کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا (۱۷) پس وہ شہر میں صبح کے وقت خوفزدہ ہوا انتظار کرنے والا تھا پس اچانک وہ شخص جس نے اس سے کل مدد طلب کی تھی پھر وہ اس کو فریادرسی کے لئے بلا رہا تھا تو موسیٰ نے اس سے کہا بلاشبہ تو گمراہ ہے کھلم کھلا (۱۸) پس جب اس نے چاہا کہ اس شخص کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن ہے تو اس نے کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے قتل کرے جیسا کہ تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو نہیں چاہتا ہے مگر یہ کہ تو زمین میں سرکش ہو اور تو نہیں چاہتا ہے کہ تو نیکوکار لوگوں سے ہو (۱۹)

مفردات کی وضاحت: بَلَغَ اَشُدَّهٗ سے مقصود قوت جسمانیہ کا مکمل ہونا، الاستواء عقل کا مقام اعتدال پر جلوہ افروز ہونا اور ملکوں، اوقات اور حالات کے لحاظ سے اختلاف کا امکان ہے، المدینۃ مصر شہر مراد ہے، عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ ایسے وقت میں جس میں داخل ہونے کی امید نہیں ہوتی ہے، فَوَكَزَهٗ ہاتھ کو پوری قوت کے ساتھ مارنا یعنی مکہ رسید کرنا، فَقَضٰي عَلَيْهِ اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے مزین کرنے سے ہے، يَسْتَصْرِخُهٗ اونچی آواز کے ساتھ مدد طلب کر رہا تھا، لَغَوِيٌّ گمراہ، يَّبْطِشَ قوت کے ساتھ پکڑتا ہے، جَبَّارًا سے مقصود وہ شخص ہے جو انجام سے بے خبر ہو کر کرتا ہے جو کرتا ہے۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے ان انعامات کا تذکرہ فرمایا جن کا فیضان موسیٰ علیہ السلام پر کیا کہ صغرسنی میں انہیں ہلاکت سے تحفظ عطا کیا جب کہ انہیں صندوق میں رکھا گیا اور اسے دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا اور اس کو ذبح ہونے سے تحفظ عطا کیا جب کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو فرعون ذبح کر دیتا تھا اس کے بعد جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو اس کی وضاحت آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے۔

تشریح: موسیٰ کا مدین جانے کا سبب: جب موسیٰ علیہ السلام کا جسم مضبوط ہوا اور عقل وفکر میں اعتدال رونما ہوا تو انہیں حکمت وشریعت کے علم سے نوازا گیا اور جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہماری اطاعت کے باعث نوازا اسی طرح ہم ان سب لوگوں کو اچھا بدلہ عطا کرتے ہیں جو اچھے انداز کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور ہمارے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کاموں سے رک جاتے ہیں جن سے ہم نے روکا ہے موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر سرفراز فرمانے کے بعد اس حقیقت سے پردہ کشائی کی جا رہی ہے کہ وہ کس وجہ سے مدین شہر کی جانب ہجرت فرما ہوئے اور قیلولہ کے وقت وہاں پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے دو انسانوں کو آپس میں جنگ وجدال کی کیفیت میں پایا ان میں سے ایک اسرائیلی موسیٰ علیہ السلام کے گروہ سے تھا اور دوسرا شخص قبطی اس کا تعلق فرعون سے تھا تو اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تاکہ قبطی کے شر سے اسے تحفظ حاصل ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تھپڑ رسید کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن یہ وفات اتفاقی تھی موسیٰ علیہ السلام کا مقصد ہرگز اس کو موت کے گھاٹ اتارنا نہ تھا۔

چنانچہ اس کے قتل پر موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر یہ جملہ تھا یہ قتل شیطان کے سبب ہوا شیطان نے مجھے جوش دلایا تو میں نے اس کو گھونسا رسید کیا جبکہ شیطان ظاہر دشمن ہے اس سے انکار ممکن نہیں اس عمل کو شیطان کی جانب منسوب کیا اور اس کا قتل کچھ اچھا کام نہیں ہے اس کے باعث فتنہ کی آگ زیادہ مشتعل ہو سکتی ہے اور شیطان کو اس سے زیادہ خوشی حاصل ہو گی تو موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں تضرع کی کیفیت میں عرض کیا اے میرے پروردگار! میں نے خود پر ظلم کیا کہ ایک شخص کا قتل مجھ سے ہوا پس تو مجھے معاف فرما میری اس غلطی پر میرا مؤاخذہ نہ کرنا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندوں کو مبالغہ کی کیفیت کیساتھ معاف کرنے والا مہربان ہے بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام نے اس نعمت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھے تحفظ عطا فرما بوجہ اس انعام کے جو تو نے مجھ پر کیا ہے کہ اسکے قتل پر مجھے معاف کر دیا ہے اب آئندہ میں خود کو اس سے روک رکھوں گا اور میں شرک کرنے والوں کی معاونت نہیں کروں گا۔

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ: موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں جس میں انہوں نے قبطی کو قتل کر دیا تھا اپنے اس جرم کے باعث خوفزدہ رہتے تھے اور وہ اس واقعہ کے بارے میں استفسار کرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ اس کو موت کے گھاٹ نہ اتار دیں اچانک یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہی اسرائیلی شخص جس نے مصری شخص کے خلاف مدد طلب کی تھی وہی اس سے ایک دوسرے مصری شخص کے خلاف مدد طلب کر رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تو گمراہ انسان ہے جب موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اسرائیلی کو پکڑے جوان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تو میرے بارے میں وہی ارادہ کرتا ہے جو تو نے گذشتہ دن کیا تھا اور تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس طرح تیرا ارادہ یہ ہے کہ تو زمین میں سرکش بن جائے مار دھاڑ کرتا رہے انجام پر غور نہ کرے اور نہ اصلاح کا خیال کرے۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ج قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا

ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا
تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ
وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ
اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى
ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ج فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ج وَمَآ اُرِيْدُ
اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ ط
اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ط وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

ترجمہ: اور ایک شخص شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک اونچی فیملی کے لوگ تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں پس تو باہر چلا جا بلاشبہ میں تیرے لئے خیر خواہی کرنے والوں سے ہوں (۲۰) تو وہ اس شہر سے باہر چلا گیا ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے اس نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں کی جماعت سے نجات عطا کر (۲۱) اور جب وہ مدین شہر کی جانب متوجہ ہوا تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی راہ نمائی فرمائے گا (۲۲) اور جس وقت وہ مدین شہر کے پانی کی جانب متوجہ ہوا تو اس نے پانی پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو چارپایوں کو پانی پلا رہے تھے ان میں سے ایک جانب دو خواتین کو پایا جو اپنے چارپایوں کو روکے ہوئے تھیں، موسیٰ نے ان دونوں سے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ہم پانی نہیں پلاتی ہیں یہاں تک کہ چارپایوں کے چرواہے پانی پلا کر واپس لوٹیں اور ہمارا باپ بہت زیادہ بوڑھا شخص ہے (۲۳) تو موسیٰ نے ان دونوں کے لئے پانی پلایا پھر وہ سائے کی جانب پھرا اور اس نے کہا اے میرے پروردگار! بلاشبہ میں اس چیز کا جس کو تو نے میری جانب انعام اتارا ہے محتاج ہوں (۲۴) تو موسیٰ کے ہاں ان دونوں عورتیں میں سے ایک آئی وہ شرم کرتی ہوئی چل رہی تھی اس نے کہا میرا باپ تجھے بلا رہا ہے تاکہ تجھے اس کی مزدوری عطا کرے جو تو نے ہمیں پانی پلایا ہے تو جب موسیٰ شعیب کے ہاں آیا اور اس کے سامنے اپنا واقعہ بیان کیا اس نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں تو ظالم لوگوں سے چھٹکارا حاصل کر چکا ہے (۲۵) ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا اے میرے ابّا! اس کو مزدور رکھ لیں بے شک بہتر وہ شخص ہے جس کو تو مزدور رکھے مضبوط امانت دار ہے (۲۶) شعیب نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ نکاح کرا دوں اس شرط پر کہ تو میرے پاس آٹھ سال مزدوری کرے لیکن اگر تو دس سال مکمل کر دے تو یہ تبرعاً تیری جانب سے ہے اور میں تجھے مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا ہوں عنقریب اگر اللہ نے چاہا تو تُو مجھے اچھے کردار والوں سے پائے گا (۲۷) موسیٰ

نے کہا یہ وعدہ میرے اور تیرے درمیان ہے ان دونوں مدتوں میں سے جو میں پوری کرلوں تو مجھ پر زیادتی نہ ہوگی اور اللہ اس پر گواہ ہے جو ہم کہہ رہے ہیں (۲۸)

مفردات کی وضاحت: اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ شہر کے دوسرے کنارے سے، يَأْتَمِرُوْنَ مشورہ کررہے تھے، اَلرِّعَاءُ کا واحد اَلرَّاعِی ہے وہ شخص جو بکریوں کو چراتا ہے۔

تشریح: آل فرعون سے ایک شخص جو ایماندار تھا وہ شہر کے دور دراز کنارے سے دوڑتا ہوا آیا جب کہ اس نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا اس نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ فرعون کی حکومت کے مشیران جن کو حکومت کے معاملات میں خاص حیثیت حاصل ہے وہ آپ کے قتل میں مشورہ کررہے ہیں اس لئے آپ اس سے پہلے شہر چھوڑ کر چلے جائیں کہ وہ تجھے اپنی گرفت میں لے آئیں میں تیری خیر خواہی کررہا ہوں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام مصر سے خوفزدہ کیفیت میں نکل پڑے اپنے بارے میں خطرہ محسوس کررہے تھے کہ کہیں مجھے گرفتار نہ کرلیا جائے، بعدازاں اس نے اللہ کی بارگاہ میں پناہ لیتے ہوئے دعا کی اس یقین کے بعد کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور ان الفاظ کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا کر اور مجھے ان کے شر سے تحفظ عطا فرما اور جب مدین شہر کی جانب متوجہ ہوئے جو کہ شعیب علیہ السلام کا مسکن تھا تو اس نے کہا ممکن ہے کہ میرا پروردگا مجھ کو سیدھے راہ کی جانب راہ نمائی فرمائے اور مقصود سے ہم کنار کرے۔

موسیٰ کا مدین جانے اور بکریوں کو پانی پلانے کا بیان: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نہایت خوفزدگی کے عالم میں زاد راہ کے بغیر اور سواری بھی نہ تھی گھر سے نکلے جبکہ مصر اور مدین کے درمیان مسافت تین دن میں طے ہوتی تھی، مزید برآں انہیں سیدھے راہ کا بھی علم نہ تھا صرف اللہ پاک کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انکی جانب ایک فرشتہ بھیجا جس نے ان کی راہ نمائی کی اور جب وہ مدین شہر میں وارد ہوئے تو اس شہر کی زمین سرسبز اور شاداب تھی اور جب وہ مدین شہر کے کنویں کے قریب پہنچے تو اس نے کنویں کے اردگرد چرواہوں کے جم غفیر کو پایا جو اس کنویں کے قریب اپنی پیاس بجھا رہے تھے اور جانوروں کو پانی پلا رہے تھے البتہ اس نے وہاں پانی سے خود کو سیراب کرنے والے لوگوں کو دیکھا اور ان کے علاوہ دو عورتوں کو بھی پایا جو اپنی بکریوں کو پانی سے روک رہی تھیں اس نے ان سے دریافت کیا تمہارا کیا حال ہے؟ کہ تم بکریوں کو پانی کی جانب جانے سے روک رہی ہو اور تم ان بکریوں کو دیگر پانی پلانے والے لوگوں کیساتھ پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے جواب میں اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاسکتی ہیں جب تک کہ چرواہے لوگ اپنی بکریوں کو پانی پلاکر روانہ نہیں ہوجاتے ہیں جبکہ ہمارے والد بوڑھے انسان ہیں وہ بڑھاپے کی کمزوری کے باعث اس ذمہ داری کو نبھانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں اس لئے ہم مضبوط لوگوں کے ساتھ مزاحم ہونے کو پسند نہیں کرتیں ہیں اور مردوں کے ساتھ ہمارا اختلاط مناسب نہیں ہے جبکہ ہمارا باپ بوڑھا انسان ہے وہ بڑھاپے کے باعث خود بکریوں کو پانی پلانے کی کیفیت میں نہیں ہے اس لئے ہماری مجبوری ہے کہ ہم خود بکریوں کو پانی پلائیں۔

دراصل اس جملہ میں موسیٰ علیہ السلام کی توجہ کو اس جانب مبذول کرنا تھا کہ بکریوں کو پانی پلانے میں آپ شفقت فرمائیں اور ہماری مدد کریں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر شفقت کرتے ہوئے ان کی بکریوں کو پانی پلایا، بعدازاں ایک کنارے میں جا کر ایک

درخت کے سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور دعا کی اے میرے پروردگار! میں تیرے فضل وکرم کا محتاج ہوں اور مجھے کھانے کی ضرورت ہے جس سے میں اپنی بھوک کو دور کرسکوں، اللہ پاک سے کھانے کا مطالبہ کیا جب کہ وہ اس وقت سخت بھوک کے باعث نڈھال تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وضاحت کے مطابق کہ جب وہ مصر شہر سے مدین شہر کی جانب روانہ ہوئے تو ان کی خوراک سبزیاں اور درختوں کے پتے تھے اور پاؤں میں جوتا بھی نہ تھا وہ درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے ان کا پیٹ شدید بھوک کے باعث کمر کے ساتھ ملا ہوا تھا اور ترکاریوں کا سبز رنگ ان کے پیٹ کی جانب دیکھنے سے دکھائی دے رہا تھا وہ شدید بھوک کے دباؤ کے باعث کھجور کے ایک کنارے تک کے محتاج تھے تاکہ سانس کا آنا جانا قائم رہے۔

شعیب علیہ السلام کی لڑکیوں کا واقعہ: **فَجَآءَتْهُ إِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ:** کلام میں اختصار کے باعث کچھ حصہ محذوف ہے اصل عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں لڑکیاں اپنے والد شعیب علیہ السلام کی جانب نہایت سرعت رفتاری کی کیفیت میں چل دیں جب کہ ان کی عام طور پر عادت یہ تھی کہ دونوں آہستہ آہستہ چلا کرتی تھیں ان دونوں نے اپنے والد سے اس شخص کے معاملہ کو کھلے الفاظ میں پیش کردیا تو باپ نے ان دونوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ اس کی جانب جائے اور اسے پیغام پہنچائے کہ میرے والد مکرم آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ تجھے بکریوں کو پانی پلانے کی اجرت عطا کریں تو جب وہ وہاں پہنچے تو اپنا سارا معاملہ ان کے گوش گزار کیا جس طرح وہ مصر سے بھاگ نکلے تھے تو شعیب علیہ السلام نے ان کو مخاطب کرکے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں اب آپ امن والے شہر میں ہیں یہاں فرعون کا اقتدار نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجرم لوگوں کے مکر سے نجات عطا فرمادی ہے تو شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے اپنے والد کو مشورہ دیا کہ آپ اس شخص کو بکریوں کو چرانے اور پانی پلانے کے کام پر متعین فرمائیں، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بہترین مزدور خدمت گزار وہ شخص ہوتا ہے جو مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ امانت دار بھی ہو۔

موسیٰ علیہ السلام کے امانت دار ہونے کی وجوہات: شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی سے استفسار کیا اس شخص کی قوت اور امانت کا آپ کو کیسے علم ہوا؟ اس نے بتایا کہ اس اکیلے شخص نے ایک ایسے پتھر کو اٹھایا جس کو دس افراد اٹھانے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جب میں اس کی معیت میں واپس آئی ہوں تو میں اس کے آگے آگے چل رہی تھی تو اس نے کہا کہ آپ میرے پیچھے رہیں اور مجھے راستہ کی راہ نمائی کریں اور جب میں اس کے ہاں پہنچی تھی تو اس نے اپنی نظر کو نیچے کرلیا اور میری جانب نہ دیکھا، تو شعیب علیہ السلام کے دل میں میلان پیدا ہوا کہ ایک بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح کردیا جائے کہ تو میری خدمت میں آٹھ سال رہے مزدوری کرے میری بکریوں کو چرائے اگر تو دس سال مکمل کرے گا تو یہ تیرا احسان ہے ضروری نہیں ہے اور میں تجھے مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا، یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے ان لوگوں سے پائیں گے جو معاملات میں اچھے ہوتے ہیں وعدہ پورا کرتے ہیں۔

علامہ قرطبیؒ بیان کرتے ہیں معلوم ہوا لڑکی کے ولی کو چاہیے کہ وہ خود لڑکی کو پیش کرے کہ آپ اس سے نکاح کریں جیسا کہ شعیب نے اپنی بیٹی کو موسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ کو ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما پر پیش کیا اور ایک لڑکی نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہبہ کردیا یہ اچھی بات ہے کہ آدمی اپنی بیٹی کو مناسب شخص پر پیش کرے سلف صالحین کا یہی انداز تھا۔

(صفوة التفاسیر القسم الحادی عشر ص ۳۳-۳۴)

فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ وَسَارَ بِاَهۡلِهٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیءِ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّلَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰۤی اَقۡبِلۡ وَلَا تَخَفۡ اِنَّكَ مِنَ الۡاٰمِنِیۡنَ ﴿۳۱﴾ اُسۡلُكۡ یَدَكَ فِیۡ جَیۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۫ وَّاضۡمُمۡ اِلَیۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: تو جب موسیٰ نے اس مدت کو پورا کرلیا اور وہ اپنے اہل کے ساتھ چلا تو اس نے طور پہاڑ کے کنارے میں آگ کو دیکھا اس نے اپنے اہل سے کہا ٹھہر جائیں! بلاشبہ میں نے آگ کو دیکھا ہے مجھے امید ہے کہ میں اس جگہ سے تمہارے لئے کوئی خبر یا آگ کا شعلہ لاؤں کہ تم گرمی حاصل کرو(۲۹) پس جب وہ آگ کے نزدیک آیا تو اس کو آواز دی گئی دائیں میدان کے کنارے سے اس جگہ میں جو برکت والی تھی درخت کے درمیان سے اس کو آواز دی کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں اللہ ہوں جو جہانوں کا پروردگار ہے(۳۰) اور یہ کہ آپ اپنی لاٹھی کو گرائیں پس جب اس کو دیکھا کہ لاٹھی حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو اس نے منہ پھیر کر پیٹھ پھیر لی اور خود نہ پھرا ہم نے کہا اے موسیٰ! سامنے آئیں اور مت خوفزدہ ہوں بے شک تو بے خوف لوگوں سے ہے(۳۱) اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں داخل کریں وہ سفید ظاہر ہوگا کسی بیماری کے باعث نہیں اور اپنے بازو کو اپنی جانب ملائیں ڈر دور کرتے ہوئے پس یہ دو علامات تیرے پروردگار کی جانب سے فرعون اور اس کی جماعت کی جانب ہیں بلاشبہ یہ بدکار لوگ تھے(۳۲)

مفردات کی وضاحت: قَضٰی الۡاَجَلَ ان دونوں کے درمیان طے شدہ وقت پورا کیا، اٰنَسَ اس نے واضح طور پر دیکھا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہا، جَذۡوَةٍ انگارا، شعلہ جو لکڑی کے سرے پر دمک رہا ہو، فلان جذوة اشد وہ لڑائی کی جڑ ہے فتنے کا بانی ہے، موسیٰ علیہ السلام جب شعیب علیہ السلام سے رخصت ہو کر مصر کی جانب روانہ ہوئے تو ان کی بیوی صفورہ اور دو بچے بھی ان کے ساتھ تھے رات اندھیری تھی اور جلے کا جاڑا آگ کی تلاش میں ہی تھے کہ دور سے ایک شعلہ سا نظر آیا بیوی بچوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں دیکھتا ہوں شاید یہاں کسی آبادی کا نشان ہے ورنہ آگ کا کوئی انگارہ تو مل ہی جائے گا جس سے آگ سلگا سکیں گے۔ (لسان القرآن ص ۳۴۴)

تَصۡطَلُوۡنَ گرمی حاصل کر رہے تھے، جَآنٌّ چھوٹا سا سانپ جو اکثر طور پر گھروں میں پایا جاتا ہے اور تکلیف نہیں دیتا ہے۔

بلاغت: (۱) ارشاد ربانی ﴿اُسۡلُكۡ یَدَكَ فِیۡ جَیۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ﴾ میں مقاصد کا تکرار ہے ایک معنی کو مختلف اغراض کے لئے تکرار کے ساتھ لایا گیا ہے ایک مقصود یہ ہے کہ ہاتھ چمک دار نمودار ہوگا اور دوسرا خوف کو پوشیدہ کرنا۔

(۲) ﴿وَّاضۡمُمۡ اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ﴾ میں پہلو کو ملانے سے مقصود تحفظ اور ضبط ہے جیسا کہ پرندہ ڈر لاحق ہونے کے بعد امن اطمینان کی صورت میں خود کو تحفظ عطا کرتا ہے اور کنٹرول کرتا ہے۔(اعراب القرآن ۱۹-۲۰/۲۵۴)

تشریح: موسیٰ کا اپنی بیوی کے ساتھ مصر کی جانب جانے کا بیان: تو جب موسیٰ علیہ السلام نے متعین مدت کو پورا کرلیا جس پر دونوں کا اتفاق ہوا تھا ظاہر ہے کہ اکمل مدت کا عرصہ دس سال کا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو اپنی معیت میں لے کر مصر کی جانب روانہ ہوئے تو دور سے اسے نظر آیا کہ طور پہاڑ کے پہلو میں آگ شعلہ زن ہے تو اس نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ آپ یہاں رک جائیں مجھے دور جگہ پر آگ دکھائی دے رہی ہے۔

موسیٰ کے معجزات کا بیان: مفسرین نے وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رات ٹھنڈی تھی اور وہ راستہ بھول گئے، مزید برآں تیز آندھی چلی جس کے باعث چار پائے اِدھر اُدھر ہو گئے تو اس وقت اس نے دور سے آگ کی روشنی کو محسوس کیا تو اس کی جانب روانہ ہوا شائد کسی ایسے شخص سے ملاقات ہو جائے جو صحیح راہ بتائے اسی کا تذکرہ اس عبارت میں ہے، شائد وہاں سے میں تمہارے لئے راستہ کی خبر حاصل کرسکوں اور اس شخص سے ملاقات ہو جائے جو صحیح راہ کی جانب راہ نمائی کرے یا میں وہاں سے آگ کا شعلہ لاؤں تا کہ تم اس کے سبب گرمی حاصل کرسکو تو جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے آگ کو نہ پایا بلکہ وہاں روشنی کو پایا اور وادی کی دائیں جانب سے اس کے پاس آواز پہنچی کہ اے موسیٰ! جو تجھ سے مخاطب ہے اور گفتگو کر رہا ہے وہ میں اللہ ہوں عظمت والا ہوں ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہوں انسانوں جنوں بلکہ تمام کائنات کا پروردگار ہوں نیز آواز دی گئی کہ آپ اپنے عصا کو جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کو زمین پر گرائیں تو جب اس نے اس کو زمین پر گرایا تو لاٹھی نے سانپ کی شکل اختیار کرلی تو جب اس نے اس کی جانب دیکھا تو وہ متحرک تھا اور حرکت میں بھی تیزی تھی تو موسیٰ علیہ السلام وہاں سے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور سانپ کی جانب مُڑ کر نہ دیکھا۔

علامہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ لاٹھی نے اژدھا کا روپ دھار لیا اس کا حجم بھی زیادہ تھا اور اس کی حرکت بھی تیز تھی اور اس کا منہ بھی خاصا کھلا ہوتا اور اپنی کچلیوں کو رگڑ رہا تھا جو پتھر اس کے سامنے آتا اسے نگل لیتا تھا وہ چمکدار نظر آرہا تھا گویا کہ وہ وادی میں بے باک تھا اسے کسی سے کچھ خوف نہ تھا اور سبھی لوگ اس سے خائف تھے تو اس کیفیت کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا، ظاہر ہے کہ انسان طبعی تقاضا کے لحاظ سے سانپ وغیرہ سے خوفزدہ تو ہوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی اے موسیٰ! آپ واپس ہوں جہاں آپ تھے اور خوف زدہ نہ ہوں یقیناً آپ محفوظ رہیں گے آپ کو امن اطمینان حاصل ہوگا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے اور اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں داخل کیا تو وہ لاٹھی کی شکل میں متشکل ہوگیا۔

اُسۡلُکۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ: آپ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان کی پٹی میں داخل کریں پھر ہاتھ کو باہر نکالیں تو ہاتھ چمکدار روشن ہوگا گویا کہ وہ بجلی کی چمک کی مانند چاند کا ٹکڑا ہے جب کہ یہ کیفیت کسی عیب کے باعث نہیں ہے نہ پھلبہری کا اثر ہے۔

وَّاضۡمُمۡ اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّهۡبِ: اس آیت کے ٹکڑے کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھیں اس کے نتیجہ میں خوف وخطر جاتا رہے گا، ذہن نشین کریں مفسرین نے جناح کے لفظ کا معنیٰ ہاتھ کا کیا ہے ظاہر ہے کہ انسان کے دونوں ہاتھ پرندے کے دو پروں کی مانند ہیں اور جب کوئی شخص اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں بازو کے نیچے داخل کرے گا تو اس نے اپنے بازو کو اپنی جانب ملا لیا اس کیفیت کے اختیار کرنے کے بعد نہ صرف سانپ بلکہ ہر موذی جانور کے خوف سے تحفظ حاصل ہو جاتا

ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے آگاہ کیا یہ دو معجزاتی دلیلیں ہیں جن کو آپ کے پروردگار نے آپ کو عطا کیا ہے کہ آپ ان دونوں کے ساتھ فرعون اور اس کی کابینہ کے اراکین کی جانب جائیں اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ لاٹھی اور ہاتھ دونوں قطعی الثبوت اور روشن دلیلیں ہیں، جو اللہ پاک کی جانب سے عطا کی گئیں ہیں آپ کی سچائی کو نمایاں کر رہی ہیں ان دونوں دلیلوں کا عطیہ آپ کو دیا گیا ہے کہ تم دونوں ان دونوں دلیلوں کے ساتھ فرعون متکبر اور اس کی قوم کے سرکش جابر لوگوں کی جانب جائیں اس لئے کہ یہ لوگ ہماری اطاعت سے روگردانی کئے ہوئے ہیں اور ہمارے آرڈر کی مخالفت کر رہے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا بِاٰیٰتِنَا اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اس نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے تو ان کے ایک شخص کو قتل کیا ہے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے (۳۳) اور میرا بھائی ہارون وہ زبان کے لحاظ سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مدد کرنے والا بھیج دیں کہ وہ میری تصدیق کرے گا جب کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے جھوٹا سمجھیں گے (۳۴) اللہ نے فرمایا ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے تو وہ تمہاری جانب ہماری نشانیوں کے باعث ایذاء پہنچانے کی غرض سے پہنچ نہ سکیں گے تم اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی غالب رہیں گے (۳۵) تو جب موسیٰ ان کے پاس ہماری واضح نشانیوں کو لایا تو انہوں نے کہا نہیں ہے یہ مگر جادو بنایا گیا ہے اور ہم نے اس کو اپنے پہلے باپ دادوں میں نہیں سنا ہے (۳۶) اور موسیٰ نے کہا میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت لایا ہے اور کس کا انجام آخرت میں پسندیدہ ہے بلاشبہ ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے (۳۷)

مفردات کی وضاحت: رِدْءً مددگار، عَضُدٌ کہنی اور کندھے کے درمیان کی جگہ، شَدُّ الْعَضُد سے مقصود تقویت اور مدد کرنا ہے۔

تشریح: موسیٰ کو فرعون کی جانب بھیجنے کا بیان: جب اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ آپ اپنے پروردگار کی جانب سے ان دونوں دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی جانب جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کی اور عرض کیا کہ فرعون کی قوم سے میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہوا ہے مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں ان کے ہاں جاؤں گا اور کوئی واضح عذر پیش نہیں کروں گا تو وہ کہیں مجھے موت کے گھاٹ نہ اتار دیں جب کہ میری زبان میں لکنت ہے میں واضح گفتگو نہ کرسکوں گا اور میرا بھائی ہارون زبان کے

لحاظ سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے اور اس کی قوت بیانیہ بھی مؤثر ہے اور مجھے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کہیں مجھے جھوٹا باور نہ کریں جب کہ میری زبان جھگڑالو شخص کے جواب میں میرا ساتھ نہ دے سکے گی اللہ نے فرمایا ہم آپ کے بھائی کے ساتھ آپ کے بازو کو مضبوط کردیں گے اور ہم تم دونوں کو تمہارے دشمن پر غلبہ عطا کریں گے وہ کسی طرح بھی تمہاری جانب پہنچ نہ پائے گا۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى: تو جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے مؤثر دلائل کو پیش کیا جو اس کی پیغمبری کی سچائی پر دلالت کر رہے تھے تو فرعون اور اس کے رفقاء جرنیلوں نے کہا یہ تو جادو ہے جھوٹ کے ساتھ اس کو بنا کر پیش کیا گیا ہے ہم نے کبھی اس قسم کی دعوت کو پہلے نہیں سنا ہے جیسا کہ تو ہمیں ایک اللہ کی عبادت کی جانب دعوت دے رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ انداز تحکمانہ تھا اس کی بنیاد تقلید پر تھی اور ظاہر ہے کہ تقلید کے باعث کثرت کے ساتھ لوگ صراط مستقیم سے منحرف ہو کر گمراہی کے کنویں میں گر چکے ہیں۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى: موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی حکومت کے لیڈروں کو کھلے الفاظ میں اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ میرے پروردگار کو صحیح علم ہے کہ کون حق پر رواں دواں ہے اور کون باطل پر ہے ہم ہیں یا فرعون اور اس کے ہمنوا ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلوب کا یہ انداز نہایت کامیاب انداز ہے جبکہ اس انداز میں واضح طور پر اپنے مخالف کو نہیں کہا جا رہا ہے کہ تو گمراہ ہے غلط راہ پر گامزن ہے اور نہ خود کو ہی صحیح راہ پر رواں دواں رہنے والا ثابت کیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے مشرکین کو مخاطب کر کے کہا ﴿وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سبا:۲۴) ''اور بلاشبہ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا ظاہری گمراہی میں ہیں'' اس آیت میں وضاحت نہیں ہے کہ کون حق پر ہے اور کون گمراہ ہے جبکہ حق پر رواں دواں رہنے والے لوگ کامیابی سے ہم کنار ہوتے ہیں اور کفار کے بارے میں اس کے بعد یہ جملہ موجود ہے ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''کفار ہرگز کامیابی کے ساتھ ہم کنار نہیں ہوتے ہیں'' اس جملہ میں اشارہ موجود ہے کہ کفار کو نجات حاصل نہ ہوگی نہ وہ کامیاب ہوں گے تو نتیجہ واضح ہے کہ مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور فرعون نے کہا اے نمائندو! میں تمہارے لئے اپنے سے علاوہ کسی خدا کو نہیں جانتا ہوں تو اے ہامان! مٹی میں میرے لئے آگ مشتعل کریں [یعنی پختہ اینٹیں بنائیں] میرے لئے محل تیار کریں ہوسکتا ہے کہ میں موسیٰ کے خدا کی جانب جھانک سکوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں اس کو جھوٹ بولنے والوں سے خیال کرتا ہوں (۳۸) اور فرعون اور

اس کے لشکروں نے زمین میں بلا جواز تکبر کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری جانب نہیں لوٹائے جائیں گا (۳۹) تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا ور ہم نے ان کو دریا میں گرایا پس آپ دیکھیں ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ (۴۰) اور ہم نے انہیں لیڈر بنایا جو دوزخ کی جانب بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ ہوگی (۴۱) اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت کو کر دیا اور قیامت کے دن انہیں ان لوگوں سے کیا جائے گا جو دور کیے گئے ہیں (۴۲) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی بعد اس کے کہ ہم نے پہلی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کیا لوگوں کے لئے دلیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۴۳)

مفردات کی وضاحت: ھامٰن نامی شخص فرعون کا وزیر تھا، صَرْحًا اونچا محل، اَطَّلِعُ میں اسکی جانب چڑھنا چاہتا ہوں، فَنَبَذْنٰھُمْ ہم نے انہیں گرادیا، اَلْمَقْبُوْحِیْنَ ہلاکت زدہ، وہ لوگ جن کو دور رکھا جائے یا شکل وصورت کے لحاظ سے بدصورت ہیں، اَلْکِتَابُ تورات، اَلْقُرُوْنُ الْاُوْلٰی سے مقصود نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی اقوام ہیں، بَصَآئِرُ کا واحد بصیرت ہے اس سے مقصود دل کی روشنی ہے جس سے حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔

تشریح: ہامان کو محل تعمیر کرنے کا حکم دینے کا بیان: فرعون نے اپنے ماتحت لیڈروں کو حکم دیا میں نہیں سمجھتا ہوں کہ میرے سوا کوئی تمہارا دوسرا معبود ہو، ہرگز نہیں! ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس فخریہ نعرہ اور اس کے اس نعرہ کے درمیان کہ میں تمہارا سب سے بڑا پالنہار ہوں چالیس سال کا فاصلہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ فرعون اللہ کے دشمن نے یہ دعویٰ کر کے بہت بڑے جھوٹ کا ارتکاب کیا بلکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتا تھا کہ اس کا ایک پروردگار ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور اسی نے ہی اس کی قوم کو بھی پیدا کیا ہے اس نے ہامان کو حکم دیا کہ میری ضرورت ہے کہ تو میرے لئے پختہ اینٹوں کا انتظام کرتا کہ میں ان سے نہایت اونچا محل تعمیر کروں شائد اس طرح موسیٰ کے پروردگار کا مشاہدہ کرسکوں جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے اسے اپنا پیغمبر منتخب فرما کر بھیجا ہے جب کہ اس کا یہ کہنا مزاحیہ انداز کے ساتھ تھا۔

فرعون کے لشکر کو غرق کرنے کا بیان: یہی وجہ ہے کہ اس نے اس کے بعد نہایت پختہ انداز میں اعلان کیا کہ میں اس حقیقت کو یقین کی کیفیت میں دہرا رہا ہوں کہ موسیٰ کے بارے میں یقین کے ساتھ برملا کہتا ہوں کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے کہ آسمان میں اس کا پروردگار موجود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے خود کو اونچا قرار دیا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس اعتقاد کا اظہار کیا کہ مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ اٹھایا جانا ممکن نہیں اور نہ قیامت کا کوئی تصور صحیح ہے ہرگز محاسبہ اور جزا سزا کا عمل نہیں ہوگا تو ہم نے فرعون کو اس کے لشکر کے ساتھ پکڑا اور انہیں دریائے نیل میں غرق کردیا ان میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچ سکا۔

اے محمد! (ﷺ) آپ دل کی آنکھوں کے ساتھ دیکھیں کہ ظلم کرنے والوں کا انجام کس قدر عبرتناک ہوا جو کفر اور سرکشی کی آخری منزل پر براجمان تھے اور اس حقیقت کے اظہار میں ہرگز تامل نہیں کہ یہ لوگ دنیوی زندگی میں کفر کے لیڈر اور قائد تھے عوام الناس ان کے باعث گمراہ ہوئے ان کی گمراہی کے باعث قیامت کے دن کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا کہ ان سے عذاب کو رکوا سکے اور

یہ ایسے لوگ ہیں کہ دنیوی زندگی میں بھی ان پر نہ صرف اللہ کی جانب سے لعنت اترتی رہی بلکہ فرشتے اور ایمان دار بھی ان پر لعنت بھیجتے رہے ہیں جب کہ قیامت کے دن ان کا شمار ان لوگوں سے ہوگا جو اللہ عزوجل کی رحمت سے دور ہوں گے۔[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مقبوحین کے بارے میں وارد ہے کہ ان کی خلقت زبردست خوفناک ہو جائے گی ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کی آنکھیں بلیوں کی آنکھوں کی طرح زردی مائل ہوں گی، نیز اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ ان کے چہرے ہر قسم کی خیر و برکت سے دور ہوں گے۔[2]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى: بلاشبہ ہم نے موسیٰ پیغمبر پر تورات کو نازل کیا اور اس میں احکام کو وضاحت کیساتھ بیان کیا ہے ان احکام کے مطابق زندگی گزارنے والوں کیلئے دنیوی اخروی سعادتیں حاصل ہوں گی جبکہ ان سے پہلے ہم نے قوم نوح، قوم ہود اور قوم صالح کو تباہ و برباد کیا جبکہ ان کی غفلت کے سبب شریعت الٰہیہ کے آثار مٹ گئے اور عالم دنیا کا نظام خراب ہو گیا برائی روز بروز پھیل رہی تھی اور نیکی کا وجود عنقاء تھا اس وقت شدت کے ساتھ شریعت کی تجدید اور اصلاح کی ضرورت تھی تاکہ فاسدانہ عقائد کا خاتمہ ہو اس کیلئے ضروری تھا کہ شریعت اسلامیہ کے اصولوں کو از سر نو مرتب کر کے لوگوں کو ان سے آگاہ کیا جا سکے اور فروعی مسائل کو حالات کے تغیر و تبدل کیساتھ ساتھ از سر نو مرتب کیا جائے اسکے ساتھ ساتھ اقوام گذشتہ کے واقعات کو عوام الناس کی عبرت کیلئے نئے انداز میں پیش کیا جائے تاکہ حقائق کی معرفت سے لوگ اپنے دل و دماغ کو مطمئن کریں اور پروردگار عالم کی بارگاہ کی جانب خود کو تسلیم و رضا کی کیفیت میں پیش کریں اور اللہ کی جانب سے ان پر رحمت کا نزول ہو، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت نمبر ۴۳ کی تفہیم میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم، امت اور بستی کو آسمانی، زمینی عذاب سے تباہ و برباد نہیں کیا جب سے موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا ہے سوائے اس بستی کے جنہیں انکی نافرمانی کے باعث بندر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: اور تو مغربی کنارے میں نہ تھا جب ہم نے موسیٰ کی جانب وحی کو پورا کیا اور نہ تو وہاں موجود تھا (۴۴) اور لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد صدیوں کو پیدا کیا ان کی زندگیاں طویل ہوئیں اور تو مدین والوں میں اقامت گزیں نہ تھا کہ تو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا اور لیکن ہم تھے بھیجنے والے (۴۵) اور تو طور پہاڑ کے کنارے میں نہ تھا جب ہم نے

[1] صفوۃ التفاسیر الجزء الحادی عشر ص ۳۸ [2] تفسیر قرطبی ۲۹۰/۱۳

آواز دی اور لیکن وحی تیرے پروردگار کی جانب سے بخشائش تھی تاکہ تو ایسے گروہ کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں (۴۶) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں سزا پہنچی ہے اس وجہ سے کہ جس کو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے کہ وہ کہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری جانب کسی پیغمبر کو کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ہم مسلمانوں سے ہو جاتے (۴۷)

تشریح: گذشتہ قوموں کے واقعات: اور اے محمد! (ﷺ) آپ مغربی پہاڑ کے پہلو میں نہیں تھے مقصود وہ مقام ہے جہاں اللہ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے جب ہم نے موسیٰ کی جانب نبوت عطا کرتے ہوئے وحی کی ہم نے اسے فرعون اور اسکی قوم کی جانب منصب رسالت پر تفویض کرتے ہوئے بھیجا اور آپ وہاں موجود نہ تھے البتہ اللہ نے آپکی جانب وحی کی تاکہ آپکی صداقت پر دلیل ہو۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: وہ بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی نبوت کی دلیل پر متنبہ کرتے ہوئے آگاہ فرما رہے ہیں جب کہ دور ماضی کی پوشیدہ باتوں سے روشناس کراتے ہوئے اس حقیقت سے آہنگ کر رہے ہیں گویا کہ اس حقیقت کو سننے والا شخص گزری ہوئی باتوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے جب کہ رسول اکرم ﷺ تو ایسے انسان ہیں جو لکھنے پڑھنے سے ہرگز آشنا نہ تھے ان کی نشو ونما اور تربیت ایسے لوگوں کے درمیان ہوئی جو ان میں سے کسی چیز کے بارے میں ہرگز کچھ سمجھ نہیں رکھتے تھے مقصود یہ ہے کہ آپ اس دوران ہرگز موجود نہ تھے البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی تاکہ آپ انہیں ان پوشیدہ واقعات سے آگاہ کریں۔

وَلٰكِنَّا اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ: البتہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد امتوں اور قبائل کو پیدا کیا ان پر طویل عرصہ گزرا اور وحی کے بند ہونے کا سلسلہ لمبا عرصہ برقرار رہا تو لوگ اللہ کی یاد کو فراموش کر گئے اور شریعت اسلامیہ کے احکام کو تبدیل کر دیا تو پھر ہم نے آپ کو آخر الزمان پیغمبر کی حیثیت میں بھیجا تاکہ آپ دین اسلام کے احکام اور معاملات کو از سر نو لوگوں تک پہنچائیں اور تجدید دین کے اہم منصب پر سرفراز ہوتے ہوئے اس کی ذمہ داریوں کو نہایت عمدہ اسلوب میں عوام تک پہنچائیں۔

شیخ ابوالسعودؒ کی وضاحت: وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے آپ کے منصب نبوت پر سرفراز ہونے اور موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت کے درمیان بہت زیادہ صدیوں تک فاصلہ کو محسوس کیا احکام الٰہیہ کے اتارے جانے پر طویل عرصہ گزر گیا تشریحات اور احکام کی وضاحتوں میں تغیر و تبدل کے باعث اصل حقیقت درون پردہ مستور ہوگئی تو ہم نے آپ کی جانب وحی کی آپ کو منصب نبوت پر شاد کام کرتے ہوئے انسانوں کی اصلاح کے لئے آپ کو اس میدان میں رواں دواں رہنے کی ذمہ داری سے منتخب کیا۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ: اے محمد! (ﷺ) آپ مدین میں مقیم لوگوں کے درمیان میں رہائش پذیر نہ تھے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور اس کی دونوں بیٹیوں کے احوال و کوائف کو معلوم کر سکتے کہ آپ ان کے واقعات سے مکہ کے باشندوں کو آگاہ کرتے جب کہ ہم نے آپ کو مکہ والوں کی جانب پیغمبر منتخب فرما کر بھیجا اور ہم نے آپ کو ان واقعات سے آگاہ کیا اور اگر ہم آگاہ نہ کرتے تو آپ ان واقعات سے ہرگز آشنا نہ تھے، مزید برآں آپ طور پہاڑ کے پہلو میں اقامت گزیں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو بلایا اور ہم نے موسیٰ کے ساتھ گفتگو کی البتہ یہ آپ کے پروردگار کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے آپ کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ آپ کی جانب وحی کی جب کہ آپ کو خاتم النبیین کے منصب کا اعزاز عطا کرتے ہوئے آپ کو ان پیغمبروں کے واقعات

سے مطلع کیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ آپ کے پروردگار نے آپ پر رحمت کا سایہ افگن کرتے ہوئے آپ کو ذمہ داری سونپی کہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کریں جن کے ہاں آپ کے پروردگار کی جانب سے کوئی پیغمبر نہیں آیا اور یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ہرگز ان واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا البتہ ہم نے آپ کی جانب وحی کی اور ان واقعات سے آپ کو آگاہ کیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ محض آپ کے پروردگار کی آپ پر رحمت نازل کرنے کا نتیجہ ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کریں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں پہنچا شائد وہ ان واضح احکام سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے آپ کے دین کو قبول کریں مقصود چھ سو سال کا وہ عرصہ ہے جب کوئی پیغمبر موجود نہ تھا یہ فاصلہ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان کا ہے۔

وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ: اگر ان کا یہ کہنا نہ ہوتا جب انہیں انکے کفر اور نافرمانیوں کے باعث سزا میں مبتلا کیا جاتا کہ وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہماری جانب کسی پیغمبر کو کیوں نہ مبعوث کیا تو ہم آپ کے احکام کی تابعداری کرتے اور ہم انکی تصدیق کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے تو پیغمبروں کو صرف اس لئے مبعوث کیا کہ ان پر دلیل قائم ہو جائے اور ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِيَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِيَ
مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا
يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ
مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: پس جب ان کے پاس ہماری جانب سے قرآن کی وحی آ گئی تو انہوں نے کہا اس پیغمبر کو کیوں نہیں دیا گیا ہے اس کے مثل جو موسیٰ کو دیا گیا، کیا انہوں نے انکار نہیں کیا اس پر جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیا گیا انہوں نے کہا دو جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق ہیں اور انہوں نے کہا بلاشبہ ہم ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں (۴۸) آپ کہیں! پس تم لاؤ اللہ کے پاس سے ایسی کتاب جو ان دونوں سے زیادہ راہ نمائی کرتی ہو میں اس کی پیروی کرتا ہوں اگر تم سچے ہو؟ (۴۹) پس اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کی راہ نمائی کے سوا اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ ظالموں

کے گروہ کو راہ نہیں دکھاتا ہے (۵۰) اور بلاشبہ ہم نے ان کے لئے قرآن کو مسلسل پیش کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۱) وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں (۵۲) اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہیں یقیناً وہ صحیح ہے ہمارے پروردگار کی جانب سے ہے بلاشبہ ہم قرآن کے نزول سے پہلے اطاعت گزار تھے (۵۳) یہ وہ لوگ ہیں ان کو ان کا اجر وثواب دوگنا دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور نیکی کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے رہے (۵۴) اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی صحبت نہیں چاہتے ہیں (۵۵)

مفردات کی وضاحت: وَصَّلْنَا اس کا مصدر توصیل ہے معنی ملانا ہے، مقصود قرآن پاک کو قسط وار مختلف اوقات میں نازل کرنا ہے کہ ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملانا ہے، یَدْرَءُوْنَ دور کرتے ہیں۔

تشریح: پس جب مکہ والوں کے پاس ظاہر حق آیا اس سے مقصود محمد ﷺ ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کو پیش کیا جس نے لوگوں کو عاجز کر دیا کہ اس جیسا کلام پیش کریں تو انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت میں کہا کہ محمد کو اس طرح کی واضح نشانیاں اور علامات کیوں نہیں دی گئیں اور کیوں واضح دلائل کے ساتھ اس کو نہیں بھیجا گیا جیسا کہ موسیٰ کو لاٹھی دی گئی جو زمین پر گرانے سے اژدھا کا روپ دھار لیتی تھی اور ان کی ہتھیلی سورج کی مانند روشن تھی، مجاہدؒ تابعی نے وضاحت کرتے ہوئے اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ دراصل یہودیوں نے قریش مکہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ محمد ﷺ سے مطالبہ کریں کہ تو ہمارے سامنے کوئی ایسا معجزہ پیش کرے جس طرح کے معجزات کو موسیٰ علیہ السلام نے پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت کو آشکارا کیا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ معجزات کا انکار کیا اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جادوگر قرار دیا، اس مقام میں اللہ پاک واضح فرما رہے ہیں کہ کیا یہودیوں نے ان معجزات کا انکار نہیں کیا تھا؟ استفہام تقریری ہے کہ انہوں نے واقعتاً انکار کیا جب کہ ابوحیان کی رائے یہ ہے کہ ضمیر قریش کی جانب راجع ہے جنہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ کیوں محمد ﷺ کو موسیٰ کی مانند معجزہ نہیں دیا گیا ہے جبکہ ان کا آپ کو جھٹلانا موسیٰ کو جھٹلانے کے مترادف ہے، ظاہر ہے کہ سبھی انبیاء علیہم السلام کا تعلق ایک ہی وادی سے ہے جو شخص کسی ایک پیغمبر کے بارے میں نامناسب کلمات زبان پر لاتا ہے تو گویا کہ اس نے سبھی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر میں خود کو شریک کیا جبکہ مشرکین نے کہا تورات اور قرآن دونوں جادو کا کرشمہ ہیں اسی طرح موسیٰ اور محمد بھی دونوں جادوگر ہیں (معاذ اللہ) گویا کہ انتہا درجہ کے تمرد اور سرکشی کے باعث انہوں نے دونوں پیغمبروں کو مطعون کیا۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ: رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ انہیں کہیں کہ جب تم نے ان دونوں کتابوں کا انکار کیا ہے حالانکہ یہ دونوں شرائع، احکام اور مکارم اخلاق پر مشتمل ہیں تو تم میرے سامنے ایسی کتاب پیش کرو جو اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہو اور وہ ان دونوں سے زیادہ راہ نمائی کی حامل ہو اور اس میں ان دونوں سے زیادہ صلاحیتیں موجود ہوں تو میں تمہاری موافقت کرتا ہوئے اس کو تسلیم کرلوں گا اور اس کے مشمولات کی تابعداری کروں گا اگر تم اس قول میں سچے ہو کہ یہ دونوں شخص جادوگر ہیں

حافظ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اس حقیقت سے کوئی بھی عقلمند انسان انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کسی ایسی کتاب کو

نازل نہیں کیا ہے جوقرآن پاک سے زیادہ اکملیت کی حامل ہواورفصاحت وبلاغت میں فائق ہواورعظمت کے لحاظ سے بلند ہو جب کہ قرآن پاک کے بعد شرف اور عظمت کے لحاظ سے تورات کا مقام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اس کے بارے میں قرآن پاک کی شہادت ہے کہ تورات میں راہ نمائی اور روشنی کارفرما ہے جب کہ انجیل کتاب کے نزول سے تورات کی تکمیل ہوئی ہے اور جن چیزوں کو بنی اسرائیل پر حرام قرار دیا گیا تھا ان میں سے بعض کو تورات نے حلال کر دیا لیکن اگر یہ لوگ آپ کے مطالبہ کے مطابق آپ کی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے ہیں تو آپ اس حقیقت سے خود کو آگاہ رکھیں کہ ان کا کفر وعناد دشمنی کا باعث ہے اور یہ لوگ خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں، دلیل اور حجت سے ان کا دامن خالی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص اس شخص سے زیادہ گمراہ نہیں ہے جو اپنی خواہشات کی تابعداری کرتا ہے ان کا دامن رشد وہدایت سے عاری ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص حق وصداقت کے ساتھ عناد رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو حق وصداقت کی جانب توفیق عطا نہیں کرتا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ: بلاشبہ ہم نے قرآن پاک کو قریش کی جانب مسلسل نازل کیا اس کا بعض دوسرے بعض کی تصدیق کرتا ہے اس میں وعدہ کے مفہوم کی آیات کے ساتھ وعید پر مشتمل مفہوم کی آیات بھی ہیں واقعات کے بیان کے ساتھ عبرت آموز نتائج کا بھی تذکرہ ہے وعظ ونصیحت کا بھی ذخیرہ ہے تاکہ لوگ انہیں قبول کریں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ: جن کو ہم نے قرآن پاک سے پہلے تورات اور انجیل کا عطیہ دیا ہے وہ اس قرآن پاک کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور جب ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو سچا گردانتے ہیں ہم تو اس کے اتارے جانے سے پہلے بھی مسلمان تھے ہمارا ایمان تھا کہ مستقبل قریب میں محمد ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا اور ان پر قرآن پاک نازل ہوگا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے کہ انہیں دوگنا ثواب عطا کیا جائے گا جب کہ وہ پہلے اپنی کتاب پر ایمان لائے اور پھر قرآن پاک پر ایمان لائے۔

تین قسم کے لوگوں کو دوگنا اجر دینے کا بیان: صحیح حدیث میں وارد ہے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین اشخاص ہیں جنہیں دوگنا اجر وثواب عطا کیا جائے گا ایک وہ شخص جو اہل کتاب سے ہے وہ اپنے پیغمبر پر ایمان لایا بعدازاں وہ مجھ پر ایمان لایا اور وہ غلام جو نہ صرف اللہ کے حقوق کو ادا کرتا ہے بلکہ اپنے آقا کے حقوق کو بھی ادا کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جس کے ملک میں لونڈی ہے وہ اس کی صحیح تربیت کرتا ہے اسے مؤدب بناتا ہے بعدازاں اس کو آزاد کرتا ہے اور اس سے نکاح کر لیتا ہے۔[1]

ان سب کا اجر وثواب دوگنا اس لئے ہے کہ وہ کسی شخص کی گالی گلوچ کے مقابلہ میں اچھا کلمہ کہتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق عطا کیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں، اور جب وہ گالی گلوچ کے کلمات کفار سے سنتے ہیں تو اس کی جانب متوجہ نہیں ہوتے بلکہ روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ہم ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہم جہلاء کی صحبت کو پسند نہیں کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تاکید کی اگر برائی صادر ہو جائے تو اس کی تلافی کے لئے اچھا کام کریں اس سے برائی کا خاتمہ ہو جائے گا اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کا برتاؤ کرو۔[2]

---

[1] دارمی کتاب النکاح باب ۴۶ [2] صحیح ترمذی ۱۹۱/۲، ابواب البر و الصلۃ باب ۵۴، مسند احمد ۱۵۳/۵

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا
إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ
كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ
مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا
مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ ع أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ
كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اے محمد! اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے کہ آپ اس شخص کی راہ نمائی نہیں کر سکتے ہیں جس کو تو دوست بنائے اور لیکن اللہ راہ نمائی کرتا ہے جس کی وہ چاہتا ہے اور اللہ کو ان لوگوں کا خوب علم ہے جو ہدایت یافتہ ہیں (۵۶) اور انہوں نے کہا اگر ہم تیرے ساتھ ہدایت کی پیروی کرتے ہیں تو ہمیں اپنی زمین سے اچک لیا جائے گا کیا ہم نے انہیں حرم میں جگہ نہیں دی ہے جو امن والا ہے اس کی جانب ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں ہماری جانب سے رزق ہے اور لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں (۵۷) اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو تباہ وبرباد کیا جو اپنی زندگی گزارنے میں حد سے تجاوز کر گئے تھے تو یہ ہیں ان کے رہنے کے مکانات ان کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر کم ہی اور ہم ہی ان کے وارث ہیں (۵۸) اور ہرگز نہیں ہے آپ کا پروردگار کہ بستیوں کو تباہ برباد کرے جب تک کہ ان کے مرکز میں پیغمبر نہ پہنچے کہ وہ ان پر ہماری آیات کی تلاوت کرے اور ہم کبھی بھی بستیوں کو تباہ برباد کرنے والے نہیں ہیں البتہ اس حالت میں کہ اس کے باشندے ظالم ہوں (۵۹) اور جو کچھ تمہیں کسی چیز سے دیا گیا ہے پس دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اس کی زینت ہے اور جو چیز اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو (۶۰) کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے پس وہ اس کو پانے والا ہے اس شخص کی مانند ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کے فائدہ کے ساتھ بہرہ ور کیا ہے پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں سے ہے جن کو حاضر کیا جائے گا (۶۱)

مفردات کی وضاحت: اَلْهِدَايَةُ سے مقصود دعوت وارشاد ہے کہ اچھائی کی جانب راہ نمائی کی جائے مثال وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ''آپ بلاشبہ سیدھے راستہ کی راہ نمائی کر رہے ہیں'' اور کبھی ہدایت سے مقصود توفیق اور انشراح صدر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرتے ہیں اور سینے کو کھول دیتے ہیں دل میں روشنی اجاگر فرما دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا﴾ (الانعام: ۱۲۲) اس معنی کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ سے ہدایت کی نفی کی گئی ہے، يُجْبٰٓى اِلَيْهِ حرم کی

جانب اکٹھے کئے جاتے ہیں، اَلْجَابِیَۃُ بڑا حوض، اَلْخَطَفُ جلدی سے اچک لینا، بَطِرَتْ باغی ہونا، سرکشی اختیار کرنا، اُمٌّ مرکز۔

شان نزول: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ابوطالب جب وفات کے قریب تھے تو نبی ﷺ ان کے پاس پہنچے اور اے چچا کہہ کر انہیں لا الہ الا اللہ کہنے کا حکم دیا اگر آپ کہتے ہیں تو میں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں گواہی دوں گا اس نے جواب دیتے ہوئے کہا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلاتے ہوئے کہیں گے ابوطالب کو اس کلمہ کے کہنے پر موت کی گھبراہٹ نے مجبور کیا ہے تو میں ضرور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔[1]

تشریح: اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اے محمد! آپ کسی شخص کو ہدایت پر لانے کی قدرت نہیں رکھتے خواہ آپ کس قدر مشقت کیوں نہ اٹھائیں اور کوشش کرنے میں تمام حدود کو پھاند نہ جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ اس شخص کو صراط مستقیم پر گامزن فرماتے ہیں جس کے مقدر میں ہدایت ہے اس لئے آپ اپنا معاملہ اللہ پاک کے سپرد کریں وہ خوب جانتا ہے کہ کون سعادت کا مستحق ہے اور کون شقاوت کے لائق ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس شخص میں سعادت کی استعداد موجود ہے کہ وہ ایمان قبول کر کے راہ ہدایت پر گامزن ہوگا۔

ابوحیان نحوی کی وضاحت: آپ کسی شخص میں ہدایت پیدا کرنیکی قدرت نہیں رکھتے ہیں لیکن واضح رہے کہ اس آیت کے مفہوم اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مفہوم میں کچھ منافات نہیں ہے ارشاد ربانی ہے: اے محمد ﷺ! بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی جانب رہنمائی فرما رہے ہیں ظاہر ہے کہ راہ نمائی کرنے اور ہدایت عطا کرنے میں منافات ہے اسکے بعد مشرکین کے ایک شبہ کا ذکر اور اس کا رد واضح ہے،

وَقَالُوْا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا: قریش قبیلہ کے کفار نے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد! اگر ہم آپ کے دین کی تابعداری کریں گے اور اپنا دین چھوڑ دیں گے تو ہمیں خطرہ ہے کہ عرب دنیا ہمیں اچک کر لے جائے گی سبھی عرب کے باشندے ہماری مخالفت میں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں گے اور ہمیں ہمارے ملک سے نکال دیں گے اس پر اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے آگاہ کر رہے ہیں کیا ہم نے ان کے خونوں کو تحفظ عطا نہیں کیا اور ان کی رہائش گاہ کو پر امن نہیں بنایا جب کہ بیت اللہ کی حرمت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر کے زمانے میں حرم مکہ امن وامان کا ذمہ دار ہو اور اسلام کے دور میں امن چھن جائے؟ مزید برآں حرم مکہ کو یہ عظمت بھی حاصل ہے کہ ہر جگہ سے اس کی جانب پھل فروٹ دیگر ضرورت کا سامان وہاں درآمد کیا جاتا ہے حالانکہ مکہ مکرمہ جس وادی میں موجود ہے اس وادی کے لوگ ایسے شہر میں اقامت پذیر ہیں جس میں زراعت کا پیشہ ہی نہیں ہے اس وادی کو قرآن پاک نے بے آب وگیاہ جنگل قرار دیا ہے یہ بیت اللہ کی عظمت کا نشان ہے کہ اس کے گرد اقامت پذیر لوگوں کے لئے ہر قسم کے پھل فروٹ خوردنی اشیاء اور دیگر بنیادی ضرورتوں کی کامیاب منڈی ہے جبکہ لوگوں کی اکثریت ناخواندہ لوگوں پر مشتمل ہے وہ ان معاملات میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں۔

ابوحیان وضاحت فرماتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ کشائی فرمارہے ہیں کہ اس وضاحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل کو غتربود کر دیا ہے جب وہ کافر تھے بتوں کے پجاری تھے اس دور میں بھی وہ حرم پاک میں ہر طرح کے ظلم وستم پر پریشانیوں سے محفوظ تھے جب کہ حرم پاک کے علاوہ دیگر مقامات میں لوگ آپس میں لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھے جب کہ ان کی رہائش گاہیں بے

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۹، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۃ ۲۸، مسند احمد ۲/۴۳۴

آب وگیاہ وادی میں تھیں اس کے باوجود ان کے شہر میں کھانے پینے اور ضروریات زندگی کی سب چیزیں دستیاب تھیں، حقیقت یہ ہے کہ ایسے شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کا فروانی سے میسر آنا اس شہر کی عظمت کا نتیجہ ہے لیکن اس وقت کیفیت کیا ہوگی جب وہاں کے باشندے ایمان کی دولت سے خود کو مالا مال کر دیں اور راہ ہدایت پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہیں۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا: اس قسم کے شہر اور بستیاں کثیر تعداد میں موجود ہیں جنہوں نے احکام الٰہیہ کے تسلیم کرنے سے سرکشی اختیار کی اور انعامات الٰہیہ پر اللہ کا شکریہ ادا کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کی آبادیوں کو تہ و بالا کر دیا تو ان کی رہائش گاہیں خالی پڑی ہیں وہاں ہو کا عالم ہے ان کی تباہی و بربادی کے بعد جہاں ان کے مکانات خالی پڑے ہیں وہاں سے گزرتے ہوئے خوف دامن گیر ہوتا ہے ان کے بعد انہیں آباد نہیں کیا جا سکا البتہ سیاح اور مسافر لوگ ایک آدھ رات گزارنے کے لئے وہاں نہایت بے رخی سے مجبور ہو کر اتر پڑتے ہیں اور ہم ان کی زمینوں اور ان کی جائیدادوں کے مالک بنے، حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں مکہ مکرمہ کے مکینوں کو خوفزدہ کرنا مقصود ہے کہ تمہارا انجام بھی کہیں ان لوگوں جیسا نہ ہو جن پر اللہ کے انعامات سایہ فگن تھے امن و اطمینان کے ساتھ رات بھر نیند میں رہتے خراٹے لیتے تھے انہیں ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا تو جب انہوں نے انعامات الٰہیہ کا انکار کیا اور کبر و رعونت کے ساتھ حدود الٰہیہ کو توڑنے میں ہرگز کچھ خیال نہ کیا تو اللہ پاک نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور ان کی آبادیوں کو تہ و بالا کر دیا جب کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ کسی ایسی کفار کی بستی کو بھی ہرگز تباہ و برباد نہیں کرتا ہے جب تک کہ ان کے مرکزی مقام میں کسی پیغمبر کو مبعوث نہ کرے جو ان تک اللہ کے پیغامات پہنچائے تا کہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور ہم ہرگز بستیوں کو تباہ برباد نہیں کرتے ہیں جب تک کہ ان کے باشندے تباہی و بربادی کے مستحق نہ ٹھہریں کہ ان کے ہر قسم کے عذر کو ختم نہ کریں اور بستیوں کے مکین ظالم نہ ہوں۔

علامہ قرطبی کی وضاحت: وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بستیوں کو تباہ و برباد نہیں کرتا ہے البتہ اس وقت جب وہ اپنے ظلم و ستم کے باعث ہلاکت کے مستحق قرار پاتے ہیں جب کہ ان کے عذر کو ختم کر دیا گیا ہو، اس جملہ میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عدل کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اور ظلم کے وصف سے پاک ہے اور ظالموں کو بھی باوجود ظالم ہونے کے اس وقت تک تباہ و برباد نہیں کرتا ہے جب تک کہ وہ ظلم و ستم کے باعث ہلاکت و بربادی کے مستحق نہیں ٹھہرتے ہیں اور پیغمبروں کو مبعوث فرما کر ان پر حجت نہیں ہوتی لیکن ان کے کوائف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم ان پر دلیل نہیں ہے۔

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا: اے لوگو! تمہیں جو مال و متاع دیا گیا ہے یہ تو نہایت کمتر ہے تم اس کی موجودگی میں اپنی زندگی کو مختلف قسم کے فوائد سے شادکام بنا سکتے ہو تاہم بالآخر اس نے ختم ہونا ہے اور فنا ہونا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا کی حقارت و ذلت کے بارے میں مطلع فرما رہے ہیں کہ بظاہر اس کی زیب و زینت مستقبل کے لحاظ سے خوش آئند نہیں اس لئے کہ اسکی بہاریں چند روز کیلئے ہیں انہوں نے ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے جبکہ اخروی زندگی میں اعمال صالحہ کے اجر و ثواب کا ذخیرہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والا ہے بعد ازاں تہدید آمیز انداز میں انہیں مخاطب کیا ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو کہ جس نعمت کو بقا ہے وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جو عارضی ہے ایک نہ ایک دن اس نے چھن جانا ہے۔

امام فخر الدین کا قول: اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان فوائد نقصانات سے بھی ہم آہنگ ہیں

بلکہ مضرتوں کا وجود کثرت کے ساتھ ہے جبکہ اخروی زندگی کے فوائد نہ ختم ہونے والے ہیں اور دنیوی زندگی کے فوائد عارضی ایک نہ ایک دن چھن جانے والے ہیں اور جب متناہی چیز کا تقابل غیر متناہی چیز سے کیا جائے تو اسکے مقابلہ میں متناہی چیز کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو اندازہ لگائیں کہ دنیوی زندگی ذرہ کے برابر ہے جبکہ اخروی زندگی سمندر کے پانی کی مانند ہے تو جو شخص اخروی فوائد کو دنیوی فوائد پر ترجیح دیتا ہے تو وہ گویا کہ عقل وشعور سے خالی ہے آپ ہی بتائیں بھلا وہ شخص جس کے ساتھ ہم نے جنت کا قطعی وعدہ کیا ہے لازمی طور پر اللہ تعالیٰ وعدہ کو پورا کرنے والا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں انعامات سے شادکام رہے گا اس لئے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اس شخص کی مانند ہے جس کو ہم نے فوائد سے مالا مال کیا جبکہ وہ ختم ہونے والے ہیں اس سے مزاج مکدر ہو جاتا ہے تھکاوٹ خیمہ زن رہتی ہے اور جب اس کا انقطاع ہوتا ہے تو حسرت ویاس وہاں ڈیرے لگا لیتی ہے اس کے بعد اخروی زندگی میں اسے عذاب کی کوٹھڑی میں محبوس کر دیا جائے گا تو کیا کوئی عاقل انسان ان دونوں کیفیتوں کو برابر قرار دے سکتا ہے؟[1]

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۚ أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ: اور جس دن ان کو آواز دے گا تو کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں کہ تم ان کے بارے میں خیال کرتے تھے (٦٢) وہ لوگ کہیں گے جن پر عذاب کا حکم ثابت ہوگا اے ہمارے پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا ہم نے ان کو گمراہ کیا جیسا کہ ہم خود گمراہ ہوئے ہم تیری جانب ان سب سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے (٦٣) اور کہا جائے گا تم اپنے شریکوں کو بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے لیکن وہ انکے بلانے کو قبول نہیں کریں گے اور وہ عذاب دیکھیں گے اور آرزو کریں گے کاش وہ ہدایت یافتہ ہوتے (٦٤) اور جس دن وہ ان کو آواز دے گا تو کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا (٦٥) تو ان پر خبریں اس دن مشتبہ ہو جائیں گی تو وہ ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے (٦٦) پس وہ شخص جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو امید ہے کہ یہ شخص نجات حاصل کرنے والوں سے ہو جائے (٦٧) اور تیرا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہتا

[1] صفوۃ التفاسیر القسم الحادی عشر ص ۴۳-۴۴

ہے اور انتخاب کرتا ہے جس کا چاہتا ہے ان کیلئے اختیار نہیں ہے، اللہ پاک اور بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں (۶۸) اور تیرا پروردگار جانتا ہے اس کو جس کو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں (۶۹) اور وہ ہے اللہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اسی کیلئے دنیا اور آخرت میں تعریف ہے اور اسی کی حکمرانی ہے اور اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے (۷۰)

مفردات کی وضاحت: اَلْقَوْلُ بات کا مدلول اور تقاضا، اس سے مقصود ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ہے کہ میں لازمی طور پر دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھردوں گا، اَلْغَوَايَةُ گمراہی کی بات غَوِیَ يَغْوٰی، فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا انہوں نے قبول نہ کیا، فَعَمِيَتْ پوشیدہ رہیں، اَلْاَنْبَآءُ وہ دلائل جو انہیں نجات عطا کر سکتے ہیں، لَا يَتَسَآءَلُوْنَ وہ ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے، اَلْخِيَرَةُ بعض چیزوں کو پسند کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا، سُبْحٰنَ اللّٰهِ اللہ پاک ہے کہ اس کے اختیار میں کوئی فرد اس سے جھگڑا کرے، تُكِنُّ پوشیدہ رکھتے ہیں۔

تشریح: آپ مشرکین کی حالت کا جائزہ لیں جس دن اللہ ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہے گا وہ شرکاء اور پتھروں سے تراشے ہوئے بت کہاں ہیں جن کو تم نے میرے سوا معبود بنایا اور ان کے بارے میں تم نے خیال کیا کہ وہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہاری سفارش کریں گے تو ان کے لیڈر جنہیں معاشرہ میں باعزت گردانا جاتا تھا جن پر عذاب الٰہی مقدر ہو چکا تھا اس لئے کہ وہ صحیح راہ سے دور تھے اور ان میں سرکشی کا عنصر نمایاں تھا وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہماری اطاعت کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے آپ کے راستہ سے گمراہ کیا ہم نے انہیں بالکل اسی طرح راہ حق سے دور کیا جیسا کہ ہم بھی راہ حق سے دور ہو گئے ہرگز ہم پر کچھ جبر نہ تھا البتہ وسوسہ کی کیفیت نے ہمیں اس مقام پر پہنچایا اور نہایت قبیح کام کو نہایت خوبصورت دلکش کیفیت میں پیش کیا گیا تو اس طرح جیسا کہ ہم گمراہ ہوئے وہ بھی گمراہ ہو گئے، اے اللہ! ہم ان کی عبادت سے تیری جانب برأت کا اظہار کرتے ہیں، وہ ہرگز ہماری عبادت نہیں کرتے تھے وہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور کفار کو مزاحیہ انداز میں کہا جائے گا تم اپنے معبودوں سے مدد طلب کرو جن کی تم دنیوی زندگی میں عبادت کیا کرتے تھے کہ وہ تمہاری مدد کریں اور تم سے اللہ کے عذاب کو دور کریں گے۔

یہ دراصل ان کے ساتھ مزاحیہ انداز ہے اس پر وہ ان سے مدد طلب کریں گے وہ ان کی بات کا کچھ نوٹس نہ لیں گے اور انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکیں گے یہ دراصل ان کی کوتاہ اندیشی کا نتیجہ ہے اور جب وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو آرزو کریں گے کاش وہ دنیوی زندگی میں راہ حق پر گامزن رہتے اور جس روز اللہ ان کو بلائے گا اور انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے دریافت کرے گا کہ تم نے لیڈروں کی باتوں کا کیا جواب دیا تھا کیا تم نے ان کی باتوں کو سچا باور کیا یا تم نے ان کی باتوں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا، دلائل ان کی نگاہ سے اوجھل ہو جائیں گے اور معاملات ان پر تاریکی میں ڈوب جائیں گے کوئی واضح صورت ان کے سامنے جلوہ گر نہ ہو گی، انہیں کچھ پتہ نہ چلے گا کہ وہ کیا کہیں وہ حیرت واستعجاب کے بحر عمیق میں مستغرق ہوں گے اور نفسیاتی طور پر اس کیفیت پر ناراضگی کا اظہار کریں گے خوف اور دہشت کا اس قدر غلبہ ہو گا کہ وہ باہم گفتگو نہ کریں گے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا: البتہ وہ شخص جو شرک سے تائب ہوا اور ایمان اور اعمال صالحہ کے حسین امتزاج سے حقیقی

مسرت سے ہمکنار ہوا تو ایسا شخص خوش قسمت ہے کہ اس کا شمار کامیاب وکامران افراد سے ہوگا اور نعمتوں سے بھر پور ایسی جنت میں اقامت پذیر ہوں گے جہاں متنوع قسم کے انعامات فوائد، مشروبات سے ان کی تواضع ہوگی، دراصل یہ وعدہ اس ذات وحدۂ لاشریک کی جانب سے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے اور اپنی مخلوق پر رحم وکرم کو ہر لحہ نچھاور کرتا رہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہرگز وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا جب وہ کسی سے وعدہ کر لیتا ہے ہرگز تَخَلُّف راہ نہیں پاتا ہے، ذہن نشین کریں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے کہا یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی عظیم الشان انسان پر کیوں نہیں اتارا گیا ہے؟ اس میں اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ کسی بھی بندے کا اللہ کے معاملات میں ہرگز اختیار نہیں ہے اختیار اور ارادہ بس ایک ذات کے لئے خاص۔ ہے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اس کے ملک میں کوئی بھی اس سے ہرگز کھینچا تانی نہیں کرسکتا ہے یا اس کے اقتدار اور اس کی حکمت میں کوئی شریک ہو۔

علامہ قرطبی کی وضاحت: مقصود یہ ہے کہ آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے مقام نبوت کے لئے اس کا انتخاب فرماتا ہے اللہ پاک اپنے افعال میں مکمل طور پر مختار ہے اس کو خوب معلوم ہے کہ حکمت کا تقاضا کیا ہے مخلوق میں سے ہرگز کوئی ایک فرد بھی اللہ کی ذات پر اپنے انتخاب کو ٹھونس نہیں سکتا اور آپ کے پروردگار کو علم ہے اس کا جس کو ان کے دل اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اللہ کے پیغمبر اور ایمان والوں کے ساتھ دشمنی کرنے اور ان کی زبانوں سے بظاہر اللہ پاک کے پیغمبر کی ذات کے بارے میں جو کلمات نکلتے ہیں، مثال کے طور پر یہ جملہ کہ اللہ پاک نے وحی کو ابوطالب کے یتیم بچے پر ہی نازل کرنا تھا جب کہ اللہ ہی عبادت کے لئے مستحق ہے اسی کے لئے دنیا اور آخرت میں مکمل تعریف ہے جب کہ وہ اپنے بندوں پر دونوں جہانوں میں انعامات کی بارش کرتا رہتا ہے اور اسی کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں اور اسی ایک ذات کی جانب قیامت کے دن مخلوق نے لوٹنا ہے وہ عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ عطا کرے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۷۵﴾ع

ترجمہ: آپ کہیں کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لئے قیامت تک کردے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی کو لائے کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (۷۱) آپ کہیں کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر اللہ تم پر دن کو ہمیشہ بنا دے قیامت کے دن تک تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات کو لائے جس میں تم آرام حاصل کرو کیا

تم دیکھتے نہیں ہو (۷۲) اور اپنی رحمت سے اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام حاصل کرو اور تا کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکریہ ادا کرو (۷۳) اور جس دن ان کو آواز دے گا پھر کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم خیال کرتے تھے؟ (۷۴) اور ہم ہر امت سے ایک گواہ کو باہر کھینچ لیں گے تو ہم لوگوں سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو تو وہ معلوم کرلیں گے کہ حق اللہ کی جانب ہے اور ان سے وہ چیز گم ہو جائے گی جو وہ جھوٹ کہتے تھے (۷۵)

مفردات کی وضاحت: سَرْمَدًا ہمیشہ ملا ہوا، تَسْكُنُوْنَ تم کاموں کی تھکاوٹ سے آرام حاصل کرتے ہو، نَزَعْنَا حاضر کرنا، نکالنا

تناسب: قبل ازیں جب اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے کہ اللہ پاک نہ صرف یہ کہ وہ کائنات کا خالق ہے بلکہ صاحب اختیار بھی ہے اس بنا پر مشرکین کو بے وقوف قرار دیا جب وہ اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں اس کے بعد اس مقام میں کچھ دلائل ذکر کئے جارہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بادشاہت پر دلالت کررہے ہیں۔

تشریح: اے محمد! ﷺ آپ کفار مکہ سے ان لوگوں کو خبردار کریں جو آپ کی نبوت کا انکار کررہے ہیں تم ان سے استفسار کرو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات کو ہی سایہ افگن رکھتا قیامت کے دن تک رات ہی رہتی تو کون اللہ کے سوا ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لاتا، جس سے تم اپنی ضرورتوں کو پورا کرتے، تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ان دلائل کو سنو اور قبول کرو اور ان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو نیز آپ ان سے کہیں کہ تم مجھے آگاہ کرو اگر اللہ تعالیٰ مسلسل ہمیشہ کے لئے دن کو ہی برقرار رکھے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے پاس رات کو سایہ افگن کرے جس میں تم تھکاوٹ سے آرام حاصل کرو اور متحرک ہونے سے تمہیں تحفظ حاصل ہو کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ تم غلطی پر ہو اور گمراہی سے ہم کنار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قدرت پر کمال رحمت کو سایہ افگن کررکھا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اللہ کی قدرت کے نشانات اور اس کی رحمت کے مظاہر سے ہے کہ تمہارے لئے رات اور دن کو پیدا فرمایا وہ نہایت عمدہ نظام کے مطابق ایک دوسرے کے پیچھے سایہ افگن ہورہے ہیں تا کہ تم رات کے لمحات میں تھکاوٹ دور کرسکو اور دن کے اوقات میں اپنی معیشت کے حصول کے لئے تگ ودو کرسکو اور اللہ کے فضل سے روزی کو حاصل کرسکو، اور تم اپنے پروردگار کا اس کی جلیل القدر نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔

امام فخر الدین رازیؒ کی وضاحت: وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے مفہوم سے آگاہ کیا ہے کہ رات اور دن دونوں ایسی نعمتیں ہیں جو ایک دوسری کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ جب دن بھر محنت مزدوری سے انسان تھکاوٹ محسوس کرتا ہے تو اسے آرام کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات کو آرام کے لئے بنایا ہے جب کہ جنت کی زندگی میں ہرگز تھکاوٹ نہ ہوگی اس لئے جنت کی زندگی میں رات کی ضرورت ہی نہیں ہے وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روشنی اور لذات کے حصول سے شادکام رہنا ہے۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ: اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں ان

لوگوں کومخاطب کرتے ہوئے ڈانٹ سے ہم آہنگ کرنا مقصود ہے جو اللہ کی عبادت کے ساتھ دیگر خداؤں کی بھی عبادت کرتے رہے سبھی لوگوں کی موجودگی میں انہیں پکارتے ہوئے ان سے جواب طلب کریں گے کہ کہاں ہیں میرے شرکاء جن کی تم دنیوی زندگی میں عبادت کیا کرتے تھے انہیں پیش کرو۔

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا: ہم ہر امت سے ان کے گواہ الگ کریں گے جو ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے، ظاہر ہے کہ اس گواہ سے مقصود ان کے پیغمبر ہیں جو ان کو رشد و ہدایت کی جانب دعوت دیتے رہے ہم ان سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو کہ اللہ کیساتھ تم نے خود کو وابستہ نہ کیا، اس کا انکار کرتے ہوئے اللہ کے سوا کو اللہ کے مقام پر بٹھادیا دراصل انہیں ڈانٹ پلانا ہے اور جواب سے عاجز کرنا مقصود ہے تو اس وقت وہ یقین کریں گے کہ حق تو اللہ ہی کی جانب ہے جس کو اسکے پیغمبروں نے پیش کیا اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا ہرگز کوئی معبود نہیں اور دنیوی زندگی میں انہوں نے جن کو اپنا معبود بنایا وہ ان سے غائب ہوں گے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ط اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ط وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ط قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

ترجمہ: یہ حقیقت ہے کہ قارون موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے عطا کئے تھے کہ اس کی چابیاں بوجھل لگتی تھیں ایسی جماعت کو جو قوت والی تھی جب اس سے اس کی قوم نے کہا تو خوش نہ ہو بے شک اللہ خوش ہونے والوں کو دوست نہیں بناتا ہے (۷۶) اور تو تلاش کر اس چیز میں جو اللہ نے تجھے عطا کیا ہے آخرت کے گھر کی درستگی کو اور تو دنیا سے اپنے حصہ کو نہ بھلا اور تو اچھا کام کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا

ہے اور زمین میں فساد کو تلاش نہ کر بلا شبہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے (۷۷) اس نے کہا سوائے اس کے نہیں کہ مجھے یہ زیادہ مال عقلمندی کے سبب دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے کیا اس کو علم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے صدیوں سے ایسے لوگوں کو جو اس سے زیادہ قوت والے تھے اور بہت زیادہ اجتماعیت والے تھے اور ان کے گناہوں کے بارے میں گناہ گاروں سے پوچھا نہیں جائے گا (۷۸) وہ اپنی قوم پر اپنی زیب وزینت میں نکلا تو ان لوگوں نے کہا جو دنیوی زندگی کے طلب گار تھے اے کاش ہمارے لئے بھی ہو اس چیز کا مثل جو قارون کو دیا گیا ہے بلا شبہ وہ بڑے نصیب والا ہے (۷۹) اور ان لوگوں نے کہا جو علم دیئے گئے تھے تم پر افسوس ہو اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے عمل صالح کیا اور یہ بات عطا نہیں ہوگی مگر صبر کرنے والوں کو (۸۰) تو ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پس نہیں تھی اس کیساتھ کوئی جماعت جو اللہ کے سوا اس کی مدد کر سکے اور وہ خود بھی انتقام لینے والوں سے نہ تھا (۸۱) اور ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے آرزو کی تھی اسکے مقام کی کل کے روز وہ کہہ رہے تھے ہائے رے تعجب! کہ اللہ جس کو چاہتا ہے فراخ رزق عطا کرتا ہے اپنے بندوں سے اور تنگ کرتا ہے اگر نہ ہوتی یہ بات کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا تو یقیناً وہ ہمیں زمین میں دھنسا دیتا ہائے رے تعجب! کہ کافر لوگ چھٹکارا حاصل نہ کر پائیں گے (۸۲)

مفردات کی وضاحت: فَبَغٰی عَلَیْھِمْ اس نے تکبر کیا اور سرکشی اختیار کی، کَنُزٌ وہ مال جس کو زمین میں دفن کیا گیا ہے جب کہ مقصود وہ مال ہے جو کسی شخص کے پاس ذخیرہ کیا گیا ہے، مَفَاتِحَهٗ خزانے اس کا واحد مِفْتَاحٌ ہے، تَنُوْءُ بوجھل کیا ہوا اور جھکانے پر مجبور کیا، اَلْعُصْبَةُ ایسی جماعت جو تعداد میں زیادہ ہے ایک دوسرے کی مدد کرنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کرتے ہیں، قُوَّةٌ شدت، لَاتَفْرَحْ تکبر نہ کیجئے، اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ مال خرچ کرنے کے باعث جو اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہے اس کا ثواب مراد ہے، عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ تجارت اور مال کے حاصل کرنے میں بہترین تصرف کا انداز اختیار کیا، اَلْحَظُّ حصہ، اَلْعِلْمُ دینی علم مقصود ہے، وَیْلٌ ہلاکت مقصود ناپسندیدہ کام کے چھوڑ دینے کے لئے ڈانٹ پلانا، خَسَفَ زمین میں دھنس جانا، وَیْ ایسا کلمہ جس سے مقصود پشیمانی اور تعجب کا اظہار ہوتا ہے، یَقْدِرُ رزق کا تنگ ہونا۔

بلاغت: وَیْکَاَنَّ اللّٰهَ خیال رہے کہ وی صلہ ہے جو پشیمانی پر دلالت کرتا ہے اس کے بعد والا لفظ منصوب ہوتا ہے اس کا ناصب اَعْلَمُ ہے اور وَیْکَاَنَّهٗ میں ھا سکتہ کی ہے اس پر وقف کیا جائے۔

تشریح: قارون اور اس کے خزانوں کو دھنسانے کا بیان: قارون سرمایہ دار کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اس کو بے پناہ مال و دولت نے مغرور بنا دیا تھا نسب کے لحاظ سے اس کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ وہ ان کا چچازاد بھائی تھا چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بے پناہ مال و دولت دے رکھا تھا اس لئے وہ کبر و نخوت کا مجسمہ بن گیا اس کی نخوت اور رعنائی کا باعث دراصل مال کی بہتات تھی، قرآن پاک نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس حقیقت سے ہمکنار کیا ہے کہ اس کے مال و زر کے خزانے کو بوجہ ان کے زیادہ اور بوجھل ہونے

کے کثیر تعداد میں افراد بھی مشکل سے اٹھاتے تھے حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں قارون کے پاس چونکہ وافر مقدار میں مال ودولت کا خزانہ تھا تو اس کی عکاسی مقصود ہے تاکہ قارئین حقیقت حال سے باخبر رہیں کہ وہ اس دور کا سب سے بڑا سرمایہ دار تھا تو اس کے فخر وغرور اور رعونت کو جب اس کی قوم کے لوگوں نے ناگوار سمجھا تو اسے نہایت دھیمے انداز میں مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا آپ کا اس قدر فخر کرنا اور تکبر سے سر کو اونچا رکھنا کوئی اچھا انداز نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز متکبر مغرور قسم کے لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں جو انعامات الٰہیہ پر اللہ کا شکریہ ادا نہیں کرتے ہیں بلکہ مال ودولت کے نشہ میں مخمور ہو کر اللہ کے بندوں پر زیادتی کرتے ہیں انہیں حقیر باور کرتے ہیں، اصل حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کے روپ سے خود کو نکال کر ظالم قسم کے بھیڑیئے کا روپ دھار لیتے ہیں۔

وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ: چونکہ منفی انداز میں زبردست للکار کارفرما تھی جس سے ایک سرمایہ دار مغرور شخص کے کبر ونخوت پر زوردار حملہ تھا اب اس کے بعد اثباتی انداز کو اپناتے ہوئے اسے نہایت مخلصانہ انداز میں مشورہ دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال ودولت سے وافر ذخیرہ عطا کیا ہے تو تجھے اللہ پاک کو خوش کرتے ہوئے اعمال صالحہ کے کردار کو اپنانا چاہیے بالخصوص صدقات، خیرات سے مفلوک الحال دنیا کو سہارا دینا چاہیے اور ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے ان پر مال وزر کو نچھاور کرنا چاہیے اور تجھے خود کو مال ودولت سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے اور مال ودولت کے عطیات سے اللہ کے بندوں پر بھی احسان کرنا چاہیے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال ودولت کا بے شمار ذخیرہ تجھے عطا کیا ہے، مزید برآں مال ودولت کے باعث لوگوں پر ظلم کو روا نہ رکھا جائے اور غریب لوگوں پر فخر وغرور سے باز رہا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھا نہیں سمجھتا ہے جو نہایت بے باکی کے ساتھ زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں اس مغرور متکبر شخص نے انانیت اور فخر وغرور کے باعث کہ مجھے تو یہ مال اپنے علم ودانش اور اپنے تجربہ کے باعث دیا گیا ہے اگر اللہ مجھ پر خوش نہ ہوتا اور میرے استحقاق کو باور نہ کرتا تو کبھی مجھے وافر مقدار میں مال عطا نہ کرتا اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ فرمارہے ہیں ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ﴾ تعجب ہے کہ یہ احمق مغرور شخص کو معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے کتنی امتیں گزری ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، انہیں ان کے غرور اور مال ودولت کی فراوانی کے باعث تباہ وبرباد کر دیا گیا ان کے پاس بہ نسبت دیگر لوگوں کے مال ودولت وافر مقدار میں موجود تھا اور قوت ومردانگی کے لحاظ سے بھی ان سے سربرآوردہ تھے، علامہ بیضاویؒ نے وضاحت کی ہے کہ چونکہ قارون تورات کے علم سے آشنا تھا مزید برآں مؤرخین سے بھی اس نے ان باتوں کو سن رکھا تھا، مزید ذہن نشین کریں کہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ مجرم لوگوں سے ان کے گناہوں کی کیفیت اور کمیت کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کرے جب کہ اللہ تعالیٰ کو تو ہر چیز کا علم ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ان کو تباہ وبرباد کرنا ان کے سوال پر موقوف نہیں ہے بلکہ جب ان پر عذاب کو اتارنا لازم ہوگا تو انہیں اچانک تباہ وبرباد کر دیا جائے گا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ: لیکن قارون نے خیرخواہی کے تاثر سے روگردانی کی اور فخر وتمرد کا لباس زیب تن کرتے ہوئے باہر نکلا اس کی معیت میں کثیر تعداد میں اس کے رفقاء تھے جنہوں نے نہایت فاخرانہ لباس زیب تن کر رکھا تھا سونے چاندی کے زیورات سے خود کو ڈھانپ رکھا تھا گھوڑوں پر سوار تھے جن کو سونے کے زیورات سے مرصع کر رکھا تھا اور ریشم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا اس کے ساتھ ساتھ لونڈیاں اور غلام تھے یہ قافلہ اس کی عظمت شان کو دوبالا کر رہا تھا اس قافلہ کی عظمت شان اور رعنائی کو بھانپ کر ان

لوگوں کی زبان پر بلا اختیار یہ جملہ تھا جو دنیوی زندگی کی رعنائی اور فخر پر پھولے نہیں سماتے ہیں، اے کاش! کس قدر عظیم ثروت اور استغناء کا حیرت افزاء مظاہرہ ہے جو قارون کو عطا ہوا ہے، یہ شخص تو دنیوی جاہ وجلال کے لحاظ سے اونچے مقام کا حامل ہے جب کہ اہل علم سمجھدار قسم کے باشعور لوگوں نے کہا جو استقامت کے وصف کے ساتھ موصوف تھے تم اس قسم کی گفتگو سے باز آ جاؤ اس لئے کہ ایماندار صالح قسم کے لوگوں کے لئے اللہ کی جانب سے جو اعزاز عطا ہوگا وہ کہیں اس منظر سے زیادہ بہتر ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور قارون کی کیفیت کو دیکھ کر آرزو کر رہے ہو جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت میں اس مقام سے ان لوگوں کو سرفراز کیا جائے گا جو اللہ کے فیصلوں پر صبر کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔

فَخَسَفْنَابِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ : ہم نے قارون اور اس کے خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا اس کے فخر وغرور کے باعث اسے سزا سے ہم کنار کیا گیا تو اس کا کوئی مددگار نہ تھا جو اس کو اللہ کے عذاب کو روک سکے خود اس میں بھی طاقت نہ تھی چنانچہ اسے تباہ وبرباد کر دیا گیا۔

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ : اور وہ لوگ جو کل تک آرزو کر رہے تھے کہ جس قدر اس کو مال ودولت سے نوازا گیا ہے اس سے ہمیں بھی شاد کام کیا جائے جب انہوں نے قارون کے زمین میں دھنس جانے کے واقعہ کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے اپنی آرزو پر ندامت اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا لوگو! تم تعجب کرو کہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا اللہ پاک تو بے پرواہ ہے جس کو چاہتا ہے بہتات کے ساتھ رزق عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس پر رزق کو تنگ کرتا ہے رزق کی فراخی کا تعلق کسی شخص کی عظمت اور عزت پر موقوف نہیں ہے اور رزق کی تنگی کسی کی ذلت پر موقوف نہیں ہے بس اللہ کی مشیت پر ہی موقوف ہے، ذہن نشین کریں کہ وَيْكَاَنَّ کے دونوں کلمات غلطی پر متنبہ کرنا اور پشیمانی سے ہم کنار کرنے کے ہیں، مقصود یہ ہے کہ تم اپنی غلطی پر خبردار ہو جاؤ جب کہ تم نے آرزو کی کہ ہمیں قارون کا مقام عطا کیا جائے اور ندامت کے ساتھ اپنے سر کو جھکاؤ اور کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی نہ فرماتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آرزو کو شرمندۂ تعبیر نہیں کیا تو ہمارا حشر بھی قارون جیسا ہوتا اور ہمیں بھی زمین میں اس طرح دھنسا دیا جاتا جیسا کہ اس کو دھنسا دیا گیا۔ ہے اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ حقیقت ہے کہ کفار لوگ نہ دنیا کی زندگی میں نہ آخرت میں ہرگز کامیابی سے ہم کنار نہ ہوں گے اس مقام تک قارون کا واقعہ تکمیل پذیر ہو گیا۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًاؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَاۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ، وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ

شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۸۸﴾ع

ترجمہ: اس آخرت کے گھر کو ہم نے ان لوگوں کے لئے مقرر کردیا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں کرتے ہیں اور اچھا انجام تو پرہیز گاروں کا ہے (۸۳) جو شخص نیکی کرتا ہے پس اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور جو شخص برائی کرتا ہے تو ان لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جائے گا جو برے اعمال کرتے ہیں مگر اس کے موافق جو وہ عمل کرتے ہیں (۸۴) بلاشبہ وہ اللہ جس نے آپ پر قرآن کو نازل کیا ہے تو وہ ضرور آپ کو واپس لوٹنے کی جانب پھیرنے والا ہے، آپ کہیں میرا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ کون ہدایت کو لایا اور کون وہ ہے جو ظاہر گمراہی میں ہے (۸۵) اور تو امید نہیں رکھتا تھا کہ تیری جانب کتاب کو لایا جائے گا لیکن رحمت کے باعث تیرے پروردگار کی جانب سے بھیجا گیا ہے بس تو نے کفار کا مددگار نہیں بننا ہے (۸۶) اور کفار تجھ کو اللہ کی آیات کی تبلیغ سے روک نہ سکیں گے بعد اس کے کہ آپ کی جانب ان کو اتارا گیا ہے اور آپ اپنے پروردگار کی جانب دعوت دیں اور آپ نے مشرکین میں سے نہیں ہونا ہے (۸۷) اور آپ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ لائیں اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کی جانب تم سبھی پھیرے جاؤ گے (۸۸)

مفردات کی وضاحت: فَرَضَ عَلَیْکَ آپ پر واجب کردیا ہے، مَعَادٍ انسان کا شہر جب کہ وہ مختلف شہروں میں گھوم پھر کر اپنے گھر کی جانب لوٹتا ہے، ظَهِیْرًا مددگار، اَلْحُکْمُ فیصلہ جو نافذ العمل ہے۔

بلاغت: اِلَّا وَجْهَهٗ اس میں مجاز مرسل ہے جز کہہ کر کل مراد لیا گیا ہے اس سے مقصود اللہ پاک کی ذات ہے۔

تشریح: دار آخرت جس کے بارے میں آپ وضاحت سے شادکام ہوئے ہیں ہم اخروی نعمتوں کیساتھ ان لوگوں کو بہرہ ورفرمائیں گے جو اللہ کی زمین میں کبر ونخوت اور رعونت کا خیال تک نہیں کرتے ہیں نہ اللہ کی مخلوق پر ظلم کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے احکام کی نافرمانی کرنے کی جسارت کرتے ہیں، صحیح حدیث میں وارد ہے نبی ﷺ نے فرمایا میری جانب وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے اور نہ زیادتی کا مرتکب ہو۔[1]

متکبر جنت میں داخل نہیں ہوگا: ارشاد نبوی ہے: جنت میں ہرگز اس شخص کا داخلہ نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا ایک شخص نے عرض کیا کہ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کا لباس اور اس کا جوتا خوبصورت ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے آگاہ فرمایا اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ کی ذات جمالیت کا پیکر ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے جب کہ تکبر تو حق وصداقت کے انکار کا نام ہے اور لوگوں کو حقیر گردانا ہے خوبصورت لباس میں ہرگز تکبر نہیں ہے۔[2]

[1] صحیح مسلم کتاب الجنة باب ۱۵، صحیح ابی دائود کتاب الادب باب ۴۸، صحیح ابن ماجه ح ۴۲۱۴، الصحیحه ح ۵۷۰ [2] صحیح ابی دائود کتاب اللباس باب ۲۸، ابن ماجه مقدمه ص ۹۷

جب کہ اچھا انجام تو پرہیزگاروں کا ہوگا یعنی جنت میں داخلہ ان خوش قسمت لوگوں کو میسر آئے گا جنہوں نے احکام الٰہیہ کی تابعداری کرتے ہوئے خود کو اللہ کے عذاب سے بچا لیا اور فرعون کی طرح تکبر نہ کیا اور قارون کی طرح اللہ کی زمین پر فساد انگیزی نہ کی، اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے کہ جو شخص قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ایک نیکی کے ساتھ آئے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو کئی گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور جس شخص نے برائی کی ہوگی تو اس کو برائی کے برابر سزا ملے گی یہ اللہ پاک کی جانب سے اس کی رحمت اور اس کے عدل کا نشان ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ: اللہ پاک رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر آگاہ کر رہے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) جس ذات نے تجھ پر قرآن پاک کو اتارا ہے اور اس کے مقتضیات کے مطابق اس پر عمل کو لازم قرار دیا ہے وہ ذات آپ کو مکہ مکرمہ کی جانب لوٹائے گی جیسا کہ اس نے تجھے مکہ سے نکالا تھا اس جملہ میں فتح مکہ کی جانب اشارہ ہے اور وعدہ ہے کہ آپ ہجرت کے بعد ضرور مکہ مکرمہ کی جانب آئیں گے، ضحاک نے بیان کیا ہے کہ جب نبی اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر ابھی جھینة مقام تک ہی پہنچ پائے تھے تو مکہ مکرمہ کی جانب آپ کے اشتیاق میں اضافہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی: اے محمد! (ﷺ) آپ ان مشرکین کو آگاہ کریں میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، دراصل اس جملہ میں کفار مکہ کے قول کا جواب ہے جب کفار نے نبی ﷺ کو نہایت تاکید کی کیفیت میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً تو ظاہر گمراہی میں ہے (نعوذ باللہ)

آپ کو ہرگز امید نہ تھی نہ آپ کو لالچ تھا کہ آپ کو مقام نبوت پر سرفراز کیا جائے گا اور نہ آپ کے دل میں کبھی یہ خیال سایہ افگن ہوا تھا کہ آپ پر کتاب الٰہی قرآن مجید کا نزول ہوگا سب کچھ اللہ کی رحمت کا فیضان ہے نہ صرف تجھ پر اللہ کی رحمت کا فیضان ہوا بلکہ بندوں پر بھی رحمت کو اتارنا مقصود ہے تو اب آپ نے کفار کے دین کے ساتھ ہرگز مدارات کا انداز اختیار نہیں کرنا ہے آپ نے کھلے انداز میں ان کی مخالفت کرنا ہے۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے آبائی دین کی جانب دعوت دی تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کنارہ کش رہیں اور حق و صداقت کو زوردار انداز میں واضح کریں اگرچہ مخاطب تو نبی ﷺ ہیں جب کہ حکم آپ کی امت کو بھی شامل ہے کہ وہ ہرگز کفار کے ساتھ نرم گوشہ اختیار نہ کریں نیز آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہرگز مشرکین کی جانب دھیان نہ کریں جب کہ آپ کی جانب آیات الٰہیہ نازل ہو چکی ہیں وہ تجھے اللہ کی آیات کی تابعداری سے دور کرنا چاہتے ہیں آپ لوگوں کو اپنے پروردگار کی عبادت کی جانب دعوت دیں اور آپ ان کی خواہشات کی موافقت کرتے ہوئے خود کو ان میں شامل نہ کریں اور آپ اللہ کے سوا کسی کو معبود باور نہ کریں معبود برحق تو اللہ ہی ہے نیز ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے اسی ذات کا اس کی مخلوق میں فیصلہ ہے اور اسی کی جانب سب نے جانا ہے، علماء کا قول ہے جس شخص کو قناعت سیراب نہیں کرتی ہے اس کو قارون جیسی بادشاہت بھی سیراب نہیں کر سکتی، دو اشعار اور ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ؂

هِیَ الْقَنَاعَةُ لَا تَبْغِیْ بِهَا بَدَلاً فِیْهَا النَّعِیْمُ وَفِیْهَا رَاحَةُ الْبَدَنِ
اُنْظُرْ لِمَنْ مَلَکَ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِهَا هَلْ رَاحَ مِنْهَا بِغَیْرِ الْقُطْنِ وَالْکَفَنِ

''قناعت کے بدلہ میں کسی چیز کو حاصل نہ کر وقناعت میں نعمت اور جسم کا آرام ہے آپ اس شخص کی جانب دیکھیں جو پوری دنیا کا بادشاہ ہے وہ دنیا سے کفن کے علاوہ کیا لے کر گیا ہے؟''

مقدمه سورة العنکبوت

یہ مکی سورت ہے اس سورت مقدسہ میں عقیدہ کو زیر بحث لایا گیا ہے عقیدہ کے دو عظیم بنیادی اصول وحدانیت الٰہیہ اور پیغمبروں کی رسالت کو زیر بحث لانے کے ساتھ ساتھ قیامت کے قائم ہونے اور سزا جزا کے عمل کو منقح کیا گیا ہے جب کہ اس سورت کی بحث کا مرکز ومحور ایمان اور ایمان والوں کی آزمائش کا تذکرہ ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کی زندگی شدائد ومحن سے ہم کنار رہی، یہی وجہ ہے کہ سورت کے آغاز میں آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا ہونے پر طویل اور مفصل بحث کی گئی ہے بالخصوص جب کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو نہایت مخصوص اور مؤثر انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

سورت کے آغاز میں نہایت واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ لوگوں نے خود کو اس وہم میں مستغرق کر رکھا ہے کہ جب وہ زبان کے ساتھ اپنے ایماندار ہونے کا اظہار کریں گے تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمائش کی بھٹی سے گزرنا نہیں ہے اور سورت کے سیاق وسباق سے یہ حقیقت مترشح ہورہی ہے کہ عام طور پر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں ان کا احساس یہ ہے کہ زبان کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کرنا کافی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب انہیں آزمائش کے کڑے احتساب سے گزرنا ہوتا ہے تو وہ خود کو گمراہی کے گڑھے کی جانب دھکیلتے ہوئے اسلام کی نعمت سے اپنے دامن کو آزاد کرتے ہوئے ارتداد کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اس طرح انہیں دنیوی محن ومصائب سے چھٹکارا تو حاصل ہو جاتا ہے لیکن ارتداد کی چادر کی لپیٹ میں خود کو داخل کر کے اخروی ہمیشہ کے عذاب میں خود کو دھکیل دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں آزمائش کے کٹہرے میں کھڑے ہوتے ہوئے پائے استقامت میں کسی وقت بھی لرزہ براندام ہونے سے ہم کنار نہ ہوں نہایت شجاعت ومردانگی کی کیفیت میں نہ صرف مال کی قربانی بلکہ پیاری جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

اس سورت میں مسلسل انبیاء علیہم السلام کے کرب وبلا کے واقعات کو پیش کیا گیا ہے کہ اللہ کے پیغامات کے پہنچانے میں انہیں کن ہولناک مصائب سے گزرنا پڑا پیغمبروں میں سے آغاز میں نوح علیہ السلام بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام پھر شعیب علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور ہر دور میں سرکش جابر قسم کے لوگوں کی سرکشی اور ان کے ظلم واستبداد کی صحیح عکاسی کی گئی ہے جیسا کہ قوم عاد، قوم ثمود، قارون، ہامان وغیرہ کا عبرتناک انجام پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح انہیں ان کے ظلم وسرکشی کے باعث عذاب الٰہی میں گرفتار کر کے صفحہء ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں ان کا مصائب ومحن میں مبتلا ہونا اور صبر واستقامت کے ساتھ انہوں نے جو مظاہرہ کیا وہ لائق تحسین بلکہ اس لائق ہے کہ ان کی راہ پر رواں دواں رہنے والے خوش قسمت ان کی پیروی کرتے ہوئے استقامت اختیار کریں اس سورت کا نام سورۃ العنکبوت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی ذات کو چھوڑ کر اللہ کے سوا کو اپنا دوست بناتے ہیں مکڑی کی مانند ہے، تفصیل سورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اٰیَاتُهَا: ۶۹ ۲۹ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵ رُكُوعَاتُهَا: ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ: الم (۱) کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا صرف اس پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا (۲) اور بلا شبہ ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے پس ضرور اللہ ان لوگوں کو معلوم کرے گا جنہوں نے درست کہا اور ضرور جھوٹ کہنے والوں کو الگ کرے گا (۳) کیا ان لوگوں کا خیال ہے جو برے اعمال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے جو فیصلہ وہ کرتے ہیں وہ برا ہے (۴)

مفردات کی وضاحت: عدم الفتون خود کو سزا سے تحفظ عطا کرنا۔

تشریح: الٓمّٓ ان حروف کا شمار حروف مقطعات سے ہے سورۃ البقرۃ کے آغاز میں وضاحت ملاحظہ فرمائیں بہرحال اس قسم کے حروف قرآن پاک کے اعجاز پر دلالت کرتے ہیں۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا: آغاز میں ہمزہ استفہام انکاری ہے مقصود یہ ہے کہ کیا لوگ اس خیال میں مستغرق ہیں کہ ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے گا ان کا زبان سے ایمان کا اقرار کر لینا ہی کافی ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کا امتحان ہوگا تا کہ راست باز لوگوں کا منافقین سے امتیاز ہو جائے۔

مومنوں کی آزمائش کا بیان: یہ آیت ان ایمان والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو مکہ مکرمہ میں کمزور سمجھا جاتا تھا ان میں دیگر صحابہ کرام کے علاوہ عمار بن یاسر اور دیگر افراد کا بھی شمار ہوتا ہے قریش قبیلہ سے کفار لوگ انہیں تکالیف سے ہمکنار کرتے اور متنوع قسم کے عذاب میں مبتلا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اسلام کو کیوں اختیار کر لیا ہے تو ان تکالیف و محن سے ان کے دل شدید متاثر ہوتے اور تنگی محسوس کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اتارنے کے باعث انہیں مانوس کرنا چاہا ہے اور ان کے غم کو دور کیا ہے اور انہیں بتایا ہے کہ یہ سب کچھ آزمائش ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس آزمائش پر صبر کے دامن کو تھامے رکھیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں، مزید انہیں آگاہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کے بندوں کے بارے میں بھی یہی انداز ہے کہ وہ کفار کو ایمان والوں پر اس لئے مسلط کرتا ہے تا کہ مخلصین کا امتیاز کرے اور یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ کون ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور انہیں مختلف قسم کی تکالیف ومحن میں مبتلا کیا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے سبھی اقوام گذشتہ میں یہی ضابطہ کارفرما رہا ہے اس لئے اسکی مخالفت کا خیال کرنا بھی مناسب نہیں ہے اللہ تعالیٰ راست بازلوگوں کو جھوٹ کہنے والوں سے الگ کرنا چاہتا ہے۔

بلاغت کے ایک اصول کا بیان: ملاحظہ کریں اس آیت میں ایمان کا دعویٰ کرنے والے لوگوں سے جولوگ کذب بیانی سے کام لیتے ہیں انکی کذب بیانی کو وصف کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا، مقصود یہ ہے کہ ان کا جھوٹ بولنے کا وصف ان میں ہمیشہ کیلئے ہے ان کا جھوٹ بولنے کا وصف ان کے ساتھ لازم وملزوم ہے وہ کبھی سچ کہنے والے نہیں ہیں جبکہ سچ کہنے والے لوگوں کیلئے الَّذِيْنَ صَدَقُوْا فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے مقصود یہ ہے کہ ان کا سچ کہنا فعل ماضی کے صیغہ کیساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ ماضی کے صیغہ میں فعل کا دوام نہیں ہوتا ہے بلکہ تجدد کا معنی ہوتا ہے کہ ایک بار اس سے اس کا وقوع ہورہا ہے جیسا کہ جب کہا جاتا ہے کہ فلان شرب الخمر تو اس سے مقصود ہرگز اس کا ہمیشہ شراب پینا نہیں ہے بلکہ ایک بار اس نے شراب پی ہے لیکن فلان شارب الخمر سے مقصود یہ ہے کہ وہ شخص ہمیشہ ہمیشہ شراب پینے کا عادی ہے شراب پینا اس کا مشغلہ ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ: کیا مجرم لوگ جو نافرمانیوں کے مرتکب ہورہے ہیں وہ ہمارے عذاب سے رستگاری حاصل کریں گے ان کا یہ فیصلہ بہت برا ہے اس میں ڈانٹ پلانے کا انداز اس سے پہلی آیت کے انداز سے زیادہ سخت اور خوفناک ہے مقصود یہ ہے کہ وہ بچاؤ حاصل نہ کرپائیں گے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾

ترجمہ: جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھے ہوئے ہے تو بلاشبہ اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ہے (۵) اور جو شخص جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ کے لئے جہاد کرتا ہے بے شک اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے (۶) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں تو ہم ان سے ان کے گناہوں کو مٹا دیں گے اور ہم ان کو بہت اچھا بدلہ دیں گے جو وہ کرتے رہے (۷)

مفردات کی وضاحت: لِقَآءَ اللّٰهِ سے مقصود ثواب حاصل کرنا ہے اور بدلہ پانا ہے، اَجَلَ اللّٰهُ اللہ کی ملاقات کا معین وقت، جَاهَدَ اس نے جہاد میں اپنی کوشش کو صرف کیا، یا نفس امارہ کو برائیوں کے ارتکاب سے روکنے کی کوشش کی۔

تشریح: اعمال صالحہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں: قبل ازیں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انسان کو دنیا میں بے کار نہیں چھوڑ گیا ہے اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جو شخص اخروی زندگی پر یقین رکھتا ہے اور اس کے لئے اعمال صالحہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہیں کریں گے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیوی زندگی کو صبر کے ساتھ بسر کرے اللہ کی فرمانبرداری میں جہاد کے

دامن کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اعمال کا بدلہ عطا کریں گے، ظاہر ہے کہ اللہ کی ملاقات تو بہت نزدیک ہے اور مستقبل میں ہر آنے والی چیز کو قریب ہی باور کیا جاتا ہے اس میں ایمان والوں کو مطمئن کرنا مقصود ہے اور جو شخص اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور شہوات سے خود کو روکتا ہے صبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا فائدہ اس کو حاصل ہوگا اللہ پاک تو بندوں سے بے پرواہ ہے نہ اسے نافرمانی نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ اطاعت کرنے والوں کی اطاعت اس کو فائدہ عطا کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کو ایک ساتھ رکھا تو ان کے ایمان اور عمل صالح کے سبب ان کی برائیوں کو ان کے اعمال ناموں سے محو کر دیں گے اور ان کے اعمال صالحہ کے سبب ان کو بہت ہی اچھا بدلہ دیں گے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ ۖ وَمَا هُم بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُم مِّن شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے بارے میں اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے اور اے انسان! اگر وہ تیرے بارے میں کوشش کریں تاکہ تو میرے ساتھ اس کو شریک کرے جس کی حقیقت کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی فرماں برداری نہ کر میری جانب تمہارا لوٹنا ہے تو میں تمہیں خبر دوں گا جو تم عمل کرتے رہے (۸) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے تو ہم لازماً ان کو صالحین کی جماعت میں داخل کریں گے (۹) اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے تو جب اسے اللہ کی راہ میں تکلیف دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کے تکلیف دینے کو اللہ کے عذاب کی مانند خیال کرتے ہیں اور اگر آپ کے پروردگار کی جانب سے کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں بلاشبہ ہم تمہارے ساتھ ہیں کیا اللہ کو خوب علم نہیں ہے جو جہان والوں کے سینوں میں ہے (۱۰) اور لازماً اللہ ان لوگوں کو الگ کرے گا جو ایمان لائے ہوئے ہیں اور لازمی طور پر منافقین کو الگ کرے گا (۱۱) اور کفار نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہمارے راستہ کی پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہوں کو اٹھائیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں سے کسی چیز کو اٹھانیوالے نہیں ہیں بلاشبہ یہ لوگ جھوٹ کہنے والے ہیں (۱۲) اور لازمی طور پر وہ اپنے گناہوں کو اپنے ساتھ اٹھائیں

گے اور قیامت کے دن ان سے اس چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے گا جو وہ جھوٹ بناتے رہے (۱۳)

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے آگاہ فرمایا ہے کہ مومن شخص کے اعمال صالحہ اس کی برائیوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور شفقت اختیار کرنا ہے ظاہر ہے کہ والدین کا وجود اس کے وجود کا باعث ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ والد پر اخراجات کرے اور والدہ کے ساتھ شفقت کا داعیہ نمایاں ہو۔

شان نزول: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کی خدمت کو اپنے لئے اعزاز باور کرتا تھا جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس نے کہا یہ کیسا دین ہے؟ تجھے اس دین کو چھوڑنا ہوگا اگر تو اس دین کو نہیں چھوڑے گا تو میں نہ کھانا تناول کروں گی نہ پانی کو حلق سے نیچے اتاروں گی یہاں تک کہ میں موت سے ہم کنار ہو جاؤں گی تو تجھے عار دلاتے ہوئے کہا جائے گا کہ تو اپنی ماں کا قاتل ہے اس پر میں نے اپنی والدہ کی خدمت میں عرض کیا آپ کو ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیے میں ہرگز اپنے دین کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں اس نے بیان کیا کہ والدہ نے ایک دن ایک رات نہ کچھ کھایا نہ پانی حلق سے اتارا تو وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئی بعد ازاں اس نے مزید ایک دن ایک رات کھانا تناول کیا نہ پانی حلق سے نیچے اتارا جب میں نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو میں نے والدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے والدہ! تجھے سمجھ لینا چاہیے اگر تیری زندگی یک صد ارواح پر مشتمل ہو اور ایک ایک کر کے سبھی ارواح تیرے جسم سے نکل جائیں تو میں ہرگز اپنے دین کو کسی بھی عارضہ کے سبب نہیں چھوڑوں گا اگر تو کھانا تناول کرنا چاہتی ہے تو درست ہے اور اگر تناول کرنا پسند نہیں ہے تو تناول نہ کریں جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو اس نے کھانا تناول کیا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ﴿وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا﴾[1]

تشریح: ہم نے انسان کو سخت تنبیہ کے ساتھ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اس لئے کہ والدین تو بیٹے کے معرض وجود میں آنے کا سبب ہیں اور ان کا اس پر غایت درجہ احسان اور فضیلت حاصل ہے جب کہ باپ تو مال خرچ کرتا ہے اور ماں کی شفقت اور محبت سے اس کو سکون حاصل ہوتا ہے ایک سوال مترشح ہوتا ہے کہ اللہ نے اولاد کو تو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے جبکہ والدین کو اس قسم کا حکم نہیں دیا ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ حسن سلوک کا داعیہ اپنائیں ظاہر ہے کہ اولاد کی جبلت اور فطرت میں ماں باپ کے بارے میں قساوت قلبی کا داعیہ اجاگر دکھائی دیتا ہے بلکہ بچے والدین کی اطاعت سے عام طور پر روگردانی کرتے ہیں اور ان کا کچھ خیال نہیں رکھتے ہیں تو اللہ نے ان کو ایسے کام کا حکم دیا ہے جو ان کی طبیعت کے خلاف ہے جب کہ ماں باپ کی جبلت اور فطرت میں اولاد پر رحمت اور شفقت کا داعیہ تیز تر رہتا ہے۔

اللہ کی نافرمانی ہو تو والدین کا حکم نہیں ماننا چاہیئے :اور اگر والدین اپنی پوری کوشش اس بات میں لگا دیں بلکہ وہ اس پر حریص نظر آئیں کہ تو اللہ کیساتھ کفر کرے اور اس کا کوئی شریک سمجھے تو چونکہ والدین کا یہ حکم ہرگز اطاعت کے قابل نہیں اور نہ اس حکم میں صحت کا پہلو ہے تو آپ ہرگز والدین کی اطاعت نہ کریں اس لئے کہ جس کام کے کرنے میں اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے، ذہن نشین کریں کہ میری ہی جانب تم سب نے لوٹ کر آنا ہے اس میں ایماندار، کفار، نیکوکار، بدکار سبھی شامل ہیں تو میں ہر شخص

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب ۵، صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورة ۲۹، مسند احمد ۱/۱۸۱

کیساتھ اسکے عمل کے مطابق جزا سزا کے عمل کو جاری کروں گا اس میں ان لوگوں کیساتھ اچھا وعدہ کیا گیا ہے جو والدین کی فرمانبرداری کریں اور صراط مستقیم پر رواں دواں رہیں اور ان لوگوں کو سرزنش سے دوچار کرنا ہے جو والدین کی نافرمانی پر دلیری کریں اور تباہی و بربادی کے راہ پر رواں دواں ہو جائیں اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی دولت جلوہ افروز ہے اسکے ساتھ ساتھ وہ اعمال صالحہ کی ادائیگی پر زندگی بھر رواں دواں رہتے ہیں تو ہم ان کو صالحین کے گروہ میں شامل کرتے ہوئے جنت میں داخل کریں گے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ: اور کچھ لوگ اس قسم کے ہیں جو زبان کے ساتھ ایمان باللہ کا اقرار کرتے ہیں تو جب ان میں کسی فرد کو اس کے ایمان کے باعث اذیتوں میں مبتلا ہونا ہوتا ہے تو وہ دین اسلام کو خیر باد کہتا ہوا مرتد ہو جاتا ہے اور جو اذیت اسے لاحق ہوتی ہے اس کو ایمان سے روگردانی کا سبب قرار دیتا ہے جیسا کہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک کافر شخص کو کفر کی حالت میں جب کسی ہولناک حادثہ سے دوچار ہونا ہوتا ہے تو وہ کفر کو خیر باد کہتا ہوا اسلام قبول کر لیتا ہے اس طرح منافقین لوگ جب منافقت کی حالت میں کسی حادثہ سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ بھی ایمان سے اظہار نفرت کرتے ہوئے کفر اختیار کر لیتے ہیں جب کہ ایمان کا اصل تقاضا یہ ہے کہ صبر کے دامن کو تھاما جائے اور دلیری کا اظہار کیا جائے بلکہ عذاب کو مٹھاس قرار دیا جائے اور آزمائش کو عطیۂ الٰہی قرار دیا جائے اس لئے کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اچھا انجام تو پرہیز گاروں کے لئے ہے اس کا اعتقاد اچھا ہے دوسری قسم کا فرشخص جس کا کفر ظاہر ہے اور اس کا عناد بھی ظاہر ہے اور تیسری قسم میں وہ جو ان دونوں کے درمیان متذبذب ہے زبان کے ساتھ ایمان کا اظہار کرتا ہے جب کہ دل میں کفر کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے تو دو قسموں صادقین اور کاذبین کے ذکر کے بعد تیسری قسم کو بیان کیا جا رہا ہے۔

اس آیت میں ایک لطیفہ کار فرما ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے ایماندار کا شرف ذکر کیا ہے اور منافق کافر کی کمینگی کا ذکر کیا ہے جب ایماندار کو اللہ کی راہ میں تکالیف سے ہم کنار ہونا ہوتا ہے کہ وہ ایمان کو خیر باد کہہ دے لیکن وہ ایمان کو خیر باد نہیں کہتا ہے اور منافق کافر شخص کو جب تکلیف دی جاتی ہے تو وہ اللہ کے ساتھ تعلق کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور کفار کے ساتھ اس کا ظاہری تعلق قائم ہوتا ہے جب کہ اس کے دل میں ایمان کا اطمینان موجود ہوتا ہے اس کے باوجود اس کو نہیں کر پاتا ہے بلکہ اللہ کو بالکلیہ چھوڑ دیتا ہے۔

وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ: اور اگر ایمان والوں کو کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور مال غنیمت میسر آتا ہے تو متذبذب قسم کے لوگ پکار اٹھتے ہیں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ تھے ہم تمہارے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کرتے تھے تو مال غنیمت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ دو، اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے وضاحت فرما رہے ہیں کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے دلوں میں خیر اور شر سے کیا کچھ پوشیدہ ہے اور لوگوں کے دلوں میں ایمان، منافقت کا اس کو علم ہے بلکہ اللہ کی ذات کو تو ہر چیز کا علم ہے، مزید اس کو پختہ بناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایمان والوں اور منافقت اختیار کرنے والوں کی کیفیت کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان امتیازی لکیر کھینچ دی جائے اس کے نتیجہ میں منافق قسم کے لوگ معاشرہ میں رسوائی ذلت سے ہم کنار ہو کر رہ جائیں گے اور سچے ایماندار شخص کا شرف نمایاں ہو جائے گا اور اللہ کی ذات کو تو زمانہ ماضی کے معلومات کے ساتھ ساتھ نہ صرف زمانہ حال کے معلومات سے آگاہی حاصل ہے بلکہ زمانہ مستقبل کے حالات کا بھی علم ہے، مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات سے ہرگز کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے تو ایسی کیفیت کے علم کا نام علم کا اظہار اور نمایاں کرنا ہے جو کہ اللہ کی جانب نسبت کے لحاظ سے اس کا نام علم غیب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس علم کا نام رؤیت اور مشاہدہ رکھا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ: کفار لوگ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے کہ جس طرح ہم نے کفر کیا ہے اسی طرح تم بھی کفر کرو تم ہمارا دین اختیار کرو ہم تمہارے گناہ اور عذاب کو اپنے سروں پر اٹھائیں گے اگر اس جہان میں عذاب کا وجود ہوا، علامہ ابن کثیرؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک تمثیل ذکر کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک کہنے والا شخص اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ آپ فلاں کام کو سرانجام دیں آپ کی اس غلطی کا خمیازہ میں برداشت کروں گا، مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ تم ہماری پیروی کرو تمہاری غلطیوں کا بوجھ ہم اپنے کندھوں پر اٹھائیں گے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کی غلطیوں سے ہرگز کچھ بھی نہ اٹھائیں گے اس لئے کہ اس دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گے۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ: وہ نہ صرف یہ کہ اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے بلکہ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ سے ہرگز کچھ کمی نہ ہوگی، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو گناہ کی دعوت دیتا ہے تو اس پر ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی لادا جائے گا جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوگی لیکن ان کے گناہوں کے بوجھ سے کچھ کمی نہ ہوگی اور انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے ان سے پرسش ہوگی کہ وہ کیوں اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ کہتے رہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ
وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ
الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ
يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا
اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا
اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ

اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۲۶﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْکِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی جانب بھیجا تو وہ ان میں ہزار سال ٹھہرا ہا مگر پچاس سال تو ان کو طوفان نے اپنی گرفت میں پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے (۱۴) تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو نجات دی اور ہم نے کشتی کو جہان والوں کیلئے نشانی بنایا (۱۵) اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (۱۶) سوائے اس کے نہیں کہ تم اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹ باندھ رہے ہو بلاشبہ وہ لوگ جن کی تم اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہو تمہیں روزی دینے کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ کے پاس سے رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکریہ ادا کرو اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے (۱۷) اور اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو بلاشبہ تم سے پہلے بہت امتوں نے جھٹلایا اور پیغمبر پر نہیں ہے مگر ظاہر پہنچا دینا ہے (۱۸) کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ کس طرح اللہ نے مخلوق کو از سر نو پیدا فرمایا پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا بلاشبہ یہ کام اللہ پر آسان ہے (۱۹) آپ کہیں کہ تم زمین میں چلو پھرو دیکھو کہ کس طرح اس نے مخلوق کو از سر نو پیدا کیا پھر اللہ اس پیدائش کو دوسری بار پیدا فرمائے گا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۰) وہ جس کو چاہتا ہے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے (۲۱) اور تم زمین میں نہ آسمان میں عاجز کرنے والے نہیں ہو اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی دوست نہیں ہے اور نہ کوئی مددگار ہے (۲۲) اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا یہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہو گئے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے (۲۳) تو ابراہیم کی قوم کا جواب نہیں تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا اس کو قتل کر دو یا اس کو جلا دو تو اللہ نے اس کو آگ سے نجات عطا کی بلاشبہ اس میں ان لوگوں کیلئے علامات ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (۲۴) اور ابراہیم نے کہا تم نے اللہ کے علاوہ دنیوی زندگی میں دوستی کرتے ہوئے بتوں کو پکڑا پھر قیامت کے دن تم سے بعض دوسرے بعض کا انکار کریں گے اور تم میں بعض دوسرے بعض پر لعنت بھیجیں گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا ہرگز کوئی مددکرنے والا نہیں ہے (۲۵) تو ابراہیم پر لوط ایمان لایا اور اس نے کہا بے شک میں اپنے پروردگار کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں بلاشبہ اللہ غالب حکمت والا ہے (۲۶) اور ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور ہم نے اسکی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو مقرر فرمایا اور ہم نے اس کو اس کا ثواب دنیا میں عطا کیا اور یقیناً آخرت میں ان کا شمار صالحین سے ہوگا (۲۷)

مفردات کی وضاحت: اَلنَّشْاَةَ ایجاد کرنا، تُقْلَبُوْنَ تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے، بِمُعْجِزِیْنَ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، کے بھتیجے تھے، ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام اسحٰق علیہ السلام جب کہ یعقوب علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام

کے پوتے تھے، الصالح باقی رہنے والا چنانچہ کہا جاتا ہے طعام بعد صالح وہ کھانا مراد ہے جو اپنی حالت پر باقی رہے۔

تشریح: ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی جانب پیغمبر مبعوث فرمایا وہ ان میں ساڑھے نوسو سال رہے وہ انہیں اللہ کی توحید کی جانب دعوت دیتے رہے اس لئے کہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے اس کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو طوفان کے باعث تباہ و برباد کردیا اس لئے کہ وہ کفر اور گمراہی پر مصر تھے ابو سعود نے طوفان کی وضاحت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ طوفان اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز پر زوردار انداز سے گردش کرتا ہو عام ہے کہ طوفان سیلاب کے انداز کا ہو یا آندھی کی صورت میں ہو یا فضا میں زبردست اندھیرا چھا جائے جس سے خوف دامن گیر ہو لیکن اکثر و بیشتر اس کا اطلاق پانی کے سیلاب پر ہوتا ہے۔

امام رازیؒ کا قول: وہ فرماتے ہیں کہ ﴿وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ میں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض ظلم کے وجود پر عذاب نازل نہیں کرتا ہے بلکہ ظلم کے اصرار پر عذاب اتارتا ہے اسی لئے سبب کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ نے ان کو اس لئے تباہ و برباد کیا جب کہ وہ بے باکی کے ساتھ ظلم پر مصر رہے تو ہم نے نوح اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار افراد، اہل خانہ، اولاد اور ایمان دار پیروکاروں کو پانی میں ڈوبنے سے تحفظ عطا کیا اور ہم نے اس خوفناک واقعہ کو بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عبرت کا سامان مہیا کیا ہے کہ وہ اس خوفناک واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ: علامہ ابن کثیرؒ اس کی وضاحت بیان کرتے ہوئے آگاہ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے، اپنے پیغمبر اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں جنہیں امام الحنفاء کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی جانب دعوت دی جس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ کی ذات سے ڈرنے کی کیفیت میں کہا کہ اخلاص کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اسی اکیلے اللہ کی ذات سے رزق طلب کریں نیز اللہ کے انعامات پر اللہ کا شکریہ ادا کرنے میں بھی ایک اللہ کو سامنے رکھیں اس لئے کہ اللہ کی ذات ایسی ذات ہے کہ اس کی تمام نعمتوں پر شکر ادا کرنے میں صرف اللہ کا شکریہ ادا کیا جائے اللہ کے سوا ہرگز کوئی انعامات کی بارش کرنے والا نہیں اس طرح اللہ کی عبادت اور عبادت میں اللہ سے خوف دامن گیر رہنا چاہئے تمہارے لئے بتوں کی عبادت سے کہیں بہتر ہے اگر تم بھلائی اور برائی میں امتیاز کی معرفت سے ہم کنار ہو جب کہ تم جن کو اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ تو بت ہیں جن کو تم نے خود پتھروں سے تراش کر بنایا ہوا ہے اور تم جھوٹ اور باطل معبودوں کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر رہے ہو اور پتھروں کو تراشنے اور ان کی تصاویر کو تیار کر کے جھوٹ بنا رہے ہو اور یہ حقیقت ہے کہ تمہارے یہ معبود تمہیں رزق سے ہم کنار کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں تمہارے لئے از بس ضروری ہے کہ تم ایک اللہ کی ذات سے روزی تلاش کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق عطا کرنے پر قادر ہے اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اسی کا تمہارے دلوں میں خوف ہو اور اسی کے سامنے اپنی ذلت اور مسکنت کا اظہار کرو اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسانات کئے ہیں ان پر اللہ کا شکریہ ادا کرو قیامت کے دن تم سب نے اسی ایک اللہ کی جانب جانا ہے وہ قیامت کے دن ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ: مسئلہ توحید کی وضاحت بیان کرنے کے بعد ڈانٹ پلانے کی کیفیت میں کھلے انداز کے ساتھ ان کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کر رہے ہیں کہ اگر تم میری حیثیت کو جھٹلا رہے ہو تو تم ہرگز مجھے جھٹلانے کے ساتھ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو اس کا نقصان تم کو ہی پہنچے گا اس لئے کہ تم سے پہلے ایسی قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ کے

بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور مستقبل قریب میں تم پر بھی اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور تم خود کو اس سے بچا نہیں سکو گے جب کہ اللہ پاک کی جانب سے بھیجا گیا اسی کا نمائندہ اس کا پیغمبر اس کی ذمہ داری تو اس حد تک ہے کہ وہ تم تک اللہ کے احکامات کو پہنچائے جب کہ لوگوں کو ہدایت سے ہم کنار کرنا ہرگز پیغمبر کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: استفہامی کلام میں قیامت کے دن اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں کو دھمکی دیتے ہوئے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ روشن دلائل کو جھٹلانے والے لوگ اس حقیقت کا ملاحظہ نہیں کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آغاز میں کس طرح عدم سے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اولین خلقت کی بنیاد پر وہ اس حقیقت سے کیسے انکار کر سکتے ہیں کہ جس خالق کائنات نے کائنات کو عدم سے وجود عطا کیا وہ دوبارہ انہیں اسی کیفیت میں نہیں اٹھا سکے گا؟ بلاشبہ ایسا کرنا اللہ کی ذات کے لئے آسان ہے تو تعجب اور حیرت دامن کو تھام لیتی ہے کہ وہ کسی طرح موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو ذات آغاز میں پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ذات دوبارہ بھی اس کو لوٹا سکتی ہے علامہ قرطبیؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:۔

پھلوں کی تخلیق کا بیان: بعض مفسرین کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے وہ وضاحت فرما رہے ہیں کہ کیا آپ ملاحظہ نہیں کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پھلوں کی تخلیق کا آغاز کس طرح فرماتے ہیں کہ پھلوں میں زندگی کارفرما ہوتی ہے اس کے بعد پھل فنا ہو جاتے ہیں، اس کے بعد پھر پھلوں کو تازگی عطا ہوتی ہے اور ان میں زندگی کی کیفیت دکھائی دیتی ہے اس طرح انسان کی تخلیق کا آغاز ہے بعد ازاں اس سے اولاد کو پیدا فرماتا ہے اور اولاد سے آگے اولاد پیدا کرتا ہے جب کہ پہلا شخص موت سے ہم کنار ہوتا ہے جب اس سے ایک دوسرے انسان نے جنم لیا انسان کی طرح دیگر حیوانات کی بھی یہی کیفیت ہے پس جب تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ اللہ کی قدرت سے آغاز ہے تو اعادہ بھی ممکن ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو لفظ کُن کہتا ہے تو وہ وجود میں آ جاتا ہے۔

موت کے بعد اٹھائے جانے والوں کے انکار کا بیان: آپ ان لوگوں کو آگاہ کریں جو موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کر رہے ہیں کہ تم زمین کے کناروں میں چل پھر کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ عظمتوں والا ہے، ازل سے ہے، قدرت والا ہے کہ اس نے مخلوق کو کثرت کیساتھ پیدا فرمایا ہے جبکہ ان کی شکل وصورت میں اختلاف کارفرما ہے بلکہ زبان، رنگ اور طبعیت کے لحاظ سے اختلاف ہے اور اقوام گذشتہ کے گھروں کی جانب نظر اٹھائیں کہ کس طرح اللہ نے انہیں تباہ و برباد کیا، اس سے تمہیں اللہ کی قدرت کا پتہ چل سکے گا پھر اللہ تعالیٰ نشاۃ ثانیہ میں انہیں پیدا فرمائے گا جب انہیں اٹھائے گا اور قیامت وقوع پذیر ہوگی یقیناً اللہ کی ذات کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے چنانچہ آغاز میں پیدا کرنا اور آخر میں موت کے بعد اٹھانا ہے کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا عذاب سے ہم کنار کرے گا اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا وہ حاکم ہے اپنے ارادہ اور مشیت کے ساتھ تصرف کرنے والا ہے اس سے کوئی پرسش نہیں کر سکتا جو کام وہ کر رہا ہے جب کہ اس کے علاوہ سبھی سے سوال ہوگا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا۔

وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ: تم اللہ کے عذاب سے خود کو بچا نہیں سکو گے تم زمین آسمان میں کسی جانب دوڑ کر اس کی گرفت سے بچ نہ سکو گے بلکہ اگر تم آسمانوں میں ہو تب بھی تم اللہ سے خود کو بچا نہیں سکتے بلکہ اگرچہ تم چونا گچ بلڈنگوں میں خود کو تحفظ عطا کرنا چاہو گے تو ہرگز تحفظ حاصل نہ ہوگا اور تمہارا اللہ کی ذات کے سوا کوئی دوست نہیں جو تمہیں کسی مصیبت سے تحفظ عطا کرے اور نہ کوئی تمہیں اللہ کے عذاب سے تحفظ عطا کر سکے گا۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ: اور وہ لوگ جنہوں نے قرآن پاک کی صداقت کا انکار کیا اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کو محال قرار دیا یہ ایسے لوگ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہیں اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ اِلَّا اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْہُ اَوْ حَرِّقُوْہُ: جب ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اللہ کیجانب دعوت دی اور بتوں کی عبادت سے منع کیا تو ان سے بڑے مجرموں نے کہا اسے قتل کردو تاکہ تم اس سے آرام حاصل کرسکو یا اس کو آگ میں گرادو تو آگ اس کو جلا دے گی لیکن اللہ نے ان کو محفوظ رکھا آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی بلاشبہ ہم نے ابراہیم کو آگ سے نجات عطا کی اس میں اللہ کی قدرت کے روشن دلائل موجود ہیں وہ لوگ اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس کی کمال قدرت اور اس کے جلال کو تسلیم کرتے ہیں۔

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ: ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ تم نے بتوں کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ شریک کررکھا ہے ان کو خدا سمجھتے ہو اس لئے کہ دنیوی زندگی میں تم ان کی عبادت پر اکٹھے ہو جب کہ قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے دشمن ہوجاؤ گے تم ایک دوسرے پر لعنت کرو گے گویا کہ دنیوی دوستی اور محبت قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہوجائے گی لیڈر اپنے پیروکاروں سے نفرت کا اظہار کریں گے اور پیروکار بھی لیڈروں کو ملعون قرار دیں گے اس لئے کہ دنیوی دوستی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی رضا پر نہ تھی اور تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا ہرگز کوئی مددگار نہیں ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے گلوخلاصی کرائے۔

فَاٰمَنَ لَہٗ لُوْطٌ: ذہن نشین کریں کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے جب کہ انہوں نے روشن اور فائق دلائل کا ملاحظہ کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنا وطن چھوڑنا چاہتا ہوں اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے شہر سے ہجرت کرنے والا ہوں اللہ کی رضامندی کا طالب ہوں، یقیناً اللہ کی ذات غالب ہے جو شخص اللہ کی ذات پر اعتماد کرلیتا ہے تو اللہ اس کو ذلیل نہیں کرتا ہے اور اللہ کا وصف حکیم بھی ہے وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر جگہ دیتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام جب اپنی قوم سے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے الگ ہوئے، مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ملک عراق سے ہجرت کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے فلسطین اور شام کے ملک کی جانب روانہ ہوئے، مقصود یہ تھا کہ دین اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور دین اسلام کی نشر واشاعت کیلئے وہاں مرکز بنالیا جائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات غالب ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرتا ہے وہ ذلت سے محفوظ ہوجاتا ہے نیز اللہ کا وصف حکیم بھی ہے کہ سبھی اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتا ہے اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام عطا کیا اور اسحاق علیہ السلام کو یعقوب علیہ السلام عطا کیا اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو عطا کیا بہرحال ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو پیغمبر بھی آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور آسمانی کتابوں کو بھی ان کے بیٹوں سے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا، سبھی پیغمبر یعقوب علیہ السلام کی نسل سے آئے جب کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے صرف محمد ﷺ کو ہی مبعوث کیا گیا جو خاتم النبیین کے وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور سب ادیان میں ہم نے ان کے ذکر جمیل کو قائم دائم رکھا جب کہ آخرت میں بھی آپ کا شمار ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام میں ہے جو ہر طرح کی صلاحیت کے لحاظ سے کامل اکمل تھے گویا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ السلام کے والد ابراہیم علیہ السلام پر بھی آپ کو فضیلت حاصل ہے۔(صفوۃ التفاسیر القسم الحادی عشر ص ۵۹-۶۰)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴿۳۰﴾ع وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوط کو بھیجا جس وقت کہ اس نے اپنی قوم کو کہا بلاشبہ تم بے حیائی کے کام کے مرتکب ہوتے ہو کہ تم سے پہلے اس کام کی جانب جہان والوں سے کسی شخص نے پیش قدمی نہیں کی ہے (۲۸) کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت کا قصد کرتے ہو اور تم راہ سے روکتے ہو اور اپنی مجلس میں ناپسندیدہ کام کے مرتکب ہوتے ہو تو اس کی قوم کی جانب سے جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آئیں اگر تو سچ کہنے والوں سے ہے (۲۹) اس نے دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے فساد کرنے والواں پر مدد سے نواز (۳۰) اور جس وقت ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لا کے تو انہوں نے کہا یقیناً ہم اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کرنے والے ہیں یقیناً اس بستی کے مکین ظالم ہیں (۳۱) ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی ہیں انہوں نے کہا ہم بہتر سمجھتے ہیں ان کو جو اس جگہ ہیں ضرور ہم اس کو اور اس کے گھر والوں کو نجات عطا کریں گے سوائے اس کی بیوی کے وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو وہیں رہیں گے (۳۲) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے تو ان کے سبب لوط غمزدہ ہوا اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوا اور انہوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں اور غم نہ کریں بلاشبہ ہم تجھ کو اور تیرے اہل کو نجات عطا کرنے والے ہیں سوائے تیری بیوی کے کہ اس کا شمار ان لوگوں سے ہے جو وہیں ہلاک ہوں گے (۳۳) بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ لوگ بدکاری کے مرتکب ہوا کرتے تھے (۳۴) اور یقیناً ہم نے ان سے واضح نشانی کو چھوڑا ہے ایسے لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں (۳۵)

مفردات کی وضاحت: اَلْفَاحِشَةُ ایسا قبیح فعل جس سے طبائع نفرت کرتی ہیں، اَلسَّبِيْلَ راستہ، اَلْقَرْيَةِ سدوم بستی، ضَاقَ بِهِمْ

ذَرْعًا ان کے معاملہ کی تدبیر سے عاجز آ گیا، **رِجْزًا** ایسا عذاب جو اس شخص کو بے چین کرے جس کو اس عذاب سے واسطہ پڑے۔

تشریح: قوم لوط کا واقعہ: آپ ہمارے پیغمبر لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان کریں جب اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم ایسے کام کے مرتکب ہو رہے ہو جس کی قباحت آخری درجہ کی ہے اس برے فعل کا ارتکاب تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا جبکہ برے فعل سے مراد لواطت کا فعل ہے اس کی شناعت کو بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ تمہارا مردوں کی دبر کو استعمال کرنا انتہائی گندگی اور کمینگی ہے تم سے پہلے کسی شخص نے اس قبیح فعل سے خود کو ذلیل نہیں کیا اس کی قباحت کے تصور سے خوفزدہ ہو کر جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لوط علیہ السلام کی قوم سے پہلے اس شنیع فعل کا کوئی مرتکب نہیں ہوا کہ کوئی مرد کسی مرد پر نہیں چڑھا تھا، مزید برآں تم راستوں پر بیٹھ کر لوگوں سے مال چھین لیتے ہو اور انسانوں کو قتل کرتے ہو بلکہ تم اجتماعی صورت میں ایک دوسرے کی موجودگی میں علانیہ لواطت کا دھندا کرتے ہو تم نے اسی پر اکتفا نہ کیا کہ لڑکوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بنایا بلکہ تم نے کھلم کھلا ایک دوسرے کے سامنے اس بے حیائی اور بے شرمی کو اپنایا کہ شرم سے دل پسیجتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں بلکہ اس برے فعل کے تصور سے دل کانپنے لگتے ہیں جب لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی خیر خواہی اور ڈرانے کا جواب یہ دیا جس میں استہزاء کا پہلو موجود تھا کہ اے لوط! جو عذاب تو ہم پر لانا چاہتا ہے اس کو لے آ اگر تو سچ کہہ رہا ہے پھر جب لوط علیہ السلام ان سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور دعا کی ، اے میرے پروردگار ان لوگوں کو تباہ و برباد کر اور ان کے خلاف مجھے مدد عطا فرما، ظاہر ہے کہ یہ لوگ نہ صرف یہ کہ بے وقوف ہیں بلکہ فسادی ہیں ان سے ہرگز نیکی کی امید نہیں کی جا سکتی وہ تو گمراہی اور فساد انگیزی میں مستغرق ہیں۔

امام رازیؒ کا قول: آپ خود کو اس حقیقت سے آشنا کریں کہ کسی پیغمبر نے کسی قوم کی تباہی و بربادی کا مطالبہ نہیں کیا البتہ اس وقت کیا ہے جب اسے معلوم ہوا کہ ان کا باقی نہ رہنا اب ضروری ہے ان کا زندہ رہنا غیر مناسب ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام نے برملا کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ اگر اب تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو وہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اسی طرح لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ فساد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مستقبل میں ان سے اصلاح کی امید نہیں ہے تو ان کے لئے عذاب کا مطالبہ کیا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى: اس آیت میں الرسل سے مقصود فرشتے ہیں اور بشری سے مقصود ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی خوشخبری عطا کرنا ہے کہ جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لڑکے کی خوشخبری لائے جس میں حلم، حوصلہ کا وصف کارفرما ہوگا، تو فرشتوں نے اگر ایک جانب ابراہیم کو بیٹے کی بشارت دی تو دوسری جانب انہوں نے کہا کہ ہم آئے ہیں تاکہ ہم لوط کی قوم کو ہلاک کر دیں جب کہ وہ ظلم اور فساد انگیزی میں مبالغہ کی حد تک مستغرق ہیں ان کے مزاج میں سرکشی اور فساد کارفرما ہے۔

قوم لوط کو تباہ کرنے کا بیان: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کو شرف قبولیت عطا کیا اور ان کی ہلاکت کیلئے فرشتوں کو بھیج دیا چنانچہ فرشتے اس راستہ سے گزرے جو ابراہیم علیہ السلام کا راستہ تھا ان کو بچے کی خوشخبری عطا کرتے ہوئے انہیں آگاہ کیا کہ ہمیں قوم لوط کی ہلاکت کیلئے بھیجا گیا ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اپنے بھتیجے لوط کے بارے میں جھگڑا کیا کہ تم اس بستی کو کیسے تباہ کر سکتے ہو جس میں لوط اللہ کے پیغمبر موجود ہیں جو صالح قسم کے انسان ہیں انہوں نے جواب دیا ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہاں لوط اور کچھ ایماندار بھی ہیں، اس قسم کا مجادلہ سورہ ہود میں بھی گزر چکا ہے، بہرحال انہوں نے ان کو لوط علیہ السلام اور اس کے رفقاء کو نجات کی خوشخبری سے نوازا البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی کا چونکہ تعلق ان لوگوں کیساتھ تھا جو لوط کے مخالف تھے

اس لئے اس کو بھی ان کیساتھ تباہ و برباد کر دیا گیا، بعدازاں فرشتے وہاں سے چلے اور لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو وہ خوبصورت جواں سال شکل وصورت میں تھے انہیں دیکھ کر لوط علیہ السلام غمزدہ ہوئے تو انہوں نے لوط کو آگاہ کیا کہ وہ اپنے پروردگار کا پیغام لے کر آئے ہیں نہ آپ خوفزدہ ہوں نہ غمزدہ ہوں یہ مجرم لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے ہم تجھے اور آپکے رفقاء کو نجات عطا کریں گے البتہ آپکی بیوی کا شماران لوگوں سے ہے جنہیں تباہ و برباد کیا جائیگا اس بستی کے مکینوں پر آسمان سے عذاب نازل ہوگا اس لئے کہ وہ فاسق ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: وہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ان کی بستی کو زمین سے اٹھایا آسمان کے قریب لے جا کر زمین پر پٹخ دیا اور ان پر پتھر برسائے اور انکی تباہی کی جگہ کو بحیرہ لوط بنا دیا اور ان کی ہلاکت کو قیامت تک نشان عبرت بنایا قیامت کے دن سبھی لوگوں سے ان کو زیادہ عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ﴿۳۶﴾ فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِھِمْ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ فَصَدَّھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَکْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانُوْا سٰبِقِیْنَ﴿۳۹﴾ فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْھُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا وَّمِنْھُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ وَمِنْھُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْھُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ۖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴿۴۲﴾ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ: اور مدین کی جانب ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کی امید رکھو اور زمین میں ہر جانب فساد کرنے والے نہ بنو (۳۶) پس انہوں نے اس کو جھوٹا قرار دیا تو ان کو زلزلہ نے اپنی گرفت میں لے لیا تو وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں مردہ پڑے تھے (۳۷) اور ہم نے قوم عاد و ثمود کو ہلاک کیا اور ان کے گھروں سے کچھ گھر تم پر نمایاں ہیں اور شیطان نے ان کیلئے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے تو اس نے ان کو راستہ سے روک دیا ہے اور وہ بصارت والے تھے (۳۸) اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو ہلاک کیا اور یقیناً موسیٰ ان کے پاس روشن دلائل لایا تھا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ سبقت لے

جانے والے نہ تھے اور ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے وبال میں پکڑا پس ان میں سے وہ شخص تھا جس پر ہم نے پتھروں کی بارش کی اور ان میں سے کوئی ایسا تھا جس کو چیخ نے اپنی گرفت میں لیا اور ان میں سے کوئی ایسا تھا جس کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی ایسا تھا جس کو ہم نے ڈبو دیا اور اللہ کی ذات کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان پر ظلم کرے لیکن وہ خود پر ظلم کرتے رہے (۴۰) ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے غیر کو دوست بنایا مثل مکڑی کے ہے جس نے گھر بنایا اور بلاشبہ زیادہ کمزور گھر ضرور مکڑی کا ہے اگر وہ جانتے ہوتے (۴۱) بے شک اللہ جانتا ہے اس چیز کی حالت کو جس کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور اللہ ہی غالب حکمت والا ہے (۴۲) اور ان تمثیلات کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے ہیں مگر علم والے (۴۳) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانی ہے (۴۴)

مفردات کی وضاحت: مدین سے مقصود قبیلہ ہے، وَلَا تَعْثَوْا فساد نہ کرو، الرَّجْفَةُ شدید قسم کا زلزلہ، جٰثِمِيْنَ زمین کے ساتھ مل گئے مقصود موت سے ہم کنار ہوئے، سٰبِقِيْنَ ان کو اللہ کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا تو وہ ہلاک ہو گئے، حَاصِبًا تیز آندھی جس میں چھوٹے کنکر بھی گرنے لگیں۔

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ اس میں تشبیہ مرکب ہے وضاحت ملاحظہ فرمائیں، ان لوگوں کی تمثیل جنہوں نے اللہ کے سوا کو قابل اعتماد دوست بنایا اور ان پر بھروسہ کیا اور اللہ کے علاوہ اس کو اپنا دوست بنایا اس مکڑی کی طرح ہے جس نے تار و پود کو بکھیر کر گھر بنایا مقصود اس تمثیل سے انکے مذہب کی کمزوری ہے جبکہ اس سے زیادہ کمزوری ممکن نہیں جبکہ تشبیہ کا محور کفار کے اولیاء ہیں وہ مکڑی کے جالے کی مانند کمزور ہیں ان پر اعتماد کرنا ہرگز تحفظ کی ضمانت نہیں ہے۔[1]

تشریح: قوم مدین کو تباہ کرنے کا بیان: اور ہم نے مدین قوم کی جانب ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو منصب نبوت پر سرفراز فرماتے ہوئے بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کے انداز میں نصیحت کی کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور آخرت کے دن کے شدید عذاب سے ڈرو اور اللہ کی زمین میں فساد انگیزی سے دور رہو لیکن انہوں نے اپنے پیغمبر شعیب علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے شدید خوفناک تباہی مچا دینے والے زلزلہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا اس کے ساتھ ساتھ خوفناک چیخ نے ان کے دلوں کو ان کے سینوں سے باہر نکال کر پھینک دیا تو وہ موت سے ہم کنار ہوتے ہوئے اپنے گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑے مزید ہم نے قوم عاد اور قوم ثمود کو تباہ و برباد کیا اے مکہ مکرمہ کے باشندو! جب تم حجاز اور یمن کی جانب سفر کرتے ہو تو تم ان کی ہلاکت کا منظر دیکھتے ہو کہ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گرے ہوئے ہیں تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ان کی تباہی و بربادی سے عبرت حاصل کرو، دراصل شیطان نے ان کے قبیح افعال کو ان کی نظر میں خوبصورت دکھایا اس نے ان کو صحیح راہ پر رواں دواں رہنے سے روک دیا حالانکہ وہ لوگ عقل و شعور سے بہرہ ور تھے بلکہ غور و فکر اور استدلال کا داعیہ بھی انمیں جاگزیں تھا جب کہ انہوں نے محض تکبر اور دشمنی کے باعث مستقبل کی جانب نہ دیکھا اور ہم نے اسی طرح جابر، ظالم قسم کے لوگوں کو اور قارون کو جس کے پاس بے شمار خزانہ تھا اور فرعون کو جو بادشاہت کے منصب پر متمکن تھا

[1] اعراب القرآن ۲۱-۲۲/۳۴۱

خدائی کا مدعی تھا اور اس کے وزیر ہامان کو بھی جو فرعون کی اس کے ظلم واستبداد پر معاونت کرتا تھا تباہی سے ہم کنار کیا۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوسٰی بِالْبَیِّنٰتِ: ان کے ہاں موسیٰ علیہ السلام دلائل اور معجزات کے ساتھ آئے لیکن انہوں نے اللہ کی عبادت اور اس کے پیغمبر کی اطاعت سے تکبر اختیار کیا جب کہ وہ ہمارے عذاب سے بچاؤ حاصل نہیں کر پائیں گے۔

علامہ طبریؒ کا قول: وہ ہرگز ہمارے عذاب سے ادھر ادھر ہونے کی جرأت نہیں کر سکیں گے ان پر ہمارا زور دار ہولڈ ہوگا تو ان مجرموں میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے جرم کے باعث اپنی گرفت میں لے لیا وہ ہمارے مؤاخذہ سے بچاؤ حاصل نہیں کر پائیں گے ہمیں ان پر مکمل کنٹرول حاصل ہے تو ان مجرموں میں سے ہر مجرم کو اس کے گناہ اور رعونت کے باعث تباہ وبرباد کیا اور ان کے جرم پر انہیں سزا سے ہم کنار کیا، علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت کے مطابق ان کی سزا ان کے جرم کے مطابق دی گئی تو ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جن پر ہم نے تیز ہلاکت آفریں آندھی کو مسلط کیا جس میں ان پر پتھر گرائے گئے جیسا کہ قوم لوط پر پتھروں کی زبردست بارش کی گئی اور ان میں کچھ ایسے بھی تھے جن کو خوفناک چیخ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا جبکہ چیخ کیساتھ ساتھ زلزلہ بھی حملہ آور تھا اور ان میں سے بعض کو اس کی جائداد کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جیسا کہ قارون اور اس کے رفقاء ظالم سرمایہ دار تھے اور بعض کو پانی میں ڈبو دیا جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اور فرعون اور اس کے لشکر کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا اور اللہ نے کسی کو بھی بلا کسی گناہ کے تباہ وبرباد نہیں کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے البتہ لوگوں نے خود پر ظلم کیا تو وہ عذاب خداوندی کے مستحق ٹھہرے اس لئے انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ: ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کی ذات کے علاوہ بتوں کو اپنا معبود بنایا وہ ان کی عبادت کرتے ہیں ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان سے فوائد کے حصول کی امید رکھتے ہیں مکڑی کی مثال ہے جس نے اپنی رہائش کے لئے گھر بنایا جسے موسم گرما اور سرما میں اس سے بچاؤ حاصل نہیں ہے بلکہ بارش مزید کسی مضرت سے بھی تحفظ نہیں ہے۔

علامہ قرطبی کا قول: یہ ایسی مثال ہے جس کو اللہ پاک نے ان لوگوں کے لئے بیان کیا ہے جو اللہ کے سوا کو اپنا معبود بناتے ہیں ان کی عبادت کے ساتھ ساتھ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان سے فوائد کی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں، ہرگز نہیں وہ انہیں کچھ فوائد سے ہم کنار نہیں کر سکتے جیسا کہ مکڑی کا گھر اس کا جالا مکڑی کو گرمی، سردی سے تحفظ عطا نہیں کر سکتا جب کہ سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے بلکہ حقیر ہے اگر انہیں اس تمثیل کا علم ہو جائے تو وہ ہرگز ان کی عبادت نہیں کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ: اللہ کو خوب معلوم ہے جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں اللہ پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں ہے تو اللہ ان کو ان کے کفر پر بدلہ دے گا اور اللہ کی ذات اپنی بادشاہت میں غالب ہے اس کے سبھی کاموں میں حکمت ہے اور ہم قرآن پاک میں تمثیلات کو لوگوں کے لئے واضح کرتے ہیں انہیں ان کے اذہان میں قریب کرتے ہیں جب کہ ان کو صرف ایسے اہل علم ہی سمجھتے ہیں جو اس فن میں رسوخ رکھتے ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حقانیت اور فوائد کے ساتھ پیدا فرمایا ہے ہرگز کھیل کود کا داعیہ نہیں ہے بلا شبہ ان دونوں کو اس نے نہایت عمدہ انداز میں حیران کن تخلیق اور محکم صورت میں پیدا فرمایا ہے جو اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر روشن دلیل ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: اے محمد! آپ اس چیز کی تلاوت کریں جس کی آپ کی جانب کتاب سے وحی کی جا رہی ہے اور نماز قائم کریں بلاشبہ نماز تجھے بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں سے روک رکھے گی اور یقیناً اللہ کو یاد کرنا بہت بڑا کام ہے اور اللہ کو ان کاموں کا علم ہے جو تم کرتے ہو (۴۵) اور تم اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو البتہ ایسے انداز کے ساتھ جو بہت اچھا ہو مگر ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ان سے ظلم کیا ہے اور تم کہو ہم اس پر ایمان لائے ہیں جس کو ہماری جانب اتارا گیا ہے اور جس کو تمہاری جانب اتارا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے لئے اطاعت کرنے والے ہیں (۴۶) اور اسی طرح ہم نے آپ کی جانب کتاب کو اتارا ہے پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان عرب والوں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر وہ جو کافر ہیں (۴۷) اور آپ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ تحریر کرتے تھے اس وقت لازمی طور پر بدمزاج لوگ شک میں واقع ہو جاتے (۴۸) بلکہ قرآن تو روشن آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جو علم دیئے گئے ہیں اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں (۴۹)

مفردات کی وضاحت: اُتْلُ آپ تلاوت کریں اس کا مادہ (ت ل و) ہے، اگر مصدر تِلَاوَۃٌ ہے تو اس کا معنی پڑھنا ہے اور اگر مصدر تِلْوٌ ہے تو اس کا معنی پیچھے آتا ہے، اَلْجَدْلُ جھگڑا، مناظرہ، اَلْجَحْدُ جو چیز دل میں ثابت ہے اس کا انکار کرنا یا جس چیز کی دل نفی کرتا ہے اس کا اثبات کرنا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کے سوا کو اپنا دوست بناتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور وضاحت میں ایک تمثیل کو پیش کیا گیا ہے اس کے بعد اہل کتاب کو نہایت عمدہ نرم انداز میں ایمان لانے کی دعوت دیں مجادلہ کی شکل ہرگز اختیار نہ کی جائے اس کے بعد ان واضح دلائل کو پیش کیا گیا ہے جن سے رسول اکرم ﷺ کی صداقت نمایاں ہو رہی ہے اور آپ کی جانب منزل

من اللہ قرآن سچی کتاب ہے جب کہ سورت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں اس کا سبب صرف یہ ہے کہ دنیوی فانی زندگی پر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور مغرور ہیں، مزید اس حقیقت کو بھی واشگاف کیا گیا ہے کہ عام طور پر لوگ دنیوی فانی زندگی کی عیش کوشیوں میں پھنس جاتے ہیں جب کہ مشرکین کا حال یہ ہے کہ وہ مصیبت کے لمحات میں ایک اللہ کو پکارتے ہیں جب کہ خوشحالی کے اوقات میں اللہ کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔

تشریح: اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے تقرب کے حصول کیلئے مداومت کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کریں اور قرآن پاک کے محتویات میں جو فوائد اور اسرار پوشیدہ ہیں ان سے خود بھی نصیحت حاصل کریں اور لوگوں کو بھی ان فوائد سے آگاہ کریں اور انہیں ترغیب دلائیں کہ وہ احکام الٰہیہ پر کاربند رہیں اور خود کو مکارم اخلاق کے اعلیٰ اوصاف کیساتھ مزین کر کے معاشرہ پر اثر انداز ہوں۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ: آپ نماز کی ادائیگی صحیح انداز میں کرتے ہوئے اللہ پاک کی رضا کو طلب کریں اور خشوع خضوع کی کیفیت میں اللہ ہی کی جانب متوجہ رہیں اس لئے کہ اس قسم کی ادائیگی والی نماز ہی تجھے بے حیائی اور برے کاموں سے دور رکھے گی جب کہ نماز کی ادائیگی میں بار بار اللہ تعالیٰ کی ذات کی کبریائی کو اجاگر کیا جاتا ہے اور اللہ پاک کی پاکیزگی کو ثابت کرنے والے الفاظ بار بار دہرائے جاتے ہیں سب سے زیادہ یہ تصور نہایت پختہ ہو اور ہر لحہ اجاگر ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے کھڑا ہوں وہ میری حرکات، سکنات کو دیکھ رہا ہے اس لئے رکوع، سجود میں انتہائی خشوع، خضوع کے ساتھ اللہ پاک کی عظمت کا پہلو ہر لحہ اجاگر رہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ نماز کی ادائیگی میں قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اللہ کی کبریائی، عظمت کا تصور اگر دل و دماغ میں راسخ ہو تو لازماً اس کیفیت کے مطابق ادا کردہ نماز بے حیائی اور منکر کاموں سے ضرور روکے گی گویا کہ نماز زبان حال سے کہے گی۔

تعجب ہے کہ تو کس طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اس درجہ اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جرأت کر رہا ہے گویا کہ قول اور فعل میں مطابقت ضروری ہے نماز میں زبان سے نکلنے والے کلمات کے معانی پر غور کرنے کے بعد ہرگز ممکن نہیں کہ نمازی انسان اللہ پاک کی نافرمانی میں خود کو ملوث کرے، تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے نام کی کبریائی کے تصور کو اجاگر کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو جس انداز میں ذکر فرمائیں گے اللہ پاک کا وہ انداز بہت بڑا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے جو تم اچھے، برے اعمال کرتے ہو، وہ تو تمہارے اعمال کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا کرے گا اگر اعمال اچھے ہیں تو بدلہ بہتر اور اگر اعمال برے ہیں تو ان کا بدلہ بھی برا ہو گا۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ: تم اس شخص سے جھگڑا نہ کرو جو یہودیوں، عیسائیوں سے دین اسلام میں بصیرت کا خواہشمند ہے بلکہ نرمی اور ملاطفت اختیار کرو اگر ان میں شدت کارفرما ہے تو تم نرم لہجہ اپناؤ اور حلم اختیار کرو قرآن پاک میں وارد ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ''آپ اچھے انداز کے ساتھ معاملہ کرو'' البتہ ان میں سے جو لوگ درشت لہجہ اختیار کریں ان میں نرمی کا پہلو نہ ہو تو پھر آپ بھی ان کے ساتھ سخت لہجہ اختیار کریں، عربی کا ایک شعر ملاحظہ کریں۔

وَوَضْعُ النَّدٰى فِيْ مَوْضِعِ السَّيْفِ بِالْعُلَا مُخِلٌّ كَوَضْعِ السَّيْفِ فِيْ مَوْضِعِ النَّدٰى

''جہاں تلوار کے استعمال کی ضرورت ہے وہاں عطیہ دینا انسان کی عظمت کے منافی ہے جیسا کہ سخاوت کی جگہ میں تلوار کا

استعمال کرنا نقصان دہ ہے‘‘

سعید بن جبیر اور مجاہد کا قول: اس آیت میں ظَلَمُوْا سے مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کو جاری کر رکھا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچا رہے ہیں تو ان پر تلوار چلاؤ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینے کو تسلیم کر لیں۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا: جب اہل کتاب تمہیں اپنی کتب سے کچھ بات بیان کریں انکے بارے میں سچائی، کذب دونوں پہلو موجود ہوں تو تم ان سے کھلے لفظوں میں کہو ہمارا ایمان تو قرآن پر ہے جس کو ہماری جانب اتارا گیا ہے اور تورات اور انجیل پر بھی ہے جن کو تمہاری جانب اتارا گیا ہے اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک اللہ ہے ہم اسی کے اوامر ونواہی کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور اس کا ترجمہ عربی زبان میں کرتے تھے تا کہ مسلمانوں کو فائدہ ہو تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب کرو تم کہو ﴿اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ’’ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جس کو ہماری جانب اتارا گیا اور تمہاری جانب اتارا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کیلئے مطیع ہیں‘‘[1]

وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ: اور ہماری آیات کو نہیں جھٹلاتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو حق کو باطل کے ساتھ چھپاتے ہیں اور توحید کا کبر ورعونت کے باعث انکار کرتے ہیں۔

وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ کِتٰبٍ: اے محمد (ﷺ)! آپ اس قرآن کے اتارے جانے سے پہلے لکھنے پڑھنے سے آشنا نہ تھے ظاہر ہے کہ آپ اُمّی تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُمّی تھے لکھنے پڑھنے سے آشنا نہ تھے اگر آپ لکھنے پڑھنے سے آشنا ہوتے تو اس وقت کفار قرآن پاک میں شک کرتے اور وہ کہتے کہ شائد اس نے اس کو پہلی کتابوں سے اخذ کر کے اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اس آیت میں واضح استدلال ہے کہ قرآن پاک اللہ کی جانب سے ہے اس لئے کہ جس پیغمبر نے اس کو پیش کیا ہے اس میں اعجاز کارفرما ہے پہلی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہے اور پوشیدہ معاملات سے بھی اطلاع دی ہے اور یہ اس کی سچائی پر بہت بڑی دلیل ہے، علامہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں آپ نے اپنی قوم میں اس کتاب کو پیش کرنے سے پہلے عمر کا ایک حصہ گزارا ہے نہ آپ کو پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا بلکہ آپ کے ہاں وحی کے کاتبین مقرر تھے۔

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: بلکہ یہ قرآن تو ان آیات پر مشتمل ہے جو حق وصداقت پر روشن دلائل ہیں جن کے حفظ کرنے میں ہرگز دشواری نہیں ہے اور علماء ربانی کے لئے ان کی تفسیر کرنا بھی مشکل نہیں ہے ارشاد ربانی ہے ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾[2] ’’بلاشبہ ہم نے قرآن کی تفہیم کو آسان بنا دیا ہے کیا ہے کوئی شخص جو اس کے مشمولات سے نصیحت حاصل کرے‘‘ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی پیغمبر نہیں مگر جو کچھ اسے اللہ کی جانب سے عطا کیا گیا ہے وہ اس انداز سے ہے کہ اس جیسے مفہوم کے انداز پر انسان ایمان رکھتے ہیں اور بلاشبہ جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ وحی ہے جس کی اللہ نے میری جانب وحی کی ہے چنانچہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرا مقام دیگر انبیاء علیہم السلام کے مقام سے اس لحاظ سے برتر ہوگا کہ سبھی انبیاء علیہم السلام کے تابعداروں سے میرے تابعدار اکثریت میں ہوں گے۔[3]

[1] صحیح بخاری ح ۴۴۸۵ [2] القمر: ۱۷ [3] صحیح بخاری کتاب الاعتصام ح ۷۲۷۴، مسند احمد ۳۴۱/۲، المراغی ۲۴۵/۷

وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ : اور ہماری نازل کردہ آیات کا انکار کرنے والے لوگ ظالم ہیں وہ احکام الٰہیہ کو پامال کرتے ہیں اوران کے حقوق کا خیال نہیں رکھتے ہیں وہ حق وصداقت کو معلوم کرتے ہیں لیکن اس پر قائم دائم رہنے سے روگردانی کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿٥٠﴾ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٥٣﴾ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿٥٤﴾ یَوْمَ یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَیَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اورانہوں نے کہا کہ اس پیغمبر پر اس کے پروردگار کی جانب سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئی ہیں؟ آپ کہیں حقیقت تو یہ ہے کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں جب کہ میں تو بس ظاہر ڈرانے والا ہوں (٥٠) کیا انہیں یہ بات کفایت نہیں کرتی ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب کو نازل کیا ہے جس کو ان پر پڑھا جاتا ہے یقیناً اس میں ایسے لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان رکھتے ہیں (٥١) آپ آگاہ فرمائیں! اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں (٥٢) اور وہ آپ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو ان کے پاس عذاب آجاتا اور ضرور عذاب ان کے پاس اچانک آئے گا اور انہیں اس کا علم نہ ہوگا (٥٣) وہ آپ سے جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور بلاشبہ دوزخ کفار کو گھیرے میں لینے والی ہے (٥٤) جس دن عذاب ان کو انکے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا تم چکھو ان کاموں کا بدلہ جو تم کرتے رہے (٥٥)

بلاغت: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ارشاد ربانی میں تخصیص کا پہلو ہے گویا کہ اللہ کے پیغمبر کے بارے میں زور شور کے ساتھ اس مطالبہ کو پیش کیا ہے کہ اگر یہ اللہ کا پیغمبر ہے تو پیغمبری کے اثبات کیلئے کیوں کوئی دلیل پیش نہیں کی جارہی ہے؟ ﴿وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ﴾ لفظ عذاب کو بار بار ذکر کیا گیا ہے مقصود مشرکین کی عیب ناک کیفیت کو واضح کرنا ہے تین مقام میں اس کا ذکر ہے۔

تشریح: مکہ مکرمہ میں آباد کفار نے کہا کہ محمد (ﷺ) جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے اس پر اس کے پروردگار کی جانب سے ایسی

خرق عادت علامتیں کیوں نہیں اتاری جارہی ہیں جن سے معلوم ہو سکے کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں؟ جیسا کہ صالح علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کی صداقت پر ایک پتھر سے اونٹنی نمودار ہوئی، اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی انہیں بطور معجزہ کے عطا کی گئی اس کو زمین پر گراتے تو وہ سانپ کی شکل اختیار کر لیتی اور جب اٹھاتے تو وہ لاٹھی کی شکل میں تبدیل ہو جاتی آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے رہتے اور اس کے ساتھ بکریوں کیلئے درختوں سے پتے جھاڑتے مزید وہ ایک ساتھی کا کام بھی دیتی تھی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو دستر خوان کا معجزہ عطا کیا گیا جسے آسمان کی جانب سے اتارا گیا تھا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ ان پر واضح کر دیں کہ معجزات کا عطا کرنا اللہ کے قبضہء قدرت میں ہے اس پر ہرگز میرا تصرف نہیں ہے اگر اللہ پاک کی مشیت شامل حال ہوگی تو اللہ تعالیٰ معجزات کو ظاہر فرمائے گا اور اگر چاہے گا تو معجزات کو روک لے گا کسی فرد کا ان میں ہرگز دخل نہیں ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں صرف ظاہراً ڈرانے والا ہوں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے خوفزدہ کرتا ہوں جب کہ کسی معجزہ کو پیش کرنا ہرگز میرے بس میں نہیں ہے اللہ پاک کی مشیت پر موقوف ہے۔

اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ: یہ جملہ استفہام زجر و توبیخ کیلئے ہے عجیب بات ہے کہ مشرکین قرآن پاک کے معجزہ پر خاموش نہیں رہتے ہیں اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو گا اس کتاب میں ذکر کردہ مطالب اعجاز پر واضح دلالت کر رہے ہیں ان آیات کی آوازیں انکے کانوں میں مسلسل پہنچتی رہیں گی تعجب ہے کہ وہ قرآن پاک جیسے معجزہ کے ہوتے ہوئے کسی اور معجزہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی جہالت کو واضح شکل میں پیش کیا ہے کہ ان میں عقل کا فقدان ہو گیا ہے حماقت ان پر غالب آچکی ہے جب کہ انہوں نے بہت بڑے معجزہ قرآن پاک کو درخور اعتناء نہیں سمجھا ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہے کہ اس میں ہرگز باطل کا ایک شوشہ بھی داخل نہیں ہو سکتا اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس دور کے فصحاء بلغاء اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے بلکہ ایک چھوٹی سورت کا مقابلہ کرنے کی کسی میں سکت موجود نہیں ہے اور سب سے بڑی حیران کن یہ حقیقت ہے کہ جس شخص پر اس قرآن پاک کو نازل کیا گیا ہے وہ لکھنے پڑھنے سے آشنا نہیں ہے اور اس کتاب میں اس سے پہلے نازل کردہ صحیفوں کا تذکرہ بھی موجود ہے اس لئے فرمایا کہ اس کتاب میں اللہ کی رحمت ضوء افگن ہے کہ اس عظیم نعمت کے باعث اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہی کے عمیق گڑھوں سے نکال کر واضح روشن راستہ پر لا کھڑا کیا ہے اور ان لوگوں کے لئے اس میں مؤثر وعظ کی باتیں ہیں مشکل ناقابل فہم مضامین سے یکسر خالی ہے۔

قُلْ کَفٰی بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَهِیْدًا: اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے کہیں میری صداقت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے کہ وہ میرے پیغمبر مبعوث کئے جانے کی گواہی دے رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا کوئی معاملہ پوشیدہ نہیں ہے بالفرض اگر میں جھوٹ کہتا تو اللہ تعالیٰ میرے جھوٹ کہنے پر مجھ کو عذاب میں گرفتار کر لیتا۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰهِ: جن لوگوں کا بتوں پر ایمان ہے اور اللہ رحمان پر ایمان نہیں ہے اس کا انکار کر رہے ہیں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ نقصان میں رہیں گے جب کہ انہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر کو خرید لیا ہے اور اے محمد! (ﷺ) کفار مشرکین مکہ

جلد عذاب کے آنے کا مطالبہ کر رہے ہیں جب کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش اتار، دراصل ان کا جلدی طلب کرنا بطور استہزاء کے ہے وہ عذاب کے آنے کو غلط باور کرتے ہیں وہ اس یقین پر ہیں کہ ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا جب کہ اللہ پاک اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ عذاب کے اتارے جانے کا وقت مقرر ہے اگر مقرر نہ ہوتا تو ان کے کہنے پر عذاب نازل ہو جاتا اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ ان کے پاس اچانک عذاب آ جائے گا جب کہ وہ غفلت اور سرمستی میں بے ہوش ہوں گے مزید ان کی حماقت، عناد، ضد اور تعصب ہے کہ وہ عذاب کے جلد اتارے جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں جب کہ قیامت کے دن دوزخ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہوگا جیسا کہ کنگن نے بازو کا گھراؤ کر رکھا ہوتا ہے وہ عذاب سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر کہے گا تم گناہوں کے باعث عذاب کو چکھو جس کا تم دنیوی زندگی میں مزاح کیا کرتے تھے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ
اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ
اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴿۶۳﴾ ع وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ
وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ
اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ
مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ
جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۶۹﴾ ع

ترجمہ: اے میرے ایماندار بندو! یقیناً میری زمین فراخ ہے تو تم خاص میری ہی عبادت کرو (۵۶) ہر شخص موت کو چکھنے والا ہے پھر تم ہماری جانب لوٹائے جاؤ گے (۵۷) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے تو ہم انہیں جنت میں اونچے محلات میں بسائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں

گے ان عمل کرنے والوں کی مزدوری اچھی ہے (۵۸) وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں (۵۹) اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی کو اٹھاتے نہیں ہیں اللہ ان کو اور تم کو بھی روزی عطا کرتا ہے اور وہی ہے سننے والا جاننے والا (۶۰) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو مطیع کر رکھا ہے تو کہیں گے وہ اللہ ہے تو وہ توحید کی راہ سے کس طرف پھیرے جا رہے ہیں (۶۱) اللہ رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور رزق تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے (۶۲) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کون ہے وہ جس نے آسمان سے پانی کو اتارا تو اس کے سبب زمین کو اس کی بے آبادی کے بعد آباد کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ وہ اللہ ہے آپ کہیں تعریف اللہ (پاک) کے لئے ہے جب کہ ان میں سے زیادہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں (۶۳) اور یہ دنیوی زندگی نہیں ہے مگر کھیل کود اور بے ہودہ اور بلاشبہ آخرت کا گھر وہی زندگی کا محل ہے اگر یہ جانتے ہوتے (۶۴) تو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ سے دعا کرتے ہیں خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں تو جب وہ ان کو خشکی کی جانب نجات عطا کرتا ہے تو اچانک وہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں (۶۵) تاکہ وہ ناشکری کریں اس کی جو ہم نے انہیں عطا کیا اور تاکہ وہ فوائد حاصل کریں تو وہ حقیقت حال کو معلوم کر پائیں گے (۶۶) کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا ہے اور ان کے اردگرد سے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے تو کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں (۶۷) اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا حق وصداقت کو جھٹلایا جب اس کے پاس آیا کیا دوزخ میں کفار کے لئے جگہ نہیں ہے (۶۸) اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا تو ہم انہیں اپنی راہوں کی جانب راہ نمائی کریں گے اور یقیناً اللہ (تعالیٰ) نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے (۶۹)

مفردات کی وضاحت: لَھْوٌ لذات سے لطف اندوز ہونا، لَعِبٌ بے فائدہ کام کھیل کود، اَلْحَیَوَانُ ایسی مکمل شاندار زندگی جس کے بعد موت کا تصور ہی نہیں ہے۔

بلاغت: حَرَمًا اٰمِنًا میں مجاز عقلی ہے کہ حرم امن والا نہیں ہے بلکہ حرم میں آباد لوگ امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ﴾ اس میں تشبیہ بلیغ موجود ہے کہ دنیوی زندگی تو لہو ولعب کا نام ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زَیْدٌ اَسَدٌ زید شیر ہے۔

تشریح: قبل ازیں مشرکین کے حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ اگر وہ کفر سے باز نہیں آئیں گے تو انہیں عذاب الٰہی میں گرفتار کیا جائے گا ان کی جہالت ان کو عذاب سے باز نہ رکھ سکے گی،

دراصل حقیقت یہ ہے کہ عذاب کا وقت معین ہے کسی حکمت کے پیش نظر اس کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے اب جب کہ قریش مطالبہ کر رہے ہیں کہ کب عذاب کے آنے کا وقت ہے اس کے جواب میں واضح کیا ہے کہ عذاب کے آنے کا وقت معین ہے اگر معین نہ ہوتا تو ان پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔

مزید برآں عذاب اچانک آ جائے گا اس وضاحت کے نتیجہ میں مشرکین کی دشمنی ایمانداروں کے ساتھ مزید تیز ہوتی چلی گئی بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو اللہ کی عبادت سے روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جگہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اب وہ ایسی جگہ پر آباد ہوں جہاں انہیں اللہ کی عبادت سے ہرگز کوئی رکاوٹ نہ ہو لیکن وطن کی مفارقت ہر شخص پر گراں گزرتی ہے تو اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ملک کو خیر باد کہہ دو تم سب نے اللہ کی جانب جانا ہے وہاں تمہیں ایسی نعمتیں میسر آئیں گی جن کو کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہو گا نہ کسی شخص کے کان میں اس کی شہرت پہنچی ہو گی نہ کبھی کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہو گا، مزید برآں کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب مسلمانوں کا مکہ مکرمہ میں رہنا دشوار ہو گیا تو وہ حبشہ کی زمین کی جانب ہجرت فرما ہوئے وہاں انہیں اپنے مذہب کے مطابق آزادی میسر تھی اور خالصتاً اللہ کی عبادت کرنے سے کوئی رکاوٹ نہ رہی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ: ذہن نشین کریں تم جہاں کہیں بھی بود و باش رکھو گے موت نے اپنے وقت پر تمہیں زندگی سے محروم کر دینا ہے اس لئے موت آنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت میں زندگی بسر کرو اور جب تمہیں کسی ملک سے ہجرت کا حکم دیا جائے تو تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اس ملک کو خیر باد کہہ کر دوسرے ملک میں جا کر آباد ہو جاؤ جہاں تم خود کو آزادی کے ساتھ احکام الٰہیہ پر رواں دواں رکھ سکو لیکن موت سے تم خود کو بچا نہیں سکو گے اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں تمہاری حاضری ہو گی موت کے بارے میں ایک عربی شاعر کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

اَيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ كَانُوْا لَهَا سَكَنًا اَيْنَ الْاَحِبَّةُ وَالْجِيْرَانُ مَا فَعَلُوْا

صَيَّرَتْهُمْ تَحْتَ اَطْبَاقِ الثَّرٰى رَهَنًا اَلْمَوْتُ كَاْسٌ غَيْرُ صَافِيَةٍ

''احباب پڑوسی لوگ کہاں ہیں انہوں نے کیا کیا وہ کہاں ہیں جو یہاں آباد تھے موت نے انہیں گندھلا پیالہ پلایا جس نے ان کو مٹی کے نیچے گروی کر دیا''

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جنہوں نے اپنے عقیدہ میں اخلاص کو مدنظر رکھا اور عقیدہ کے اخلاص کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی خالصتاً اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کئے تو ہم انہیں جنت کے اونچے اونچے محلات میں رہائش عطا کریں گے جہاں ان کے باغات اور ان کے محلات میں نہریں جاری ہوں گی وہ وہاں جنات میں ہمیشہ ہمیشہ آباد رہیں گے کبھی بھی انہیں وہاں سے نکلنا نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جنات میں اونچے اونچے محلات ان لوگوں کے نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الاٹ ہوں گے جو دنیوی زندگی میں بساط کے مطابق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی راہ نمائی میں شاد کام رہے انہوں نے دنیوی زندگی میں اسلام کی راہ میں خندہ پیشانی کے ساتھ مشکلات کو برداشت کیا اور وطن کو خیر باد کہا اور اسلام کے تمام احکام اور معاملات میں اپنے پروردگار عالم کی ذات پر مکمل اعتماد اور انحصار کیا حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی دولت کے حصول کے بعد صبر کے دامن کو تھامے رکھنا ضروری ہے اور پیش

آمدہ سبھی مسائل کو اللہ کی جانب ہی پھیرا جائے۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا: کتنے کمزور جانور ہیں جو اپنی روزی کمانے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں ان کے ضعف کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں روزی بہم پہنچاتا ہے اگر تم اس شہر سے ہجرت کر کے کسی دوسرے شہر میں چلے جاؤ گے تو تم فقر و فاقہ سے نہ ڈرو اس لئے کہ رازق تو بس اللہ کی ذات ہے اس آیت کے مفہوم سے مقصود ایمان والوں کے دلوں کو مضبوط کرنا ہے جب کہ وہ خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو کہیں فقر و فاقہ کی لپیٹ میں نہ آ جائیں بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کمزور جانوروں کو رزق عطا کر رہا ہے اسی طرح تمہیں بھی رزق عطا کرے گا جب تم اپنے شہر سے ہجرت کر جاؤ گے اللہ کی ذات اس وصف کے ساتھ موصوف ہے کہ وہ تمہاری سبھی باتوں کو سنتا ہے تمہارے احوال و کوائف سے باخبر ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ: اس آیت مبارکہ میں مشرکین کو ڈانٹ پلائی جا رہی ہے کہ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ عالم علوی اور سفلی کا کون خالق ہے؟ اور ان دونوں میں اللہ کی قدرت کے جو عجائبات ہیں ان کا خالق کون ہے؟ اور کس ذات نے سورج اور چاند کو ایک حکم کے تابع کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت اور ان کی مصلحتوں کے لئے ایک نہایت ہی گہرے نظام کے مطابق رواں دواں ہیں تو وہ جواب میں اس حقیقت کا اقرار کریں گے کہ اس نظام کو چلانے والی یقیناً اللہ پاک ہی کی ذات ہے تو ان پر تعجب اور حیرانی ہے کہ وہ ان چیزوں کے اقرار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توحید کے تسلیم کرنے سے روگردانی کر رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے جو کائنات کی خالق بھی اور رازق بھی ہے وہ جس کا امتحان لینا چاہتا ہے اس کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے لیکن مقصود اس کا امتحان لینا ہوتا ہے کہ کیا وہ صبر اور توکل کے دامن کو تھامے رکھتا ہے یا بے صبری کا مظاہرہ کر کے دامن کو تار تار کر دیتا ہے تاکہ اگر ایک جانب معلوم ہوتا ہے کہ شکر گزار کون ہے اور دوسری جانب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے دامن کو کس نے ثابت قدمی کے ساتھ تھام رکھا ہے، یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک کا علم وسیع ہے اس کی حکمت اور مصلحت جس کام کے کرنے کا تقاضا کرتی ہے وہ کام ہو جاتا ہے اور اگر آپ ان سے دریافت کریں، اس جملہ میں انہیں ڈانٹ پلانا اور ان پر حجت قائم کرنا مقصود ہے کہ اگر مشرکین سے دریافت کریں کہ آسمان سے بارش کے نازل ہونے سے پہلے زمین خشک تھی اس میں قوت نامیہ موجود نہ تھی لیکن بارش کے نازل ہونے کے بعد زمین کی خشکی ختم ہو گئی اور اس کی نباتاتی کیفیت میں بہار جلوہ افروز ہو جاتی ہے تو وہ پکار اٹھیں گے کہ ایسے وصف کی مالک ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اے محمد! (ﷺ) آپ اس دلیل کے واضح ہونے کے بعد اللہ پاک کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہو کر پکار اٹھیں کہ ایسی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جب کہ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عقل، فہم و فراست سے عاری ہیں جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق رازق تسلیم کرتے ہیں لیکن عبادت اللہ کی نہیں کرتے ہیں۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ: ذہن نشین کریں کہ دنیوی زندگی سرعت رفتاری کے ساتھ ختم ہونے والی ہے جیسا کہ بچے چند لمحات کھیلتے ہیں اور آناً فاناً کھیل کے میدان کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی زندگی تو حقیقی زندگی ہے جس میں نہ موت کا تصور ہے نہ غم و اندوہ کا خدشہ ہے اگر ان کو اس کا علم ہے تو وہ کبھی بھی دار الفناء کو دار البقاء پر ترجیح

نہیں دیں گے، ظاہر ہے کہ دنیوی زندگی تو حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تَاَمَّل فِی الْوَجُوْدِ بَعْدَ فِکْرٍ تَرَی الدُّنْیَا الدَّنِیَّۃَ کَالْخَیَالِ

وَمَنْ فِیْھَا جَمِیْعًا سَوْفَ یَفْنٰی وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ

''سوچ کے بعد گہرے غور وفکر میں مستغرق ہو جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ذلیل دنیا تو خیالی چیز ہے اور جو کچھ دنیا میں موجود ہے وہ سب ایک نہ ایک دن فنا ہو جائیگا اور آپکے پروردگار کی ذات جو جلال کے وصف کیساتھ موصوف ہے اس کیلئے بقا ہے''

فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ: مشرکین جب مصائب کے نازل ہونے کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں بعد ازاں جب مصائب کے بادل کافور ہو جائیں خوشحالی اور رفاہیت کا دور دورہ ہو جائے اور ناؤ نوش کے پیالے ٹکرانے لگیں تو شرک کرنے پر دلیر ہو جاتے ہیں اسی طرح جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں اور کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ محسوس کرتے ہیں تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں اس لئے کہ انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ مصائب کے بھنور سے تحفظ عطا کرنے والا ایک اللہ ہے تو جب اللہ ان کو سمندر کی موجوں سے تحفظ عطا کرتا ہے تو وہ اللہ کی ذات کو فراموش کرتے ہوئے جس نے ان کو تحفظ عطا کیا کفران نعمت پر اتر آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے برانگیختہ کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے احسان کی ناشکری کریں گے جب کہ ہم نے انہیں سمندر کی موجوں سے نجات عطا کی اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام نہایت شادمانی اور مسرت وابتہاج کی کیفیت میں گزاریں جب کہ مستقبل قریب میں وہ اپنے انجام کو معلوم کر لیں گے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا: کفار لوگ غور وفکر سے کام نہیں لیتے ہیں اور عبرت کے مقام پر خود کو نہیں بٹھاتے ہیں وہ اس حقیقت سے ہرگز بے خبر نہیں ہیں کہ ہم نے مکہ کو حرم کا مقام عطا کیا وہ شہر چوروں ڈاکوؤں کی لوٹ مار سے محفوظ ہے بلکہ اس میں آباد لوگوں کی جہاں املاک محفوظ ہیں وہاں ان کی جانیں ان کا مال بھی محفوظ ہے اس میں کسی شخص کو قتل نہیں کیا جا سکتا کسی کو قید میں بند نہیں رکھا جا سکتا جب کہ مکہ مکرمہ کے اردگرد آبادیوں کی کیفیت یہ ہے کہ وہاں سے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ اٹھا لیا جاتا ہے اور انہیں قید وبند میں رکھا جاتا ہے بلکہ اسے زندگی سے محروم بھی کر دیا جاتا ہے جب کہ مکہ مکرمہ کے رہائشی لوگ ہر لحاظ سے امن وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں کیا اتنے بڑے انعام کے ہوتے ہوئے وہ بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ رحمٰن کی ذات کا انکار کرتے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کے سوا کو معبود تسلیم کرتا ہے اور قرآن پاک کو جھٹلاتا ہے جب اس کو اس کے سامنے پیش کیا جائے کیا دوزخ کفار کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ استفہام تقریری ہے کہ ضرور ٹھکانہ ہے ان کے کفر اور جھوٹ کہنے کا بدلہ دوزخ ہے اور جنہوں نے نفس امارہ اور شیطان سے جہاد کیا اور دین اسلام کے تحفظ کے لئے کفار کا مقابلہ کیا، مقصود ہماری رضا کا حصول ہے تو ہم انہیں اس راہ پر رواں دواں رہنے کی توفیق عطا کریں گے جو انہیں ہم تک پہنچائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی مدد اور نصرت ایمان والوں کے ساتھ ہے۔[1]

[1] صفوۃ التفاسیر الحادی عشر ص ۷۰

اٰيَاتُهَا:٦٠ ٣٠ سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ ٨٤ رُكُوعَاتُهَا:٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ
سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٤﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ
يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٥﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٧﴾

ترجمہ: الم (۱) رومی لوگ مغلوب ہو گئے (۲) نزدیک ترین زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آ ئیں گے (۳) چند سالوں میں اللہ ہی کا حکم ہے اس سے پہلے اور اس کے بعد اور اس روز ایماندار خوش ہو جائیں گے (۴) اللہ کی مدد کے ساتھ اللہ مدد دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی غالب مہربان ہے (۵) اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۶) وہ دنیوی زندگی کی تدبیر سے ظاہر کو تو جانتے ہیں جب کہ وہ آخرت سے بے خبر ہیں (۷)

مفردات کی وضاحت: اَلرُّوْمُ ابراہیم علیہ السلام کی پشت سے ایک گروہ کا نام ہے ان کے والد کا نام روم بن عیص بن اسحٰق بن ابراہیم ہے، اَدْنَى الْاَرْضِ روم کی زمین سے زیادہ قریب ہے اس میں مکہ والوں کا خیال رکھا گیا ہے، بِضْعَ کے لفظ کا اطلاق تین سے دس تک ہے، ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ظاہری زیب و زینت جو شہوت نفسانی کے موافق ہو۔

سورۃ الروم پر تبصرہ: اس سورت کا شمار مکی سورتوں سے ہوتا ہے اور جن مقاصد کو مکی سورتوں میں زیر بحث لایا گیا ہے ان کو اس سورت میں بھی ذکر کیا گیا ہے ان مقاصد میں اسلامی عقیدہ کو بالعموم واضح کیا گیا ہے اس کا میدان خاصا وسیع ہے اس میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا مسئلہ رسالت کو تسلیم کرنا اور جزا سزا کے دن پر یقین رکھنا ہے، اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں ایک مہتم بالشان غیبی خبر کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس خبر کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے قرآن پاک نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ مستقبل میں جو جنگ رومیوں اور فارسیوں کے درمیان وقوع پذیر ہوگی اس جنگ میں رومی لوگ فارسیوں پر غالب آ جائیں گے اور جس طرح قرآن پاک نے خبر دی ہے اسی طرح یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا اس سے آپ کی نبوت کا مسئلہ کسی حد تک حل ہو گیا اور یہ واقعہ نبی ﷺ کی صداقت پر واضح دلیل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس واقعہ کو قرآن پاک کے معجزات سے شمار کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اس سورت میں رحمٰن کی جماعت اور شیطان کی جماعت کے درمیان جو معرکہ موجود ہے اس کو بیان کیا گیا ہے

اور یہ معرکہ ہرگز نیا نہیں ہے بلکہ نہایت دیرینہ ہے تو جب تک معاشرہ میں حق و باطل متصادم ہیں انکے درمیان جنگ کبھی ختم نہیں ہوگی خیر اور شر کا مقابلہ ہوتا رہے گا، کیا یہ حقیقت نہیں کہ شیطان مردود اپنے مددگار اور رفقاء کو اللہ کے روشن نور کو بجھانے کیلئے تمام تر مساعی کو جاری رکھے گا اور پیغمبروں کی دعوت کے مقابلہ میں جنگ جاری رکھے گا لیکن دلائل و شواہد اس حقیقت کو اجاگر کررہے ہیں کہ اس باہمی تصادم میں مختلف ادوار میں حق کو باطل پر غلبہ حاصل ہوتا رہا ہے اور یہی اللہ کریم کا دستور رہا ہے ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً﴾

مزید اس سورت میں قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا تذکرہ بھی ہے اور سخت تکلیف دہ حشر کے میدان میں کفار اور گمراہ لوگوں کا انجام نہایت خوفناک اور دلوں پر لرزہ طاری کرے گا آرام اور سکون کا نام ونشان نہ ہوگا جب کہ ان بدنصیب لوگوں کے مقابلہ میں ایماندار لوگ باغات میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ خوشیوں کے ترانے گائیں گے اور مجرم لوگ سخت اذیت ناک عذاب میں بندر کھے جائیں گے اس دن نیکوکار اور بدکار اپنے اپنے اعمال کے مطابق خوشیوں اور مسرتوں اور کفار گناہگار لوگ رونے چلانے اور بداعمالیوں کی شدید تپش اور گرمی میں نہایت بے چینی کی حالت میں چیخ رہے ہوں گے۔

مزید برآں یہ سورت کچھ کائناتی دلائل اور کچھ نظروں سے اوجھل واقعاتی دلائل سے پردہ کشائی کررہی ہے جن کے مشاہدہ سے اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی عکاسی سے دل ودماغ میں مسرت کی لہر دوڑنے لگ جاتی ہے اللہ کی ذات کی عظمت کا تصور اجاگر ہوتا ہے جس کی ادنی سی جھلک سے لوگوں کی گردنیں جھک جائیں گی اور چہروں پر اس کے جلال کا تصور انہیں اللہ کی اطاعت کی جانب پھیر دے گا، مزید برآں کچھ تمثیلات ہیں جن کے مطالعہ سے ان لوگوں کے درمیان جو رحمٰن کی پرستش کرتے رہے اور ان لوگوں کے درمیان جو بتوں کی پوجا کرتے رہے امتیازی نشان کی لکیر کھینچ دی گئی ہے۔

جب کہ سورت کے آخر میں کفار قریش کا تذکرہ ہے جب آیات الٰہیہ اور ڈرانے والوں نے انہیں ایمان کی جانب متوجہ کیا انہوں نے ان سے کچھ فائدہ حاصل نہ کیا جب کہ کفار تو چونکہ دلائل کے باوجود اسلام نہ لائے تو انہیں مردہ قرار دیا گیا جو سننے اور دیکھنے سے محروم ہیں ان وضاحتوں سے مقصود رسول اکرم ﷺ کو مطمئن کرنا تھا کہ آپ کو اگر مشرکین تکالیف سے دوچار کررہے ہیں تو آپ صبر سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ کی مدد آن پہنچے گی۔

تشریح: الم حروف مقطعات سے ہیں یہ قرآن پاک کے اعجاز پر متنبہ کررہے ہیں رومیوں کا لشکر اپنی قریب ترین زمین فارس تک شکست سے دوچار ہوا جب کہ وہ شکست خوردگی اور فارس کے غلبہ کے بعد فارسیوں پر چند سالوں کے بعد غالب آجائیں گے، اصل معاملہ یہ ہے کہ فارسیوں اور رومیوں کے درمیان جنگ تھی تو فارسی لوگ رومیوں پر غالب آگئے جب یہ خبر رسول اکرم ﷺ تک پہنچی تو ان پر یہ خبر شاق گزری جب کہ مشرکین اس خبر سے خوش ہوئے سبب یہ تھا کہ فارس کے لوگ مجوسی تھے اور ان کے پاس اللہ کی جانب سے کوئی کتاب بھی نہ تھی ان کے برخلاف رومی لوگ اہل کتاب تھے تو مشرکین نے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور رومی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم پڑھنے لکھنے سے آشنا نہیں ہیں اور فارسی لوگ ہمارے بھائی تمہارے رومی بھائیوں پر غالب آچکے ہیں تو ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ ہرگز تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا نہیں کرے گا، تمہیں غلبہ حاصل نہیں ہوگا اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ٥ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ: وہ شکست خوردگی کے بعد اور فارسیوں کے غلبہ کے بعد چند سالوں کے اندر غالب آ کر رہیں گے چنانچہ سات (۷) ہجری میں دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی اور رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہوا اور انہیں شکست سے دوچار کیا اس پر مسلمانوں کو خوشی حاصل ہوئی، چنانچہ یہ آیات مبارکہ واضح دلائل ہیں جو نبوت کی صداقت پر گواہ ہیں نیز اس حقیقت سے ہم کنار کر رہی ہیں کہ قرآن پاک اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے جب کہ قرآن پاک نے ایک ایسی پوشیدہ خبر سے مطلع کیا ہے جس کا علم تو اللہ ہی کو تھا جس کا وصف علیم اور خبیر ہے اور جس طرح قرآن نے خبر دی ہے اسی طرح واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ: اللہ کے اختیار میں ہے غلبہ سے پہلے بھی اور غلبہ کے بعد بھی ہر کام اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ کے مطابق وقوع پذیر ہوتا ہے ہر چیز اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ کے مطابق ہے اور اللہ کا امر اور ارادہ بھی اللہ کے فیصلہ کے ساتھ ہے۔

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ: اور جس دن رومی لوگ فارسیوں کو شکست سے دوچار کریں گے اور ان پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جس غلبہ کا وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو جائے گا تو ایماندار لوگ خوش ہو جائیں گے اور مسرت محسوس کریں گے کہ اہل کتاب کو مجوسیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے اس لئے کہ یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جنگ بدر میں چونکہ کفار شکست فاش سے دوچار ہوئے تھے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اور مجوسی آتش پرست تھے۔

بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ: اللہ پاک اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور اللہ کا وصف یہ بھی ہے کہ وہ غالب ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر قادر ہے اور اپنے دوستوں پر رحم کرنے والا ہے یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اس کی خلاف ورزی ممکن نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کا وعدہ بھی سچا اور اس کا کلام بھی سچا ہے جب کہ اکثر لوگ جہالت کے سبب اس کی حقیقت کا علم نہیں رکھتے ہیں جب وہ غور نہیں کرتے ہیں وہ تو دنیا کے ظاہری معاملات، مصالح اور زندگی کے معاملات زراعت، تجارت، تعمیر سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ فلاں چیز کو کب کاشت کیا جائے کب اس کی کٹائی کی جائے اور پودوں کو کب اور کس طرح لگایا جائے اور تعمیرات کا کام کس طرح کیا جائے جب کہ لوگ اخروی معاملات سے بالکل کورے ہیں انہیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ آخرت کے حصول کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ موت کے بعد زندگی ہے اور اخروی زندگی کا لباس اور انداز کیا ہے اس لباس کا دستیاب ہونا اور اس کی نوعیت کا علم تو اللہ پاک کو ہے دنیوی زندگی میں اچھے اور برے کاموں پر اس زندگی کا دارومدار ہے دنیوی زندگی دارالعمل ہے اور اخروی زندگی دارالجزاء اور دارالبقاء ہے اس میں ہمیشگی ہے پھر فنا ہونا نہیں ہے اگر ایک مسلمان شخص دنیوی زندگی کے مصائب کو جھیلتا ہے اور کتاب وسنت کے مطابق رواں دواں رہتا ہے تو گویا اس کی زندگی اس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مطابق زندگی گزارنے سے دارالجزاء میں انعامات سے نوازا جائے گا اور کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی مخالفت سے دارالجزاء میں روح کو عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اور نہ صرف روح بلکہ روح کے ساتھ جسم بھی آلام وتکالیف کی زد میں ہوگا، اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ ''اگر اعمال صالحہ ہیں تو انعامات میسر آئیں گے اور اگر برے اعمال ہیں تو پھر محاسبہ کی سزا کے عمل سے گزرنا ہوگا''

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: کیا یہ لوگ اپنے دل میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے پیدا نہیں کیا ہے مگر حق اور متعین وقت کے ساتھ جب کہ بلاشبہ اکثر لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں (۸) کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں تو وہ ملاحظہ کر لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے وہ ان سے زیادہ مضبوط قوت والے تھے اور انہوں نے زمین کو اکھاڑا اور زمین کو زیادہ آباد کیا بنسبت اس کے جو انہوں نے آباد کیا تھا اور ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزات کو لائے پس ممکن نہ تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود پر ظلم کرتے رہے (۹) پھر ان لوگوں کا انجام برا ہوا جو برائی کرتے رہے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کے ساتھ مزاح کرتے رہے (۱۰) اللہ مخلوق کو از سر نو پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ لوٹائے گا پھر اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے (۱۱) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم لوگ خاموش رہیں گے (۱۲) اور ان کے شریکوں سے کوئی ان کی سفارش کرنے والے نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کریں گے (۱۳) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ ٹولیوں میں ہوں گے (۱۴) البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے تو وہ جنت میں خوش وخرم ہوں گے (۱۵) اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو یہ لوگ عذاب میں بند کئے جائیں گے (۱۶)

مفردات کی وضاحت: اَثَارُوا الْاَرْضَ زمین میں ہل چلایا اور زراعت کیلئے اس کو نیچے اوپر کیا اَلسُّوْٓاٰۤى کا مذکر اَلْاَسْوَءُ ہے قبیح

چیز پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حُسْنٰی کا مذکر اَحْسَن ہے، یُحْبَرُوْنَ خوش کیے جاتے ہیں چہرے کا ہشاش بشاش ہونا حَبُوْرٌ مسرت۔

تشریح: کیا یہ لوگ خداداد عقل کی روشنی میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ انہیں اس حقیقت سے آگاہی حاصل ہو جائے گی کہ اللہ کی ذات جو عظمت وجلال کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اس نے آسمانوں، زمین کو ہرگز بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان دونوں کی تخلیق حکمت بالغہ کے باعث ہوئی ہے جب کہ قیامت کے دن تک کے لئے ان کی تخلیق ہے، علامہ قرطبی اس حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس سے مقصود ان دونوں کا فنا ہونا ہے بلکہ ہر مخلوق کے لئے ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ جو لوگ حسنات کو سرانجام دیں گے انہیں اکرام واعزاز بلکہ ثواب سے نوازا جائے گا اور جو لوگ برائیوں کے مرتکب ہوں گے انہیں قید وبند اور تکالیف شاقہ سے گزرنا ہوگا اور ایمان نہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ عذاب الٰہی میں رہنا ہے جب کہ تعجب ہے کہ زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور جزا سزا کے عمل کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ: ان لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ زمین کی سیاحت کریں اور ان سے پہلے جن قوموں کو صفحہء ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا جب انہوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلایا تو انہیں ان کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد عبرت حاصل کرنی چاہیے وہ جسمانی قوت کے لحاظ سے ان سے کہیں زیادہ تھے اور ان کی خوشحالی بھی ان سے کہیں زیادہ قابل رشک تھی ان کے پاس مال ودولت ہی کی بہتات نہ تھی بلکہ افرادی قوت میں بھی وہ ان سے سربرآوردہ تھے اور ان کے کاروبار زمین کی زراعت کے لحاظ سے اور زمین میں معدنیات کی کانوں سے قیمتی موتیوں اور سونے چاندی دیگر قیمتی دھاتوں کو نکال کر نہایت خوشحالی اور فراوانی کی زندگی بسر کرتے تھے اور زمین پر بلند وبالا محلات استوار کیے اور صنعت کے میدان میں بھی ان کی عجیب وغریب مصنوعات کے ذخائر وافر مقدار میں موجود تھے۔

علامہ بیضاوی کے رجحان کے لحاظ سے اس وضاحت سے مقصود اہل مکہ کے باسیوں کے ساتھ استہزاء ہے کہ وہ ان سے نہایت معمولی حیثیت کے مالک ہیں لیکن دھوکے میں مبتلا ہیں کہ ہمارے پاس نعمتوں کے انبار ہیں جبکہ انکی مالی حالت ان سے کہیں فروتر ہے جب کہ ان کے فخر ومباہات کی بنیاد مختلف شہروں میں خوبصورت حیران کن اونچی اونچی بلڈنگیں تھیں جنہیں پہاڑوں کے قرب وجوار میں نہایت مضبوط انداز کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا، مزید برآں عوام الناس پر انکا ہولڈ تھا وہ انکی اجازت کے بغیر اِدھر اُدھر آ جا نہیں سکتے تھے اور انہوں نے مال ودولت کو پانی کی طرح اونچے اور مضبوط خوبصورت محلات تعمیر کرنے پر صرف کیا جب کہ مکہ مکرمہ میں آباد لوگ تو ہر لحاظ سے کمزور ہیں ان کا وطن مکہ مکرمہ پہاڑوں کی لپیٹ میں ہے وہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے زمین سنگلاخ ہے پانی موجود نہیں ہے ان کی رہائش گاہیں ایسی جگہ ہیں جہاں ضروریات زندگی مہیا نہیں ہیں۔

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ: ان کے پاس پیغمبر واضح روشن دلائل اور معجزات کے ساتھ آئے لیکن انہوں نے ان کی باتوں کو تسلیم نہ کیا انکار کرتے رہے تو اللہ نے انہیں بلا کسی جرم کے تو تباہ وبرباد نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود پر ظلم کیا کفر کے مرتکب ہوئے پیغمبروں کو جھٹلایا تو وہ ہلاکت اور تباہی کے مستحق ہوئے پھر ان کا انجام برا ہوا اس کے نتیجہ میں انہیں نہایت بری سزا دی گئی کہ انہیں دوزخ کی مشتعل آگ میں ٹھہرا دیا اللہ نے مخلوق کو از سرنو بلا کسی نمونہ کے پیدا فرمایا، بعد ازاں موت کے بعد دوبارہ انہیں زندگی عطا کریگا، اس کے بعد انہیں میدان حشر میں اکٹھا کیا جائے گا تاکہ ان کی دنیوی زندگی کا محاسبہ ہو اور انہیں جزا سزا کے عمل سے گزارا جائے گا۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی لوگوں کو محاسبہ کیلئے جمع کیا جائے گا تو اس دن مجرم لوگ خاموش رہیں گے ان کے پاس دلیل تو ایک طرف عذر خواہی کی کوئی صورت بھی نہ ہوگی ان کے ہونٹ حرکت نہ کر سکیں گے وہ خشک ہو جائیں گے زبانیں گنگ ہو جائیں گی مجرم لوگ ذلت کا نشان ہوں گے ناامید ہوں گے خاموش دکھائی دیں گے ان کے پاس دلیل تو کجا ہرگز عذر بھی نہ ہوگا اور انکے معبود جن کو انہوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا وہ ان کی سفارش نہ کر سکیں گے بلکہ کچھ بات ہی نہ کریں گے تو اس وقت وہ لوگ جو ان کی عبادت کرتے تھے وہ ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور جس دن قیامت وقوع پذیر ہوگی اس دن مومن الگ اور کافر الگ ہوں گے ایک گروہ جنتی دوسرا گروہ دوزخی ہوگا اس لئے فرمایا کہ ایماندار پرہیزگار لوگ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ بھی کئے وہ جنت کے باغیچوں میں خوش وخرم ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہمارے احکام کو تسلیم نہ کیا انکار کیا تو ان لوگوں کو عذاب الٰہی میں بند کر دیا جائیگا وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے ۔[1]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

ترجمہ: پس تم اللہ کی پاکیزگی بیان کرو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو (۱۷) اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور دن کے آخری حصہ میں اور جس وقت تم زوال کرتے ہو (۱۸) وہ مُردے سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مُردے کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی مُردنی کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس طرح تم قبروں سے اٹھائے

[1] صفوۃ التفاسیر القسم اثنا عشر ص ۷-۸

جاؤ گے (۱۹) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم اچانک مرد بن جاتے ہو مختلف مقامات میں پھیل جاتے ہیں (۲۰) اور اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کی جانب سے سکون حاصل کرو اور اللہ نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی کو پیدا کیا بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے علامات ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں (۲۱) اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا بلاشبہ اس میں جاننے والوں کے لئے علامات ہیں (۲۲) اور اس کی نشانیوں سے ہے تمہارا رات اور دن میں سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا بلاشبہ اس میں علامات ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں (۲۳) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ وہ تمہیں چمک دکھاتا ہے ڈرانے اور رغبت دلانے کے لئے اور وہ آسمان سے پانی کو نیچے اتارتا ہے تو اس کے ساتھ زمین کو اس کی بے آبادی کے بعد آباد کرتا ہے بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے علامات ہیں جو سمجھتے ہیں (۲۴) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم کے ساتھ کھڑے ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک بار بلائے گا بلانا تو تم زمین سے اچانک نکلو گے (۲۵) اور اسی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے ہر ایک اس کے فرماں بردار ہیں (۲۶) اور وہ وہی ہے جو مخلوق کو از سر نو پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ لوٹائے گا اور یہ دوبارہ لوٹانا اس پر آسان ہے اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین میں بہت اونچی مثال ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے (۲۷)

بلاغت: آیت مبارکہ ﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتَ﴾ میں لطیف استعارہ کارفرما ہے کہ ایماندار شخص کو زندہ اور کافر شخص کو مردہ قرار دیا ہے جب کہ اس میں کمال درجہ کا حسن، عمدگی اور خوبصورتی کارفرما ہے اسی طرح تَمْسُوْنَ تم شام کرتے ہو اور تُصْبِحُوْنَ تم صبح کرتے ہو میں معنوی مطابقت کارفرما ہے۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے دو گروہوں کا تذکرہ کیا ہے ایک گروہ ایمانداروں کا ہے جو اعمال صالحہ کرتے ہیں دوسرا گروہ کفار کا ہے جو آیات الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے جو ثواب اور عذاب تیار کیا گیا ہے اس کا ذکر کیا ہے اس جانب راہ نمائی کی ہے کہ اللہ کی ذات کو ہر غیر مناسب صورت سے پاک سمجھنا چاہیے اور اس کی حمد و ثناء میں خود کو مستغرق کرنا چاہیے اور جب انسان صبح نہار کے وقت نیند سے نکلتا ہے جب کہ نیند تو موت کے ساتھ مشابہ ہے اور بیداری کی جانب رواں دواں ہوتا ہے گویا کہ موت کے بعد زندگی میسر آتی ہے اس لئے اس کے بعد موت اور حقیقی زندگی کا تذکرہ کیا ہے۔

تشریح: تم شام کے وقت (جب رات سایہ افگن ہو اور اندھیرا اللہ کی مخلوق کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے) اللہ پاک کو منزہ قرار دو کہ اس کی ذات تمام قسم کے عیوب سے پاک ہے اسی طرح صبح کے وقت بھی اللہ کی ذات کو منزہ قرار دو، اور اللہ کی ذات ہی وہ معبود ہے اس لئے آسمانوں میں فرشتے اور زمین میں مختلف قسم کی مخلوق اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں اور جب دن ختم ہونے کے بعد فضا میں اندھیرا چھا جائے اس وقت بھی اور دوپہر کے وقت بھی جب شدت کی روشنی ہے اللہ کی تعریف میں مصروف رہو۔

يُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَيِّتَ: اس کے بعد وہ اللہ کی ذات جو حمد وثنا اور پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہے وہ اس وصف کے ساتھ موصوف ہے کہ وہ انسان اور پرندے کو نطفہ اور انڈے سے نکالتا ہے جیسا کہ نطفہ اور انڈے کو انسان اور پرندے سے نکالتا ہے اس میں اللہ کی کمال قدرت کا اظہار ہے بلکہ اس کی عجیب وغریب صنعت گری کی واضح مثال ہے اور زمین کو بارش کے باعث روئیدگی عطا کرتا ہے تو اس زمین سے جو پہلے چٹیل میدان اور خشک تھی اس سے تروتازہ انگوری نکلتی ہے اور اسی ہی انداز کے مطابق تمہیں قیامت کے وقوع پر زندہ کرلیا جائے گا تا کہ معاملات کا فیصلہ کیا جائے۔

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ: اللہ کی عظمت پر دلالت کرنے والی حیران کن نشانیوں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد نطفہ سے اس کے بعد نطفہ منجمد خون کی شکل اختیار کرلیتا ہے کچھ عرصہ بعد وہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اس کے بعد انسان کا روپ دھار لیتا ہے جس میں امتیازی لحاظ سے عقل وفراست کارفرما ہوتی ہے پھر اس میں برابر صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ زندگی بسر کرنے کیلئے ضروریات زندگی کو مہیا کرتا ہے، علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں، اللہ کی ذات ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے اس پاک ذات نے انسانوں کو پیدا فرمایا انہیں چلنے پھرنے کی قوت عطا کی اور ان کیلئے معیشت کے وسائل وذرائع کو مسخر کیا اور انہیں مختلف علوم وفنون سے نوازا، ان میں جہاں خوبصورت انسان ہیں وہاں بدصورت بھی پائے جاتے ہیں اگر ایک جانب کچھ مالدار لوگ موجود ہیں تو دوسری جانب مفلس اور نادار قسم کے لوگ بھی موجود ہیں، مزید برآں ایک گروہ ان کا ہے جو سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کے دامن سعادتوں سے خالی ہیں۔

مزید اللہ کی عظیم عظمت اور کمال پر دلالت کناں ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس اور صنف سے تمہاری بیویوں کو پیدا فرمایا انہیں ہرگز کسی دوسری جنس سے پیدا نہیں کیا ہے بالفرض اگر اللہ نے عورتوں کو کسی دوسری جنس سے پیدا کیا ہوتا مثلاً جنات یا حیوانات سے پیدا کیا ہوتا تو مردوں عورتوں کے درمیان ہرگز الفت ومودت کا ظہور نہ ہوتا بلکہ نفرت ہوتی، حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی عظیم نعمت اور اس کی رحمت کا یہ نشان ہے اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ان دونوں کے آپس میں اتفاق میں زبردست عبرتیں موجود ہیں جن سے وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو اللہ پاک کی عظمت اور قدرت میں غور وفکر کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں انہیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ: اللہ کی عظمت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور اس کی کمال قدرت پر آسمانوں کی تخلیق جو اپنی اونچائی اور وسعت میں اپنی مثال آپ ہیں اور زمین کی کثافت اس کی اونچائی، نیچائی مزید زبانوں کے اختلاف اگر کسی کی زبان عربی ہے تو دوسرے شخص کی زبان ترکی ہے کسی کی زبان رومی ہے کسی کی زبان اور ہے کسی کا رنگ سفید ہے کسی کا سیاہ ہے کسی کا سرخ ہے تا کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کے ساتھ مشتبہ نہ ہوجائے جب کہ سبھی آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ جو نہ صرف صاحب علم ہیں بلکہ فہم وبصیرت کے ساتھ بھی موصوف ہیں۔

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ: اللہ کی کمال قدرت پر دلالت کرنیوالی یہ بات بھی ہے کہ تم رات کی تاریکی میں نیند میں مصروف ہوتے ہو، دوپہر کے وقت نیند تمہارے جسم کی تھکاوٹ دور کردیتی ہے، مزید دن کے اوقات میں تم اپنے معاش کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہو بلاشبہ ان انعامات میں اللہ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل نمایاں ہیں ان کیلئے جو سمجھتے ہیں اور بصیرت کے حامل ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا: اللہ پاک کی قدرت اوراس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں بادلوں سے بجلی کی گرج چمک دکھاتا ہے جس سے تم ایک جانب خوفزدہ ہوجاتے ہو کہ کہیں بجلی تم پر نہ گرجائے تو دوسری جانب تمہیں لالچ ہوتا ہے کہ بارش برسنے سے خوشحالی کا دوردورہ ہوجائے گا مزید اپنے گھر میں مقیم شخص تو بارش کے اترنے پر مسرت محسوس کرتا ہے جب کہ وہ شخص جو سفر میں ہوتا ہے وہ گھبراجاتا ہے اورآسمان کی جانب سے بارش کے اترنے پر وہ زمین جو پہلے خشک تھی اسے پانی کی شدید ضرورت تھی اب اس سے انگوری جنم لے گی روئیدگی کا سہانا منظر ہوگا جس سے نہ صرف یہ کہ آنکھیں خوشحالی محسوس کریں گی بلکہ زمین پر جانوروں اور انسانوں کے لئے مزید خوشحالی کا دوردورہ ہوگا بلاشبہ اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے جو انعامات الٰہیہ کے مناظر دیکھ کراس کی کمال قدرت پر اس کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ: اللہ پاک کے انعامات جو اس کی عظمت پر دلالت کرنے والے ہیں ان میں سے یہ انعام بھی ہے کہ آسمان ستونوں کے بغیر اس کی قدرت کے باعث قائم ہیں اور زمین اس کی تدبیر اوراس کی حکمت کے ساتھ ساکن ہے زمین پر آباد لوگ اپنی رہائش گاہوں میں سکون کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں زمین میں ایسی حرکت نہیں ہے کہ اس پر قرار حاصل نہ ہو، بعدازاں جب تمہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو تم فوراً قبروں سے نکل پڑو گے اس وقت تمہارا محاسبہ ہوگا اور جزا سزا کے عمل کو جاری کیا جائے گا تم لمحہ بھر بھی تاخیر نہ کرسکو گے یہ اس وقت ہوگا جب اسرافیل علیہ السلام دوسری بار پھونک ماریں گے اور اسرافیل علیہ السلام منادی کریں گے لوگو! تم جو قبروں میں دفن ہو کھڑے ہوجاؤ تو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے کوئی ایک ذی روح بھی پیچھے نہ رہے گا، مگر وہ اپنی قبر سے باہر نکل آئے گا اور دیکھ رہا ہوگا۔

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اوراسی اللہ عزوجل کے لئے ہے سبھی مخلوق جو آسمانوں، زمین میں فرشتے انسان اور جن ہیں اسی نے انہیں پیدا کیا ہے اسی کی ملک میں ہیں اللہ کی ذات کے ساتھ کوئی اس کا شریک نہیں ہے یہ سب اللہ کے اطاعت گزار ہوں گے اور اللہ تو ایسی ذات ہے جس نے کائنات کو عدم سے پیدا کیا، بعدازاں انہیں جزا سزا محاسبہ کے لئے دوبارہ زندگی عطا کرے گا جب کہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ پر بنسبت پہلی بار پیدا کرنے کے آسان ہے۔

وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی: اللہ پاک کا وصف بہت بلند اور اونچا ہے اللہ کے سوا کوئی بھی اللہ کا مماثل اور برابر نہیں ہے اللہ پاک جلال، کمال، عظمت اور بادشاہت کے لحاظ سے بے نظیر بیمثال ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی مروی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انسان کے بیٹے نے مجھے جھوٹا کہا ہے جب کہ اس کے لئے درست نہ تھا اور اس نے مجھے گالیاں دی ہیں جب کہ اس کے لئے لائق نہ تھا اس کا مجھے جھوٹا قرار دینا یہ ہے کہ انسان کہتا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرسکے گا جیسا کہ پہلے پیدا کیا تھا جب کہ پہلی بار پیدا کرنا مجھ پر دوبارہ پیدا کرنے سے آسان تھا اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے اللہ کے لئے لڑکا ثابت کیا ہے حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا اور کوئی اللہ کی برابری کرنے والا نہیں ہے۔[1]

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ: اللہ کی ذات غالب ہے نہ اس کا کوئی مقابل ہے نہ اس کو کوئی مغلوب کرسکتا ہے وہ اپنی مخلوق کی تدبیر میں اور سبھی امور میں حکمت والا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر ح ۴۹۷۴، مسند احمد ۲/۳۱۷، المراغی ۷/۲۷۳

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ
مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ
یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ
عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾
مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا
دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ
مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَاۤ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ
اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ
یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اس نے تمہارے لئے تمہاری کیفیت کے بارے میں ایک مثال دی ہے کیا تمہارے غلام ہیں جن کے تم مالک ہو؟ ان میں کوئی شریک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو تم ان سے ڈرتے ہو جیسا کہ تم اپنوں سے ڈرتے ہو اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے نشانیاں بیان کرتے ہیں جو سمجھتے ہیں (۲۸) بلکہ ظالم لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس کی کون راہ نمائی کرے جس کو اللہ نے گمراہ قرار دیا ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے (۲۹) پس آپ اپنے چہرے کو عبادت کے لئے درست کریں ایک جانب جھکاؤ کرنے والے ہو اور آپ اللہ کے دین کی پیروی کریں کہ جس نے لوگوں کو اس پر پیدا کیا ہے اللہ کے دین کو تبدیل کرنا نہیں ہے یہ سچا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۳۰) عبادت کرو اس کی جانب رجوع کرنے والے ہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین سے نہ ہونا (۳۱) ان لوگوں سے نہ ہونا جنھوں نے اپنے دین کو فرقوں میں تقسیم کردیا اور وہ گروہ در گروہ بن گئے ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے (۳۲) اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو بلاتے ہیں اس کی جانب رجوع کرنے والے ہوتے ہیں پھر جب ان کو اس کی جانب سے آرام پہنچتا ہے اچانک ان میں سے ایک گروہ اپنے پروردگار کے ساتھ شریک بناتے ہیں (۳۳) ان کے حال کا انجام یہ ہے کہ وہ اس کی بے قدری کرتے ہیں جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے پس تم جلد ہی حقیقت حال سے واقف ہو جاؤ گے

گے (۳۴) کیا ہم نے ان پر کسی دلیل کو اتارا ہے کہ وہ دلیل ان کے لئے بتاتی ہے اس کو جس کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں (۳۵) اور جب ہم لوگوں کو رحمت کے ساتھ ہم کنار کرتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر انہیں تکلیف پہنچتی ہے اس وجہ سے کہ ان کے ہاتھوں نے جو آگے بھیجا ہے اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں (۳۶) کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور رزق تنگ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں (۳۷)

مفردات کی وضاحت: مِنْ اَنْفُسِکُمْ تمہارے ذاتی معاملات، مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ تمہارے غلام، فِیْ مَارَزَقْنٰکُمْ جائداد غیر منقولہ اور منقولہ، تَخَافُوْنَهُمْ خوفزدہ ہوتے ہو کہ وہ اس میں تصرف کے لحاظ سے مستبد ہوں کسی کا خیال نہ کریں، اَقِمْ دین اسلام پر متوجہ ہونا اور ثابت قدم رہنا، اَلْقَیِّمُ برابر جس میں ٹیڑھا پن نہ ہو، شِیَعًا فرقے، جماعتیں۔

تشریح: جو لوگ کسی کو اللہ کی ذات کا شریک سمجھتے ہیں اس کے ساتھ اس کے غیر کی بھی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کے شرکاء بت وغیرہ اسکے غلام ہیں اللہ ان کا مالک ہے جیسا کہ وہ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِلاَّ شَرِیْکًا تَمْلِکُهُ وَمَا مَلَکَ کے کلمات حج کا احرام باندھنے کے بعد کہا کرتے تھے ان کلمات کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا ہرگز کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں البتہ ایک شریک ہے کہ تو اس کا مالک ہے اور وہ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ وضاحت فرماتے ہیں اس سلسلہ میں تمہارے لئے ایک تمثیل پیش کی جارہی ہے اور اس کو تم اپنے بارے میں معلوم کرتے ہوئے سمجھ سکو گے آپ بتائیں کہ تمہارے غلام اس مال وغیرہ میں تمہارے شریک ہیں تمہارے ساتھ برابر ہیں کیا تم ان کی شرکت پر رضامندی کا اظہار کرتے ہو جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ غلاموں کے بارے میں خوفزدہ رہتے ہو کہ وہ کہیں تم سے مال کی تقسیم کا مطالبہ نہ کریں تو جب تم ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہو تو تعجب ہے کہ تم کیسے اللہ کی مخلوق کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، بلکہ یہ لوگ تو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں جبکہ خود تو بیٹیوں کی نسبت کو ناپسندیدہ جانتے ہیں۔

قرآن پاک میں وضاحت ہے کہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری دی جائے کہ آپ کے ہاں بچی نے جنم لیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غیظ وغضب سے بھرپور ہوتا ہے وہ لڑکی کے جنم پر احباب سے منہ چھپائے پھرتا ہے کہ کہیں اس کو خوشخبری نہ دی جائے اگر وہ لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہے تو ذلت سے ہم کنار ہونا ہوتا ہے یا اسے شرمساری کے باعث زندہ درگور کر دیتا ہے، تعجب ہے کہ خود لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں گویا کہ اللہ کی جانب اس چیز کی نسبت کرتے ہیں جس کو خود ناپسند گردانتے ہیں۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ: بلکہ مشرکین ان کی عبادت کے باعث بلاعلم اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں تو اللہ نے جس کے لئے گمراہی کو ثبت فرما دیا ہے اسے کون ہدایت عطا کر سکتا ہے اور انہیں اللہ کی پکڑ سے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا۔

فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا: آپ خود کو اس دین پر قائم رکھیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مشروع قرار دیا ہے، مقصود ملت ابراہیمی ہے، حدیث قدسی میں وارد ہے! اللہ پاک فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندوں کو دین اسلام پر پیدا کیا تھا

لیکن شیطان نے ان کو ان کے دین سے برگشتہ کر دیا۔[1]

حدیث میں وارد ہے ہر بچہ فطرتاً دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔[2]

ذہن نشین کریں کہ دین اسلام ہی صحیح دین ہے جب کہ اکثر لوگ جاہل ہیں وہ غور وفکر نہیں کرتے ہیں وگرنہ ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جس ذات نے ان کو پیدا فرمایا ہے وہی ذات اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے احکام کو تسلیم کیا جائے۔

مُنِيبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: اے لوگو! تم خود کو دین اسلام پر استوار رکھو، دین اسلام ہی سچا دین ہے تم اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرو اسی کے لئے خالص عبادت کرو اور توبہ کے ساتھ ساتھ اخلاص کے ساتھ عملی زندگی کو خوشگوار بناؤ تم اپنی گفتگو اور اپنے عمل میں اللہ کی ذات کی جانب متوجہ ہو کر اس کا خوف اپنے دل پر مسلط رکھو اور نماز کی ادائیگی اسی ہی کیفیت کے ساتھ کرو جو اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے اور تم خود کو ان لوگوں میں شامل نہ کرو جو اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں، مزید وضاحت کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف کیا اس میں تغیر تبدل کیا تو وہ اس طرح کئی گروہوں اور جماعتوں میں بٹ گئے ان میں ہر شخص اپنے نظریہ پر پختگی کے ساتھ قائم ہے اور اپنی خواہش نفسانی کا پجاری ہے گویا کہ ہر فرقہ اور ہر جماعت نئے نکالے ہوئے دین کے ساتھ وابستگی رکھے ہوئے ہیں اور ٹیڑھے دین پر خود کو چلاتے ہیں اور اسی میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ وضاحت فرماتے ہیں کہ تم خود کو ان مشرکین کی جماعت میں شامل نہ کرو جنہوں نے دین اسلام میں تبدیلیاں کی ہیں اور کچھ باتوں کو درست سمجھا ہے اور کچھ کا انکار کیا ہے جیسا کہ یہویوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور بتوں کے پجاریوں بلکہ مسلمانوں کے علاوہ سبھی ادیان باطلہ پر رواں دواں رہنے والے لوگ ہیں چنانچہ ہم سے پہلے مختلف ادیان کے پیروکاروں نے باطل آراء اور مذاہب کو اپنایا اور ہر فرقے نے خود اپنے بارے میں اس بات کا پروپیگنڈا کیا کہ وہ دین حق پر ہے۔

وَاِذَامَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ: اور جب لوگوں کو فقر وفاقہ بیماری مزید برآں کوئی دوسری آفت، مصیبت لاحق ہوتی ہے تو صرف ایک اللہ کو عاجزی کے ساتھ پکارتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں اس سے نجات حاصل ہو جائے تو وہ اپنے بتوں کے ساتھ وابستگی کو ختم کر دیں گے اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ تکالیف کو اللہ کی ذات ہی دور کر سکتی ہے تو واقعتاً اس وقت ان میں اللہ کی جانب توجہ کا داعیہ تیز ہوتا ہے اور مسکنت کا داعیہ مشتعل ہوتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جب انہیں فراخی عطا کر دیتا ہے صحت سے نوازتا ہے تکالیف سے نجات عطا کر دیتا ہے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ اللہ کی عبادت میں اللہ کے غیر کو شریک بناتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں اس سے مقصود مشرکین کی اصل کیفیت کو واضح کرنا ہے کہ وہ کتنے مطلب پرست ہیں بلکہ دھاندلی کرتے ہیں کہ وہ مصائب کے اڈ آنے پر تو صرف اللہ کی ذات کو پکارتے ہیں اور جب مصائب کے بادل چھٹ جاتے ہیں تو شرک کرنے پر دلیر دکھائی دیتے ہیں انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ وہ انعامات الٰہیہ کی ناشکری کرتے رہے ہیں اور دنیوی فوائد حاصل کرتے رہے ہیں تمہیں مستقبل قریب میں ہی معلوم ہو جائے گا کہ تم نے خود کو دنیوی زندگی کی آرائشوں میں منہمک رکھا جب کہ سبھی دنیوی نعمتیں فانی ہیں۔

---

[1] مسلم کتاب الجنة باب ۱۶، مسنداحمد ۱۶۲/۴ [2] صحیح مسلم کتاب القدر باب ۶، صحیح بخاری ح ۱۳۵۹

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا: اس آیت میں لفظ اَمْ استفہام انکاری ہے، مقصود ڈانٹ پلانا ہے کہ کیا ہم نے ان مشرکین پر واضح دلیل کو نہیں اتارا ہے اس سے مقصود قرآن پاک کو اتارنا ہے جس نے انکے مشرک ہونے کی گواہی دی ہے اور انکے انداز کو غلط قرار دیا ہے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا: جب ہم لوگوں کو خوشحالی سے ہم کنار کرتے ہیں تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں اور اگر انہیں ان کے گناہوں کے باعث مصائب وآلام کا سامنا ہوتا ہے تو اس وقت وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: ہر انسان کی عام کیفیت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے اگر چہ کچھ ایسے افراد بھی ہیں جن کی ایسی کیفیت دکھائی نہیں دیتی تاہم عموم کے لحاظ سے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جب انسان آرام وآسائش سے ہم کنار ہوتا ہے تو اس میں غرور آجاتا ہے اور فخر سے اس کے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے لیکن جب انسان فقر وفاقہ یا کسی مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو مایوسی اس کے دامن کو تھام لیتی ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ: کیا یہ لوگ رزق کی فراخی اور تنگی کے بارے میں اللہ کی قدرت کا مظاہرہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے دنیوی زندگی میں فراخی عطا کرتا ہے اور دوسرے شخص کو تنگی میں مبتلا کرتا ہے لیکن فقر وفاقہ کی موجودگی میں ہرگز جائز نہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو، بلاشبہ اللہ پاک کے اس ضابطہ میں اللہ کی قدرت پر واضح دلیل ہے اس سے وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ پاک خالق رازق کی حکمت اور قدرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا
عِنْدَاللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ
ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا
كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ
وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ
كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ
مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا
مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: پس آپ قرابت دار کو اس کا حق دیں اور مسکین اور مسافر کو یہ دینا ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں (۳۸) اور جو تم سود لیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال سے تمہارے مال میں اضافہ ہو تو اس میں اللہ کے ہاں تو اضافہ نہیں ہوتا اور جو تم بطور زکوٰۃ دیتے ہو کہ تم اللہ کی رضا مندی کے طالب ہو پس یہ لوگ ہیں جو مال کو دوگنا کر رہے ہیں (۳۹) اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں فوت کرے گا پھر تمہیں زندگی عطا کرے گا کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے جو اس کام سے کچھ کرتا ہو اللہ پاک اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں (۴۰) فساد جنگل اور سمندر میں ظہور پذیر ہو چکا ہے اس سبب سے کہ لوگوں نے جو کام کئے تا کہ ان کو چکھائے بدلہ ان بعض کاموں کا جو انہوں نے کئے ہو سکتا ہے کہ وہ واپس پھریں (۴۱) آپ کہیں تم زمین میں چلو پس دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے ان میں سے زیادہ مشرک تھے (۴۲) پس آپ اپنے چہرے کو صحیح دین کے لئے درست کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے کہ اس کے لئے اللہ کی جانب سے پھرنا نہیں ہے اس روز وہ ٹولیوں میں ہوں گے (۴۳) جو شخص کافر ہوا تو اس پر اس کے کفر کا نقصان ہے اور جس شخص نے اعمال صالحہ کئے ہیں پس یہ لوگ اپنے لئے آرام کی جگہ درست کرتے ہیں (۴۴) تا کہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور اس کے فضل سے اعمال صالحہ کئے بلاشبہ وہ کفار کو دوست نہیں رکھتا ہے (۴۵) اور اللہ کی نشانیوں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے خوشخبری کے لئے اور تا کہ تمہیں اپنی رحمت چکھائے یعنی بارش برسائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم کے ساتھ چلیں اور اس لئے کہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکریہ ادا کرو (۴۶) اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں کو ان کی قوم کی جانب بھیجا انہوں نے ان کے سامنے دلائل پیش کئے تو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے نافرمانی کی اور ہم پر مسلمانوں کی مدد کرنا لازم ہے (۴۷)

مفردات کی وضاحت: مِسْكِيْنٌ جس کے پاس مال نہیں ہے اس کی کھانے، پینے اور لباس میں مدد کریں، ابْنَ السَّبِيْلِ مسافر شخص کو رہائش اور کھانا دیں، وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا اور جو تم ہدیہ یا عطیہ دیتے ہو اور ان کا نام سود اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان سے ان کا مقصود مال میں اضافہ کرنا تھا، لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ جس شخص کو تم نے قلیل مقدار میں ہدیہ دیا ہے وہ تمہاری جانب زیادہ مال لوٹائے، فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ اللہ اس میں برکت نہیں فرماتا ہے اور اس کے اجر و ثواب کو دوگنا کرتا ہے، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ جو لوگ اپنا مال بطور صدقہ کے دیتے ہیں اس کے دینے سے اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے تو ان لوگوں کو دوگنا اجر و ثواب عطا ہوگا، هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ کیا تمہارے بتوں سے ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو، ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ نافرمانیوں کا ظہور میدانی اور سمندری علاقوں میں ہو چکا ہے ان کے نتیجہ میں برائی اور بگاڑ نے جنم لیا ہے، بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ اس سبب سے کہ لوگوں کے ہاتھوں نے ظلم اور زیادتی کو رواج دیا ہے، لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا ظلم اور زیادتی آن موجود ہوئی ہے

تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کے بدلہ میں عذاب سے ہم کنار کرے تا کہ وہ نافرمانیوں سے باز آ کر اطاعت الٰہیہ اور استقامت کی جانب متوجہ ہوں، قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اے ہمارے پیغمبر آپ مکہ والوں کو مخاطب کر کے کہیں! جو تجھے جھوٹا قرار دے رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں کہ تم زمین میں چلو پھرو!، عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنہوں نے ان کی جانب مبعوث کئے جانے والے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا اور اپنے پروردگار کے ساتھ شریک بنائے کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا، فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ آپ اپنے پروردگار کی اطاعت پر استقامت اختیار کریں اس کی عبادت کریں اس کے احکام لوگوں تک پہنچائیں بلکہ احکام الٰہیہ کا نفاذ کریں، لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں روکے گا جب کہ قیامت کے وقوع کا فیصلہ ہو چکا ہے، يَصَّدَّعُوْنَ لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہوں گے، يَمْهَدُوْنَ وہ جنات کے محلات میں اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کے پیش نظر اپنے بچھونے بچھائیں گے اور رہائش پذیر رہیں گے، آیات سے مقصود دلائل ہیں جو اللہ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے گا، مُبَشِّرٰتٍ وہ ہوائیں جو لوگوں کو بارش کی خوشخبری عطا کرتی ہیں، رحمت سے مقصود زرخیزی خوشحالی ہے، فضل سے مقصود تجارت میں فوائد کا حاصل ہونا ہے، رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ مقصود نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام ہیں، ایمان والوں کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ذکر کردہ آیت میں بیان کیا ہے کہ وہ جس کے لئے چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لے تو اس کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور کسی دوسرے کے لئے رزق کو تنگ کر دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور آپ کی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے جو آپ کی تابعدار ہے کہ وہ قرابت داروں کو ان کا حق عطا کریں اسی طرح مساکین اور مسافروں کے حقوق کا بھی خیال رکھیں، ظاہر ہے کہ معاشرہ میں واجب حقوق کو روک لینا رزق میں فراخی پیدا نہیں کرتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کی فراخی اور تنگی اللہ کی تدبیر کے ساتھ ہے جو حکمت اور علم کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اور مسکین سے مقصود وہ شخص ہے جو اپنی خوراک کا انتظام بھی نہیں کر پاتا ہے اور مسافر سے مقصود وہ شخص ہے جو سفر میں کسی شہر میں پہنچا وہاں اس کی کسی شخص کے ساتھ شناسائی نہیں ہے تو یہ دونوں شخص اس لائق ہیں کہ انہیں نہ صرف یہ کہ رہائش کے لئے جگہ دی جائے بلکہ ان کی خوراک اور بستر کا بھی خیال رکھا جائے ان کے حقوق کی ادائیگی دنیوی لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی رضا جوئی اور حصول ثواب کی نیت رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دنیوی اخروی عذاب سے محفوظ رہیں گے اور قیامت کے روز انہیں جنت میں داخلہ ملے گا۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ: اور تم جو ہدیہ یا تحائف کسی کو عطا کرتے ہو ان سے تمہارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ تم نے جس قدر مال صرف کیا ہے تمہیں اس سے زیادہ عطا کیا جائے تو تمہارا عطیہ ہرگز اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے نہ اس کا ثواب دو گنا ملتا ہے بلکہ ثواب ملتا ہی نہیں ہے۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ: اور تم جو صدقات دیتے ہو تمہارا مقصود اللہ کی رضا جوئی ہوتا ہے اور اللہ کی مغفرت اور رحمت کا حصول ہوتا ہے تو یہ لوگ چونکہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں تو یہ لوگ وہی ہیں جنہیں دو گنا اجر وثواب حاصل ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ: اللہ تعالیٰ مشرکین کو ان کے شرک کے باعث ڈانٹ پلاتے ہوئے مطلع کر رہے ہیں کہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے بعد ازاں تمہارے لئے رزق فراہم کیا جس سے تمہارے جسم میں قوت حاصل ہوئی اور

تمہاری زندگی کے تحفظ کیلئے مختلف قسم کی غذاؤں کا اہتمام کیا گیا اور جب تمہاری موت کا وقت آن پہنچا تو تمہیں موت سے ہم کنار کیا گیا پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ اٹھایا جائیگا تا کہ دنیوی زندگی میں تم نے جو اعمال کئے ان کا تمہیں بدلہ دیا جائے اسکے بعد اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر دریافت کریں گے بھلا تمہارے شرکاء میں سے بھی کسی نے تمہاری تخلیق تمہارے رزق کا اہتمام کیا تو اس کا جواب واضح ہے کہ وہ نفی میں دیں گے تو پھر تم کیوں انکی عبادت کرتے رہے اور اللہ کی عبادت نہ کی تم کو کیا ہو گیا تھا تمہاری عقل ماری گئی۔[1]

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ: قبل ازیں عقلی دلیل کیساتھ شرک کے ابطال کا بیان ہو چکا ہے البتہ مشرک لوگ تو شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں جبکہ شرک کے باعث اللہ کی زمین پر فساد کا دور دورہ ہے چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ نافرمانی کے کام خشکی، تری پوری فضا میں پھیل چکے ہیں اللہ کے سوا کی عبادت ہو رہی ہے اللہ کی حرام کردہ باتوں کو جائز قرار دیا جا رہا ہے اور لوگوں کو مالی، بدنی بلکہ عزت و وقار کے لحاظ سے تکالیف ومحن میں جکڑا ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے دین سے روگردانی کا نتیجہ ہے، چنانچہ قحط سالی، مہنگائی، لڑائی جھگڑے اور فتنے بعض بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں اگر سبھی بداعمالیوں کے سبب انہیں عذاب کی گرفت میں لیا جاتا تو ان سب کو ہلاک کر دیا جاتا اللہ پاک چونکہ رحم فرمانے والا ہے اس لئے مکمل تباہی بربادی سے تحفظ حاصل رہا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ: اے ہمارے پیغمبر! آپ اور آپ کے رفقاء ایماندار لوگ اسلام کی شاہراہ پر رواں دواں رہیں اس کے علاوہ کوئی اور دین نہیں ہے جسے قبول کیا جائے اسلامی عقائد پر کاربند رہو، ماموارت کو ادا کرو، منہیات سے دور رہو، حدود الٰہیہ کو قائم کرو اور دین اسلام کو اختیار کرو قیامت کے وقوع پذیر ہونے تک دین اسلام پر رواں دواں رہو جب قیامت وقوع پذیر ہو جائے گی تو پھر عمل کا دور ختم ہو جائے گا اور قیامت کے وقوع کو کوئی روک نہیں سکتا اور قیامت کے دن لوگ دو گروہوں میں ہوں گے ایک گروہ جنتی ہوگا دوسرا گروہ دوزخی ہوگا جس نے کفر کیا تو اس کو اس کے کفر کے باعث سزا ملے گی اور جس نے اعمال صالحہ کئے تو انہیں جنت میں بچھونے ملیں گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ: مسلسل اللہ تعالیٰ کی الوہیت، اس کے عدل اور اس کی رحمت کو ثابت کیا جا رہا ہے چنانچہ وہ دلائل جو اللہ کی الوہیت پر دلالت کر رہے ہیں مزید برآں اس کے عدل اور اس کی رحمت کو ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم ہواؤں کو چلاتے ہیں وہ ہمارے بندوں کو نزول بارش کی خوشخبری دیتی ہیں جس کے باعث شہروں اور لوگوں کی زندگی قائم ہے جب کہ ہواؤں کے بھیجنے پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو قدرت حاصل ہے اور اللہ کی تدبیر کے سامنے دوسروں کی تدابیر کوتاہ ہیں اور اللہ کی رحمت کو سب رحمتوں پر غلبہ حاصل ہے اور بارش کے اترنے کے باعث زرخیز اور خوشحالی ظہور پذیر ہوتی ہے اور سمندروں میں کشتیاں رواں دواں ہوتی ہیں اس لئے کہ دخانی کشتیوں کے معرض وجود میں آنے سے پہلے عام کشتیاں ہوا کے دباؤ کے ساتھ چلا کرتی تھیں لیکن اللہ کے ارادہ اور اس کی محکم تدبیر کے ساتھ اس کی روانی ہوتی تھیں، مزید برآں کشتیوں کے ذریعہ تجارتی سامان کشتیوں میں لاد کر دیگر علاقوں میں پہنچاتے تھے اس پر تمہیں اللہ کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے تمہارے لئے انہیں مسخر کر دیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا: اے ہمارے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر مبعوث کئے جیسے نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب علیہم السلام ہیں وہ اپنی اپنی قوم کے پاس دلائل لائے جیسا کہ آپ بھی اپنی قوم کے پاس دلائل لائے ہیں تو ان کی قوموں نے

[1] ایسر التفاسیر ص ۴۹۱-۴۹۲

پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے مجرموں سے انتقام لیا انہیں ہلاک کر دیا اور ایمان والوں کو نجات عطا کی اور ہم پر ایمان والوں کی مدد کرنا ضروری ہے خبردار! قریش مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے وگرنہ ان پر اللہ کا عذاب اتر پڑے گا جو مجرموں کو تباہ و برباد کر دے گا اور پیغمبر اور اس کے رفقاء ایمان والوں کو نجات عطا کرے گا جیسا کہ اللہ کا ضابطہ ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو اللہ بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور بادلوں کو ٹکڑیوں میں بانٹ دیتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ بارش کے قطرات بادلوں کے درمیان سے نکلتے ہیں تو بارش کو جہاں چاہتا ہے اپنے بندوں سے پہنچاتا ہے تو اچانک وہ خوش ہوتے ہیں (۴۸) پس تو اللہ کی رحمت کے آثار کی جانب دیکھ کس طرح وہ زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے یقیناً اللہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۵۰) اور اگر ہم ہوا بھیج دیں تو وہ کھیتی کو زرد دیکھتے ہیں تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے والے ہو جاتے ہیں (۵۱) پس یقیناً آپ مردوں کو اور نہ بہروں کو پڑھنے کی آواز سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر روگردانی کرتے ہیں (۵۲) اور آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ نہیں دکھا سکتے ہیں آپ نہیں سنا سکتے ہیں مگر اس شخص کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتا ہے پس وہ فرمانبرداری کرنے والے ہیں (۵۳) اور اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ابتداء میں کمزور پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا عطا کیا، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہ جاننے والا سننے والا ہے (۵۴)

مفردات کی وضاحت: فَتُثِيْرُ ہوائیں حرکت دیتی ہیں، يَبْسُطُهٗ بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے، كِسَفًا ٹکڑے ٹکڑے، اَلْوَدْقُ بارش، مُبْلِسِيْنَ ناامید ہونے والے،

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ کہ آپ مُردوں کو سنا نہیں سکتے ہیں، جبکہ صحیح صورت یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں ارشاد نبوی ہے: کہ آپ نے جنگ بدر کے مقتولوں کو مخاطب کر کے آگاہ کیا تم نے اس وعدہ کو دیکھ لیا ہے جو تم سے اللہ نے وعدہ کیا تھا، مزید آپ نے آگاہ کیا ہے کہ فوت شدہ شخص لوگوں کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے تو ان دونوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ وہ سنتے تو ہیں لیکن سننے سے انہیں کچھ فائدہ نہیں ہوتا وہ نصیحت حاصل نہیں کر سکتے ہیں جبکہ وہ غور و فکر نہیں کرتے ہیں، واللہ اعلم [1]

تشریح: ہواؤں کے چلنے کے فوائد سے آگاہ کرنا مقصود ہے پس ان کا فائدہ یہ ہے کہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور ان کو اپنے آگے آگے چلاتی ہیں تو وہ بادلوں کو فضا کی بلندی میں پھیلا دیتی ہیں اللہ جس طرح چاہتا ہے کہ بادل ہلکے پھلکے ہوں یا گھنے گہرے ہوں ایک دوسرے پر تہ بتہ ہوں یا نہ ہوں اور کبھی بادلوں کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیتا ہے جو الگ الگ دکھائی دیتی ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ بارش بادلوں کے درمیان سے نکلتی ہے تو جب بارش کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تو وہ بارش کے اترنے پر خوش ہوتے ہیں جب کہ بارش کے اترنے سے پہلے ناامید تھے، پس اے عقلمند شخص! آپ تدبر اور بصیرت کی نظر کے ساتھ اللہ کی نعمت بارش کے برسنے کے ساتھ اس کے نتائج کی جانب بصیرت کے ساتھ دیکھیں کہ درختوں پر سبزہ دکھائی دتیا ہے پھولدار پودوں کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور پھلوں کے بوجھ سے پودے جھکے جا رہے ہیں اور غور کریں کہ کس طرح اللہ نے اس کے بعد کہ زمین پر روئیدگی نہ تھی خشکی دکھائی دیتی تھی کس طرح بارش کے اترنے پر سبزہ کی خوش نمائی آنکھوں کی تھکاوٹ کو ختم کر رہی ہے اور مسرت کی لہر ہر زندہ شخص کے جسم میں اپنا اثر دکھا رہی ہے بالکل اس کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو زمین سے نکال لے گا اور ان میں زندگی کی لہر رواں دواں ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہرگز کوئی طاقت اس کو عاجز نہیں کر سکتی نہ اس کی مشیت میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

اور اگر ہم کھیتی پر اس کی سرسبزی کے بعد اور اس کے پھلنے پھولنے کے بعد نقصان دہ آندھی بھیج دیتے ہیں تو سرسبز کھیتی اس کے باعث زردی مائل ہو جاتی ہے تو وہ لوگ کھیتی کی زردی کے بعد اللہ کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں پس جب وہ خوشحالی دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں بلکہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہیں اور جب قحط سالی کا دور دورہ ہوتا ہے اور فصلیں زردی مائل ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے کہ یہ کفار تو مردہ لوگوں کی طرح ہیں نہ ان پر خیر خواہی کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ وعظ و نصیحت اثر انداز ہوتی ہے۔

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی: اے محمد! (ﷺ) آپ مُردوں کو سنا نہیں سکتے ہیں اور اس شخص کو بھی نہیں سنا سکتے ہیں جس کے کان میں بوجھ ہے یعنی ان پر وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہے اور اگر کوئی بہرہ شخص آپ سے روگردانی کرتا ہے بعد ازاں آپ اسے بلاتے ہیں تو وہ سنتا نہیں ہے اسی طرح کافر شخص سنتا نہیں ہے اگر سنتا ہے تو فائدہ نہیں اٹھاتا ہے اور اگر بہرہ شخص آپ سے روگردانی کرتے ہوئے بھاگ جاتا ہے پھر آپ اس کو پکارتے ہیں تو وہ سنتا نہیں ہے یہ دراصل تمثیل ہے کفار کے لئے اس کو بیان کیا گیا ہے انہیں مردوں، بہروں اور اندھوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور آپ اندھوں کو راہ نہیں دکھا سکتے آپ تو ان کو سنا سکیں گے جو ہماری آیات کی تصدیق کرتے ہیں وہ وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جب وہ خود کو اللہ کی اطاعت کے سپرد کر دیتے ہیں۔

[1] صفوۃ التفاسیر الجزء الثانی عشر ص ۲۰

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ: اے لوگو! اللہ نے تم کو نطفہ سے پیدا کیا ہے جو کمزور ہے اور تم مختلف ادوار سے گزرتے ہو نطفہ کے بعد جَنِین بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے پھر وَلَد جب وہ پیدا ہوتا ہے، پھر رَضِیع جب وہ دودھ پیتا ہے، پھر مفطور جب اس سے اس کی ماں کے دودھ کو بند کر دیا جاتا ہے ان سبھی کیفیتوں میں وہ ضعیف ہوتا ہے گویا کہ اصل مادہ میں ضعف کارفرما ہے پھر ضعف کے بعد اسے صَبِیٌّ کہا جاتا ہے اسکے بعد اس کو طفل کہا جاتا ہے اس کے مادہ میں بھی نرمی کارفرما ہے اسکے بعد شباب کا دور ہے جس میں توانائی کے ساتھ اشتعال ہوتا ہے پھر قوت کے بعد ضعف رونما ہوتا ہے جس کو، هَرَم بڑھاپا کہا جاتا ہے اس کے بعد آخری درجہ شیخوخت کا ہے اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ضعف کے بعد قوت اور قوت میں اشتعال ہو تو اس کا نام شباب ہے اور شباب کے بعد بڑھاپا ہے اور اللہ کی ذات علم کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اللہ کو مخلوق کی تدبیر کا علم ہے اللہ جو چاہتا ہے اس پر اللہ کو قدرت حاصل ہے اور اللہ کی ذات کو اس کا علم بھی ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا وہ اس پر قادر ہے کہ مخلوق کو موت سے ہم کنار کرے اور جب چاہے اس کو زندگی عطا کرے اس کے کام میں ہرگز رکاوٹ پیش نہیں آتی ہے وہ ذات تو قادر مطلق ہے۔

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَالَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ط کَذٰلِکَ کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ط وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَایَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَایُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: اور جس دن قیامت وقوع پذیر ہوگی گنہگار لوگ قسمیں اٹھائیں گے وہ دنیا میں نہیں ٹھہرے تھے البتہ ایک ساعت، اسی طرح وہ راستہ سے پھیرے جائیں گے (۵۵) اور کہیں گے وہ لوگ جو علم اور ایمان عطا کئے گئے یقیناً تم ٹھہرے رہے اللہ کی کتاب کے موافق اٹھائے جانے کے دن تک تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے تم جانتے نہیں ہو (۵۶) پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ ہوگا (۵۷) یقیناً ہم نے لوگوں کے لئے قرآن میں ہر طرح کا واقعہ بیان کیا ہے اور اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے گا تو کافر کہیں گے نہیں ہو تم مگر بے ہودہ کہنے والے ہو (۵۸) اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے جو جانتے نہیں ہیں (۵۹) پس تو صبر کر بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تجھے وہ لوگ بے وقوف نہ بنا دیں جو یقین نہیں کرتے ہیں (۶۰)

مفردات کی وضاحت: اَلسَّاعَةُ قیامت کا دن قیامت کا وقوع دنیا کے آخری دن میں ہوگا، مَالَبِثُوْا وہ موت کے بعد نہیں ٹھہرے رہے مگر تھوڑا سا وقت، یُؤْفَکُوْنَ حق سے پھیرے گئے، یُسْتَعْتَبُوْنَ ان سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ خود سے اللہ کی

ناراضگی کو توبہ کرتے ہوئے اور اطاعت کرتے ہوئے دور کریں ان پر عذاب لازم ہوگیا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے استعتبنی فلان فَاسۡتَعۡتَبۡتُ فلان فلاں شخص نے میری رضا مندی کو طلب کیا تو میں نے اس کو راضی کر دیا، وَلَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ ''اور وہ لوگ جو موت کے بعد اٹھائے جانے کو تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ تجھے مضطرب نہ کر دیں''

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ مَالَبِثُوۡا غَیۡرَ سَاعَۃٍ﴾ اس آیت میں ساعۃ کا لفظ دو بار ذکر ہوا ہے اولاً الساعۃ سے مراد قیامت ہے جب کہ دوسرے ساعۃ سے مقصود وقت ہے جب کہ ان دونوں میں الفاظ کے لحاظ سے مکمل ہم آہنگی ہے۔[1]

تناسب: قبل ازیں نشات اولیٰ کے ذکر کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے مختلف سورتوں میں اس پر دلائل قائم کئے جا چکے ہیں اور تمثیلات بھی ذکر کی گئیں ہیں اب اس کے بعد قیامت کے احوال کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

تشریح: جس دن قیامت وقوع پذیر ہوگی اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا تو گناہگار لوگ قسمیں اٹھائیں گے جو دنیوی زندگی میں اللہ کے وجود کا انکار کرتے تھے اور گناہوں سے آلودہ زندگی بسر کرتے تھے کہ وہ تو بس تھوڑا عرصہ رہے تھے حالانکہ وہ لمبا عرصہ برزخی زندگی میں رہے گویا کہ اس وقت انہیں ہرگز معرفت حاصل نہ ہوگی کہ وہ کتنا عرصہ وہاں ٹھہرے رہے اس طرح دنیوی معاملات میں بھی جھوٹ کہیں گے اور اس پر قسمیں اٹھائیں گے، اصل حقیقت سے پھیرے جائیں گے۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِیۡمَانَ: جب کہ ایماندار عقل مند لوگ جو علم کے ساتھ وابستگی رکھتے تھے وہ ان کا رد کرتے ہوئے اور انہیں جھٹلاتے ہوئے کہیں گے کہ تم اللہ کے ازلی علم کے مطابق جس کو اللہ نے قیامت کے دن تک کے لئے ثبت فرما دیا ہے تو اب یہ قیامت کا دن ہے جس کا تم انکار کرتے رہے اور تم نے اس کو سچا باور نہ کیا، دراصل تم حق کی تلاش میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو قیامت کے دن ظالموں کو ان کا معذرت کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اور ان سے یہ بھی نہ کہا جائے گا کہ تم توبہ کر کے اللہ کی اطاعت پر گامزن ہوتے ہوئے اپنے پروردگار کو خوش کر لو اس لئے کہ توبہ کا وقت جاتا رہا۔

وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ: ہم نے اس عظمت والے قرآن میں وہ تمام وعظ ونصیحت کی باتیں، تمثیلات اور خبریں بلکہ عبرت آموز واقعات کو بیان کیا ہے جو حق وصداقت کو واضح کرتے ہیں اور التباس کو دور کرتے ہیں، اے محمد! (ﷺ) اگر آپ ان کے سامنے ان علامات کو پیش کر دیں جن کا انہوں نے مطالبہ کیا ہے جیسا کہ لاٹھی، اونٹنی اور ہتھیلی کا چمکدار ہونا تو آپ کی قوم سے مشرک لوگ آپ کے ساتھ شدید دشمنی کے باعث کہیں گے کہ تو اور تیرے رفقاء تم سبھی لوگ باطل پر ہو تم ہمارے پاس آتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو اسی طرح اللہ ان جاہل گمراہ قسم کے لوگوں کے دلوں کو مہر زدہ کر دیتا ہے جو اللہ کی توحید اور اللہ کی صفات کے علم سے نا آشنا ہیں آپ صبر اختیار کریں جب یہ لوگ آپ کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں اور تکلیف دے رہے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کے ساتھ آپ کی مدد کا وعدہ کر رکھا ہے اور آپ کے دین کی حقانیت کو واضح کرنا ہے اور آپ ہرگز غم زدہ نہ ہوں جو آپ کے بارے میں یہ گمراہ لوگ شکوک وشبہات میں مستغرق ہیں اور باتیں بنا رہے ہیں آپ صبر کے دامن کو تھامے رکھیں اور ان کی تکذیب اور ایذا رسانی پر ہمت باندھ کر اپنے مشن کی تکمیل میں رواں دواں رہیں۔

---

[1] صفوۃ التفاسیر الجزء الثانی عشر ص ۲۰

مقدمہ سورت لقمان

اس سورت کا موضوع عقیدہ کو بیان کرنا ہے اور عقیدہ میں مرکزی لحاظ سے تین اصولوں کے بارے میں وضاحت کرنا مقصود ہے۔

(۱) وحدانیت (۲) نبوت (۳) قیامت کا وقوع

جیسا کہ عام طور پر مکی سورتوں میں ان ہی موضوعات کو اکثر و بیشتر زیر بحث لایا گیا ہے آغاز میں قرآن حکیم کتاب الٰہی کا تذکرہ ہے کہ قرآن حکیم تو محمد ﷺ کا ایسا معجزہ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا جس طرح زمانہ کے لئے دوام ہے اسی طرح زمانے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کا وجود بھی لازم ملزوم ہے۔

اس سورت میں پروردگار عالم کی وحدانیت پر دلائل پیش کئے گئے ہیں، مزید اللہ تعالیٰ کی قدرت جو سب پر فائق ہے اس کے دلائل سے آگاہ کیا گیا ہے مزید اس وسیع عریض دنیا میں تخلیق کے لحاظ سے عجائبات کا ایک ذخیرہ دل و دماغ کو روشن کررہا ہے اس دنیا کا نظام نہایت عمدہ مضبوط ہے بلکہ کائنات کی سبھی چیزوں میں ایک خاص قسم کا ربط کارفرما ہے نہ صرف زمین و آسمان کی تخلیق میں بلکہ سورج، چاند، رات دن، پہاڑوں، سمندروں، ان کی موجوں اور بارش کا نظام، مزید برآں انگوریوں اور درختوں کی بوقلمونی اور ان کے عجیب مناظر وہ سب اللہ پاک کی قدرت اور اس کی وحدانیت کو ثابت کررہی ہیں جن کے مناظر اور مشاہدہ سے دلوں میں خاص قسم کا کیف اور سرور رونما ہوتا ہے اور عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے اور انسان گہرے غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے واشگاف انداز میں اس کی زبان پر یہ کلمہ ہوتا ہے کہ ان عظیم الشان مخلوقات کا ملاحظہ کرنے کے بعد خالق کائنات کی عظیم قدرت کو تسلیم کرنے کے بغیر کچھ چارہ نہیں ہوتا

جب کہ مشرکین کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی جانب پھیرا گیا ہے اور ان کی ذہنی بصیرت کو جھنجھوڑ کر ان سے سوال کیا جارہا ہے کہ کائنات کا نہایت عجیب و غریب قسم کا انتظام تو اللہ وحدہٗ لاشریک کا نظام ہے اور اس کی قدرت کی تخلیق کا نتیجہ ہے اب تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کررہے ہو ان کی تخلیق شدہ چیزیں کہاں ہیں اور وہ کیا ہیں؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی پرستش کرنے والے ظالم لوگ ہیں اور وہ ظاہر گمراہی میں زندگی گزار رہے ہیں کچھ سوچتے نہیں ہیں دلوں سے کچھ کام نہیں لیتے ہیں آنکھوں سے قدرت کے مناظر دیکھ کر اللہ پاک کی جانب رسائی حاصل نہیں کررہے ہیں۔

سورت کے آخر میں قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے جس دن مال اولاد کچھ فائدہ نہ دے سکے گی، اس سورت کا نام لقمان ہے اس لئے کہ اس سورت میں لقمان حکیم کا واقعہ پیش کیا گیا ہے مزید اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اسرار، شرک کی مذمت اچھے کاموں کے حکم دینے منکر کاموں سے روکنے اور حکمت اور رشد کی قیمتی پند و نصائح سے آگاہ کیا گیا ہے۔

اٰیَاتُهَا: ۳۴ ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رُكُوْعَاتُهَا: ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ
وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع

ترجمہ: الم (۱) یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں (۲) ہدایت اور رحمت ہے اچھے کام کرنے والوں کے لئے (۳) وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۴) یہ لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں (۵) اور لوگوں سے کچھ وہ ہیں جو کھیل والی باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راہ سے علم کے بغیر گمراہ کریں اور اللہ کے راہ کا مزاح اڑاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے (۶) اور جب اس شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے روگردانی کرتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے پس تو اس کو دردناک عذاب کی بشارت عطا کر (۷) بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے نعمتوں والی بہشت ہے (۸) وہ اس جگہ میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے (۹) اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا ہے کہ تم ان کو دیکھ نہیں رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو گاڑا ہے اس سے بچاؤ کے لئے کہ زمین تمہارے ساتھ حرکت کرے گی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی کو اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ زمین میں سے ہر اچھی منفعت بخش جنس کو اگایا (۱۰) یہ اللہ کی

مخلوق ہے پس تم مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا لوگوں نے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ تو ظاہر گمراہی میں ہیں (۱۱)

مفردات کی وضاحت: عَمَدٌ کا واحد عِمَادٌ ہے وہ چیز جس کے ساتھ ٹیک لگائی جائے، لَهْوَ الْحَدِيْث گانے والی لونڈیاں اور عجمی لوگوں کی کہانیوں کی کتابیں، هُزُوًا مزاحیہ باتیں، مُّهِيْنٌ ذلت والا، وَقْرًا کان میں بوجھ کا ہونا جو سننے سے رکاوٹ بنے، رَوَاسِيَ ایسے پہاڑ جو زمین میں گڑے ہوئے ہیں، تَمِيْدَ زمین حرکت کرتی تھی، بَثَّ پھیلانا بکھیرنا، مقصود ایجاد کرنا ہے، زَوْجٍ قسم، كَرِيْمٍ شریف زیادہ منفعت بخش۔

بلاغت: هُدًى اور رَحْمَةٌ دونوں مصدر ہیں جب کہ کتاب ہدایت عطا کرنے والی ہے اور رحمت والی ہے اس میں مبالغہ مقصود ہے، ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ اسم اشارہ بعید ہے رتبہ کی بلندی اور اونچائی مقصود ہے۔

شان نزول: بیان کیا جاتا ہے کہ نضر بن حارث ایسی لونڈیوں کو خرید کرتا جو گانا گاتی تھیں معاشرہ میں سے جو شخص اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرتا تو اسے اپنی لونڈی کے پاس لے جاتا جو گانا گاتی تھی تو اس کو کہتا کہ تو اس کو کھانا کھلائے اور شراب پلائے اور اسے گانا سنائے اور اسے تلقین کرتا یہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کی جانب تجھے محمد (ﷺ) دعوت دے رہا ہے کہ تو نماز ادا کرے اور روزے رکھے اور اس کے سامنے مقاتلہ کرے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: الم حروف مقطعات سے ہیں قرآن پاک کے اعجاز پر خبردار کر رہے ہیں اور اس جانب اشارہ ہے کہ یہ کتاب جس نے ادباء اور شعراء وغیرہ کو عاجز کر دیا ہے یہ بھی تو حروف تہجی سے مرکب ہے اور یہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو عربی زبان سے آشنا ہیں بلکہ ان کی مادری زبان عربی ہے جبکہ ان میں ہرگز سکت نہیں ہے کہ وہ ان جیسے حروف تہجی سے کتاب مرتب کر سکیں اس کتاب نے تو ان لوگوں کو عاجز کر دیا ہے جو عربی زبان کے ادیب کہلاتے ہیں بلکہ ان کا شمار فصیح و بلیغ لوگوں سے ہوتا ہے ان کو ایک طرح کا چیلنج کیا ہے کہ وہ اس جیسی کتاب لائیں جبکہ وہ اس قسم کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ موصوف کتاب لانے سے عاجز ہیں یہ اس حقیقت کو منوا رہی ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے جو حکمت والا علم والا ہے، یہ ایسی کتاب کی آیات ہیں جو ہر لحاظ سے عجائبات کی حامل ہے سبھی کتابوں سے اس کا مقام فائق ہے اس میں شرعی احکام کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کتاب حکمت اور بیان کا خزانہ ہے بلکہ یہ کتاب ان لوگوں کیلئے مجسمہ ہدایت اور رحمت ہے جو دنیوی زندگی میں اعمال حسنہ ادا کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کے اوصاف کو ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نماز ادا کرتے ہیں اور مستحقین کو بطیب نفس اللہ کی رضا جوئی کے لئے مال بھجواتے ہیں اور آخرت کے دن پر ان کا یقین ہے ہرگز شک وشبہ نہیں رکھتے ہیں ان اوصاف جلیلہ کیساتھ موصوف لوگ روشنی اور بصیرت پر ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور یہی وہ لوگ دنیوی اخروی زندگی میں کامیاب و کامران ہیں، اسم اشارہ کو بہ تکرار لانے سے مقصود انکی قدر و منزلت کو مزید اجاگر کرنا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ: سعادت مند لوگوں کے تذکرہ میں ان کی کیفیت کو واضح کیا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اس کے احکام کو سن کو ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے بعد بدنصیب لوگوں کی کیفیت کو ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے کلام کو سنتے تو ہیں لیکن فائدہ حاصل نہیں کر پاتے ہیں اس کے برخلاف گانوں کو سنتے ہیں، بانسریاں بجاتے ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ پر انہماک کیساتھ فحش گانے سنتے ہیں بہن بیٹی کی موجودگی میں بھی شرم وحیا کی چادر کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں، العیاذ باللہ!

تو اس کے بارے میں اللہ پاک وضاحت فرما رہے ہیں کہ کچھ لوگ کھیل کود اور تفریح کے لئے جدید قسم کی مشینری کو خریدتے ہیں جس میں ان کا انہماک اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل ہو جاتے ہیں جب کہ غیر اسلامی تفریح میں ہرگز خیر کا پہلو نہیں ہوتا ہے پہلے لوگوں کی کہانیاں اور خرافات سے دماغی تھکاوٹ کو دور کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، خرافات مضحکہ خیز کہانیوں سے اسلامی ذہن کو خباثت بے حیائی، بے شرمی کی جانب لے جاتے ہیں جن کے سننے سے اسلامی غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور بیٹی، بہن کی موجودگی بھی انہیں اس قسم کی بے حیائی بے شرمی کے اقدام سے نہیں روکتی ہے، (العیاذ باللہ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس ذات کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس آیت میں **لھو الحدیث** سے مقصود فحش گانے ہیں، ریڈیو، ٹی وی پر فحش گانوں کو سننا ہے جن کے مفہوم میں یہ کشش ہوتی ہے کہ انسان اخلاقی عریانی کے لحاظ سے بندر خنزیر کا روپ دھار لیتا ہے اس کے علاوہ اس کے کبر اور بے حیائی میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی جن آیات میں اس سے روکا گیا ہے ان آیات کا مزاح اڑاتے ہیں ان کی یہ دیدہ دلیری یقیناً عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نہایت خوفناک عذاب کا اعلان کیا ہے کہ یہ لوگ جس عذاب میں گرفتار کئے جائیں گے جہاں اس عذاب میں انتہا درجہ کی شدت ہوگی وہاں اس کے ساتھ ساتھ انتہائی درجہ کی حقارت اور ذلت بھی ہوگی۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا: جب اس پر قرآن پاک کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ روگردانی کرتا ہے اور استکبار کی کیفیت میں یوں بے پرواہ دکھائی دیتا ہے گویا کہ اس نے آیات پر کان رکھنا تو کجا مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے خود کو مستغنی سمجھتا ہے اور توجہ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی اس میں نہیں ہوتا۔

كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا: گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے جو اسے اللہ کی آیات کے سننے سے روک رہا ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ آپ اس کو دردناک عذاب سے خوفزدہ کریں جس کی شدت اور درد انتہاء درجہ کی ہوگی، سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقام تو ڈرانے کا ہے لیکن ڈرانے کے مقام پر خوشخبری کا جملہ ذکر کیا گیا ہے، دراصل یہ ایک مزاحیہ انداز ہے اور انداز میں اس شخص کو مزید تکلیف کا سامنا کرنا ہوگا جس کو خوشخبری سے ہم آہنگ کیا ہوگا، مزید اس صورت میں گمراہی کے خریدار کی مذمت کرنا مقصود ہے کہ اس نے حکمت سے روگردانی کی حق وصداقت کے تسلیم کرنے سے کبر ورعونت کو اختیار کیا اور آیات کے سننے کی جانب ہرگز توجہ نہ کی، مزید اعراض کی کیفیت میں وہ اس قدر تیز رفتاری کے ساتھ چلا گویا کہ یہ شخص اس شخص کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جس نے ہدایت کی باتوں کو سنا ہی نہیں بلکہ توجہ ہی نہ کی اور خیال تک بھی نہ کیا اسی لئے مزاحیہ انداز میں اس کو شدید عذاب سے ڈرانے کی بجائے اس کی اذیت کے گراف کو مزید اَپ کرنے کے لئے لفظ خوشخبری کا استعمال کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ: کفار کو دردناک عذاب کی وعید سے آگاہ کرنے کے بعد ایمان داروں کو جو نعمتوں والی جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا بیان ہو رہا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان اور اعمال صالحہ کو ہم آہنگ رکھا اور اچھی نیت کیساتھ عمل میں اخلاص کو کارفرما رکھا ان کیلئے ان کے ایمان اور اللہ کی شریعت پر استقامت کے باعث ہمیشہ ہمیشہ نعمتوں والی جنات ہیں وہاں مختلف قسم کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے ماکولات مشروبات اور ملبوسات میں اپنی خواہش کے مطابق تنوع کارفرما رہے گا مزید عورتوں اور حور عین دیگر اللہ کے انعامات، اعزازات سے ہمیشہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے انعامات میں جو عمدہ

لذیذ، آرام دہ ساز وسامان اور مسرتوں اور خوشیوں میں انہیں جو کچھ عطا ہوگا ان کی خوبصورتی کے بارے میں نہ سنا ہوگا اور ان کے حیران کن فوائد سے کبھی کسی کے دل میں خیال نے گردش نہ کی ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ جنات میں رہیں گے کبھی بھی ان سے نہیں نکلیں گے اور نہ وہ خود تبدیلی کے خواہاں ہوں گے یہ اللہ پاک کا قطعی وعدہ ہے نافذ ہو کر رہے گا اس میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا، ظاہر ہے کہ اللہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے ہیں، مزید برآں اللہ کی ذات غالب ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہے کہ وہ اللہ پاک کو وعدہ کے ایفاء سے روک سکے اس کیساتھ ساتھ اللہ کا وصف حکیم بھی ہے اس کا کوئی کام ہرگز حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا: اللہ کی ذات نے آسمانوں کو فراخی عظمت اور بلا ستونوں کے محکم پیدا کیا ہے تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ وہ بغیر کسی سہارے کے تنے ہوئے ہیں ان کا اس انداز سے قیام محض اللہ کی قدرت کے باعث ہے جس کا وصف یہ ہے کہ وہ ذات بلند ہے اور اس میں کبریائی جلوہ فرما ہے اور اسی نے زمین میں پہاڑوں کو گاڑ رکھا ہے جو اپنی جگہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں تاکہ زمین میں کسی قسم کی حرکت اور اضطرابی کیفیت رونما نہ ہو اور تمہیں اپنی پشت سے دوسری جگہ پر نہ پلٹا دے یا شدید زلزلہ کے جھٹکوں کے ساتھ تمہارے گھر زلزلہ کی زد میں نہ آ جائیں۔

امام فخر الدین رازیؒ کا قول: زمین کے ثبات کا سبب اس کا بوجھل ہونا ہے وگرنہ پانی اور ہواؤں کے زوردار ریلوں سے اس کا اپنی جگہ سے زوال ممکن تھا اور اگر اللہ تعالیٰ زمین کو ریت کی مانند پیدا کرتا تو زمین ہرگز زراعت کے لائق نہ ہوتی جیسا کہ ہم ریتلی زمینوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وہاں ریت ایک جگہ سے دسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہے بس زمین پر پہاڑوں کے گاڑنے کی حکمت یہی ہے کہ اللہ کی ذات پاک ہے بلند ہے اور اللہ نے زمین کے کناروں میں ہر قسم کے حیوانات اور چارپائے پھیلائے ہوئے ہیں جو خوراک کے کام آتے ہیں اور سواری کے کام بھی آتے ہیں جن کی شکلوں اور رنگوں کو اللہ ہی جانتا ہے جو ان کا خالق ہے اور ہم نے تمہاری اور تمہارے جانوروں کی حفاظت کیلئے بادلوں سے بارش کو اتارا ہے تو زمین میں ہم نے ہر قسم کی انگوری اور ہر طرح کی غذاؤں اور ادویات کو پیدا کیا ہے جن کے بے شمار فوائد ہیں جن کی تخلیق اور تکوین میں عجائبات کا خزانہ پوشیدہ ہے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ: مشرکین کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے یہ اللہ کی مخلوقات ہیں تم آسمان وزمین، انسان اور نباتات حیوانات دیگر اللہ کی مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہو پھر تم قدرت کے نشانات میں غور وفکر کرو اور اس کی عجیب وغریب مصنوعات کے بارے میں سوچ بچار کے بعد مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا تمہارے خداؤں نے کس کی تخلیق کی ہے جن بتوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کر رہے ہو، دراصل اس سوال میں ان کے ساتھ مزاح کرنا مقصود ہے بلکہ ان کے ان بتوں کے ساتھ مزاح ہے جن کی وہ عبادت کر رہے ہیں بعد ازاں انہیں ڈانٹ پلانے کے بعد ان پر کھلم کھلا گمراہی کو ثابت کر دیا ہے جس سے انکار ممکن نہیں، اسی لئے ان کے بارے میں نہایت واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ جو ظالم ہیں مشرک ہیں ظاہر گمراہی میں ہیں کہ اس سے زیادہ گمراہی کا تصور ہی ممکن نہیں جب کہ انہوں نے عبادت کو اس کے اصل مقام سے پھیر دیا ہے اور ان چیزوں کو اپنا معبود باور کر لیا ہے جن میں سننے، دیکھنے منفعت عطا کرنے، نقصان سے تحفظ کی قوت نہیں ہے وہ تو حیوان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں جو گفتگو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے ظاہر ہے جس شخص نے ایسے بت کو اپنا معبود بنایا جو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اور خالق کائنات اللہ پاک جو عظمتوں کے ساتھ موصوف ہے تدبیر کرنے والا ہے، اس کو چھوڑ دیا وہ تو حیوان سے بھی فروتر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ
اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ
عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ
مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ
اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ
خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ
اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي
الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ
مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ: اور بلا شبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی ہم نے کہا کہ تو اللہ کا شکریہ ادا کر اور جو شخص شکریہ ادا کرتا ہے تو وہ پس سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے شکریہ ادا کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز تعریف والا ہے (۱۲) اور یاد کریں جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اس کو وعظ کر رہا تھا اے میرے بیٹے! تو اللہ کے ساتھ شرک نہ کر بلاشبہ شرک تو بہت بڑا ظلم ہے (۱۳) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی ہے کہ اس کی والدہ اسے اٹھائے رکھتی ہے کمزوری کی حالت میں، اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے اس کو تو میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا ہے، میری جانب پھرنا ہے (۱۴) اور اگر وہ تجھے تکلیف میں ڈالیں اس پر کہ تو میرے ساتھ شریک کرے اس چیز کو جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو نے ان دونوں کی اطاعت نہیں کرنی ہے اور تو نے ان کا دنیوی زندگی میں اچھے انداز کے ساتھ ساتھ دینا ہے اور تو نے اس شخص کے راستہ کی پیروی کرنا ہے جو میری جانب رجوع کرتا ہے، بعد ازاں میری جانب تمہارا لوٹنا ہے تو میں تمہیں خبر دوں گا اس کی جو تم عمل کرتے رہے (۱۵) اے میرے بیٹے! یہ بات یقینی ہے اگر برائی رائی کے دانے کے برابر ہو گی کسی پتھر میں ہو گی یا آسمانوں میں یا زمین میں ہر حالت میں اللہ اس کو لائے گا بے شک وہ باریک بین خبر رکھنے والا ہے (۱۶) اے میرے بیٹے! نماز قائم کریں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور ناپسندیدہ کاموں سے رکیں اور جو کچھ تجھے پہنچے اس پر صبر کریں بلاشبہ یہ عظمت والے کاموں سے ہے (۱۷) اور اپنے رخسار کو لوگوں کی جانب نہ پھیریں اور زمین میں اکڑ کر نہ چلیں، بلاشبہ اللہ

دوست نہیں رکھتا ہے ہر ایسے شخص کو جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہے(۱۸) اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کریں اور اپنی آواز کو نیچا کریں بلاشبہ آوازوں میں سے بدترین آواز گدھے کی ہے(۱۹)

لقمان حکیم کا تعارف: لقمان حکیم سیاہ رنگ کا شخص تھا پیشے کے لحاظ سے ترکھان لکڑی کا کاروبار کرتا تھا پیدائش کے لحاظ سے سوڈانی تھا اسکے ہونٹ بڑے اور پھیلے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت عطا کی تھی، عقلمند ذہانت وفطانت کیساتھ موصوف تھا اس کی حکمت آموز باتیں شہرت پذیر ہیں اور زیادہ ہیں جیسا کہ اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقین کریں کہ دنیا تو گہرا سمندر ہے اس میں کثرت کیساتھ لوگ ڈوب چکے ہیں آپ خود کو ڈوبنے سے تحفظ عطا کرنے کیلئے اپنے دل میں اللہ کے ڈر کو جاگزیں رکھیں اور ایمان کی عظیم نعمت سے خود کو بہرہ ور فرمائیں سمندر میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تیراکی اختیار کریں شائد تو تیراکی کے باعث خود کو تحفظ عطا کر سکے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ شائد ہی تجھے بچاؤ حاصل ہو سکے۔

" دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار ☆ کہ پیدا نہ شد تختہء برکنار "

مزید برآں ان کی پندونصائح سے بطور نمونہ کے چند اہم قیمتی وصایا کو اپنے دلوں میں جاگزیں کریں اور زندگی میں ہر قدم پر ان کی راہ نمائی حاصل کریں، ان کے سبھی اقوال آب زر کے ساتھ تحریر کرنے کے لائق ہیں:-(۱) جس شخص کا مزاج اس کو وعظ ونصیحت کرتا ہے اگر وہ خود کو اس پر چلائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(۲) اور جو شخص خود اپنے سے لوگوں کو انصاف پہنچاتا ہے تو معاشرہ میں اللہ اس کو مزید عزت وتوقیر سے نوازتا ہے۔

(۳) اللہ کی فرمانبرداری میں تواضع اختیار کرنا نافرمانی کے بل بوتے پر عزت حاصل کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اس نے اپنے بیٹے کو پند وموعظت کا درس دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹے! تجھے اتنا نرم مزاج نہیں ہونا چاہیے کہ تجھے نگل لیا جائے اور مزاج میں اتنی شدت اور کڑواہٹ نہ ہو کہ تجھے پھینک دیا جائے، نیز انہوں نے نصیحت کی اے میرے بیٹے! جب تو کسی شخص کو اپنا بھائی بنانا چاہتا ہے تو اس سے پہلے کسی کام میں اس کو ناراض کریں اگر وہ ناراضگی کے باوجود آپ کے ساتھ انصاف کے پہلو کو مدنظر رکھتا ہے تو اس کے ساتھ رشتہء مؤاخات برقرار رکھیں وگرنہ اس سے کنارا کریں، شکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے رہنا ہے اور حق وصداقت سے ہم کنار رہنا تَصعِیرُ الخَد " رخسار کو ظاہر کرتے ہوئے جھکانا مقصود تکبر کا اظہار کرنا "۔

تناسب: جب اللہ پاک نے مشرکین کے فاسدانہ اعتقادات کا بیان کیا جب انہوں نے خالق کائنات کے ساتھ شرکاء قائم کرنے کے لحاظ سے ایسے شرکاء کو قائم کیا جو ہرگز کسی چیز کے خالق نہیں ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں تو لقمان حکیم کی وصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو حکمت اور دعوت الی اللہ کے لحاظ سے نہایت قیمتی ہیں ان کا آغاز شرک سے دور رہنے سے ہو رہا ہے جو سب گناہوں سے بڑا اور قبیح گناہ ہے اور اللہ پاک کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے۔

تشریح: اللہ کی قسم ہم نے لقمان کو حکمت سے نوازا صحیح بات پختہ رائے حق وصداقت کا اظہار سمجھ بوجھ عقل وبصیرت کے اوصاف عطا کئے تاہم وہ پیغمبر نہ تھے البتہ ان کی باتیں حکمت وموعظت کا مرقع تھیں ہم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ اللہ کا شکریہ ادا کریں کہ آپ کو انعامات عطا کئے وہ شخص اللہ کا بندہ تھا گہرے غور وفکر کا مالک تھا اس نے اللہ کو اپنا معبود باور کیا تو اللہ نے اس کو اپنا

محبوب قرار دیا اور اس پر احسان فرمایا کہ اسے حکمت سے نوازا اسے انعامات الٰہیہ پر شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے انعامات پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اس کے شکر کا ثواب اس کی ہی جانب لوٹنے والا ہے ظاہر ہے کہ اللہ پاک کی ذات کو کسی کے شکریہ ادا کرنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ناشکری کرنے سے اس کو کچھ نقصان پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد واضح کیا ہے کہ جو شخص اللہ کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہے وہ خود کو نقصان پہنچاتا ہے وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات بندوں سے بے پرواہ ہے وہ ذات بہر حال لائق حمد وستائش ہے، علامہ رازیؒ کا قول ہے آپ یقین رکھیں کہ اللہ پاک کسی کے شکریہ کا محتاج نہیں ہے کہ اسے ناشکری کی صورت میں نقصان پہنچے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات تو اپنی ذات کے لحاظ سے قابل حمد وستائش ہے خواہ لوگ اس کا شکریہ ادا کریں یا نہ کریں۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ: اب لقمان کی کچھ پند ونصائح کا تذکرہ ہو رہا ہے جن سے انہوں نے اپنے بیٹے کو شاد کام فرمایا، اولاً شرک سے خوفزدہ کیا ہے جس میں انتہاء درجہ کی قباحت اور شناعت موجود ہے جب انہوں نے اپنے بیٹے کو خیر خواہانہ جذبے کے ساتھ آگاہ کیا اے میرے بیٹے! عقل وشعور کو ہمیشہ بیدار رکھو اور ہرگز اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا کسی انسان، کسی بت کو اس کا لڑکا نہ بنانا، اس لئے کہ شرک تو بہت زیادہ قبیح گناہ ہے حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خالق اور مخلوق میں اور اللہ کی ذات اور بت میں برابری کرتا ہے وہ سبھی لوگوں سے زیادہ احمق ہے اور عقل وحکمت سے خالی ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کو ظالم کہا جائے بلکہ اس کا شمار چار پایوں سے کیا جائے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ: ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کے ساتھ پیش آئے بالخصوص والدہ کا زیادہ خیال رکھے جب کہ اس کی والدہ اس کے ساتھ حاملہ ہوئی جب کہ وہ اپنی والدہ کے رحم میں تھا اور وہ حمل کے وقت سے لے کر ولادت کے وقت تک برابر نشو ونما پاتا رہا ظاہر ہے کہ جیسے جیسے حمل پر وقت گزرتا جاتا ہے وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کے باعث بوجھ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور کمزوری کا گراف بھی اونچا ہوتا جاتا ہے اور دو سال مکمل ہونے پر اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے اور ہم اس کی جانب القاء کرتے ہیں کہ تجھے ایمان اور احسان کی نعمت پر اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور تربیت کی نعمت پر اپنے والدین کا مشکور ہونا چاہیے، بالآخر میری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے میں نیکوکار شخص کو اس کی نیکیوں کے باعث اچھا بدلہ عطا کروں گا اور بدکردار شخص کو اس کی بدکرداری کے باعث سزا دوں گا، ذہن نشین فرمائیں ابن جزی کا قول ہے کہ اللہ پاک کا کلام اَنِ اشْکُرْ کہ تو شکریہ ادا کرے، یہ وصیت کی وضاحت ہے اور اس کے اور اس کی تفسیر کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ: اس سے مقصود اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ والدہ اپنے بچے کے سبب جس مشقت سے دوچار ہوتی ہے اس کے باعث اس کے حق میں اضافہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ والدہ کا حق والد کے حق سے بہت بڑا ہوتا ہے لیکن اگر والدین اپنی کوشش اس پر صرف کریں تا کہ تجھے کفر اور شرک پر مجبور کریں تو پھر تو نے ان دونوں کی ہرگز اطاعت نہیں کرنی ہے اس لئے کہ خالق کائنات کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کرنا ہرگز جائز نہیں اور دنیوی زندگی میں اپنے والدین کے ساتھ احسان کریں اور اطاعت کریں اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں، ظاہر ہے کہ ان دونوں کا اللہ کی ذات کے ساتھ کفر کرنا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ والدہ کی وہ تھکاوٹیں بالکل ضائع چلی جائیں جن کو انہوں نے اولاد کی تربیت و پرورش میں برداشت کیا تھا اور ہرگز

ان کے احسان اور مروت کا انکار نہ کیا جائے اور ان لوگوں کے راہ پر چلتے رہیں جو توحید، اطاعت اور اعمال صالحہ کے ساتھ اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں، بعدازاں تمام مخلوق نے اللہ کی جانب لوٹنا ہے تو اللہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا اور لقمان کی وصیتوں کے ضمن میں والدین کے بارے میں وصیت کا تذکرہ اس حکم کی تاکید مقصود ہے جس کا پہلی آیت میں تذکرہ ہے کہ شرک کا معاملہ قبیح ترین ہے اس لئے کہ شرک تو بہت بڑا ظلم ہے پس گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی ہے کہ ان کے ساتھ احسان کرے جھکاؤ رکھے اور ہم نے اس پر لازم کر دیا ہے کہ وہ ان دونوں کی اطاعت کرے اس وجہ سے کہ ان دونوں کا اس پر بہت بڑا حق ہے لیکن اس کے باوجود شرک اور نافرمانی کے کاموں میں ان کی ہرگز اطاعت نہ کرے اس لئے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس کا قباحت اور شناعت میں آخری درجہ ہے۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ: یہاں سے کلام پھر لقمان کی وصایا کی جانب پھر آیا ہے اے میرے لڑکے غلطی اور گناہ جیسا بھی ہو چھوٹا ہو یا بڑا یہاں تک کہ اگر وہ رائی کے دانے کے برابر کیوں نہ ہو اور نہایت پوشیدہ مقام میں ہو جو نہایت محفوظ ہے سخت پتھر کے اندر ہو یا آسمان یا زمین میں بلند جگہ پر ہو، اللہ پاک اس کو حاضر کریں گے اور محفوظ کریں گے اس کو لا کھڑا کریں گے اور محاسبہ کریں گے، تمثیل سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر اس کے بندوں کے اعمال سے کوئی عمل ہرگز پوشیدہ نہیں ہے، بلاشبہ اللہ پاک بندوں کے ساتھ مہربان ہے خبر رکھتا ہے تمام پوشیدہ معاملات کا علم رکھتا ہے، اے میرے بیٹے! نمازوں کی ادائیگی پر محافظت کریں ان کے اوقات میں خشوع کے ساتھ ادائیگی کریں اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور مصائب اور مشکلات پر صبر کریں اس لئے کہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والا تکالیف و محن کا نشانہ بنتا ہے، ابوحیان کا قول ہے جب اللہ تعالیٰ نے اولاً شرک سے منع کیا ثانیاً اپنے علم اور اپنی عظیم قدرت کے بارے میں مطلع کیا اس کے بعد حکم دیا کہ فرمانبرداری کے کاموں تک پہنچنے کے وسائل کیا ہیں ان کاموں میں سے سب سے اشرف کام کا ذکر کیا وہ نمازوں کی ادائیگی ہے اس کے بعد امر بالمعرف و نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے پھر امر بالمعروف کے میدان میں جن مشکلات سے دوچار ہونا ہے ان پر صبر کرنا ہے اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والے شخص کو تکالیف میں مبتلا کیا جاتا ہے، بلاشبہ عزیمت کے جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اکثر و بیشتر انہیں مصائب و محن سے گزرنا پڑتا ہے اور انہیں تکالیف میں مبتلا رکھا جاتا ہے چنانچہ مصائب و محن پر صبر کرنا فی الحقیقت ایمان کا کرشمہ ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں مشکلات پر صبر کرنا ضروری ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ: لوگوں پر کبر و رعونت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے اپنے چہرے کو دوسری جانب نہ پھریں خود کو اونچا قرار دیتے ہوئے اور لوگوں کو حقیر باور کرتے ہوئے ہرگز ان سے روگردانی نہ کریں اور زمین پر اکڑ کر نہ چلیں تکبر کا اظہار نہ کریں، بلاشبہ اللہ اس شخص کو اچھا نہیں سمجھتا ہے جس میں کبر و رعونت کا شاخسانہ ہے، تو جب مذموم انداز سے روکا تو اچھے انداز کا حکم دیا کہ اپنی چال میں میانہ روی اختیار کریں اور اپنی آواز کو نیچی رکھیں اس لئے کہ بلند آواز کے ساتھ گفتگو کرنا قباحت سے خالی نہیں ہے، عقل مند شخص کے لئے مناسب نہیں ہے بلاشبہ خوفناک آواز تو گدھے کی آواز ہے جو شخص بلند آواز کے ساتھ بات کرتا ہے وہ گدھے کے مماثل ہے، قتادہ کا قول ہے سبھی آوازوں سے زیادہ قبیح آواز گدھے کی ہے آغاز میں اس کی آواز کا نام زفیر ہے اور انتہا میں اس کا نام شهيق ہے۔(صفوة التفاسير القسم الحادی عشر ص ۲۸)

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے مطیع کر دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہر اور پوشیدہ نعمتوں کو اتارا ہے اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں علم اور ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں (۲۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کی تابعداری کرو جس کو اللہ نے اتارا ہے وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی تابعداری کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپوں کو پایا کیا اگر شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی جانب بلاتا ہے تو وہ اس کی پیروی کریں گے؟ (۲۱) اور جو شخص اپنے چہرے کو اللہ کی جانب متوجہ کرتا ہے اور وہ اچھے کام کرنیوالا ہے تو اس نے مضبوط کڑے کیساتھ پنجہ مارا اور اللہ ہی کی جانب تمام معاملات کا لوٹنا ہے (۲۲) اور جو شخص کافر ہو جائے تو آپ کو اس کا کفر غمگین نہ کرے ہماری جانب ان کا لوٹنا ہے تو ہم انہیں خبر دیں گے جو انہوں نے اعمال کئے بلاشبہ اللہ کو سینوں کی باتوں کا علم ہے (۲۳) ہم انہیں معمولی فائدہ دیں گے پھر ہم انہیں سخت عذاب کی جانب مجبور کریں گے (۲۴) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے آپ کہیں سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان سے زیادہ لوگ نہیں جانتے ہیں (۲۵) اللہ کیلئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بلاشبہ اللہ ہی وہ بے پرواہ تعریف والا ہے (۲۶)

مفردات کی وضاحت: اَسْبَغَ مکمل کیا، اِسْتَمْسَکَ پنجہ مارا۔

بلاغت: (۱) ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ﴾ اس میں مجاز مرسل ہے جب کہ جز (چہرہ) سے مقصود مکمل انسان ہے۔

(۲) ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ میں اس شخص کو تشبیہ دی ہے جو اسلام کیساتھ پنجہ لگاتا ہے اس شخص کیساتھ جو اونچے پہاڑ کی جانب چڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مضبوط رسی کو پکڑ لیتا ہے جبکہ حرف تشبیہ کو مبالغہ کے معنیٰ کے پیش نظر حذف کیا گیا ہے۔

تناسب: جب اللہ تعالیٰ نے شرک کے بارے میں خوفزدہ کیا اور شرک سے بچاؤ کیلئے لقمان حکیم کی وصیتوں کیساتھ اس کو پختہ کیا اس کے بعد ان دلائل کا تذکرہ ہے جو اللہ کی وحدانیت پر قطعی ہیں اور اللہ کی صنعت گری کے ساتھ اللہ کو صانع ثابت کیا اسکے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں ہیں آسمانوں کی تسخیر ان میں سورج، چاند، ستاروں، بادلوں کی تسخیر ہے، نیز زمین کو مسخر کیا اور زمین میں حیوانات انگوریاں سبزہ جات، لوہے، کوئلے، سونا، چاندی کی کانیں علاوہ ازیں ایسے دلائل جو اللہ کی وحدانیت پر گواہی دے رہے ہیں۔

تشریح: اے لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے تمہارے لئے ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مسخر کر دیا ہے، ان میں سورج چاند بھی ہے اور ستارے بھی ہیں تا کہ تم ان سے فوائد حاصل کرو اور زمین میں پہاڑوں، درختوں، نہروں اور پھلوں وغیرہ کو تمہاری ضرورتوں کے لئے مہیا فرمایا ہے ان کے علاوہ ان گنت اللہ کے انعامات سایہ افگن ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے ظاہری نعمتوں سے مقصود قوت سماع، بصارت، تندرستی اور اسلام کی دولت ہے جب کہ باطنی نعمتوں سے مقصود دل، عقل، سمجھ بوجھ اور معرفت وغیرہ ہے اسی طرح وہ انعامات جو محسوس ہیں اور وہ انعامات جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ: لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو انکار کی زد میں ہیں اللہ کی وحدانیت اور اوصاف میں علم کی روشنی کے بغیر جھگڑتے ہیں نہ صرف یہ کہ وہ فہم سے کورے ہیں بلکہ ان کے پاس دلیل بھی نہیں ہے کچھ فہم وبصیرت نہیں ہے اور نہ ہی ان کے سامنے کوئی منزل من اللہ کتاب ہے، علامہ قرطبیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئی وہ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا اس نے کہا اے محمد! آپ مجھے اپنے پروردگار کے بارے میں بتائیں! کہ وہ کس چیز سے ہے؟

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ: اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے جو باطل کی جانب سے جھگڑا کرتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری کرو جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر پر اتارا ہے اور اس کی تصدیق کرو اس لئے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں ہم تو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر چلیں گے اور بتوں کی عبادت میں ان کی پیروی کریں گے اس کے جواب میں استفہام انکاری ہے جس میں ڈانٹ کا پہلو کارفرما ہے کیا وہ ان کی پیروی کریں گے اگرچہ وہ گمراہ کیوں نہ ہوں اور اگر شیطان ان کو مشتعل آگ کی جانب دعوت دیتا ہے جس میں سخت عذاب موجود ہے تو ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ: اور جو شخص خود کو اللہ کی اطاعت پر چلاتا ہے اور اس کے احکامات پر گامزن رہتا ہے اس کی نیت اور عبادت میں اخلاص کارفرما ہے جب کہ وہ توحید کی شاہراہ پر گامزن ہے تو اس نے مضبوط رسی کیساتھ تمسک اختیار کیا کہ اسکے لئے ٹوٹنا نہیں ہے، علامہ کشاف نے اس کو تمثیل کے باب میں شمار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس شخص کی تمثیل اس متوکل انسان کی مانند ہے جو خود کو بلند پہاڑ سے نیچے گراتا ہے جبکہ اس نے خود کو تحفظ عطا کرنے کیلئے مضبوط لوہے کے کڑے کو پکڑ رکھا ہے تا کہ وہ گرنے سے محفوظ رہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں سب سے مضبوط سہارا اللہ کا سہارا ہے اسکے علاوہ سبھی سہارے ختم ہونے والے ہیں جبکہ اللہ کا سہارا ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اس کیلئے انقطاع نہیں ہے ایک اللہ کی جانب سبھی معاملات کا لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کو اچھا بدلہ عطا کرے گا اور جو شخص کفر اختیار کرتا ہے تو اے اللہ کے پیغمبر! آپ کو اس کا کفر غم میں مبتلا نہ کرے اور گمراہ شخص کی گمراہی بھی آپ کو پریشان نہ کرے آپ ہرگز انکے بارے میں افسوس نہ کریں، بلاشبہ ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے خواہ جلد بدلہ لیں یا تاخیر ہو جائے تاہم بدلہ لیا جائیگا ہماری جانب ان کا لوٹنا ہے ہم ان کو خبر دیں گے انکے ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے، بلاشبہ اللہ کو علم ہے جو انکے

دلوں میں ہے مکروفریب ہے، کفر ہے، جھٹلانا ہے، اللہ انہیں انکے اعمال کے مطابق بدلہ دیگا ہم انہیں دنیا میں کچھ عرصہ زندہ رکھیں گے وہ فوائد حاصل کریں گے پھر انہیں آخرت میں سخت عذاب کی جانب مجبور کریں گے جو گھبراہٹ ناک ہوگا طبیعت پر دشوار گزار ہوگا۔

اس کے بعد جب ان کے عذاب میں گرفتار ہونے پر ان کے استحقاق کا بیان ہوا تو دنیوی زندگی میں ان کے تناقض کو واضح کیا جب انہوں نے اعتراف کیا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اس کے باوجود وہ اللہ کے شرکاء کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن ان شرکاء کو وہ اللہ کے ملک اور تصرف میں قرار دیتے ہیں اور انہیں اللہ کی مخلوق سمجھتے ہیں چنانچہ اللہ پاک نے محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محمد! (ﷺ) اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے؟ تو وہ کھلے لفظوں میں پکار اٹھیں گے کہ ان کا خالق تو اللہ ہے وہ مجبور ہو کر اس کا اقرار کریں گے، اے محمد! (ﷺ) آپ ان پر واضح کریں ہر طرح کی تعریف اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے جس نے تم پر دلیل کو واضح کیا ہے، مزید برآں ایمان کے دلائل تو آنکھوں کے سامنے ہیں ان میں ہرگز شک کا امکان نہیں ہے جب کہ مشرکین میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو غور وفکر نہیں کرتے ہیں اسی لئے انہیں معلوم نہیں ہے اللہ کی ملک میں تمام کائنات ہے ان کا خالق اللہ ہے ان کا مدبر بھی اللہ ہے، یقیناً اللہ پاک اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے پرواہ ہے اپنے صانع ہونے کے لحاظ سے وہ اس لائق ہے کہ اس کی حمد وثنا کی جائے۔

وَلَوْاَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ
كَلِمٰتُ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾ ع اَلَمْ
تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ
اِلَی الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا
رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔاؕ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ
عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ
وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ: اور اگر وہ سبھی چیزیں جو زمین میں درختوں سے ہیں وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور سمندر میں اس کے بعد سات سمندروں کا اضافہ ہو جائے تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے بلاشبہ اللہ غالب حکمت

والا ہے(۲۷) نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا اور نہیں ہے تمہارا اٹھانا مگر ایک فرد کے پیدا کرنے اور اٹھانے کی مانند ہے بلاشبہ اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے(۲۸) کیا اس نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مطیع کیا ہوا ہے ہر ایک مقرر مدت تک چلتا رہے گا اور کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ اللہ خبر رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو(۲۹) یہ سب کام اس وجہ سے ہیں کہ اللہ ہی وہ حق ہے اور اس کے علاوہ جس کو وہ پکارتے ہیں باطل ہے اور اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی وہی بلند بڑے مرتبے والا ہے(۳۰) کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ کشتیاں سمندر میں اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ چلتی ہیں تاکہ تمہیں اپنی بعض نشانیاں دکھائے بلاشبہ اس میں علامتیں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو صبر کرنے والا شکر گزار ہے(۳۱) اور جب انہیں ٹھاٹھ ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں اخلاص کیساتھ عبادت کرنے والے ہوتے ہیں پس جب ان کو خشکی کی جانب نجات عطا کرتا ہے تو ان میں سے کچھ میانہ روی اختیار کرنے والے ہوتے ہیں اور ہماری علامات کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر وہ شخص جو عہد شکنی کرنے والا ہے شکریہ ادا کرنے والا نہیں ہے(۳۲) اے لوگو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی باپ اپنے بیٹے سے اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے کچھ کفایت کرنے والا ہوگا بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے پس تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ تم کو اللہ کے بارے میں شیطان دھوکے میں ڈالے(۳۳) بلاشبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو حاملہ عورتوں کے رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کریگا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں فوت ہوگا بلاشبہ اللہ جانتا ہے خبردار ہے(۳۴)

مفردات کی وضاحت: یُوْلِجُ داخل کرتا ہے، مقصود رات کو دن کی جانب جھکانا ہے اور اس کا الٹ بھی ہوتا ہے اسی عمل سے رات دن کے لمحات میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، الظُّلَلُ کا واحد ظِلَّۃٌ ہے بادل سایہ کرنے والا، مُقْتَصِدٌ وہ شخص جو صراط مستقیم پر رواں دواں رہتا ہے، خَتَّارٌ سخت دھوکے باز اس کا مادہ (خ ت ر) ہے۔

تشریح: اگر زمین کی سطح پر موجود سبھی درختوں کو کاٹ کر ان کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندر کو مزید پھیلاتے ہوئے سات سمندروں کی شکل دے دی جائے تو ان قلموں کے ساتھ اللہ کی مدح و توصیف کے کلمات کو تحریر کیا جائے جن سے اللہ کی عظمت اس کے اوصاف اس کا جلال مترشح ہوتا ہے تو قلمیں ختم ہو جائیں گی سمندر فنا ہو جائیں گے جب کہ اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے ظاہر ہے کہ درخت بھی بالآخر ختم ہو کر رہ جائیں گے اور سیاہی کے سمندر بھی ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ کے کلمات تو لامحدود ہیں ان کے لئے انتہا نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ کا قول: جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس نے ان کے لئے آسمانوں اور زمین کو بھی چیزوں کو مسخر کر دیا ہے اور ان کو اپنی نعمتوں سے ڈھانپ رکھا ہے تو اس حقیقت پر خبردار کیا ہے کہ اگر سبھی موجود درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سمندروں کو سیاہی بنا دیا جائے ان کے ساتھ اللہ کی مصنوعات کے عجائبات کو تحریر کیا جائے جو اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت

کرتے ہیں تو عجائبات کا سلسلہ ختم نہ ہو گا۔

علامہ ابن جوزیؒ کا قول: انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ کلام میں حذف ہے اصل کلام اس طرح ہے کہ ان قلموں اور ان سمندروں کے ساتھ اللہ کے کلمات کو تحریر کیا جائے تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی اور سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا لیکن اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے اس لئے کہ وہ غیر متناہی ہیں، بلاشبہ اللہ کی ذات غالب ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ ذات حکمت کے ساتھ موصوف ہے اس کا کوئی حکم اس کی حکمت اور اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ: اے لوگو! تمہاری ابتدائی تخلیق اور موت کے بعد بالآخر تمہارا اٹھایا جانا یہ تو اللہ کے نزدیک ایک فرد کے پیدا کرنے اور اس کے اٹھائے جانے جیسا ہے ظاہر ہے کہ جب اللہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ (کلمہ کن) کے کہنے پر وجود پذیر ہو جاتا ہے۔

علامہ صاوی کا قول: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، ظاہر ہے کہ عالم کائنات کی تخلیق اور سبھی کو موت کے بعد اٹھانا یوں ہے جیسے ایک چیز کی تخلیق اور اس کی موت کے بعد اس کو اٹھانا ہے بلاشبہ اللہ لوگوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کے کاموں پر اس کی نظر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ: اے مخاطب شخص تجھے معلوم ہونا چاہیے جب کہ تو ایک کام کا اپنی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کر رہا ہے کہ اللہ کی ذات تو عظمت اور جلال کے ساتھ موصوف ہے وہ رات کے اندھیرے کو دن کی روشنی میں داخل کر دیتا ہے اسی طرح دن کی روشنی کو رات کے اندھیرے میں داخل کر دیتا ہے اس سے ایک نظام میں حکمت ازلیہ کے لحاظ سے زیادتی جب کہ دوسرے نظام میں کمی آتی ہے اسی طرح سورج اللہ کی بہت بڑی مخلوق ہے چنانچہ سورج کا طلوع اور اس کا غروب اللہ کے نپے تلے نظام کے مطابق متعین وقت پر ہوتا رہتا ہے ایک لمحہ کا فرق رونما نہیں ہوتا ہے اس نظام کی بنیاد پر فوائد کا حصول اور ان میں کمی بیشی کا ظہور ہوتا رہتا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے دائرے میں قیامت تک کے لئے رواں دواں رہے گا نیز آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سبھی اعمال اور کیفیات کا علم ہے اس ذات پر ہرگز کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تم جن مصنوعات کا مشاہدہ کر رہے ہو ان میں اللہ کی تعجب انگیز صنعت گری کارفرما ہے اور اس کی غالب قدرت کا یہ ایک نشان ہے تا کہ تمہارے دل و دماغ میں یہ حقیقت جاگزیں ہو جائے کہ اللہ کی صنعت گری حیران کن ہے اور اس کی قدرت بے مثال ہے اس سے تمہارے ذہن میں یہ پختگی کارفرما ہے کہ اللہ کی ذات ہی معبود برحق ہے اور اسی ایک کی ہی عبادت کی جائے اور اللہ کی ذات کے علاوہ تمام بت معبود وغیرہ باطل ہیں ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے لبید شاعر کا ایک شعر اس حقیقت کو کس قدر اجاگر کر رہا ہے اور اللہ کی وحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے کس قدر پر مغز ہے ملاحظہ فرمائیں ؎

اَلَا كُلُّ شَىْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ　　　وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلُ

''اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز باطل ہے اور سبھی انعامات ایک نہ ایک دن ختم ہونے والے ہیں'' پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام مخلوق اس کی غلام ہے ان میں سے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر ایک ذرہ کے برابر حرکت کرنے کا مجاز نہیں ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کی ذات اوصاف کے لحاظ سے بلند ہے اور ذات کے لحاظ سے اس میں کبریائی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ: ایک دوسری نعمت کا بیان ہے کہ ہر عقلمند شخص مشاہدہ کر رہا ہے کہ سمندروں میں کشتیاں اللہ کی قدرت کے ساتھ رواں دواں رہتی ہیں، دراصل ان کی تسخیر میں لوگوں پر مہربانی کرنا ہے اور احسان کرنا ہے تاکہ زندگی گزارنے کے اسباب کو مہیا کیا جا سکے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہے ہیں کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس میں اللہ کے حکم کے ساتھ کشتیاں رواں دواں رہیں، ظاہر ہے کہ کشتیوں کی روانی کا سلسلہ برقرار نہیں رہ سکتا تھا اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی صنعت گری کے عجائبات کا مشاہدہ کرانا چاہتا ہے اور اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل سے شاد کام کرنا چاہتا ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کشتیوں کو تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ کشتیوں پر غلہ اور دیگر تجارتی سامان لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا جائے ان میں ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے جو اللہ کی جانب رجوع کرنے والے ہیں مصائب میں صبر کرنے والے ہیں اور خوشحالی میں شکریہ ادا کرنے والے ہیں۔

وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ: جب مشرکین سمندر کے سفر میں ہوتے ہیں اور انہیں سمندر کی موجوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوتا ہے اور موجیں بھی پہاڑوں کی مانند ہوتی ہیں تو وہ اللہ کو خلوص کے ساتھ پکارتے ہیں جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں ہے تو نجات کے لئے خالص اللہ کو پکارتے ہیں تو جب اللہ ان کو سمندر کی ہلاکتوں سے نجات عطا کر دیتا ہے اور انہیں سمندر کے کنارے پہنچا دیتا ہے جہاں خشکی کارفرما ہوتی ہے۔

فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ: یہاں کچھ الفاظ محذوف ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ عمل کے لحاظ سے میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں جن کو اس مقام میں ظالم قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: دراصل کلام کا یہ اسلوب اس شخص کے بارے میں انکار کرنا ہے جو زبردست خوفناکیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سمندر میں اللہ کی فائق حیران کن علامات کا مشاہدہ کرتے ہیں، مزید برآں اللہ انہیں سمندر کے خطرناک سفر میں نجات عطا کرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں نجات عطا کی ہے اور سمندر کے سفر میں محفوظ رہے تو وہ عملی زندگی میں نکھار پیدا کرتے اعمال صالحہ کی ادائیگی میں جلدی کرتے اور عبادات کے سلسلہ کو مسلسل قائم رکھتے اور ہماری ان آیات کا صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو انعامات الٰہیہ کی ناشکری میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو مامورات پر عمل پیرا رہو اور منہیات سے دور رہو اور اس دن سے خوفزدہ رہو جس دن والد اپنے لڑکوں کو کچھ فائدہ عطا نہ کر سکے گا اور نہ کسی تکلیف کو دور کر سکے گا اور نہ لڑکا اپنے والد کو فائدہ دے سکے گا۔

علامہ طبریؒ کا قول: وہاں سفارشیں اور وسائل فائدہ نہ دے سکیں گے صرف اعمال صالحہ نجات کا وسیلہ ہوں گے بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے جزا و سزا کا عمل جاری رہے گا اس لئے تمہیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی تمہیں شیطان دھوکے میں ڈالے جو انسانوں کو برانگیختہ کرتا ہے اور انہیں باطل آرزؤں سے ہم کنار کرتا ہے اور آخرت سے غافل کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے غیب کے خزانوں کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے اور وہ پانچ ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا، بارش کا نزول کب اور کس لمحہ میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ عورتوں کے رحم میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی ہے نیک بخت ہے یا بد بخت ہے اور کسی کو علم نہیں کہ کل کیا ہوگا اور اچھا کام وقوع پذیر ہوگا یا برا کام سرزد ہوگا ان سب کاموں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور وہی ذات چیزوں کے ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے۔[1]

مقدمہ سورت سجدہ

سورۃ سجدہ کے مشمولات کا مختصر جائزہ: اس سورت کا شمار مکی سورتوں سے ہوتا ہے اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اسلامی عقائد کو زیر بحث لایا گیا ہے مثال کے طور پر ایمان باللہ، آخرت کے دن پر ایمان لانا، منزل من اللہ کتابوں پر ایمان رکھنا نیز پیغمبروں پر ایمان لانا۔

جزا سزا کا مسئلہ: ذہن نشین کریں کہ مکی سورتوں کا مرکزی موضوع مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا عقیدہ ہے یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر اکثر و بیشتر مشرکین کے ساتھ اختلاف رہا اور دلائل کے ساتھ اس کا اثبات کیا گیا جب کہ مشرکین نے اس مسئلہ کو اللہ کے پیغمبر کی تکذیب کا ذریعہ بنایا، اس سورت کے آغاز میں قرآن پاک کے بارے میں شکوک وشبہات کا رد کیا گیا ہے اور قرآن پاک کو اللہ کے پیغمبر کا عظیم معجزہ قرار دیا گیا ہے جس کے محتویات کے ارد گرد شبہات اور باطل باتوں کا ہرگز گزر نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک کا اعجاز واضح ہے اور اس کی آیات روشن ہیں اور اس کے بیان میں حقائق کی جلوہ گری ہے اور اس کے احکام میں برتری ہے اور یہ کس قدر دیدہ دلیری کا نشان ہے کہ مشرکین نے اللہ کے پیغمبر پر افتراء باندھا کہ اس نے قرآن کو جھوٹ بنالیا ہے تو اس سورت نے ان کے اس بہتان اور دیدہ دلیری کو حیرت انگیز دلائل کے ساتھ ملیامیٹ کر کے رکھ دیا ہے۔

مزید برآں اس سورت میں اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل کو نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا گیا ہے، مزید برآں علوی اور سفلی کائنات میں اللہ کی قدرت کے آثار قرآن پاک کے نہایت انوکھے اسلوب میں قارئین کی توجہ کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے بیان کردہ حیران کن دلائل اس حقیقت سے ہم کنار کر رہے ہیں کہ اللہ کی کائنات میں عجیب انداز کی جلوہ گری ہے جس کی مثال ہرگز ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے گی جب کہ سورت کے اختتام پر محاسبہ کے دن کا بیان ہے نیز اس کی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایماندار پرہیزگاروں کے لئے ہمیشہ کی جنتوں میں کون سے انعامات سے نوازا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں اور مجرموں اور باغیوں کے لئے دوزخ میں کس عبرتناک عذاب کو تیار کر رکھا ہے، سورت کا نام سورہ سجدہ ہے اس کا سبب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں جب نیکوکار ایمان والوں کا تذکرہ کیا تو ان کا یہ وصف بھی بیان کیا ہے کہ وہ جب قرآن عظیم کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو فوراً سجدہ کی حالت میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تسبیح وتقدیس میں محو رہتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری ح ۴۷۷۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۲، مسند احمد ۳۱۸/۱، المراغی ۳۲۱/۷

اٰيَاتُهَا: ٣٠ ٣٢ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ٧٥ رُكُوْعَاتُهَا: ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ
وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ
يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٥﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ
﴿٦﴾ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ
سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْئِدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾

ترجمہ: الم (١) قرآن کو اتارنا ہے اس میں کچھ شک نہیں جہانوں کے پروردگار کی جانب سے ہے (٢) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو جھوٹ بنالیا ہے بلکہ وہ تو تیرے پروردگار کی جانب سے سچا ہے تا کہ تو ایسی قوم کو ڈرائے کہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ ہدایت یافتہ ہوں (٣) اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر مستوی ہوا تمہارے لئے اس کے سوا کوئی دوست اور سفارش کرنے والا نہیں ہے کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو (٤) وہ کام کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین کی جانب نیچے لاتا ہے پھر وہ کام اللہ کی جانب بلند ہوتا ہے ایسے دن میں جس کا اندازہ ہزار سال کا ہے اس سے جو تم شمار کرتے ہو (٦) یہ اس ذات کا وصف ہے جو پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھتا ہے غالب مہربان ہے (٧) جس نے ہر چیز کو بہت اچھے انداز کے ساتھ بنایا کہ اس کو پیدا کیا اور انسان کی تخلیق کو از سر نو مٹی سے کیا (٨) پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر اس کے جسم کو برابر کیا اور اس میں اپنی روح کو پھونکا اور تمہارے لئے کان اور آنکھوں اور دلوں کو پیدا کیا تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو (٩)

مفردات کی وضاحت: اِفْتَرٰهُ اس نے قرآن کو اپنی جانب سے بنایا ہے، اَلتَّدْبِيْرُ کاموں کا خیال رکھنا، سُلٰلَةٍ خلاصہ، مَهِيْنٌ

کمزور، سَوّٰاهُ اعضاء کو درست کیا اور اس کی تکمیل کی۔

بلاغت: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں تو دن سے مقصود ہزار سال کی مدت ہے جب کہ سورۃ المعارج میں دن سے مقصود پچاس ہزار سال کی مدت ہے، دونوں سے مقصود قیامت کا دن ہے ایک ہزار سال کی مدت دنیوی حساب کے لحاظ سے ہے اور پچاس ہزار سال کی مدت اللہ کے سوا کے لئے ہے جب وہ حساب کرے گا یا ایمان والوں کے حق میں اس کی مدت ہزار سال ہے جب کہ عوام کے حق میں پچاس ہزار سال ہے۔[1]

تشریح: الم کا شمار حروف مقطعات سے ہے سورۂ بقرۃ میں اس کے بارے میں بحث گزر چکی ہے، بہرحال قرآن پاک کے اعجاز پر خبردار کرنا ہے، اے محمد! (ﷺ) جس کتاب کی آپ کی جانب وحی کی جارہی ہے وہ قرآن مجید ہے اس کے اللہ کی جانب سے نازل ہونے کے بارے میں ہرگز شک نہیں ہے دونوں جہانوں کے پروردگار کی جانب سے اس کو اتارا گیا ہے کیا مشرکین کہتے ہیں کہ محمد نے تو قرآن کو اپنی جانب سے بنالیا ہے جب کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کررہے ہیں بلکہ یہ تو حقیقت ہے کہ قران پاک کا نزول آپ کے پروردگار کی جانب سے ہے قرآن پاک سچا کلام ہے۔

علامہ بیضاوی کا قول: اولاً قرآن پاک کے اعجاز کی جانب اشارہ کیا ہے بعدازاں اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ اس کو دونوں جہانوں کے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا ہے اور اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے بعدازاں اس سے روگردانی کرتے ہوئے اس کے بارے میں لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا انکار کیا گیا ہے بلکہ اس پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے اس کے بعد واضح کیا ہے کہ اس کے نازل کرنے سے مقصود کیا ہے اس کو آپ کی جانب اس لئے اتارا گیا ہے تا کہ آپ اس کے مندرجات کے ساتھ ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کریں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا، مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ اس سے مقصود وہ دور ہے جو عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان کا ہے جب کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیغمبر آتے رہے جیسا کہ ابراہیم، ہود اور صالح علیہم السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن جب وقت زیادہ ہوتا چلا گیا اور پیغمبر کے تشریف لانے کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب محمد ﷺ کو بھیجا تا کہ آپ انہیں اللہ کے عذاب سے خوف زدہ کریں اور ان پر دلیل قائم ہوجائے اور وہ حق وصداقت کی جانب رجوع کریں اور اللہ کی ذات پر ایمان لائیں جس کا وصف غالب اور تعریف والا ہے پھر توحید کے دلائل کو بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان ہیں انہیں چھ دنوں کی مدت میں پیدا کیا آسمانوں کو بلند کیا اور محکم بنایا اور زمین میں عجائبات کو پیدا فرمایا جن کا قبل ازیں کوئی نمونہ نہ تھا نہ صرف ان دونوں کو بلکہ ان دونوں کے درمیان مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا، حسن بصریؒ فرماتے ہیں چھ دنوں سے مقصود دنیوی چھ دن ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آنکھ جھپکنے کے وقت کے برابر میں پیدا کرسکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اپنے بندوں کو سبھی معاملات میں دیری کرنے اور سوچ بچار کا سبق دیا۔

علامہ قرطبی کا قول: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی کمال قدرت سے آگاہ کرنا چاہا ہے تا کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت سنیں اور غور وفکر کریں اور ان کی تخلیق بلا کسی نمونہ کے ہے اور خلق سے مقصود کسی چیز کے نہ ہونے کے بعد اس کو وجود عطا کرنا اور اسے بلا نمونہ ایجاد

[1] فتح الرحمن ص ۴۵۱

کرنا اسکے بعد اللہ پاک عرش پر مستوی ہوا جبکہ استواء معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے، استواء کی تشبیہ اور تمثیل ممکن نہیں ہے اللہ ہی کی ذات کو اس کا علم ہے اس کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اے لوگو! تمہارا اللہ کی ذات کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے جو تمہیں عذاب الٰہی سے تحفظ عطا کر سکے اور کوئی سفارش کر سکے بلکہ اللہ ہی کی ذات تمہاری سبھی مصلحتوں کی متولی ہے اور تمہارے سبھی معاملات کی تدبیر کرنے والی ہے تمہیں غور وفکر اور تدبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ کی ذات پر ایمان لانا چاہیے۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ: وہ عالم علوی، سفلی کی سبھی مخلوق کے معاملات کا مدبر ہے کسی کو اپنی تدبیر سے باہر نکالتا ہے اور تقدیر کو آسمان کی جانب سے زمین کی جانب بھیجتا ہے اور سبھی فیصلوں کو اتارتا ہے، بعدازاں قیامت کے دن سبھی معاملات کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تاکہ ان کا فیصلہ کیا جائے جب کہ فیصلہ کے دن کی مدت تمہارے ہزار سال کی مدت کے برابر ہے اس دن کی یہ لمبائی قیامت کی خوفناکیوں اور لرزہ خیزیوں کے باعث زیادہ معلوم ہوگی۔

علامہ قرطبی کا قول: اس آیت میں ڈانٹ پلانا مقصود ہے اور دھمکی دینا ہے کہ آپ یوں محسوس کریں کہ اللہ پاک آگاہ کر رہے ہیں کہ تم اپنے اعمال اور اپنے اقوال کو خلوص کے زیور کے ساتھ آراستہ کرو میں تمہارے خلوص کے مطابق تمہیں بدلہ عطا کروں گا اس کے بعد اللہ کی ذات کا تعارف ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ کی ذات ایسی ذات ہے کہ جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور مضبوط بنایا گویا کہ ہر چیز کو اس کے مقام میں رکھا یہی وجہ ہے کہ ابن عباس نے وضاحت کی ہے کہ بندروں کی تخلیق میں اگرچہ حسن کارفرما نہیں ہے لیکن اتقان اور مضبوطی موجود ہے، بعض علماء کا قول ہے کہ اگر آپ مثال کے طور پر تصور کریں کہ ہاتھی کا سر اونٹ کے سر کے برابر ہوتا اور خرگوش کا سر شیر کے سر کے برابر ہوتا تو اس میں بہت بڑا نقص کارفرما رہتا اور تناسب کا شائبہ تک موجود نہ ہوتا البتہ جب آپ کے علم میں ہے کہ اونٹ کی گردن کا لمبا ہونا اور ہونٹوں کا لٹکا ہوا ہونا اس وجہ سے ہے تاکہ اس کے رواں دواں رہنے کے دوران اس کے لئے گھاس پھوس کو تناول کرنا آسان رہے اور اگر ہاتھی کا ناک لمبا نہ ہوتا تو اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ اتنے بڑے طویل وعریض جسم کے ساتھ بیٹھ کر اپنے چارے اور اپنے پانی کو منہ میں داخل کرے اگر کائنات کے ان سبھی اسرار اور حکم کا آپ کو علم ہو جائے، تو پھر تجھے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ اللہ کریم کی صنعت گری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط انداز کے ساتھ تخلیق فرمایا اور آپ کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ﴿تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ﴾ اللہ کی ذات بابرکت ہے جو سبھی تخلیق کرنے والوں سے نہایت بہتر اور عمدہ اسلوب کا مالک ہے اور انسان کے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا بعدازاں آدم کی اولاد کو کمزور حقیر پانی کے خلاصہ سے بنایا بعدازاں اس کے اعضاء کو سیدھا بنایا اور اس کی والدہ کے رحم میں اس کی تخلیق کو معتدل انداز عطا کیا اس کے بعد اس میں روح کو پھونکا اس کے نتیجہ میں انسان کی تخلیق اگر ایک جانب سے اس کی صورت میں اکملیت اور حسن جلوہ فرما ہے تو دوسری جانب اس کو سیدھا رکھا اور وہ سر کو بلند کرتے ہوئے چلتا پھرتا ہے جانوروں کی طرح اس کو سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے اور روح کے القاء کی صورت میں انسان جہاں شکل وصورت کے لحاظ سے مکمل اور خوبصورت ہے وہاں معنوی طور پر اس میں بے شمار خوبیاں ودیعت کی گئی ہیں اور انسان کے شرف کے باعث روح کے القاء کی نسبت اللہ پاک نے اپنی جانب کی ہے اور انسان کو عجیب مخلوق قرار دیا ہے یہ اللہ کی بے مثال صنعت گری کا نمونہ ہے اسی لئے اللہ پاک کی جناب میں اس کی شان جلال بے مثال ہے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾
قُلْ یَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ع وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ
الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا
سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾السجدة تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ
الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ
اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اورانہوں نے کہا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے بلکہ یہ تو اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں (۱۰) کہیں! تمہاری روح کو ملک الموت قبض کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی جانب لوٹائے جاؤ گے (۱۱) اور تو تعجب کرے گا جب تو دیکھے گا کہ گناہ گاروں نے اپنے سروں کو نیچا کیا ہوا ہوگا اپنے پروردگار کے پاس وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھا اور سنا پس ہمیں واپس کریں تاکہ ہم اعمال صالحہ کریں بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں (۱۲) اور اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور ہر شخص کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری جانب سے وعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ میں ضرور دوزخ کو جنوں اور سب لوگوں سے بھر دوں گا (۱۳) پس تم اس عذاب کو چکھو اس وجہ سے کہ تم نے بھلا دیا اپنے اس دن کی ملاقات کو بلاشبہ ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور ہمیشہ کے عذاب کو چکھو اس وجہ سے جو تم کرتے رہے (۱۴) یقیناً ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں (۱۵) ان کے پہلو سونے کی جگہوں سے دور رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے اور ہم نے انہیں جو رزق عطا کیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں (۱۶) پس کسی ذی روح کو نہیں معلوم کہ کیا کچھ ان کے لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے آنکھوں کی ٹھنڈک سے بدلہ دیا گیا ہے جو وہ عمل کرتے رہے (۱۷)

مفردات کی وضاحت: ضَلَلْنَا جب ہم گم ہو جائیں اور مر جائیں گے، اہل عرب کا قول ہے ضَلَّ اللَّبَنُ فِی الْمَاءِ دودھ پانی

میں گم ہو گیا جب کہ وہ ضائع ہو جاتا ہے، نَاکِسُوْا سروں کو نیچا کرنے والے ہوں گے، ذُکِّرُوْا بِهَا اس کے ساتھ انہیں نصیحت کی جاتی ہے، خَرُّوْا گر پڑتے ہیں، تَتَجَافٰی ان کے پہلو دور رہتے ہیں، جُنُوْبُ پہلو اس کا واحد جَنْبٌ ہے مَضَاجِعِ نیند کی جگہ اس کا واحد مَضْجَعٌ ہے۔

بلاغت: ﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ﴾ ان کے پہلو بستر سے دور رہتے ہیں مقصود کثرت کے ساتھ عبادت میں مشغولیت کے باعث دیگر عوامل سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہے۔

تشریح: کفار مکہ نے کہا جو قیامت کے وقوع کا انکار کرتے تھے کہ کیا جب ہم فوت ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں اور ہمارے گوشت مٹی کی شکل اختیار کر کے زمین کی مٹی کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں گے دونوں کے درمیان امتیاز باقی نہ رہے گا کیا اس کے بعد ہمیں پھر پیدا کیا جائے گا اور ہم دوبارہ زندگی کی کیفیت میں لوٹائے جائیں گے ان کے اس جملہ میں جہاں انہوں نے اٹھائے جانے کو مستبعد قرار دیا ہے وہاں ان کا انداز مزاحیہ بھی ہے وہ قیامت کے دن اللہ کی ملاقات کا انکار کر رہے ہیں اور اس کی تردید کر رہے ہیں، آپ ان کے باطل مزعومات کا رد کرتے ہوئے انہیں آگاہ کریں تمہاری روح کو موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جس کو ارواح کے قبض کرنے کے کام پر لگایا گیا ہے مزید اس کے ساتھ اس کے مددگار فرشتے بھی ہوتے ہیں بعد ازاں قیامت کے دن تم نے اللہ کی جانب لوٹنا ہے اور محاسبہ ہونا ہے اور جزا سزا کے عمل کو جاری کرنا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: بظاہر دکھائی دیتا ہے کہ موت کا فرشتہ ایک متعین شخصیت ہے جب کہ بعض آثار میں اس کا نام عزرائیل بھی ہے اور اس کے کام سرانجام دینے کے لئے اس کے معاون فرشتے بھی ہیں جیسا کہ وارد ہے وہ پورے جسم سے روح کو نکالتے ہیں یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت روح کو حاصل کر لیتا ہے۔

مجاہد کا قول: ملک الموت کے لئے روئے زمین ایک تھال کی مانند ہے وہ اس سے جس روح کو چاہتا ہے اٹھا لیتا ہے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ مجرم لوگوں کی ان کیفیات سے آگاہ فرما رہے ہیں جو ان کی قیامت کے دن ہوں گی وہ کس قدر ذلت اور تکلیف دہ کیفیت میں ہوں گے انہوں نے شرمندگی کے باعث اپنے سروں کو اپنے پروردگار کی عدالت میں جھکایا ہوا ہو گا تو آپ ایک عجیب کیفیت کا ملاحظہ کریں گے مزید یہ کہ ایک گھبراہٹ ناک اندوہناک منظر کا نظارہ کریں گے کہ اس گھبراہٹ اور خوفناکی کا اندازہ لگانا ممکن نہ ہو گا اس وقت مجرم سیاہ کار لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اصل حقیقت کا مشاہدہ کر لیا ہے اور ہم نے پیغمبروں کی زبان سے جو کچھ سنا تھا جس کا ہم انکار کرتے رہے اب اس کو درست پایا ہے دنیوی زندگی میں تو ہم بہرے گونگے رہے اب آپ ہمیں دنیوی زندگی کی جانب واپس لوٹائیں ہم اعمال صالحہ کریں گے اب ہم سبھی باتوں کو سچا تسلیم کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ کا وعدہ سچا تھا اور آپ کی ملاقات بھی واقعی درست تھی۔

علامہ طبری کی وضاحت: وہ کہیں گے اب ہمیں تیری وحدانیت پر یقین ہے اور ہرگز درست نہیں کہ تیری ذات کے علاوہ کسی کی عبادت کی جائے تیرے سوا کوئی فرد بھی وصف ربوبیت کے لائق نہیں بلاشبہ تو زندہ کرتا ہے فوت کرتا ہے اور تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا: اگر ہم تمام مخلوق کو ہدایت عطا کرنے کا ارادہ کرتے تو ہم ضرور کر لیتے جب کہ یہ ہماری حکمت

کے منافی ہے جب کہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ہم ایمان کو اختیار کے ساتھ قبول کرتے ہیں جبر و اکراہ کے قائل نہیں جب کہ میرا کہنا مجرموں کے عذاب کے بارے میں ثابت ہے کہ میں دوزخ کو نافرمان جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا چنانچہ دوزخیوں کو مخاطب کر کے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا کہ چونکہ تم نے آخرت کے دن کو فراموش کیا اور تم شہوات کے پورا کرنے میں محو رہے اب رسوا کن دردناک عذاب سے ہم کنار رہو۔

بدنصیب بد بخت لوگوں کے تذکرہ اور ان کے نہایت برے انجام کے بتانے کے بعد سعادت مند لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ان کو جنت میں کن انعامات سے نوازا جائے گا تا کہ انسان خوف اور رغبت کے درمیان زندگی بسر کرے تو ان کی کیفیت کو واضح کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ ہماری آیات کی تصدیق پرہیزگار ایمان دار لوگ کرتے ہیں کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کی حالت میں زمین پر گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی اس کے انعامات پر تسبیح کرتے ہیں اور تکبر سے دور رہتے ہیں ان کے پہلو بستر سے دور رہتے ہیں، مقصود یہ ہے کہ رات کے لمحات میں کم نیند کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس کے عذاب سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اور جنت میں داخلہ کے لئے لالچ کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا کیا ہے اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں چنانچہ مخلوق میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ نے انہیں کن انعامات سے نوازنا ہے جن کو بھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا کسی کان نے سنا نہیں ہوگا کسی دل میں ان کا خیال نہ آیا ہوگا ان کے اعمال صالحہ کے بدلے میں انہیں عطیات سے نوازا جائے گا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ
كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ
يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ
اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ: کیا وہ شخص جو ایماندار ہے اس شخص کی طرح ہوگا جو فاسق ہے دونوں برابر نہیں ہیں (۱۸) لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے تو ان کے ٹھہرنے کے لئے مہمانی کی جنتیں ہیں اس وجہ سے جو وہ عمل کرتے رہے (۱۹) اور لیکن جو لوگ فاسق تھے پس ان کے ٹھہرنے کی جگہ دوزخ ہے جس وقت بھی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں اس میں لوٹا دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس آگ کے عذاب کو چکھو جس کو تم جھوٹ کہا کرتے تھے (۲۰) اور ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے دنیوی عذاب چکھائیں گے تا کہ وہ باز آجائیں (۲۱) اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے روگردانی کی بلاشبہ ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں (۲۲) اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا (۲۳) اور ہم نے ان سے لیڈر بنائے جو ہمارے حکم کے ساتھ راہ دکھاتے ہیں جس وقت انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات کے ساتھ یقین رکھتے تھے (۲۴) بلاشبہ تیرا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جس میں وہ اختلاف کرتے رہے (۲۵) کیا ان پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی صدیوں کو ہلاک کیا یہ لوگ ان کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں بلاشبہ اس میں علامات ہیں کیا یہ لوگ سن نہیں رہے ہیں (۲۶) کیا یہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم پانی کو اس زمین کی جانب چلاتے ہیں جو گھاس والی نہیں ہوتی تو پانی کے سبب ہم کھیتی کو نکالتے ہیں کہ اس کی زراعت سے ان کے چارپائے اور وہ کھاتے ہیں کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں (۲۷) اور وہ کہتے ہیں یہ فتح کب ہوگی اگر تم سچے ہو (۲۸) آپ کہیں فتح کے دن کفار کو ان کا ایمان فائدہ عطا نہ کرے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی (۲۹) پس تو ان سے روگردانی کر اور انتظار کر بے شک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں (۳۰)

مفردات کی وضاحت: فَاسِقٌ کا مادہ (ف س ق) ہے اس کا معنی نکلنا ہے، اس سے مقصود شریعت کے احکام پر عمل نہ کرنا اطاعت نہ کرنا نُزُلٌ سے مقصود وہ خوراک اور مشروب ہے، جس کو آنیوالے مہمان کیلئے مہیا کیا جائے بعد ازاں ہر عطیہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یہاں مقصود ثواب عطا کرنا ہے، اَلْعَذَابُ الْاَدْنٰی دنیوی عذاب ہے جبکہ بڑا عذاب قیامت کے دن ہوگا، اَلْفَتْحُ فیصلہ۔

تناسب: جب اللہ تعالیٰ نے اخروی زندگی کے مجرموں کی کیفیات کو بیان کیا اس کے ساتھ ہی ایمان دار پرہیزگاروں کا تذکرہ فرمایا اور ان کو جنت میں کس قدر اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا تو اس حقیقت کو نمایاں کیا کہ یہ دونوں فریق ہرگز برابر نہیں ہیں ظاہر ہے کہ اللہ کے وصف عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں میں امتیاز ہو ایک جانب صالح کردار کا حامل ایمان دار ہے جب کہ دوسری جانب فاسق فاجر شخص ہے جو اطاعت الٰہیہ سے روگردانی کئے ہوئے ہے۔

تشریح: کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ جس شخص نے دنیوی زندگی میں نہ صرف یہ کہ خود کو ایمان کی دولت سے شاد کام کیا اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے تقویٰ کے زیور کے ساتھ خود کو مزین کیا وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو فاسق، فاجر ہے اللہ کی اطاعت

سے روگردانی کیئے ہوئے ہے ہرگز اخروی زندگی میں دونوں برابر نہیں ہیں جب کہ وہ دنیوی زندگی میں بھی برابر نہ تھے اس آیت کا مفہوم بالکل ایک دوسری آیت کے مفہوم کے برابر ہے ملاحظہ فرمائیں ﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ﴾ ''کیا ہم اطاعت گزار و فاشعار لوگوں کو ان لوگوں کے برابر کریں گے جو مجرم ہیں اللہ کے نافرمان ہیں باغی ہیں ہرگز نہیں''!

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اللہ تعالیٰ اپنے عدل و کرم کے بارے میں آگاہ فرمارہے ہیں کہ قیامت کے دن یہ دونوں گروہ ہرگز برابر نہیں ہوں گے ظاہر ہے کہ ایک شخص تو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتا ہے اسکے بھیجے گئے پیغمبروں کی اطاعت کرتا رہا اس کو ایسے شخص کے برابر کیسے باور کیا جاسکتا ہے جو فاسق فاجر ہے اپنے پروردگار کی اطاعت سے باغی ہے اللہ کے پیغمبروں کی باتوں کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیتا ہے بعد از اں دونوں گروہوں کا تذکرہ قدرے تفصیل کیساتھ بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ پرہیز گار ہیں انہوں نے ایمان اور عمل صالح کو یکجا کر رکھا ہے تو ان کی رہائش گاہیں جنت میں ہوں گی اونچے اونچے آرام دہ محلات میں رہائش پذیر ہوں گے۔

علامہ بیضاوی کا قول: ذہن نشین کریں جنت ہی دراصل ایمان دار شخص کا ابدی ٹھکانہ ہے جب کہ دنیا کی رہائش گاہ تو عارضی ہے وہاں سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے۔

نُزُلًام بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: ایمان والوں کے اعمال صالحہ کے پیش نظر جن کو انہوں نے اخروی زندگی کے لئے پہلے بھیجا تھا ان کے اعزاز و اکرام میں ان کی مہمانی کی جائے انہیں بالکل اسی طرح نوازا جائے گا جیسا کہ آنے والے مہمان کی عزت افزائی کرتے ہوئے اسے عمدہ تحائف سے شادکام کیا جاتا ہے یہ سب اعزاز و اکرام ان کے اعمال صالحہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰھُمُ النَّارُ: لیکن جو لوگ خود کو اللہ کی اطاعت سے دور رکھتے ہیں انکا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے جب وہ دوزخ کی آگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور بلندی میں پہنچیں گے تو انہیں انکے مقام کی جانب لوٹا دیا جائیگا۔

قاضی فضیل بن عیاض کی وضاحت: اللہ کی قسم! دوزخیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہوں گی اور ان کے پاؤں میں زنجیریں ہوں گی اور دوزخ کی آگ کے شعلے جب انہیں بلندی کی جانب اونچا کریں گے تو انہیں ان کی اصل جگہ کی جانب واپس کر دیا جائے گا اور دوزخ کے دربان انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں گے کہ تم دوزخ کے رسوا کن عذاب کا مزہ چکھو جس کو تم جھوٹ باور کیا کرتے تھے بلکہ الٹا مزاح کیا کرتے تھے بعد ازاں انہیں دنیوی زندگی میں بھی عذاب سے ہم کنار کرنے کی دھمکی دی جارہی ہے کہ ہم انہیں لازمی طور پر دنیوی عذاب میں بھی گرفتار کریں گے کہ انہیں قتل کیا جائے گا جو زندہ بچیں گے انہیں قیدی بنالیا جائے گا انہیں طرح طرح کی مشقتوں اور تکالیف میں گرفتار کریں گے بلکہ ان پر بھوک مسلط کریں گے جبکہ اخروی عذاب تو بہت بڑا عذاب ہے جس کے انتظار میں ہیں انہیں عذاب میں گرفتار کرنے سے مقصود یہ ہے کہ شائد وہ کفر سے باز آجائیں اور توبہ کر کے بارگاہ الٰہی میں اپنی اطاعت کا اعلان کریں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ: کوئی شخص خود پر اس شخص سے زیادہ ظالم نہیں ہے جسے اس کے پروردگار کی آیات کے ساتھ وعظ کیا جاتا ہے نصیحت کی جاتی ہے اس کے بعد اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایمان کو خیر باد کہہ دیتا ہے بلکہ تکلف کے ساتھ اسے اپنے دل و دماغ سے محو کر دیتا ہے تو میں مستقبل قریب میں اس سے شدید انتقام لوں گا جو میری آیات کو جھٹلاتا ہے، ذہن نشین کریں کہ آیت مبارکہ میں بجائے ضمیر لانے کے لفظ مجرمین کو لایا گیا ہے اس کے لانے سے مقصود یہ ہے کہ ان پر چونکہ فرد جرم لگ چکی ہے

اس لئے ان سے انتقام لیناان کے جرم کے باعث ہے ان پر ہرگز زیادتی نہیں ہے۔

علامہ ابن جریر نے اپنی مسند کتاب میں سند کے ساتھ معاذ بن جبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تین کام کرنے والا شخص مجرم ہے جس نے حق وصداقت کے اثبات کی بجائے اس کے خلاف جھنڈا گاڑا یا اپنے والدین کی نافرمانی کی یا ظالم انسان کی مدد کے لئے اس کی رفاقت میں چل نکلا ان کے بارے میں ارشاد الٰہی کو ذہن کی پلیٹ سے ہرگز غائب نہ کریں کہ اللہ پاک فرماتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ ہم مجرموں سے ضرور انتقام لیتے ہیں ان کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اور پرہیزگاروں کوان پر غلبہ عطا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ: بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا عطیہ دیا جیسا کہ ہم نے آپ کو قرآن پاک کے عطیہ سے نوازا اور ہم نے آپ پر وحی کو اتارا جیسا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کو نازل کیا اے محمد! (ﷺ) آپ قرآن کے عطا کئے جانے کے بارے میں شک نہ کریں جیسا کہ موسیٰ کو تورات کے عطیہ دیئے جانے پر شک نہیں ہے اس سے مقصود آپ کی رسالت کو ثابت کرنا ہے اور اس حقیقت کو اجاگر کرنا ہے کہ آپ نے جس کتاب کو پیش کیا ہے وہ آسمانی وحی کا مجموعہ ہے اور وہ اللہ کی جانب سے کتاب کا عطیہ ہے نیز ہم نے تورات کو اس لئے اتارا تھا تاکہ بنی اسرائیل کو گمراہی کے گڑھے سے تحفظ حاصل ہو اور ہم نے ان میں سے کچھ کو لیڈر بنایا جن کی اچھے کاموں میں اقتداء کی جائے اور لیڈر لوگ اللہ کی مخلوق کو ہماری اطاعت کی جانب دعوت دیں اور ہمارے حکم کے مطابق انکی راہ نمائی اچھے کاموں کی جانب کریں جب وہ اللہ کے راستہ میں تکالیف ومحن کو برداشت کرتے ہوئے صبر کے دامن کو تھامے رکھیں اور ہمارے احکام کو نہایت پختگی کے عالم میں تسلیم کرتے ہوئے ان پر رواں دواں رہیں، علامہ ابن جوزی آگاہ فرمارہے ہیں کہ اس جملہ میں قریش کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ اگر تم نے اطاعت کی اور اپنے ایمان کو پختہ کیا تو میں تم میں سے ہی کچھ لوگوں کو لیڈر بناؤں گا۔

اِنَّ رَبَّکَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: اے محمد! (ﷺ) آپ کا پروردگار قیامت کے دن ایمان والوں اور کفار میں فیصلہ فرمائے گا اور حق پرست اور باطل پرست لوگوں کے درمیان حد فاصل فرمائے گا اور ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق بدلہ عطا کرے گا دین اسلام کے معاملات میں اختلاف کو ختم فرمائے گا، اختلاف سے مقصود دین اسلام کے اوامر قیامت کے وقوع پر لوگوں کو اٹھایا جانا اور ثواب، سزا وغیرہ کے معاملات ہیں۔

اَوَ لَمْ یَهْدِ لَهُمْ کَمْ اَهْلَکْنَا: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں اپنی قدرت کے آثار پر خبردار کیا ہے اور کفار پر اس دلیل کو ثبت فرمایا ہے کہ پہلی امتیں جنہیں تباہ وبرباد کیا گیا ہے کہ کیا یہ مشرک لوگ غفلت میں مستغرق ہیں اور ان کے سامنے یہ حقیقت الم نشرح نہیں ہوئی کہ پہلی امتوں میں سے جن لوگوں کو ہم نے کثرت کے ساتھ تباہ وبرباد کیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا اور یہ حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر لوگ ان کے گھروں میں ان کی آمد ورفت ہے انہیں ان میں ایک فرد بھی نظر نہیں آئے گا جن کا شمار ان لوگوں سے ہے جو وہاں رہائش پذیر تھے، بلاشبہ ان کی تباہی وبربادی میں ہماری قدرت کے اثبات پر بہت بڑی دلالت ہے انہیں چاہیے کہ وہ ہماری باتوں کو تدبر کے ساتھ سنیں اور ان سے نصیحت حاصل کریں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ الْجُرُزِ: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے وحدانیت کے دلائل کو واضح کیا ہے کہ کیا یہ لوگ

ہماری قدرت کاملہ کی جانب توجہ نہیں کرتے ہیں کہ ہم پانی کو خشک زمین کی جانب چلاتے ہیں جس میں پانی کے میسر نہ آنے کی صورت میں سبزہ وغیرہ نہیں ہے تا کہ ہم اس کو آباد کریں اور پانی کے باعث مختلف قسم کی کھیتیوں اور پھلوں کو اُگاتے ہیں کیا یہ لوگ ان کا ملاحظہ نہیں کررہے ہیں کہ وہ اس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے فضل وکرم کا مشاہدہ کریں اور اس حقیقت سے آشنا ہوں کہ جس پروردگار عالم نے بے آباد زمین کو آباد کیا ہے وہ ذات اس پر قادر ہے کہ ان کو ان کی وفات کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ: کفار مکہ مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کب تمہیں ہم پر غلبہ عطا ہوگا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو، علامہ صاوی وضاحت کرتے ہیں کہ مسلمان عموماً کہا کرتے تھے کہ بلاشبہ اللہ پاک ہم کو مشرکین پر غلبہ عطا کرے گا اور ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا لیکن مکہ مکرمہ کے باشندے جب ان سے اس قسم کی باتیں سنتے تو وہ انہیں جھوٹ قرار دیتے ہوئے ان سے مزاح کرتے ہوئے کہتے تمہیں کب کامیابی حاصل ہوگی؟ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محمد! (ﷺ) آپ ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے اور خاموش کراتے ہوئے کہیں کہ اصل فیصلے کا دن تو قیامت کا ہے جس میں ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہوگا لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہیں دے گا اور نہ انہیں توبہ کی مہلت دی جائے گی، اے محمد! (ﷺ) آپ ان سے روگردانی کریں ان کی پرواہ نہ کریں آپ ان پر اللہ کے عذاب کے اترنے کا انتظار کریں وہ بھی انتظار میں ہیں جو تم پر اترے گا۔[1]

مقدمہ سورۃ الاحزاب

اس سورت کا شمار مدنی سورتوں سے ہے اس لئے کہ مدنی سورتیں امت اسلامیہ کی شرعی حیثیت کی زندگی کے بارے میں راہ نمائی کرتی ہیں جیسا کہ عام طور پر مدنی سورتوں کے مشمولات اس سے پردہ کشائی کرتے ہیں بلکہ یہ سورت تو مسلمانوں کی خصوصی اور عمومی دونوں طرح کی زندگیوں کے بارے میں مواد مہیا کرتی ہے بالخصوص خاندانی معاملات کو اس سورت میں زیر بحث لایا گیا ہے اور معاشرہ کے اجتماعی مسائل ہیں جن چیزوں سے سعادت کارفرما ہوتی ہے ان کی نشان دہی کی گئی ہے اور موروثی حد بندیوں اور رسومات کو باطل قرار دے دیا گیا ہے، جیسا کہ کسی شخص کا جب حسب نسب کے لحاظ سے بیٹا نہیں ہے تو وہ کسی بھی لڑکے کو اپنا متبنّٰی بنالیتا تھا اسی طرح مسئلہ ظہار ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے بارے میں یہ جملہ کہتا کہ تیری حیثیت میرے نزدیک میری ماں جیسی ہے کہ میں تجھے اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں جیسا کہ میری والدہ مجھ پر حرام ہے اسی طرح کسی انسان کے لئے دو دلوں کے موجود ہونے کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے مزید دور جاہلیت کی اجتماعی مضرت رسائیوں سے معاشرہ کو پاک کرنا ہے، مزید خرافات اور بے سروپا کہانیوں سے معاشرہ کو بھی پاک صاف کرنا ہے جن کا اس دور میں عام چرچا تھا اور ہر کس وناکس کی زبان سے معاشرہ میں ان کو دہرایا جاتا تھا ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم اس سورت کے موضوعات کو تین

[1] صفوة التفاسير القسم الثاني عشر ص ۴۲

نکات میں تقسیم کریں۔

(۱) اسلامی آداب اوران کی توجیہات

(۲) احکام اور تشریحات الٰہیہ

(۳) غزوۂ احزاب اور بنی قریظہ کے بارے میں مناسب وضاحت

پہلی قسم میں اجتماعی آداب کے بارے میں کوشش کی گئی ہے جیسا کہ دعوت ولیمہ کے آداب اور شرعی پردہ کے آداب ہیں کھلے بندوں زیب وزینت کا اظہار نہ کیا جائے اور اللہ کے پیغمبر کے ساتھ معاملات کے آداب کیا ہیں اور آپ کے احترام کے متقضیات کیا کیا ہیں اور اجتماعی معاشرتی آداب کا بہرحال تحفظ کیا جائے، دوسری قسم میں بعض شرعی احکام کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی ہے جیسا کہ **مسئلہ ظہار** ہے جب ایک شخص اپنی بیوی کے بارے میں یہ جملہ زبان پر لاتا ہے کہ تیرا مقام میرے نزدیک والدہ جیسا ہے جیسا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اسی طرح تو بھی مجھ پر حرام ہے۔

دوسری قسم یہ تھی کہ وہ حرمت والے مہینوں میں تقدیم تاخیر کے ساتھ کام لیتے تھے محرم کو حلال کر لیتے اور صفر کے مہینے کو حرام قرار دے دیتے تھے اور متبنّٰی بیٹے کی منکوحہ سے نکاح کا معاملہ تھا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے عام سطح سے بلند ہو کر چار بیویوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کیا اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے احکام ہیں اور شرعی پردہ کیا ہے اور دعوت ولیمہ کے احکامات کے علاوہ مزید شرعی احکامات کیا ہیں۔

اس سورت میں تفصیل کے ساتھ غزوۂ خندق کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں جس کا دوسرا نام غزوۂ احزاب بھی ہے اور اس جنگ کی اس قدر دقت نظر کے ساتھ تصویر کشی کی گئی ہے جس سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ کس طرح شر کی قوتوں نے باہم دگر مل کر ایمانداروں کو اپنی قوت کا نشانہ بنانے اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناکام کوشش کی ہے دوسری جانب منافقین کی خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے پردہ کشائی کی گئی ہے اور ان کی جانب سے خوفزدہ کرتے ہوئے ان کے مکروفریب کو طشت ازبام کیا ہے بلکہ ان کی رسوائی اور کم ہمتی کے پہلو کو بھی خاص انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے نہ صرف سورۂ کے آغاز میں بلکہ اس کے اختتام پر بھی ان کے بارے میں ان کی خباثتوں سے پردہ کشائی کی گئی ہے یہاں تک کہ ان کی صحیح تصویر پیش کر کے ان کی فسوں کاریوں اور مکروفریب کو ناقابل تصور حد تک ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے دوسری جانب ایمانداروں پر اللہ پاک کی جانب سے عظیم انعامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کتنے زور اور قوت کے ساتھ دشمن کے مکروفریب اور ان کی چالوں کو ناکام بنایا ایمانداروں کی مدد کے لئے نہ صرف یہ کہ خوفناک تیز آندھی کے جھونکوں نے ان کے خیموں کو الٹ پلٹ دیا بلکہ تیز آندھی نے ان کے پروگرام کو خاک میں ملا دیا۔

ذہن نشین کریں کہ اس سورت کا نام سورۃ احزاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ مشرکین نے ہر طرف سے ایمانداروں کو اپنے نرغہ میں لیا چنانچہ نہ صرف مکہ کے کفار بلکہ غطفان اور بنی قریظہ اور عرب کے لچے لفنگے لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلیل اور ناکام بنا دیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو تحفظ عطا کیا درحقیقت یہ اللہ کے

اٰیَاتُھَا:۷۳ ۳۳ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ رُکُوْعَاتُھَا:۹

پیغمبر کا نہایت روشن اور تابناک معجزہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا
یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَكَفٰى
بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔیْ تُظٰهِرُوْنَ
مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْؕ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ
وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ
قُلُوْبُكُمْؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ
اُمَّهٰتُهُمْؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ
اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِیٰٓىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًاؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اللہ سے خوفزدہ رہیں اور کفار اور منافقین کی فرمانبرداری نہ کریں بلاشبہ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (۱) اور اس چیز کی پیروی کریں جس کی آپ کے پروردگار کی جانب سے وحی کی جا رہی ہے بلاشبہ اللہ خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو (۲) اور آپ اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ وکیل کافی ہے (۳) اور اللہ نے کسی شخص کے لئے اس کے جسم میں دو دل پیدا نہیں کئے ہیں اور اس نے تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنایا ہے اور اس نے تمہارے مُتَبَنّٰی بیٹوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا ہے یہ تمہارا کہنا تو تمہاری زبانوں کے ساتھ ہے اور اللہ درست بات کہتا ہے اور وہ درست راستہ کی راہ نمائی کرتا ہے (۴) تم ان کی نسبت ان کے باپوں کی جانب کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی بات ہے پس اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے آزاد کردہ ہیں اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اس بات میں جو تم خطأ کرتے ہو لیکن گناہ ہے جب تمہارے دل اس کا ارادہ کریں اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۵) پیغمبر زیادہ لائق ہے مسلمانوں کے معاملات میں تصرف

کے لحاظ سے ان کی اپنی ذات سے اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور قرابت دار لوگ اللہ کے حکم میں زیادہ نزدیک ہیں ان کے بعض سے سبھی ایمانداروں اور مہاجرین سے البتہ جو تم اپنے دوستوں کی جانب جائز رعایت کرو یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے (۶)

مفردات کی وضاحت: اَدْعِيَآءَكُمْ تمہارے متبنّٰی بیٹے اس کا واحد دَعِیٌّ ہے، اَقْسَطُ زیادہ انصاف کرنیوالا جبکہ قَسَطَ کے معنی ظلم کرنے کے ہیں اور قِسطٌ کا معنی انصاف ہے، وَکِیْلٌ معاملات کا نگران، مَاجَعَلَ اس نے نہیں بنایا ہے، ظَاهَرَ الرَّجُلُ مِنْ زَوْجَتِهٖ ''خاوند نے اپنی بیوی سے ظہار کیا'' جب اس کو کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے کہ تو مجھ پر حرام ہے جیسا کہ ماں حرام ہے۔

تشریح: اللہ کے پیغمبر کو آپ کے وصفی نام کے ساتھ پکارا گیا ہے آپ کا نام نہیں لیا گیا ہے (اللہ پاک کی جانب سے آپ پر رحمتوں کی بارش ہو) اس سے مقصود آپ کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے جبکہ خبر دینے کی صورت میں نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے جیسا کہ محمد رسول اللہ، آیت ہے اس میں لوگوں کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں نیز لوگوں کو تلقین کرنا مقصود ہے کہ وہ نبی ﷺ کو آپکے نام کے ساتھ پکاریں اس مقام میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ خود کو تقویٰ کے زیور کے ساتھ مزین کریں اس لئے کہ تقویٰ میں عظمت شان کا پہلو اجاگر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تقویٰ کے مراتب بیشمار ہیں کسی درجہ کو آخری نہیں کہا جا سکتا جبکہ اس وصف کیساتھ اس میں دوام اور استمرار کا پہلو ہمیشہ ہمیشہ کارفرما رہے گا، ظاہر ہے کہ مخاطب نبی ﷺ ہیں امت کو مخاطب نہیں کیا ہے اس لئے کہ اس کے مابعد کا سیاق بھی آپ کی ذات کیساتھ مخصوص ہے اور وہ زید بن حارثہ کا واقعہ ہے جس کی تفصیل کو آئندہ بیان کیا جائے گا۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ: آپ کسی کام میں کفار اور منافقین کی موافقت نہ کریں بلکہ ان کی کسی رائے اور مشورہ کو قبول نہ کریں ان سے دوری اختیار کریں اور خود کو ان سے تحفظ عطا کریں اس لئے کہ وہ اللہ اور ایمانداروں کے دشمن ہیں ان کا ارادہ تو بس نقصان پہنچانا اور آپ کی مخالفت کرنا ہے اور یہ حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کے احکامات کے مطابق رواں دواں رہا جائے اور اسی کی اطاعت کی جائے اس لئے کہ اللہ کی ذات کو معاملات کے انجام کا علم ہے بلکہ وہ مصالح اور مفاسد کے درمیان فرق کے بارے میں آگاہ ہے اور اللہ کا وصف حکیم بھی ہے اس کا ہر فعل اور ہر حکم حکمت کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے۔

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ: کہ آپ کفار اور منافقین وغیرہ کی ہرگز اطاعت نہ کریں اور اپنے معاملات کو اللہ کی ذات کے سپرد کریں اس کی تدبیر کے حوالہ کریں وہی ذات نگران کافی ہے اس ہی کی جانب ہر کام کو سونپا جائے۔

مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ: علامہ زمخشری کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں اللہ پاک نے اپنی حکمت کے پیش نظر جیسا کہ اس نے درست نہیں سمجھا کہ کسی انسان کے دو دل ہوں ظاہر ہے کہ اگر ان میں سے ایک کے ساتھ وہی کام سرانجام دے گا جو دوسرے کے ساتھ سرانجام دیتا ہے تو ایک کا وجود زائد ہے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایک ساتھ وہ کام کرے گا جو دوسرے کے ساتھ نہیں کرتا ہے تو اس کا نتیجہ واضح ہے کہ ایک دل ایک ہی حالت میں کرنے والا ہے دوسرا مکروہ جاننے والا ہے ایک علم کے ساتھ

موصوف ہے جب کہ دوسرا وصف ظن کے ساتھ موصوف ہے ایک میں یقین کا وصف ہے دوسرے میں شک کا وصف ہے، وہ نہیں دیکھے گا کہ ایک عورت ایک آدمی کی ماں ہو اور وہ شخص اس کا خاوند ہو ظاہر ہے کہ ماں تو خدمت کے لائق ہے اس کے لئے اطاعت کا پہلو ہر وقت نیچا رہتا ہے اور بیوی سے تو خدمت لی جاتی ہے اس کو فرش سمجھتا ہے وہ تو لونڈی کی طرح ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں ایک دوسرے کے منافی ہیں اور ایک شخص کسی آدمی کا مُتبنّٰی ہو اور اس کا بیٹا ہو جب کہ بیٹا ہونا تو اصل نسبت ہے اور مُتبنّٰی ہونا عارضی تعلق ہے ایک چیز میں دونوں چیزیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ اصل بھی اور غیر اصل بھی ہو، اس تمثیل کو اللہ تعالیٰ نے زید بن حارثہ کے بارے میں بیان کیا ہے جو بنوکلب قبیلہ سے تھا چھوٹی عمر میں قیدی بنایا گیا تو حکیم بن حزام نے اس کو اپنی پھوپھی خدیجہ کے لئے خرید لیا جب آپ نے اس سے نکاح کیا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید کو آپ کے نام ہبہ کر دیا اور اس کے باپ اور چچا نے اس کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس کو اختیار دے دیا اس نے نبی ﷺ کو پسند کر لیا تو آپ نے اس کو آزاد کر دیا تو اسے لوگ زید بن محمد کہہ پکارتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ کہ محمد (ﷺ) تمہارے آدمیوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ: ان کو ان کے باپوں کے نام کے ساتھ پکارو ان کو ان کے باپوں کے نام کے ساتھ پکارنا اللہ کے نزدیک عادلانہ اور محکم انداز ہے اس حکم کے نازل ہونے کے بعد بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی جانب نسبت کر کے پکارا جانے لگا یہ حکم عدل وانصاف کا آئینہ دار ہے، چنانچہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زید بن حارثہ جو نبی ﷺ کے غلام تھے ہم انہیں محمد کا بیٹا زید کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن پاک میں حکم نازل ہوا کہ انہیں ان کے باپوں کی جانب نسبت کر کے پکارو یہ کیفیت اللہ کے ہاں عدل وانصاف کے زیادہ قریب ہے۔[1]

دور جاہلیت میں مُتبنّٰی بچوں کو حقیقی کے برابر سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ محرم عورتوں کے ساتھ خلوت کو بھی درست قرار دیا جاتا تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ انہیں ان کے باپوں کی جانب نسبت کرتے ہوئے پکارو یہی صورت اللہ کے نزدیک منصفانہ ہے پھر سہلہ بنت سہیل نے جو ابوحذیفہ صحابی رسول کی بیوی ہیں اس نے نبی ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے پیغمبر! ہم نے سالم کو اپنا مُتبنّٰی بنالیا ہے اور ان کے بارے میں جو حکم نازل ہو چکا ہے آپ کو اس کا علم ہے سالم میرے پاس آتا جاتا ہے جب کہ میں اس کیفیت کے بارے میں ابوحذیفہ کے چہرے کے خدوخال سے کچھ محسوس کرتی ہوں آپ نے فرمایا آپ اسے اپنا دودھ پلائیں وہ آپ کا رضائی بیٹا ہو گا اور تو اس پر حرام ہو گی۔

یہی وجہ ہے کہ جب مُتبنّٰی کا حکم منسوخ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مُتبنّٰی بیٹے کی بیوی سے نکاح کو جائز قرار دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی زینب بنت جحش سے نکاح کیا جو زید بن حارثہ آپ کے مُتبنّٰی بیٹے کی بیوی تھی جسے طلاق دے دی گئی تھی، سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۷ میں اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں یعنی حقیقی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں اور مُتبنّٰی کی بیوی طلاق کے بعد حلال ہے، جب کہ رضاعی بیٹا حقیقی بیٹے کے مقام میں ہے حدیث میں وارد ہے جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔[2]

---

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الاحزاب [2] صحیح بخاری ح ۵۱۱۱، صحیح مسلم کتاب الرضاعۃ باب ۲

البتہ محبت اور کرامت کے پیش نظر کسی اجنبی شخص کو بیٹا کہنا اس کا یہ حکم نہیں ہے، مسند احمد وغیرہ میں ابن عباس سے حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عبدالمطلب کے بچوں کو جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکے تھے انہیں مخاطب کر کے حکم دیا کہ اے میرے بیٹو! یہ کلمات کہے جب آپ ہمارے رانوں پر ہاتھ مار رہے تھے اور حکم دے رہے تھے کہ اے میرے بیٹو! تم نے جمرہ کبریٰ کو سورج نکلنے کے بعد کنکر مارنے ہیں۔[1] اور انس ﷺ کو آپ میرے بیٹا! کہہ کر پکارتے تھے۔[2]

اور جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مُتَبَنّٰی بیٹوں کو ان کے باپ کی جانب نسبت کر کے پکارو اگر ان کے باپ کا علم ہوا گر علم نہ ہو تو وہ دین اسلام میں تمہارے بھائی اور تمہارے معاون ہیں اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے جب تم ان میں کسی کی نسبت ان کے باپ کی جانب کرنے میں غلطی کر و تم بھول کر اس کے باپ کے غیر کی جانب نسبت کر دیتے ہو اس لئے بھول کر غلطی کرنا گناہ نہیں ہے البتہ عمداً غلطی کرنے میں گناہ ہے اور اللہ معاف کرنے والا ہے اس شخص کو جس سے غلطی سرزد ہوئی ہے البتہ جان بوجھ کر باطل کو اپنانا گناہ کا کام ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ خطا کار کی خطا کو معاف کرنے والا ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ: دین اور دنیا کے سبھی معاملات میں بلکہ ہر چیز میں ان کے لئے ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی شخصیت انہیں ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہو اور ان کے حکم کی بجائے اللہ کا حکم ان پر نافذ ہو اور اللہ کا حق ان کے نزدیک بنسبت ان کے اپنے حقوق کے ترجیح کا حامل ہو اور آپ کے بارے میں ان کی شفقت اپنی جان پر شفقت سے بھی زیادہ راجح ہو اور اپنی جان کو آپ کی حفاظت کرنے میں قربان کر دی جائے جب کہ مشکلات نا قابل تسخیر ہوں اور جب لڑائی شدّت اختیار کر جائے تو اپنی جان کی پرواہ نہ کریں اور جب بھی خواہشات انہیں بلائیں اس جانب نہ جائیں اور ہر اس حکم کی اطاعت کریں جس کی جانب پیغمبر انہیں دعوت دیں اور جس چیز سے انہیں روکیں اس سے رک جائیں ظاہر ہے کہ جس کام کے کرنے کی آپ دعوت دیں تو اس کام کے سرانجام دینے سے وہ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے اور جس کام سے انہیں روکیں بلکہ ان کے پہلوؤں کو پکڑیں تا کہ وہ کہیں خود کو بدبختی کی جانب نہ گرا دیں اور دوزخ کے عذاب سے ہم کنار نہ ہوں، صحیح حدیث میں وارد ہے آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کی جان، اس کے مال، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔[3]

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ: اور آپ کی بیویوں کی تعظیم اور ان کا احترام کرنا بھی ضروری ہے بلکہ ان سے نکاح کرنا بھی حرام ہے ان معاملات کے سوا میں ان کی حیثیت اجنبی عورتوں جیسی ہے، علامہ ابن کثیرؒ کا قول ملاحظہ فرمائیں، امہات المؤمنین کے ساتھ خلوت جائز نہیں جب کہ حرمت ان کی بیٹیوں اور ان کی بہنوں کی جانب نہیں پہنچے گی اور نبی ﷺ ان کے باپ ہیں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے ابو ہریرۃ ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں میں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص پاخانہ پیشاب کے لئے جائے تو قبلہ کی جانب منہ نہ کرے، نہ پیٹھ کرے، اور نہ دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجا کرے۔[4]

[1] صحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب ۶۶، صحیح ابن ماجہ کتاب المناسک باب ۶۲، مسند احمد ۱/۳۱۱ [2] تفسیر ابن کثیر ۳/۷۴۴ مسلم ابوداؤد، تفسیر قاسمی ۸/۵۰ [3] صحیح بخاری ح ۱۴، مسلم کتاب الایمان باب ۱۶ [4] صحیح ابوداؤد کتاب الطہارت باب ۴، تفسیر ابن کثیر ۳/۷۴۷

کرے، نہ پیٹھ کرے، اور نہ دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجا کرے۔ ؎

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ: یعنی قرابت دار فرائض یا وحی کے بارے میں بعض دیگر بعض سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے ایمان دار بھائیوں اور مہاجرین کیساتھ اچھا سلوک کرو، صدقہ عطا کرو، ہمدردی کرو، ہدیہ دو اور وصیت کرو اس کے لئے اچھے کاموں میں ہاتھ کو کھلا رکھنا ایسا عمل ہے جس کے کرنے کی اللہ نے رغبت دلائی ہے کہ اس کے بندے اس کو سرانجام دیں اور ان کیساتھ خود کو شریک رکھیں یہ حکم قرآن پاک میں ثابت ہے اس میں تغیر وتبدل کرنا درست نہیں۔ ؎

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴿۷﴾ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴿۸﴾ ع

ترجمہ: اور یاد کریں جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے بھی لیا اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا (۷) تاکہ اللہ تعالیٰ سچ کہنے والوں سے ان کے سچ کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے کفار کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۸)

تشریح: اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے پیغمبروں سے قسم اٹھواتے ہوئے پختہ عہد لیا کہ جب وہ خود پر کسی کام کو لازم کرلیں تو اس کو پورا کریں اور وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں بلکہ سبھی پیغمبروں کی رسالت پر ایمان لائیں اور آپ سے اور نوح پیغمبر سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے بھی عہد لیا، ذہن نشین کریں کہ ذکر کردہ پیغمبروں کا شمار اولوالعزم پیغمبروں سے ہوتا ہے بلکہ مشہور پیغمبروں سے ہے، ان پیغمبروں میں سے نبی ﷺ آخرالزمان پیغمبر کا ذکر سب سے مقدم ہے مقصود آپ کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے اور آپ کی شان کو دوبالا کرنا ہے، علامہ ابن کثیرؒ وضاحت کرتے ہیں کہ پیغمبروں کے شمار میں اولاً آپ ﷺ کا تذکرہ ہے اس میں آپ کے شرف کو اجاگر کیا گیا ہے اللہ پاک کی جانب سے آپ پر ان گنت رحمتیں نازل ہوں آپ کے مرتبہ کی عظمت کو واضح کرنا ہے، مزید برآں ان کا تذکرہ ترتیب زمانی کے لحاظ سے ہے اور ہم نے سبھی انبیاء کرام علیہم السلام سے پختہ عہد لیا کہ رسالت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے مسلسل زندگی بھر کوشاں رہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے دریافت کریں گے جن کی سچائی سے انکار ممکن نہیں کہ انہوں نے اپنی قوم تک پیغامات الٰہیہ کو پہنچایا؟

علامہ صاوی کا قول: اللہ پاک کا پیغمبروں سے دریافت کرنا اس بنا پر ہے کہ قیامت کے دن کفار پر زبردست دباؤ ڈالنا ہے حالانکہ اللہ پاک کو معلوم ہے کہ پیغمبروں نے واقعتاً اللہ کے پیغامات کو پہنچایا انہوں نے ہرگز اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کو روا نہیں رکھا ہے۔

علامہ قرطبی کا قول: اس آیت میں خبردار کرنا ہے کہ قیامت کے دن جب انبیاء کرام علیہم السلام سے بازپرس ہوگی تو انکے علاوہ دیگر لوگوں سے ضرور بازپرس ہوگی جن کا مقام ان سے فروتر ہے اور ان سے دریافت کرنے میں فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم نے مجھے

؎ تفسیر قاسمی ۸/۵۱-۵۲

اور میری ماں کو معبود بنانا ہوگا تو وہ جواب میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے ہرگز یہ کلمہ نہیں کہا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے دردناک عذاب تیار کیا ہوا ہے اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا اور حق وصداقت کے قبول کرنے سے روگردانی کی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ
جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ
مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ
بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا
وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ
عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ
رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ
مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَاِذَا
جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا
ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ
يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا
فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے جب تمہارے سر پر لشکر آ پہنچے تو ہم نے ان پر ہوا اور ایسے
لشکروں کو بھیجا جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے اور اللہ اس چیز کو دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو (۹) جب وہ تم پر تمہارے اوپر
کی جانب سے آئے اور تمہاری نچلی جانب سے اور جب نظریں تھک گئیں اور دل حلقوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے
بارے میں مختلف قسم کے گمان کررہے تھے (۱۰) اس مقام پر مسلمانوں کا امتحان لیا گیا اور انہیں شدت کے ساتھ ہلایا

گیا (۱۱) اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں نے ہم سے وعدہ نہیں کیا ہے مگر بطور فریب دینے کے (۱۲) اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا اے مدینہ والو! تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے پس تم واپس لوٹ جاؤ اور ان میں سے ایک گروہ جناب پیغمبر سے اجازت طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا بلاشبہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں جب کہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے وہ نہیں ارادہ رکھتے ہیں مگر بھاگنے کا (۱۳) اور اگر ان پر ان کے کناروں سے داخل ہوا جائے پھر ان سے خانہ جنگی کا مطالبہ کیا جائے تو وہ خانہ جنگی کو آئیں گے اور وہ اس فتنے میں نہیں ٹھہریں گے مگر تھوڑا عرصہ (۱۴) اور بلاشبہ انہوں نے اللہ سے اس سے پہلے بھی عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے کئے گئے وعدہ کا سوال ہوگا (۱۵) آپ کہیں تمہیں بھاگنا ہرگز فائدہ نہیں دے گا اگر تم موت یا قتل ہونے سے بھاگ جاؤ اور اس وقت تمہیں فائدہ حاصل نہ ہوگا مگر تھوڑا (۱۶) کہیں! وہ کون ہے جو تمہیں اللہ کے تصرف سے تحفظ عطا کرے اگر وہ تمہارے بارے میں سختی کا ارادہ کرے یا تمہارے بارے میں رحمت کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کسی دوست اور نہ کسی مدد کرنے والے کو پائیں گے (۱۷) اللہ جانتا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں کو کہنے والے ہیں کہ تم ہماری جانب آؤ اور وہ لڑائی میں موجود نہیں رہتے ہیں مگر تھوڑا عرصہ (۱۸) وہ تمہارے بارے میں بخل کرنے والے ہیں تو جب ڈر آموجود ہوتا ہے تو تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری جانب دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں گردش کرتی ہیں اس شخص کی طرح جس پر موت کی شدت کے باعث بے ہوشی طاری ہے پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو وہ تم پر تیز زبانوں کے ساتھ زبان درازی کرتے ہیں مال کے بارے میں بخل کرنے والے ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائے ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے اور یہ کام اللہ پر آسان ہے (۱۹) وہ کفار کے لشکروں کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ نہیں گئے ہیں اور اگر لشکر آجائیں تو وہ آرزو کرتے ہیں کاش وہ جنگلیوں کے درمیان جنگل میں رہتے تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہتے اور اگر وہ تم میں ہوتے تو وہ لڑائی نہ کرتے مگر معمولی (۲۰)

مفردات کی وضاحت: اَلْجُنُوْدُ کا مفرد اَلْجُنْدُ ہے مراد لشکر ہیں چنانچہ قریش قبیلہ کے نوجوانوں کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے اور بنو اسد قبیلہ کے نوجوانوں کی قیادت طلیحہ نامی شخص اور غطفان قبیلہ کی قیادت عیینہ بن حصن اور بنو عامر کی قیادت عامر بن طفیل اور بنو سلیم کی قیادت ابوالاعور اسلمی اور بنو نضیر یہودیوں کی قیادت حیی بن اخطب اور بنو قریظہ کی قیادت ان کا سردار کعب بن اسد کر رہا تھا اور ان کے درمیان اور اللہ کے پیغمبر کے درمیان معاہدہ تھا لیکن کعب بن حیی کی کوشش کے ساتھ اس کو توڑ دیا تھا، بہرحال دشمن کے لشکر کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی جب کہ فرشتے وادی کی اونچی جانب میں تھے اور بنو غطفان بھی اونچی جانب میں تھے اور وادی کی نچلی جانب میں قریش تھے اور ان کے رفقاء تھے اور بنو کنانہ اور تہامہ والے تھے۔

زَاغَتِ الْاَبْصَارُ حیرانی اورخوف کے باعث نظریں ادھر ادھر جھانک رہی تھیں، بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ دل سخت گھبراہٹ میں تھے، غُرُوْرًا وعدہ جس کی حقیقت نہ تھی، یَثْرِب مدینہ کا نام ہے، لَا مُقَامَ لَكُمْ تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں، عَوْرَةٌ مقصود گھر مردوں سے خالی ہیں چوروں کا خطرہ ہے، اَقْطَارِ کا واحد قُطْرٌ ہے مقصود کنارا ہے، اَلْفِتْنَةُ ارتداد اور ایمان والوں کے ساتھ جنگ کرنا، وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا وہ وہاں نہیں ٹھہریں گے، اَلْمُعَوِّقِيْنَ وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں لڑائی کرنے سے رکے ہوئے ہیں، اَلْبَاْسَ لڑائی، تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں سخت خوف کے باعث گردش کر رہی ہیں، سَلَقُوْكُمْ وہ تمہیں گفتگو کرتے ہوئے تکلیف میں مبتلا کئے ہوئے ہیں، بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ایسی زبانیں جو لوہے کی مانند تیز ہیں، اَشِحَّةً بخیل ہیں اس کا واحد شَحِيْحٌ ہے مادہ شُحٌّ ہے۔[1]

بلاغت: (۱) ارشاد ربانی ﴿وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ﴾ اور آپ کی بیویاں ایمانداروں کی مائیں ہیں، اس میں تشبیہ بلیغ ہے اس میں تشبیہ کی وجہ اور حرف تشبیہ کو حذف کیا گیا ہے اس طرح اس میں بلاغت کارفرما ہے پس اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں ایمانداروں کی ماؤں کے برابر ہیں ان کی تعظیم اور ان کا احترام ماؤں کی طرح کیا جائے۔

(۲) ﴿وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ اس جملہ میں دلوں کی تصویر کشی ان کی حرکت اور ان کی اضطرابی کے لحاظ سے گویا کہ وہ حلق تک پہنچ چکے ہیں۔[2]

تشریح: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ خود کو تقویٰ کے زیور کے ساتھ آراستہ رکھیں اور اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کا خوف ہرگز راہ نہ پائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس نے اپنے بندوں پر انعام کیا کہ ان کے دشمنوں کو ان سے بھگا دیا جب وہ خندق کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف پوری طاقت کے ساتھ امڈ آئے اب اس واقعہ کی تفصیل کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اے ایمان والو! تم یاد کرو جو تم پر اللہ کا فضل اور احسان ہے جب تم پر اکٹھے ہو کر لشکر حملہ آور ہوئے ان سے مقصود قریش، غطفان، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی تھے ان کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے چل پڑے ہیں تو آپ نے سلمان فارسی کے مشورہ کے مطابق مدینہ شہر کے ارد گرد خندق کھودنے کا حکم دے دیا خندق کی تکمیل کے بعد نبی ﷺ تین ہزار صحابہ کرام کی معیت میں مقابلہ کے لئے تیار ہوئے آپ نے لشکر کے وہاں تیار رہنے کا حکم دیا جب کہ آپ اور مشرکین کے درمیان خندق حائل تھی، لحہ بہ لحہ خوف میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور صحابہ کرام اس بارے میں سوچنے لگے پریشانی نے ان کا گھراؤ کر رکھا تھا خوف و ہراس کے عالم میں منافقین میں نفاق اجاگر ہونے لگا یہاں تک کہ معتب بن قشیر نے جو کہ منافق تھا اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ محمد نامی شخص تو ہم سے وعدہ کر رہا تھا کہ کسریٰ اور قیصر کے خزانے سے تم اپنے دامن کو بھر لوگے جب کہ آج ہماری یہ کیفیت ہے کہ ہم قضاء حاجت کے لئے باہر نہیں نکل سکتے اس دوران اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کو مسلط کیا۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے ان پر تند و تیز آندھی کو مسلط کیا رات اندھیری تھی اور سخت سردی کا موسم تھا چنانچہ تیز

[1] المراغی ۷/۳۵۱ [2] صفوۃ التفاسیر القسم الثانی عشر ص ۵۳

آندھی کے جھونکوں نے ان کے خیموں کو اکھیڑ دیا اور چولہوں پر رکھی ان کی دیگچیوں کو الٹ دیا اور اس دوران چلتے پھرتے لوگ تیز آندھی کے دباؤ سے زمین پر گر رہے تھے، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کو اتارا فرشتوں نے ان کے دلوں کو خوفزدہ کیا دوسری جانب شدت کی سردی کے باعث ان کے بدن کانپنے لگے اس کے نتیجہ میں ان میں ہمت نہ ہو سکی کہ وہ لڑائی کے لئے میدان میں کود پڑیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جب تم خود کے بچاؤ کے لئے خندق کھود رہے تھے اور نبی ﷺ کی معیت میں آپ کے پہلو بہ پہلو موجود تھے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ: جب حملہ آور جماعتیں وادی کے اوپر کی جانب سے مشرق کی سمت سے تمہارے قریب پہنچ رہے تھے اس جانب سے اوس اور غطفان قبیلہ کے لوگ حملہ آور ہوئے تھے جب کہ وادی کی نچلی جانب سے غروب شمس سے ذرا پہلے قبیلہ قریش اور کنانہ کے مسلح نوجوان مزید عرب کے بدمعاش لوگ حملہ آور ہوئے، مقصود یہ ہے کہ مشرک لوگ مشرق اور مغرب کی جانب سے حملہ آور ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں یوں لے لیا جیسا کہ کنگن کلائی کا احاطہ کر لیتا ہے، مزید برآں بنو قریظہ کے یہودیوں نے ان کے ساتھ تعاون کیا تو انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے ساتھ کئے عہد و میثاق کو توڑ ڈالا اور وہ مشرکین کے کیمپ میں داخل ہو گئے اس وقت خوف و ہراس میں مزید اضافہ ہوا یہاں تک کہ ان کے دل ان کے سینوں سے نکل کر قریب تھے کہ ان کے حلق تک پہنچ جاتے، دراصل ان کی سخت گھبراہٹ اور پریشانی اور خوف نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو دل کا اطمینان مفقود ہو گیا اور تم اس انداز کی تکلیف دہ کیفیت میں اللہ کی ذات کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات میں مستغرق ہو گئے۔

حسن بصری کا قول: اس سے مقصود یہ ہے کہ منافقین کا خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کا مکمل طور پر استیصال ہو جائے گا اور ایمان والوں کا یہ خیال تھا کہ انہیں غلبہ حاصل ہوگا اس لحاظ سے ایمان والوں کا خیال بہت اچھا تھا جب کہ منافقین کا خیال بہت برا تھا۔

ابن عطیہ کا قول: قریب تھا کہ ایمان والے لوگ شدید پریشانی کے باعث اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے اور وہ کہتے یہ کیا ہے یہ تو وعدہ کی خلاف ورزی ہے اس قسم کے خیالات نے ایمان داروں کے دلوں میں جنم لیا اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسان اس طرح کے خیالات کو ذہن کی پلیٹ پر مرتسم ہونے سے روک نہیں سکتا جب کہ منافقین نے جلد بازی سے کام لیا اور انہوں نے نہایت کھلے انداز میں کہہ دیا ہم سے اللہ اور اس کے پیغمبر نے جو وعدہ کیا تھا وہ دھوکہ بازی ہے چنانچہ اس وقت اور اس مقام پر ایمان والوں کا امتحان لیا گیا اور ان کی آزمائش کی گئی تاکہ مخلص راستباز اشخاص منافق قسم کے انسانوں سے الگ ہو جائیں۔

علامہ قرطبی کا قول: یہ ابتلاء خوف اور لڑائی کی صورت میں پیش آیا بلکہ بھوک نے بھی ڈیرا ڈال رکھا تھا دوسری جانب سے محاصرہ گھراؤ کی صورت اختیار کر گیا تھا اور باہم دست و گریبان کی آویزش کی کیفیت دکھائی دے رہی تھی یہاں تک کہ زمین میں حرکت کی کیفیت دکھائی دے رہی تھی اور پاؤں کے رکھنے کی جگہ متزلزل تھی۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: آپ اس وقت کو اپنے ذہن میں لائیں جب منافق لوگوں نے کہا جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری تھی ایمان ان کے دلوں میں ابھی رچ بس نہیں گیا تھا کہ ہم سے اللہ اور اس کے پیغمبر نے جو وعدہ کیا وہ غلط تھا اور ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کی ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ: آپ اس بات کا تذکرہ کریں جب منافقین کی ایک جماعت کے کچھ افراد جن میں اوس بن قیظی لیڈر تھا نیز ابی بن سلول اور اس کے رفقاء نے آگاہ کیا کہ مدینہ کے باشندو! اب تمہارا یہاں رہنا ممکن نہیں تم اپنے گھروں کی جانب پلٹ جاؤ، محمد (ﷺ) اور اس کے رفقاء کو چھوڑ دو، اس دوران منافقین کے کچھ افراد نبی ﷺ سے اجازت طلب کر رہے تھے کہ ہمیں واپس جانے دیجئے اور جو عذر وہ پیش کر رہے تھے ان میں کچھ حقیقت نہ تھی جیسا کہ وہ اس جملہ کو بار بار دہرا رہے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ہمیں اپنے گھروں کے بارے میں خطرہ ہے کہ دشمن اور چور قسم کے لوگ داخل نہ ہو جائیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو جھوٹ قرار دیا وہ اگر اللہ کے پیغمبر سے اجازت طلب کر رہے ہیں ان کا مقصد جہاد سے بھاگنا ہے، ذہن نشین کریں کہ ان کے بھاگنے کو اور ان کی اجازت طلب کرنے کو مضارع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا تا کہ ان کی یہ منافقانہ چال کا تصور ذہن میں متحضر ہو جائے گویا کہ ان کی بات سننے والے ان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب کہ وہ مکر وفریب سے اجازت طلب کر رہے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کرتے ہوئے ان کے جھوٹ اور نفاق کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر ان منافقین پر تمام کناروں سے دشمن داخل ہو جائیں پھر ان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ کفر اختیار کریں اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کریں تو وہ خود کو ایسا کرنے پر تیار پائیں گے لیکن وہ اس سے نفاق کی شدت کے باعث پیچھے نہ ہٹیں گے اگرچہ حق وصداقت ان سے چھین کیوں نہ لیا جائے، دراصل وہ ایمان کی محافظت نہیں کرنا چاہتے ہیں معمولی سے خوف گھبراہٹ آنے پر ایمان کو خیر باد کہہ دیں گے اس جملہ میں ان کی حالت کو غایت درجہ آشکارا کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ: بے شک ان منافقین نے غزوہ خندق سے پہلے اپنے پروردگار کے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہوئے اقرار کیا تھا کہ وہ کبھی بھی میدان جنگ سے نہیں کھسکیں گے اس میں شدید ڈانٹ کار فرما ہے۔

قتادہ کا قول: جب منافقین جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ غزوۂ بدر میں شریک افراد کو اللہ نے اس قدر عزت سے نوازا اور کامیابی عطا فرمائی کہ انہوں نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ اگر اللہ نے کبھی لڑائی کا موقعہ دیا تو ہم ضرور لڑائی کرینگے۔

اے پیغمبر! آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے جو میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں تمہارا فرار تمہاری عمر میں اضافہ نہیں کرے گا اور تمہاری موت کا معین وقت ہرگز پیچھے نہیں جائے گا، اگر تم میدان جنگ سے کھسک کر گھر جاؤ گے تو اس وقت بہت کم مدت زندہ رہو گے، یہ حقیقت ہے کہ ہر زندہ آدمی موت سے ہم کنار ہونے والا ہے اگر کوئی شخص تلوار اور نیزے کے ساتھ نہیں مرتا ہے بہر حال اس نے ایک دن مرنا تو ہے، تم میں سے کون ہے جو اپنے آپ کو موت سے بچالے گا موت کا وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہے، تمہاری تقدیر میں اگر تمہاری ہلاکت کو لکھ دیا گیا ہے یا تمہاری زندگی کے ایام کو معین کیا ہے تو تحریر شدہ تقدیر کے مطابق ہو کر رہے گا اللہ کے سوا ان کو کوئی نہ پناہ دے سکے گا اور نہ مدد کر سکے گا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ: اللہ تعالیٰ کو ان منافقین کی کیفیت کا علم ہے جو عزیمت سے نابلد ہیں جو مسلمانوں کو میدان جہاد میں جانے سے حیلوں، بہانوں کے ساتھ باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اپنے کفار بھائیوں اور منافقین سے کہتے ہیں تم ہماری جانب پلٹ آؤ اور محمد (ﷺ) اور اس کے رفقاء کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی موت آپ مر جائیں گے اور ان کے ساتھ ہرگز لڑائی نہ کرو۔

وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا: ان میں سے کم ہی لوگ لڑائی کے میدان میں نکلیں گے ان کا مقصود ریا کاری اور نمود و نمائش ہے وہ ایمان والوں کے ساتھ نکلتے ہیں انہیں وہم دلاتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہیں اور آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ فی الحقیقت لڑائی کر رہے ہیں البتہ اضطراری کیفیت میں معمولی سا اشارہ دیتے ہیں چنانچہ ان کا مقاتلہ ریا کاری کا آئینہ دار ہے حقیقت نہیں ہے۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ: وہ تمہارے بارے میں محبت، شفقت اور خیر خواہی کرنے میں بخیل ثابت ہوئے ہیں وہ تمہارے ساتھ ہرگز بھلائی کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ: جب لڑائی کا آغاز ہوجاتا تو اس وقت آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ بے مثال سخت خوف میں جکڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ ان کی آنکھیں اپنے محور میں یوں گردش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جیسا کہ وہ شخص جس پر موت کے قریب موت کی بے ہوشیاں طاری ہیں اور وہ خوف زدہ ہے اور آواز بھی سنائی دیتی ہے۔

علامہ قرطبی کا قول: ان کو بزدلی کے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے اس لئے کہ بزدل شخص کا انداز یہی دکھائی دیتا ہے کہ وہ کبھی دائیں کبھی بائیں جانب دیکھتا ہے نظر کو ایک جگہ پر مرکوز نہیں رکھتا ہے اور کبھی شدید خوف کے باعث اس پر غشی طاری ہوجاتی ہے لیکن جب خوف ختم ہوجاتا ہے اور میدان کارزار خالی ہوجاتا ہے تو وہ تمہیں تیز ترش گفتگو کے ساتھ تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں اور تمہارے بارے میں طعن و تشنیع اور مذمت کے پہلو کو مبالغہ آرائی کے انداز میں اجاگر کرتے ہیں۔

قتادہ کا قول: جب مال غنیمت کے تقسیم کا مرحلہ پیش آتا ہے تو وہ اپنی زبانوں کو نہایت بیباکی کے عالم میں کھول دیتے ہیں اور بار بار ان کی زبان پر یہ جملہ ہوتا ہے کہ ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا کرو ہم بھی تو تمہارے ساتھ موجود تھے تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو جب کہ لڑائی کے وقت وہ سب سے زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حق وصداقت کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہیں اور مال غنیمت کے وقت سب سے زیادہ بخیل اور گفتگو کے لحاظ سے سب سے زیادہ تیز طرار ہوتے ہیں جب وہ تم سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس وقت وہ مال کے حصول میں بخیل شخص کے کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ لوگ جن کے گھٹیا اوصاف ذکر کئے گئے ہیں ان کے دلوں میں فی الحقیقت ایمان نہیں ہے بظاہر مسلمان دکھائی دیتے ہیں ان کے کفر اور نفاق کے باعث اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اعمال کی قبولیت میں ایمان کی شرط ہے اور ان کے اعمال کو ضائع قرار دینا اللہ کی ذات پر کچھ مشکل نہیں ہے بلکہ نہایت آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا: منافق لوگ خوف و ہراس کی شدت اور بزدلی کے باعث خیال کرتے ہیں کہ قریش قبیلہ کے کفار اور ان کے ساتھ دیگر جماعتیں مدینہ سے گھروں کی جانب واپس نہیں ہوئے ہیں حالانکہ وہ مدینہ سے واپس چلے گئے ہیں اور اگر کفار ان کی جانب لڑائی کے لئے دوبارہ لوٹے تو وہ نہایت گھبراہٹ کے عالم میں آرزو کرتے ہیں کہ وہ جنگل میں جنگلیوں کے ساتھ رہیں وہ مدینہ میں تمہارے ساتھ نہ ہوں وہ قتل ہونے سے خوفزدہ ہیں اور دیگر ناگہانی مصائب کے اترنے کے انتظار میں ہیں وہ تمہاری خبریں اور تمہارے واقعات کے بارے میں سوال کرتے رہتے ہیں کیا ایماندار لوگ قتل ہوگئے ہیں؟ کیا

ابوسفیان کو غلبہ حاصل ہوا ہے تاکہ وہ خبر کے ساتھ ہی تمہاری کیفیت معلوم کرسکیں، مشاہدہ کی ضرورت پیش نہ آئے اور اگر وہ لڑائی کے وقت میدان کارزار میں تمہارے ساتھ ہوتے تو تمہارے ساتھ کم ہی لڑائی کرتے اس لئے کہ وہ بزدل ہیں بلکہ ذلیل ہیں اور زندگی کے بارے میں لالچی ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ
اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا
تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْيَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا
خَيْرًا ط وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ
ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ
وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ط
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع

ترجمہ: بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے پیغمبر اچھا نمونہ ہیں اس شخص کے لئے جو اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہے اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہے (۲۱) اور جب ایمان والوں نے لشکروں کو دیکھا تو انہوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے درست فرمایا اور اس نے ان کو نہیں زیادہ کیا مگر ایمان میں اور تسلیم کرنے میں (۲۲) مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر سے وعدہ کیا تھا پس ان میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مقصود کو پالیا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہ کی (۲۳) تاکہ اللہ سچ کہنے والوں کو ان کی سچائی کے باعث بدلہ عطا کرے اور منافقین کو عذاب میں مبتلا کرے اگر وہ چاہے یا ان پر رحمت کیساتھ لوٹ آئے بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۲۴) اور اللہ نے کفار کو واپس کیا ان کے غصہ کے ساتھ وہ کسی فائدہ کو نہ پاسکے اور اللہ نے مسلمانوں کی جانب سے لڑائی کے بارے میں کفایت کی اور اللہ کی ذات مضبوط غالب ہے (۲۵) اور اللہ نے ان لوگوں کو اتارا جنہوں نے ان لشکروں کی مدد کی تھی جو اہل کتاب سے

تھے (۲۶) اور آخر کار اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور آخر کار ایسی زمین کا وارث بنایا کہ تم نے اس کو پامال نہیں کیا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۲۷)

مفردات کی وضاحت: اُسْوَۃٌ نمونہ، جس کی اقتداء کی جائے، قَضٰی نَحْبَہٗ اس نے اپنی نذر کو پورا کیا اور جہاد پر صبر کیا یہاں تک کہ شہید ہوا جیسا کہ حمزہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ اللہ نے ایمان والوں کو لڑائی سے تحفظ عطا کیا، عَزِیْزًا غالب، ظَاھَرُوْھُمْ انہوں نے ان کی مدد کی، اَھْلِ الْکِتٰبِ سے مقصود بنوقریظہ ہیں، صَیَاصِیْھِمْ کا واحد صِیْصِیَۃٌ ہے مراد قلعہ ہے، اَلرُّعْبُ سخت خوف۔

تناسب: غزوۂ احزاب کے ذکر کے بعد نیز اس میں مذبذب منافقین کے تذکرہ کے بعد کہ وہ میدان جہاد سے کنارہ کش رہے تو ان آیات میں ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ صبر اور ثابت قدمی میں رسول اکرم ﷺ کی اقتداء کریں بلکہ جہاد اور مالی قربانی میں ان کے نقوش پر رواں دواں رہیں اس کے بعد اللہ کے پیغمبر کی پاکباز بیویوں کا تذکرہ ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی اقتداء کریں جس طرح آپ کی زندگی زاہدانہ ہے وہ بھی زہد و ورع کے ساتھ خود کو موصوف کریں اور ہرگز دنیوی زیب و زینت کی جانب دھیان نہ کریں جب کہ انہیں سبھی ایمانداروں کی بیویوں کا عملی نمونہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان کے نقوش پر رواں دواں رہیں۔

شان نزول: تفسیر ابن جریر طبری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا چچا انس بن نضر غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکا تو عدم شرکت کے باعث اسے افسوس لاحق ہوا اور اس نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اللہ کے پیغمبر کے ساتھ پہلی جنگ میں شریک نہ ہو سکا اگر مستقبل میں مجھے کسی معرکہ میں شریک ہونے کا موقعہ ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کارنامہ سرانجام دیتا ہوں تو غزوۂ احد کے موقعہ پر جب صحابہ کرام اولاً شکست سے دوچار ہوئے تو اس نے کہا اے اللہ! میں آپ کی خدمت میں اس حرکت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جو میرے رفقاء نے کی ہے، پھر وہ اپنی تلوار لے کر چلا تو اس سے سعد بن معاذ کی ملاقات ہوئی اور اس نے سعد کو مخاطب کیا اور کہا اے سعد! اللہ کی قسم! مجھے احد پہاڑ سے ورے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اس کلمہ کے کہنے کے بعد اس نے زوردار انداز میں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ میں ہرگز استطاعت نہیں کہ میں اس انداز سے بہادری کا کام کرتا جس طرح سے اس نے کیا ہے۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کو مقتولوں کے درمیان پایا اور اس کی لاش پر کچھ اوپر اسی (۸۰) زخم تھے کچھ تلواروں، کچھ نیزوں اور کچھ تیروں کے، لیکن ہم اس کی صحیح پہچان نہ کر سکے اس دوران اس کی ہمشیرہ وہاں آئی اس نے اس کو اس کی انگلیوں کے پوروں سے پہچان لیا چنانچہ انس بیان کرتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ یہ آیت اس کے بارے اور اس کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی۔[1]

[1] صحیح مسلم ۶/۴۵، صحیح ترمذی ۳/۹۰، المراغی ۷/۳۶۰

آیت اس کے اور اس کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی۔[۱]

تشریح: اے ایمان والو! تمہارے لئے اس پیغمبر میں جو عظمتوں کے ساتھ موصوف ہے بہترین نمونہ ہے تم اس کے اخلاص، اس کے جہاد، اس کے صبر کو اپنے لئے نمونہ بناؤ، یہ عظیم شخصیت کا مالک ہے تمہارے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے اقوال، افعال اور اس کی کیفیات کو اپنے لئے مقتدا بناؤ اس لئے کہ یہ عظیم شخصیت تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہے کہ اس کی زبان پر اپنے لئے جملہ بلکہ کوئی لفظ شوشہ اپنی خواہش سے نہیں آتا ہے جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی جانب سے وحی ہے۔[۲]

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس لئے لازم ہے کہ تم سب اسی راہ پر گامزن رہنے کی کوشش کرو جس راہ پر یہ شخص گامزن رہا ہے سر مو اس سے انحراف ہرگز جائز نہیں لیکن یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کی ذات سے ثواب کی بھیک طلب کر رہے ہیں اور اس کے عذاب کے تصور سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ کثرت کے ساتھ اپنے پروردگار کے ذکر و اذکار میں محو رہتے ہیں نہ صرف زبان کے لحاظ سے بلکہ دل اور دیگر اعضاء بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر کا قول: اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی شخصیت کو اپنا اسوۂ حسنہ قرار دیں نہ صرف یہ کہ صبر کے دامن کو ہمیشہ تھامے رکھیں بلکہ اسلامی معاشرہ میں بھی لوگوں کو صبر و ثبات کی تلقین سے نوازتے رہیں اور جہاد کے میدان میں رواں دواں رہیں شیطان ابلیس اپنے دشمن اعظم کی دسیسہ کاریوں اور خفیہ چالوں سے خود کو تحفظ عطا کرنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں صبر و مصابرت کے زیور سے خود کو آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

یہی وجہ ہے کہ جنگ احزاب کے موقعہ پر جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چاروں طرف سے اپنے دشمنوں کے گھیرے میں جکڑے ہوئے تھے انہیں صبر دلاتے ہوئے اور ان کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے حکم دیا کہ تمہاری تمام مشکلات کا واحد حل آخرالزمان پیغمبر محمد ﷺ کی عظیم شخصیت کی پیروی میں ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس کی پیروی میں رواں دواں نہیں ہو رہے ہو اور تم اس کی استقامت کا ملاحظہ کرنے کے بعد کیوں خود کو گھبراہٹ کے حوالے کر رہے ہو سبھی مشکلات کا واحد حل اللہ کے پیغمبر کی زندگی کے مطابق زندگی بھر رواں دواں رہنے میں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں یہ تصور پختہ ہو کہ آخرت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب نے حاضر ہونا ہے اور بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہو کر چند سوالوں کا جواب دینا ضروری ہے تم نے اپنی قیمتی عمر کو کن کاموں میں ضائع کیا تم نے مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور تم نے کتاب و سنت کے علم کو حاصل کیا اور اس کے مطابق زندگی بسر کی۔

وَلَمَّا رَاَالْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: اور جب ایمان والوں نے دیکھا کہ کفار ان کی جانب آ رہے ہیں اور انہوں نے ان کا ہر جانب سے اس طرح گھراؤ کر لیا ہے جیسا کہ کنگن نے کلائی کو اپنے گھیرے میں لئے ہوتا ہے تو ایمان والوں نے برملا کہا یہ تو وہی منظر ہمارے سامنے نظر آ رہا ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اسلام

قبول کرنے کے بعد آزمائشوں اور مصائب سے دوچار ہونا ہوگا بالآخر تمہیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا اور اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہوا اور اللہ کے پیغمبر نے جس خوشخبری سے نوازا تھا اس کی صداقت بھی صحیح ثابت ہوئی۔

مفسرین بیان کرتے ہیں جب صحابہ کرام خندق کے کھودنے میں مصروف تھے تو اس دوران انہیں ایک بڑی چٹان سے واسطہ پیش آیا جس کی شکست وریخت سے انہوں نے خود کو کمزور پایا تو اس کے بارے میں انہوں نے اللہ کے پیغمبر کو آگاہ کیا چنانچہ آپ بنفس نفیس تشریف لائے آپ نے کدال کو اپنی گرفت میں لیا آپ نے چٹان پر تین ضربیں لگائیں ان ضربات کے نتیجہ میں آپ کے سامنے کسریٰ کے شہر اور روم کے محلات روشن نظر آئے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے کہ تم خوش ہو جاؤ کامیابی تمہارے قدم چومے گی تو جب وہاں مشرکین کے لشکر پہنچے اور انہوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے کہا اس کا وعدہ تو ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے کیا ہوا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کا وعدہ سچا ہے اور انہوں نے جب لشکروں اور جماعتوں کی کثرت کو دیکھا اور تنگی نیز سخت محاصرہ کو دیکھا تو اس کے مشاہدہ سے ان کے ایمان میں مزید گہرا اضافہ ہوا اور اللہ پاک کے احکامات کے تسلیم کرنے کے داعیہ میں مزید پختگی رونما ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ ایمان والوں کے گروہ میں ایسے لوگ ہیں جن کا ایمان پختہ ہے انہوں نے اس موقف کی نذر مان رکھی ہے کہ جب بھی انہیں اللہ کے پیغمبر کی معیت میں دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ ہونے کا موقعہ ملا تو وہ ثابت قدم رہیں گے اور لڑائی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ شہادت سے شادکام ہوں گے تو ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔

جیسا کہ انس بن نضر اور حمزہ رضی اللہ عنہما تھے جب کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی راہ میں شہادت کے منتظر ہیں انہوں نے اپنے پروردگار سے جو عہد کیا تھا اس کو انہوں نے تبدیل نہ کیا اس کے نتیجہ میں صادق الایمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی سچائی کے سبب اور ان کے بہترین کردار کے باعث اخروی زندگی میں بہت ہی اچھا بدلہ عطا فرمائیں گے جب کہ منافقین عہد شکنی کرنے والوں کو اللہ پاک عذاب میں مبتلا کرے گا جب کہ ان کی موت منافقت پر ہوگی تو انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا یا ان کی توبہ قبول کر کے ان پر رحم فرمائے گا بلاشبہ اللہ کی مغفرت بہت وسیع ہے وہ بندوں پر رحم کرنے والا ہے، علامہ ابن کثیرؒ اس مقام میں وضاحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت اس کے غیظ وغضب پر غالب ہے اسی لئے اس پر آیت کو ختم کیا ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ: اور اللہ نے جمع ہونے والی جماعتوں کو جو مدینہ شہر پر امڈ آئے تھے انہیں ناکام نامراد لوٹا دیا ناکامی کے باعث وہ سخت ناراض تھے جب کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے انہیں نہ دنیوی زندگی میں کامیابی حاصل ہوئی اور نہ اخروی زندگی میں انہیں کوئی آرام میسر آئے گا وہ تو اللہ کے پیغمبر کی مخالفت اور آپ کے قتل کے منصوبہ میں ناکام ہونے کے باعث ہرگز کسی دنیوی، اخروی بھلائی کو حاصل نہ کر پائے بلکہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے ساتھ لڑائی کرنے میں اور آپ کو قتل کرنے کے پختہ پروگرام کے باعث اعمال نامہ میں ناقابل عفو گناہوں کا اندراج کرایا جب کہ اللہ نے ان کو ان کے دشمن کے شر سے تحفظ عطا کیا کہ ان پر سخت زوردار آندھی اور فرشتوں کو بھیجا یہاں تک کہ وہ شکست خوردگی کی کیفیت میں دم دبا کر

بھاگ گئے اور اللہ کی ذات قدرت والی ہے وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر قادر ہے وہ ذات غالب ہے اس کو مغلوب کرنا ممکن نہیں، اسی لئے رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

''اللہ کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کو غلبہ عطا کیا اور اس اکیلے نے سب جماعتوں کو شکست سے ہم کنار کیا''

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ: اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ کو اتارا جنہوں نے مشرکین کی اعانت کی اور عہد شکنی کی اور نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے خلاف انہوں نے خود کو متوجہ کیا انہیں ان کے قلعوں سے اتاریں جن میں انہیں تحفظ حاصل ہے اور اللہ نے ان کے دلوں میں خوف ڈالا یہاں تک کہ انہوں نے قلعوں کے دروازوں کو کھول دیا اور خود کو ان کے سپرد کر دیا۔

علامہ ابن جزی کا قول: یہ آیت بنوقریظہ کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی اس لئے کہ وہ اللہ کے پیغمبر کے معاہدین میں سے تھے لیکن انہوں نے عہد شکنی کرنے کے بعد خود کو قریش کے ساتھ ملا لیا تو جب مشرکین شکست سے دوچار ہوئے اور قریش مدینہ سے واپس چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بارے میں سعد بن معاذ کے فیصلہ کو تسلیم کیا چنانچہ اس نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو تہ تیغ کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے چنانچہ اللہ کے اس قول کا یہی مفہوم ہے کہ تم بالغ مردوں کو قتل کر رہے تھے چنانچہ اس دن ان میں سے تین سو سے نو سو تک افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا اور اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں اور ان کے مال کا وارث بنایا جن کو وہ چھوڑ گئے تھے نیز کچھ اور زمین کا بھی وارث بنایا جس کو تم نے ابھی پامال نہیں کیا اس سے مقصود خیبر کا علاقہ ہے اس لئے کہ اسے بنوقریظہ کے بعد اپنے قبضہ میں لیا گیا اسی طرح ہر وہ علاقہ جس کو مسلمان فتح کریں گے۔

وَكَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا: اللہ پاک قادر ہے ہر اس چیز پر جس کا وہ ارادہ کرتا ہے آسمانوں و زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کی ذات کو عاجز کر سکے۔

ابوحیان کا قول: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اختتام پر اپنی قدرت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے دراصل اس جملہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے شمار فتوحات سے نوازا ہے تو جس طرح اللہ نے ان کو ان ممالک کا اقتدار عطا کیا ہے اور انہیں بادشاہت عطا کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اس بات کی بھی قدرت حاصل ہے کہ وہ ان کے علاوہ انہیں دیگر شہروں کی ملکیت عطا کرے، ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات پر کچھ مشکل نہیں جس کا وہ ارادہ کرے اور اس کی مشیت میں ہرگز کوئی قوت حائل نہیں ہو سکتی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے عربی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

وَنُنْكِرُ اِنْ شِئْنَا عَلَی النَّاسِ قَوْلَهُمْ وَلَا یُنْكِرُوْنَ الْقَوْلَ حِیْنَ نَقُوْلُ

''ہم اگر چاہیں کہ لوگوں کی بات کا انکار کریں تو کر سکتے ہیں لیکن جب ہم بات کہتے ہیں تو ہماری بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے'' غزوۂ خندق کا مختصر واقعہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:۔

غزوۂ خندق کا واقعہ سن ۴ ہجری میں وقوع پذیر ہوا چونکہ دشمن کے حملہ سے تحفظ کے لئے مدینۃ الرسول کے اردگرد خندق کھودی گئی تاکہ دشمن کے حملہ سے تحفظ حاصل ہو اس کا دوسرا نام غزوۂ احزاب ہے اس لئے کہ مشرکین کے مختلف گروہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے اکٹھے ہوگئے تھے اور خندق سلمان فارسی کے مشورہ سے کھودی گئی چنانچہ نبی ﷺ خود بھی خندق کھودنے کے عمل میں شریک ہوئے، مقصود صحابہ کرام کو رغبت دلانا تھا اس غزوۂ کی جانب حیی بن اخطب نے بنونضیر کے قتل کے بعد خود کو آمادہ کیا، وہ قریش مکہ کو رسول اکرم ﷺ کی مخالفت میں رغبت دلا رہا تھا دوسری جانب کنانہ بن ربیع نے بنوغطفان قبیلہ کے لوگوں کو صحابہ کرام کی مخالفت میں اکسایا، مزید انہیں رشوت دینے کا وعدہ کیا کہ انہیں خیبر کی کھجوروں میں سے نصف کھجوریں بطور عطیہ کے دی جائیں گی اور ابوسفیان قریش مکہ کو لے کر نکلا انہوں نے مَرَّالظهران کے مقام میں پڑاؤ ڈالا ان کی مدد کے لئے بنوسلیم قبیلہ کے لوگ پہنچ گئے اس طرح ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی محمد بن اسحٰق صاحب المغازی نے ان کی تعداد دس ہزار بتائی ہے جب کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد صرف تین ہزار تھی محاصرہ بیس دن تک رہا جنگ تو نہ ہوسکی البتہ تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ ہوتی رہی، صحابہ کرام میں سے سعد بن معاذ کو دشمن کا تیر لگا جس سے ان کی موت واقع ہوگئی کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی بھیجی جس کے باعث کفار اپنے مقصد میں ناکام رہے، مزید برآں نعیم بن مسعود اشجعی شخص نے کفار دشمن کے درمیان افتراق کی خلیج کو وسیع کیا اور کفار کے لشکر میں شریک مختلف لوگوں میں اختلاف رونما ہوا، اس غزوۂ میں صحابہ کرام کا رجزیہ گیت یہ تھا:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

''ہم ایسے لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ مبارک پر جہاد کی بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں۔ (فتح الباری ۷/۴۹۲)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہیں اگر تم دنیوی مال اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آپ آئیں تاکہ میں تمہیں لباس عطا کروں اور تمہیں اچھے انداز کے ساتھ چھوڑ دوں (۲۸) اور اگر تم اللہ اور اس کے پیغمبر کو چاہتی ہو اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو پس بلاشبہ اللہ نے تم میں سے نیکوکار عورتوں کے لئے بہت بڑے ثواب کو تیار کر رکھا ہے (۲۹) اے پیغمبر! کی بیویو! تم میں سے جو ظاہر بے حیائی کا عمل کریں گی تو اس کیلئے دوگنا عذاب ہے اور یہ اللہ پر آسان ہے (۳۰)

مفردات کی وضاحت: لِّاَزْوَاجِكَ سے مقصود عائشہ صدیقہ، حفصہ بنت فاروق، ام سلمہ، زینب بنت جحش، میمونہ بنت حارث، سودہ بنت زمعۃ، ام حبیبہ بنت ابی اسفیان، صفیہ بنت حیی، جویریہ بنت حارث ہیں، ان سے آپ نے ایک ماہ الگ رہنے کی

قسم اٹھائی تھی بعدازاں اختیار دیا لیکن انہوں نے اللہ کے رسول کو پسند کر لیا۔[1]

فَتَعَالَيْنَ تم اپنے اختیار کے ساتھ آ ؤ اور دو باتوں سے ایک کو پسند کر لو، **اُمَتِّعْكُنَّ** میں تمہیں فائدہ عطا کردوں گا اس سے مقصود قمیص، دوپٹہ اور اوڑھنی فراخی اور تنگی کے لحاظ سے الگ الگ ہے۔

تناسب اور شان نزول: جب اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب میں نبی ﷺ کو غلبہ عطا کیا اور بنوقریظہ اور بنونضیر دونوں قبائل کی جاگیریں اسلامی تحویل میں آ گئیں تو آپ کی بیویاں آپ کے اردگرد بیٹھ گئیں انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کسریٰ اور قیصر کی عورتیں تو زرق برق لباس میں ملبوس ہیں ان کے پاس لونڈیاں ہیں اور ہم لوگ تنگ دست ہیں فقر و فاقہ میں زندگی بسر کر رہی ہیں تو ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے جب کہ صحابہ کرام آپ کے دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے لیکن ابوبکر کو اجازت نہ ملی پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے انہیں اجازت نہ ملی کچھ لمحہ کے بعد ابوبکر اور عمر دونوں کو اجازت حاصل ہو گئی وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد آپ کی عورتیں تھیں اور آپ خاموش تشریف فرما تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ضرور بات کرتا ہوں شاید آپ کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ہویدا ہو جائیں تو اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر عمر کی بیوی زید کی بیٹی مجھ سے نان و نفقہ کا مطالبہ کرے تو میں اس کی گردن پر انگوٹھا رکھ دوں گا، عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر نبی ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں نمودار ہوئیں اور آپ نے بتایا یہ میری بیویاں میرے اردگرد ہیں مجھ سے اخراجات کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

آپ کی اس بات کو سن کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب متوجہ ہوئے تا کہ اسے زدوکوب کریں اور عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حفصہ کی جانب کھڑے ہوئے دونوں کہہ رہے تھے تم اللہ کے پیغمبر سے اس چیز کا مطالبہ کر رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو روکا اس پر آپ کی بیویوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم اس مجلس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود نہ ہوگا اس دوران اختیار کی آیت نازل ہوئی، ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہیں کہ اگر تم دنیوی زندگی کا ارادہ رکھتی ہو اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آپ آئیں میں تمہیں فائدہ عطا کرتا ہوں اور تمہیں اچھے انداز کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔

چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آغاز کیا اس کو کہا میں تیرے سامنے ایک بات پیش کر رہا ہوں مجھے پسند نہیں کہ تو اس کے بارے میں عجلت سے کام لے جب تک کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کرے اس نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! وہ کیا معاملہ ہے؟ چنانچہ آپ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی اس نے آیت کی تلاوت کے سنتے ہی عرض کیا کیا میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ نہیں! بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہوں اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ نے کسی عورت سے ذکر نہیں کرنا ہے جس کو میں نے پسند کیا ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سخت مزاج نہیں بنایا ہے البتہ اللہ پاک نے مجھے تعلیم دینے والا آسانی کرنے والا بنایا ہے ان عورتوں میں سے جو عورت بھی مجھ سے اس

[1] غور التبیان ص ۴۲۰

کے بارے میں معلوم کرنا چاہے گی میں اسے بتا دوں گا۔[1]

تشریح: اے پیغمبر! (ﷺ) آپ اپنی بیویوں کو آگاہ کریں جن سے آپ کو ذہنی کوفت ہوئی جب انہوں نے آپ سے روزمرہ کے اخراجات میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ اگر تم دنیوی زیب و زینت کی جانب رغبت رکھتی ہو جو کہ عارضی ہے تو تم آؤ میں تمہیں طلاق دے دیتا ہوں اور تمہیں رخصت کرتے ہوئے عطیہ بھی پیش کرتا ہوں اور تمہیں بلا کسی تکلیف کے فارغ کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے پیغمبر کی رضا چاہتی ہو اور آخرت کے گھر میں وافر انعامات سے بہرہ ور ہونا چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ تم میں سے محسنات عورتوں کے لئے ان کے احسان کے باعث عظیم ثواب عطا فرمائے گا جس کی عظمت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے، مقصود جنت کی رہائش ہے اس میں جو انعامات میسر آئیں گے وہ ایسے ہوں گے جن کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہے اور کسی کان نے سنا نہیں ہے اور کسی شخص کے دل میں اس کا خیال نہیں آیا ہے۔

البحر المحیط میں وارد ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کامیاب فرمایا اور کفار کی مختلف ٹولیاں اور گروہ آپ سے کنارہ کش ہو گئے اور بنو قریظہ اور بنو نضیر یہودیوں کے دو مشہور قبائل کو فتح کر لیا گیا تو آپ کی بیویوں نے خیال کیا کہ آپ کو یہودیوں کی نفیس عمدہ چیزیں ملی ہیں اور ان کے مالیات کے ذخائر آپ کے قبضہ میں آ گئے ہیں وہ سب آپ کے گرد بیٹھ گئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! کسریٰ اور قیصری کی سلطنت والوں کی بیٹیاں زیوروں کی سج دھج میں زندگی گزارتی ہیں اور عمدہ ملبوسات زیب تن کرتی ہیں جب کہ ہماری زندگی تو تنگی سے گزر رہی ہے آئے دن فاقے آ رہے ہیں انہوں نے آپ سے معیشت اور مال و دولت کی فراوانی کا سوال کیا اور جس طرح بادشاہ، امراء کبار لوگ اپنی بیویوں کو شاد کام کرتے ہیں ہمیں بھی شاد کام کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے بارے میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کو ان پر پڑھا جائے اس وقت آپ کے حرم میں نو بیویاں تھیں۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ: تم میں سے جو عورت کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گی یا حد سے تجاوز کرتے ہوئے کوئی قبیح کام کرے گی بداخلاقی اختیار کرے گی اختلاف کی خلیج کو وسیع کرے گی تو اس کو دوسری عورتوں کی بہ نسبت دوگنا عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، ظاہر ہے کہ معصیت کی قباحت فضل اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑھ جاتی ہے اور اس قسم کا عذاب دینا اللہ کے لئے آسان ہے اللہ کو ہرگز اس عذاب سے یہ بات نہیں روک سکتی کہ وہ کسی پیغمبر کی بیوی ہے، دراصل یہ خطاب اللہ کی جانب سے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی جانب ہے ان کے فضل اور ان کے مرتبہ کو بلند کرنا مقصود ہے، مزید برآں وہ جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی جتنا قرب کسی کا اللہ کے پیغمبر سے ہوتا ہے اتنا ہی قرب اللہ سے ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۴، مسند احمد ۳/۳۲۸، المراغی ۷/۳۶۵، ابن کثیر ۳/۲۶۶

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا
كَرِيْمًا﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ
بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴿۳۴﴾ ع

ترجمہ: اورتم میں سے جوعورتیں اللہ اوراس کے پیغمبر کی فرماں برداری کریں گی اوراعمال صالحہ کریں گی ہم اس کواس کی دوہری مزدوری عطا کریں گے اوراس کے لئے اچھا رزق مہیا کریں گے(۳۱) اے پیغمبر کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی ایک عورت جیسی نہیں ہو اگرتم پرہیزگاری اختیار کروگی پس تم نے بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہیں کرنا ہے کہ اس وقت وہ شخص لالچ کرے گا جس کے دل میں بیماری ہے اورتم نے اچھی بات کہنی ہے(۳۲) اور تم اپنے گھروں میں رہو اورتم نے جاہلیت اولیٰ کی طرح خوبصورتی کا اظہار نہیں کرنا ہے اورتم نے نماز کو قائم کرنا ہے اورزکوٰۃ کو ادا کرنا ہے اور اللہ اوراس کے پیغمبر کی اطاعت کرنا ہے سوائے اس کے نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے پلیدی کو دور کرے اورتا کہ تمہیں پاک کرے پاک کرنا(۳۳) اورتم یاد کرو اس چیز کو جس کو تمہارے گھروں میں پڑھا جارہا ہے اللہ کی آیات اورحکمت سے بلاشبہ اللہ لطیف ہے خبردار ہے(۳۴)

مفردات کی وضاحت: احد یہ اصل وحد تھا اس کا معنی واحد ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر نبی ﷺ کی بیویاں عورتوں کی کسی جماعت کے برابر نہیں ہیں عام عورتوں کی کوئی جماعت فضیلت اور مسابقت میں ازواج مطہرات کے برابر نہیں ہیں، فَلَا تَخْضَعْنَ تم نے نرم لہجہ میں بات نہیں کرنی ہے، الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى قدیم جاہلیت، اسلام سے پہلے کی جاہلیت، اَلْحِكْمَةُ سنت۔

تشریح: تم میں سے جو عورت اللہ پاک اوراس کے پیغمبر کی اطاعت پر مداومت اختیار کرے گی واجبات ادا کرے گی محرمات اور مکروہات سے کنارہ کش رہے گی اطاعت اورتقویٰ کے جذبہ کے ساتھ اللہ کے پیغمبر کی رضامندی کی خواہش کے حصول کے لئے اخلاق حسنہ کا کردار ادا کرتے ہوئے معاشرہ کا خیال رکھتے ہوئے قناعت کے جذبہ کو اپناتے ہوئے اعمال صالحہ کرے گی تو ہم اس کو دوگنا اجروثواب سے نوازیں گے اس وجہ سے کہ اطاعت کے جذبہ کے ساتھ تقویٰ بھی کارفرما ہے، مزید برآں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی خوشنودی مطلوب ہے کہ معاشرہ کو بہتر بنانے کے لئے اخلاق حسنہ اورقناعت کے جذبہ کے ساتھ خود کو موصوف کیا جائے، مزید برآں اسے دنیوی اخروی سعادتوں سے بہرۂ وافر عطا کیا جائے گا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ: اے پیغمبر کی بیویو! تمہاری حیثیت عام عورتوں جیسی نہیں ہے جب کہ تم ان سے مختلف ہو

اس وجہ سے کہ تمہیں خاتم النبیین پیغمبر کی بیویاں ہونے کا شرف حاصل ہے جو تمام لوگوں سے افضل تھے لیکن شرط یہ ہے کہ تم میں اللہ پاک کا خوف موجود ہو تو پھر تمہارا مقام ومرتبہ سب عورتوں سے بلند ہے۔

علامہ قرطبی کا قول: اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ان کو جو اتنی بڑی فضیلت سے نوازا گیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں تقویٰ کا وصف کارفرما ہے اور تقویٰ کا وصف اس لئے ہے کہ انہیں اللہ کے آخر الزمان پیغمبر جو پہلے اور بعد میں آنے والوں کے بھی سردار ہیں کی رفاقت حاصل ہے۔

عبداللہ بن عباس کا قول: اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ تمہاری عزت میرے نزدیک دیگر عورتوں جیسی نہیں ہے جو اعمال صالحہ پر مداومت رکھتی ہیں تمہاری قدر ومنزلت تمہارے تقویٰ کے باعث ہے صرف اس لئے نہیں ہے کہ تم اللہ پاک کے پیغمبر (ﷺ) کے ساتھ ان کی بیویوں کی حیثیت میں ہو تم نے مردوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت نرم لہجہ نہیں اپنانا ہوگا ، ہرگز ناز ونخرہ کا انداز نہیں اپنانا ہے گفتگو کے وقت لہجہ میں شدت کارفرما ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے فاجر فاسق شخص ہے عورتوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا مشتاق ہے اور تمہاری زبان سے اچھے کلمات صادر ہوں ان میں شک وشبہ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی کارفرما نہ ہو۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ: اپنے گھروں کو لازم پکڑو بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلو غافل عورتوں جیسا کردار ادا نہیں کرنا ہے ذمہ داری کا ثبوت مہیا کرنا ہوگا بلاضرورت گلیوں بازاروں کا سامنا نہ کریں جیسا کہ دور جاہلیت میں عورتیں کیا کرتی تھیں کہ عورتیں زیب وزینت کے ساتھ بازار میں چلتی پھرتی تھیں جسم کے جن حصوں کو ڈھاپنا ضروری ہے ان کو ننگا رکھتی تھیں۔

قتادہ کا قول: زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی چال میں جسم کو اونچا کرنا، نیچا کرنا اور جسم کو گردش میں لانا، ڈانس (Dance) اور رقص کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا اور تم پانچ نمازوں کی ادائیگی ان کے اوقات میں کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرو اور اللہ پاک اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرو تا کہ تم پرہیزگار عورتوں کے مقام ومرتبہ تک پہنچ سکو، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں گناہوں کی میل کچیل سے صحیح طور پر پاک کرے اور تم قرآن کی آیات کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے احکام کو معلوم کرو ان دونوں میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

خیال رہے ازواج مطہرات کے حجروں میں احکام الٰہیہ نازل ہوتے رہتے تھے ان کا تذکرہ کرتے رہو بلاشبہ اللہ پاک کی ذات کو معلوم ہے کہ بندوں کے معاملات کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ لوگوں کیلئے جس شریعت کو نافذ کیا ہے ان میں بندوں کے معاملات کا حل ہے اور زندگی بسر کرنے کا صحیح پروگرام ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تذکرہ کرو جو تم پر ہے کہ تمہیں ایسے گھر عطا کئے جن میں اللہ کریم کی آیات کی تلاوت ہوتی رہتی ہے اور اللہ رب العالمین کے پیغمبر پر جو احکام اترتے ہیں قرآن میں وہ نہیں ہیں اس پر آپ اللہ پاک کی تعریف کریں اور اس کے فضل وکرم پر شکریہ ادا کریں جو تم پر ہے اس میں معاشرہ کی اصلاح ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے جب تم کو ایسے گھروں میں ہائش عطا کی جن میں اللہ پاک کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے اللہ کی ذات تمہارے بارے میں باخبر ہے جب اس نے تم کو اس کی بیویاں بنایا۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴿۳۵﴾

ترجمہ: بلاشبہ مسلمان مرداور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایماندار عورتیں اور اطاعت کرنے والے مرداور اطاعت کرنے والی عورتیں اور سچی بات کہنے والے مرداور سچی بات کہنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرداور صبر کرنے والی عورتیں اور تواضع اختیار کرنے والے مرداور تواضع اختیار کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرداور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرداور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت کیساتھ اللہ کا ذکر کرنے والے مرداور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں ، اللہ نے ان کیلئے بخشش اور بہت بڑی مزدوری کو تیار کر رکھا ہے (۳۵)

مفردات کی وضاحت: اَلْاِسْلَامُ اللہ کے حکم کی اطاعت کرنا اور اس کے سامنے خود کو سر تسلیم خم کرنا، اَلْاِیْمَانُ اللہ پاک کی جانب سے اوامر ونواہی کی تصدیق کرنا، اَلْقُنُوْتُ اطاعت، اَلصَّبْرُ مشکل کاموں عبادات اور گناہوں سے دور رہتے ہوئے مشقتوں اور تکالیف سے دوچار ہونا۔

بلاغت: اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ میں مردوں کو غلبہ عطا کرتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے عورتوں کے ذکر کو اختصار کیلئے حذف کر دیا گیا ہے۔

تشریح: اس مقام میں اللہ نے مرد، عورت دونوں کو جزا سزا میں برابر کیا ہے فرمایا بلاشبہ جو لوگ اسلام کے احکام کے ساتھ تمسک اختیار کیے ہوئے ہیں اسلامی اخلاق کے ساتھ خود کو موصوف کئے ہوئے ہیں خواہ وہ مرد ہیں یا عورتیں ہیں اور اللہ پاک اور اس کی آیات کی تصدیق کرنے والے ہیں نیز جو کچھ رسولوں اور پیغمبروں پر اتارا گیا ہے اس کی تصدیق کرنے والے ہیں اور عبادت گزار اطاعت کرنے والے ہیں اطاعت پر مداومت کرنے والے ہیں ایمان، اعمال اور اقوال میں سچے ہیں، فرمانبرداری کے کاموں پر اور برے کاموں کے چھوڑنے پر صبر کرنے والے ہیں، مشکلات اور خوشی کے کاموں میں صبر کا مظاہر کرنے والے ہیں، اللہ عزوجل سے خوفزدہ ہیں اپنے دلوں اور اعضاء کے ساتھ تواضع کرنے والے ہیں اور فقراء پر مال کا صدقہ کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پاک کی رضا کے حصول کے لئے روزہ رکھنے والے ہیں اور روزے رکھنے والیاں ہیں ظاہر ہے کہ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور محرمات اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد ہیں اور عورتیں ہیں اور زبان اور دل کے ساتھ اللہ پاک کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والے ہیں اسی طرح عورتیں ہیں ہر وقت اور ہر جگہ میں مصروف ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان نیکوکار پرہیزگار مردوں اور عورتوں کے لئے عظیم اجر وثواب تیار کیا ہوا ہے مقصود جنت ہے جب کہ اعمال صالحہ ان کے برے اعمال کے لئے کفارہ ہوں گے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ: اور کسی ایماندار عورت کے لئے درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کے پیغمبر کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لئے ان کے اس معاملہ میں اختیار ہو اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ گمراہ ہو گیا ظاہر گمراہ ہونا (۳۶) اور آپ یاد کریں جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے بھی انعام کیا کہ تو اپنے آپ پر اپنی بیوی کو روک لے اور تو اللہ سے ڈر جا اور تو اپنے دل میں پوشیدہ کئے ہوئے تھا جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوفزدہ تھا جب کہ اللہ زیادہ لائق تھا اس کے کہ تو اس سے ڈرتا تو جب زید نے زینب سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا یعنی اس نے طلاق دے دی تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح کروا دیا تاکہ ایمان والوں پر اپنے متبنیٰ کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کچھ تنگی نہ ہو جب وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں اور اللہ کا حکم تسلیم کیا گیا ہے (۳۷) اللہ کے پیغمبر پر کچھ تنگی نہیں جس کو اللہ نے اس کے لئے حلال کیا ہے اللہ کا قانون ہے ان لوگوں کے بارے میں جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہونے والا ہے (۳۸) ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے خوفزدہ رہتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں اور اللہ محاسبہ کرنے والا کافی ہے (۳۹) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے پیغمبر اور پیغمبروں کی مہر ہیں اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے (۴۰)

مفردات کی وضاحت: اَلْخِيَرَةُ اختیار، ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا راہ صواب سے کھلم کھلا انحراف، اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ''اللہ تعالیٰ نے اس پر اسلام کا احسان کیا'' اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ''آپ نے اس پر احسان کیا ہے اسے آزاد کیا'' اتَّقِ اللّٰهَ ''اس کے بارے میں اللہ سے خوفزدہ رہیں اور اس کو طلاق دے کر تکلیف میں نہ ڈالیں'' وَ تَخْشَى النَّاسَ ''آپ لوگوں کے اعتراضات سے خوف زدہ ہیں کہ محمد

نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے" وَطَرًا ضرورت، مقصود یہ ہے کہ زید کو اس کے ساتھ زوجیت کی ضرورت نہیں ہے تو وہ اس کو طلاق عطا کرے، زَوَّجْنٰکَهَا "ہم نے اس کو آپ کی بیوی بنا دیا"۔

شان نزول: ابن عباس بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کے لئے زینب بنت جحش کی جانب منگنی کا پیغام بھیجا اس نے ناک چڑھایا اور انکار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اس پر اس کا بھائی آپ کی خدمت میں پہنچا اس نے عرض کیا اے اللہ پاک کے رسول ﷺ! آپ حکم فرمائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ نے اس کا نکاح زید سے کرا دیا۔[1]

تشریح: کسی بھی ایماندار مرد، عورت کیلئے درست نہیں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کسی کام کا حکم دیں کہ ان کیلئے اس میں ان کی اپنی کوئی رائے یا اختیار ہو اس آیت میں اللہ کا ذکر تعظیم کیلئے ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ اللہ پاک کے رسول کا فیصلہ وہی اللہ کا فیصلہ ہے جبکہ اللہ پاک کے پیغمبر اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں اس لئے ان کی بات کی اطاعت کرنا اور تسلیم کرنا ضروری ہے۔

علامہ ابن کثیر کا قول: اس آیت کا حکم تمام معاملات کو شامل ہے ظاہر ہے کہ جب اللہ اور اس کے پیغمبر کسی کام کا حکم دیں تو کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے حکم کے مقابلہ میں ہرگز کسی کا اختیار کسی کی رائے کسی کا قول تسلیم نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے زبردست انکار کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرے گا وہ صراط مستقیم سے پھرا ہوا ہے اور راہ صواب سے ہٹا ہوا ہے بلکہ ظاہر باہر گمراہ ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ: اے پیغمبر! آپ اپنی قوم کو اس واقعہ سے آگاہ کریں جب آپ نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا جس پر اللہ نے انعام کیا کہ اسے اسلام کی جانب راہ نمائی کی اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا کہ آپ نے اسے غلامی سے آزاد کرایا، مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ اس شخص سے مقصود زید بن حارثہ ہے دور جاہلیت میں وہ قیدی تھا خدیجہ نے اس کو خرید کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ہبہ کر دیا تو وہ آپ کے ہاں غلام تھا بعد ازاں آپ نے اس کو آزاد کر کے متبنّٰی بنالیا اور اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب سے اس کا نکاح کرا دیا۔

اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ: آپ اپنی بیوی زینب کو اپنے نکاح میں رکھیں اور اسے طلاق نہ دیں اور اس کے بارے میں اللہ پاک سے خوف زدہ رہیں، اے محمد! (ﷺ) آپ اپنے دل میں جس بات کو چھپا رہے تھے مستقبل قریب میں اللہ پاک اس کو ظاہر کرنے والے تھے وہ یہ تھا کہ آپ کا اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ تھا۔

اس واقعہ میں اسلام دشمن عناصر کے بعض غلط افکار: اسلام کے بعض دانشور دشمنوں نے نہایت رکیک قسم کی روایات سے جن کو مستند قرار نہیں دیا جا سکتا رسول اکرم ﷺ کی عظمت کو مطعون قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے، کتب تفسیر کی بعض باطل روایات میں وارد ہے کہ اللہ پاک کے پیغمبر نے زینب کو دیکھا جبکہ زید کے ساتھ اس کا نکاح ہو چکا تھا تو نبی ﷺ کو وہ پسند آ گئی اور آپ کے دل میں اس کی محبت گامزن ہو گئی، تعجب اور حیرت کے عالم میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو دلوں کو پھیرنے والی ہے تو زینب نے ان الفاظ کو سنا اس نے اپنے خاوند زید کو بتایا اس نے زینب کو طلاق دینے کا ارادہ کیا نبی ﷺ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ اپنی بیوی کو روک رکھیں یہاں تک کہ قرآن پاک میں آیات نازل ہوئیں آپ کو ڈانٹ پلائی گئی کہ آپ نے

[1] البحر المحیط ۷/۲۳۳

اس کو اپنے دل میں کیوں چھپائے رکھا جبکہ اس قسم کی سبھی روایات باطل ہیں ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں علامہ ابوبکر عربی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں: قرآن پاک کی آیات صراحتاً دلالت کررہی ہیں کہ آپ کے بارے میں یہ بہتان ہے جبکہ اللہ پاک نے آگاہ کیا ہے کہ جس بات کو اللہ کے پیغمبر نے چھپایا ہے وہ جلد ہی آشکارا ہو جائے گی، سوال مترشح ہورہا ہے کہ اللہ نے کس چیز کو ظاہر کیا ہے وہ نبی ﷺ کو حکم دینا ہے کہ آپ اس کیساتھ نکاح کریں اس میں ایک عظیم حکمت پوشیدہ ہے وہ دراصل کسی لڑکے کو متبنّٰی بنانا ہے اس کو باطل کرنا مقصود تھا کہ زید بن حارثہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اسلام میں متبنّٰی بنانا درست نہیں کہ وہ جب بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کا نکاح ایسے شخص سے درست ہے جس کا وہ متبنّٰی تھا غور کریں کہ جب زید نے اس سے ضرورت کو پورا کرلیا تو ہم نے آپ کیساتھ اس کا نکاح کرادیا تاکہ ایمان والوں پر اپنے متبنّٰی بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں دشواری نہ ہو۔

زید بن حارثہ کے ساتھ نکاح کی حکمت: یہ حقیقت ہے کہ زینب انکار کررہی تھی کہ وہ آپ کے غلام زید بن حارثہ کے ساتھ نکاح نہیں کرے گی لیکن آپ نے اس کے انکار کو تسلیم نہیں کیا چونکہ عرب دنیا میں اس طرح کے شخص کو بیٹوں کے حقوق حاصل تھے اسے وارث بھی سمجھا جاتا تھا تو اسلام نے اس کو مٹادیا ہے کہ تمہارے متبنّٰی بیٹے تمہارے حقیقی بیٹے نہیں ہیں جیسا کہ سورت کے آغاز میں وضاحت موجود ہے، متبنّٰی تمہارا بھائی ہے بیٹا نہیں ہے اسی لئے اس کی مطلقہ بیوی سے تمہارا نکاح صحیح ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کیا جب کہ زید نے اس کو طلاق دی جیسا کہ ارشاد باری آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ: اور جب ایمان والوں سے گناہ کی نفی ہے تو خصوصیت کے ساتھ سید المرسلین سے بھی آپ کے شرف کے باعث آپ کی عزت میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی ﷺ کی عظیم شخصیت کو اللہ نے آپ کے لئے عام مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں بیویوں کی اجازت دی ہے جب کہ یہودی آپ کو کثرت کے ساتھ نکاح کرنے کے سبب معیوب قرار دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا رد کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں جو گزر چکے ہیں ان کا یہی انداز تھا کہ نہایت فراخی کے ساتھ ان کے لئے عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی تھی چنانچہ نبی ﷺ کے نکاح میں بیک وقت نو بیویاں تھیں، مزید کی بھی اجازت تھی چنانچہ داؤد علیہ السلام کے نکاح میں سو عورتیں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں لونڈیوں کے علاوہ تین سو بیویاں تھیں اور اللہ پاک کا فیصلہ ازل سے قطعی ہے اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللَّهِ: اللہ تعالیٰ پیغمبروں اور رسولوں کی مدح و توصیف کرتے ہوئے آگاہ کررہے ہیں اے محمد! (ﷺ) جن پیغمبروں کے بارے میں تجھے آگاہ کیا ہے اور آپ کے لئے انہیں پیشوا قرار دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو ان لوگوں کی جانب پہنچاتے رہے جن کی جانب وہ بھیجے گئے تھے اور انکے دلوں میں ایک اللہ تعالیٰ کا ڈر گامزن تھا اللہ پاک کے سوا کسی سے وہ خوفزدہ نہیں تھے، اے محمد! آپ انکی اقتدا کریں اور اللہ پاک تمام اعمال اور افعال پر ان کا محاسبہ کرے گا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کا خوف دل میں رکھا جائے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ: بعدازاں اللہ تعالیٰ نے متبنّٰی بنانے کے عمل کو غلط قرار دیتے ہوئے حکم دیا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مفسرین بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے زینب سے نکاح کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ محمد نے تو اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، علامہ زمخشری بیان کرتے ہیں

کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی شخص کے حقیقی باپ نہیں ہیں تا کہ آپ کے درمیان اور اس کے درمیان وہ رشتہ ثابت ہو جو باپ بیٹے کے درمیان ثابت ہوتا ہے کہ سسرال اور نکاح کی حرمت ثابت ہو لیکن آپ خاتم المرسلین ہیں آپ کے بعد ہرگز کوئی نبی نہیں ہے اگر میں نے اسے خاتم النبیین نہ بنانا ہوتا تو میں اس کو لڑکا عطا کرتا جو اس کے بعد پیغمبر ہوتا اور اللہ پاک کو تمہارے اقوال افعال کا علم ہے اس پر تمہارا عمل پوشیدہ نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو (۴۱) اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو (۴۲) وہی ہے جو تم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی جانب نکالے اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ مہربان ہے (۴۳) ان کا دعائیہ کلمہ جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے سلام ہے اور اس نے ان کے لئے عزت والی مزدوری تیار کی ہے (۴۴) اے پیغمبر! بلاشبہ ہم نے تجھے بھیجا ہے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (۴۵) اور اللہ کی جانب اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا ہے اور روشن چراغ ہے (۴۶) اور ایمان والوں کو خوشخبری دیں کہ ان کے لئے اللہ کی جانب سے بہت بڑا عطیہ ہے (۴۷) اور کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کر اور انہیں تکلیف دینا چھوڑ دیں اور اللہ پر بھروسہ کریں اور اللہ کافی کارساز ہے (۴۸) اے ایمان والو! جب تم ایماندار عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو ہاتھ لگایا ہے تو تمہارے لئے ان پر کچھ عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو پس تم ان کو فائدہ عطا کرو اور ان کو اچھے انداز کے ساتھ چھوڑ دو (۴۹)

مفردات کی وضاحت: اَلنِّكَاحُ عقد، وَالْمَسُّ بیوی کے ساتھ قربت اختیار کرنا یہ قرآن پاک کا ادب ہے کہ قربت کو مَسّ سے تعبیر کیا ہے اس کے علاوہ تَغَشِّی اِتْیَان ڈھانپنا بیوی کے پاس آنا سے بھی تعبیر کیا ہے، عِدَّتٌ سے مقصود بیوی کی عدت ہے کہ جب عدت کے دن ختم ہو جائیں گے تو اس کا نکاح کرنا درست ہے۔

تشریح: اے لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کو سچا قرار دیا ہے تم اپنے دلوں، زبانوں اور اعضاء جوارح کے ساتھ سبھی حالات

میں طاقت کے مطابق کثرت کے ساتھ اللہ پاک کا ذکر کرو جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مختلف قسم کے انعامات اور احسانات کے ساتھ مہربانی کی ہے اور دن کے دونوں کناروں میں اللہ پاک کو ان چیزوں سے پاک قرار دو جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق نہیں اللہ پاک کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے تمہیں اعمال کے ادا کرنے کی توفیق عطا کی۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ: یقیناً تمہارا پروردگار جس کا ذکر تم کثرت کے ساتھ کرو گے اور صبح شام کے اوقات میں اس کی پاکیزگی بیان کرو گے وہ ذات تم پر رحم فرمائے گا اور فرشتوں میں تمہاری تعریف کرے گا اس طرح فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت کی دعائیں کریں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ تمہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی جانب لائے گا اور اللہ پاک نے ایمان داروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں رحم فرمایا ہے، دنیوی زندگی میں حق وصداقت کی جانب راہ نمائی کی اور اخروی زندگی میں خوفناک گھبراہٹ سے تحفظ عطا کرے گا جب فرشتے ان کے قریب سے گزریں گے تو وہ السلام علیکم کا تحفہ دیں گے اور اخروی زندگی میں آبرومندانہ انداز کے ساتھ اجر وثواب کے ساتھ نوازے گا وہاں مختلف قسم کے ماکولات، مشروبات، ریشمی لباس، طویل وعریض ہر طرح کے آرام سے لیس رہائش گاہیں ہوں گی سبھی انعامات ایسے ہوں گے جن کو پہلے کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہے کسی کان نے سنا نہیں ہے کسی انسان کے دل میں ان کا تصور نہیں ابھرا ہوگا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا: بعدازاں جب اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو کفر، گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور ایمان کی روشنیوں کی جانب پہنچایا اس کے بعد روشن چراغ کے اوصاف کو بیان کیا جس سے اللہ پاک نے کائنات کو روشنی عطا کی تو فرمایا اے آخر الزمان پیغمبر! ہم نے آپ کو آپ کی امت پر گواہ بنایا ہے بلکہ سب امتوں پر گواہ بنایا ہے کہ ان کی جانب بھیجے گئے پیغمبروں نے ان تک اپنے پروردگار کے پیغامات کو پہنچایا آپ ایمان والوں کو ایسی جنتوں کی خوشخبری دیں جن میں متنوع قسم کی نعمتیں ہیں اور کفار کو دوزخ کے عذاب سے خوفزدہ کیا اور مخلوق کو اللہ پاک کی توحید اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کی جانب دعوت دی لیکن اپنی جانب سے نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ کے حکم کے ساتھ دی اور اے محمد! (ﷺ) آپ کی شخصیت تو روشن سورج جیسی ہے جس کی روشنی سے لوگوں کو فوائد حاصل ہو رہے ہیں اندھیری رات میں آپ کے باعث ایسی روشنی ظہور پذیر ہو رہی ہے جیسا کہ تاریک ظلمت والی رات میں کسی ستارے کی روشنی سے راہ نمائی ہوتی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: اللہ پاک نے فرمایا اے محمد! آپکی مثال تو سورج جیسی ہے جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا نابود ہو جاتا ہے روشنی سے فضا کی ہر چیز نمایاں نظر آتی ہے بھلا اس روشنی کا انکار تو کوئی ضدی ہٹ دھرم انسان ہی کر سکتا ہے؟ کوئی اور نہیں کر سکتا۔

علامہ زمخشری کی وضاحت: اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو زبردست روشنی پھیلانے والے چراغ سے تشبیہ دی ہے جس کے باعث اللہ نے گمراہی کے تاریک اندھیروں کو فضا میں بکھیر دیا ہے اللہ پاک نے آپ کو پانچ اوصاف کے ساتھ موصوف فرمایا ہے وہ سب کمالات کے آئینہ دار ہیں ان میں خوبصورتی کی روشنی نے لوگوں کی نظروں کو خیرہ کر دیا ہے اور آپ کے اوصاف اللہ پاک کی ثنا اور اس کی مدح سرائی کی مکمل تصویر ہیں بلکہ اللہ کے وصف جلالی کے بھی آئینہ دار ہیں آپ کی مدح وتوصیف کو مختصر انداز میں سمیٹتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ تو ایسے روشن ضوء افگن شخصیت والے ہیں جس کی شعاعوں سے گمراہی کے تاریک اندھیرے نابود ہو گئے میرے پروردگار کی رحمتیں اور سلام آپ کی ذات پر ہر لحظہ سایہ افگن رہے۔

وبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلاً كَبِيْرًا: اے محمد! (ﷺ) آپ ایمان والوں کو اس بشارت سے شاد کام کریں کہ ان کے لئے جنتوں میں اللہ پاک کی جانب سے بے حساب عطیات عطا کئے جائیں گے لیکن آپ ہرگز کفار اور منافقین کے سامنے خود کو نہ جھکائیں اور نہ آپ ان سے نرمی کی درخواست کریں تو آپ نے ان سے ہرگز نرمی کا رویہ اختیار نہیں کرنا ہے آپ کی جانب جو وحی کی جارہی ہے آپ اسی پر ثابت قدم رہیں اور اس بات کی جانب ہرگز توجہ نہ کریں کہ وہ آپ کو ایذاء پہنچا سکیں گے اور لوگوں کو آپ کی جانب سے برگشتہ کریں گے آپ اپنے سب معاملات میں اللہ پاک کی ذات پر بھروسہ کریں اور اسی پر اعتماد کریں اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے کافی ہوجاتا ہے جو دینی دنیوی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے بہرحال اللہ پاک کی ذات پر ہی توکل کیا جائے جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ پاک اس کی حفاظت فرماتا ہے اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ: قبل ازیں نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ تھا اور زید بن حارثہ کے نکاح اور اس کے طلاق دینے کا واقعہ بیان ہوا تو اب ایمان دار عورتوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں کس طرح طلاق دی جائے، اے ایمان والو! جنہوں نے اللہ اور اسکے پیغمبر کی تصدیق کی ہے جب تم ایمان دار عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کیساتھ مجامعت سے پہلے انہیں طلاق دو تو تم پر ہرگز عدت نہیں ہے جبکہ تم نے انکے ساتھ معاشرت اختیار نہیں کی ہے اس صورت میں حمل کا احتمال نہیں ہے کہ تم اسے روکے رکھو اس صورت میں تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان کی عزت کرتے ہوئے انہیں کچھ فائدہ پہنچاؤ تاکہ انہیں کچھ اطمینان حاصل ہو اور انہیں اچھے انداز کیساتھ اپنے سے الگ کردو ہرگز تکلیف نہ دو ان کے حقوق کو غصب نہ کرو تاکہ معاشرہ میں کوئی مزید اختلاف واقع نہ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع

ترجمہ: اے پیغمبر! بلاشبہ ہم نے تیرے لئے تیری ان بیویوں کو حلال کردیا ہے جن کا تو نے حق ادا کیا ہے اور لونڈیاں کہ آپ کا دایاں ہاتھ جن کا مالک ہے اس مال سے جو اللہ نے آپ پر لوٹایا ہے اور تیری چچا کی بیٹیوں کو اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیوں کو اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے

اوراس ایماندار عورت کو بھی حلال کر دیا ہے جب اس نے خود کو پیغمبر کے لئے ہبہ کر دیا اگر پیغمبر چاہے کہ اس عورت سے نکاح کرے تیرے لئے خاص ہے مسلمانوں کے لئے نہیں ہے، ہمیں معلوم ہے جو ہم نے ان پر فرض کیا ہے ان کی بیویوں اور ان کی لونڈیوں کے بارے میں ہم نے آپ پر آسانی کر دی ہے تاکہ تجھ پر کچھ تنگی نہ ہو اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے(۵۰) ان میں سے جن کو چاہے موقوف رکھے اور اپنے پاس جگہ دیں جس کو چاہیں اور جن کو تو نے الگ کیا ہے ان میں سے کسی عورت کی تو خواہش کرے تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں ہے یہ اس کے بہت زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہوں اور اس پر خوش ہو جائیں جو ان سب کو تو عطا کرے اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا بردبار ہے(۵۱) اس کے بعد تیرے لئے عورتیں ہرگز حلال نہیں ہیں اور یہ بھی حلال نہیں ہے کہ تو ان کے بدل دوسری عورتیں حاصل کرے اگر چہ ان کا حسن تجھے خوش کر دے البتہ لونڈی جائز ہے اور اللہ ہر چیز کی محافظت کرنے والا ہے(۵۲)

مفردات کی وضاحت: اَلْاُجُوْرُ کا واحد اَلْاَجْرُ ہے، مقصود حق مہر ہے، وَمَامَلَكَتْ يَمِيْنُكَ لونڈیاں مراد ہیں، تُرْجِی آپ مؤخر کریں، تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

بلاغت: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ میں مومن کا لفظ نفی کے سیاق میں ہے مقصود عمومیت ہے، سِرَاجًا مُّنِيْرًا میں تشبیہ بلیغ موجود ہے، اے محمد! (ﷺ) آپ تو ہدایت اور راہ نمائی کے لحاظ سے روشن چراغ کی طرح ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے عَلِيٌّ اَسَدٌ ''علی تو شیر ہے'' محمد ﷺ تو چاند ہے، مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ میں مَس سے مقصود مجامعت ہے۔

تشریح: اب رسول اکرم ﷺ کی بیویوں کے کوائف بیان ہو رہے ہیں اللہ پاک فرماتے ہیں، اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ کے لئے مختلف قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا ہے تاکہ آپ کو دعوت کے میدان میں آسانی رہے چنانچہ ہم نے آپ کے لئے ان عورتوں کو حلال قرار دیا ہے جن سے تو نے معین مہر کے عوض نکاح کیا ہے اور وہ عورتیں آپ کے نکاح میں ہیں، ذہن نشین کریں آپ کی بیویوں کا حق مہر پانچ سو درہم تھا البتہ ام حبیبہ کا مہر آپ کی جانب سے نجاشی نے دیا تھا تو وہ چار سو دینا تھا اور ہم نے آپ کے لئے لونڈیوں کو حلال قرار دیا ہے جن کو آپ نے قید کیا ہے یا مال غنیمت میں آئی ہیں چنانچہ غزوۂ خیبر کے قیدیوں میں صفیہ بنت حی بن اخطب قیدی بن کر آئیں آپ نے اس کو آزاد کیا اس کا حق مہر آزادی تھا پھر اس سے نکاح کر لیا اور آپ کے قبضہ میں ریحانہ اور ماریہ لونڈیاں بھی آئیں اور ہم نے آپ کے لئے چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرنے کو حلال قرار دیا۔

ام ہانی بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے میری جانب منگنی کا پیغام بھیجا میں نے معذرت پیش کی تو آپ نے میری معذرت کو قبول فرمایا اسی طرح ہم نے آپ کے لئے حلال قرار دیا ہے ان ایمان دار عورتوں کو جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور ہم نے آپ کے لئے اس ایماندار عورت کو حلال قرار دیا ہے جس نے خود کو آپ کے لئے بلا مہر ہبہ کر دیا ہے اگر آپ چاہیں لیکن یہ حکم آپ کے ساتھ خاص ہے ایمانداروں کے لئے جائز نہیں ہے اگر کوئی عورت خود کو کسی آدمی کے لئے ہبہ کر دیتی ہے تو اس عورت کو مثل

حق مہر دینا ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق کے بارے میں فیصلہ کیا جب اس نے خود کو خاوند کے سپرد کر دیا اور اس کا خاوند فوت ہو گیا تو آپ نے حق مہر مثل ادا کرنے کا حکم دیا۔

خیال رہے خاوند کی موت اور خاوند کا بیوی کے ساتھ دخول کرنا دونوں اس حکم میں برابر ہیں کہ عورت کو مہر مثل دینا ہوگا اور جس عورت نے خود کو نبی ﷺ کے سوا کے لئے سونپ دیا ہے اس کو مہر مثل دینا ہوگا لیکن اگر کسی عورت نے خود کو نبی ﷺ کے سپرد کیا ہے تو آپ کے ذمہ کچھ ادا کرنا نہیں ہے اگر آپ نے اس کے ساتھ دخول بھی کیا ہے، ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے لئے بلا مہر، بلا ولی اور بلا گواہوں کے نکاح کرنا درست ہے جیسا کہ زینب بنت جحش کے ساتھ آپ کے نکاح کرنے کا واقعہ ہے۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: اللہ پاک کو علم ہے کہ ایمان والوں پر انکی بیویوں کے بارے میں نکاح کی شرائط سے کیا ضروری ہے اور کسی شخص کیلئے ہبہ کے لفظ کے ساتھ اور گواہوں کے بغیر نکاح حلال نہیں ہے البتہ لونڈیوں کو جب خرید کر لیا جائے یا خرید نہیں کیا، جیسا کہ اہل کتاب کی عورت ہے وہ حلال ہے، ہم نے آپ کیلئے حلال کر دیا ہے تاکہ آپ کو تکلیف لاحق نہ ہو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں جو ذکر کردہ اقسام سے ہیں اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ: اپنی بیویوں میں سے جس عورت کے ساتھ صحبت کرنے کو آپ مؤخر کریں اور جس کے ساتھ چاہیں لیٹ جائیں آپ کیلئے ان کے درمیان باری مقرر کرنا ضروری نہیں ہے آپ کو اختیار ہے اس لئے کہ آپ نے بیویوں کے درمیان باری کا سلسلہ قائم کیا ہوا تھا اور جس عورت کو آپ اپنے بستر پر آنے کی دعوت دیں اور اس کے ساتھ صحبت کرنا چاہیں جس کو تو نے طلاق کے ساتھ الگ کر دیا ہے تو آپ پر ہرگز کچھ تنگی نہیں ہے۔

تفسیر ابن جریر میں وارد ہے جب تخییر کی آیات نازل ہوئیں تو آپ کی بیویاں خوفزدہ تھیں کہ آپ انہیں طلاق دے دیں گے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ ہمارے لئے اپنے مال اور اپنی ذات سے تعین فرمائیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں تو یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ کے پیغمبر نے بعض کے معاملہ کو مؤخر کر دیا اور کچھ کو اپنے پاس رکھ لیا اور جن کو اپنے پاس رکھا ان میں عائشہ، حفصہ، زینب، ام سلمہ تھیں اور آپ انکے درمیان برابر باری چلاتے تھے اور پانچ کا معاملہ مؤخر کر دیا ان سے مقصود ام حبیبہ، میمونہ، سودہ، صفیہ اور جویریہ تھیں انکے درمیان باری مقرر نہ تھی۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ: ان عورتوں کو جب اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کی باری کی مشقت کو ختم کر دیا ہے اگر آپ چاہیں باری مقرر کریں اگر نہ چاہیں نہ کریں جیسے آپ کریں کچھ گناہ نہیں ہے اور اللہ پاک کو تمہارے دلوں میں جو پوشیدہ ہے اس کو علم ہے کہ میلان کس کی جانب ہے اس کو ختم کرنا تو ممکن نہیں، مسند احمد میں روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باریاں مقرر کرنے میں انصاف کے پہلو کو مدنظر رکھتے، اور فرمایا کرتے تھے باریاں مقرر کرنا میرا عادلانہ عمل ہے اس پر مجھے کنٹرول حاصل ہے جبکہ دل پر تو میرا کنٹرول نہیں ہے اِس پر تو اللہ کا کنٹرول ہے تو دل کے تفاوت کے بارے میں مجھے ملامت نہ کی جائے اس لئے کہ اس پر میرا کنٹرول نہیں ہے۔[1]

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ: اس آیت کریمہ میں دو حکم دیئے گئے ہیں کہ اب نبی اکرم ﷺ ان کے علاوہ کسی عورت سے

---

[1] صحیح ابن ماجہ کتاب النکاح باب ۴۷

نکاح نہیں کر سکتے اور نہ تبدیلی کر سکتے ہیں، سنن ابوداؤد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ پاک اور اس کے پیغمبر کو پسند کیا۔[1]

وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ: آپ کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ ان کا تبادلہ کریں اور انکی جگہ پر اور بیویوں کو لائیں کہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دیں اور اس کے بدل میں کسی اور عورت سے نکاح کریں خواہ وہ حسب ونسب اور حسن و جمال کے لحاظ سے کتنی ہی فائق کیوں نہ ہو البتہ لونڈی کا لانا درست ہے اگر چہ کسی عورت کا حسن آپ کو کتنا ہی بھلا کیوں معلوم نہ ہو ان کے بعد آپ کے ملک میں ماریہ قبطیہ لونڈی آئی آپ کی جانب اس کا ہدیہ مقوقس بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نے اسے بطور لونڈی کے برقرار رکھا اسکے بطن سے ابراہیم پیدا ہوا جو عالم رضاعت میں ہی فوت ہو گیا تھا آپ نے فرمایا آپکی وفات پر آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم تیری جدائی کے باعث غمگین ہیں، نیز اس آیت میں اس عورت کی جانب دیکھنا درست ہے جس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ ہو، ارشاد نبوی ہے:((کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کی جانب منگنی کا پیغام بھیجے اگر اس کیلئے ممکن ہے کہ اس کو ایک نظر میں دیکھ لے تو ضرور ایسا کرے))۔[2]

مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کی جانب منگنی کا پیغام بھیجا تو آپ نے مجھ سے استفسار کیا بھلا! آپ نے اسے دیکھا ہے میں نے نفی میں جواب دیا آپ نے فرمایا آپ اس کو ایک نظر دیکھیں میں نے اس کی جانب دیکھا اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم دونوں میں محبت جلوہ گر ہو اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے پوشیدہ اور سرگوشیوں کا اس کو علم ہے تم حدود الہیہ سے تجاوز کرنے سے خوفزدہ رہو اور حلال کے ذریعہ حرام کی جانب نہ پہنچ جاؤ۔[3]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَاۗىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اے مسلمانو! تم نے پیغمبر کے گھروں میں داخل نہیں ہونا ہے البتہ اس وقت جب تمہیں کھانے کے لئے اجازت عطا کی جائے اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو اور لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم آ ؤپس جب کھانا

[1] صحیح ابوداؤد کتاب الطلاق باب ۱۲ [2] صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب ۱۹، المراغی ۸/ ۲۷ [3] المراغی ۸/ ۲۲

تناول کر چکو تو تم کھڑے ہو جاؤ اور تم باتوں میں بھی دلچسپی لینے والے نہ بنو بلاشبہ یہ صورت پیغمبر کو تکلیف میں مبتلا کرتی ہے وہ تم سے شرم محسوس کرتے ہیں اور اللہ تو سچی بات سے شرم محسوس نہیں کرتا ہے اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے سامان طلب کرو تو ان سے پردہ کے پیچھے سے طلب کرو یہ صورت تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو زیادہ پاکیزہ رکھنے والی ہے اور تمہارے لئے لائق نہیں کہ تم اللہ کے پیغمبر کو تکلیف میں مبتلا کرو اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم اس کے بعد اس کی بیویوں سے نکاح کرو یقیناً یہ تو اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے (۵۳) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کرو پس بلاشبہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے (۵۴) ان عورتوں پر ان کے باپوں سے نہ پردہ کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور نہ ان کے بیٹوں سے اور نہ ان کے بھائیوں سے اور نہ ان کے بھائیوں کے بیٹوں سے اور نہ ان کی بہنوں کے بیٹوں سے اور نہ ان جیسی عورتوں سے اور نہ ان کے غلاموں سے اور اے عورتو! تم اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (۵۵)

مفردات کی وضاحت: اِنٰهُ کھانے کا پکنا، غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ کھانا پکنے کا انتظار نہ کرنیوالے، اٰذَيْتَ وَ اٰنَيْتَ جمعہ کے خطبہ کے وقت دیر سے آنے والے شخص کو نبی ﷺ نے ڈانٹ پلائی کہ تم لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کر رہے ہو دیر سے آئے، ذُوْ اَنَاةٍ بردبار شخص، اٰنَاۗءَ الَّيْلِ رات کی گھڑیاں، تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔[1]
مُسْتَاْنِسِيْنَ باتوں کے ساتھ مانوس کرنا، کہا جاتا ہے وَمَا بِالدَّارِ مِنْ اَنِيْسٍ گھر میں کوئی انس کرنے والا نہیں ہے، جَلَابِيْب کا واحد جِلْبَاب ہے وہ چادر جو بھی بدن کو ڈھانپ لے، اَلْمُرْجِف جھوٹ پھیلانے والا شخص۔

شانِ نزول: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا اور دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا تو آپ نے صحابہ کرام کو دعوت ولیمہ دی جب وہ کھانے کے تناول کرنے سے فارغ ہوئے تو کچھ صحابہ کرام وہیں بیٹھے رہے آپس میں باتیں کرتے رہے اس دوران آپ کی بیوی کا چہرہ دیوار کی جانب رہا صحابہ کرام کا کھانے سے فراغت کے بعد وہاں بیٹھ رہنا اللہ کے پیغمبر پر دشوار گزرا، انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے اب معلوم نہیں ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو مطلع کیا کہ لوگ چلے گئے ہیں یا آپ نے مجھے بتایا، انس بیان رضی اللہ عنہ کرتے ہیں اس دوران نبی ﷺ تشریف لائے میں نے بھی آپ کی معیت میں داخل ہونا چاہا لیکن آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ کی چادر لٹکائی اس دوران پردہ کی آیات نازل ہوئیں ان آیات کی جانب اشارہ ہے جن کی تفسیر ذکر ہو رہی ہے، نیز عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! آپ کی بیویوں پر اچھے اور فاجر لوگ داخل ہوتے رہتے ہیں اگر آپ انہیں پردہ کرنے کا حکم دیں تو بہتر ہے اس پر پردہ کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئی۔[2]

تشریح: اے ایمان والو! تم نے نبی ﷺ کی بیویوں کے حجروں میں نہیں جانا ہے جب تک کہ تمہیں اجازت نہ مل جائے آپ کیلئے ضروری ہے کہ آپ ازواج مطہرات کے حقوق کا خیال رکھیں کوشش کریں کہ آپ سے نبی ﷺ کو تکلیف نہ پہنچے جب آپ کھانے کیلئے وہاں پہنچیں تو کھانا تیار ہو یہ صورت حال درست نہیں کہ کھانے کے تیار ہونے کی انتظار میں آپ وہاں بیٹھے رہیں اور گھر والوں پر بوجھ بنے رہیں جب دعوت ملے تو آئیں کھانا تناول کریں اور جب تم کھانے سے فراغت اختیار کرو تو اپنے گھروں کی جانب روانہ

[1] لسان القرآن ص ۱۲۹ [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر ح ۴۷۹۰، صحیح مسلم کتاب النکاح، المراغی ۸/ ۲۳

ہو جائیں وہاں ٹھہرنا نہیں ہے اور تم وہاں آپس میں گفتگو میں زیادہ دلچسپی نہ لو اس لئے کہ تمہارا یہ انداز نبی ﷺ کو تکلیف سے ہم کنار کرتا ہے اور بوجھ ثابت ہوتا ہے اور گھریلو ضرورتوں کے پورا کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے جبکہ اللہ کے پیغمبر تمہیں گھر سے نکالنے میں شرم محسوس کرتے ہیں کہ تمہیں اٹھ جانے کا حکم دیں آپ کی اخلاقی بلندی اور آپکے دل میں جو ملاطفت موجود ہے وہ اس سے مانع ہے جبکہ اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے ہرگز حجاب محسوس نہیں کرتا ہے اور حق کے اظہار سے ہرگز کوئی رکاوٹ آڑے نہیں آسکتی ہے۔

دراصل یہ ایک بہترین معاشرتی ادب ہے جس کا خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ اطمینان کی فضا کے ختم ہونے سے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شریعت نے دشواریوں سے تحفظ عطا کیا ہے اور جب تمہیں اپنی بیویوں سے کسی ضرورت کے پورا کرنے کا خیال ہے تو پردہ کی صورت میں ان سے حاصل کرو یاد رکھیں تمہارا اپنی بیویوں سے پردہ کی کیفیت میں کسی ضرورت کا اظہار کرنا تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے بہتر ہے اور سوءظن سے بچاؤ کی صورت ہے اور تمہارے لئے ہرگز درست نہیں کہ تم اپنے پیغمبر کو کسی تکلیف میں مبتلا کرو جب کہ اللہ نے اس کے سبب اس کی زندگی میں آپ کو ہدایت سے نوازا ہے اور تم نے اس کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے نکاح نہیں کرنا ہے اس لئے کہ وہ تمہاری ماؤں جیسی ہیں اور اللہ کے پیغمبر تمہارے باپ ہیں تو کیا تمہارے لئے درست ہے کہ تم اسے تکلیف میں مبتلا کرو آپ کو تکلیف دینا آپ کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنا بہت بڑی دلیری ہے اور کبیرہ گناہ ہے جس کو اللہ معاف نہیں کریں گے اس میں اللہ کے پیغمبر کی شان کو عظمت عطا کی گئی ہے آپ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی عزت اور شان کو برقرار رکھنا ضروری ہے اگر تم کسی کام کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کرو تو اللہ کی ذات کو اس کا علم ہے اور تمہیں اس پر سزا دے گا یہاں ڈانٹ پلانے میں مبالغہ کارفرما ہے اور خوفزدہ کرنا مقصود ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ: پردے کا حکم بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کا بیان کیا جارہا ہے جو مستثنیٰ ہیں عورتوں پر ہرگز گناہ نہیں ہے جب وہ محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتی ہیں، علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں جب پردے کی آیات نازل ہوئیں تو باپوں اور بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا ہم بھی ان سے پردہ کی حالت میں گفتگو کریں تو اس دوران آیت مبارکہ نازل ہوئی جب کہ عورتوں سے مقصود ایمان دار لوگوں کی عورتیں ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں اپنے خاوندوں کو مسلمان عورتوں کے اوصاف سے آگاہ کیا کرتی تھیں اس لئے کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو ننگا کرے تاکہ یہود و نصاریٰ کی عورتیں مسلمان عورتوں کے در پردہ حسن وغیرہ کے اوصاف کو اپنے خاوندوں کے سامنے ذکر نہ کر سکیں، نیز فرمایا اے مسلمان عورتو! تم اللہ سے ڈرتی رہو اور تنہائی میں خاص طور پر غیر مسلم عورتیں تمہارے پوشیدہ حسن و جمال کو اپنے خاوندوں کے سامنے ذکر نہ کریں اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی ذات پر تمہارا کوئی بھی معاملہ پوشیدہ نہیں ہے وہ تو دلوں کی دھڑکن کا علم رکھتا ہے بالکل اسی طرح جیسے اعضاء کی حرکات کا اس کو علم ہے۔

امام رازیؒ کا قول: اس مقام میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ عورتوں کے پردہ کے مسئلہ کو واضح کیا ہے جب کہ قبل ازیں اس جانب اشارہ موجود ہے کہ ان کے ساتھ خلوت اور بعض اعضاء کا منکشف ہونا کچھ حرام نہیں ہے تو اس مسئلہ کے اختتام پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جب تم معاشرہ میں محرم یا غیر محرم لوگوں سے اختلاط رکھتی ہو اور ایک دوسرے کے قریب ہونے کا موقعہ ملتا ہے تو ایسی صورت میں جلوت تو ایک ظاہری مشاہدہ ہے خلوت نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم دی ہے کہ وہ بہرحال جس کیفیت میں بھی ہیں

اللہ پاک کی ذات کو ناپسند ہے اور اس کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، ذہن نشین کریں کہ عورت کا چہرہ ڈھانپا ہوا ہونا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ یہ آزاد عورتیں ہیں، علامہ امام طبری فرماتے ہیں: کہ آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے امتیازی حیثیت حاصل ہے وہ اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانپ کر رکھیں تاکہ فاسق قسم کے لوگ انہیں پریشان نہ کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا
﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا
﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا
مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ
جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا
يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ
فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ: بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام کہو (۵۶) یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے (۵۷) اور جو لوگ مسلمان مردوں مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں کسی گناہ کے بغیر جو انہوں نے کیا ہے پس یقیناً انہوں نے بہتان اور ظاہر گناہ کا بوجھ اٹھا رکھا ہے (۵۸) اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں کو کہیں کہ وہ اپنے آپ پر چادروں کو نیچا رکھیں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے گا پھر انہیں تکلیف نہیں دی جائے گی اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے (۵۹) اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو شہر میں بری خبریں پھیلانے والے ہیں باز نہیں آئیں گے تو لازمی طور پر ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے پھر وہ مدینہ میں آپ کے ہمسایہ بن کر نہیں رہیں گے مگر تھوڑا وقت (۶۰) ان پر لعنت کی گئی ہے جہاں کہیں وہ رہیں گے انہیں گرفتار کیا جائے گا اور قتل کیا جائے گا بہت زیادہ قتل کرنا (۶۱) جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے (۶۲)

تناسب: قبل ازیں بیان ہوا ہے کہ نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی اللہ کے پیغمبر کے احترام کو برقرار رکھیں جب کہ اللہ کے پیغمبر کا جو احترام ملاء اعلی میں ہوا اس کا ملاحظہ کریں کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپ کے بارے میں استغفار کرتے ہیں جبکہ اللہ پاک

آپ پر رحمت بھیجتے ہیں تو تم بھی اللہ کے پیغمبر پر درود اور سلام بھیجو۔

لطافت: ارشاد ربانی ﴿قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ میں ایک لطافت کی جانب اشارہ ہے کہ دعوت الی اللہ کا منصوبہ اس وقت بار آور ہوتا ہے جب کہ دعوت کی ذمہ داری کو قبول کرنے والا شخص اولاً اپنی ذات کو ذمہ داری قبول کرنے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری سے آگاہ کرے اپنی ذات کے بعد اہل وعیال کو اس سے آگاہ کرے اور اس میدان میں انہیں عملاً آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے یہی وجہ ہے کہ جب پردہ کا مسئلہ پیش آیا تو سب سے پہلے اللہ کے پیغمبر کی بیویوں اور ان کی بیٹیوں سے اس کا آغاز کیا گیا۔

تشریح: اللہ پاک اپنے پیغمبر محمد اللہ کے اجلال واحترام کو بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ عزوجل بھی اپنے پیغمبر پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں آپ کی شان کی عظمت کو اجاگر فرماتے ہیں آپ کے مقام کو بلند فرماتے ہوئے واضح کر رہے ہیں کہ اللہ کے فرشتے نبی ﷺ کے بارے میں دعائیں کرتے ہیں آپ کے لئے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں نیز اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندے محمد ﷺ کو عظمت بزرگی عطا فرمائیں اور ان کے مقام کو بلند فرمائیں بلکہ فرشتے جن کے فرماں بردار ہونے میں ہرگز کچھ کلام نہیں ہے وہ بھی نبی ﷺ کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کی ذات سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد ﷺ کو عظمت عطا فرمائیں اور انہیں اونچے مقام پر فائز فرمائیں، علامہ قرطبی فرماتے ہیں صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ کی جانب ہو تو اس سے مقصود اللہ کی رحمت اور اس کی رضا ہے اور جب فرشتوں کی جانب نسبت ہو تو مقصود ان کا مغفرت طلب کرنا ہے جب کہ امت کی جانب نسبت سے دعا اور آپ کے حکم کی تعظیم ہے۔

علامہ صاوی کا قول: اس آیت میں بہت بڑی دلیل ہے کہ نبی ﷺ پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں آپ کی ذات مطلق طور پر امت کے پہلے اور پچھلے سبھی لوگوں سے افضل ہے لیکن رحمت کیساتھ آپ کی عظمت بھی ملحوظ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے پیغمبر پر درود بھیجتا ہے تو اس سے مقصود اللہ کی رحمت اور اس کی تعظیم دونوں ہیں اور پیغمبر کے سوا پر رحمت ہے پس اے ایمان والو! تم اللہ کے پیغمبر پر کثرت کیساتھ درود کے ساتھ سلام بھیجو اس لئے کہ آپ کا حق آپ پر بہت بڑا ہے اللہ کے پیغمبر نے تمہیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی جانب پھیرا ہے اور تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی جانب گامزن فرمایا ہے، تو جب بھی اللہ پاک کے پیغمبر کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچے تو تم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کہو فرشتوں اور ایمان والوں کا آپ پر درود بھیجنا آپ کے شرف کو اجاگر کرنا ہے اور جب تمام مخلوق آپ کے احسانات کے بدلے سے عاجز ہے تو وہ اللہ کی ذات قادر مطلق سے درخواست کریں کہ اللہ ان کو بدلہ عطا فرمائے اور کثرت کے ساتھ زبان پر درود کے کلمات جاری رہیں۔

کعب بن عجرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا آپ پر سلام بھیجنے کو ہم پہچانتے ہیں لیکن آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو ﴿ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴾ ’’اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت کی ہے تو تعریف والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد پر اور آل محمد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت

فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے‘‘[1]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ: بلاشبہ جو لوگ اللہ پاک کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ پاک کی جانب بیوی کی نسبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اولاد کے قائل ہیں اور اللہ پاک کا وصف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہیں جیسا کہ یہودیوں نے کہا اللہ کا ہاتھ رکا ہوا ہے یعنی اللہ بخیل ہے اور عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ لوگ اللہ کے پیغمبر کو تکلیف میں مبتلا کر رہے ہیں آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں آپ کی شریعت میں عیب جوئی کرتے ہیں اور آپ کی دعوت کے ساتھ مزاح کرتے ہیں تو اللہ کی ان پر لعنت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں اور ان پر اللہ پاک کی ناراضگی ہے انہیں دنیوی زندگی میں ذلت سے ہم کنار رہنا ہے اور آخرت میں ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ: جو لوگ ایمانداروں کو بلا جواز تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں انہوں نے خود پر بہتان کے بوجھ کو اٹھایا ہے یہ آیت عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا چنانچہ نبی ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے واضح کیا: کہ مجھے کون شخص ایسے انسان سے معذرت کروائے گا جس نے مجھے تکلیف دی ہے، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ غیبت کسے کہتے ہیں: آپ نے وضاحت کی: کہ آپ کا اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات ذکر کرنا جس کو تو ناپسند جانتا ہے آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہے جو میں کہہ رہا ہوں آپ نے فرمایا اگر اس میں وہ موجود ہے تو غیبت ہے اور موجود نہیں ہے تو بہتان ہے۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ کونسا سود اللہ کے نزدیک زیادہ سودی معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے پیغمبر کو معلوم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ سودی معاملہ اللہ کے ہاں یہ ہے کہ کسی مسلمان شخص کی عزت کو حلال گردانا، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾

سُنَّةَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ: منافقین کے بارے میں اللہ پاک کی عادت یہ ہے کہ انہیں پکڑا جائے اور قتل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں تبدیلی نہیں جب کہ اللہ پاک کا انداز مضبوط بنیاد پر ہے دراصل نبی ﷺ کو صبر دلانا مقصود ہے کہ آپ منافقین کے وجود پر غمزدہ نہ ہوں کوئی بھی دوران سے خالی نہیں رہا۔

یَسْـَٔلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۶۵﴾ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا ﴿۶۸﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَکَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ﴿۶۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ

[1] صحیح بخاری ح ۶۳۵۷، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۴۹ [2] صحیح ترمذی کتاب البر باب ۲۳، صحیح ابوداؤد کتاب الادب باب ۴۰، الصحیحہ ح ۲۶۶۷

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ
اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴿٧٣﴾ ع

ترجمہ: لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں تو آپ کہیں سوائے اس کے نہیں کہ قیامت کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور تجھے کیا معلوم ہے شائد قیامت نزدیک وقت میں ہو؟ (٦٣) یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے کفار پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے دوزخ تیار کیا ہوا ہے (٦٤) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کسی دوست اور نہ کسی مدد کرنے والے کو پائیں گے (٦٥) اس دن کہ ان کے چہرے دوزخ میں پھیرے جائیں گے تو وہ کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کی ہوتی (٦٦) اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کر دیا (٦٧) اے ہمارے پروردگار! انہیں دوگنا عذاب دیں اور ان پر سخت لعنت بھیجیں (٦٨) اے ایمان والو! تم نے ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا ہے جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی تو اللہ نے اس کو اس سے پاک کر دیا جو انہوں نے اس کے بارے میں کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے نزدیک عزت والا شخص تھا (٦٩) اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو (٧٠) تا کہ وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو یقیناً وہ شخص بہت بڑا کامیاب ہے (٧١) بلاشبہ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوفزدہ ہو گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بلاشبہ وہ ظالم بے وقوف ہے (٧٢) آخر یہ نتیجہ ہے کہ اللہ منافق مردوں منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں پر رحمت کے ساتھ لوٹے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (٧٣)

مفردات کی وضاحت: اَلسَّاعَةُ قیامت کا دن، وَمَا يُدْرِيْكَ قیامت کے قائم ہونے کے وقت کے بارے میں تجھے کیا معلوم ہے، کچھ نہیں، سَعِيْرًا مشتعل آگ، سَادَتَنَا اس کا واحد سَيِّد ہے، ہمارے بادشاہ لوگ، ہمارے علماء، ضِعْفَيْنِ دوگنا عذاب، اس لئے کہ وہ نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا، وَجِيْهًا جاہ و جلال والا شخص، صاحب مقام مشہور شخصیت، قَوْلًا سَدِيْدًا درست بات جس کی وساطت سے حق و صداقت کی جانب پہنچا جا سکے، اَلْعَرْضُ آسمانوں اور زمین کی قابلیت کا جائزہ لینے کیلئے غور و فکر کرنا،

اَمَانَةٌ دینی ذمہ داری، فَاَبَيۡنَ وہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھے، وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ انسان نے ذمہ داریوں کو اٹھالیا۔

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ میں استعارہ تمثیلیہ پایا جاتا ہے جبکہ امانت کے وصف کو عظمت شان کے باعث اتناز بردست بوجھل قرار دیا ہے کہ اگر اس کو آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا جاتا جبکہ ان میں زبردست قوت ووزن ہے تو وہ عجز ودر ماندگی کا اظہار کرتے دراصل امانت کی عظمت شان کو اجاگر کرنا مقصود ہے کہ اس میں خوف بھی جلوہ آرا ہے نیز لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ اور وَيَتُوۡبَ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ میں لطیف درجہ کا تقابل موجود ہے۔

تشریح: قیامت اور اس کی خوفنا کیوں کا ذکر ہورہا ہے مشرکین آپ سے بطور استہزاء کے قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ انہیں آگاہ کریں مجھے قیامت کے وقوع کے وقت کا ہرگز علم نہیں ہے اس کا علم تو صرف اس ذات کو ہے جو علام الغیوب ہے کسی حکمت کے پیش نظر اس کے واقع ہونے کے وقت کو چھپا رکھا ہے کسی مقرب فرشتہ اور کسی پیغمبر کو اس کے وقوع سے مطلع نہیں کیا ہے، اے محمد! (ﷺ) تجھے کیا معلوم کہ وہ نزدیک وقت میں ہونے والی ہے دراصل اس میں ان لوگوں کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے جو اس کے جلد وقوع پذیر ہونے کا مطالبہ کررہے ہیں اور ضدی قسم کے لوگوں کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے اور ضمیر کی جگہ پر قیامت کے لفظ کو ظاہر اس لئے لایا گیا ہے تاکہ اس کے قائم ہونے سے خوفنا کی کا تصور پختہ ہو۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنی رحمت سے دور کیا ہوا ہے اور ان کے لئے سخت بھڑکنے والی آگ کو تیار کررکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کسی ایسے فرد کو نہیں پائیں گے جو انہیں اللہ کے عذاب سے تحفظ عطا کرے اس دن ان کے چہروں کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دیا جائے گا جیسا کہ گوشت کو آگ پر بھونتے وقت گوشت کی سلاخ کو تبدیل کیا جاتا ہے وہ حسرت ویاس کی کیفیت میں کہیں گے افسوس! ہم اللہ کی اطاعت اور پیغمبر کی اطاعت کرلیتے تو ہم رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ کئے جاتے اور وہ اس حقیقت کا بھی اظہار کریں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے لیڈروں اور وڈیروں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں ہدایت اور ایمان کے راستہ سے دور کردیا اے ہمارے پروردگار آپ انہیں ہم سے دوگنا عذاب دیجئے گا اس لئے کہ وہی ہماری گمراہی کا سبب بنے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰى: اے ایمان والو! تم نے بنی اسرائیل کا کردار نہیں اپنانا ہے جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو تکالیف میں مبتلا کیا اور اس کے بارے میں الزام تراشی کی کہ اس کا جسم پھلبہری کی زد میں تھا اور اس کے خصیتین پھولے ہوئے تھے جب کہ وہ زبردست شرمیلے مزاج کے انسان تھے اپنے جسم کو اچھی طرح چھپا کر رکھتے تھے ان کے جسم کا کوئی حصہ لباس سے باہر دکھائی نہیں دیتا تھا یہ سب کچھ ان کے حد درجہ شرمیلے ہونے کے باعث تھا وگرنہ وہ ہرگز بیمار نہ تھے، تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان الزامات سے بری قرار دے دیا جائے جو وہ ان پر لگارہے تھے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن تنہائی میں غسل کرنا چاہا تو بدن سے لباس اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیا اور انہوں نے غسل شروع کردیا جب وہ غسل سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے کپڑوں کو پتھر سے اٹھانا چاہا لیکن پتھر کپڑوں سمیت بھاگ گیا چنانچہ پتھر کی تلاش میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں لاٹھی پکڑی اور پتھر کی تلاش شروع کردی چنانچہ وہ پتھر کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے ان کی زبان پر یہ کلمہ تھا اے پتھر! میرے کپڑے مجھے دے ـــــ یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے لوگوں کے پاس سے اسی کیفیت میں

گزرے تو لوگوں نے جب اس کے جسم کو لباس کے بغیر عریانی میں دیکھا تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ شخص تو جسم کے لحاظ سے خوبصورت ہے ہرگز کوئی بیماری نہیں ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کا مقام اللہ کے ہاں حد درجہ وجاہت کا تھا، علامہ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ جب بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا اور ان کے سوال کا جواب دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا: قبل ازیں اللہ پاک نے منع کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی بات یا کسی عمل کے باعث تکلیف میں مبتلا کیا جائے اس سے ایمان والوں کو آگاہ کیا ہے کہ ان کی زبان یا ان کے اعضاء سے جو افعال ظہور پذیر ہوں وہ ان کی دنیوی کامیابی کا ذریعہ بنیں اور اخروی زندگی میں نجات کا باعث ہوں نیز اللہ پاک کا قرب حاصل ہو، اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! تم اللہ کی نافرمانی سے خود کو دور رکھو کہیں تم نافرمانی کے سبب اس کی سزا کے مستحق نہ بن جاؤ اور اللہ پاک اور ایمان والوں کے بارے میں درست بات کرو غلط بات کہنے سے دور رہو اس کے نتیجہ میں اللہ پاک تمہیں اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا کرے گا اور تمہارے گناہوں کو تمہارے اعمال نامہ سے مٹا دے گا، تمہیں ان پر سزا نہیں دے گا بلکہ کامیابی سے نوازے گا اور بارگاہ الٰہی میں پیشی کے وقت تمہاری عزت ہوگی اور تمہیں نجات عطا کر کے شادکام کیا جائے گا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا: ایمان داروں کو اخلاق حسنہ کی جانب راہ نمائی کے بعد انہیں شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے جن کا انسان کو مکلف بنایا ہے چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم نے ذمہ داریوں اور شرعی تکالیف کا بوجھ اٹھانے کے بارے میں آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے ان کے اٹھانے سے معذرت کی اور انہوں نے ان کے بوجھ اٹھانے سے روگردانی کی اور ان کے بوجھ اٹھانے اور شدت سے خوفزدہ ہو گئے، مقصود امانت کی عظمت کی تصویر کشی اور اس کے بوجھل ہونے کی جانب اشارہ ہے مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ امانت کی عظمت شان اس قدر بلند ہے کہ اگر اس کی ذمہ داری کے اٹھانے کا مکلف عظیم الشان اجرام سماویہ، ارضیہ اور پہاڑوں کو بنایا جاتا جو قوت اور مضبوطی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہیں اور ان میں ان کی ذمہ داریوں کے اٹھانے کا شعور اور ادراک ہو تو وہ ذمہ داریوں کے اٹھانے سے نہ صرف خوفزدہ ہوں گے بلکہ انکار کر دیں گے۔

ابن جزی کا قول: امانت سے مقصود تکالیف شرعیہ ہیں کہ لازمی طور پر ان کو ادا کیا جائے اور نافرمانی کے کاموں کو بالکل چھوڑ دیا جائے ایک قول یہ ہے کہ امانت سے مقصود مال و دولت کی امانت ہے جب کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے مقصود عمومی ذمہ داریاں ہیں اور امانت کے پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ادراک کو پیدا فرمایا ادراک کے بعد امانت کی حقیقت کو پیش کیا گیا تو وہ خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے خود کو ان ذمہ داریوں کے اٹھانے سے کم سمجھا جب کہ دوسری شکل یہ ہے کہ مقصود امانت کی شان کی عظمت ہے اور امانت اس قدر بوجھل ہے کہ اگر بالفرض اس کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا جائے تو وہ نہ صرف یہ کہ خوفزدہ ہو جائیں بلکہ اٹھانے سے انکار کر دیں جب کہ انسان نے اس ذمہ داری کو اٹھایا، حقیقت یہ ہے کہ اس نے اس ذمہ داری کو اٹھا کر خود پر بہت بڑا ظلم کیا ہے انسان کے بارے میں مبالغہ کیا گیا ہے کہ وہ معاملات کے نتائج کے بارے میں بالکل ناواقف ہے بلکہ جہالت کا مجموعہ ہے، ابن جوزی کا قول ہے کہ انسان کے انکار سے مقصود ممانعت نہیں انکار ڈر کے باعث ہے جب کہ ان کا پیش کرنا بصورت اختیار تھا لازم نہیں۔

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ: علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اولاد آدم پر امانت کا بوجھ رکھا اور احکام شرعیہ کا مکلّف بنایا، مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ منافق قسم کے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا تھا جو ایمان کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے اور مشرکین کو بھی عذاب میں گرفتار کرے جو نہ صرف ظاہری لحاظ سے کفر پر تھے بلکہ باطنی لحاظ سے بھی کفر پر تھے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر رحم فرمانا چاہتا تھا اور ان کی توبہ کو قبول کرنا چاہتا تھا ان پر اپنی مغفرت بلکہ اپنی رضا خوشنودی کو اتارنا چاہتا تھا اور اللہ کی ذات تو ایمان داروں پر رحمت اور مغفرت کو فراخی کے ساتھ نازل کرنا چاہتا ہے کہ ان کے گناہوں کو مٹاتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کو نازل کرنا چاہتا ہے انہیں نہ صرف اعمال کا اچھا بدلہ دینا چاہتا ہے بلکہ مختلف قسم کی نوازشات کے ساتھ ان کی عزت اور ان کے اکرام کو دوبالا کرنا چاہتا ہے۔

تنبیہ: اللہ پاک نے اس سورت میں خاوند بیوی کے آپس کے حالات کے بارے میں کثرت کے ساتھ خاوند بیوی کے معاملات کا تذکرہ فرمایا ہے نیز بیویوں کے ساتھ کس خوش اسلوبی کے ساتھ باہم معاملات کو سرانجام دیا جائے ہم نے یہاں محسوس کیا ہے کہ دو مسئلوں کے بارے میں مناسب وضاحت کریں جن کے بارے میں دیگر ادیان کے اہل علم بھی غیر معمولی دلچسپی لیتے ہیں۔

(۱) نبی ﷺ کے لئے بالخصوص کثیر تعداد میں بیویوں کی اجازت کے ان اسباب وعوامل پر نظر دوڑائی جائے اور وضاحت کی جائے کہ ان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فوائد میسر آئے۔

(۲) عام مسلمانوں کے لئے متعدد بیویوں کی اجازت کا کیا سبب تھا اس سے پردہ اٹھا کر حقیقت کو اہل اسلام کے سامنے نکھار کر پیش کیا جائے آپ نے متعدد عورتوں سے کیوں نکاح کیا؟ اس کے اسباب وعوامل پر غور کرنے کی ضرورت ہے اس سے پہلے کہ ہم اس بحث میں تفاصیل کی جانب خود کو متوجہ کریں ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم قارئین کے سامنے اس حقیقت سے پردہ کشائی کریں کہ نبی ﷺ نے اپنی پہلی بیوی کے ساتھ جس کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو پچیس سال کے دورانیہ میں دیکھا جائے اور اس کی زندگی میں آپ نے دیگر کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اس وقت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی جب آپ نے اس کے ساتھ نکاح کیا تو آپ کی عمر پچیس سال تھی ان دونوں نے نہایت خوشگوار ماحول میں زندگی بسر کی آپ کے مزاج میں اخلاص اور وفاشعاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی بیوی خدیجۃ الکبریٰ آپ کی عظیم معاون اور ہمدرد تھیں بالخصوص ان کفار کے خلاف جو آپ کی شخصیت کو مزاح کا نشانہ بنائے ہوئے تھے اور معاشرہ میں مختلف قسم کی پریشانیوں سے آپ کو دوچار کر رہے تھے آپ کی بہت بڑی معاون اور آپ سے دفاع کے بارے میں خاص کردار کی مالک تھیں اور آپ نے بھی اس کی موجودگی میں خیال نہ کیا کہ کسی اور خاتون کے ساتھ نکاح کیا جائے جب کہ معاشرہ دوسرے نکاح میں حائل بھی نہ تھا آپ نے اس کے ساتھ وفاشعاری کے داعیہ کو برقرار رکھا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئیں آپ کو اس کی وفات کے باعث سخت غم لاحق ہوا بلکہ اس کی وفات کے سال کا نام اسلامی تاریخ میں حزن وملال کے نام کے ساتھ متعارف ہے اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اکرم ﷺ زندگی بھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہایت محبت کے ساتھ فرماتے رہے، اب ہم ان اسباب کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے کن مقاصد کے پیش نظر متعدد عورتوں کو اپنے نکاح میں لیا اس کے جہاں عمومی اسباب ہیں وہاں کچھ خاص اسباب بھی ہیں:-

عمومی اسباب کا تذکرہ: آپ ﷺ کی نبوت عمومی درجہ کی تھی اس میں مرد اور عورت سبھی داخل تھے اور آپ نے مرد عورت کے درمیان شریعت اسلامی کے مشترک امور اور معاملات کو نمایاں فرمایا، جبکہ کچھ معاملات صرف مردوں کے ساتھ اور کچھ صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اللہ پاک کے پیغمبر کی رسالت میں عمومیت تھی مرد، عورت دونوں اس کے ہدف تھے البتہ کچھ احکام مرد عورت کے درمیان مشترک تھے اور کچھ ان میں سے ایک کے ساتھ خاص تھے اور ہر ایک اسی ضرورت کو محسوس کرتا تھا کہ مضمون کی تلقین کے لئے ایک سے زائد افراد کی ضرورت ہے جب کہ جن کی جانب پیغمبر بھیجے گئے وہ مختلف مقامات میں رہائش پذیر تھے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور پھر پیغمبر کا زمانہء رسالت بھی محدود تھا جب کہ احکام کی کثرت کا تقاضا کچھ دیگر عوامل کو شریک کرنے کا مشورہ دے رہا تھا ورنہ احکام کے پہنچانے کا کام کامیابی کے ساتھ وقوع پذیر نہ ہو سکے گا۔

اور جن امور کا تعلق بالخصوص عورتوں کے ساتھ تھا ایک خاتون شرم محسوس کرتی تھی کہ وہ کیسے اس مسئلہ کی حقیقت کو ایک آدمی سے معلوم کرے اور مرد شرم محسوس کرتا تھا کہ وہ کس طرح اس مسئلہ کو کسی خاتون تک پہنچائے آپ کے سامنے وہ واقعہ موجود ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ اسماء بنت یزید انصاریہ عورت نے نبی ﷺ سے استفسار کیا کہ میں حیض کے خون کے انقطاع کے بعد کیسے غسل کروں؟ آپ ﷺ نے اسے آگاہ کیا کہ آپ روئی کا ایک ٹکڑا کستوری کے ساتھ آمیزش کر کے پاکیزگی حاصل کریں، آپ ﷺ نے اس جملہ کو تین بار دہرایا، آپ ﷺ نے ہر دفعہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے **سبحان اللہ** کے کلمہ کو دہرایا، بعد ازاں شرم وحیا کے باعث اس سے روگردانی کی اور آپ اس کے بار بار سوال کرنے پر بطور تعجب کے **سبحان اللہ** کے کلمہ کو دہرا رہے تھے آپ نے شرم کے باعث اس سے روگردانی کی، چنانچہ اس دوران عائشہؓ نے اسے اپنی گرفت میں لے کر نبی ﷺ کے مقصود سے آگاہ کیا۔

اس لئے ضروری قرار پایا کہ جو احکام بالخصوص عورتوں کے ساتھ متعلقہ ہیں انہیں ازواج مطہرات سے حاصل کیا جائے کہ مسلمان عورتیں ازواج مطہرات سے ان مسائل کو معلوم کریں جب کہ یہ حقیقت ہے کہ ازواج مطہرات کی خصوصیت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے اغراض ومقاصد سے زیادہ واقفیت رکھتی تھیں آپ سے استفسار کرنے میں انہیں ہرگز شرم وحیا حائل نہ تھی جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسلام کے نصف دین کی تعلیم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

(۲) رشتہء مصاہرت باہم میل جول اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا زبردست ذریعہ ہے اس سے انکار ممکن نہیں چنانچہ جن قبائل کی خواتین آپ کے نکاح میں تھیں تو ان قبائل کا میلان آپ کی جانب طبعی طور پر زیادہ تھا جب کہ آپ کی اکثر وبیشتر بیویوں کا تعلق قبیلہء قریش سے تھا جس قبیلہ کو دیگر قبائل پر سیادت اور برتری حاصل تھی۔

(۳) ایمان دار افراد اس حقیقت سے باخبر تھے کہ اللہ کے ہاں بہت بڑا شرف اور تقرب کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ ان کا نبی ﷺ کے ساتھ رشتہ مصاہرت قائم ہو جائے جو شخص بھی اس میدان میں کامیاب ہوا اس نے اپنی آرزو کے حصول پر مسرت کا اظہار کیا گویا کہ اسے جوہر نایاب مل گیا، کیا آپ اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عمر ﷜ کی بیٹی حفصہ سے جدائی اختیار کی تو اس دوران عمر ﷜ کو سخت افسوس لاحق ہوا اور ان کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ اب نبی ﷺ کے ہاں عمر کی شخصیت کا کچھ احساس نہیں ہے اور جب تک نبی ﷺ نے حفصہ سے رجوع نہ کیا ان کا غم دور نہ ہوا۔

مقدمہ سورت سبا

چونکہ یہ سورت نزول کے لحاظ سے مکی سورتوں سے ہے اس لئے اس سورت کا موضوع اسلامی عقیدہ کی وضاحت کرنا ہے نیز اس میں دین اسلام کے اصولوں کا تذکرہ ہے اللہ کی وحدانیت کا اثبات، نبوت اور قیامت کے وقوع کا بیان۔

اس سورۃ کے آغاز میں اللہ عزوجل کی عظمت اور بزرگی کا تذکرہ ہے جو بلند و بالا ہے جس نے از سر نو مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور عالم دنیوی کے معاملات کو مستحکم فرمایا اور کائنات کو اپنی حکمت کے ساتھ مدبر فرمایا پس اللہ ہی پیدا کرنے والا بلا نمونہ کے بنانے والا حکمت والا ہے جس کے علم سے ایک ذرہ کے برابر آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور یہ پروردگار عالم کی وحدانیت پر بہت بڑی دلیل ہے۔

اس سورت میں عظیم الشان واقعات کو بیان کیا گیا ہے جب کہ مشرکین نے آخرت کے جہاں کا انکار کیا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا تو اللہ کے پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے عظمت والے پروردگار کی قسم اٹھاتے ہوئے واضح کریں کہ انسانوں کے اجسام موت کے بعد جب مٹی ہو جائیں گے تو انہیں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اسی سورت میں ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ﴾

''کفار نے کہا قیامت کا وقوع ہم پر نہیں ہوگا آپ اعلان کریں کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! قیامت کا وقوع ضرور ہوگا''

مزید اس سورت میں بعض پیغمبروں کے واقعات ہیں جیسا کہ داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کا بیان ہے اور ان دونوں کے لئے جن انعامات کو اللہ پاک نے مسخر فرمایا ان کا تذکرہ ہے، مثال کے طور پر سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر فرمایا جب کہ پرندوں اور پہاڑوں کو مسخر کیا وہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا اظہار کرتے ہوئے تسبیح وتحمید فرماتے تھے۔

مزید اس سورت میں بعض مشرکین کی جانب سے شبہات پیش کئے گئے ہیں جو خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کے گرد گھومتے تھے تو ان کو واضح اور روشن دلیل کے ساتھ کالعدم قرار دیا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے ہیں جب کہ سورت کے آخر میں ایک اللہ پاک پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے جس کے ہاتھ میں تمام مخلوق کی تدبیر ہے۔

اس کا نام سورۂ سبا اس لئے ہے کہ اس میں سبا کے واقعات ہیں جو یمن کے بادشاہ تھے وہ خوشحالی رفاہیت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کے محلات ایسی کوٹھیوں کے انداز پر تھے جن کے اردگرد باغیچے آرام گاہیں تھیں جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ کفر پر اتر آئے تو اللہ پاک نے ان پر طوفانی سیلاب بھیجا جس کے باعث وہ عبرت کا سامان بن گئے۔

اٰيَاتُهَا: ۵۴ سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ (٣۴) (۵٨) رُكُوْعَاتُهَا: ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿١﴾ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿٢﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿٣﴾ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۴﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۵﴾ وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَیَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿٧﴾ اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ﴿٨﴾ اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿٩﴾ ع

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کیلئے سزاوار ہیں کہ اس کیلئے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اسی کیلئے آخرت میں تعریف ہے اور وہی ہے حکمت والا خبر رکھنے والا ہے (١) جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس سے باہر آتی ہے اور جو چیز آسمان سے نیچے اترتی ہے اور جو چیز آسمان کی جانب بلند ہوتی ہے اور وہی مہربان معاف کرنے والا ہے (٢) اور کفار نے کہا ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی آپ کہیں کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم! ضرور تمہارے پاس آئے گی جو پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے اس سے ایک ذرہ کے برابر بھی پوشیدہ نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین اور نہ اس سے زیادہ چھوٹی اور نہ زیادہ بڑی مگر ظاہر کتاب میں موجود ہے (٣) تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں یہ لوگ ان کیلئے بخشش اور عزت والا رزق ہے (۴) اور وہ لوگ جو ہماری

آیات کی تردید میں کوشاں ہیں مقابلہ کرنے والے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کیلئے عذاب ہے دردناک سزا کا (۵) اور وہ لوگ دیکھیں گے جن کو علم دیا گیا اس چیز کا علم جس کو آپ کی جانب اتارا گیا ہے آپ کے پروردگار کی جانب سے وہ سچ ہے اور ہدایت عطا کرتا ہے اللہ کی راہ کی جانب جو غالب تعریف والا ہے (۶) اور کفار نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کیا ہم تمہیں ایسے شخص کی راہ نمائی نہ کریں جو تمہیں بتاتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے مکمل ٹکڑے ٹکڑے ہونا تو یقیناً تم نئی پیدائش میں ہو گے (۷) کیا اس نے اللہ پر جھوٹ کہا ہے یا اس میں دیوانگی ہے بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں وہ عذاب اور ظاہر گمراہی میں ہوں گے (۸) کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں اس کی جانب جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں تو زمین میں دھنسا دیں گے یا ان پر آسمان سے ٹکڑوں کو گرائیں گے بلاشبہ اس میں علامت ہے ہر اس بندے کیلئے جو رجوع کرنے والا ہے (۹)

مفردات کی وضاحت: اَلْحَكِيْمُ وہ ذات جس نے دونوں جہانوں کے نظام کو محکم بنایا ہے اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر فرمائی ہے، يَلِجُ فِي الْاَرْضِ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے، لَا يَعْزُبُ عَنْهُ اس کے علم سے دور نہیں ہے، كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ لوح محفوظ، مُعٰجِزِيْنَ سبقت لے جانے والے وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے ہم ان پر دسترس حاصل کر سکیں گے، صِرَاطِ سے مقصود توحید اور تقویٰ ہے، جِنَّةٌ جنون دیوانگی، جُنَّةٌ ڈھال۔

بلاغت: ﴿هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ﴾ مقصود یہ ہے کہ پیغمبر سے مزاحیہ انداز اختیار کیا ہے جب کہ انہوں نے آپ کا نام ذکر نہیں کیا آپ کو مزید مجہول الحال باور کرنا مقصود ہے گویا کہ وہ مجہول انسان ہے جسے کوئی جانتا پہچانتا نہیں ہے[1]

تشریح: کامل و مکمل قسم کی ثنا عظمت اور بزرگی اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے کائنات کی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا سبھی اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں اور اس کے غلام ہیں اور اس کے تصرف کے حکم کے تابع ہیں بس اسی کی تعریف دنیا میں بھی ہے اس لئے کہ اس کی قدرت کامل ہے اور آخرت میں بھی اس لئے کہ اس کی رحمت وسیع ہے اور آخرت میں بھی اسی ہی کی تمام تعریف ہے اس کے علاوہ کوئی تعریف کا مستحق نہیں ہے اس لئے کہ اللہ انعام کرنے والا ہے دنیا اور آخرت والوں پر احسان کرنے والا ہے اور اللہ کی ذات کاریگری میں محکم ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اس کو معلومات حاصل ہیں اللہ کی ذات کے کسی کام پر ہرگز اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اللہ کو ان چیزوں کا علم ہے جو زمین کے پیٹ میں داخل ہوتی ہیں جیسے بارش کا پانی اور وہ خزانے جنہیں زمین میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح فوت شدہ لوگ جنہیں زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور ان چیزوں کا بھی علم ہے جو زمین سے باہر آتی ہیں جیسے کھیتیاں اور انگوریاں ہیں چشموں اور کنوؤں اور نہروں کے پانی ہیں اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں جیسے بارش، فرشتے اور اللہ کی رحمت ہے اور جو چیزیں آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں جیسے اعمال صالحہ اور پاکیزہ قسم کی دعائیں ہیں اور اللہ ہی کی ذات ہے جو اپنے بندوں پر رحم فرماتی ہے اور توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کرتی ہے جب کہ انہیں جلد عذاب میں گرفتار نہیں کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ: اس کے بعد قیامت کے وقوع کا انکار کرنے والوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جیسا کہ آپ کی قوم

سے مشرکین نے کہا کہ قیامت کا کبھی وقوع نہیں ہوگا جیسا کہ آپ کی قوم سے مشرکین نے برملا کہا کہ ہرگز قیامت نہیں آئے گی اس کے آنے کا انکار ہے یا مزاحیہ انداز ہے کہ قیامت کے آنے کا وعدہ تو کیا جارہا ہے لیکن آنے میں دیر کیوں ہورہی ہے تو وعدہ کا مزاح اڑایا جارہا ہے، اے محمد! (ﷺ) آپ ان پر واضح کریں میں اللہ کی ذات کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جو ذات عظمت کے ساتھ موصوف ہے کہ لازماً تم پر قیامت سایہ افگن ہوگی۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: ان تین آیات میں سے یہ ایک آیت ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو آگاہ کیا ہے بلکہ اللہ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی قسم اٹھائیں جو عظمت کے ساتھ موصوف ہے کہ قیامت واقع ہوکر رہے گی جب کہ دوسری آیت سورت یونس میں ہے ملاحظہ فرمائیں، قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ آپ آگاہ کریں کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم! قیامت تم پر یقیناً واقع ہوکر رہے گی جب کہ سورة التغابن میں ہے ﴿قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ آپ کہیں ضرور میرے پروردگار کی قسم ہے! تم لازماً اٹھائے جاؤ گے، عالم الغیب اللہ کی ذات کو پوشیدہ چیزوں کا علم ہے اللہ کی ذات سے آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھی کوئی چیز عالم علوی اور سفلی میں پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ذرہ سے کم اور نہ ذرہ سے زیادہ سب کا اس کو علم ہے سب لوح محفوظ میں ہے، مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر کائنات کا ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ کی ذات سے انسان اور اس کی کیفیات پردے میں ہوں پس ہڈیاں اگرچہ ٹوٹ پھوٹ کر مٹی کے ساتھ مل جاتی ہیں تو ان کے بارے میں اللہ کی ذات کو علم ہے کہ وہ کہاں گئیں اور ان کے ایک ایک ذرے کا علم ہے پھر انہیں قیامت کے دن لوٹائے گا تا کہ ان ایمان داروں کو ان کے اعمال صالحہ کے مطابق بدلہ عطا کرے جو انہوں نے دنیوی زندگی میں سرانجام دیئے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بخشش اور عزت والا رزق ہے اور وہ لوگ جو اپنی مساعی کو قرآن کے احکام کے ابطال کے لئے کوشاں ہیں ہمارے پیغمبر کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ اسے عاجز کردیں گے جب کہ وہ نہ صرف رسالت کے بارے میں بلکہ قرآن پاک کے بارے میں بھی ہمارے پیغمبر کو مغلوب کردیں گے یہ ان کا وہم وگمان ہے کہ پیغمبر اور قرآن کے خلاف شبہات کو پھیلا کر عاجز کردیں گے ہرگز نہیں ان کے لئے بدترین قسم کا عذاب تیار ہے جب کہ صحابہ کرام میں سے اہل علم اور ان کے بعد میں آنے والے ان کے شاگرد اس یقین پر ہیں کہ جس قرآن کو آپ پر آپ کے پروردگار کی جانب سے اتارا گیا ہے اس کی صداقت میں کچھ شبہ نہیں اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہوسکتی وہ اللہ کا کلام قرآن پاک تو ان لوگوں کی راہ نمائی اللہ کی جانب کرتا ہے جو اس کیساتھ وابستگی اختیار رکھتے ہیں جس کا وصف یہ ہے کہ وہ غالب ہے اس کو ہرگز مغلوب نہیں کیا جاسکتا ہے وہ ذات نہ صرف ذات کے لحاظ سے بلکہ اوصاف اور افعال کے لحاظ سے بھی قابل ستائش ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ: قریش مکہ سے کفار نے کہا جو قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کررہے تھے کیا ہم تمہیں ایسے شخص کے بارے میں آگاہ نہ کریں جو تمہارے سامنے عجیب وغریب باتیں کررہا ہے (اس شخص سے مقصود محمد ﷺ ہیں)، وہ کہتا ہے کہ جب تم فوت ہونے کے بعد قبروں میں بوسیدہ ہوجاؤ گے گل سڑ جاؤ گے اور تمہارے جسم کے اعضاء بکھر جائیں گے جہاں کہیں انہیں جانا ہے چلے جائیں گے جسم کے اجزا مٹی اور بوسیدہ ہڈیاں دکھائی دیں گی تو کیا تمہیں از سرنو پیدا کیا جائے گا اس سے مقصود محض مزاح کرنا تھا۔

ابوحیان کا قول: اس قسم کی گفتگو کرنے والے کفار سے بالخصوص قریش قبیلہ کے لوگ تھے انہوں نے تعجب اور مزاحیہ انداز میں کہا جیسا

کہ ایک شخص جب کسی کو تعجب میں ڈالنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کیا میں تجھے عجیب و غریب نادر الوجود واقعہ کے بارے میں نہ بتاؤں اور چونکہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا ان کے نزدیک محال اور ناممکن تھا تو وہ اس شخص کو جو اس کے بارے میں خبر دینا چاہتا اس کی خبر کو حد درجہ تعجب انگیز بناتے تھے اس کا نام دہرانے کو بھی معیوب گردانتے تھے کہ کیا میں تمہیں ایسے شخص کے بارے میں آگاہ نہ کروں جبکہ اس کا نام معاشرہ میں مشہور ہے بطور استہزاء کے انداز کے کہا اور تعجب کیا، کیا اس نے اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ کہا ہے یا وہ دیوانہ شخص ہے بات کرتا جاتا ہے خود اس کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں نہ صرف یہ کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں دیوانگی اختیار کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ گمراہی میں ہیں اور حق و صداقت سے دور ہیں ان کیلئے دوزخ کا عذاب واجب ہو چکا ہے جبکہ وہ سمجھتے بھی نہیں ہیں یہ تو انتہا درجہ کی حماقت اور دیوانگی ہے۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ: قیامت کے وقوع کے اثبات کے بعد توحید کی دلیل ڈانٹ پلانے کے انداز میں ذکر ہو رہی ہے کیا یہ لوگ مشاہدہ نہیں کر رہے ہیں کہ انہیں سبھی کناروں سے کس نے گھیرا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے مقصود آسمان و زمین ہے انسان جس طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھے گا اسے آسمان اور زمین نظر آئے گی آگے پیچھے دائیں بائیں آسمان زمین ہے یہ دونوں قادر مطلق کی صناعت کی وحدانیت پر دلالت کر رہے ہیں تو انہیں غور و فکر کے بعد تسلیم کرنا چاہیے کہ جس ذات نے آسمانوں زمین کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ لوگوں کو مرنے کے بعد اٹھا سکتا ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ: اگر ہم چاہتے تو انہیں زمین میں دھنسا دیتے جیسا کہ ہم نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا یا ان پر آسمان کے ٹکڑوں کو گرا دیتے جیسا کہ ہم نے اصحاب ایکۃ کے ساتھ کیا تو وہ کہاں بھاگ سکتے تھے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ: بلاشبہ جو لوگ قدرت الٰہیہ اور وحدانیت کے آثار کا مشاہدہ کر رہے ہیں ان میں راہ نمائی اور عبرت کا سامان موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو توبہ کرتا ہے اور اللہ کی ذات کی جانب رجوع کرتا ہے جو کچھ اسے نظر آتا ہے اس پر غور و فکر کرتا ہے، علامہ ابن کثیرؒ وضاحت فرماتے ہیں کہ: مقصود یہ ہے کہ جو ذات ان آسمانوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اس نے انہیں اونچا بنایا ہے اور وسعت عطا کی اور زمینوں کو نیچا بنایا ہے ان کو طوالت اور چوڑائی بھی عطا کی ہے وہ انسانی اجسام کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور بوسیدہ ہڈیوں کو اٹھانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ
وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا
شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ
وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ
وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ
الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ
فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے بزرگی عطا کی ہم نے کہا اے پہاڑو! اس کے ساتھ پست اور بلند آواز میں تسبیح کریں اور ہم نے پرندوں کو مسخر بنایا اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کیا (۱۰) ہم نے حکم دیا کہ تم لمبی چوڑی زریں بناؤ اور حلقوں کے بنانے میں اندازے کا خیال رکھو اور اے داؤد کے اہل بیت تم اعمال صالحہ کرو بلاشبہ میں دیکھتا ہوں جو تم عمل کرتے ہو (۱۱) اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا ہے اس کا صبح کو چلنا ایک ماہ کے برابر ہے اور اُس کا دن کے آخر میں چلنا ایک ماہ کے برابر ہے اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ رواں کر دیا اور ہم نے جنوں میں سے ان کو مسخر کیا جو اس کے سامنے اپنے پروردگار کے حکم کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ان جنوں سے ہم نے ان کو مطیع کر دیا جو اس کے آگے اپنے پروردگار کی اجازت کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ان سے جو ہمارے حکم سے ٹیڑھا پن اختیار کرے گا ہم اس کو دوزخ کے عذاب سے کچھ چکھائیں گے (۱۲) وہ اس کے لئے بناتے ہیں جو وہ چاہتا ہے قلعے اور تصویریں اور پیالے حوضوں جیسے اور دیگیں جو اپنی جگہ پر پڑی رہتی ہیں ہم نے کہا اے آل داؤد! تم شکریہ ادا کرو اور میرے بندوں میں سے کم شکر گزار ہیں (۱۳) پس جب ہم نے اس پر موت کو مقرر کر دیا تو اس کی موت سے خبر نہیں دی مگر دیمک نے کہ اس نے سلیمان کی لاٹھی کو کھا لیا تو جب وہ گر پڑے تو جنوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو رسوا کرنے والے عذاب میں دیر تک نہ رہتے (۱۴)

مفردات کی وضاحت: فَضۡلًا نعمت اور احسان، اَوِّبِیۡ مَعَهٗ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کے کلمات کو دہراتے رہیں، وَ اَلَنَّا لَهُ الۡحَدِیۡدَ اور ہم نے لوہے کو اس کے ہاتھ میں مثل موم اور گندھے ہوئے آٹے کے بنایا کہ وہ آگ کے علاوہ اور اسے کوٹنے کے علاوہ جس طرح چاہتے تھے پھیر دیتے تھے، سٰبِغٰتٍ کامل زریں، قَدِّرۡ میانہ روی اختیار کریں، السَّرۡدِ زرہ کا بنانا، اَسَلۡنَا ہم نے پگھلایا، الۡقِطۡرُ پگھلایا ہوا تانبہ، مَحَارِیۡبَ کا واحد مِحۡرَاب ہے، مقصود اونچی جگہ، اَلتَّمَاثِیۡل صورتیں، جِفَانٍ کا واحد جَفۡنَةٌ پیالہ پلیٹ، الۡجَوَابِی کا احد جَابِیَةٌ ہے مقصود بڑا حوض ہے، قُدُوۡرٌ کا واحد قِدۡرٌ دیگ ہے، رَاسِیٰتٌ اپنے چولہوں پر پڑی رہنے والی دیگیں بوجہ ان کے بڑے ہونے کے انہیں اپنی جگہ سے اٹھایا نہیں جاتا ہے، الشُّکُوۡرُ زبردست شکریہ ادا کرنے والا شخص اس کا دل اس کی زبان اس کے اعضاء انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں، قَضَیۡنَا ہم نے اس پر فیصلہ کیا، دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ جو دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے، مِنۡسَاَتَهٗ لاٹھی، خَرَّ اس نے ہانکا، گر پڑا۔

بلاغت: ﴿غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهۡرٌ﴾ اصل عبارت اس طرح ہے ﴿غُدُوُّهَا مَسِیۡرَةُ شَهۡرٍ وَّ رَوَاحُهَا مَسِیۡرَةُ شَهۡرٍ﴾ لفظ مَسِیۡرَةُ کو دونوں جگہ سے اختصار کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔

تشریح: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے مزید ان خصوصیتوں کا تذکرہ ہے جن سے انہیں نوازا گیا اور انہیں فضل وکرم عطا کیا گیا آیت کے آغاز میں ہی قسم محذوف ہے اللہ پاک اپنی عزت اور جلال کی قسم اٹھاتے ہوئے اس حقیقت کو واضح فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنی جانب سے داؤد پیغمبر کو بہت بڑے فضل سے نوازا تھا بس کی وسعتوں کا اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا

اس مقام پر مفسرین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فضل سے مقصود نبوت اور زبور کتاب کا عطیہ ہے، مزید برآں ان کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا گیا تھا ان کے ہاتھوں میں لوہا نرم ہو جاتا تھا مزید برآں انہیں لوہے کی زرہ بنانے کا فن عطا کیا گیا تھا مزید برآں ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ تم نے داوٗد علیہ السلام کے ساتھ ساتھ سبحان اللہ کے کلمات کو دہرانا ہوگا اور جب وہ سبحان اللہ کے کلمات کہیں تو تم بھی اس کے ساتھ سبحان اللہ کے کلمات کہو اسی طرح پرندوں کو بھی سبحان اللہ کے کلمات کہنے کا حکم دیا گیا تھا اور جب وہ قرأت کرتے تھے تو زمین پر چلنے والا ذی روح جانور سبحان اللہ سبحان اللہ کے کلمات الاپتا تھا اور جب داوٗد علیہ السلام خوف الٰہی سے رونا شروع کرتے تو وہ بھی ان کی معیت میں رونا شروع کر دیتے تھے اور ہم نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو آٹے کی مانند نرم کر دیا تھا انہیں ہرگز ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی کہ لوہے کو نرم کرنے کے لئے اسے آگ میں رکھیں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ آپ لوہے سے بڑی بڑی زریں تیار کریں جن کے پہننے سے انسان لڑائی کے شر سے محفوظ رہتے تھے، مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ داوٗد علیہ السلام لوہے کو اپنے ہاتھ میں پکڑتے تو وہ گوندھے ہوئے آٹے کی مانند نرم ہو جاتا تھا جس طرح چاہتے اس سے زرہ بناتے تھے۔

وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ: آپ زرہ کے بنانے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کی کنڈیوں میں مناسبت کارفرما ہو ہر حلقہ دوسرے کے برابر ہو مزید وہ تنگ ہو، فراخ نہ ہو کہ تیر اس سے پار نہ ہو اور زرہ پہننے والا شخص اس کا بوجھ محسوس نہ کرے یعنی زیادہ بوجھل نہ ہو اور زریں بھی ایک انداز اور ایک نمونہ کی ہوں، مزید آل داوٗد کو مخاطب کر کے حکم دیا ہے کہ تم اعمال صالحہ کرو آپ یقین کریں مجھے تمہارے اعمال پر مکمل اطلاع ہے سب کچھ میری نگرانی میں ہے اور تمہیں تمہاری کوششوں کے مطابق بدلہ عطا کروں گا، امام فخر الدین رازیؒ کا قول ہے کہ اللہ کے لئے لوہے کو نرم کرنا مشکل نہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ آگ کے باعث لوہا نرم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی کی مانند بہتا ہے کون عقلمند شخص اللہ کی قدرت کا انکار کر سکتا ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ: اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا ان کے حکم کے ساتھ چلتی تھی چنانچہ صبح سے ظہر تک عام چلنے والے انسان کے ایک ماہ کی مسافت کے بقدر تھی، مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا چنانچہ دور دراز کی مسافتیں چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی تھیں، ہوا سلیمان علیہ السلام کو اس کے لشکر کے سمیت ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچا دیتی تھی، عام طور پر ایک ماہ کی مسافت دوپہر کے وقت طے کر لی جاتی تھی اسی طرح دن کے آخری حصہ میں مسافت طے ہوتی تھی گویا کہ عام طور پر دو ماہ کی مسافت ایک دن میں طے ہو جاتی تھی، مزید ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبا دھات کے چشمہ کو چلایا وہ اس طرح رواں دواں ہوتا تھا جیسا کہ پانی کی روانی ہوتی ہے اور ہم نے اس کے لئے جنوں کو مطیع کر دیا تھا وہ اس کے حکم بلکہ اس کے ارادہ کے مطابق ایسے کام کرتے تھے جن کو انسان نہیں کر سکتے تھے یہ سب کچھ اللہ کے حکم اور اس کی تسخیر کے باعث تھا اور جو سلیمان کی اطاعت سے پھر جائے گا تو ہم اس کو آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ کا مزا چکھائیں گے، بعد ازاں جنوں کو کن اعمال کا مکلف بنایا گیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ جن سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق وہ کام سرانجام دیتے تھے جن سے انسان عاجز تھے مثال کے طور پر اونچے اونچے محلات بناتے تھے اور تانبے اور شیشہ سے عجیب وغریب تصاویر بناتے تھے اس دور میں ان کا بنانا حرام نہ تھا جب کہ ہماری شریعت میں ممنوع ہے تاکہ اس کو ذریعہ بنا کر اللہ کے سوا کی عبادت کا شاخسانہ نہ کھڑا ہو جائے نیز بڑے بڑے پیالے جو دیگوں جیسے تھے انہیں بناتے تھے بلکہ پانی کے حوضوں جیسے تھے اور بڑی بڑی دیگیں

جو اپنی جگہ پر ہیں انہیں دوسری جگہ لے جانا ممکن نہیں تو ہم نے آل داؤد کو مخاطب کر کے کہا کہ تم ان جلیل القدر نعمتوں پر اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرو کہ اللہ نے تمہیں اتنے بڑے فضل سے خاصل طور پر نوازا ہے اور اللہ کے انعامات پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ کی فرمانبرداری کے مطابق اپنی عملی زندگی اپناؤ جب کہ بندوں میں سے کم ہی لوگ ہیں جو انعامات الٰہیہ پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس جملہ میں خبردار کرنا مقصود ہے اور رغبت دلانا ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کرو، نسائی میں وارد ہے کہ نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ ''اے آل داؤد تم شکریہ ادا کرتے ہوئے اعمال صالحہ بجالاؤ'' بعدازاں آپ ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ہیں جو شخص ان سے نوازا گیا تو وہ گویا کہ اس طرح نوازا گیا ہے جیسا کہ آل داؤد کو نوازا گیا تھا ہم نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا خوشی اور ناراضگی میں انصاف کو مدنظر رکھنا اور فقر و فاقہ اور آسودگی میں میانہ روی اختیار کرنا، اور پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ کا ڈر موجود رہے۔

اور شکر جس طرح عملاً ہوتا ہے اسی طرح بات کہنے اور دل کے ارادہ کیساتھ بھی ہوتا ہے ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

اَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً يَدِي وَلِسَانِي وَالضَّمِيرُ الْمُحَجَّبَا

''تمہارے احسانات کے فائدہ کا بدلہ میری جانب سے تین چیزوں نے دیا ہے، میرے ہاتھ، میری زبان اور میرے دل نے جو پردے میں ہے'' اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں پاؤں پھٹنے لگ جاتے میں نے عرض کیا آپ اتنی تکلیف اٹھا رہے ہیں جبکہ اللہ نے آپ کے پہلے پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کیا مجھے اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں بننا چاہیے؟[1]

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ: جب ہم نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا فیصلہ کر دیا تو جنوں کو ان کی موت کا علم نہ ہو سکا البتہ اس کی لاٹھی میں دیمک گھس گئی تھی جبکہ وہ اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو وہ فوت ہو چکے تھے اس لئے وہ زمین پر گر پڑے تو جنوں کو معلوم ہوا کہ انہیں ہرگز غیب کا علم نہیں جیسا کہ ان کا خیال تھا اگر وہ غیب کا علم جانتے ہوتے تو وہ مشقت کے کاموں میں کھڑے نہ رہتے جب کہ ان کا خیال تھا کہ سلیمان پیغمبر زندہ ہیں حالانکہ وہ فوت ہو چکے تھے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ

[1] صحیح بخاری کتاب التہجد باب ۶، مسند احمد ۲۵۱/۴

الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ط وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴿۲۱﴾ ع

ترجمہ: بے شک سبا قوم کے لئے ان کے گھروں میں نشانی ہے ان کے دائیں اور بائیں جانب دو باغ ہیں ہم نے کہا تم اپنے پروردگار کا رزق تناول کرو اور تم اس کا شکر یہ ادا کرو شہر پاکیزہ ہے اور پروردگار معاف کرنے والا ہے (۱۵) تو انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تندو تیز سیلاب بھیجا اور ہم نے ان کو ان کے دو باغوں کے بدلے ایسے دو باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ اور کانٹوں والے تھے اور کچھ جھاؤ اور بیری کے تھے (۱۶) ہم نے ان کو یہ سزا ان کے کفر کے سبب دی اور ہم سزا نہیں دیتے ہیں مگر اس کو جو ناشکر گزار ہو (۱۷) اور ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی ایسی بستیاں جو آپس میں ملی ہوتی تھیں اور ہم نے ان کے درمیان آمد و رفت کو جاری رکھا ہم نے کہا تم ان میں رات دن چلتے رہو تم امن والے ہو (۱۸) پھر انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر میں دوری کریں اور انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو ہم نے ان کی کہانیاں بنائیں اور ہم نے انہیں مختلف ٹولیوں میں مکمل طور پر بانٹ دیا بلاشبہ اس واقعہ میں ہر شخص کے لئے نشانی ہے جو صبر کرنے والا شکر گزار ہے اور بلاشبہ ابلیس نے ان کے بارے میں اپنے خیال کو سچا پایا تو انہوں نے اس کی پیروی کی سوائے چند ایمان والوں کے (۱۹) جب کہ شیطان کا ان پر کچھ غلبہ نہ تھا البتہ اس لئے کہ ہم معلوم کریں کہ کون آخرت کو تسلیم کرتا ہے ان سے جو اس کے بارے میں شک میں ہیں اور تیرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے (۲۰) اور اس کا ان پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر مقصود یہ تھا کہ ہم معلوم کریں کہ کون لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے جو آخرت کے بارے میں شک میں ہیں اور تیرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے (۲۱)

مفردات کی وضاحت: اَلْعَرِمُ کا واحد عَرِمَةٌ ہے وہ پتھر جنہیں ایک دوسرے پر رکھا گیا ہو جیسا کہ دریائے نیل میں اسوان ڈیم ہے جس کے باعث پانی جنوبی جانب نہیں جاتا اس کے اوپر نیچے تین دروازے ہیں بارش کا پانی اس ڈیم میں سٹور ہوتا رہتا ہے پہلے اوپر کے دروازے سے پانی کو استعمال میں لایا جاتا ہے اس کے بعد دوسرے پھر تیسرے دروازے کو کھولا جاتا ہے، خَمْطٌ ایسا درخت جس کا ذائقہ کڑوا اور کانٹوں والا ہے، اَثْلٌ جھاؤ کا درخت، سِدْرٌ بیری کا درخت، اَلْاَحَادِيْثُ اس کا واحد اُحْدُوْثَةٌ ہے ایسی باتیں جن سے دلوں کو بہلایا جاتا ہے، سَبَا ایک شخص کا نام ہے جس کے ہاں دس لڑکے پیدا ہوئے ان میں سے چھ لڑکے یمن میں آباد ہوئے اور چار لڑکے ملک شام میں آباد ہوئے جو لڑکے ملک شام میں آباد ہوئے ان کے نام فخمه، جذام، غسان اور عاملة ہیں اور جو ملک یمن میں آباد ہوئے ان کے نام درج ذیل ہیں ازد، اشعری، حمیر، کندہ، مذجع اور انمار، ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! انمار سے کون مراد ہے آپ نے جواب فرمایا اس سے مشحمه اور بجیلہ قبائل ہیں۔[1]

[1] صحیح ترمذی ۹۶/۳، اعراب القرآن ۱۹-۲۰

مولانا محمد حنیف ندوی لسان القرآن میں رقم طراز ہیں: سورۃ سبا میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کا تعلق سبا یمن سے ہے یہ وہ خوشحال اور متمدن لوگ تھے جنہوں نے پہلے پہلے دنیا میں آب پاشی کے نظام کی طرح ڈالی اور ایک عظیم بند کی تعمیر کی جسے سد مارب کے نام سے پکارا جاتا ہے، اس بند کے ذخیرہ آب نے ملک کے بیشتر حصے کو سیراب کیا اور اس طرح اسے ہرے بھرے کھیتوں اور باغوں کی سرزمین میں بدل دیا، تبابعہ عقائد کے اعتبار سے بت پرست تھے، ستارہ پرستی ان کا شیوہ تھا، انبیاء علیہم السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی اور ہر چند سمجھایا کہ بت پرستی سے باز آؤ لیکن یہ نہ مانے، بالآخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آ گھیرا بند ٹوٹا اور ان کے تمام لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغ تباہ ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں کل تک پھلوں اور میوؤں کی بہتات تھی آج وہاں ان کی جگہ جھاؤ، بیری اور بدمزہ کڑوے اور حقیر نوعیت کے درخت اُگ آئے۔[1]

علامہ صابونی کی تشریح: یہ حقیقت ہے کہ یمن کے ملک میں قوم سبا آباد تھی ان کے واقعہ میں بہت بڑی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی واضح نشانی ہے کہ نیکو کار لوگوں کو ان کے اعمال صالحہ کے باعث عطیات سے نوازا جائے اور بدکردار لوگوں کو ان کی بدکاری کے باعث انہیں عبرتناک سزا سے ہم کنار کیا جائے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قوم سبا نے جب انعامات الٰہیہ پر اللہ کا شکر یہ ادا نہ کیا بلکہ کھلم کھلا کفران نعمت پر اتر آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزمین کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کی اجتماعیت کے شیرازہ کو بکھیر دیا اور انہیں مختلف ٹولیوں میں منقسم کر دیا بالآخر انہیں عبرتناک سزا سے ہم کنار کیا اس مقام میں ان پر انعامات کی فراوانی کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ ان کی آبادی میں دو عظیم الشان باغات موجود تھے جن میں ہر قسم کے پھل دار درخت لہلہا رہے تھے وادی کی دائیں جانب جس طرح باغات پرکشش انداز میں زائرین کی توجہ کو اپنی جانب مرکوز رکھنے کی دعوت دے رہے تھے تو بائیں جانب سے بھی اسی طرح کی خوش کن لہر آنکھوں کو حسین مناظر کی جانب جھکائے ہوئے تھی ان میں اکثر و پیشتر درخت پھل دار پھول دار پودوں پر مشتمل تھے، مزید برآں ان کے گھنے سایوں کو دیکھ کر مسرت و انبساط کی لہر موجزن تھی اور یہ حقیقت ہے کہ جب کسی عورت کا اس باغ سے گزر ہوتا اور اس کے سر پر ٹوکرا رکھا ہوتا تھا تو از خود پھلدار درختوں سے اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا ہرگز ضرورت پیش نہ آتی کہ کسی شخص کو اس کام پر مقرر کیا جائے کہ وہ پھلوں کو درخت سے توڑ کر ان میں ڈالتا جائے گویا کہ فروٹ نہ صرف پکے ہوئے ہیں بلکہ ہرگز کسی ایسے شخص کی ضرورت نہ تھی جو پھلوں کو توڑ کر ٹوکرے میں ڈالنے کی زحمت اٹھائے۔

علامہ بیضاوی نے وضاحت کی ہے کہ آیت مبارکہ میں دو باغوں سے مقصود صرف دو باغ مقصود نہیں ہیں بلکہ باغات کی دو متعدد قسمیں ہیں ایک کا تعلق دائیں جانب سے ہے جب کہ دوسری کا تعلق بائیں جانب سے ہے، مزید برآں انہیں قرب اور اتصال کے باعث دو باغ کہا گیا ہے۔

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ: ہم نے پیغمبروں کی وساطت سے انہیں کہا کہ تم اسے اللہ کا فضل اور انعام باور کرتے ہوئے ان سے پھلوں کو تناول کرو اور ان انعامات کے حصول پر تم اللہ کا شکر یہ ادا کرو اور ذہن نشین کر و کہ جس شہر میں تم سکونت پذیر ہو وہ عمدہ شہر ہے اس کی مٹی کو اللہ کی جانب سے عزت حاصل ہے آب و ہوا نہایت عمدہ اور معتدل ہے اور کثرت کے ساتھ اللہ کے انعامات موجود ہیں اور جس پروردگار نے تمہیں رزق عطا کیا ہے اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم پاکیزہ رزق کے عطیہ پر پروردگار عالم کا شکر یہ ادا

---

[1] لسان القرآن ص ۴۹، اعراب القرآن ۱۹-۲۰

کرو اس نے تمہیں شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ پروردگار عالم ان لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں جو انعامات الٰہیہ پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جب کہ انہوں نے اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا نہ کیا اور پیغمبروں کی اطاعت سے روگردانی کی تو ہم نے ان پر ڈیم کے پانی کو کھول دیا جس کی تخریب کاری سے ہرگز بچاؤ ممکن نہیں ہے تو سیلاب کی ہلاکت آفریں لہروں نے نہ صرف یہ کہ ان کے باغات کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ ان کے گھروں کو بھی سیلاب بہا کر لے گیا گویا کہ وہ وہاں آباد ہی نہ تھے۔

علامہ طبری کی وضاحت: جب انہوں نے پیغمبروں کی تصدیق سے خود کو دور رکھا تو اللہ تعالیٰ نے ڈیم میں سوراخ کر دیا جس نے سیلابی پانی کو روکا ہوا تھا اس کے نتیجہ میں سیلابی پانی نے نہ صرف یہ کہ ان کے باغات کو کالعدم قرار دیا بلکہ ان کے گھروں کو بھی پیوند خاک کر دیا اور ان کی زمین جو کاشتکاری کے لحاظ سے ان کی ضرورتوں کو پورا کر رہی تھی اسے ناقابل زراعت قرار دے دیا۔

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ: ہم نے نہایت عمدہ مناظر کے باغات کو چٹیل بنجر زمین میں تبدیل کر دیا جہاں اولاً تو سبزہ ناپید ہے اگر کہیں سبزہ دکھائی بھی دے رہا ہے تو اس کا ذائقہ کڑوا ہے اس کا تناول کرنا ممکن نہیں ہے مزید کچھ ایسے درخت دکھائی دیتے ہیں جو پھلدار پھول دار نہیں ہیں بلکہ کانٹے دار درخت ہیں جیسا کہ جھاؤ اور بیری کا درخت ہے۔

امام رازی کی وضاحت: اللہ تعالیٰ نے ڈیم کے پانی کو ان پر کھول دیا جس کے باعث ان کا مال و اسباب پانی میں ڈوب گیا ان کی رہائش گاہیں منہدم ہو گئیں اگر کچھ باقی رہا تو وہ کچھ ایسے درخت تھے جو نہ صرف یہ کہ کانٹے دار ہیں بلکہ ان کے پھل بھی کڑوے کسیلے ہیں انہیں تناول کرنا ممکن نہیں ہے اور جھاؤ پر اولاً پھل نہیں ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے جب کہ بیری کا درخت تو ہمارے معاشرے میں بھی معروف ہے جو کانٹوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا: ہم نے جس گھبراہٹ ناک تکلیف میں انہیں مبتلا کیا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ کی ذات کا انکار کیا ہم اس قسم کے عذاب سے صرف ان کو ہم کنار کرتے ہیں جو کفر کرتے ہیں بلکہ کفر میں انتہائی سرکشی کی کیفیت میں ہوتے ہیں۔

مجاہد تابعی کا قول: ہم اس قسم کی سزا سے صرف کفار کو ہم کنار کرتے ہیں جب کہ ایمان دار شخص کی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ صرف نظر فرماتے ہیں جب وہ توبہ کرتا ہے مزید برآں اس کے اعمال صالحہ بھی کفارہ ہو جاتے ہیں جب کہ کفار کو ایک ایک برائی کا شمار کر کے انہیں سزا دی جائے گی۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا: اللہ پاک کی جانب سے جو انعامات سبا ملک کے باشندوں پر تھے اس آیت میں ان انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ ہم نے سبا شہر کے باشندوں اور ملک شام کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے انعامات سے نوازا تھا ایسی آبادیاں تھیں جو مسلسل یمن کے ملک سے ملک شام تک رونق افروز تھیں ایک دوسرے سے ان کا میل جول تھا بوجہ قرب کے انہیں دیکھا جاتا تھا اور فوائد بھی حاصل کئے جاتے تھے اور ان میں منزل بمنزل اقامت اختیار کر کے سفر کیا جاتا تھا دن کا سفر ہوتا یا رات کا ہوتا امن کا سفر تھا ہرگز خوف و خطرہ کا اندیشہ نہ تھا بلکہ بھوک پیاس اور دشمن کا بھی خطرہ نہ تھا زادراہ اور پانی کیساتھ اٹھانے کی بھی ضرورت نہ تھی۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا: انہوں نے انعامات کا شکریہ تو کیا ادا کرنا تھا بلکہ جب مال و متاع کی کثرت سے وہ مغرور ہو گئے تو انہوں نے ناشکری کرتے ہوئے اللہ سے مطالبہ کیا کہ ان کی بستیوں میں کچھ دوری ہو اتنا قرب ہمیں پسند نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ بے آباد جنگلات سے ان کا گزر ہو اور سفر میں ان کا زادراہ ان کے ساتھ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کو تسلیم کیا کہ بستیوں کو تباہ

وبرباد کردیا وہ کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں انہوں نے انعامات کا انکار کرکے خود پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنادیا کہ لوگ اپنی مجالس میں ان کا تذکرہ کیا کریں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنے لئے مطالبہ کیا کہ ہمیں آبادیوں کی رونق کی ضرورت نہیں، ہمیں تو جنگل سے محبت ہے تو ان کے کہنے کے مطابق ہم نے انہیں مختلف شہروں میں تقسیم کردیا اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان موجود ہے جو مصائب آنے پر صبر کے دامن کو تھامے رکھتے ہیں اور انعامات کے حاصل ہونے پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں قوم سبا کے واقعہ کے بیان سے مقصود لوگوں کو خوف زدہ کرنا ہے کہ وہ ہرگز انعامات کی ناشکری نہ کریں کہیں ان پر عذاب نازل نہ ہوجائے جیسا کہ ان سے پہلے کفران نعمت کرنے والوں کو عذاب میں گرفتار کیا گیا۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ: قوم سبا کے واقعہ کے بعد کہ وہ نہ صرف یہ کہ خواہشات نفسانی کے اسیر ہوئے بلکہ شیطان کے بھی گرویدہ ہوگئے اسی طرح ان جیسے لوگ شیطان کے گمراہ کرنے سے اس کے مکروفریب میں گرفتار ہوتے رہیں گے، حسن بصری کا قول ملاحظہ فرمائیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تو آدم کے ساتھ ان کی بیوی حوا بھی تھی تو ابلیس ان کو گمراہ کرکے زبردست خوش ہوا اور اس نے کہا جب میں نے آدم اور حوا کو گمراہ کردیا ہے تو ان کی اولاد کو گمراہ کرنا تو بہت آسان ہے وہ تو ان دونوں سے کہیں زیادہ کمزور ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا تو اس وقت ابلیس نے کہا جب تک کسی شخص میں روح موجود رہے گی میں اس کو گمراہ کرتا رہوں گا ہرگز اس سے الگ نہیں رہوں گا اس کو دھوکہ دیتا رہوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم ہے میں اس کی توبہ موت تک قبول کروں گا اور مجھ سے جو سوال کرے گا میں اس کے سوال کو پورا کروں گا اور جب مجھ سے بخشش طلب کرے گا تو میں اس کے گناہ معاف کروں گا۔

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ: شیطان کو لوگوں پر ہرگز غلبہ حاصل نہیں ہے نہ وہ کسی کو مجبور کرتا ہے نہ کسی کو لاٹھی مارتا ہے بس آرزوئیں دلاتا ہے دھوکہ بازی کرتا ہے ہم تو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون شک کرتا ہے اور اللہ کی نگرانی کے باوجود کچھ لوگ ابلیس کے گمراہ کرنے سے اس کے تابعدار ہوجاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے باعث ایماندار لوگ ابلیس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾ قُلۡ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ع

ترجمہ: آپ کہیں تم ان لوگوں کو پکارو جن کے بارے میں تم اللہ کے سوا گمان رکھتے ہو وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں ایک ذرہ کے برابر بھی مالک نہیں ہیں اور ان کی آسمانوں اور زمین میں کچھ شرکت نہیں اور ان میں سے اللہ کا کوئی مددگار نہیں ہے (۲۲) اور اللہ کے نزدیک سفارش فائدہ نہیں دیتی ہے مگر اس کے لئے جس کے لئے وہ اجازت عطا کرے اور محشر میں لوگ اضطرابی کیفیت میں ہوں گے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے اضطرابی کیفیت دور ہوگی تو وہ کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اس کا فرمان درست ہے اور وہ اجازت عطا کرے اور محشر میں لوگ اضطرابی کیفیت میں ہوں گے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے اضطرابی کیفیت دور ہوگی تو وہ کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے وہ جواب دیں گے کہ اس کا فرمان درست ہے اور وہ ذات بلند ہے بڑے مرتبہ والی ہے (۲۳) آپ کہیں تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون عطا کرتا ہے آپ کہیں اللہ عطا کرتا ہے اور بلاشبہ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا ظاہر گمراہی میں ہیں (۲۴) آپ کہیں تم سے ہمارے گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو تم کرتے رہے (۲۵) آپ کہیں ہمارا پروردگار ہمارے درمیان جمع کرے گا پھر وہ ہمارے درمیان حق کا فیصلہ فرمائے گا اور وہی ہے فیصلہ کرنے والا جاننے والا (۲۶) آپ کہیں تم مجھے ان لوگوں کو دکھائیں جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا ہے ہرگز نہیں بلکہ اللہ ہی وہ غالب حکمت والا ہے (۲۷) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے مگر سب لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا جب کہ اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں (۲۸) اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب وجود پذیر ہوگا اگر تم سچے ہو؟ (۲۹) آپ کہیں! تمہارے لئے ایک دن مقرر ہے تم اس سے ایک ساعت پیچھے نہیں رہو گے اور نہ پہلے رہو گے (۳۰)

مفردات کی وضاحت: شِرۡكٍ شرکت، ظَهِيۡرٍ مددگار، اَلتَّفۡزِيۡعُ گھبراہٹ دور کرنا، انقباض کو ختم کرنا، اَجۡرَمۡنَا ہم نے گناہ کئے، اَلۡفَتَّاحُ فیصلہ کرنے والا، اَرُوۡنِيۡ مجھے دلیل کے ساتھ قائل کرو۔

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿وَاِنَّاۤ اَوۡ اِيَّاكُمۡ لَعَلٰى هُدًى اَوۡ فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾ میں صنعت استدراج ہے جب کہ مخالف کو ڈھیل دی ہے اور اسے مجبور کیا ہے کہ وہ حقیقت کو تسلیم کرے اور جھگڑا کرنے سے رک جائے اس لئے کہ مخالف شخص پر دلیل کو واضح کر دیا ہے اور انصاف کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچائی پر ہوں یا آپ ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، مزید برآں حرف جر دو ہیں ایک عَلٰی ہے اور دوسرا فِی ہے جب کہ حق پر عَلٰی کو داخل کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص حق پر ہے وہ غالب ہے گویا کہ وہ عمدہ گھوڑے پر سوار ہے بلند ہے اور جو باطل پر ہے گویا کہ وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس طرف جائے۔

تشریح: اے محمد! (ﷺ) آپ ان مشرکین کو آگاہ کریں کہ تم اپنے شرکاء بتوں کو پکارو جن کی تم عبادت کر رہے ہو اور تمہارا خیال ہے کہ اللہ کے سوا وہ معبود ہیں تو تم ان کو پکارو تا کہ تمہیں شاد کام کریں اور تم سے تمہارے مصائب ومحن کو دور کریں دراصل اس حکم میں انہیں عجز ودرماندگی سے ہم کنار کرنا مقصود ہے اور ان پر حجت قائم کرنا ہے وہ تو ذرہ بھر فائدہ پہنچانے یا کسی تکلیف کو دور کرنے کی نہ عالم علوی نہ سفلی میں طاقت نہیں رکھتے ہیں اور کائنات میں کسی بھی کام کے سرانجام دینے پر انہیں ہرگز قدرت حاصل نہیں ہے، مزید برآں ان معبودوں کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ ہرگز شرکت نہیں ہے نہ صرف کائنات کی تخلیق میں بلکہ ملک اور تصرف میں بھی ان کا کچھ دخل نہیں ہے اور اس حقیقت کو بھی ذہن کی پلیٹ پر مرتسم کریں کہ ان میں سے کوئی بھی اس حیثیت میں نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مدد کرنے کی صلاحیت سے ہم کنار ہو بلکہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہر چیز کا خالق ہے اور کسی چیز کو وجود میں لانے پھر اس کو کالعدم قرار دینے میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ: اللہ کی بارگاہ میں ہرگز کوئی فرشتہ کوئی پیغمبر کسی شخص کی سفارش نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ اس کو اللہ کی جانب سے اجازت حاصل نہ ہو تعجب ہے کہ یہ لوگ کیسے اس باطل خیال میں مستغرق ہیں کہ ان کے معبودان کی سفارش کریں گے، علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت اس کا جلال اس کی کبریائی کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی فرد بھی اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا، البتہ سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کو اس شرف سے مشرف فرمایا گیا ہے، مقصود آپ کے شرف کو نمایاں کرنا ہے آپ بارگاہ الٰہی میں سفارش فرمائیں گے جب آپ مقام محمود میں تشریف فرما ہوں گے تو سب کی سفارش فرمائیں گے آپ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے، آپ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ الٰہی میں سجدہ کی حالت میں چلا جاؤں گا جب تک اللہ پاک چاہیں گے میں اسی حالت میں رہوں گا اس دوران اللہ کی تعریف کے ایسے کلمات سے مجھے انشراح صدر ہوگا کہ اب مجھے ان کا شمار کرنا ممکن نہیں، تاخیر کے ساتھ اللہ پاک فرمائیں گے اے محمد! (ﷺ) آپ اپنا سر اونچا کریں اور کہیں جو کہنا چاہتے ہیں آپ کی باتوں کو سنا جائے گا آپ کے سوالات کو پورا کیا جائے گا آپ کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔ (ابن کثیر ۸۵۳/۳)

جب سفارش کرنے والے فرشتوں اور پیغمبروں کے دلوں سے گھبراہٹ اور خوف زائل ہو جائے گا تو وہ آپس میں گفتگو کریں گے کہ تمہارے پروردگار نے سفارش کے بارے میں کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں سفارش کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور اللہ کی ذات بلند ہے کبریائی اور علو کے اوصاف میں اللہ کی ذات منفرد ہے اور بادشاہت اور جلال میں وہ ذات عظمت کے ساتھ موصوف ہے اس میں اللہ کی عظمت کا غایت درجہ اعتراف بہرہ ور ہے کسی بھی فرد کے لئے اللہ کی اجازت کے بغیر کلام کرنا ممکن نہیں ہوگا، اس کی تشریح میں حافظ ابن کثیرؒ نے مسند احمد بن حنبل سے ایک حدیث ذکر کی ہے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے اچانک آسمان پر ایک ستارہ ٹوٹا اور روشنی نمودار ہوئی، آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا اس قسم کے واقعہ کے بارے میں تم دور جاہلیت میں کیا رائے رکھتے تھے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ سمجھتے تھے کہ کوئی عظیم انسان آج پیدا ہوا ہے یا فوت ہوا ہے، ستارے کے ٹوٹنے کا واقعہ دور جاہلیت میں کم ہی ہوتا تھا البتہ نبی ﷺ کی بعثت کے بعد اس میں زیادتی واقع ہوئی، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ اس کے ٹوٹنے کا سبب کسی کی زندگی، کسی کی موت نہیں ہے البتہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا

فیصلہ فرماتے ہیں تو اس فیصلہ پر حاملین عرش فرشتے سبحان اللہ کے کلمات کہنا شروع کر دیتے ہیں، بعدازاں ان کے قریب آسمان والے فرشتے سبحان اللہ کے کلمات کا ورد کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ خبر پہلے آسمان کے فرشتوں تک پہنچتی ہے تو پہلے آسمان کے فرشتوں سے اس خبر کو شیاطین حاصل کرتے ہیں وہ اچانک کان لگاتے ہیں اگرچہ جب وہ سننے کے لئے کان لگاتے ہیں تو شہاب ثاقب ان پر گرتا ہے تو اس دوران وہ اپنے سے نیچے شیاطین تک خبر کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ مکمل خبر نہیں پہنچا پاتے ہیں تو اس دوران شیاطین پر شہاب ثاقب گرائے جاتے ہیں جس کے باعث وہ جل جاتے ہیں تاہم کچھ خبر کو پہنچاتے ہیں مزید اس میں کاہن لوگ اپنی جانب سے زیادتی کرتے ہیں۔[1]

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: مشرکین کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے کہ وہ خالق کائنات کی عبادت نہیں کرتے ہیں جو تخلیق کے بعد انہیں رزق عطا کرتا ہے آسمانوں سے بارش نازل کرتا ہے اور زمین سے سبزہ اور پھلوں کو اگاتا ہے تو رازق اللہ ہی کو قرار دینا چاہیے، بتوں کو رازق قرار دینا اور ان کی عبادت کرنا تو ہرگز جائز نہیں ہے اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی رازق نہیں ہے تو پھر عبادت کے لئے بھی وہی لائق ہے۔

وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ ہم یا تم ہدایت پر گامزن ہیں یا ظاہر گمراہی میں ہیں، غور کریں کسی مخالف شخص کے ساتھ اس قسم کا انداز کس قدر منصفانہ انداز ہے جب کہ گفتگو کی بنیاد شک پر استوار ہے حالانکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو شخص ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص اللہ کی ذات کے علاوہ جمادات وغیرہ کو اپنا معبود بناتا ہے اس کے گمراہ ہونے میں شک وشبہ نہیں ہے کلام کے اس اسلوب میں کسی قدر انصاف اور لطافت کارفرما ہے، نیز اس میں ان کی گمراہی کی جانب اشارہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اشارہ کے ساتھ کسی کو گمراہی سے ہم کنار کرنا زیادہ مؤثر ہے بنسبت اس کے کہ صراحتاً کسی کو گمراہ کہا جائے اس مفہوم کے مطابق اہل عرب کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ مجھ اور تجھ میں سے جو جھوٹا ہے اس کو رسوا کرے جب کہ جو شخص یہ جملہ زبان پر لا رہا ہے وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کا مخالف یقیناً جھوٹا ہے۔

قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا: جس جرم کے ہم مرتکب ہوں گے اس کے باعث ہرگز تمہارا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور تم جب افتراء پردازی سے کام نکالنا چاہو گے تو اس پر ہرگز ہمارا مؤاخذہ نہیں ہوگا ہر شخص کا مؤاخذہ اس کے جرم کے باعث ہوتا ہے جب کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ گفتگو کا یہ انداز لطافت وملامت کا آئینہ دار ہے بلکہ غایت درجہ انصاف کا حامل ہے جب کہ گناہوں کی نسبت اپنی جانب کی ہے اور مخاطبین کے لئے جرم کے لفظ کو ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ان کے لئے ان کے اعمال کا ذکر کیا ہے، فارسی زبان میں ایک مقولہ اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے[2] با دوستاں تلطّف با دشمناں مدارا

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا: آپ آگاہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کو اور تم کو اکٹھا کرے گا بعدازاں اللہ تعالیٰ حق وصداقت کے مطابق فیصلہ فرمائے گا جب کہ اللہ کی ذات تو عدل وانصاف کے وصف کے ساتھ موصوف ہے وہ ہرگز کسی شخص پر ظلم نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے تمام احوال کوائف کا علم ہے تو جو لوگ حق پر گامزن رہے ہوں گے ان کا داخلہ جنت میں ہوگا اور جن لوگوں نے حق کو چھوڑ کر باطل راہ کو اپنایا ہوگا ان کا داخلہ دوزخ میں ہوگا جب کہ دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب السلام باب ۳۴، مسند احمد ۱/۲۱۸

قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ: شرک کا ارتکاب کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی جارہی ہے اور ان کی غلطیوں کو نمایاں کیا جارہا ہے کہ تم مجھے ان بتوں کے بارے میں آگاہ کرو جن کو تم نے اللہ کا شریک بنایا ہوا ہے بلکہ اللہ کے ساتھ ملایا ہوا ہے انہیں تم اپنا معبود سمجھتے ہوتا کہ میں بھی غور وفکر کروں کہ کس وصف کے باعث انہیں عبادت کا استحقاق عطا کیا گیا ہے انہیں اللہ کے برابر قرار دیا گیا ہے حالانکہ اللہ کی ذات تو بے مثال ذات ہے ہرگز کوئی بھی اس کا مثل نہیں ہے اس میں انہیں مزید ذلیل کیا گیا ہے اور ڈانٹ پلائی گئی ہے جب کہ ان کے خلاف حجت قائم ہو چکی ہے، ہرگز نہیں! انہیں روکا جارہا ہے اور انہیں زبردست ڈانٹ پلائی جارہی ہے بلکہ اللہ کی ذات تو ایک ہے اس کا حکم غالب ہے کائنات کے معاملات کی تدبیر اللہ کی ذات حکمت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اس کی بادشاہت میں ہرگز اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ: اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ کو صرف عرب دنیا کے لئے نہیں بھیجا ہے ہم نے تو آپ کو سب مخلوق کے لئے بھیجا ہے آپ ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری عطا کریں اور کفار کو دوزخ کے عذاب سے خوفزدہ کریں جب کہ یہ کفار جہالت کے باعث اس سے آشنا نہیں ہیں ان کی جہالت نے انہیں گمراہی کے گڑھے میں گرادیا ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: مشرکین مزاحیہ انداز میں کہتے ہیں جس عذاب سے تو ہمیں خوفزدہ کررہا ہے بتائیں وہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو؟ مخاطب نبی ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو آپ پر ایمان لائے آپ انہیں آگاہ کریں تم پر عذاب کا وقت مقرر ہے اس میں تاخیر ممکن نہیں، نہ وقت پہلے آئے گا جب کہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو نہ کسی کے نہ چاہنے سے وہ مؤخر ہوگا نہ کسی کی امید کے باعث پہلے آئے گا، بہرحال عذاب واقع ہونے والا ہے تاہم تم عذاب کے جلد واقع ہونے کا مطالبہ نہ کرو یہ مطالبہ درست نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کے بارے میں ہرگز سوال نہ کرو اس لئے کہ بلاشبہ قیامت کا وقوع پذیر ہونا ایسی حقیقت ہے جس سے ہرگز انکار ممکن نہیں، البتہ تم اپنے آپ سے استفسار کرو کہ جب تم قیامت کی ہولناکیوں اور لرزہ خیزیوں کے باعث گم سم دکھائی دو گے، حیرت واستعجاب کی شدید گرفت میں جکڑے ہوئے ہو گے اس کے بارے میں تم دریافت کرتے ہو تو تمہارا دریافت کرنا درست ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰی بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: کفار نے کہا ہم اس قرآن کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کتاب کو جو اس سے پہلے تھی اور اے دیکھنے

والے تو تعجب کرے گا جب تو دیکھے گا جب مشرک لوگ اپنے پروردگار کے ہاں کھڑے ہوں گے ان کا بعض ان کے بعض کی جانب بات کو لوٹائے گا کمزور لوگ جنہیں پکڑا ہوا ہوگا وہ سرکش لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم مسلمان ہوتے (۳۱) سرکش قسم کے لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا، بعد اس کے کہ تمہارے پاس ہدایت آئی بلکہ تم گناہ گار تھے (۳۲) اور کمزور لوگ سرکش لوگوں سے کہیں گے نہیں! بلکہ رات اور دن کے مکر نے روکے رکھا جب کہ تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کے لئے شریک مقرر کریں اور انہوں نے ندامت کو چھپایا جب انہوں نے عذاب کو دیکھا اور ہم نے کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے نہیں بدلہ دیئے جاتے ہیں مگر اپنے اعمال کے مطابق (۳۳)

تشریح: عرب کے مشرکین نے برملا کہا ہم ہرگز اس قرآن کو تسلیم نہیں کریں گے بلکہ ہم ان کتب کو بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، مزید برآں ان کتابوں کا ہم انکار کرتے ہیں جن میں اخروی زندگی کا اثبات ہے اور مکافات عمل کا بیان ہے، اے محمد! (ﷺ) آپ حشر کے میدان میں ان مشرکین کی کیفیت کو دیکھیں گے کہ وہ کس قدر ذلت اور کسمپرسی کی کیفیت میں ہوں گے وہ آپس میں گفتگو کریں گے اور دنیوی زندگی میں ان سے جو گناہ سرزد ہوئے ان پر خود کو ملامت کریں گے کہ ان کے باعث آج ہم اس عبرتناک عذاب میں گرفتار ہیں تو آپ کو ان کی اس کیفیت پر تعجب اور حیرانی لاحق ہوگی جب کہ ان کا منظر رسوا کن ہوگا شرمندگی کے باعث وہ غم میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، چنانچہ اس دوران وہ لوگ جنہیں دنیوی زندگی میں کمزور سمجھا جاتا تھا وہ اونچی سوسائٹی کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ہرگز انکار نہ کرتے بلکہ ہم پیغمبروں کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کر لیتے، جب کہ دوسری جانب معاشرہ کے وہ افراد جنہیں تفوق حاصل تھا ان کی پیروی کی جاتی تھی وہ اپنے پیروکاروں سے کہیں گے جنہیں معاشرہ میں کمزور گردانا جاتا تھا آپ ہی بتائیں کیا ہم نے تمہیں اس حق وصداقت کی پیروی کرنے سے روکا تھا جو اللہ کی جانب سے تم تک پہنچی تھی؟ بلکہ تم نے خود کو اس سے دور رکھا اور گناہ کی زندگی کو پسند کیا، جبکہ لیڈروں کے پیروکار اپنے لیڈروں کو مخاطب ہو کر کہیں گے تمہارے مکروفریب نے ہم کو راہ صواب سے روکے رکھا بلکہ رات دن تم نے ہمیں دھوکے میں رکھا جب تم ہمیں کفر پر اکساتے رہے اور شرک کی جانب دھکیلتے رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ تم نے رات دن ہمیں مکروفریب میں مبتلا رکھا جبکہ تم نے ہمیں اللہ کی عبادت سے باز رکھا تم ہمیں ابھارا کرتے تھے اور ہمیں آگاہ کرتے تھے کہ ہم راہ ہدایت پر گامزن ہیں جبکہ یہ سب جھوٹ اور وہم سے زیادہ کچھ نہ تھا، بعد ازاں انکے برے انجام کو بیان کیا جارہا ہے کہ دونوں گروہ متکبرین اور کمزور لوگ جب عذاب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو ندامت کا اظہار کریں گے کہ دنیوی زندگی میں ہم سے کیوں کوتاہیاں سرزد ہوئیں، وہ اس وقت حیران وششدر ہوں گے جبکہ ان میں ہرگز طاقت نہیں ہوگی کہ زبان پر معذرت کا کوئی جملہ لاسکیں اور ہم دوزخ میں ان کی گردنوں میں لوہے کے طوق لٹکائیں گے ان پر عذاب کی یہ کیفیت ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کے باعث ہوگی انہیں برملا کہا جائے گا کہ انہیں ان کے اعمال کی سزادی جارہی ہے انہوں نے نہ صرف یہ کہ اللہ کی ذات کا انکار کیا بلکہ زندگی بھر گھناؤنے جرم کرتے رہے تو ان کے گناہوں کے مطابق انہیں سزا کے عمل سے گزارا جائے گا اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ پروردگار عالم ہرگز اپنے بندوں پر ظلم کو درست قرار نہیں دیتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا
نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ
عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ
فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ
مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس بستی کے آسودہ حال لوگوں نے کہا بیشک ہم اس کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے (۳۴) اور انہوں نے کہا ہم مال، اولاد کے لحاظ سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب میں گرفتار نہیں کیا جائیگا (۳۵) آپ کہیں بلاشبہ میرا پروردگار رزق کو فراخ کرتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۳۶) اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں ہے جو تمہیں ہمارا تقرب عطا کرے البتہ وہ مقرب ہے جو ایمان لایا اور اس نے اعمال صالحہ کئے پس یہ لوگ ان کیلئے دوگنا بدلہ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے اعمال کئے اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے (۳۷) اور وہ لوگ جو ہماری آیات میں کوشاں رہتے ہیں وہ مقابلہ کرنیوالے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عذاب میں بند رکھا جائے گا (۳۸) آپ کہیں بلاشبہ میرا پروردگار رزق کو فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور تم جس جنس سے جو خرچ کرو گے تو اللہ اس کا بدلہ دیگا اور وہ بہتر رزق عطا کرنیوالا ہے (۳۹)

مفردات کی وضاحت: مُتْرَفُوْهَآ نعمتوں میں بے شمار مال ودولت جاہ وجلال میں سرگرداں افراد، زُلْفٰی قرابت۔

بلاغت: ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی﴾ ارشاد ربانی میں التفات موجود ہے کلام کو غائب کے اسلوب سے خطاب کے اسلوب کی جانب پھیرا گیا ہے، اللہ عزوجل کی جانب سے کلام کا آغاز کیا گیا ہے لوگوں کو مخاطب کیا جارہا ہے جبکہ خطاب میں التفات کارفرما ہے، مقصود حق وصداقت کو مبالغہ کے انداز میں ثابت کرنا ہے۔[1]

تناسب: قوم سبا کے واقعہ کے بعد نعمتوں کو ناراضگی کی کیفیت میں پیش کیا گیا اس لحاظ سے مشرکین کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ وہ مال اور اولاد کے بل بوتے پر دھوکے میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور انہوں نے اللہ کے پیغمبر کو بھی (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دیا اسی لئے سورت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کو صبر دلاتے ہوئے گذشتہ قوموں کی ہلاکتوں کا بیان ہوا مزید مشرکین کو ڈرانا مقصود ہے۔

[1] اعراب القرآن ۲۱-۲۲/۲۳۲

تشریح: ہم نے جس بستی میں اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا کہ وہ انہیں ہمارے عذاب سے خوفزدہ کرے تو اس بستی کے مالداروں نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں اور تم جو کچھ پیش کر رہے ہو ہم اس کی ہرگز تصدیق نہیں کریں گے۔

قتادہ کا قول: مُتْرَفُوْن سے مقصود سرکش لوگ ہیں جن کے ہاتھوں میں اقتدار کی باگ ڈور ہے اور جو برائی میں اونچے درجہ پر متمکن ہیں اس قسم کی کیٹیگری کے لوگ ہی انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی جانب سب سے آگے پیش قدمی کرتے ہیں، ذہن نشین کریں اس مقام میں مقصود نبی ﷺ کو صبر و رضا کے زیور سے آراستہ کرنا ہے اگرچہ قریش قبیلہ کی اکثریت نے آپ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا ثابت کیا ہے، مزید برآں مکہ کے مشرکین نے برملا کہا کہ ہم ان کمزور نہتے ایمانداروں سے مال اور اولاد میں اونچے درجہ پر ہیں اور ہماری تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے، مزید برآں اللہ ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب کہ اللہ کی ذات ہمارے بارے میں خوش ہے، ظاہر ہے کہ اگر اللہ ہم پر خوش نہ ہوتا تو ہمیں اس قدر رفراخی کے ساتھ رزق عطا نہ کرتا گویا کہ انہوں نے دنیوی معاملہ پر اخروی معاملہ کا قیاس کیا اور اس خیال کو اجاگر کیا کہ اللہ نے جب انہیں دنیوی زندگی میں مال اور اولاد سے نوازا ہے اسی طرح آخرت کی زندگی میں بھی ہمیں عزت عطا ہوگی اور اونچا مقام میسر آئے گا۔

ابوحیان کا قول: اللہ تعالیٰ نے وضاحت کیساتھ آسودہ حال لوگوں کو نشانہ بنایا ہے اس لئے کہ پیغمبروں کو جھٹلانے والے لوگوں میں یہ لوگ آگے آگے ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ دنیوی زیب و زینت میں پھنسے ہوتے ہیں تو ان کے دل ہمیشہ ہمیشہ دنیوی ساز و سامان کے حصول میں مشغول دکھائی دیتے ہیں جب کہ فقراء قسم کے لوگ دنیوی لذتوں سے آشنا ہی نہیں ہوتے اس وجہ سے ان کے دل نیکیوں کی جانب میلان رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کثرت کے ساتھ پیروکار اس قسم کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ: اے محمد! (ﷺ) آپ ان پر اس حقیقت کو واضح کریں کہ رزق کی فراخی، تنگی اللہ کی رضا کے باعث نہیں ہے جب کہ معاشرہ میں دیکھا گیا ہے کہ کفار اور نافرمان قسم کے لوگ فراخی رزق کے باعث سرکش بنے ہوئے ہیں اور ایمان والوں کی آزمائش کے باعث انہیں تنگ روزی سے واسطہ پڑتا ہے تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ مال و متاع اور اولاد کی کثرت اللہ کی محبت کی دلیل ہے اور باعث سعادت ہے بلکہ یہ تو اللہ کی حکمت اور مشیت کے تابع ہے ارشاد نبوی ہے ((لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا اَعْطَی الْکَافِرَ مِنْهَا شَیْئًا)) ''اگر دنیا کا مقام اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کافر کو دنیا سے کچھ بھی نہ دیتا''[1]

جب کہ لوگوں کی اکثریت اس حقیقت سے آشنا نہیں ہے ان کا خیال یہ ہے کہ کسی شخص کے ہاں مال اور اولاد کی کثرت اس کے لئے اللہ کے ہاں شرف کا باعث ہے جب کہ اکثر و بیشتر سبب (استدراج) ڈھیل دینا ہوتا ہے۔ عربی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

کَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْیَتْ مَذَاهِبُهُ وَجَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقًا
هٰذَا الَّذِیْ تَرَکَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً وَصَیَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِیْرَ زِنْدِیْقًا

''اور کتنے ہی عقل مند قسم کے لوگ ہیں جن کے معاش کے راستے تنگ ہوتے ہیں اور کتنے ہی بیوقوف قسم کے لوگ ہیں جن کو کشادہ رزق عطا ہوتا ہے یہ ایسا انداز ہے جس نے وہم و گمان کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور ایک زبردست سمجھدار عالم شخص کو بددین بنا دیا ہے''

[1] صحیح ابن ماجه کتاب الزهد باب ۳، الصحیحه ح ۶۸۶، المراغی ۸۳/۸

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى: تمہارے مال اور تمہاری اولادیں جن پر تم فخر کرتے ہو اور جن کی کثرت کے تم طلب گار ہو یہ تمہیں ہرگز اللہ کا مقرب نہیں بنا سکتے ہیں البتہ اللہ کے تقرب کے حصول کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ کی ضرورت ہے البتہ ایمان دار افراد صالح قسم کے لوگ جو اللہ کے راہ میں مال خرچ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو اچھے کاموں کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی عمدہ تربیت کرتے ہیں تو یہ ایسے عمدہ کام ہیں جن کے باعث اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے ان کے اعمال صالحہ کو دس گناہ بلکہ سات صد گناہ تک بدلہ دیا جائے گا۔

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ: وہ جنت کے محلات کی اونچی منازل میں ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رہیں گے، علی ؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں محلات ہیں کہ ان کے باہر کی سائڈ کو اندر سے اور اندر کی سائڈ کو باہر سے دیکھا جا سکے گا ان کے شفاف ہونے کا بیان ہے ایک دیہاتی شخص نے استفسار کیا یہ محلات کن لوگوں کو الاٹ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ محلات ان لوگوں کو الاٹ کیے جائیں گے جو دنیوی زندگی میں عمدہ کلام کیا کرتے تھے، فقراء مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے روزے رکھا کرتے تھے جب لوگ نیند میں ہوتے تو یہ لوگ نفل نماز کی ادائیگی میں مشغول رہتے تھے [1]

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: اور جو لوگ اللہ کے راستہ سے روکتے رہے اور اللہ کی نازل کردہ آیات اور پیغمبروں کی پیروی سے منع کرتے رہے ہماری مخالفت کرتے رہے اس خیال میں مستغرق رہے کہ وہ ہم سے سبقت لے جائیں گے ان لوگوں کو عذاب میں روکا جائے گا اور انہیں محاسبہ کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ: اے محمد! (ﷺ) آپ کہیں میرا پروردگار اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے پس تم مال کی کثرت کے باعث دھوکے میں نہ آنا اور جس قدر تم مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا معاوضہ تمہیں دنیوی زندگی یا اخروی زندگی میں عطا کریں گے اور اللہ کی ذات سب عطا کرنیوالوں سے بہتر عطیات دینے والی ہے وہ ذات تو بہتر رزق عطا کرنیوالی ہے اس کا عطیہ بیشمار ہے جبکہ اللہ کے سوا کا عطیہ شمار کیساتھ ہے۔

مفسرین کی وضاحت: جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح ہی ایسی چیز ہے جو بندے کو اس کے پروردگار کے قریب لے جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کے ثواب واکرام میں سات صد گناہ تک اضافہ کیا جا سکتا ہے تو اس حقیقت کو واضح کیا کہ اخروی نعمتیں ہرگز اس کے منافی نہیں ہیں اس شخص کو دنیوی زندگی میں فراخی حاصل نہ ہوگی جب کہ صالح قسم کے افراد کو دنیوی زندگی میں بھی فراخی رزق کیساتھ نوازا جاتا ہے جب کہ اخروی زندگی میں اللہ کے وعدہ کے مطابق پورا بدلہ عطا ہوگا اور وہ نہایت ہی اچھا بدلہ ہوگا، حدیث میں ہے اے بلال! خرچ کرتے رہو اور عرش والی ذات سے خوف نہ رکھو کہ وہ رزق کو کم کرے گا۔ [2]

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: اللہ کی ذات تو بہتر ذات ہے اس کے سوا کوئی رازق نہیں بعض اوقات تمہیں ایسی جگہ سے رزق عطا ہوتا ہے جس کا خیال تک نہیں ہوتا ہے ارشاد نبوی ہے: روزانہ دو فرشتے صبح کے وقت آسمانوں سے زمین پر اترتے ہیں ایک فرشتہ کہتا ہے اے اللہ پاک! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما جب کہ دوسرا فرشتہ کہتا ہے، اے اللہ! بخیل کے مال کو ضائع کیجئے۔ [1]

---

[1] صحیح ترمذی کتاب البر باب ۵۲، مشکوٰۃ ح ۲۳۳۵ [2] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۸۶۱ [3] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ ح ۱۴۴۲، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ۱۷، مسند احمد ۲/ ۳۰۵

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا
سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ج بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ج اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾
فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ
النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ
يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ج وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ط وَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا
وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ
اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ قف فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ ع

ترجمہ: اور جس روز اللہ ان سب کو ایک ہی جگہ اٹھائے گا پھر فرشتوں سے ہم کلام ہوگا، کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے رہے تھے؟ (۴۰) فرشتے کہیں گے تو پاک ہے تو ان کے سوا ہمارا کارساز ہے بلکہ یہ لوگ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے ان میں اکثر لوگ ان کے معتقد ہیں (۴۱) پس آج کے دن تم میں سے کوئی شخص کسی شخص کے لئے فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور ہم ظالموں کو کہیں گے تم دوزخ کے عذاب کو چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے (۴۲) اور جب ان پر ہماری آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں یہ پیغمبر تو نہیں ہے مگر آدمی ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اس سے روک دے جس کی تمہارے باپ عبادت کرتے رہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن نہیں ہے مگر جھوٹ ہے جس کو بنایا گیا ہے اور کفار سچی بات کے بارے میں کہتے ہیں جب ان کے ہاں پہنچی یہ نہیں ہے مگر ظاہر جادو ہے (۴۳) اور ہم نے ان عرب کے مشرکین کو کتابیں عطا نہیں کی ہیں کہ یہ انہیں پڑھ رہے ہیں اور ہم نے ان کی جانب آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا ہے (۴۴) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ جھٹلاتے ہیں اور یہ مشرک لوگ نہیں پہنچ پائے ہیں اس کے دسویں حصہ کو جو ہم نے انہیں عطا کیا تھا پس انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا تو میرا عذاب کیسا تھا (۴۵)

مفردات کی وضاحت: مِعْشَار سے مقصود عشر ہے یعنی دسواں حصہ، نَكِيْر سے عذاب مقصود ہے۔

تشریح: آپ اس دن کا تذکرہ کریں جب اللہ تعالیٰ سبھی مشرکین پہلوں اور پچھلوں کو محاسبہ اور جزا سزا کے عمل سے گزارنے کے لئے اٹھائے گا، بعد ازاں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے استفسار کریں گے کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ اس مقام پر استفہام میں کفار کے لئے زبردست سرزنش موجود ہے کہ کیا یہ مشرک لوگ میرے سوا تمہاری عبادت کیا کرتے تھے اور تم نے ان کو اس کا حکم دیا تھا؟ اس مقام میں مخاطب فرشتے ہیں جب کہ کفار کو ڈانٹ پلائی گئی ہے، یہ کلام مشہور مثال کے مطابق ہے:

((ایاک اعنی واسمعی یاجارۃ)) بظاہر سنانا پڑوسن کو ہے جب کہ مقصود خاوند کا بیوی کو سمجھانا ہے جس کو صحیح راہ پر لانا مقصود ہے۔

اسی انداز پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے، ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ مخاطب عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود قرار دو، جب کہ اللہ پاک کے علم میں ہے کہ فرشتے اور عیسیٰ علیہ السلام اس الزام سے بری ہیں جس کو ان کی جانب منسوب کیا جا رہا ہے جب کہ اس سوال و جواب سے مقصود مشرکین کو زبردست انداز سے ڈانٹا ہے اور انہیں زبردست شرمندگی سے ہم کنار کرنا ہے تو فرشتے جواب دیں گے اے ہمارے پروردگار! تو بلند ہے اور پاک ہے کہ تیرے ساتھ کوئی شریک ہو جو معبود ہو بلکہ تو ہمارا پروردگار ہے اور ہمارا معبود ہے جس کے ساتھ ہم وابستہ ہیں اور اس کی ہم خالص عبادت کرتے ہیں اور اس کے سواسے ہم براءت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ وہ تو شیطانوں کی عبادت کرتے ہیں جب کہ شیاطین نے ان کے لئے غیر اللہ کی عبادت کو خوشنما انداز میں پیش کیا ہے تو انہوں نے ان کی اطاعت کی ہے ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ان کی عبادت کرتے ہیں، علامہ طبریؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جنوں کو سچا قرار دیتے ہیں جو جنوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کی ذات ان الزامات سے بلند و بالا ہے جو اللہ کی ذات پر لگا رہے ہیں۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا: چنانچہ قیامت کے دن محاسبہ کے باعث عبادت کرنیوالے اور جن کی عبادت ہوتی رہی ایک دوسرے کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے نہ سفارش کا سلسلہ ہوگا بلکہ ہرگز نجات نہ ہوگی عذاب کو روکا نہ جا سکے گا اپنے معبودوں سے فائدہ کے عدم حصول پر انکے عجز کا اظہار کریں گے کہ انہوں نے عذاب کو نہ روکا اور دنیوی زندگی میں انکے بارے میں جو امیدیں وابستہ تھیں آج وہ سب خاک میں مل گئیں اسی طرح فرشتے بھی ان لوگوں کو کچھ فائدہ نہ دے سکیں گے جو انکی عبادت کرتے رہے۔

وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ: اور ہم ظالم لوگوں کو مخاطب کر کے کہیں گے جنہوں نے اللہ کے سوا کو اپنا معبود بنایا ہوا تھا کہ اب تم دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم دنیوی زندگی میں انکار کرتے رہے، خبردار! اب تم اس عذاب کی لپیٹ میں ہو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ: ان کے کفر اور ان کی گمراہی کی ایک دوسری صورت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب ان مشرکین پر قرآن پاک کی واضح آیات کی تلاوت کی جاتی تھی جن کے معانی نہ صرف یہ کہ واضح تھے بلکہ ان کا اعجاز بھی ظاہر اور واضح تھا انہوں نے محمد ﷺ کی زبان مبارک سے آیات کو سنا ان میں تروتازگی اور عمدگی کی لہر کارفرما تھی تو انہوں نے بلاسوچے سمجھے فوراً کہا کہ یہ شخص جو تم میں سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے وہ تم میں سے ایک شخص ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ تمہیں ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے جن کی عبادت تمہارے اسلاف کیا کرتے تھے نیز انہوں نے کہا یہ قرآن تو جھوٹ کا پلندہ ہے اپنی جانب سے بنایا گیا ہے منسوب اللہ کی جانب کر دیا گیا ہے جب کہ سرکش قسم کے کفار نے اللہ کی ذات کے خلاف جراءت اختیار کرتے ہوئے اور واضح حق کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرآن تو کھلم کھلا جادو ہے کسی سمجھدار شخص سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس کو جادو نہ کہا جائے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا: اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو اظہر من الشمس فرما رہے ہیں کہ ہم نے مکہ شہر کے باشندوں پر نزول قرآن سے پہلے کسی کتاب کو نازل نہیں کیا ہے جسے وہ پڑھتے رہے ہوں اور اس کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرہ کرتے رہے ہوں اور اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے ان کی جانب کوئی پیغمبر مبعوث نہیں کیا جو انہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کرتا رہا ہو تو آخر کس بنیاد پر وہ آپ کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

علامہ طبریؒ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرب دنیا پر قرآن پاک سے پہلے کسی کتاب کو نازل نہیں کیا ہے

اور نہ محمد ﷺ سے پہلے کسی پیغمبر کو بھیجا ہے اور ان سے پہلے پہلی امتوں میں سے لوگوں نے جھٹلایا جب کہ کفار مکہ قوت مال اور طول عمر کے لحاظ سے ان کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں تو انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا ان کے جھٹلانے کے باعث ہم نے انہیں تباہ و برباد کر ڈالا اور ان کی قوت نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا تو ان کا کیا حال ہوگا جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور انہیں صفحۂ ہستی سے محو کر دیا جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں قریش کو زبردست وعید سے ہم کنار کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ
جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ
اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ
فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ
بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع

ترجمہ: آپ کہیں سوائے اس کے نہیں کہ ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور ایک ایک کھڑے ہو جاؤ پھر تم غور و فکر کرو کہ تمہارے اس رفیق کو ہرگز دیوانگی لاحق نہیں ہے، یہ تو نہیں ہے مگر تمہیں شدید عذاب آنے سے ڈرانے والا ہے (۴۶) آپ کہیں میں تم سے مزدوری کا جو سوال کرتا ہوں پس وہ تمہارے لئے ہے میری مزدوری نہیں ہے البتہ اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر خبر رکھنے والا ہے (۴۷) آپ کہیں بلا شبہ میرا پروردگار علم غیب سے وحی کی ضرب لگاتا ہے وہ ذات پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے (۴۸) آپ کہیں سچی بات آ چکی ہے اور باطل معبود نہ پہلی بار پیدا کر سکتا ہے نہ دوسری بار کر سکتا ہے (۴۹) آپ کہیں اگر میں گمراہ ہوتا ہوں تو سوائے اسکے نہیں کہ میں خود گمراہ ہوتا ہوں اور اگر میں راہ پاتا ہوں تو اس وجہ سے ہے کہ میری جانب میرا پروردگار وحی کرتا ہے بلا شبہ وہ سنتا ہے نزدیک ہے (۵۰) اور آپ تعجب کریں گے جب آپ دیکھیں گے جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے تو عذاب سے چھٹکارا نہیں ہوگا اور انہیں ہر نزدیک جانب سے پکڑا جائے گا (۵۱) اور وہ (اس وقت) کہیں گے ہم قرآن پر ایمان لے آئے اور دور جگہ سے ان کیلئے کیسے ایمان کو ہاتھ میں پکڑنا ہوگا یعنی محال ہوگا (۵۲) اور حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے قرآن کا انکار کیا اور وہ پوشیدہ چیز کو دور جگہ سے گراتے ہیں (۵۳) اور ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان حائل ہو جائے گا جیسا کہ ان جیسوں کیساتھ اس سے پہلے کیا گیا بیشک وہ مضبوط شک میں تھے (۵۴)

مفردات کی وضاحت: فَزِعٌ انقباض خوفناک چیز سے بھاگنا، التَّنَاوُشُ پکڑنا، یَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ اٹکل پچو غیر یقینی باتیں، اَشْیَاع کا واحد شِیْعٌ جب کہ شِیْعٌ کا واحد شِیْعَۃٌ ہے، شِیْعَۃُ الرَّجُل آدمی کا مددگار، وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ باطل کے مٹ جانے سے کنایہ ہے، وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ اس میں اس شخص کو تشبیہ دی ہے جو بلا علم کوئی بات کہتا ہے اس کا خیال ہوتا ہے پختگی کارفرما نہیں ہوتی، اس انسان کے ساتھ جو کسی نشانہ پر تیر چلاتا ہے جبکہ اسکے اور نشانے کے درمیان دور کی مسافت ہوتی ہے تو اس کا تیر نشانے پر نہیں لگتا ہے اس میں قذف کے لفظ کو کہنے کے معنی میں بطور استعارہ استعمال کے لیا گیا ہے۔

تشریح: اے محمد! (ﷺ) آپ ان مشرکین کو آگاہ کریں کہ میرا مقصود تو تمہاری خیر خواہی ہے اور میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اور اس کا قرب تلاش کرتے ہوئے اجتماعی صورت میں آئیں یا ایک ایک کر کے آئیں تمہارا مقصود حق وصداقت کو معلوم کرنا ہو، پھر تم محمد ﷺ کے بارے میں غور وفکر کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کے ہاتھوں پر اس کتاب کا ظہور ہوا ہے جو اعجاز کے وصف کے ساتھ موصوف ہے تو ممکن نہیں کہ اس شخص کو دیوانگی کا عارضہ لاحق ہو یا وہ واقعتاً دیوانہ ہو بلکہ تم اس حقیقت سے باخبر ہو کہ محمد ﷺ کی شخصیت عقل وشعور کے لحاظ سے سب لوگوں سے اونچی ہے اور سچائی کے وصف میں بھی اس کا مقام فائق ہے، مزید برآں آپ ﷺ میں عقل شعور کمال درجہ کا ہے تو اس لحاظ سے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس کی دعوت کو صحیح گردانتے ہوئے اس کی تصدیق کرو جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں معجزات بھی کارفرما ہیں جو اس کے پیغمبر ہونے کی تصدیق کرتے ہیں لیکن ہرگز اس میں دیوانگی کا شائبہ تک بھی نہیں ہے اور جب وہ دیوانگی کے عیب سے مبرا ہے تو پھر اس کے صادق ہونے میں ہرگز کچھ شبہ نہیں ہے یہ تو تمہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کررہا ہے جب تم اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جاؤ گے اس لئے کہ تم نے زندگی بھر اللہ کا انکار کیا اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے۔

اس کی مزید وضاحت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کی روشنی میں معلوم کریں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے فرمایا لوگو! تم پر دشمن حملہ آور ہو چکا ہے اس پر آپ کی خدمت میں قریش قبیلہ کے لوگ پہنچ گئے انہوں نے استفسار کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے جواب دیتے ہوئے ان پر واضح کیا اور انہیں مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ دشمن تم پر صبح یا شام کے وقت حملہ آور ہونے والا ہے کیا تم مجھے سچا تسلیم کرو گے انہوں نے اثبات میں جواب دیا آپ ﷺ نے انہیں آگاہ کیا کہ میں تمہیں سخت قسم کے عذاب سے بچاؤ کے لئے خوفزدہ کررہا ہوں اس پر ابولہب نے کہا (معاذ اللہ) تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے ہمیں اس کام کے لئے جمع کیا ہے تو اس پر تبت یدا ابی لھب وتب سورت نازل ہوئی۔[1]

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ: آپ ان لوگوں پر اس حقیقت کو واضح کردیں کہ میں تم تک جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اس میں ہرگز کبھی بھی تم سے مال ومتاع کا طلب گار نہیں ہوں تم اپنے دلوں سے اس خیال کو باہر نکال دو کہ میں تمہیں دنیوی لالچ کے حصول کے لئے دعوت دے رہا ہوں کہ میں تم سے مال حاصل کروں گا اس دعوت پر میرا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے جو رب العالمین ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ میرے اعمال سے باخبر ہے بلکہ تمہارے اعمال کی بھی اس کو اطلاع ہے اللہ پاک کو علم ہے کہ میں سچ

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر ح ۴۸۰۱، المراغی ۸/۸۰، ابن کثیر ۳/۸۶۴

کہہ رہا ہوں اور میری نیت میں بھی اخلاص کارفرما ہے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ: آپ انہیں آگاہ کریں کہ میرا پروردگار حق وصداقت کو دلیل کے ساتھ واضح کرتا ہے باطل کو چکنا چور کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ''ہم حق کو باطل پر زور کے ساتھ پٹختے ہیں تو حق وصداقت اپنی قوت کے ساتھ باطل کو کچل کر رکھ دیتا ہے تو وہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے'' اللہ کی ذات کا وصف یہ بھی ہے کہ اسے پوشیدہ باتوں کا بھی علم ہے جو اللہ کی مخلوق سے پوشیدہ رہتی ہیں۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ: آپ آگاہ کریں کہ حق کی روشنی ظہور پذیر ہو چکی ہے اور اسلام کی تابنا کی سے فضا کی تاریکی کافور ہو چکی ہے اور ایک بار تو باطل دم دبا کر بھاگ گیا ہے اب اس کے لئے دوبارہ آنا نہیں ہے۔

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِیْ: اے محمد! (ﷺ) آپ ان مشرکین کو آگاہ کریں کہ اگر میں گمراہی کی زد میں ہوں جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو میری گمراہی کا وبال مجھ تک پہنچے گا میرے علاوہ کسی کو اس کا نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر میں راہ ہدایت پر گامزن ہوں تو یہ اللہ کی ہدایت اور اس کی توفیق کے ساتھ ہے اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی پکار کو سنتا ہے جب وہ اللہ کو پکارتا ہے اور اس شخص کے نزدیک ہے جو اس سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔

ابوالسعود کا قول ہے اللہ تعالیٰ ہر ہدایت یافتہ اور گمراہ شخص کے قول اور فعل سے آگاہ ہے اگر چہ ان دونوں کے پوشیدہ کرنے میں وہ کتنے ہی مبالغہ سے کیوں نہ کام لے اور اے محمد! (ﷺ) اگر آپ دیکھ پائیں جب مشرکین قیامت کے دن قبروں سے نکلیں گے کہ وہ کس قدر گھبراہٹ میں ہوں گے تو انہیں ہرگز نجات حاصل نہ ہوگی نہ وہ بھاگ سکیں گے انہیں میدان حشر میں قریب ہی سے پکڑ لیا جائے گا اور دوزخ کی آگ کے سپرد کر دیا جائے گا تو اس وقت ان کا منظر نہایت ہولناک ہوگا منظر کا مشاہدہ کرنے سے کندھوں کے گوشت کانپ رہے ہوں گے ان پر رعشہ کی کیفیت ہوگی اور جب وہ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو وہ کہیں گے ہم قرآن پاک پر ایمان لے آئے ہیں اور اللہ کے پیغمبر جن پر قرآن نازل ہوا اس کو بھی سچا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں جب کہ ان کا ایمان لانا انہیں کچھ فائدہ نہ دے سکے گا اس لئے کہ وہ اب آخرت کے جہان میں ہیں جب کہ ایمان لانے سے فائدہ تب ہوتا جب دنیوی زندگی میں وہ ایمان لاتے جب کہ دنیوی زندگی تو اب ختم ہو چکی ہے۔

مزید وضاحت ابوحیان سے سنیئے ان کی مثال اس شخص کی حالت کی طرح ہے جو ارادہ کرتا ہے کہ کسی چیز کو دور سے پکڑ لے جیسا کہ دوسرا شخص اس کو نزدیک سے پکڑتا ہے ان کی دنیوی کیفیت یہ رہی کہ انہوں نے دنیوی زندگی میں نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کا انکار کیا بلکہ اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ کی نبوت کا بھی انکار کیا تو اب اخروی زندگی میں انہیں ان پر ایمان لانے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا جب کہ دنیوی زندگی میں وہ کہا کرتے تھے آخرت کی زندگی نہیں ہے، محاسبہ نہیں ہے، جنت دوزخ نہیں ہے، ان کی یہ باتیں اس شخص کی مانند ہیں جو شکار کو تیر مارتا ہے لیکن تیر شکار کو نہیں پہنچتا۔

مقدمہ سورت فاطر

اس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے ہجرت سے پہلے اس کا نزول ہوا، ذہن نشین کریں مکی آیات کا جس مقصد کے پیش نظر نزول ہوا ان میں سے اس سورت کا مضمون مقصدیت کے لحاظ سے گہرائی کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اصل مقصود چونکہ ہر پیغمبر کی رسالت کو واضح انداز میں پیش کرنا ہے جب کہ بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید کی جانب دعوت دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل کو پیش کرنا ہے اور شرک کی بنیادوں کو مسمار کرنا ہے نیز رغبت دلانا ہے کہ دلوں کو رزالت کے اوصاف سے تحفظ دلایا جائے اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ خود کو مزین کیا جائے۔

چنانچہ اس سورۂ کریمہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا بیان ہے کہ اللہ پاک نے بلانمونہ کائنات کو پیدا فرمایا، نیز فرشتوں، انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے، مزید برآں اخروی زندگی میں اٹھائے جانے پر دلائل کو کائنات کی صفات پر اجاگر کیا گیا ہے کہ زمین بے آباد ہوتی ہے بارش کے اترنے کے باعث زمین پر روئیدگی جلوہ افروز ہوتی ہے، نہ صرف اجناس بلکہ پھلوں کو بھی ضرورت کے پیش نظر مہیا فرمایا ان سب کے وجود میں رات دن کا آنا جانا خاص طور پر انسان کی تخلیق میں مختلف اطوار کا ظہور پذیر ہونا، نیز رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنا، مزید اللہ کی قدرت کاملہ اور اس کی وحدانیت کے اثبات پر وافر مقدار میں دلائل موجود ہیں۔

نیز اس سورت میں مومن اور کافر شخص کے درمیان زبردست فرق کو آشکارا کیا ہے بلکہ ان دونوں کو اندھے اور دیکھنے والے کے ساتھ مثال پیش کر کے ان میں امتیاز کو نکھار دیا ہے، مزید برآں کفر کو ظلمات اور ایمان کو روشنی قرار دیا ہے بلکہ ایمان کو سایہ اور کفر کو شدید گرمی کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے، مزید برآں قدرت الٰہیہ کے دلائل کو پھلوں کے متنوع اقسام اور تمام کائنات انسانوں، چارپایوں اور حشرات الارض کی مختلف کیفیات اور اوصاف کے ساتھ واضح کیا ہے مزید برآں پہاڑوں کی مختلف اشکال اور متنوع قسم کے پتھروں کی تخلیق میں کہ کچھ سفید ہیں کچھ سیاہ اور سرخ ہیں جب کہ سبھی ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں جلوہ افروز کر رہے ہیں ان کے بعد امت محمدیہ کے امتیازی اوصاف کو شرف رسالت محمد ﷺ کے باعث کہ آپ پر ایسی کتاب کو اتارا گیا جس کی عظمت شان سے انکار ممکن نہیں۔

اس کتاب میں دیگر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کے فضائل سے پردہ کشائی کی گئی ہے اور امت محمدیہ کو تین اقسام میں منقسم کر دیا ہے، کچھ لوگ احکام شریعت کے مطابق عمل پیرا نہیں ہیں کوتاہی کے مرتکب ہیں اور کچھ لوگ اعمال حسنہ کے ساتھ خود کو مزین بنانے والے ہیں جب کہ چند خوش قسمت لوگ سب سے بازی لے جانے والے ہیں، سورت کے آخر میں مشرکین کو ڈانٹ پلائی گئی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا بتوں، پتھروں کی عبادت میں مستغرق ہیں، اس سورت کا نام فاطر ہے اس لئے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا وصف فاطر موجود ہے اس وصف میں بلانمونہ پیدا کرنا اور تصویر کشی میں باریکیوں کا خیال رکھنا اور لاکھوں انسانوں سے ہر انسان کی شکل وصورت کو الگ الگ بنانا ہے۔

اٰیَاتُھَا:۴۵ ۳۵ سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ ۴۳ رُکُوْعَاتُھَا:۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَ
رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ
رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ
الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا
يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ
لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ ع اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ
اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے لائق ہیں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے فرشتوں کو پیغام پہنچانے والا بنانے والا ہے جو بازوؤں والے ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار پیدائش میں زیادہ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) اللہ لوگوں کے لئے جس رحمت کو کھول دیتا ہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو وہ بند کرتا ہے تو اس کے بعد کوئی اس کو چھوڑنے والا نہیں ہے اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے (۲) اے لوگو! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے اللہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی عطا کرتا ہے کوئی معبود نہیں مگر وہی ہے پس تم کہاں سے پھیرے جا رہے ہو؟ (۳) اور اگر وہ آپ کی نسبت جھوٹ کی جانب کریں گے تو بلاشبہ آپ سے پہلے بہت پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا گیا اور اللہ کی جانب ہی سب کاموں کا لوٹنا ہے (۴) اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تمہیں دنیوی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے اور تمہیں اللہ کے بارے

میں شیطان دھوکے میں مبتلا نہ کردے جو فریب کرنے والا ہے (۵) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اس کو دشمن سمجھو سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنی جماعت کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں سے ہو جائیں (۶) وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے (۷) کیا وہ شخص جس کے لئے اس کا برا عمل آراستہ کیا گیا ہے تو وہ اس کو اچھا گردانتا ہے تو بلا شبہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے تو آپ کی جان ان پر افسوس کرتے ہوئے نکل نہ جائے یہ حقیقت ہے کہ اللہ کو علم ہے جو وہ کر رہے ہیں (۸)

مفردات کی وضاحت: فَاطِر بلا نمونہ پیدا کرنیوالا، یَفْتَح عطیہ دیتا ہے، رَحْمَۃٌ ایسی نعمت جو حسی یا معنوی ہے جیسا کہ روزی، صحت، امن واطمینان، علم وحکمت ہے، اَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ تم خالق کی توحید سے کس جانب پھیرے جا رہے ہو جبکہ تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ ایک ہی رازق ہے اور تم ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں کو اس ذات کیساتھ شریک کرتے ہو جسکی زمین آسمان پر بادشاہت ہے۔

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ میں فن ایغال ہے اس کی تعریف ملاحظہ فرمائیں کسی کلام کو سابق کلام کے تتمہ کی حیثیت سے پیش کرنا، مقصد احتیاط کرنا ہے، چنانچہ اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کی زندگی کی قسم ایک بار سے زیادہ بار اٹھائی ہے اور اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ جو لوگ آپ کی ذات سے روگردانی کر رہے ہیں اور آپ کی مخالفت میں مست ہیں تو وہ حد سے تجاوز کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنے بارے میں دلیل پیش کی ہے کہ وہ حماقت میں آخری حد تک پہنچے ہوئے ہیں گمراہی میں مدہوش اور مست ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات میں واضح کیا ہے ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ "آپ کی زندگی کی قسم! بلا شبہ یہ لوگ اپنے نشہ میں حیران پھر رہے ہیں"[1]

تشریح: مکمل تعریف اور بہترین تذکرہ عظمت وبزرگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے جو جلالت قدر اور رفعت شان کے وصف کے ساتھ موصوف ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے بلا کسی سابقہ مثال کے اس نے ان دونوں کو وجود بخشا ہے، علامہ بیضاوی فرماتے ہیں اللہ نے ان دونوں کو بلا نمونہ اور بلا مثال بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے اور پیغمبروں کے درمیان واسطہ کی حیثیت دی ہے تاکہ وہ پیغمبروں تک احکام الٰہیہ کو پہنچاتے رہیں، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو انبیاء علیہم السلام کی جانب بھیجتے رہے اور جن امور کے سرانجام دینے کے بارے میں اللہ کی مشیت حائل ہوئی جب کہ فرشتے پروں والے ہیں، قتادہ نے وضاحت کی ہے بعض فرشتوں کے دو پر ہیں جب کہ بعض دوسرے فرشتوں کے تین اور بعض کے چار پر ہیں ان پروں کی وساطت سے وہ آسمان سے زمین کی جانب اترتے اور آسمان کی جانب چڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں کی تخلیق میں اپنی مشیت کے مطابق اضافہ کرتا رہتا ہے فرشتوں کے اجسام کی ضخامت اور اشکال میں تنوع اور پروں کے کم وبیش کرنے میں اس کی مشیت کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ کرتا ہے چنانچہ اسراء کی رات رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے ہر دو پروں کے درمیان فاصلہ اس قدر تھا جس قدر کہ مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

[1] اعراب القرآن ۱۹-۲۰/۲۵۴

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ: آنکھوں کی خوبصورتی اور ناک کا حسین ہونا اور منہ میں مٹھاس کا کارفرما ہونا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ کرتا ہے اس کے کرنے پر قادر ہے اسی کا حکم چلتا ہے اسی کی قوت پر ہر ہر چیز کے وجود کا انحصار ہے اور اسی کو سب پر غلبہ حاصل ہے اللہ تعالیٰ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ کام وجود پذیر ہو جاتا ہے اس میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوسکتی اور وہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس پر اس کی تخلیق مشکل نہیں ہے ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ایسے دو اوصاف کے ساتھ موصوف کیا ہے جن کی جلالت اور عظمت بے مثال ہے ان دونوں میں سے ہر وصف اللہ کی قدرت اور کامل انعام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے ان جلیل القدر دو اصاف میں سے پہلا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور ان دونوں کو بلا نمونہ کے عجیب انداز میں جلوہ افروز کرنے والا ہے جس کی مثال موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس قانون پر چلا جاسکتا ہے وہ تو اللہ کی خصوصیت ہے اس میں اللہ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے اور اس کے انعامات کی عمومیت کا نشان ہے اس نے آسمانوں کو بلا ستون بلند کیا ہوا ہے اور ان میں برابری کارفرما ہے ان میں ٹیڑھ نہیں ہے اور انہیں ستاروں کے باعث خوبصورت بنایا ہے اور وہی اللہ کی ذات ہے جس نے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں رزق اور خوراک کو ودیعت فرمایا اور زمین کی سطح پر سمندروں اور نہروں کو پھیلایا ہوا ہے اور زمین سے چشموں اور کنوؤں کا نکالا ہوا ہے ان کے علاوہ اس میں اللہ کی عظیم قدرت کے نشانات موجود ہیں اور اس کی حیران کن عجیب وغریب صنعت گری کے آثار پھیلے ہوئے ہیں اس نے ان نشانات کو واضح کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اللہ کی عظیم ذات ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ کے باعث آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جب کہ اللہ پاک کا دوسرا وصف یہ ہے کہ اس نے فرشتوں کو منتخب فرمایا تاکہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان پیغام رسانی کے کام کو سرانجام دیں اور اللہ نے اپنی عظمت اور قدرت کاملہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اس نے فرشتوں کو عجیب وغریب شکل وصورت میں پیدا فرمایا اور ان کے وصف اڑان کے باعث انہیں پروں سے نوازا، کسی فرشتہ کے دو پر ہیں اور کسی کے تین اور کسی کے چار جب کہ بعض فرشتوں کے چھ سو پر ہیں، ہر دو پروں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جس قدر مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے جیسا کہ جبریل علیہ السلام کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے جب کہ بعض فرشتے ایسے بھی ہیں کہ ان کی تخلیق اور ان کی صورت کی ضخامت کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، چنانچہ زہری حدیث کے راوی نے بیان کیا ہے کہ جبریل نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ کی کیفیت کیسی ہوگی جب آپ اسرافیل فرشتے کو دیکھیں گے اس کے پروں کی تعداد بارہ ہزار ہے اس کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے، مزید برآں عرش الٰہی اس کے کندھے پر ہے اور اگر ہماری نظر میں حائل پردوں کو اٹھا دیا جائے تو ہم نہایت عجائبات اور غرائب کا ملاحظہ کریں گے، پس حقیقت ہے کہ اللہ پاک کا وصف تخلیق نہایت عظمت والا ہے اور اس کی کاری گری نہایت عجیب ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا: بعد ازاں اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے نفاذ کو واضح فرما رہے ہیں کہ اس عالم میں اس کا حکم نافذ ہوتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا ہے، مزید برآں ان چیزوں کو پیدا کیا جو اس میں موجود ہیں اور ان کو اپنے ارادہ اور تصرف کے تابع کیا ہے تو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس عطیہ سے نوازنا چاہے گا اور اپنی رحمت کے خزانوں کا ان پر فیضان کرنا چاہے گا نعمت، تندرستی، امن وامان، علم وحکمت، رزق اور مخلوق کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجنا چاہے گا علاوہ ازیں مختلف قسم

کے بے شمار انعامات سے انہیں نوازنا چاہے گا تو کوئی فرد قدرت نہیں پائے گا کہ اس کو روک سکے اور اللہ کی مخلوق کو اس سے محروم کرے اللہ پاک تو بادشاہ ہے عطیات عطا کرنے والا ہے اور اللہ جس دنیوی اخروی بھلائی کو اپنی مخلوق سے روکنا چاہے کسی میں قدرت نہیں کہ وہ اس کو عطا کر سکے اور رکاوٹ دور کر سکے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اس کی صنعت گری حکمت کے ساتھ ہے وہ حکمت اور مصلحت کے مطابق جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر دیتا ہے، حدیث میں وارد ہے نہایت درست بات وہ ہے جو کسی بندے کی زبان سے نکلتی ہے جب کہ ہم سبھی اس کے بندے ہیں وہ یہ ہے کہ اے اللہ! جو کچھ تو عطا کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور کسی دولت والے کو تجھ سے دولت فائدہ نہیں دے سکتی ہے۔[1]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اب اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو انعامات کیے ہیں ان کو بیان فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرو اور ان پر اللہ کا شکریہ ادا کرو جو انعامات شمار نہیں ہو سکتے انعامات کے یاد دلانے سے مقصود زبان کے ساتھ ان کا تذکرہ کرنا نہیں ہے بلکہ مقصود خود کو کفران نعمت سے تحفظ عطا کرنا ہے اور انعامات کے حقوق کا اعتراف کرتے ہوئے ان پر اللہ کا شکریہ ادا کیا جائے اور اللہ کے احکام کی اطاعت کی جائے جس نے ان انعامات سے نوازا ہے جیسا کہ انعام کرنے والا شخص اس کو مخاطب کر کے کہتا ہے جس پر اس نے انعامات کیے ہوں کہ جس قدر میرے انعامات تجھ پر ہیں تجھے انہیں یاد رکھنا چاہیے اور ان کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ: اس آیت میں استفہام انکاری ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا ہرگز کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے تم جن بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ ہرگز تمہارے خالق نہیں ہیں اللہ تم پر انعامات کرتا ہے، رزق عطا کرتا ہے، آسمان سے بارش اتارتا ہے اور زمین سے انگوریاں نکالتا ہے تو تعجب ہے کہ تم کیسے اللہ کے ساتھ ان بتوں کو شریک کرتے ہو جو نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ رزق عطا کر سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہی معبود ہے تو پھر تم واضح بیان کے بعد بتوں کی عبادت کی جانب کیوں پھیرے جا رہے ہو؟ اللہ کی وحدانیت پر دلیل ہے جب وہی ذات خالق اور رازق ہے تو وہی ذات اس لائق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ: اس آیت میں اللہ کے پیغمبر کو صبر دلانا مقصود ہے کہ اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ غم زدہ نہ ہوں یہ تو سبھی انبیاء کرام کی سنت ہے انہیں جھٹلایا گیا انہیں تکالیف و محن میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آن پہنچی تو وہ آپ کے لئے نمونہ ہیں، یقیناً اللہ آپ کو ان پر غلبہ عطا کرے گا اور ایک اللہ کی جانب سبھی معاملات کا لوٹنا ہے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ عطا ہو گا اس جملہ میں جھٹلانے والوں کو ڈانٹ پلائی گئی ہے۔[2]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: بعد ازاں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ موت کے بعد ہر شخص کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اس میں ہرگز شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ سبھی لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ موت کے بعد اٹھائے جانے کا وعدہ سچا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیوی زندگی کی چمک دمک تمہیں دھوکے میں مبتلاء کر دے اور تمہیں اخروی زندگی کے انعامات جلیلہ سے ہم کنار ہونے سے غفلت میں ڈال دے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیوی زیبائش و آرائش میں خود کو اس قدر آگے لے جاؤ کہ تم اخروی نعمتوں

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۴۰، المراغی ۸۸/۸ [2] صفوۃ التفاسیر القسم الثالث عشر ص ۲۵-۲۶

سے مستفید ہونے سے محروم ہو جاؤ دیکھنا کہیں شیطان کے وسوسوں سے خود کو راہ حق سے نہ پھیر مختصر یہ کہ تم دنیوی زندگی کی سج دھج اور کشش سے اس قدر دھوکے میں مبتلا نہ ہونا کہ تم احکام الٰہیہ چلانے سے خود کو باز رکھو اور منہیات کو اپنی زندگی کا مشن باور کرو۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ: بعدازاں اس حقیقت کو الم نشرح کیا گیا ہے کہ تم نے اپنی زندگی میں شیطان سے خود کو بچانا ہے اس لئے کہ شیطان تو تمہارا ازلی دشمن ہے وہ تمہیں وسوسہ اندازی کے ساتھ اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم شیطان کو اپنا کھلا دشمن باور کر داور اس کی مخالفت کرو۔

اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ: شیطان تمہیں گمراہی کی جانب دعوت دیتا ہے خواہشات نفسانی اور دنیوی لذات کی جانب مائل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ اخروی زندگی میں دردناک عذاب میں مبتلاء کرے جب کہ آپ خود کو اس کی وسوسہ اندازی کی جانب جھکاتے رہو گے۔

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: جن لوگوں نے اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کا انکار کیا ہے اور اس کے پیغمبر آخر الزمان کی رسالت کو جھوٹ قرار دیا ہے ان کے کفر کی وجہ سے جب کہ انہوں نے شیطان کی دعوت کو قبول کیا اور اس کے قدموں میں رواں دواں رہے ان کے لئے شدید قسم کا عذاب تیار ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے احکام الٰہیہ کا انکار کیا اور شیطان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے رہے، البتہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کو سچا قرار دیا اور ماموارات کے مطابق رواں دواں رہے اور منہیات سے خود کو باز رکھا اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا چونکہ انہوں نے خود کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا اور اعمال صالحہ کرتے رہے انہوں نے اپنے پروردگار کی رضا کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا: ذہن نشین کریں کہ شیطان نے جس شخص کے لئے اس کے اعمال سیئہ کو خوبصورت بنا کر پیش کر دیا ہے تو اس نے ان کو بہتر قرار دیا اور اعمال صالحہ کو اعمال قبیحہ کی شکل میں پیش کیا تو آپ اس کے حیلہ میں گرفتار ہو گئے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ ہیں اور اللہ کی مشیت اس کے علم کے تابع ہے اللہ نے لوگوں کو نیکی اور برائی سے روشناس کرایا اور ہر شخص میں نیکی اور برائی کی استعداد کو ودیعت کیا اس کا تذکرہ پہلے بھی کئی بار گزر چکا ہے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ: اگر لوگ ایمان قبول نہیں کرتے ہیں اور آپ کی دعوت سے انحراف کرتے ہیں تو آپ ہر گز افسردہ نہ ہوں مسئلہ تقدیر اللہ کی حکمت بالغہ کے ساتھ مقید ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اللہ پاک کا علم کامل ہے وہ لوگوں کی استعداد سے واقف ہے کہ کون اعمال صالحہ بجالا کر اللہ کی جانب جھکاؤ کرتا ہے اور وہ کون افراد ہیں جو اعمال سیئہ کی جانب رجحان رکھتے ہیں بلکہ محبت کا اظہار کرتے ہیں اگر لوگ ایمان کی جانب نہیں آرہے ہیں تو آپ خود کو ان کی وجہ سے افسوس کے باعث ہلاک کرنے والے ہیں بعدازاں اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ اللہ کو علم ہے جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کے استحقاق کے مطابق جزا سزا سے ہم کنار کرے گا اس میں اس قدر وعید ہے کہ کہ قریب ہے کہ اس وعید سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین ٹوٹ پھوٹ جائے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿٩﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ
هُوَ يَبُوْرُ ﴿١٠﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ
اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا
مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى
الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا
يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿١٤﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ وہ ذات ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا تو ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو بے آباد شہر کی جانب چلاتے ہیں تو ہم زمین کو اس کے بے آباد ہونے کے بعد آباد کر دیتے ہیں اسی طرح مُردوں کو اٹھانا ہوگا (۹) جو شخص کامیابی کا خواہاں ہے تو کامیابی مکمل طور پر اللہ کیلئے ہے اسی کی جانب پاکیزہ کلمات بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح کو اللہ بلندی عطا کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کا سوچ رہے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور انکی سوچ ہی ناکام ہوگی (۱۰) اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے، پھر تم کو جوڑا [خاوند بیوی] بنایا اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی ہے اور وضع حمل نہیں کرتی ہے مگر اللہ کے علم کے ساتھ ہے اور کسی کو لمبی عمر نہیں دی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کو کم کیا جاتا ہے مگر کتاب [لوح محفوظ] میں ثبت ہے بلاشبہ یہ کام اللہ پر آسان ہے (۱۱) اور دو دریا برابر نہیں ہیں ایک بہت میٹھا ہے اس کا پانی خوش گوار ہے اور وہ دوسرا نمکین کڑواہٹ کی جانب مائل ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت تناول کرتے ہو اور تم زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنے ہو، اور تو دریا میں کشتیوں کو دیکھتا ہے پانی کو چیرنے والی ہے تاکہ تم اس کے فضل سے رزق طلب کرو اور تاکہ تم شکریہ ادا کرو (۱۲) وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے ہر ایک معین مدت کے مطابق چلتے ہیں یہ اللہ کی ذات تمہاری پروردگار ہے اسی کیلئے بادشاہت ہے اور تم اس کے علاوہ جن کی پرستش کرتے ہو وہ چھلکے کے برابر کے بھی مالک نہیں ہیں (۱۳) اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ

تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں گے تو تمہاری بات کو قبول نہیں کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کرنے کا انکار کریں گے اور تجھے کوئی خبر نہیں دے سکتا ہے مثل اس کے جو جانتا ہے (۱۴)

مفردات کی وضاحت: عَذْبٌ شیریں، جس کا ذائقہ لذیذ ہو، فُرَات پیاس کو ختم کرنے والا، سَائِغٌ آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جانے والا، اُجَاجٌ زبردست کڑوا، نمکین، حُلْيَةٌ موتی، مرجان، قِطْمِيْرٌ کھجور کی گٹھلی پر باریک پردہ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ ہواؤں کو چلایا جو بارش کے اترنے کی خوش خبری دیتی ہیں چنانچہ ہوائیں بادلوں کو متحرک کرتی ہیں اور ان میں جوش پیدا کرتی ہیں بادلوں کی عجیب کیفیت کو مسخر کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ عجیب وغریب کیفیت اللہ کی کمال قدرت اور اس کی حکمت پر دلالت کر رہی ہے چنانچہ ہم بادلوں کو جنہوں نے بارش کے قطرات کو اٹھایا ہوتا ہے ایسے علاقہ کی جانب چلاتے ہیں جہاں پانی کی شدید کمی ہوتی ہے بلکہ وہ علاقہ چٹیل میدان دکھائی دیتا ہے سبزہ کا وہاں نام ونشان بھی نہیں ہے تو ہم ایسے علاقے پر بارش برساتے ہیں بارش کے برسنے کے باعث زمین کی خشکی ختم ہو جاتی ہے زمین پر روئیدگی کے آثار دکھائی دینے لگتے ہیں پس جیسا کہ اللہ نے بے آباد زمین کو بارش کے باعث زندگی عطا کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے زندہ اٹھائے گا، مسند احمد میں ابورزین عقیلی سے حدیث مروی ہے اس نے بیان کیا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا اللہ کی مخلوق میں اس کی کوئی نشانی بتائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اپنے علاقہ کی وادی سے گزرتا ہے تو وادی چٹیل میدان دکھائی دیتی ہے پھر کبھی جب آپ اس وادی سے گزرتے ہیں تو اس مقام پر سبزہ لہرا رہا ہوتا ہے، میں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ بات بالکل درست ہے آپ نے فرمایا پس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ اٹھائے گا اور یہ اس کی مخلوق میں سے ایک دلیل ہے، جس سے استدلال درست ہے۔[1]

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ کا قیامت کے وقوع پر لوگوں کو زندہ اٹھانے سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بے آباد زمین کو بارش کے باعث آباد فرماتا ہے ظاہر ہے کہ زمین خشک ہوتی ہے اس پر سبزہ دکھائی نہیں دیتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ اس علاقہ کی جانب ایسے بادلوں کو بھیجتا ہے جنہوں نے بارش کے پانی کو اٹھایا ہوتا ہے تو وہ وہاں اللہ کے حکم کے ساتھ بارش کے پانی کو اس وادی میں گرا دیتے ہیں، چنانچہ بارش برسنے سے زمین میں حرکت نمودار ہوتی ہے اور توانائی میں اضافہ کے باعث زمین ہر قسم کے جوڑوں سے انگوری کو اگاتی ہے جس کی زیب وزینت سے معاشرہ مسرت وانبساط کی جانب بڑھتا چلا جاتا ہے اسی طرح انسانی اجسام یا سبھی اجسام کو جب اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں زندگی عطا کر کے اٹھا لے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے کہ انہیں زندگی بھر ایسے راہ پر چلنا چاہیے جس پر رواں دواں رہنے سے عظمت حاصل ہوتی ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو شخص ہر طرح کی عزت اور سعادت کے حصول کا خواہاں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مقصود کو صرف اللہ پاک سے حاصل کرے جب کہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عزت وعظمت کے حصول کے لئے بارگاہ الٰہی کی جانب ہی متوجہ ہونا ضروری ہے ہر قسم کی عزت کا حصول اللہ پاک کی ذات سے ہی وابستہ ہے معرفت الٰہیہ کے مقام پر خود کو نوازنے والے خوش قسمت انسان تمام تر غلبہ اور علو اللہ کی ذات کے لئے خاص کریں

[1] مسند احمد ۱۱/۴، المراغی ۹۳/۸

جس کا وصف عزیز ہے کہ وہ غالب ہے اس کی اطاعت میں اپنے تمام تر اوقات کو گزاریں۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ: اللہ ہی کی جانب جو بلند اور بزرگ ہے ہر اچھا کلمہ چڑھتا ہے خواہ صورت ذکر اذکار کی ہے خواہ دعا کی، خواہ قرآن پاک کی تلاوت، سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ، کلمات کا ورد کرنا اسی طرح اعمال صالحہ کو اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازتا ہے اور اعمال صالحہ کرنے والے کو عطیات سے نوازتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ: عمدہ کلام کے بعد خبیث کلام کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ جو لوگ مکروفریب اور حیلوں کے ساتھ بلکہ دھوکہ سازی کرتے ہوئے اللہ کے دین اسلام کی روشنی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مکروفریب سے کام لیتے ہیں انہیں آخرت کی زندگی میں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا دوزخ کی آگ میں گرایا جائے گا اور ان کا مکروفریب ختم ہوجائے گا، ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾[1] اس آیت میں قریش کے مکروفریب کی جانب اشارہ ہے کہ جب کفار دارالندوۃ میں جمع ہوئے ان کا ارادہ بلکہ ان کا مقصود نبی ﷺ کو قتل کرنا تھا یا کال کوٹھڑی میں بند کرنا تھا یا اپنے شہر سے دیس نکالا دینا تھا جیسا کہ قرآن پاک نے ان کی گھناؤنی سازش کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں: ﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ﴾[2] ''اور جب کفار آپ کے بارے میں مکر کر رہے تھے کہ آپ کو بند کوٹھڑی میں مقید کردیں یا آپ کو موت کے گھاٹ اتاردیں یا آپ کو مکہ کی سرزمین سے جلاوطن کردیں''

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ: قبل ازیں اللہ پاک نے انہیں اپنی قدرت اور غلبہ کی آیات کے ساتھ نصیحت کی اس کے بعد انہیں توحید اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے دلائل کیساتھ سمجھایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی اولاد کو منی کے پانی سے پیدا کیا جسے عورت کے رحم میں گرایا جاتا ہے پھر اس نے تمہیں جوڑا بنایا ایک مذکر ایک مؤنث کو اکٹھا کیا، بعض مردوں کا بعض عورتوں سے نکاح کروایا تاکہ دنیوی زندگی میں آدم کی نسل کی بقا رہے جب تک دنیوی نظام موجود ہے اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور بچے کو جنم نہیں دیتی ہے تو ان سب کیفیات کا اللہ کو علم ہے اسے معلوم ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے بلکہ حمل کے دوران بچہ کن کیفیات سے گزرتا ہے ان کا بھی اللہ کو علم ہے بچے کے سبھی احوال اور کیفیات کا اللہ کو علم ہے ہرگز کوئی چیز اللہ کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے اور جس شخص کی عمر لمبی ہوتی ہے اور وہ بڑھاپے میں داخل ہوجاتا ہے اور جو شخص بچپن یا علم شباب میں موت سے ہمکنار ہوتا ہے اس کا بھی اللہ کی ذات کو علم ہے سب کچھ لوح محفوظ میں بند ہے یعنی ہر شخص کی زندگی کی سی ڈی تیار ہے بلکہ ابتدائے آفرینش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لوح محفوظ میں ریکارڈ فرمادیا اس میں ہرگز کمی بیشی ممکن نہیں ہے بلکہ آپ یقین کریں کہ یہ سب کچھ اللہ کی ذات کیلئے آسان ہے ہرگز مشکل نہیں ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے علم کیساتھ ہر چیز کا احاطہ کررکھا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ: ذہن نشین کریں سمندر اور نہر کا پانی یکساں نہیں ہے اس لئے کہ نہر کا پانی زبردست میٹھا ہے پیاس کو بجھادیتا ہے اور مٹھاس کے باعث گلے سے آسانی کے ساتھ گزرتا ہے جب کہ سمندر کا پانی زبردست کڑوا ہے اس میں نمکیات کے اجزاء زیادہ ہیں پس جس طرح میٹھا اور نمکین کڑوا پانی برابر نہیں ہیں اسی طرح مومن اور کافر شخص دونوں برابر نہیں ہیں اور نیکوکار اور بدکار ایک جیسے نہیں ہیں۔

[1] فاطر: ۴۳ [2] الانفال: ۳۰

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا: اوران دونوں میں سے ہرایک سے تم تازہ مچھلی حاصل کرکے اپنے کام ودہن کو لذت سے ہم کنار کرتے ہو نہ صرف یہ کہ مچھلیوں کی اقسام بہت زیادہ ہیں بلکہ ان کے ذائقہ اور شکل وصورت میں خاصا تفاوت ہے بلکہ تم ان دونوں سے موتی اور مرجان حاصل کرتے ہو انہیں زیور کی شکل دے کر پہنتے ہو جب کہ زیب وزینت میں ان کا کردار خاصا باعث کشش اور دلفریب ہے، مزید برآں تم بڑی بڑی کشتیوں کو دیکھتے ہو جو ان کے مال کو اٹھائے ہوئے سمندر اور پانی کی طغیانیوں کو چیرتے ہوئے بندرگاہوں پر پہنچتی ہیں ڈوبنے سے انہیں تحفظ حاصل رہتا ہے اللہ نے ان پانیوں کو ان کے لئے مسخر کردیا ہے مزید برآں تم ان پر سفر کرتے ہو ایک شہر سے دوسرے شہروں کی جانب جاتے ہو اور تھوڑے وقت میں منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہو، تجارتی سامان اور ضروری سامان تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم اس طرح تجارت کرکے اللہ کے فضل کے متلاشی ہوتے ہو تو تمہیں اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تم پر انعام کیا ہے کہ ان کو تمہارے تابع کردیا ہے۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ: بعدازاں اللہ پاک کی قدرت کی ایک اور آفاقی دلیل پیش کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ایک میں اضافہ ہو جاتا ہے اور دوسرے میں کمی آجاتی ہے، آپ غور کریں کہ موسم گرما کا دن بعض علاقوں میں سولہ گھنٹے تک جا پہنچتا ہے اور رات کم ہوتی ہوتی آٹھ گھنٹے کی رہ جاتی ہے، یہ ایسی نشانیاں ہیں جن کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا بلکہ اندھا شخص اور دیکھنے والا دونوں ان علامات کو محسوس کرتے ہیں، یاد رکھیں یہ ایسا کائناتی سینٹی فک نظام ہے جس میں ذرہ بھر تغیر تبدل ممکن نہیں اللہ تعالیٰ کا پختہ نظام ہے جس نے ہر چیز کی تخلیق کو پختگی عطا کی ہے پس اللہ کی ذات پاک ہے جو معاملات کی تدبیر کرنے والا حکمتوں والا اور علم والا ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى: اللہ نے سورج چاند کے نظام کو بندوں کی مصلحت کے لئے ان کے تابع کردیا ہے ان میں سے ہرایک اپنے مدار میں چلتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تعین کیا ہے اس سے ہرگز ادھر ادھر نہیں ہوتا یہ نظام قیامت کے دن تک جاری رہے گا ان عجیب وغریب معاملات کو سرانجام دینے والا اللہ پاک ہے جو تمہارا پروردگار ہے جو عظمت شان والا ہے اسی کی بادشاہت ہے مخلوق میں صرف اس اکیلے کا مکمل تصرف ہے اور تم جن بتوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، چنانچہ کھجور میں اس کی گٹھلی پر جو باریک سا پردہ ہوتا ہے اس پر بھی کسی کا تصرف نہیں صرف اللہ کی ذات کو ہر قسم کا تصرف حاصل ہے۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ: اگر تم ان بتوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہ سکیں گے اور نہ تمہاری آواز کا جواب دیں گے ظاہر ہے کہ وہ جمادات ہیں ان میں سننے کی قوت ہی نہیں ہے اگر بالفرض وہ تمہاری پکار کو سن لیں تو وہ تمہیں کچھ جواب نہیں دے سکیں گے اس لئے کہ وہ قوت گویائی سے محروم ہیں لیکن آخرت میں جب اللہ تعالیٰ ان کو بولنے کی قوت عطا کرے گا تو پھر وہ تم سے اور تمہاری عبادت سے برأت کا اظہار کریں گے، اے محمد! (ﷺ) آپ کو یقین کے انداز پر کوئی خبر نہیں دے گا البتہ اللہ تعالیٰ جس کا وصف خبیر ہے یعنی خبر دینے والا تو وہی خبر دے گا۔[1]

[1] صفوۃ التفاسیر القسم الثالث عشر ص ۲۹-۳۰

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ
بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ
تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾
وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا
فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ: اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی وہ ہے جس کو ضرورت نہیں ہے وہ تعریف والا ہے (۱۵) اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جدید مخلوق کو لے آئے (۱۶) اور یہ کام اللہ پر مشکل نہیں ہے (۱۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر بھاری بوجھ والا شخص کسی کو بلائے گا اپنے بوجھ کے لئے تو اس سے کسی چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا اگر چہ وہ شخص قرابت والا ہو سوائے اس کے نہیں کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جو اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص پاکیزہ ہوا تو سوائے اس کے نہیں کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے پاکیزہ ہوا اور اللہ ہی کی جانب پھرنا ہے (۱۸) اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہیں (۱۹) اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی اور نہ سایہ نہ گرم ہوا (۲۰) اور برابر نہیں ہیں زندے اور مردے بے شک اللہ سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ ان کو سنا نہیں سکیں گے جو قبروں میں ہیں (۲۱) آپ نہیں ہیں مگر ڈرانے والے ہیں (۲۲) بلاشبہ ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزرا ہے (۲۴) اور اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں پس بلاشبہ ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح نشانیوں کو لائے اور اللہ کے پیغامات اور روشن کتاب کو لائے (۲۵) پھر میں نے کفار کو پکڑ لیا پس کیسا ہوا میرا عذاب (۲۶)

مفردات کی وضاحت: وَازِرَةٌ گناہگار نفس، مُثْقَلَةٌ وہ نفس جس کو گناہوں نے بوجھل کر دیا، تَزَكّٰى وہ شخص جو گناہوں کی میل کچیل سے پاکیزہ ہے، اَلْمَصِيْرُ انجام لوٹنا، اَلْحَرُوْرُ گرم ہوا خواہ رات کے لمحات میں ہو یا دن کے اوقات میں ہو، السموم وہ گرم ہوا جو دن میں چلتی ہے، اَلْبَيِّنٰتُ معجزات، زَبُور کی جمع زُبُر ہے معنی کتاب ہے، نَكِيْرُ عذاب۔

بلاغت: ارشاد ربانی ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ میں استعارہ تصریحیہ ہے کافر کو اندھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مومن شخص کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب کہ جامع راستہ اندھیرے والا ہو تو راستہ معلوم کرنا ممکن نہیں، مقصود کافر ہے اور ایماندار شخص کو ہدایت حاصل ہے اس لئے اس کو دیکھنے والا قرار دیا۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنے بندوں پر اپنے انعامات کا شمار فرمایا ہے اور اپنی قدرت اور بادشاہت پر دلائل پیش کئے ہیں اور ان کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ وہ اللہ کی ذات کے محتاج ہیں جبکہ اللہ کی ذات تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور کافر اور ایماندار شخص کے درمیان فرق کرتے ہوئے مثال پیش کی ہے جیسے اندھے اور دیکھنے والے میں فرق ہے نیز روشنی اور اندھیرے میں فرق ہے، چیزوں کی حقیقت کو نہایت واضح کرتے ہوئے ان کی مخالف چیزوں کو بیان کیا ہے تاکہ اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجائے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اے لوگو! تم اپنے پروردگار کے محتاج ہو تو تم بس اسی کو معبود سمجھو اور اس کی خوشنودی کے حصول میں رواں دواں رہو اس کے نتیجہ میں وہ تمہیں فقر و فاقہ سے تحفظ عطا کر کے مستغنی بنادے گا اور اس کے قرب کے باعث تمہاری ضرورتیں پوری ہوں گی جب کہ اللہ کی ذات تو اس سے بے پرواہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اگرچہ وہ ذات تو اس لائق ہے کہ اس کی حمد وثنا کی جائے اس لئے کہ وہ منعم حقیقی ہے ہر نعمت اللہ کی جانب سے ہے اسی کا ہر حالت میں شکریہ ادا کیا جائے۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ: اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو واضح کررہے ہیں کہ اے لوگو! اگر تمہارا پروردگار چاہے تو تمہیں تباہ و برباد کرڈالے جب کہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے تو اس کو تمہاری ضرورت نہ تھی اور تمہاری جگہ پر دوسری مخلوق کو لے آئے جو اس کے اطاعت گزار ہوں جو اس کے احکام کے مطابق رواں دواں رہیں اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے رک جائیں، ہاں! تمہیں لے جانا اور دوسری مخلوق کو لے آنا اللہ کی ذات پر کچھ دشوار نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا اللہ کی ذات کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے لوگو! تم اللہ سے ڈرو اور تم اس کے حکم کی اطاعت کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب نازل ہو، نیز یاد رکھیں کہ کوئی گناہگار شخص کسی دوسرے گناہگار شخص کے گناہ کو نہیں آٹھائے گا اور اگر کوئی گناہگار شخص جس پر گناہوں کا بوجھ ہوگا وہ کسی سے کہے اگرچہ وہ شخص قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو تو ہرگز ایسا شخص نہیں مل سکے گا جو اس سے ذرہ بھر گناہ کے بوجھ کو اٹھائے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو مخاطب کر کے آگاہ کررہے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) آپ ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کریں جو اللہ کے عذاب سے بلا مشاہدہ کے بھی خوفزدہ ہیں جب وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں جس کو آپ نے ان کے سامنے پیش کیا اور وہ آپ کے کہنے کو سچا باور کرتے ہیں تو اس قسم کے لوگوں کو آپ کا ڈرانا فائدہ عطا کرے گا، ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے دل مہرزدہ ہیں وہ تو سمجھتے ہی نہیں ہیں انہیں کیا فائدہ ہوگا۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: وہ ایماندار لوگ جو اپنے پروردگار سے خوف زدہ ہیں مزید برآں وہ نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں رسول اکرم ﷺ کی ادائیگی کی کیفیت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں اور جو شخص کفر اور گناہوں کی میل کچیل سے خود کو پاکیزگی بخشتا ہے اللہ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے اور اللہ پر ایمان کا اعلان کرتا ہے اور اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہوا عملی زندگی گزارتا ہے تو گویا کہ اس نے خود کو گناہوں سے پاک صاف کرلیا اس کے بدلہ میں اسے اللہ کی خوشنودی کا عطیہ حاصل ہوگا اور اس کے عذاب سے نجات کا سٹوفکیٹ عطا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے تیار کیا ہوا ہے قتادہ کا قول ہے کہ جو بھی شخص اعمال صالحہ کے

ساتھ خود کو مزین کرتا ہے تو گویا اس کا نفس امارہ کچلا گیا ہے اور اس کے نفس مطمئنہ کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور اے لوگو! تم میں سے ہر ایک نے اللہ کے ہاں جانا ہے اور اللہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ عطا کرے گا اچھے اعمال پر اچھا بدلہ اور بُرے اعمال پر بُرا بدلہ ملے گا جو رسوائی اور ذلت کا باعث ہو گا۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ: اندھا انسان اور بینائی رکھنے والا انسان دونوں برابر نہیں ہیں چنانچہ وہ شخص اندھا ہے جس نے اس دین سے خود کو روشناس نہیں کرایا جس کے ساتھ اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور بینائی رکھنے والے سے مقصود وہ شخص ہے جس نے رشد و ہدایت کو بھانپ لیا اس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اور جس دین اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث کیا اس کو سچا گردانا اسی طرح کفر کے اندھیرے اور ایمان کی روشنی برابر نہیں ہیں اور جنت اور دوزخ برابر نہیں ہیں اسی طرح زندہ دل اور مردہ دل برابر نہیں ہیں، ظاہر ہے کہ مومن شخص کا دل زندہ ہے جب کہ کافر شخص کا دل مردہ ہے ارشاد ربانی ہے ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ (الانعام: ١٢٢) کیا وہ شخص جس کا دل اندھا ہے تو ہم نے اس کو بصیرت عطا کی ہے وہ اس شخص کے برابر ہے جس کا دل کفر کے اندھیروں میں غرقاب ہے اسی طرح اندھیرا اور روشنی برابر نہیں ہیں جس طرح سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہیں اسی طرح دیکھنے والا اور اندھا برابر نہیں ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ: جس طرح کسی شخص کو اس پر قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکے اور انہیں سنا سکے اسی طرح انہیں رشد و ہدایت کی جانب رواں دواں کر سکے اس پر بھی قادر نہیں ہے اسی طرح کسی شخص میں قدرت نہیں ہے کہ جس شخص کا دل مردہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے وعظ سے فائدہ عطا کر سکے، مقصود یہ ہے کہ اس کا دل مردہ ہے اس میں اللہ پاک کی معرفت موجود نہیں ہے کتاب اللہ کے فہم سے عاری ہے تو جس طرح قبروں میں مدفون لوگوں تک آپ اپنی بات نہیں پہنچا سکتے اسی طرح کافر شخص بھی چونکہ سننے کے بعد خود میں تبدیلی نہیں کرتا ہے تو گویا اس نے سنا ہی نہیں، اے محمد! (ﷺ) آپ کی حیثیت تو یہ ہے کہ آپ کافر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفزدہ کرنے والے ہیں جبکہ ان کو ہدایت سے ہمکنار کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں یہ تو اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے آپ کے اختیار میں نہیں تو آپ ان کے بارے میں افسوس کرتے ہوئے خود کو موت سے ہم کنار نہ کریں۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا: اللہ پاک فرماتے ہیں اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا ہے کہ آپ انہیں اللہ کی ذات پر ایمان لانے کا حکم دیں اور دین اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں جو شخص آپ کی باتوں کی تصدیق کرے اسے جنت کی بشارت عطا کریں اور جو شخص آپ کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرے اسے اللہ کے عذاب کے نازل ہونے سے خوفزدہ کریں بلکہ انہیں آگاہ کریں کہ ان سے پہلے ہر امت میں اللہ کی جانب سے ڈرانے والا پیغمبر گزرا ہے جس نے انہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیا اگر وہ اللہ کی ذات پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ انکار کریں گے تو وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو صبر دلاتے ہوئے آگاہ فرما رہے ہیں کہ جب آپ کو مشرکین کی جانب سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑے تو آپ اپنے دل میں اس حقیقت کو راسخ کریں کہ آپ سے پہلے جن امتوں کی جانب پیغمبر مبعوث ہوتے رہے انہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ دلائل بھی موجود تھے روشن کتاب بھی موجود تھی کہ جب وہ اس کتاب کے مشمولات پر غور و فکر کرتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ اس کتاب کے سچا ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے

البتہ ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ اس کتاب کے محتویات پر غور کرتے تو وہ بول اٹھتے کہ اس کتاب کے سچا ہونے میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے البتہ حسد اور کبر نے انہیں حق کو تسلیم کرنے سے روکے رکھا اور وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے تو ان کے جھٹلانے اور ایمان نہ لانے کے نتیجہ میں ہم نے ان لوگوں کو تباہ و برباد کیا جنہوں نے ہمارے پیغمبروں کی رسالت کا انکار کیا اور ان کی دعوت پر توجہ ہی نہ کی کفر پر ضد اور تعصب کے باعث جمے رہے۔

ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو الم نشرح فرما رہے ہیں کہ قبل ازیں جن لوگوں نے ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو تسلیم نہ کیا ان کی مخالفت پر ڈٹے رہے ان میں نرمی کا داعیہ نہ ابھرا وہ برابر انکار کرتے رہے اور خود کو غور وفکر کے انداز پر نہ چلایا حماقت ان کے سروں پر سوار رہی تو وہ لوگ اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو مخاطب فرما کر آگاہ فرما رہے ہیں کہ ان کی نافرمانی کے باعث کس طرح میرا عذاب ان پر اچانک اتر پڑا جس نے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اب ان کے محلات یوں گرے پڑے ہیں ان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمانۂ ماضی میں ان مکانوں میں ہرگز لوگ آباد نہیں تھے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے کہ اللہ نے آسمان سے پانی کو اتارا تو ہم نے اس کے سبب مختلف قسم کے رنگوں کو پھلوں سے نکالا اور پہاڑوں سے راستے ہیں مختلف رنگوں والے کچھ سفید اور کچھ سرخ اور کچھ سیاہ ہیں جو انتہا درجہ کے سیاہ ہیں (۲۷) اور لوگوں اور جانوروں اور چارپایوں سے مختلف رنگوں والے ہیں اسی طرح سوائے اس کے نہیں ہے کہ اللہ سے اس کے بندوں سے علماء ڈرتے ہیں بلاشبہ اللہ غالب معاف کرنے والا ہے (۲۸) بے شک وہ لوگ جو

اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے جس کو ہم نے انہیں عطا کیا ہے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی فنا نہ ہوگی (۲۹) تاکہ اللہ انہیں مکمل اجر عطا فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے زیادہ عطا کرے بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا قدر دان ہے (۳۰) اور جو ہم نے آپ کی جانب قرآن کی وحی کی ہے وہ سچا ہے اس سے پہلے کی تصدیق کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کے بارے میں خبردار ہے دیکھنے والا ہے (۳۱) پھر ہم نے قرآن کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کا ہم نے اپنے بندوں سے انتخاب کیا پس ان میں سے کچھ خود پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ ان سے میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور کچھ ان میں سے اللہ کے حکم کے ساتھ نیکیوں کی جانب سبقت لے جانے والے ہیں یہی بہت بڑا فضل ہے (۳۲) ہمیشہ کی جنتوں میں رہائش پذیر ہوں گے ان میں داخل ہوں گے انہیں زیور پہنائے جائیں گے، سونے کے کنگن اور موتی اور ان کا لباس ان میں ریشمی ہوگا (۳۳) اور وہ کہیں گے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے ہمیشہ کی رہائش گاہ میں اپنے فضل و کرم سے اتارا ہمیں اس میں کوئی غم نہ پہنچے گا اور نہ تھکاوٹ پہنچے گی (۳۵)

مفردات کی وضاحت: جُدَدٌ کا واحد جُدَّةٌ ہے، پہاڑی راستہ جو مختلف رنگوں والا ہو، غَرَابِيب کا واحد غُرْبِيبٌ ہے، سخت سیاہ رنگ والا، اَبْيَضُ الْيَقَقُ شدید سفید رنگ، اَصْفَرُ فَاقِعٌ گوڑھا زرد رنگ، اَحْمَرُ سرخ رنگ۔

تشریح: اللہ پاک اپنی قدرت کاملہ پر لوگوں کو متنبہ کر رہے ہیں کہ اے دیکھنے والے شخص کیا تو مشاہدہ نہیں کر رہا ہے کہ ہم نے مختلف قسم کی چیزوں کو ایک چیز سے پیدا کیا ہے چنانچہ ہم نے آسمان سے بارش کو اتارا اور اس کے سبب پھلوں کو نکالا جن کے رنگ، ذائقے اور خوشبوئیں مختلف ہیں جیسا کہ کے پھلوں کے رنگوں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے کچھ زرد کچھ سرخ کچھ سبز رنگ کے ہیں، اور ہم نے اسی طرح پہاڑوں کو پیدا کیا جن کے رنگوں میں اختلاف ہیں بعض سرخی مائل بعض سیاہی مائل جب کہ بعض میں دھاریاں مختلف رنگوں کی ہیں اور اسی طرح لوگ اور زمین پر رہنے والے مختلف قسم کے چار پائے جو ایک جنس کے ہیں البتہ رنگوں میں اختلاف ہے بلکہ ایسے حیوان بھی دیکھے گئے ہیں جن میں مختلف قسم کے رنگ ہوتے ہیں ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ (المؤمنون: ۱۴) ''اللہ پاک کی ذات بابرکت ہے جو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیدا فرمانے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات اور اس کی صنعت گری کے نشانات واضح ہیں ان کا صحیح طور پر علم ان علماء کو حاصل ہے جو کائنات کے اسرار و رموز سے باخبر ہیں وہ ان کے بارے میں صحیح فہم رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی شدید پکڑ اور اس کی قہاریت کی عظمت کا علم ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا: اللہ کے عذاب سے خود کو بچاتے ہوئے اللہ کی اطاعت میں اہل علم لوگ رواں دواں رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ جس شخص کو اس کا علم ہے اسے یقین ہے کہ اللہ کی نافرمانی پر اسے عذاب سے ہم کنار ہونا ہے تو وہ اللہ کی سزا سے ڈرتا ہوا خود کو نافرمانی سے بچاتا ہے، حسن بصریؒ کا قول ہے عالم وہ شخص ہے جو لوگوں کی غیر موجودگی میں اللہ کا خوف رکھتا ہے اور ان کاموں کے بجالانے میں رغبت رکھتا ہے جن کے سرانجام دینے کی اللہ نے ترغیب فرمائی ہے اور اللہ پاک کی ناراضگی کے کاموں

سے خود کو دور رکھتا ہے اس کے بعد انہوں نے ذکر کردہ آیت کی تلاوت فرمائی، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک کام سرانجام دیا آپ نے اس کے بارے میں اجازت فرمائی کہ آپ لوگ اس کام کو سرانجام دیا کریں جب کہ کچھ لوگوں نے خود کو اس سے بچایا اس کی اطلاع نبی ﷺ کو ملی تو آپ نے خفگی کے عالم میں فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا ہے جو خود کو ایسے کاموں سے دور رکھتے ہیں جب کہ میں اس عمل کو بجالاتا ہوں، اللہ کی قسم! مجھے اللہ کے بارے میں ان سب سے زیادہ معلومات حاصل ہیں اور ان سب سے زیادہ اللہ کا ڈر مجھ میں ہے۔[1]

بعد ازاں آپ ﷺ نے ان کے خوف زدہ ہونے کے سبب کے بارے میں آگاہ کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات ان لوگوں سے انتقام لینے میں غالب ہے جو اللہ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ کی ذات کو نافرمان لوگوں کو سزا دینے کی قدرت حاصل ہے اور فرماں بردار لوگوں کو ثواب سے ہم کنار کرنا اور انہیں معاف کرنے کی قدرت بھی حاصل ہے اور جو ذات سزا سے ہم کنار کرنے اور اعمال صالحہ پر ثواب عطا کرنے پر قادر ہے تو وہ ذات اس لائق ہے کہ اس کا ڈر دلوں میں موجزن ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ: بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تابعداری کرتے ہیں اور کتاب کے مشمولات پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کرتے ہیں فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرتے ہیں اور مال سے صدقہ دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی تجارت جس پر انہیں ان کے اعمال کے برابر ثواب عطا ہوگا اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دیا جائے گا اور ان کے اعمال صالحہ پر انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا انہیں پورا پورا بدلہ عطا ہوگا۔

وَالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ: اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ کی جانب جس کتاب کی وحی کی ہے اس کو اتارا جا رہا ہے وہ قرآن پاک ہے عظمتوں والا ہے سچا ہے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے وہ پہلی کتب الٰہیہ تورات، زبور اور انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے، مقصود یہ ہے کہ قرآن پاک اللہ کی جانب سے وحی ہے اس لئے کہ نبی ﷺ تو لکھنے پڑھنے سے ہرگز آشنا نہ تھے جب کہ آپ نے جن حقائق کو پیش کیا ہے ان کا وجود اس کتاب سے پہلے نازل کردہ کتب الٰہیہ میں موجود ہے اور ایسی صورت میں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ جس کتاب کو پیش کر رہے ہیں وہ اللہ ہی جانب سے ہے جب کہ اللہ عزوجل کو اپنے بندوں کے بارے میں معلوم ہے وہ لوگوں کے پوشیدہ اور ظواہر کا علم رکھتا ہے اس پر ان کے کوائف پوشیدہ نہیں ہیں۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا: پھر ہم نے اس قرآن کا وارث ایسی امت کو بنایا جو سب امتوں سے افضل ہے اس سے مقصود محمد ﷺ آخر الزمان پیغمبر کی امت ہے جس امت کو ہم نے سب امتوں پر فضیلت عطا کی اور خصوصیت کے ساتھ اس کو فضل عظیم سے نوازا، ذہن نشین کریں کہ فضل عظیم سے مقصود قرآن عظیم ہے جس نے سب لوگوں کو عاجز کر دیا ہے کہ وہ اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے ہیں، مزید برآں اس کا نزول دیگر آسمانی کتب سے آخر میں ہوا اور اس کے لئے امت محمدیہ کا انتخاب فرمایا اس کے بعد امت محمدیہ کو تین اقسام میں منقسم کر دیا ہے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو اعمال صالحہ پر کاربند رہنے میں کوتاہی کرنے والے ہیں وہ قرآن پاک کی تلاوت کریں گے لیکن اس کے مشمولات کے مطابق عمل نہیں کریں گے ان لوگوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے جب کہ کچھ

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ۵، المراغی ۱۰۵/۸

لوگ ان میں میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اکثر و بیشتر معاملات میں قرآن پاک کے مطالب پر عمل کرتے ہیں اور بعض معاملات میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہیں جو اللہ کے حکم کے مطابق بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والے ہیں اللہ کی توفیق ان کے شامل حال رہتی ہے اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ تینوں اوصاف کے ساتھ موصوف لوگ امت محمدیہ میں موجود ہیں چنانچہ **ظالم** سے مقصود گناہ گار لوگ ہیں اور سابق سے مقصود پرہیز گار لوگ ہیں اور ان دونوں کے درمیان والے لوگ **مقتصد** ہیں، حسن بصریؒ فرماتے ہیں سابق سے مقصود وہ لوگ ہیں جن کے اعمال صالحہ ان کے اعمال سیئہ سے زیادہ ہیں اور ظالم وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو نیکیوں پر غلبہ ہے اور **مقتصد** سے مقصود وہ لوگ ہیں جن کے اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ برابر ہیں یہ سب لوگ جنت کے مستحق ہیں یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے جس کے مقابلہ میں کوئی فضل اور شرف نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن پاک کو نازل فرما کر بہت بڑا احسان کیا جو زمانہ بھر باقی رہے گا اور اس کے وجود کو ختم کرنا ممکن ہی نہیں ہے تو پھر کسی قدر قرآن پاک کو عظمت حاصل ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا: اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہے ہیں کہ اس نے ایمان والوں کیلئے جنات میں کیا کیا تیار کیا ہوا ہے؟ ان میں ان کی ہمیشہ اقامت ہوگی مختلف قسم کی نعمتوں سے انہیں شاد کام کیا جاتا رہے گا البتہ اعمال کے تفاوت کے لحاظ سے درجات میں تفاوت ہوگا اور جنات کو جمع کے صیغہ کیساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت ایک نہیں ہے بلکہ جنتیں ایک سے زیادہ ہیں وہاں جنت الفردوس ہے جنت عدن ہے اور جنت میں مراتب اور اعمال کے مطابق مہمان نوازیاں ہوں گی چنانچہ جنت میں جنتیوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے جن کا جڑاؤ موتیوں کے ساتھ ہوگا اور ان کا سبھی لباس ریشم کا ہوگا بلکہ ان کے بچھونے اور پردے بھی ریشم سے ہوں گے۔

چونکہ بادشاہ قسم کے لوگ دنیوی زندگی میں کنگن اور تاج زیب تن کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کو جنت میں ان سے نوازیں گے ہر جنتی شخص نے ہاتھ میں تین کنگن پہنے ہوئے ہوں گے ایک سونے سے دوسرا چاندی سے تیسرا موتیوں کا ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے ہر قسم کی حمد وثنا اللہ کی ذات کے لئے خاص ہے جس نے ہمیں سبھی غموں سے نجات عطا کی، ذہن نشین کریں **حزن** سے مقصود ہر وہ چیز ہے جس سے طبیعت مکدر ہوتی ہو جیسے بیماری، فقر و فاقہ، موت اور قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور دوزخ کے عذاب وغیرہ ہیں۔

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ: بلاشبہ ہمارا پروردگار گناہگاروں کے لئے وسیع مغفرت رکھتا ہے جب کہ اطاعت کرنے والوں کی قدردانی کرتا ہے دونوں الفاظ مبالغہ کے ہیں کہ اللہ کی مغفرت میں وسعت ہے تو اس کا شکر یہ بھی زیادہ کیا جائے اور اس کے احسان کو بار بار ذکر کیا جائے جس نے ہمیں اپنے فضل سے جنت میں جگہ عطا کی اور ہمیں وہاں رہائش عطا ہوئی کہ ہم کبھی بھی اس سے الگ نہیں ہوں گے یہ سب کچھ اللہ پاک کا فضل اور اس کا انعام ہے ہمیں وہاں تھکاوٹ اور مشقت کا احساس تک بھی نہیں ہے اور نہ سستی کارفرما ہوگی، خیال رہے کہ جنت کو دار المقام اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں ہمیشہ رہائش ہوگی وہاں سے ہرگز نکلنا نہیں ہے۔[1]

---

[1] صفوة التفاسير القسم الثالث ص ۳۸

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ
عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ
النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ
كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا
خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا
مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ
يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے ان کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ فوت ہو جائیں اور نہ ان سے ان کے عذاب سے کچھ ہلکا ہوگا اسی طرح ہم ناشکری کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں (۳۶) اور دوزخی دوزخ میں چیخ و پکار کریں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں باہر نکالئے تاکہ ہم اعمال صالحہ کریں اس کے سوا جو ہم کرتے رہے ہم کہیں گے کیا ہم نے تمہیں عمر عطا نہیں کی اس قدر کہ اس میں نصیحت حاصل کر سکتا تھا جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والے آئے پس تم چکھو پس ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے (۳۷) بے شک اللہ کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم ہے بلاشبہ اللہ کو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے (۳۸) وہ ایسی ذات ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا جو شخص کافر ہوا تو اس کے کفر کا نقصان اس پر ہے اور کفار کے حق میں ان کا کفران کے پروردگار کے ہاں زیادہ نہیں کرے گا مگر نقصان میں (۳۹) آپ کہیں خبر دو تم اپنے شریکوں کے بارے میں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو مجھے دکھائیں انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے کیا ان کے لئے آسمانوں میں شرکت ہے؟ نہیں! بلکہ ہم نے انہیں کتاب عطا کی پس وہ اس سے دلیل پر ہیں بلکہ ظالم لوگ ان کا بعض ان کے بعض کے ساتھ وعدہ نہیں کرتا ہے مگر دھوکے کا (۴۰)

مفردات کی وضاحت: لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ ان پر دوسری موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، يَصْطَرِخُوْنَ وہ مدد کے حصول کے لئے چیخیں گے، نُعَمِّرْكُمْ ہم تمہیں مہلت دیں گے، بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وہ عقائد اور خیالات جو دلوں میں جنم لیتے ہیں، خَلٰٓئِفَ کا واحد خلیفہ ہے اس شخص پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو اپنے سے گذشتہ شخص کا قائم مقام ہو، مَقْتًا ناراضگی۔

تشریح: سعادت مند نیکوکار لوگوں کے تذکرہ کے بعد بدنصیب فاسق فاجر لوگوں کا بیان ہو رہا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کا

انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلایا بلاشبہ ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے جو بھڑک رہی ہوگی یہ انکے کفر کی مکمل سزا ہے کہ ان پر موت طاری نہ ہوگی کہ انہیں دوزخ کے عذاب سے راحت حاصل ہو اور ان سے عذاب میں تخفیف واقع نہ ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ بھڑکتی ہوئی آگ میں رہیں گے ہرگز انقطاع نہیں ہوگا ایک دوسرے مقام پر وارد ہے جب آگ ذرا ہلکی ہو جائیگی تو ہم اسکو مزید مشتعل کریں گے اس طرح کے شدید گھبراہٹ ناک عذاب کیساتھ ہم ہر اس شخص کو سزا دیں گے جو کفر اور نافرمانی میں مبالغہ کی حد تک پہنچ چکا ہوگا جبکہ دوزخی لوگ دوزخ میں چیخیں گے اور نہایت بلند آواز نکالتے ہوئے مدد طلب کریں گے اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں دوزخ سے باہر نکالیں اور ہمیں دنیا میں لوٹا دیں ہم اعمال صالحہ کریں گے جو ہمیں آپکے قریب کردیں گے وہ عمل نہیں کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں، مقصود یہ ہے کہ ہم کفر کے بدلے میں ایمان لائیں گے اور نافرمانی کی بجائے اطاعت کریں گے اور پیغمبروں کے احکام کو تسلیم کریں گے ہم پہلے برے اعمال کرتے رہے ہمیں ان پر افسوس اور ندامت ہے اب ہم اس طرح کے اعمال نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے انکے مطالبہ کا جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں دنیوی زندگی میں طویل عمریں عطا نہیں کیں تھیں اس مدت میں نصیحت حاصل کرنیوالے نصیحت حاصل کر سکتے تھے تو تم نے اس عرصہ میں کیا کیا اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اب تم مزید زندگی طلب کر رہے ہو، حدیث میں وارد ہے اللہ اس شخص کو معذور گردانتا ہے جس کی زندگی کو اللہ نے مؤخر کر دیا یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال تک زندہ رہا۔[1]

مزید برآں تمہارے پاس ڈرانے والے پیغمبر محمد ﷺ تشریف لائے جنہیں قیامت کے وقوع سے پہلے مبعوث فرمایا یا ڈرانے والے سے مقصود بڑھاپا ہے کہ تمہارے سر کے بال سفید ہو گئے تھے انہوں نے تمہیں موت سے خوفزدہ کیا لیکن تم باز نہ آئے اب تم عذاب کا مزہ چکھو آج ہرگز کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے جو تمہیں اللہ کے عذاب سے نجات دلائے اور انہیں ظالم لوگ کہہ کر ذکر کیا کہ انکے ظلم کے باعث ان پر عذاب مسلط کیا گیا اب انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نجات نہیں دلا سکتا ہے اور ہرگز کوئی انکی مدد کرنیوالا بھی نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اللہ کی ذات جس کے علم نے کائنات کے مخفی خزانوں کا احاطہ کیا ہوا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اللہ کی ذات پر ان کی ہرگز کوئی کیفیت مخفی نہیں ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو سینوں میں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے حواس ظاہرہ حواس باطنہ بلکہ وسوسہ اور خیالات جو دلوں میں جنم لیتے ہیں ان سے بھی آگاہ ہے تو پھر وہ کس طرح ظاہری اعمال سے بے خبر ہو سکتا ہے، مفسرین وضاحت کرتے ہیں یہ جملہ پہلے جملہ کے مفہوم کی تاکید کر رہا ہے پہلے جملہ میں کفار کے لئے دوزخ کے عذاب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے اس لئے کہ اللہ کے علم میں یہ ہے کہ اس کافر کے دل میں کفر راسخ ہو چکا ہے اس کا کفر دنیوی زندگی میں اس کے ساتھ رہے گا وہ ہرگز اللہ کی ذات پر ایمان نہیں لائے گا اور نہ اللہ کی عبادت کرے گا چنانچہ اس کے لئے ہمیشہ کا عذاب اس کے اس کفر کے باعث ہے جو ہمیشہ سے ہے ہرگز ظلم روا نہیں رکھتا آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کو علم ہے کہ اگر وہ تمہیں دنیوی زندگی میں لوٹائے گا تو پھر بھی تم نے اعمال صالحہ نہیں کرنے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾[2] ''اگر انہیں دنیا میں واپس بھی کر دیا جائے تو وہ وہی کام کریں گے جن سے انہیں روکا گیا تھا''

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ: اے لوگو! اللہ نے تمہیں عادیوں ثمودیوں اور تم سے پہلی امتوں کا تمہیں خلیفہ بنایا ہے تم ان کے گھروں میں عرصہ دراز تک بود و باش رکھے ہوئے ہو تو جس نے اللہ کی ذات کا انکار کیا اس پر اس کے کفر کا وبال ہے وہ خود ہی

[1] مسند احمد ۲/۲۷۵، تفسیر ابن کثیر ۳/۸۸۹ [2] الانعام: ۲۸

کونقصان پہنچا رہا ہے اور ان کو مزید اللہ کی رحمت سے دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے زبردست ناراض ہوں گے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ: آپ انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں کہ تم مجھے بتاؤ کہ یہ شرکاء کس طرح الوہیت کے مقام پر براجمان ہیں اور اللہ کے شریک ہیں؟ انہیں کہاں سے یہ استحقاق ملا ہے کہ وہ عبادت کے لائق ہیں یعنی ان کی عبادت کی جائے تم مجھے بتاؤ انہوں نے زمین میں کس مخلوق کو پیدا کیا ہے؟ کہ تم اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ان کی عبادت میں مشغول ہو، کیا آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں انہیں اللہ کی ذات کے ساتھ شرکت حاصل ہے کہ تم ان کی عبادت میں مشغول ہو وہ کیسے عبادت کے مستحق ہیں یا آسمانوں کی تخلیق میں انہیں شرکت حاصل ہے اس لحاظ سے ان کو اللہ کی الوہیت میں شرکت عطا کی گئی ہے یا ہم نے ان پر کسی کتاب کو اتارا ہے جو بتا رہی ہے کہ یہ اللہ کے شریک ہیں تب تو وہ بصیرت پر ہیں اور بتوں کی عبادت میں ان کے پاس دلیل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ان کو اپنا معبود بنایا ان میں جو لیڈر قسم کے لوگ ہیں انہوں نے اپنے پیروکاروں کو گمراہ کر دیا ہے کہ بت ان کی سفارش کریں گے جب کہ یہ دھوکہ ہے، جھوٹ ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہے جب کہ دراصل گمراہی کا سبب یہ ہے کہ پہلے لوگوں نے بعد میں آنے والوں کو گمراہ کیا اور معاشرہ میں اونچے لوگوں نے اپنے ماتحت لوگوں کو اس جانب متوجہ کیا کہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ج وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ ط اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ اَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ ج فَلَمَّا جَآءَھُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَھُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ نِ اسْتِکْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَکْرَ السَّیِّیءِ ط وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیءُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ ط فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ ج فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ج وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَکَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّۃً ط وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ط اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ ع

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اس سے روکا ہوا ہے کہ وہ دونوں اپنی جگہ سے زائل ہوں اور اگر وہ دونوں اپنی جگہ سے زائل ہوں گے تو ان کو کوئی بھی اللہ کے بعد روک نہ سکے گا، بلاشبہ اللہ بردبار ہے معاف کرنے والا ہے (۴۱) اور انہوں نے اللہ کی مضبوط قسمیں اٹھائی ہیں کہ اگر ان کے بعد کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت والے ہوں گے پس جب ان کے ہاں ڈرانے والا آیا تو اس نے انہیں نہیں زیادہ کیا مگر نفرت میں (۴۲) زمین میں سرکشی اور بری سوچ کے باعث جب کہ بری سوچ کا وبال نہیں گھراؤ کرتا ہے مگر اس کا جو اس کا

اہل ہے پس یہ انتظار نہیں کرتے ہیں مگر پہلے لوگوں کی سزا کے انداز کا پس تو اللہ کے آئین میں تبدیلی کو نہیں پائے گا اور تو ہرگز اللہ کے قانون میں تغیر کو نہیں پائے گا (۴۳) کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر نہیں رہے ہیں تا کہ وہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان سے قوت میں زیادہ تھے اور اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ہے آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلاشبہ اللہ جانتا ہے قدرت والا ہے (۴۴) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے کی سزا میں پکڑ لیتا تو زمین کی سطح پر کسی جانور کو نہ چھوڑتا البتہ ان کو مقرر وقت تک موقوف رکھتا ہے تو جب ان کے پاس ان کا وقت آجائے گا تو بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے (۴۵)

مفردات کی وضاحت: اَنْ تَزُوْلَا آسمان، زمین اپنی جگہ سے زائل ہو جائیں ان پر اضطرابی کیفیت طاری ہو، جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ پختہ قسمیں، قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ ''اور بری چال کا وبال اپنی چال والوں پر پڑتا ہے'' حَاقَ گھیر لیا، نازل ہوا، احاطہ کر لیا لپیٹ میں لے لیا کہا جاتا ہے، اَلْمَكْرُ حَائِقٌ بِاَهْلِهٖ ''مکر مکاروں کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے'' اَلْحِيْقُ برائی کا خمیازہ، وبال قرآن حکیم میں ہے ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ ''اور بری چال کا وبال انہی چال والوں پر ہوتا ہے'' کفار مکہ کی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ کاش ہم میں کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور ہم بنی اسرائیل سے بر بنائے فخر یہ کہہ سکیں کہ تم میں اتنے انبیاء آئے لیکن تمہیں توفیق نہ ہوئی کہ انکے سامنے سر تسلیم خم کرو ہمیں دیکھو کہ ہم میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا اور ہم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس پر ایمان لے آئے ناشکری اور نافرمانی کا یہ منظر بھی دیدنی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا پیغمبر سچ مچ ان میں انکی آرزو کے مطابق آ ہی گیا تو نہ صرف ان لوگوں نے اس کو ماننے سے انکار کیا بلکہ الٹا اسکے خلاف مکارانہ سازشوں کا جال بچھا دیا اور مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی قرآن کی اس آیت میں اس درخشاں حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ مکر و فریب کی کوئی چال حق اور سچائی کے مقابلے میں کامیاب ہونے والی نہیں حق بہر حال کامران و سرخرو ہوتا ہے اور باطل کا خمیازہ بالآخر ان ہی لوگوں کو بھگتنا پڑتا ہے جو اسکی سرپرستی کرتے ہیں۔[1]

بلاغت: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ تبدیل سے مقصود کسی چیز کو اس سے بدلنا جس پر وہ تھی لیکن اس کا مادہ باقی رہے جب کہ تحویل سے مقصود کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے تو کیسے یہ کہا ہے جب کہ اللہ کی سنت میں تبدیلی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیرنا بھی نہیں ہے؟

اول سے مقصود یہ ہے کہ عذاب کو اس کے سوا کے ساتھ تبدیل نہیں کیا جا سکتا جب کہ دوسری صورت سے مقصود یہ ہے کہ عذاب کو اس کے مستحقین سے پھیرا نہیں جا سکتا کہ ان کے سوا کی جانب لے جایا جائے اور اس مقام میں دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے، مقصود اس شخص کو خبردار کرنا ہے جو برائی کا مرتکب ہے اس کے مکر کو قبیح گردانا جا رہا ہے ارشاد ربانی ہے ﴿وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ ''برا مکر گھیرا نہیں ڈالتا ہے مگر ان کا جو اس کے مستحق ہوتے ہیں''[2]

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل کا ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عجیب حکمت کے پیش نظر آسمانوں اور زمین کو زوال پذیر ہونے سے روکا ہوا ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں وضاحت ہے اللہ پاک فرماتے ہیں

---

[1] لسان القرآن ص ۵۶۲ [2] فتح الرحمن ص ۴۷۰

﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (الحج: ۶۵) ''اور اس نے آسمان کو روک رکھا ہے کہ وہ زمین پر گرے البتہ اللہ پاک کی اجازت کے ساتھ'' اس سلسلہ میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ان کے معبود آسمانوں اور زمین سے کسی چیز کی تخلیق پر قدرت نہیں رکھتے ہیں تو واضح کیا کہ ان دونوں کا خالق اور ان دونوں کو قائم رکھنے والی ذات اللہ کی ذات ہے کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کو وجود عطا نہ کرے اور اس کی بقاء بھی اللہ پاک کی ذات کے ساتھ معلق ہے کہ وہ کب تک اس کو بقاء عطا کرتا ہے اگر چہ بالفرض آسمانوں، زمین اپنی جگہوں سے اِدھر اُدھر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی ان کو روک نہیں سکتا ہے ان دونوں کا قیام ایک اللہ پاک کی قدرت کے سبب ہے جو ہر چیز پر غالب ہے بلاشبہ اللہ کی ذات علم کے وصف کے ساتھ موصوف ہے وہ کفار کو عذاب میں گرفتار کرنے کے بارے میں جلدی نہیں کرتا ہے اگر چہ وہ عذاب کے مستحق ہوتے ہیں مزید اللہ تعالیٰ کی ذات وسیع مغفرت اور رحمت کے ساتھ موصوف ہے جب کوئی شخص تائب ہو کر بارگاہ الٰہی کی جانب رجوع کرتا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ: مشرک لوگ پختگی کے ساتھ اللہ کی ذات کی قسم اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ کی ذات کی قسم اٹھانے کا معاملہ تب کرتے تھے جب اس کام میں پختگی کا مقصد ہوتا ہے جب کہ عام حالات میں وہ اپنے معبودوں اور باپوں کی قسمیں اٹھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی پیغمبر آیا جس نے انہیں اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کیا تو وہ سب لوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ امت کی حیثیت میں پہچانے جائیں گے، امام ابوالسعود وضاحت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش کو پیغام پہنچا کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تو قریش نے کہا یہودیوں عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو ان کے پاس پیغمبر آئے انہوں نے ان کو جھوٹا قرار دیا اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا تو ہم یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر لوگوں سے زیادہ ہدایت والے ہوں گے لیکن جب ان کے پاس محمد ﷺ تشریف لائے جب کہ وہ سبھی پیغمبروں سے اشرف اور افضل تھے تو آپ کی آمد پر وہ راہ ہدایت سے دور ہو گئے اور بھاگ گئے انہوں نے حق وصداقت کی پیروی سے انکار کیا اور بھاگ نکلے ان کا بھاگنا حق وصداقت سے خود کو دور کرنا تھا اور کبر ونخوت نے انہیں اطاعت سے روک دیا اور پیغمبر اور ایمان داروں کے بارے میں انہوں نے فریب سے کام لیا تا کہ کمزور ایمان والوں کو حق وصداقت کی جانب رواں دواں رہنے سے روکیں وہ اللہ کے پیغمبر کے خلاف دھوکہ بازی اور مکر وفریب پر اتر آئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے واضح کیا کہ مکر کے وبال کی لپیٹ میں وہی لوگ گرفتار ہوں گے جو مکر وفریب کرنے والے ہیں مشہور مثال ہے جو شخص اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گرتا ہے۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ: مشرک لوگ تو اللہ پاک کی سنت کا انتظار کر رہے ہیں اللہ کی جو عادت پہلی امتوں کے بارے میں گزری ہے کہ جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان پر عذاب کو اتارا اور انہیں تباہ وبرباد کر دیا اللہ کی اس سنت میں تبدیلی ممکن نہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا: کیا یہ لوگ سفر نہیں کرتے ہیں اور تباہ شدہ بستیوں پر ان کا گزر نہیں ہوتا ہے ان کے کھنڈرات کا مشاہدہ نہیں کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ پاک نے انہیں تباہ وبرباد کیا جب کہ وہ لوگ مکہ شہر کے باشندوں سے جسمانی قوت میں زیادہ تھے ان کے پاس مال ودولت بھی زیادہ تھی اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو کوئی چیز عجز ودرماندگی سے ہم کنار نہیں کر سکتی اللہ کا علم اور اس کی قدرت بے مثال ہے اس کو سبھی مخلوق کے کوائف کا علم ہے اور وہ نافرمان لوگوں سے انتقام لینے پر

بھی قادر ہے، اس کے بعد اللہ پاک کی رحمت اس کے وصف حلم کو واضح کرنا مقصود ہے کہ یہ لوگ سفر پر روانہ ہوتے ہیں اور تباہ شدہ بستیوں پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ ان کے تباہ شدہ کھنڈرات کا ملاحظہ کرتے ہیں جب کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو سچا تسلیم نہ کیا ان کی مخالفت پر جمے رہے تو وہ اللہ کے عذاب کی گرفت میں آ گئے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے انہیں کچھ وقت تک مہلت عطا کرتا ہے ان پر جلد عذاب نہیں لاتا لیکن جب ان کی موت کا وقت آن پہنچے گا تو ان کے اعمال کے مطابق انہیں بدلہ دیا جائے گا اچھے کاموں کا بدلہ اچھا اور برے کاموں کا بدلہ برا ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام حالات اور کوائف کا علم ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ کون عذاب کا مستحق ہے اور کون شخص ہے جو اس لائق ہے کہ اس کی توقیر کی جائے اور اسے انعامات سے نوازا جائے، نتیجہ یہ ہے کہ اس آیت میں جرم کرنے والوں کو ڈانٹ پلائی گئی ہے اور پرہیز گاروں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں جنت میں ٹھکانہ ملے گا ہر قسم کی نعمتوں سے وہ شادکام ہوں گے۔

مقدمہ سورت یٰسٓ

سورت یٰس کا شمار مکی سورتوں میں ہے یہ سورت تین بنیادی مقاصد کو سموئے ہوئے ہے، قیامت کے دن پر ایمان رکھنا، بستی والوں کا واقعہ اور دونوں جہانوں کے پروردگار کی وحدانیت پر دلائل، اس سورت کے آغاز میں عظمتوں والے قرآن پاک کی قسم اٹھائی گئی ہے کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا رہا اور آپ اللہ کی جانب سے سچے پیغمبر ہیں، بعدازاں قریش کفار کا تذکرہ ہے جو گمراہی میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے مزید برآں انہوں نے سید الرسل محمد بن عبداللہ ﷺ کو جھوٹا قرار دیا تو وہ عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے، بعدازاں انطاکیہ بستی والوں کا واقعہ ہے جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا انہیں خوفزدہ کیا گیا کہ وحی کے جھٹلانے کا نتیجہ کس قدر خوفناک ہوتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کے واقعات کو عبرت و موعظت کیلئے بیان کیا گیا ہے اور حبیب نجار داعی کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کس قدر استقامت اور پامردی کیساتھ انہوں نے اپنی قوم کی خیر خواہی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن قوم نے نہ صرف یہ کہ ان کی باتوں کی جانب کچھ التفات نہ کیا بلکہ نہایت سرکشی اور تمرد کے عالم میں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت الفردوس میں ٹھکانہ عطا کیا اور مجرموں کو کچھ مہلت نہ دی ایک زوردار چیخ کے باعث انہیں ہلاک کر دیا، مزید برآں اس سورۃ میں اللہ کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل کو پیش کیا گیا ہے جو کائنات میں پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ آغاز میں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کس طرح بے آب و گیاہ خشک زمین میں زندگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں مزید تاریک راتوں کے مناظر کہ اندھیرا اس قدر چھایا ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ دکھائی نہیں دیتا ہے اس دوران اللہ کی قدرت کے باعث سورج کی شعاعوں سے عالم دنیا جگمگا اٹھتا ہے چاندنی راتوں میں چاند کی روشنی میں کس قدر کشش اور سکون کارفرما ہوتا ہے، بعدازاں نوح علیہ السلام کی کشتی کا تذکرہ ہے جس میں پہلے انسان کی اولاد سوار تھی یہ سب اللہ کی قدرت کے دلائل ہیں جو عبرتناک بھی ہیں اور خوش کن بھی ہیں، مزید قیامت کے احوال کا تذکرہ ہے اس کی خوفناکیوں کو اجاگر کیا گیا ہے مزید نفخہ ثانیہ کا تذکرہ ہے جس کے باعث لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا جنتیوں اور دوزخیوں کا بیان ہے یہاں تک کہ پاکباز لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور بدبخت لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے جب کہ سورت کے آخر میں ایک بنیادی موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے جب سب لوگوں کو حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔ (صفوة التفاسير القسم الثالث عشر ص ۴۳)

اٰيَاتُهَا: ٨٣　٣٦ سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ ٤١　رُكُوْعَاتُهَا: ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

یٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ
الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى
اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ
﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ
وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ
نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۟ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ ع

ترجمہ: یٰسٓ (۱) قرآن حکمت والے کی قسم (۲) بلاشبہ آپ پیغمبروں سے ہیں (۳) سیدھے راستہ پر ہیں (۴) اس ذات کی جانب سے اتارنا ہے جو غالب مہربان ہے (۵) تا کہ تو ایسی قوم کو ڈرائے کہ جن کے باپوں کو ڈرایا نہیں گیا ہے پس وہ غافل ہیں (۶) بلاشبہ عذاب کا وعدہ ان میں سے اکثر پر ثابت ہو چکا ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے (۷) بلاشبہ ہم نے ان کی گردن میں طوق ڈال دیئے جبکہ طوق ٹھوڑی تک ہیں تو ان کے سر اونچے کئے گئے ہیں (۸) اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار بنادی ہے پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے چنانچہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں (۹) اور ان پر برابر ہے کہ تو انہیں ڈرائے یا ان کو نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے (۱۰) سوائے اس کے نہیں کہ تو اس شخص کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے غائبانہ ڈرتا ہے پس تو اس کو بخشش اور باعزت مزدوری کی خوشخبری دے (۱۱) بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم تحریر کر رہے ہیں جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا اور ان کے اقدامات کے نشانات کو بھی اور ہم نے ہر چیز کو واضح کتاب میں شمار کیا ہے (۱۲)

مفردات کی وضاحت: اَغْلٰلًا کا واحد غُلٌّ ہے وہ زنجیر جس کے ساتھ ہاتھ کو گردن کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے، مُقْمَحٌ وہ شخص جو سر کو اونچا رکھتا ہے اور نظر کو نیچا رکھتا ہے۔

بلاغت: (۱) ارشاد ربانی ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ میں استعارہ تمثیلیہ ہے کہ ان کا کفر پر اڑے رہنا اور انہیں اس سے ہٹانے کے لئے کسی راہ کو نہ پانا اس لحاظ سے انہیں ان لوگوں کی مانند دکھایا گیا ہے جن کے گلوں میں طوق پہنے ہوئے ہیں ان کے

سراو نچے ہیں کہ وہ حق وصداقت کی جانب دھیان ہی نہیں کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو اس کی جانب پھیرتے ہی نہیں، بلکہ اپنے سروں کو نیچا بھی نہیں کر سکتے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو رکاوٹوں کے درمیان ہیں نہ آگے دیکھ سکتے ہیں نہ پیچھے وہ تو اللہ کی آیات میں غور کرنے سے اندھے ہیں، (۲) ﴿وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا﴾ اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے جن کا دو خوفناک رکاوٹوں نے احاطہ کر رکھا ہے انہوں نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپا ہوا ہے وہ جہالت میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں آیات میں غور کرنے سے روکا گیا ہے گویا کہ وہ محروم ہیں نہ دور گذشتہ کی جانب توجہ کر سکتے ہیں نہ مستقبل کی جانب ان کی توجہ ہے وہ تو اندھیرے میں ہیں کسی جانب سے روشنی کی کرن نظر نہیں آتی ہے۔

تشریح: یٰسٓ بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات ہیں چنانچہ یٰسٓ کا شمار بھی حروف مقطعات سے ہے، ذہن نشین کریں سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کا ذکر اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ قرآن پاک میں اعجاز کا وصف موجود ہے اور قرآن پاک کو حروف تہجی سے مرکب کیا گیا ہے جب کہ قرآن پاک کا نظم نہ صرف یہ کہ عجب ہے بلکہ بلاغت کے ایسے مقام پر اس کو رسائی حاصل ہے کہ اس میں اعجاز کا وصف کارفرما ہے، دراصل یہ علامت ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے اتاری گئی ہے، بعض مفسرین نے یٰسٓ کو نبی ﷺ کا نام قرار دیا ہے اسی لئے اس کے بعد آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ آپ کا شمار اللہ کے پیغمبروں میں سے ہے بعض نے اس کا مفہوم سید البشر بتایا ہے، قرآن پاک کا وصف حکیم ذکر ہوا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ قرآن پاک محکم کتاب ہے اس میں تبدیلی راہ نہیں پا سکتی ہے اور نہ اس میں تناقض ہے، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے نظم اور معانی میں پختگی موجود ہے اس میں ہرگز خلل اثر انداز نہیں ہو سکے گا اور اس کی ترتیب میں اعجاز کارفرما ہے نہایت عمدہ حکمتوں پر مشتمل ہے بلاغت کے اونچے مقام پر اس کی رسائی ہے، دراصل قرآن پاک کی قسم اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے آگاہ فرما رہے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں مخلوق کی ہدایت کے لئے ان کو مبعوث کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں قریش قبیلہ کے کفار نے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ پیغمبر نہیں ہیں اللہ نے آپ کو ہماری جانب پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا ہے اس کے جواب میں اللہ پاک قرآن پاک کی قسم اٹھاتے ہوئے آگاہ فرما رہے ہیں کہ اے محمد ﷺ! یقیناً آپ کا شمار پیغمبروں میں سے ہے آپ صراط مستقیم پر رواں دواں ہیں جس میں ہرگز ٹیڑھا پن نہیں ہے آپ دین اسلام پر ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں کا دین تھا جنہوں نے توحید کا پرچار کیا آپ پر اس قرآن کو اللہ نے اتارا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ وہ اپنی بادشاہت کے لحاظ سے غالب ہے البتہ اپنی مخلوق پر رحم فرمانے والا ہے آپ کو مخاطب فرما کر حکم دیا جا رہا ہے کہ اے محمد! ﷺ آپ اس قرآن کے ساتھ عرب کے لوگوں کو خوف زدہ کریں جن کے پاس نہ کوئی پیغمبر آیا نہ ان کے لئے کوئی کتاب نازل ہوئی دراصل وحی کے نہ اترنے کا عرصہ طویل رہا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے درمیان خلا رہا ہے، جب کہ مقصود ان کو اللہ کے عذاب سے خوفزدہ کرنا طویل عرصہ گزرنے کے باعث وہ ہدایت اور ایمان سے غافل ہو چکے ہیں وہ شرک کے گڑھے میں مستغرق ہیں بتوں کی عبادت میں مصروف ہیں۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ: اس آیت میں اس حقیقت کو قسم اٹھا کر نمایاں کیا ہے کہ ان مشرکین میں سے اکثر پر دوزخ کا عذاب لازم ہو چکا ہے جب کہ انہوں نے کفر پر اصرار کیا اور عذاب الٰہی کے ڈرانے سے انہوں نے کچھ اثر نہ لیا اس بنا پر آپ نے

اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے آگاہ کیا کہ ان مشرکین میں سے اکثر لوگوں پر دوزخ کا عذاب لازم ہو چکا ہے کہ وہ وعظ ونصیحت سے ہرگز متاثر نہیں ہوں گے اور آپ کی نبوت کو تسلیم نہیں کریں گے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا: مشرکین کی گمراہی کی تصویر کشی کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ ان کی گمراہی کے باعث ہم نے ان کی کیفیت کو اس شخص کی طرح بنا دیا ہے جس کے ہاتھ میں ہتھ کڑی ہے اور اس کے ہاتھ کو گردن کی جانب اونچا کر کے باندھا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس شخص کا سر اونچا ہی رہے گا نیچے نہیں ہو سکے گا، صاحب جلالین وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل کی صورت ہے مقصود یہ ہے کہ ان کے ایمان میں یقین کار فرما ہے اور نہ ایمان کی بنیاد پر وہ اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو جن پر بدنصیبی کو لازم قرار دیا ہے وہ اس شخص کی مانند ہیں جن کی گردن میں طوق ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ اکٹھا کر دیا ہے وہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہیں تو جب وہ اپنا سر اونچا کرتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کا سر اونچا رہتا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہیں لیکن گردن میں طوق کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے دونوں ہاتھوں کا ذکر نہیں ہے اس لئے کہ طوق اس وقت معلوم کیا جاتا ہے جب دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ ملے ہوئے ہوں، ابوالسعود وضاحت کرتے ہیں ان کی کیفیت کی مثال ان لوگوں کی کیفیت جیسی ہے جن کی گردنوں میں طوق ڈالے ہوئے ہوں اس حالت میں کہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہوں تو وہ ان کو حق کی جانب التفات نہیں کرنے دیں گے اور نہ ان کی گردنوں کو اس کی جانب پھرنے دیں گے اور نہ ان کے سروں کو نیچا کرنے دیں گے انہوں نے اپنی نگاہوں کو بلند کیا ہوگا اس طرح کہ قریب نہیں کہ وہ حق کو دیکھ پائیں یا حق کی جانب نظر اٹھائیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا: یہ آیت ذکر کردہ تمثیل کا تتمہ ہے بلکہ اس کی تکمیل ہے کہ ہم نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی ہے تو ہم نے ان دونوں کے ساتھ ان کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا ہوگا اس وجہ سے وہ بالکل بھی نہ دیکھ سکیں گے جب کہ وہ دو خوفناک رکاوٹوں کے درمیان محصور ہوں گے اس میں ان کی انتہا درجہ کی گھبراہٹ ناک کیفیت کا بیان ہے مزید برآں وہ گمراہی اور جہالتوں کے بھنور میں گرفتار ہوں گے دلائل اور آیات کی جانب نظر اٹھانے سے محروم ہوں گے۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ سب ان پر ایمان کے راستوں کو مسدود کرنے کی مثال ہے اس شخص کیساتھ جس پر سب راستے بند ہو جائیں تو وہ اپنے مقصود کی جانب راہ نمائی حاصل نہیں کرتا ہے، اے محمد (ﷺ)! ان کے نزدیک تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے اس لئے کہ جس شخص کی عقل پر گمراہی کا سایہ خیمہ زن ہے اور تند وتیز سرکشی کی شہوتوں نے اس کے دل میں گھونسلا بنا لیا ہے اس کو تند وتیز انداز کے جملے اور ڈانٹ پلانے والی جوشیلی دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی ہیں جب کہ وہ اس وجہ سے ایمان قبول نہیں کریں گے ظاہر ہے کہ ڈرانے سے مردہ دلوں میں زندگی کی رمق نہیں آ سکتی، البتہ زندہ دل کو بیدار کر سکتا ہے جس میں ایمان قبول کرنے کی استعداد ہو اور اس میں نبی ﷺ کو صبر دلانا مقصود ہے اور ان کے دلوں میں جو سرکشی اور بغاوت لپٹی ہوئی ہے اس کو دور کرنا ہے، اے محمد (ﷺ)! بلاشبہ آپ کا ڈرانا ان لوگوں کو فائدہ عطا کرے گا جو قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہے اور قرآن پاک کے مشمولات کے مطابق عملی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ کی ذات کی عدم رؤیت کے باوجود اللہ سے خائف رہتے ہیں جو رحمٰن کے وصف کے ساتھ موصوف ہے، ابوحیان بیان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی ذات کے وصف رحمٰن کو اپنے دل میں اجاگر کرے جب کہ وصف رحمت امید کی جانب مائل کرتی ہے البتہ

اللہ کے وصف رحمت کے علم کے باوجود اللہ کی ذات سے خائف رہے جو بزرگ برتر اور بلند ہے ہمیشہ خوفزدہ رہے کہ کہیں اللہ اس سے اپنے انعامات کو چھین نہ لے بالخصوص تنہائی میں خائف رہے جب کہ تنہائی میں ایمان کا جذبہ قدرے خوابیدہ ہوتا ہے۔

جو شخص ڈرانے کے باعث فائدہ حاصل کرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ اے محمد (ﷺ)! اس کو اللہ کی جانب سے خوش خبری عطا کریں کہ اللہ کی ذات بہت بڑی بخشش کے باعث اس کے گناہوں کو معاف کر دے گی اور اخروی زندگی میں اسے عظیم ثواب سے نوازے گی ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ اجر کریم سے مقصود اخروی زندگی میں نعمتوں والی جنات میں رہائش عطا فرمائے گا۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ: رسالت کے تذکرہ کے بعد قیامت کے دن اٹھائے جانے کا بیان ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: کہ ہم مُردوں کو قبروں سے اٹھائیں گے ان کا محاسبہ ہوگا اور انہیں جزا سزا کے عمل سے گزارا جائے گا جبکہ ہم ان کے اچھے اور برے اعمال کو تحریر کر رہے ہیں بلکہ ان کے مساجد کی جانب چل کر جانے کے آثار کو بھی تحریر کر رہے ہیں، حدیث میں وارد ہے بنوسلمہ قبیلہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب جگہ میں منتقل ہوں آپ کو اس کے بارے میں اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بنوسلمہ کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ تم اپنے گھروں میں اقامت اختیار رکھو تمہارے قدموں کے نشانات کو نامہ اعمال میں تحریر کیا جائے گا اس پر ثواب حاصل ہوگا جب انہوں نے اس بشارت کو سنا تو انہوں نے کہا ہمیں ہرگز پسند نہیں کہ ہمیں تبدیلی میسر آئے۔[1]

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ اِذْ جَآءَھَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور ان کے لئے بستی والوں کا واقعہ بیان کریں جب ان کے ہاں پیغمبر آئے (۱۳) اس وقت ہم نے ان کی جانب دو اشخاص کو بھیجا تو انہوں نے ان دونوں کو جھوٹا قرار دیا تو ہم نے ان کی تیسرے کے ساتھ قوت عطا کی ان تینوں نے کہا بلاشبہ ہم تمہاری جانب بھیجے گئے ہیں (۱۴) بستی والوں نے کہا تم تو نہیں ہو مگر ہمارے جیسے انسان ہو اور اللہ نے کسی چیز کو نہیں اتارا ہے تم نہیں ہو مگر جھوٹ کہہ رہے ہو (۱۵) انہوں نے کہا ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم تمہاری جانب بھیجے گئے ہیں (۱۶) اور ہم پر نہیں ہے مگر ظاہر پہنچانا ہے (۱۷) انہوں نے کہا ہم یقیناً تمہارے ساتھ بدشگونی پکڑتے ہیں اگر تم نہ رکے تو ہم تمہیں رجم کر دیں گے اور تمہیں ہماری جانب سے دردناک عذاب پہنچے

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب ۵۱، مسند احمد ۳۳۲/۳، صفوۃ التفاسیر القسم الثالث ۴۶-۴۵

گا(۱۸) انہوں نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے اگر تمہیں بدشگونی پر نصیحت کی گئی ہے بلکہ تم حد سے گزرے ہوئے ہو(۱۹) اور شہر کے دور کے محلّہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا اے میری قوم! تم پیغمبروں کی پیروی کرو(۲۰) تم اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے کچھ مزدوری طلب نہیں کرتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں(۲۱)

مفردات کی وضاحت: ضرب المثل سے مقصود یہ ہے کہ کسی عجیب وغریب حالت کو کسی دوسری اس جیسی حالت کیساتھ تشبیہ دینا اور کبھی کسی کی عجیب وغریب حالت کو ذکر کرنا اور لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرنا جبکہ مقصود تشبیہ نہیں ہے جیسے ﴿ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ﴾(ابراھیم:۴۵) ''ہم نے تمہارے لئے تمثیلات کو بیان کیا ہے'' اَلْقَرْيَةُ سے مقصود انطاکیہ بستی ہے، مُرْسَلُوْنَ سے مقصود عیسیٰ علیہ السلام کے رفقاء حواری لوگ، تَطَيَّرْنَا ہم نحوست پکڑتے ہیں، طَائِرُكُمْ تمہاری نحوست کا سبب اصل بات یہ ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو درختوں سے اڑاتے اگر پرندے دائیں جانب اڑان اختیار کرتے تو اس کو بابرکت قرار دیتے لیکن اگر پرندے بائیں جانب اڑان کرتے تو اس کو منحوس جانتے تھے جبکہ اسلام نے اس کو کالعدم قرار دیا ہے، خامدون فوت ہوچکے ہیں ان میں حرکت نہیں ہے جیسا کہ آگ جب بجھ جاتی ہے تو اس کیلئے بھی لفظ خُمُوْدٌ کا استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے انطاکیہ بستی والوں کا واقعہ بیان کیا ہے جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے زبردست چیخ کی آواز کو مسلط کردیا جس سے وہ تباہ وبرباد ہوگئے، چنانچہ فرمایا ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ﴾ اے محمد (ﷺ)! آپ اپنی قوم کے سامنے انطاکیہ بستی والوں کا واقعہ بیان کریں اس لئے کہ وہ واقعہ عجیب وغریب ہے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جب ان کے پاس ہمارے بھیجے گئے پیغمبر پہنچے جن کو ہم نے ان کی ہدایت کے لئے بھیجا۔

علامہ قرطبیؒ کی وضاحت: سبھی مفسرین کے نزدیک اس بستی کا نام انطاکیہ بستی ہے ان کی جانب ہم نے تین پیغمبر بھیجے وہ صادق، مصدوق اور شمعون تھے، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین کو ڈرائیں کہ کہیں ان پر اس طرح کا عذاب نازل نہ ہوجائے جس طرح کا اس بستی والوں پر نازل ہوا تھا جس بستی کا نام انطاکیہ ہے جب کہ اولاً ہم نے ان کی جانب دو پیغمبر مبعوث کئے لوگوں نے ان کو فوراً بلا مہلت جھٹلایا پھر ہم نے ان دونوں کو تیسرے پیغمبر کے ساتھ قوت عطا کی تو انہوں نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہمیں تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے انہوں نے جواب دیا تم تو ہمارے جیسے انسان ہو تمہیں ہم پر کچھ فضیلت اور شرف حاصل نہیں ہے تو تعجب ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارا انتخاب کرلیا ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ تمہیں ہم پر کچھ فضیلت نہیں ہے ظاہر ہے کہ تم ہمارے جیسے انسان ہو تو تعجب ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانب وحی کی ہے اور ہماری جانب نہیں کی ہے اللہ نے کسی پر ہرگز وحی کو نہیں اتارا ہے تم جھوٹ کہہ رہے ہو جب تم خود کو پیغمبر باور کرا رہے ہو لیکن پیغمبروں نے تاکید کے ساتھ کہا اللہ کو علم ہے کہ ہمیں تمہاری جانب اللہ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے اگر ہم جھوٹ کہتے ہیں تو اللہ ہم سے جھوٹ کا بدلہ لے گا اور ہماری ذمہ داری صرف یہ ہے کہ ہم تم تک اللہ کے پیغامات کو پہنچائیں بلکہ خوب وضاحت کریں کوئی پوشیدگی نہ رہے اگر تم ایمان کی سعادت سے ہمکنار ہوجاؤ گے تو تمہاری خوش نصیبی ہے اگر جھٹلاؤ گے تو تمہاری بدنصیبی ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ: بستی والوں نے ان سے کہا نہ صرف تم کو بلکہ تمہاری دعوت کو بھی منحوس باور کرتے ہیں جب تم ہمیں ایمان

لانے کی دعوت دے رہے ہو اور بتوں کی عبادت سے روگردانی کا حکم دے رہے ہو گویا کہ انہوں نے کہا اللہ ہمیں تمہاری دعوت سے اپنی پناہ میں رکھے، مزید برآں انہوں نے پیغمبروں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے اور تم نے توحید کی دعوت کو نہ چھوڑا اور ہمارے دین کو چھوڑے رکھا تو ہم تم کو پتھروں کے ساتھ رجم کر دیں گے یہاں تک کہ تم موت سے ہم کنار ہو جاؤ گے، مزید برآں ہم تمہیں بدترین قسم کے قتل سے موت کے گھاٹ اتاریں گے اسکے جواب میں پیغمبروں نے اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ تم میں جو نحوست ہے وہ ہماری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تمہاری وجہ سے ہے تمہاری نافرمانی اور تمہاری بدعملی کے باعث ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ: معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح تم خیال کر رہے ہو بلکہ تم تو ایسے لوگ ہو جن کی عادت نافرمانی میں حد سے تجاوز کرتے ہو گویا کہ انہیں ڈانٹ پلائی جا رہی ہے۔

وَجَآءَهُمْ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى: شہر کے دور کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس کی چال میں سرعت رفتاری نظر آ رہی تھی اس کا نام حبیب نجار تھا، علامہ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ بستی کے لوگوں نے ان کی جانب بھیجے گئے پیغمبروں کے قتل کا ارادہ کیا تو ان کے پاس شہر کے دور کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا تاکہ ان کی مدد کرے اس کا نام حبیب نجار تھا وہ ریشم کا کاروبار کرتا تھا کثرت کے ساتھ صدقہ خیرات کرتا تھا اس کا معمول تھا کہ وہ اپنی آمدن سے آدھی آمدن کو خیرات کیا کرتا تھا۔

علامہ قرطبیؒ کی وضاحت: حبیب نجار شخص کوڑھ کی بیماری میں مبتلا تھا اور اس کا گھر شہر کے دروازوں سے دور دراز دروازے کے قریب تھا وہ ستر سال سے بتوں کی عبادت میں اعتکاف اختیار کئے ہوئے تھا وہ بتوں سے دعائیں کرتا تھا شائد انہیں اس پر ترس آ جائے اور اس کی بیماری کو دور کر دیں لیکن بتوں نے اس کی دعا کو قبول نہ کیا تو جب اس نے پیغمبروں کو دیکھا انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی تو اس نے ان سے کہا کوئی نشانی ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا کریں گے جو قدرت والا ہے تو اللہ تجھ سے تیری بیماری کو دور کر دے گا اس نے کہا تمہاری بات تو عجیب مضحکہ خیز ہے میں تو ان بتوں سے ستر سال سے دعا کر رہا ہوں تاکہ یہ بیماری کو دور کریں تو وہ بیماری کو دور نہیں کر سکے ہیں تو تمہارا پروردگار ایک دن میں کیسے اس بیماری سے نجات عطا کرے گا، انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا ہمارا پروردگار جو چاہتا ہے اس پر اس کو قدرت حاصل ہے جب کہ یہ بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ تکلیف سے ہمکنار کر سکتے ہیں اس کے بعد اس نے ایمان قبول کیا اور انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی تو اللہ نے اس کی بیماری کو دور کر دیا لیکن اس کی قوم نے پیغمبروں کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ ان کے پاس بھاگتا ہوا آیا اور اس نے جو کچھ کہا اس کو قرآن نے بیان کیا ہے اس نے ببانگ دہل کہا اے لوگو! پیغمبروں کی پیروی کرو جو اللہ کی توحید کی جانب دعوت دے رہے ہیں، بعد ازاں تاکید کرتے ہوئے کہا کہ تم ان پیغمبروں کی پیروی کرو جو راست گفتار ہیں ان میں اخلاص کارفرما ہے جو تم سے کسی اجرت مزدوری کا سوال نہیں کر رہے ہیں جب کہ وہ پیغمبر ہدایت پر ہیں ان میں بصیرت موجود ہے اسی لئے وہ اللہ پاک کی توحید کی جانب تمہیں دعوت دے رہے ہیں اور ایمان لانے پر تم سے کسی مزدوری کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں جب کہ یہ لوگ ہدایت اور بصیرت پر ہیں ان کے ساتھ ملاطفت کا انداز اپناتے ہوئے گویا کہ وہ خود اپنی ذات کی خیر خواہی کر رہے ہیں اور ان کے لئے وہ کچھ پسند کرتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اس میں ایک طرح کی ڈانٹ ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور میرے لئے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی ہی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے (۲۲) کیا میں اس کے سوا معبودوں کو خدا کہوں اگر اللہ مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش مجھ سے کسی چیز کو روک نہ سکے گی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے (۲۳) یقیناً میں اس وقت ظاہر گمراہی میں ہوں گا (۲۴) بلاشبہ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں تو تم مجھ سے سنو (۲۵) اس کو کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا اس نے کہا کاش! میری قوم جانتی ہوتی (۲۶) کہ کس وجہ سے میرے پروردگار نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے ان لوگوں سے بنایا ہے جو عزت والے ہیں (۲۷)

بلاغت: ﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً﴾ اس جملہ میں استفہام سے مقصود ڈانٹ پلانا ہے کہنے والا شخص استفہامی کیفیت میں انہیں ڈانٹ پلا رہا ہے اچھا تم ہی بتاؤ! کہ میں کس طرح اللہ پاک کے سوا کو اپنا معبود بناؤں؟ مقصود یہ ہے کہ میں یہ نہیں کروں گا جب کہ سامعین کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے۔

تشریح: میرے لئے کیا رکاوٹ ہے کہ میں اپنے خالق کی عبادت نہ کروں جس نے میری تخلیق کو عجیب بنایا ہے اور موت کے بعد اسی کی جانب تمہارا لوٹنا ہے وہ ہر فرد کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً: کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کو اپنا معبود بناؤں جو نہ سن سکتا ہے نہ فائدہ عطا کر سکتا ہے، اس کے سوا معبود تو اتنے ذلیل ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش سے مجھے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا تو کیسے ان سے کسی فائدہ کی توقع ممکن ہے جب کہ وہ پتھر ہیں وہ قوت سماع نہیں رکھتے، کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ سفارش کر سکتے ہیں اور مجھے اللہ پاک کے عذاب سے تحفظ عطا نہیں کر سکتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کو معبود بناؤں بتوں کو خدا سمجھوں تو میں ظاہر خسارے میں ہوں گا اس قدر خیر خواہی اور نصیحت کے بعد وہ اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں کہ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوا ہوں جو تمہارا خالق ہے پس تم میری بات کو سنو اور میری خواہش کے مطابق عمل کرو۔

مفسرین نے وضاحت کی ہے جب اس پیغمبر نے ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں یہ باتیں کہیں اور اپنے ایمان کا اعلان کیا تو وہ اس کے خلاف یوں کود پڑے جیسا کہ وہ سب ایک شخص کی مانند ہیں اور انہوں نے اس پیغمبر کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس سے ان کی تکلیف کا ازالہ کرتا۔

علامہ طبریؒ کا قول: سب لوگ اس پر کود پڑے اور اس کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا یہاں تک کہ وہ موت سے ہم کنار ہوا جب وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ جنت میں داخل ہو جائیں آپ کی رفاقت نیکوکار شہداء کے ساتھ ہے تجھے بدلہ دیا جا رہا ہے کہ تو سچے ایمان کے وصف کے ساتھ موصوف تھا اور تو شہادت سے ہم کنار ہوا۔

عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں انہوں نے اسے پاؤں تلے روند ڈالا یہاں تک کہ اس کی انتڑیاں اس کی دبر سے باہر نکل آئیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے بشارت عطا کی کہ آپ جنت میں داخل ہو جائیں چنانچہ وہ جنت میں داخل ہو گئے، انہیں جنت میں رزق دیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیوی غموں تھکاوٹوں کمزوریوں کو ختم فرمایا ان کی زبان پر یہ کلمات تھے جب ان کا داخلہ جنت میں ہوا اور دنیوی غم ان سے دور ہو گئے تو اس نے کہا اے کاش! میری قوم کو معلوم ہو کہ میرا حال کیسا ہے؟ جب کہ میرے پروردگار نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے عزت والے لوگوں میں شامل کیا ہے، مزید برآں مجھے نعمتوں والی جنت میں داخلہ مل گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں اس نے زندگی بھر قوم کی خیر خواہی کی اور موت کے بعد بھی ان کی خیر خواہی کی، ابوالسعود بیان کرتے ہیں اس نے آرزو کی کہ اس کی قوم کو اس کی حالت کا علم ہو جائے تاکہ وہ کفر سے تائب ہو جائیں اور ایمان قبول کریں جب کہ اولیاء کرام کی یہ عادت بھی رہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے لئے بھی رحم کی دعا کرتے ہیں۔[1]

وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا
صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ ۚ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا
كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ
﴿۳۱﴾ وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾ ع وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَ
اَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَّ فَجَّرۡنَا فِيۡهَا
مِنَ الۡعُيُوۡنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاۡكُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ
خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور ہم لشکر اتارنے والے نہ تھے (۲۸) نہیں تھی ان کی سزا مگر ایک چیخ، بس اچانک وہ موت سے ہم کنار ہوئے (۲۹) ہائے افسوس بندوں پر ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا ہے مگر وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں (۳۰) کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے ہم نے ان سے پہلے کتنے لوگوں کو تباہ کیا؟ کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ ان کی جانب نہیں لوٹے ہیں (۳۱) اور کوئی جماعت نہیں ہے مگر سبھی کو ہمارے پاس حاضر کیا جائے گا (۳۲) اور ان کے لئے بے آباد زمین میں نشانی ہے کہ

[1] صفوۃ التفاسیر القسم الثالث عشر ص ۴۸-۴۹

ہم نے اس کوزندگی عطا کی اور ہم نے اس سے دانوں کو نکالا تو اس سے وہ تناول کرتے ہیں (۳۳) اور ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے اور ہم نے ان میں چشمے رواں دواں کردیئے (۳۴) تا کہ وہ اس سے تناول کریں جب کہ ان پھلوں کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا ہے کیا وہ شکریہ ادا نہیں کرتے ہیں؟ (۳۵) وہ ذات پاک ہے جس نے سب اجناس کو پیدا کیا کہ ان سے جن کو زمین اگاتی ہے اور ان انسانوں کی جنس اور ان سے جن کو وہ نہیں جانتے ہیں (۳۶)

مفردات کی وضاحت: اَلْجُنْدُ لشکر، اس مقام میں فرشتوں کا لشکر مراد ہے اس کی جمع جُنُوْدٌ ہے، معنی جمع ہونا ہے، اَلْخُمُوْدُ آگ کا بجھ جانا جب کہ اس مقام میں مقصود موت ہے، حَسْرَۃٌ فوت شدہ چیز پر غم کرنا، پشیمان ہونا، مُتَحَسِّرٌ غمزدہ شخص، زیادہ تھکاوٹ کے باعث اس کے قویٰ اس کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں، لَمَّا سے مقصود اِلَّا ہے۔

تنبیہ: قرآن پاک کے محاسن اور اس کی بلاغت جو خرق عادت کے ساتھ موصوف ہے بالخصوص واقعات میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھنا اور ان کی روح کو آشکارا کرنا، مقصود لوگوں کو نصیحت کرنا ہے اور عبرت دلانا ہے اسی لئے واقعہ بیان کرتے وقت اس میں شہر کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اس انسان کا جس نے دعوت دی اور نہ ہی مکرم پیغمبروں کا نام ذکر کیا ہے اس لئے کہ واقعہ بیان کرنے سے مقصود واقعہ بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ مقصود عبرت عطا کرنا ہوتا ہے، "ایَۃ" سے مقصود علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے، ابوالعتاہیہ شاعر کا شعر ملاحظہ کریں ؎

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ ايَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ وَاحِدُ

''کائنات کی ہر چیز میں نشانی موجود ہے جو اس حقیقت کی جانب راہ نمائی کرتی ہے کہ اللہ کی ذات ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں''

تشریح: ہم نے اس ایماندار شخص کی قوم پر جس کو اس کی قوم نے موت کے گھاٹ اتار دیا جب اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی جانب دعوت دی اور ان کی خیر خواہی کی تو اس کی موت کے بعد ہم نے آسمان سے فرشتوں کو نہیں اتارا جبکہ ان کو تو مختصر وقفہ میں موت کے گھاٹ اتار دیا ان کی ہلاکت ایک چیخ کے باعث ہوئی تو چیخ سے وہ سب مر گئے ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا انکے جسم سے حرارت (Heat) اس طرح غائب ہوگئی جس طرح آگ کی حرارت آگ بجھ جانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، سمجھ لیجئے زندہ شخص کی مثال آگ کے شعلہ کی مانند ہے اور فوت شدہ انسان کی مثال خاکستر کی ہے۔

البتہ قرآن پاک نے اس چیز کی وضاحت نہیں کی ہے کہ چیخ کی کیفیت کیا تھی اور نہ اس کی وضاحت کی ہے کہ ان پر کیسے عذاب نازل ہوا جب کہ اگر ہمیں تفصیل سے آگاہی حاصل ہو بھی جائے تو کچھ فائدہ نہیں ہے، مقصود تو بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے اس کے دوستوں کو جھٹلایا ان کی سزا تو بس ایک چیخ تھی اور چیخ کا کردار ادا کرنیوالے جبریل علیہ السلام تھے ان کی چیخ سے وہ سب ڈھیر ہو گئے ان میں حرکت (Movement) زندگی کا نام و نشان بھی نہ رہا وہ سب بجھی ہوئی آگ کی طرح خاکستر ہو گئے، مزید اس آیت میں ان کی حقارت کی جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لائق نہ سمجھا کہ ان کی ہلاکت کیلئے فرشتوں کو نازل کرتا نیز بیان کیا کہ جب حبیب نجار کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو اس کی موت پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا تو ان پر جلد عذاب کو مسلط کیا

ان کے عذاب کیلئے جبریل علیہ السلام کو مقرر کیا انہوں نے زوردار چیخ نکالی تو وہ سب ہلاک ہو گئے۔

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ: اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں پر افسوس ہے جو اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہیں مزید افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا مگر انہوں اس کو جھٹلایا اور اس کا مزاح اڑایا جب کہ مجرم لوگوں کی ہر دور اور ہر جگہ میں یہی کیفیت دیکھی گئی ہے، تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ وہ لوگ یقیناً اس لائق تھے کہ وہ اپنے آپ پر افسوس کا اظہار کرتے یا ان پر افسوس کیا جاتا، ظاہر ہے کہ یہ معاملہ عظمت شان کے لحاظ سے ایسے نقطہ (Point) پر پہنچا ہوا تھا کہ جو شخص بھی پیغمبروں کے بارے میں ان کے مزاحیہ انداز کا جائزہ لیتا تو وہ ان کے بارے میں افسوس کرتے ہوئے کف افسوس ملتا جب انہوں نے ایمان کو کفر کی حالت میں تبدیل کیا اور خوش نصیبی کو بدنصیبی کی کیفیت میں تبدیل کیا در حقیقت قبیلہ قریش کے بارے میں تعریض کی صورت ہے کہ کس طرح انہوں نے سید المرسلین محمد ﷺ کو جھٹلایا۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ: کیا یہ مشرک لوگ ان لوگوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے تباہ و برباد کیا جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ جن لوگوں کو عذاب کے باعث تباہ و برباد کیا گیا ہے وہ اب دنیوی زندگی میں ہرگز واپس نہیں آئیں گے اور انہیں اس حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ گذشتہ بھی امتیں اور مستقبل (Future) میں ظہور پذیر ہونے والی امتیں ان سب کو قیامت کے دن محاسبہ اور جزا سزا کے لئے احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا سزا کے عمل سے گزارے گا اس جملہ کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اسی طرح نہیں چھوڑے گا بلکہ ان کا محاسبہ ہوگا اور ثواب اور سزا کے عمل کو دہرایا جائے گا۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ: اللہ کی کمال قدرت اور اس کی وحدانیت کی یہ دلیل ہے کہ زمین خشک ہوتی ہے اس میں روئیدگی نہیں ہوتی ہم اس زمین پر بارش برساتے ہیں تو زمین میں حرکت نمودار ہوتی ہے اور خوبصورت پرکشش انگوری کا ظہور ہوتا ہے اور ہم اس کو پانی سے سیراب کرنے کے بعد اس کو زندگی عطا کرتے ہیں انگوری اُگ آتی ہے اور مختلف اقسام کی کھجوریں اور انگوروں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں لوگ ان سے اپنی خوراک کو پورا کرتے ہیں اور زمین سے شیریں پانی کے چشمے نکالتے ہیں، مزید نہری پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں تاکہ لوگ باغات کے پھل اور کھجوریں تناول کریں جن کو ان کے لئے پیدا فرمایا مزید وہ درخت جن کو وہ خود اُگاتے ہیں اور ان سے اپنے جانوروں کے لئے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا کہ ان کی غذائی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں فن زراعت سے ہم کنار کیا اگر غور کیا جائے تو یہ سب کچھ اللہ پاک کی جانب سے اس کے بندوں کے حق میں رحمت ہے محض ان کی مساعی اور ان کی محنت ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بنیادی چیز اللہ کی رحمت ہے اگر اللہ تعالیٰ انہیں اسباب مہیا نہ کرے تو ان کی محنت رائیگاں چلی جائے گی ان کے اسباب اور ذرائع انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچائیں گے ان لوگوں کو اللہ پاک کے عطا کردہ انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ: اللہ کی ذات منزہ اور پاک ہے وہ وصف علو کے ساتھ موصوف ہے جلیل القدر ہے جس نے سب اقسام کو پیدا فرمایا نہ صرف یہ کہ ان کے رنگوں میں اختلاف ہے بلکہ ذائقہ اور شکل و صورت کے لحاظ سے بھی الگ ہیں کچھ تو وہ ہیں جو

زمین سے پیدا ہوتی ہیں جیسے کھجور دیگر درخت اور کھیتی باڑی اور پھل فروٹ وغیرہ ہیں اور ان سے لڑکے اور لڑکیاں ہیں جب کہ کچھ مخلوقات اور چیزیں عجیب وغریب نوعیت کی ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تا کہ تم سمجھ حاصل کرو'' اس سائنسی اور تحقیقی دور سے پہلے انسان، حیوان وغیرہ میں نر مادہ ہیں جب کہ اس مقام میں قرآن پاک نے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز میں نر مادہ ہیں ذرہ مادہ کا نہایت چھوٹا حصہ اس میں دو مختلف قوتیں ہیں ایک مثبت اور ایک منفی، دونوں ملے ہوئے ہیں اسی طرح نباتات میں بھی مذکر مؤنث ہیں۔[1]

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور رات ان کے لئے علامت ہے ہم اس سے کھال کی مانند دن کو نکالتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں چلے جاتے ہیں (۳۷) اور سورج اپنے راہ پر چلتا رہتا ہے جو اس کے لئے ثابت ہے اس کا یہ چلنا اس ذات کا اندازہ ہے جو غالب ہے علم والی ہے (۳۸) اور چاند کیلئے ہم نے منازل کو مقرر کر دیا یہاں تک کہ وہ پرانی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے (۳۹) سورج کے لئے درست نہیں کہ وہ چاند کو پائے اور نہ رات دن سے سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک آسمان میں رواں دواں رہتے ہیں (۴۰) اور ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم ان کی اولاد کو بند کشتی میں اٹھاتے ہیں (۴۱) اور ہم نے ان کے لئے اس کا مثل پیدا کیا جس پر وہ سوار ہوتے ہیں (۴۲) اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں ان کے لئے فریاد نہ ہو اور نہ انہیں بچایا جا سکے (۴۳) البتہ ہمارے پروردگار کی جانب سے رحمت ہے اور کچھ وقت کے لئے فائدہ ہے (۴۴)

مفردات کی وضاحت: سَلْخٌ جانور کے ذبح کے بعد اس سے اس کی کھال کو اتارنا جب کہ اس مقام میں اندھیرے کی جگہ میں روشنی کو لانا ہے، مُظْلِمُوْنَ اندھیرے میں داخل ہونے والے، مُسْتَقَرٌّ سورج کے مدار کا مرکز، قَدَّرْنٰهُ ہم نے اس کی رفتار (Speed) کو منازل میں تقسیم کر دیا ہے جب کہ چاند رات دن میں اپنی مسافت کو طے کرتا ہے، عَادَ ہو جاتا ہے، اَلْعُرْجُوْنَ لکڑی کی وہ شاخ جس پر شاخیں ہوں جب اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس میں ٹیڑھا پن آ جاتا ہے اور زردی مائل باریک ہو جاتی ہے، مَا یَرْكَبُوْنَ اونٹ مقصود ہیں وہ جنگل کے جہاز (Ship) ہیں۔

---

[1] صفوة التفاسير القسم الثالث ص ۵۲

بلاغت: ﴿نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ﴾ نسلخ کا مادہ س ل خ ہے بکری وغیرہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے چمڑے (Leather) کو اتارنا تو سلخ کے لفظ سے مقصود اندھیرے کو ختم کرنے کے لئے اور روشنی کو لانے کے لئے ہے اس کا نام استعارہ تبعیہ ہے جس طرح جانور کی کھال اتارنے کے بعد اس کا گوشت نمایاں نظر آتا ہے اسی طرح رات کے اندھیرے کو دن کی روشنی کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے۔[1]

تشریح: اللہ کی ذات پاک ہے بلند ہے عظمت والی ہے جس نے تمام اقسام کو پیدا کیا جو رنگ ذائقہ شکل (Color, Taste, Shape) کے لحاظ سے مختلف ہیں کچھ درخت ہیں جن کو زمین اگاتی ہے جیسے کھجور وغیرہ درخت ہیں اور مختلف قسم کی کھیتیاں اور پھل ہیں اور مرد، عورت سے آگے مذکر مؤنث پیدا ہوتے ہیں اور کچھ عجیب وغریب مخلوقات ہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيۡلُ: ہماری کمال قدرت پر ایک اور علامت ہے وہ رات ہے ہم اس سے روشنی کو دور کر دیتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں لوگ اندھیرے میں داخل ہوجاتے ہیں، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اصل بنیادی چیز اندھیرا ہے جب کہ روشنی عارضی چیز ہے تو جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو اصل ظاہر ہوجاتا ہے وہ اندھیرا ہے اور ان کے لئے ایک اور علامت سورج ہے جو اللہ کی قدرت کے ساتھ آسمان میں چلتا رہتا ہے اس سے تجاوز نہیں کرتا ہے ایک مقرر وقت تک آسمان میں رہے گا جب کہ قیامت کے دن اس کا چلنا رک جائے گا۔

علامہ ابن کثیرؒ کا قول: ارشاد ربانی ﴿لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا﴾ سورج کا استقرار عرش کے نیچے وہ جگہ ہے جو زمین سے ملتی ہے، حدیث میں وارد ہے نبی ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے دریافت کیا اے ابوذر! تجھے معلوم ہے کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے پیغمبر ہی کو اس کا علم ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کیلئے اجازت طلب کرتا ہے۔[2]

جب کہ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سورج کا رواں دواں رہنے سے رک جانا قیامت کے دن ہوگا جب کہ اس کا رواں دواں ہونا ختم ہوجائے گا اس کی حرکت میں سکون رونما ہوگا اور اسے لپیٹ دیا جائے گا اور دنیائے عالم اپنے انتہاء کو پہنچ جائے گا، ایک دوسری قرأت میں (لَا مُسۡتَقَرَّ لَهَا) ہے کہ سورج کے لئے سکون اور قرار نہیں ہے وہ تو رات دن رواں دواں رہتا ہے اس میں سستی نہیں آتی اور نہ وہ رکتا ہے۔

ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ: ان کا چلنا اور گردش کرنا نپے تلے نظام کے مطابق ہے اور نہایت باریک حساب ہے، حقیقت یہ ہے کہ گردش کی یہ کیفیت اس ذات پاک کا متعین انداز ہے جو اپنی بادشاہت میں غالب ہے اس کو اپنی مخلوق کے ذرہ ذرہ کا علم ہے۔

وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ: اور چاند کی گردش کو ہم نے چند منازل میں بانٹ دیا ہے جن میں وہ رواں دواں رہتی ہے اس سے مہینوں کی پہچان ہوتی ہے اس کی اٹھائیس منازل ہیں راتوں میں منقسم ہیں چاند ایک رات ایک منزل میں ہوتا ہے اس سے تجاوز نہیں کرتا ہے تو جب وہ آخری منزل میں ہوتا ہے تو اس کی شکل کمان جیسی ہوتی ہے۔

حَتّٰى عَادَ كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِيۡمِ: یہاں تک کہ وہ خشک کھجور کی شاخ کی مانند ہوجاتا ہے اور وہ ایسی شاخ ہے جو خشک ہونے کے

---

[1] اعراب القران ۲۳-۱۳/۲۴ [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر ح ۴۸۰۲، مسند احمد ۱۵۲/۵

ساتھ ساتھ زرد بھی ہو جاتی ہے اور کمان کی مانند اس میں ٹیڑھا پن نمودار ہوتا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی پہچان کو چاند پر قرار دیا ہے جیسا کہ رات اور دن کی پہچان سورج کے ذریعہ ہے اور سورج اور چاند کی رفتار میں تفاوت ہے سورج روز دن کے آغاز میں طلوع ہوتا ہے اور دن کے آخر میں غروب ہوتا ہے جب کہ موسم گرما اور سرما کے لحاظ سے اس کے طلوع اور غروب میں تفاوت ہوتا رہتا ہے اس وجہ سے دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے پھر رات لمبی اور دن چھوٹا ہوتا ہے اس لحاظ سے سورج دن کا ستارہ ہے جب کہ چاند کی منازل متعین ہیں مہینے کے آغاز میں پہلی رات کا چاند بالکل معمولی سا کم روشنی والا ہوتا ہے، بعد ازاں دوسری رات اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے اور محل وقوع کے لحاظ سے بھی اونچا ہوتا ہے پھر جیسے جیسے اونچا ہوتا جاتا ہے اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ چودھویں کی رات میں اس کی روشنی بھرپور مکمل ہوتی ہے اس کے بعد روشنی میں آہستہ آہستہ کمی نمودار ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ پرانی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے، جب کہ مجاہد تابعی کی وضاحت میں وہ کھجور کے خشک خوشے کی طرح ہوتا ہے جب پرانا ہو جاتا ہے اور اس میں ٹیڑھا پن دکھائی دیتا ہے اس کے بعد دوسرے ماہ کے آغاز میں نیا چاند دکھائی دیتا ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: سورج کے لئے ہرگز ممکن نہیں اور نہ درست ہے کہ سورج رات کے وقت چاند کے ساتھ جمع ہو اور چاند کی روشنی کو مٹائے کہ پھر سبھی اوقات میں دن کا وجود رہے اس طرح نباتات پر زبردست اثر انداز ہوگا ان کا رنگ تبدیل ہو جائے گا نیز ایسا ہونا لوگوں کے مصالح کے بھی خلاف ہے۔

حسن بصری کا قول: سورج، چاند اور ستارے آسمان اور زمین کے درمیان گردش میں ہیں وہ ہرگز کسی چیز کے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہیں اگر ملے ہوتے تو ان کیلئے رواں دواں رہنا ممکن نہ تھا، ذہن نشین کریں کہ آیت مبارکہ سے مقصود کائنات کے نظام (System) میں اللہ پاک کی قدرت مؤثر ہے جس نے اس نہایت دقیق نظام کو چلایا ہوا ہے چنانچہ سورج کا اپنا مدار ہے چاند کا اپنا مدار ہے جبکہ ستاروں میں سے ہر ستارے کا مدار الگ الگ ہے وہ دوسرے کے مدار میں تجاوز نہیں کرتا ہے۔

قتادہ کا قول: قتادہؒ تابعی کا بیان ہے ہر ایک کیلئے حد مقرر ہے اس سے وہ متجاوز نہیں ہوتا اور نہ کوتاہ رہتا ہے یہاں تک کہ وہ وقت آن پہنچے گا جب کائنات کا مکمل نظام درہم برہم ہو جائے گا سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے کہ سورج چاند کو اکٹھا کیا جائے گا، کائنات کا نظام خراب ہو جائے گا قیامت قائم ہو جائے گی اور روئے زمین کی سطح سے انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا سورج چاند کی گردش کے بارے میں مکمل معلومات کے لئے مولانا عبدالرحمٰن کیلانی مرحوم کی کتاب **الشمس والقمر بحسبان** کا مطالعہ کریں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ: ہماری کمال قدرت پر ایک اور واضح دلیل لوگوں کے سامنے موجود ہے کہ ہم نے ان کے آباء (مقصود آدم علیہ السلام کی اولاد ہے) کو نوح پیغمبر کی کشتی میں سوار کرایا جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ کشتی میں ہر جوڑے سے دو دو کو سوار کرائیں خصوصیت کے ساتھ اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ اس لائق زیادہ تھی کہ اس پر احسان کیا جائے۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ: اور ہم نے ان کیلئے نوح کی کشتی جیسی بڑی بڑی کشتیوں کو بنایا جن میں وہ سوار ہو کر دور دراز

شہروں تک پہنچ سکیں، خیال رہے کہ کشتیوں کے پیدا کرنے کی نسبت اللہ کی جانب کی گئی ہے ظاہر ہے کہ بنانے والوں نے ان کشتیوں کو اللہ پاک کی تعلیم کے مطابق بنایا چنانچہ جس طرح خشکی کی سواری اونٹ وغیرہ ہیں اسی طرح سمندر میں سفر کرنے کیلئے سواری کشتی ہے لیکن اگر ہم چاہیں تو ان کو سمندر میں ڈبو دیں کہ کوئی انکی مدد کو نہ پہنچ پائے البتہ ہماری رحمت سے بچاؤ ہوسکتا ہے اور ہم انہیں ان کی موت کے وقت تک تحفظ عطا کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ان کا سمندری سفر میں کشتیوں میں سوار ہونا اللہ پاک کی عظیم نشانیوں میں سے ہے ظاہر ہے کہ کشتیوں کا پانی کی سطح پر اتنے انسانوں کو اٹھانا اور بھاری بھاری بوجھوں کا اٹھانا اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے نہ صرف کشتیوں کا معمول کے مطابق رواں دواں رہنا اور ہوا کا موافق سمت کی جانب چلنا یہ سب کچھ اللہ کے حکم اور اس کی تدبیر کے ماتحت ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کشتی کا اتنے بڑے عظیم سمندر میں چلنا پرندے کے اس پر کی مانند ہے جو تیز آندھی کی لپیٹ میں ختم ہو کر رہ جاتا ہے اسی طرح کشتی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجہ میں محفوظ رہتی ہے جن لوگوں نے کشتیوں میں سمندری سفر کیا ہے اور خطرات کا مشاہدہ کیا ہے انہیں خوفناک ظالم سمندر کی موجوں کے بارے میں مکمل آگہی ہے انہیں یقین ہے کہ اللہ پاک کی رحمت کے باعث وہ خوفناک سفر سے زندہ سلامت منزل مقصود پر پہنچ پائے ہیں، مزید برآں ابھی انہوں نے کچھ عرصہ زندگی کا گزارنا ہوتا ہے ان کی تقدیر میں ابھی موت سے انہیں تحفظ ہوتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴿۴۷﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۴۸﴾ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ﴿۴۹﴾ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ﴿۵۰﴾ع وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۵۴﴾

ترجمہ: اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم اس سزا سے بچو جو تمہارے سامنے ہے اور اس سزا سے جو تمہارے پیچھے ہے ہوسکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے (۴۵) اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں سے کوئی نشانی نہیں آتی ہے تو وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں (۴۶) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس چیز سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں رزق عطا کیا ہے تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم اس کو کھانا دیں کہ اگر اللہ چاہتا تو اس کو کھانا

دے دیتا؟ تم تو نہیں ہو مگر ظاہر گمراہی میں ہو(۴۷) اور کفار کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو؟(۴۸) وہ انتظار نہیں کرتے ہیں مگر ایک چیخ کا جوان کو اپنی گرفت میں لے گی اور وہ جھگڑا کر رہے ہوں گے(۴۹) پس وہ وصیت نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل خانہ کی جانب لوٹیں گے(۵۰) اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اچانک قبروں سے اپنے پروردگار کی جانب تیزی سے جا رہے ہوں گے(۵۱) وہ کہیں گے ہائے مصیبت ہم پر! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھایا؟ یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ رحمٰن نے کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا(۵۲) نہیں ہوگا یہ واقعہ مگر ایک تند و تیز چیخ کا تو اچانک وہ ہمارے پاس اکٹھے ہوں گے، حاضر کئے جائیں گے(۵۳) پس آج کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تم بدلہ نہیں دیئے جاؤ گے مگر اس کے موافق جو تم عمل کرتے رہے(۵۴)

بلاغت: مَا یَنْظُرُوْنَ سے مقصود وہ انتظار نہیں کریں گے، صَیْحَةً وَّاحِدَةً صور کا پہلا نفخہ مراد ہے جب اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے اس کے سبب سبھی زمین پر زندہ افراد موت سے ہم کنار ہوں گے، سے مقصود دوسرا نفخہ ہے، اَجْدَاث کا واحد جدث ہے مقصود قبر ہے، یَنْسِلُوْنَ تیز تیز چلیں گے، مَرْقَدِنَا ہماری قبر۔

تشریح: قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے دلائل بیان کرتے ہوئے انہیں آگاہ کیا اور رحمت کے آثار سے پردہ کشائی کی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ حق و صداقت کے قبول کرنے سے اندھے ہو گئے اور راہ ہدایت اور ایمان سے روگردانی کی حالانکہ کثرت کے ساتھ واضح روشن دلائل ان کے سامنے موجود تھے بلکہ اللہ پاک کی ذات کے تعارف پر حیران کن شواہد موجود تھے، مقصود یہ ہے کہ جب مشرکین کو مخاطب کر کے آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم خود کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچاؤ اس سلسلہ میں تم ان واقعات سے عبرت حاصل کرو جن پر تم سے پہلے عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہے ان پر عذاب کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا جب کہ اس دنیوی عذاب کے سوا تم خود کو اخروی عذاب سے بھی تحفظ عطا کرو، ذہن نشین کریں شرط کی جزا کلام میں نہیں ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے روگردانی کی اور تکبر اختیار کیا۔

غور کریں شرط کی جزا پر ﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾ جملہ دلالت کر رہا ہے اور وہ لفظ اعرضوا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے خود کو اس سے پھیر لیا اور قبول نہ کیا، مزید اس کے بعد یہ آیت بھی دلیل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی آیات میں کوئی بھی آیت آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ: ان مشرکین کے پاس واضح آیات میں سے کوئی بھی آیت آتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر روشن دلیل ہوتی ہے تو وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں صرف جھٹلاتے ہی نہیں ہیں بلکہ مزاحیہ انداز بھی اختیار کرتے ہیں۔

ذہن نشین کریں کہ آیات کی نسبت اللہ عزوجل کے نام کی جانب ہے مقصود ان کی عظمت شان کو اجاگر کرنا ہے مزید خوفناک کرنا ہے کہ انہوں نے آیات کے بارے میں خوفناک حد تک جرأت کی ہے جب کہ آیات سے مقصود وہ آیات ہیں جنہیں نازل کیا گیا اور جن میں اللہ پاک کے عجائبات کا تذکرہ ہے یا مقصود تکوینی آیات معجزات وغیرہ مراد ہیں جو عالم کے عجائبات سے ہیں

ان میں سے دلائل بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہی دیتے ہیں کہ کائنات کا الٰہ صرف ایک اللہ ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ: اور جب ان کفار کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں جس مال ودولت سے نوازا ہے اس میں سے کچھ مال فقیروں، مسکینوں پر خرچ کرو تو کفار لوگ ایمانداروں کے ساتھ مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا ہم اپنا مال ان مساکین پر خرچ کریں جن کو اللہ نے فقر وفاقہ سے ہم کنار کیا ہے اے ایمان والو! تم تو ظاہر گمراہی میں مبتلا ہو کہ تم ہمیں حکم دے رہے ہو کہ ہم اپنا مال ان لوگوں پر خرچ کریں جن کو اللہ نے محتاج کیا ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وضاحت: مکہ مکرمہ میں کچھ بد دین قسم کے لوگ بھی آباد تھے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم اپنا مال ان مساکین پر خرچ کرو جن کو اللہ پاک نے فقیر بنایا ہے اور انہیں خوراک عطا کرو، جب کہ ان کا مقصود ایمانداروں پر رد کرنا تھا گویا کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں اگر معاملہ فی الحقیقت اسی طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے اور اللہ پاک کی ذات رازق ہے تو وہ ان فقیروں کو بھی کھانا عطا کرتا، پس تمہارا کیا حال ہے کہ تم ان کے لئے کھانا وغیرہ کا مطالبہ ہم سے کر رہے ہو جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان احمقوں کو معلوم نہیں کہ رزق کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جو کائنات کا خالق ہے اور اس نے کچھ لوگوں کو مالدار اور کچھ کو فقر وفاقہ سے ہم کنار کیا ہے، مقصود ان کی آزمائش ہے اللہ تعالیٰ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ مال دار شخص کس طرح محتاج شخص پر جھکاؤ اختیار کرتا ہے اور فقیر شخص کیسے صبر کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فقیر شخص سے دنیا کو روک رکھا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بخل نہیں ہے اور مال دار کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ پاک کے راستہ میں مال خرچ کرے، جب کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے مال کی ضرورت نہیں، البتہ آزمائش مقصود ہے اللہ پاک جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی مشیت اور اس کے حکم پر ہرگز کسی کو کچھ اعتراض نہیں ہے جو وہ کرتا ہے اس سے اس کے بارے میں سوال نہیں ہو سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سبھی سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: وہ کہتے ہیں کہ کب قیامت کا دن وقوع پذیر ہوگا جس کے بارے میں تو ہمیں دھمکی دے رہا ہے اور کب آئے گا وہ عذاب جس سے تو ہمیں خوفزدہ کر رہا ہے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ قیامت کا دن ہے اس دن اٹھایا جانا ہے اور محاسبہ اور عذاب ہے ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ آگاہ کر رہے ہیں بلکہ ان پر رد کر رہے ہیں یہ لوگ تو بس ایک زبردست خوفناک چیخ کے انتظار میں ہیں جو اچانک انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی انہیں شعور بھی نہ ہوگا اور وہ اپنے دنیوی معاملات کے بارے میں بازاروں میں ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے ہوں گے اس دوران اچانک ایک خوفناک چیخ کی آواز ان کو اپنی گرفت میں پکڑ لے گی اس کے نتیجہ میں وہ اپنی اپنی جگہ میں موت سے ہم کنار ہو جائیں گے اس **نفخہ** کا نام گھبراہٹ کا **نفخہ** ہے اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے جب کہ لوگ بازاروں منڈیوں میں معاملات میں مصروف ہوں گے حسب عادت آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں گے تو اس دوران اسرافیل علیہ السلام فرشتہ صور میں خاصا لمبا پھونک ماریں گے تو زمین کی سطح پر کوئی باقی نہ رہے گا وہ آسمان کی جانب سے صور کی آواز کو سنے گا چنانچہ قرآن پاک میں اس کے بارے میں وضاحت ہے کہ اس دوران کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو وصیت نہ کر سکے گا اور نہ وہ اپنے گھروں کی جانب پلٹ سکیں گے نہ کسی کام کی وصیت کر سکیں گے۔

حدیث میں وارد ہے قیامت قائم ہوگی جب کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان کپڑے کو پھیلایا ہوا ہوگا ایک خریدار ہے ایک

فروخت کنندہ ہے ابھی ان کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ طے نہ کیا گیا ہوگا کہ قیامت واقع ہو جائے گی اور ایک شخص پانی کے حوض کو بنانے کے بعد اس کو پلستر کر چکا ہوگا لیکن اس میں جانوروں کو پانی پلایا نہیں ہوگا کہ قیامت واقع ہو جائے گی اسی طرح ایک شخص نے کھانے کا لقمہ منہ کی جانب اٹھایا ہوا ہوگا لیکن تناول نہ کیا ہوگا کہ قیامت واقع ہو جائے گی۔[1]

اس کے بعد تیسرا نفخہ ہوگا جس کیساتھ لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اس کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے ملاحظہ فرمائیں:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ: جب صور میں پھونکا جائے گا تو فوت شدہ لوگ قبروں سے اٹھیں گے تیزی کے ساتھ حشر کے میدان کی جانب چل نکلیں گے وہ کہیں گے ہائے! ہم ہلاک ہو گئے کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اٹھایا جن میں ہم تھے، علامہ ابن کثیرؒ وضاحت فرماتے ہیں اس سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ انہیں قبروں میں عذاب سے تحفظ رہا وہ کہیں گے ہائے ہمارے لئے افسوس ہے! کس نے ہمیں قبروں سے نکالا ہے جن میں ہم عرصہ دراز تک رہے، ذہن نشین کریں کہ سونے کی جگہ سے یہ مطلب نکالنا درست نہیں کہ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے جب کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد جس شدت کی تکلیف میں وہ مبتلا ہوں گے اس کے لحاظ سے قبر کی کیفیت بہتر تھی گویا کہ عذاب نہ ہونے کے برابر تھا، بس ایک زبردست چیخ کی آواز سن کر جو چیخ اسرافیل کی جانب سے تھی تو وہ کہیں گے ہمیں ہماری آرام گاہ سے کس نے اٹھایا تو فرشتے اور ایماندار لوگ ان سے کہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور پیغمبروں نے بھی سچ کہا تھا تو سب لوگ اللہ پاک کی عدالت میں آن کھڑے ہوں گے پس اس دن جو قیامت کا دن ہے کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا خواہ وہ بدکار ہے یا نیکوکار ہے اور کسی پر دوسرے شخص کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ط اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

ترجمہ: یقیناً جنت والے لوگ آج کے دن اپنے کام میں خوش ہوں گے (۵۵) وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں ہوں گی تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے (۵۶) ان کے لئے جنت میں پھل ہوں گے اور ان کیلئے وہ ہوگا جس کو وہ طلب

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ۴۰، صحیح مسلم کتاب الفتن باب ۲۶، مسند احمد ۱۶۶/۲، المراغی ۱۴۱/۸

کریں گے(۵۷) ان پر سلام کہا جائے گا پروردگار مہربان کی جانب سے(۵۸) اور ہم کہیں گے اے مجرم لوگو! آج تم الگ ہو جاؤ(۵۹) کیا میں نے تمہاری جانب حکم نہیں بھیجا تھا اے آدم کی اولاد کہ تم نے شیطان کی عبادت نہیں کرنی ہے یقیناً وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے(۶۰) اور اس بات کا کہ تم نے میری عبادت کرنی ہے یہ ہے سیدھا راستہ(۶۱) بے شک شیطان نے تم سے بہت مخلوق کو گمراہ کیا، کیا تم جانتے نہیں ہو(۶۲) یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا(۶۳) آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کفر کرتے رہے(۶۴) آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کے بارے میں جو وہ کرتے رہے(۶۵) اور اگر ہم چاہیں تو ہم ان کی آنکھوں کو مٹا ڈالیں پھر وہ راستہ کی جانب سبقت لے جائیں گے تو وہ کیسے دیکھ سکیں گے(۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہ پر مسخ کر دیں تو وہ وہاں سے جانے کی طاقت نہ پائیں گے اور نہ وہ واپس لوٹ سکیں گے(۶۷)

مفردات کی وضاحت: شُغُلٍ وہ کام جو انسان کو اس کے علاوہ کام سے روک ڈالے اس لئے کہ اس کی اہمیت ہے اس کام سے انسان کو زبردست خوشی لاحق ہوتی ہے یا شدید غم واندوہ سے انسان دوچار ہوتا ہے، الفاکہ خوش مزاج انسان جس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی رہتی ہو، اَلْاَرَآئِک کا واحد اَرِیْکَۃٌ ہے اونچا پلنگ جو نہایت خوبصورت ہو، یَدَّعُوْنَ طلب کریں گے، اِمْتَازُوا دور ہو جاؤ، اَعْھَدُ میں وصیت کرتا ہوں، فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ راہ کی جانب جلدی کرتے ہیں۔

تشریح: گناہ گاروں کے کوائف ذکر کرنے کے بعد نیکوکار پرہیز گار لوگوں کی خوش حالی اور خوش نصیبی سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جزا سزا کے دن جنتی لوگ لذات میں محو ناؤ نوش ہوں گے ان کے ذہن کی پلیٹ پر دوزخیوں کے بارے میں دھندلا سا تصور بھی راہ نہیں پا سکے گا پھل، فروٹ تناول کریں گے اور حورعین سے لذت اندوزی میں شادکام رہیں گے ماکولات اور مشروبات کے استعمال سے کام ودہن کی چاشنی سے شاداں وفرحاں رہیں گے، مزید برآں عمدہ قسم کے گیتوں سے مجالس کو زعفران زار بناتے رہیں گے وہ انعامات الٰہیہ میں اس قدر شغف کے ساتھ مصروف عمل ہوں گے کہ ان کے ذہن کی پلیٹ پر ہرگز کسی دوسری نوعیت کے خیالات جلوہ گر نہ ہونے پائیں گے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ وہ اپنی چاہت کے مطابق باکرہ حورعین سے محبت وپیار کی مجلسیں لگائیں گے جب کہ دوزخیوں کے کوائف سے خود کو بالکل الگ تھلگ رکھیں گے لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ جنت کے باغات کے سایوں میں محو ناؤ نوش رہیں گے وہاں نہ سورج نہ گرمی تکلیف بلکہ سردی کا احساس تک بھی نہ ہوگا وہاں پلنگوں پر ٹیک لگائے ہوں گے جن پر نہایت خوبصورت ریشمی چادریں بچھی ہوں گی انہیں جنت میں بے شمار پھل فروٹ تناول کرنے کے اسباب میسر ہوں گے اور وہاں انہیں سبھی نعمتیں میسر آئیں گی جن کو وہ طلب کریں گے ایک دوسرے مقام میں وارد ہے کہ جنت میں انہیں ہر قسم کے پھل فروٹ وغیرہ ان کی چاہت کے مطابق ان کے سامنے از خود آٹومیٹکلی پہنچ جائیں گے جن کے مشاہدہ کرنے سے آنکھیں مسرت سے خوش ہو جائیں گی، مزید برآں انہیں ان کے مہربان پروردگار کی جانب سے سلامتی اور آسائشوں کا پیغام ملتا رہے گا۔

وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ: سعادت مند نیکو کار لوگوں کے تذکرہ اور ان کیلئے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کن نعمتوں کا انتظام کیا گیا ہے اس کے تذکرہ کے بعد بدنصیب بدمعاش قسم کے لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ انہیں آخرت میں کس قدر رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا ہوگا دراصل یہ قرآن پاک کا اسلوب ہے کہ اعمال صالحہ کی جانب ترغیب کے پہلو کو اجاگر کرنے کے بعد انہیں خوفزدہ کرنیکی جانب بھی متوجہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ خود کو بدکرداری کی کیفیت میں ڈھال کر دوزخ کا ایندھن نہ بنیں بلکہ خود کو تحفظ عطا کریں۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ: استفہام میں کفار مجرم قسم کے لوگوں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا کہ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں وصیت نہیں کی تھی اور تمہیں پیغمبروں کی وساطت سے حکم نہیں دیا تھا کہ تم نے شیطان کی فرماں برداری سے خود کو دور رکھنا ہوگا اس کی دعوت پر میری نافرمانی نہیں کرنی ہوگی اس لئے کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے؟ تو تعجب ہے! کہ انسان کیوں اپنے دشمن کی اطاعت کر رہا ہے جب کہ میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم نے مجھ اکیلے کی عبادت کرنی ہے توحید پر قائم رہنا ہے اور میرے احکام کو تسلیم کرنا ہے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے اس کا نام صحیح دین اور سیدھا راستہ ہے۔

جب کہ شیطان نے تم میں سے کثرت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے اور راہ حق سے دور کر رکھا ہے بلکہ شیطان نے تم میں سے کثیر تعداد کو میری اطاعت سے روک رکھا ہے چنانچہ وہ شیطان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں کیا تم میں شعور نہیں ہے جو تمہیں شیطان کی عبادت سے روک دے اور پروردگار عالم کی مخالفت سے تمہیں دور رکھے اس کے بعد انہیں دوزخ کے عذاب کی خوشخبری سے آگاہ کرتے ہوئے واضح کیا یہ دوزخ کی آگ ہے پیغمبروں نے جس کے بارے میں دھمکی دیتے ہوئے ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیں گے کہ تم دوزخ کی گرمی کو چکھو اور عذاب کی تکلیف کا اندازہ لگاؤ جب کہ تم نے دنیوی زندگی میں اللہ پاک کی ذات کا انکار کیا اس مقام میں ان کو عذاب کے بارے میں کہنا کہ تم عذاب میں داخل ہو جاؤ اس میں ان کی اہانت اور حقارت کا پہلو جلوہ گر ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں اللہ پاک ڈانٹ پلاتے ہیں ﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ﴾ (الدخان: ۴۹) ''تو عذاب کا مزہ لو جب کہ تو دنیوی زندگی میں خود کو غالب اور کریم باور کرتا رہا''

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ: ہم قیامت کے دن کفار کی زبانوں پر تالے لگا دیں گے وہ کلام نہ کر سکیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں ہمیں ان کے برے اعمال کے بارے میں خبر دیں گے چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن کافر اور منافق شخص کو بلایا جائے گا پروردگار عالم اس شخص پر اس کے اعمال کو پیش کریں گے وہ انکار کرتے ہوئے کہے گا اے میرے پروردگار! تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے بارے میں ایسے کام بھی تحریر کر دیئے ہیں جن کو ہرگز میں نے نہیں کیا تو فرشتہ کہے گا کیا تو نے فلاں دن فلاں مقام میں فلاں کام نہیں کیا تھا؟ وہ جواب دے گا نہیں! تیری عزت کی قسم! میں نے یہ کام ہرگز نہیں کیا اس پر اس کے منہ کو مہر زدہ کر دیا جائے گا تو اس کے اعضاء خبر دیں گے اس پر وہ کہے گا تمہارے لئے ہلاکت ہو تم مجھ سے دور ہو جاؤ تعجب ہے! کہ میں تو تمہاری طرف سے مقابلہ کر رہا تھا۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ: اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں اندھا کر دیتے تو وہ اپنی عادت کے مطابق چلنا چاہتے تو وہ کیسے راہ دیکھ پاتے اور اگر ہم چاہتے تو ان کی شکلیں بگاڑ دیتے اس کے سبب وہ گھروں میں دبک کر بیٹھ جاتے وہ آنے جانے کی قدرت نہ پاتے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ
اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ
يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا
رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ
مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ
يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ
قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ
خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾
اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ
الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمہ: اور ہم جس شخص کو لمبی عمر عطا کرتے ہیں اس کی تخلیق میں ٹیڑھا پن کر دیتے ہیں کیا وہ سمجھتے نہیں ہیں (۶۸) اور ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنے کی تعلیم نہیں دی ہے اور اس کے لئے مناسب بھی نہیں ہے یہ تو نہیں ہے مگر نصیحت ہے اور قرآن ہے ظاہر کرنے والا (۶۹) تاکہ اس کو خوفزدہ کرے جو زندہ ہے اور کفار کے خلاف دلیل ثابت ہو (۷۰) کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ان کے لئے پیدا کیا اس سے جس کو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ان میں سے چارپایوں کو بنایا تو وہ ان کے مالک ہیں (۷۱) اور ہم نے چارپایوں کو ان کے لئے مطیع کیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں اور ان میں سے کچھ کو وہ تناول کرتے ہیں (۷۲) اور ان کے لئے چارپایوں میں فوائد ہیں اور مشروب ہیں کیا یہ شکریہ ادا نہیں کرتے ہیں (۷۳) اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنائے ہوئے ہیں تاکہ انہیں مدد حاصل ہو (۷۴) وہ ان کی مدد نہیں کر سکیں گے اور یہ ان کے لئے لشکر ہیں جو حاضر کئے گئے ہیں (۷۵) پس ان کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو وہ پوشیدہ کرتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۶) کیا انسان نے نہیں دیکھا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا تو اچانک وہ ظاہر جھگڑالو ہے (۷۷) اور اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا کہ جو بوسیدہ ہیں (۷۸) آپ کہیں ان کو وہ زندہ

کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا اور وہ تخلیق کی ہر قسم کا علم رکھتا ہے(۷۹) وہ جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ کو پیدا کیا تو پھر تم اس درخت سے آگ جلاتے ہو(۸۰) کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قدرت رکھنے والا کہ ان کی مثل پیدا کرے؟ کیوں نہیں اور وہی ہے پیدا کرنے والا علم والا(۸۱) سوائے اس کے نہیں اس کا حکم ہے جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے(۸۲) پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اس ہی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے(۸۳)

بلاغت: نُعَمِّرْهُ ہم جس کو لمبی عمر عطا کرتے ہیں اس کی تخلیق میں ٹیڑھا پن اور ضعف رونما ہوتا جاتا ہے اور اس کی یاد ی میں کمی آنے لگ جاتی ہے یہاں تک کہ اسے ذلیل عمر کی جانب لوٹا دیا جاتا ہے، ذِکْرٌ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصیحت جنوں اور انسانوں کی رہنمائی، حَيًّا وہ شخص جس کا دل زندہ ہے اس کی بصیرت روشن ہے، يَحِقَّ عذاب ثابت ہوتا ہے، اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انسان جانتا نہیں ہے، خَصِيْمٌ جھگڑالو۔

تشریح: اگر انہیں زیادہ عمر ملتی تو وہ اچھے اعمال کرتے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جیسے جیسے ان کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ان میں ضعف و اضمحلال بڑھنے لگ جاتا ہے اور مسرت و نشاط کی کیفیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور کام کرنے سے جی چراتا ہے ان میں ہرگز امید کی کرن دکھائی نہیں دیتی ہے کہ عالم شباب میں انہوں نے اپنی جوانی میں جو بگاڑ پیدا کیا اس کی اصلاح کر سکیں جب کہ ہم نے انہیں اتنی عمر عطا کی کہ جس میں وہ غور و فکر کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو تابناک بنا سکتے تھے لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہ کیا، مزید برآں واعظ لوگوں نے بھی انہیں آگاہ کیا، ڈرایا لیکن وہ صراط مستقیم پر گامزن نہ ہوئے اور وہ اپنی حالت کو تبدیل کرنے کے لئے اصلاح کی جانب قدم زن نہ ہوئے ہائے رے افسوس!

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ: اللہ کی وحدانیت کے ذکر کے بعد رسالت کا ذکر ہو رہا ہے جب کہ منفی انداز کو اولاً بیان کیا جا رہا ہے کہ ہم نے جس آخر الزمان پیغمبر کو مبعوث کیا اس کا شعر و شاعری سے کچھ تعلق نہیں جب کہ اشعار ذہنی رجحانات اور خواہشات نفسانی کا نچوڑ ہوتے ہیں ان میں عقل کا کچھ زیادہ دخل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ عموماً اشعار میں مبالغہ آرائی بلکہ کذب بیانی کا عنصر غالب ہوتا ہے، مدح و توصیف اور ہجو و مذمت میں مبالغہ آرائی بلکہ کذب بیانی کا مجموعہ ہوتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ شاعر شخص غیظ و غضب کی کیفیت میں نہایت عریانی کے ساتھ فحاشی اور بے حیائی کے مناظر کی عکاسی کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا ہے اس کیساتھ ساتھ حقائق کو دیوار پر پھینک دیتا ہے اور ایسا کرنے میں اسے کچھ ملال نہیں ہوتا اور نہ شرم محسوس کرتا ہے اور شاعر شخص کو جب وہ انسان کو خوش کرتا ہے جس کی اس نے اشعار میں مذمت کی تھی تو پھر وہ اس انسان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے اور اسے بہادر انسانوں کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے، اسی لئے عربی زبان میں مشہور ضرب المثل ہے اَعْذَبُ الشِّعْرِ اَكْذَبُهٗ نہایت عمدہ مٹھاس سے بھرپور شعر وہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ کا عنصر غالب ہو۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ: رسول اکرم ﷺ جس وحی کو پیش کر رہے ہیں اس کا مجموعہ عبرت و نصیحت کا آئینہ دار ہے اس کا نام

قرآن مبین ہے جو آداب واخلاق کا مجموعہ ہے احکام اور حکمتوں کا آئینہ دار ہے شریعت اسلامیہ کا مجموعہ ہے دنیوی اخروی سعادتوں کا آئینہ دار ہے ہرگز اشعار کا مجموعہ نہیں ہے اور جب قرآن اشعار کا مجموعہ نہیں ہے تو قرآن پاک کی تعلیم دینے والے محمد ﷺ کو کیسے شاعر کہا جا سکتا ہے اور آپ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ آپ کو شاعر کہیں جب کہ اشعار میں تخیلات کی عکاسی ہی نہیں بلکہ باطل اور خیالی تصورات کی بھی عکاسی ہوتی ہے دل ودماغ میں دشمنی کے تصورات حسد کی حد تک فرضی خیالات کو حقیقت کا روپ دینے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

البتہ نبی ﷺ سے اتفاقاً بلا ارادہ کبھی کوئی شعر آپ کی زبان پر آ جاتا تھا جیسا کہ جنگ حنین کے دن جب نبی ﷺ سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جب کہ ابوسفیان نے خچر کی لگام کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا تو اتفاقاً بلا ارادہ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر ذیل کا گیت تھا جب کہ اس کو شعر کہنا درست نہیں ہے، نثر میں اس قسم کے جملے استعمال ہوتے تھے۔

اَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبُ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب

''میں پیغمبر ہوں اس میں ہرگز جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''[1]

مزید برآں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ذیل کا شعر سنا گیا۔

سَتُبْدِي لَکَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا وَيَاتِيْکَ مَا لَمْ تَزِدْدُ بِالْاَخْبَارِ

اس شعر کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! یہ شعر اس طرح نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں شاعر نہیں ہوں اور نہ میرے لئے لائق ہے، اصل شعر ملاحظہ فرمائیں۔

سَتُبْدِيْ لَکَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً وَيَاتِيْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

''مستقبل قریب میں زمانہ آپ پر اس چیز کو عیاں کر دے گا جس سے تو ناواقف ہے اور آپ کے پاس ایسی خبریں لائے گا جو آپ کے پاس نہیں ہیں''[2]

نیز ابن ابی حاتم اور ابن سعد نے حسن سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ اس بیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ نَاهِيًا لِلْمَرْءِ

جب کہ اصل شعر یوں ہے۔

كَفٰى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کی زبان سے یہ شعر سنا تو فوراً کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ شعر کہنا سکھایا ہے اور نہ آپ کے لئے شعر کہنا درست ہے۔[3]

[1] صحیح مسلم كتاب الجهاد باب ۲۸، المراغی ۱۵۰/۸ [2] مسند احمد ۳۱/۲، الدر المنثور ۲۶۸/۵
[3] المراغی ۱۵۰/۸، الدر المنثور ۲۶۸/۵

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ ﷺ کو ان پڑھ اُمی بنایا تا کہ مشرکین پر حجت ثابت ہو جائے اسی طرح آپ کو شعر گوئی سے تحفظ عطا کیا تا کہ ان کے لئے کوئی دلیل دستیاب نہ ہو جائے کہ وہ دعویٰ کریں کہ قرآن تو افتراء پردازیوں کا مجموعہ ہے ہرگز پروردگار کی جانب سے وحی نہیں ہے اس کے بعد ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک تو پندونصائح کا مجموعہ ہے اللہ پاک کی جانب سے اس کا آپ پر نزول ہوا ہرگز انسان کا کلام نہیں جب کہ قرآن پاک نے مخالفین کو چیلنج کیا ہے کہ وہ پورا زور لگا ئیں کہ اس کا مثل پیش کریں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر انہوں نے تلوار اور نیزے کو اٹھایا اور دلائل کے میدان سے خود کو الگ تھلگ کیا۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں نبی ﷺ کے بارے میں ثابت نہیں ہے کہ آپ نے خندق کے موقعہ پر ابن رواحہ کے اشعار **اَللّٰھُمَّ لَوْ اَنْتَ مَااھْتَدَیْنَا** کہے ہوں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ نے جنگ حنین کے دن **اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ** کے کلمات کہے ہوں، اور **ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ مَالَقِیْتِ** اتفاقاً آپ کی زبان مبارک پر آ گئے۔[1]

اس کے بعد آگاہ کیا کہ قرآن پاک کے ڈرانے سے ان لوگوں کو ضرور فائدہ ہوگا جن کے دلوں میں زندگی اور بصیرت موجود ہے رشد وہدایت کے مواقع سے باخبر ہیں اور اس میدان میں ان کے لئے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے اور جو لوگ روگردانی کریں گے تو وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَھُمْ: کیا یہ مشرک لوگ مشاہدہ نہیں کر رہے ہیں کہ ہم نے ان کے لئے اپنی قدرت اور ارادہ کے ساتھ بلا کسی معاون کے چار پائے اونٹ، گائے، بکریاں پیدا کیں جس طرح چاہتے ہیں انہیں اِدھر اُدھر لے جاتے ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک چھوٹی سی لڑکی جب چاہتی ہے نوجوان اونٹ کو بٹھا سکتی ہے اور جب چاہتی ہے اس کو چلاتی ہے اور دائیں جانب اس کو پھیرتی ہے اس مفہوم میں عباس بن مرداس کا شعر ملاحظہ کریں۔

وَتَضْرِبُہُ الْوَسِیْدَۃُ بِالْھَرَاوَی فَلَا غِیَرٌ لَدَیْہِ وَلَا نَکِیْرُ

''لونڈی نوجوان اونٹ کو ڈنڈے لگاتی ہے جب کہ اونٹ اس کے حکم کو تسلیم کرتے سے انکار نہیں کرتا ہے''

وَذَلَّلْنٰھَا لَھُمْ فَمِنْھَا رَکُوْبُھُمْ: اور ہم نے ان چار پایوں کو ان کے تابع کر دیا ہے ان پر سوار ہو کر سفر کرتے ہیں ان پر بوجھ لادتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں جب کہ ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت تناول کرتے ہیں اور چربی کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کرتے ہیں جب کہ سواری اور ان کا گوشت تناول کرنے کے علاوہ بھی ان میں فوائد ہیں ان کے چمڑوں، اون، پشم، بالوں کو ضرورت کے مطابق استعمال کرتے ہیں ان کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کنوئیں سے پانی نکالتے ہیں ان لوگوں کو میرے ان انعامات کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جو ان پر ہیں میری اطاعت کریں میری الوہیت کا اقرار کریں بتوں کی پرستش سے خود کو دور رکھیں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً: مشرکین نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں جو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ تکلیف کا ازالہ کر سکتے ہیں، نہ اللہ پاک کا تقرب دلا سکتے ہیں وہ تو جمادات ہیں سنتے ہی نہیں ہیں نہ ان میں عقل وشعور ہے، تعجب ہے کہ مشرک لوگ دنیوی زندگی میں اپنے معبودوں کے سبب ناراضگی اختیار کرتے ہیں جب کہ وہ نہ انہیں کسی بھلائی سے ہم کنار کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد باب ۳۹، صحیح بخاری کتاب الادب باب ۹۰

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ: اے اللہ کے پیغمبر! آپ مشرک لوگوں کی اس بات سے غمزدہ نہ ہوں کہ تو شاعر ہے اور جو کچھ تو نے پیش کیا ہے یہ سب کچھ شعر ہیں اور نہ اس سے کہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا کہ مستقبل قریب میں اللہ تعالیٰ انہیں بدلہ دے گا اس کا جو کچھ انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے اور جو باتیں ان کی زبانوں سے سنی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کو علم ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کے بارے میں حسد موجود ہے اور یہ کہ جو آپ نے پیش کیا ہے وہ نہ اشعار ہیں نہ اشعار کے مشابہ ہیں اور ہرگز آپ جھوٹ نہیں کہہ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں جس حقیقت کو وہ چھپا رہے ہیں حالانکہ وہ آپ کے بارے میں خوب معرفت رکھتے ہیں اور آپ جس کی دعوت انہیں دے رہے ہیں وہ اپنی زبان کے ساتھ اعلانیہ آپ کی نبوت کا انکار کررہے ہیں اور ہم ان کو ان کی اس کرتوت کا ضرور بدلہ دیں گے اور جس سزا کے وہ مستحق ہوں گے ان کو اس سے گزارا جائے گا جس روز وہ اپنے بڑے اور چھوٹے سبھی اعمال کو اپنی آنکھوں کے سامنے موجود پائیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ: جب کچھ لوگوں نے قیامت کے دن اٹھائے جانے کو بعید از عقل قرار دیا اور اپنے آغاز کو بھول گئے کہ انہیں کس طرح پیدا کیا گیا اور برملا انہوں نے اعتراض کیا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں میں کس طرح دوبارہ زندگی واپس آئے گی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اشتباہ کو دور کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ جس نے ان کو پہلے عدم سے وجود عطا کیا وہ ذات انہیں موت کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور اس ذات کو اجزاء کی تفاصیل کا علم ہے جب وہ بوسیدہ ہو کر متفرق ہو گئے اور کئی حصوں میں منقسم ہو گئے، جو شخص موت کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتا ہے اسے غور کرنا چاہیے کہ جس ذات نے انسان کو اولاً پیدا کیا پھر اسے سیدھا قد عطا کیا وہ اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کررہا ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں میں کس طرح زندگی ڈال دے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کررہا ہے، ظاہر ہے کہ جس ذات نے اولاً انسان کو ذلیل پانی سے پیدا کیا ہے وہ اس کو موت کے بعد بھی زندہ کرنے پر قادر ہے زندہ کرنے کے بعد محاسبہ ہوگا اور اعمال پر جزا سزا کا انحصار ہوگا۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ: انسان نے ایک اور عجیب بات کہی ہے کہ وہ مخلوق کو دوبارہ زندگی عطا کرنے کی قدرت کا انکار کرتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں میں کون زندگی ڈال سکتا ہے وہ شخص بھول گیا ہے کہ ہم نے اس کو کیسے پیدا کیا ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اور انسان سیدھے قد کا وجود میں آیا اور جو ذات اس پر قادر ہے تو وہ فوت شدہ لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا کرسکتا ہے۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ: اے پیغمبر! (ﷺ) آپ اس مشرک شخص کو آگاہ کریں جو دوبارہ زندگی کو بعید از عقل وفہم قرار دیتا ہے کہ کون بوسیدہ ہڈیوں میں زندگی کی لہر پیدا کرتا ہے جواب واضح ہے کہ جس ذات نے اس کو پہلی بار پیدا کیا اور وہ کچھ نہ تھا اس ذات کو معلوم ہے کہ اس انسان کی ہڈیاں کہاں کہاں متفرق ہیں اللہ کی ذات پر اس کی مخلوق کی کوئی چیز ہرگز پوشیدہ نہیں ہے وہ اس کو دوبارہ اسی حالت پر لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا: ان کا موت کے بعد اٹھائے جانے کو بعید از عقل قرار دینے کے مغالطہ کو دور کرتے

اوران کے انکار کو باطل قرار دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ تمہیں بوسیدہ ہڈیوں سے دوبارہ پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے زیادہ حیران کن نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو اس پر کچھ مشکل نہیں کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں سے انسان کو دوبارہ زندگی عطا کرے اس کے بعد اللہ کی عظیم سلطنت اور وسیع قدرت کو ثابت کیا ہے کہ اللہ پاک کی شان بہت بلند ہے وہ جب کسی چیز کے ایجاد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کام ہو جائے تو وہ فوراً انجام پذیر ہو جاتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مکمل قدرت اور بالعموم بادشاہت کو ثابت کیا ہے تو اس نے اپنی ذات کو ان اوصاف سے منزہ قرار دیا ہے جن کے ساتھ مشرکین نے اللہ کو موصوف قرار دیا تھا تو فرمایا ہمارا پروردگار منزہ ہے وہ ہمیشہ زندہ ہے قائم ہے اس کے ہاتھ میں آسمان، زمین کی چابیاں ہیں وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قیامت کے دن تم سب نے اس کی جانب لوٹنا ہے وہ ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا وہ ذات عادل ہے انعامات کرنے والی ہے اور مہربان ہے۔

مقدمہ سورۂ صافات

اس سورت کا شمار مکی سورتوں سے ہوتا ہے کہ یہ سورت قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سورت میں اسلامی عقائد کے بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، مقصود مسئلہ توحید، وحی اور قیامت کے دن اٹھائے جانے اور مکافات عمل کی وضاحت ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ایمان کے بنیادی ستون کیا کیا ہیں، اس سورت کے آغاز میں فرشتوں کا تذکرہ ہے ان میں کچھ فرشتے ایسے ہیں جو نماز کی ادائیگی میں صف باندھے ہوئے ہیں یا وہ احکام الٰہیہ کے منتظر رہتے ہیں کہ کب انہیں ان کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا ہے کچھ فرشتے اللہ کی مشیت کے مطابق بادلوں کو چلا رہے ہیں۔

مزید اس سورت میں جنوں کا تذکرہ ہے جن پر شہاب ثاقب گرتے ہیں وہ انہیں ملیا میٹ کر دیتے ہیں ان کے بیان کے دوران دور جاہلیت کے اس نظریہ کا رد کیا گیا ہے کہ ان کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے اور ہمارے اور اللہ کے درمیان وساطت کا فریضہ جن سرانجام دیتے ہیں، مزید برآں قبروں سے اٹھائے جانے جزا سزا کا مسئلہ لیکن مشرکین کا اس کو تسلیم نہ کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ہمیں کیسے دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ اور آخرت کے عقیدہ کے اثبات کے لئے اس میں ایک مؤمن اور ایک کافر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا گیا ہے، بعدازاں اس نتیجہ کو پیش کیا گیا ہے کہ مؤمن شخص ہمیشہ جنت میں جب کہ کافر شخص ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

مزید برآں اس سورہ میں بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں، نوح، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام پیغمبروں کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ پیغمبر اسماعیل ذبیح اللہ کے واقعہ کا بیان ہے اس سلسلہ میں اس خواب کا بیان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا گیا پھر اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ مینڈھا عطا کیا جانا۔

ایاتُها: ۱۸۲ ۳۷ سُورَةُ الصّٰفّٰتِ مَکِّیَّةٌ ۵۶ رُکُوعَاتُھَا: ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع

ترجمہ: ان فرشتوں کی قسم جو صفیں باندھنے والے ہیں صفیں باندھنا (۱) پس اس جماعت کی قسم جو چلانے والے ہیں چلانا (۲) پس اس جماعت کی قسم جو تلاوت کرنے والی ہے تلاوت کرنا (۳) یقیناً تمہارا معبود ایک ہے (۴) وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اور اس کا جو ان کے درمیان ہے اور مشرقوں کا پروردگار ہے (۵) بلاشبہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت کے ساتھ مزین کیا ہوا ہے (۶) اور ہر سرکش شیطان سے محفوظ کر دیا ہے (۷) مقصود یہ ہے کہ شیاطین ملاء اعلیٰ کی جانب کان نہ لگا سکیں اور انہیں ہر طرف سے پھینکا جاتا ہے (۸) انہیں دھتکارا جاتا ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے (۹) مگر جو اچک لیتا ہے اچک لینا تو جلانے والا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے (۱۰) پس آپ ان سے استفسار کریں کہ وہ پیدائش میں زیادہ سخت ہیں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے بلاشبہ ہم نے ان کو چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے (۱۱) بلکہ تو تعجب کرتا ہے اور وہ مزاح اڑاتے ہیں (۱۲) اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت نہیں پکڑتے ہیں (۱۳) اور وہ جب کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں (۱۴) اور وہ کہتے ہیں

نہیں ہے یہ مگر ظاہر جادو ہے(۱۵) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے کیا ہمیں اٹھایا جائے گا؟(۱۶) یا ہمارے پہلے باپ دادوں کو اٹھایا جائے گا(۱۷) آپ کہیں! ضرور اور تم ذلیل ہو گے(۱۸) پس سوائے اس کے نہیں ہے ایک بار ڈانٹ پلانا ہو گا تو اس وقت وہ دیکھ رہے ہوں گے(۱۹) اور وہ کہیں گے ہائے ہم پر افسوس ہے یہ بدلے کا دن ہے(۲۰) یہ ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے(۲۱)

مفردات کی وضاحت: مَشَارِق کا واحد مَشْرِق ہے، سال کے ہر دن کا مشرق اور مغرب الگ الگ ہے اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اَلدُّنْیَا مؤنث ہے اس کا مذکر اَدْنٰی ہے اس سے مقصود وہ آسمان ہے جو زمین کے نزدیک ہے، مَارِدٌ سرکش جن جو خیر سے خالی ہے اسی سے اَمْرَد ہے یعنی بے ریش شخص، یُقْذَفُوْنَ انہیں پھینکا جاتا ہے، دُحُوْرٌ بھگانا، دھتکارنا، وَاصِبٌ ہمیشہ، اَلْخَطْفَةُ اچک لینا، اَلشِّهَابُ آگ کا شعلہ، لَازِبٌ ملا ہوا۔

تشریح: اللہ پاک نے ان فرشتوں کی قسم اٹھائی ہے جو مقام عبودیت میں صف بندی کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں القاء کرتے رہتے ہیں کہ وہ خود کو برائی سے تحفظ عطا کریں جو آسمانوں میں نمازوں کی ادائیگی کے لئے صف بندی کرتے ہیں حدیث میں وارد ہے تم عبادت کے لئے اس طرح صف بندی کرو جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کی عبادت کے لئے صف بندی کرتے ہیں صحابہ نے عرض کیا ان کی صف بندی کس طرح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اولاً پہلی صف پوری کرتے ہیں ان کی صف بندی چونا گچ ہوتی ہے اور ان فرشتوں کی قسم جو بادلوں کو اللہ کی مشیت کے مطابق چلاتے ہیں۔[1]

انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے رہتے ہیں انہیں آگاہ کرتے ہیں کہ تم اپنے معبود کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرو اور صرف اسی کی اطاعت کرو، وہ ذات آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان سب مخلوق کا خالق ہے اور سب کا مالک اور نگران ہے اور انہیں شیطانی وسواس سے دور رہنے کا القاء کرتے ہیں وہ آگاہ کرتے ہیں کہ تمہارا پروردگار ایک ہے وہی ذات آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان اور مشرق، مغرب کا پروردگار ہے، مشارق ذکر کیا گیا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے مغارب کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اس لئے کہ ذکر کردہ کلام اس پر دال ہے چونکہ مشرق مغرب موسم سرما اور موسم گرما میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اس لئے بجائے مشرق، مغرب دونوں کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ اس نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ زینت عطا کی ہے جو روشن ہیں چمکدار ہیں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے چمکدار تابناک موتی ہوتے ہیں ان کے باعث سرکش فساد انگیزی کرنے والے شیاطین سے تحفظ رہتا ہے چنانچہ قتادہؒ کا قول ہے ستاروں کو تین مقاصد کے پیش نظر پیدا کیا گیا ہے جو شیاطین آسمان میں فیصلوں سے خود کو آگاہ رکھنے کے لئے آسمان دنیا کے قریب جاتے ہیں تو ستارہ ٹوٹ کر ان کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتا ہے دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان سے فضا میں روشنی پھیل جاتی ہے جب کہ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ستارے پہلے آسمان کی زیب و زینت کا باعث بنتے ہیں۔

ابو حبان بیان کرتے ہیں آیت مبارکہ میں پہلے آسمان کا ذکر ہے اس لئے کہ آنکھیں پہلے آسمان کا ہی مشاہدہ کر پاتی ہیں

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۴۶، صحیح ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۹۵، صحیح ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ۵۰

دیگر آسمانوں کا مشاہدہ ممکن نہیں ہے صرف پہلے آسمان کے قریب جانے سے شیاطین کو روکنا مقصود ہے جبکہ وہ فرشتے جو ملاء اعلیٰ میں ہیں ان کی باتوں کو سننے کی ان میں قدرت نہیں ہے ان پر ہر طرف سے شہاب ثاقب گرائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے قریب جانے کا ارادہ کرتے ہیں انہیں خبروں کے سننے سے روکتے ہیں جبکہ ان کو اخروی زندگی میں مسلسل عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ: البتہ وہ شیطان جو چوری چھپے کسی بات کو اچک لیتا ہے تو اس کو نہایت روشن ستارہ اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کو جلا دیتا ہے، علامہ قرطبیؒ وضاحت فرماتے ہیں ذہن نشین کریں شیاطین کو جن ستاروں سے رجم کیا جاتا ہے ان کا شمار ان ستاروں سے نہیں ہے جو اپنے مقام پر قائم رہتے ہیں اگر چہ ان میں کچھ حرکت تو ہوتی ہے لیکن ان کی حرکات کو معلوم نہیں کیا جا سکتا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ: آپ ان سے دریافت کریں جو قیامت کے دن اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں کہ ایجاد کے لحاظ سے کیا زیادہ مشکل ہے؟ کیا انہیں دوبارہ پیدا کرنا یا آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان جو فرشتے اور بڑی بڑی مخلوق ہیں؟ ذہن نشین کریں اس استفہام میں انہیں ڈانٹ پلانا مقصود ہے جب کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مخلوقات تخلیق کے لحاظ سے ان سے زیادہ مشکل ہے تو تعجب ہے! کہ وہ کیسے اٹھائے جانے کا انکار کر رہے ہیں جب کہ وہ ان مخلوقات کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو ان سے حجم وغیرہ میں بہت بڑی ہیں تو ان کے مقابلہ میں ان انسانوں کی کیا نسبت ہے، مزید دونوں کے درمیان تفاوت کو واضح کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ ہم نے ان کے باپ آدم علیہ السلام کو نرم باہم ملی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے، اس وضاحت سے مقصود انسان کا ضعف اور اس میں نرمی کا مادہ ہے صلابت اور قوت نہیں ہے تو آسمان کے ستاروں اور فرشتوں اور عالم دنیا کے مشارق، مغارب کی نسبت کے لحاظ سے انسانوں میں وہ قوت نہیں ہے جو ان میں ہے اور جب ہم نے ان کو پیدا کیا ہے تو کیا ہم عاجز ہیں کہ جس انسان کی تخلیق پہلے مٹی سے ہوئی اب دوبارہ اس کی تخلیق کیوں کر نہیں ہو سکتی ہے۔

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ: اے محمد! (ﷺ) آپ تعجب کر رہے ہیں جب کہ کفار قیامت کے دن اٹھائے جانے کو جھوٹ قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ لوگ اللہ کی عظیم حیران کن قدرت کے آثار کا مشاہدہ کر رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ نہ صرف آپ کو اپنے تمسخر کا نشانہ بنا رہے ہیں اور آپ کی باتوں کو لایعنی قرار دے رہے ہیں بلکہ آپ کے تعجب پر بھی ہنس رہے ہیں اور جب انہیں قرآن کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے اور انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ غور و فکر بھی نہیں کرتے اور جب کسی حیران کن نشانی یا کسی معجزہ کا مشاہدہ کرتے ہیں جو آپ (ﷺ) کی صداقت کا واضح نشان ہوتا ہے جیسا کہ آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور درختوں اور پتھروں کا کلام کرنا، تو وہ مبالغہ کی حد تک مزاحیہ انداز پر اتر آتے ہیں بلکہ دیگر افراد کو بھی اکساتے ہیں کہ وہ بھی خود کو مزاح کے میدان میں اتاریں نیز وہ نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ کہتے ہیں اے محمد (ﷺ)! جس دین کو تو نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے یہ تو کھلم کھلا جادو ہی ہے، دراصل ان واقعات کی جانب اشارہ ہے جو آپ کے ہاتھوں پر عادت کے خلاف ظہور پذیر ہوئے۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا: استفہام انکاری ہے کفار انکار کرتے ہوئے مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے نہایت بے باکی کے ساتھ کہتے ہیں کہ جب ہمارے جسم موت کے بعد بوسیدہ ہو جائیں گے اور جسم کے اعضاء ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مٹی اور ہڈیوں کا ڈھانچہ دکھائی دیں گے تو پھر ہمیں کیسے اٹھایا جائے گا؟ یا اسی طرح ہمارے آباؤ اجداد کو جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں انہیں کیسے اٹھایا جائے گا؟

گویا کہ اٹھائے جانے کی حقیقت کو بعید از عقل قرار دے رہے ہیں کہ یہ کام ممکن ہی نہیں ہے۔

کفار کی اس نازیبا گفتگو کا جواب: اللہ پاک اس جواب سے محمد ﷺ کو مخاطب فرما کر آگاہ کر رہے ہیں کہ تم یقیناً اٹھائے جاؤ گے اور تمہاری کیفیت انتہائی ذلت اور کسمپرسی کی ہوگی بس ایک زبردست خوفناک چیخ فضا میں پھیل جائے گی جس کو اسرافیل علیہ السلام ایک سینگ (صور) میں پھونکیں گے تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے حشر کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے ہوں گے تو جب وہ قیامت کی خوفناکیوں کا ملاحظہ کریں گے تو حسرت اور ندامت کی کیفیت میں وہ یہ جملہ دہرائیں گے ہائے افسوس! ہم تباہ و برباد ہو گئے!!!۔

ہمیں زبردست نقصان پہنچا یہ دن تو واقعی جزا سزا کا دن ہے کہ جس دن سب لوگوں کا محاسبہ ہونا ہے مزید انہیں افسوس میں اور حیرت میں ڈالنے کے لئے فرشتے نہایت گرجدار آواز میں جو دلوں کو دہلا دینے والی ہوگی کہیں گے! آج کا یہ دن فیصلے کا دن ہے تمام مخلوقات کے معاملات کا آج فیصلہ کیا جائے گا اور یہ وہ دن ہے جس کا تم زندگی بھر انکار کرتے رہے اور اس کو جھوٹ قرار دیتے رہے اس دن جنہوں نے زندگی بھر اچھے کام کئے ہوں گے ان کو انعامات کے ساتھ نوازا جائے گا خوشخبری دی جائے گی مبارکباد دی جائے گی اور جن لوگوں نے دنیوی زندگی میں اللہ کے احکام کی مخالفت کی ہوگی اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزاری ہوگی ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى
صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَالَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ
الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ
﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ
كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ
مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾
وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: کہا جائے گا اے فرشتو! تم ظالموں کو ان جیسوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اٹھاؤ (۲۲) اللہ کے سوا تم ان کی دوزخ کی راہ کی جانب راہ نمائی کرو (۲۳) اور انہیں ٹھہراؤ بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی (۲۴) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے ہو (۲۵) بلکہ آج کے دن اطاعت کرنے والے ہوں گے (۲۶) اور ان کے بعض دیگر بعض پر متوجہ ہوں گے ایک دوسرے سے سوال کرنے والے

ہوں گے(۲۷) وہ کہیں گے بلاشبہ تم ہمارے پاس دائیں جانب سے آتے تھے(۲۸) وہ کہیں گے بلکہ تم مسلمان نہ تھے(۲۹) اور ہم کو تم پر کچھ غلبہ نہ تھا بلکہ تم تو ایسے لوگ تھے جو حد سے گزرے ہوئے تھے(۳۰) پس ہم پر ہمارے پروردگار کی بات ثابت ہوگئی کہ ہم لازماً عذاب چکھنے والے ہیں(۳۱) چنانچہ ہم نے تم کو گمراہ کیا یقیناً ہم گمراہ تھے(۳۲) بلاشبہ وہ سب اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں گے(۳۳) بلاشبہ ہم گناہگاروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں(۳۴) بلاشبہ انہیں جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ سرکشی پر اتر آتے تھے(۳۵) اور وہ کہتے تھے کیا ہم اپنے معبودوں کو شاعر دیوانے کے کہنے پر چھوڑنے والے ہیں(۳۶) بلکہ پیغمبر تو درست بات لایا ہے اور اس نے سبھی پیغمبروں کو سچا قرار دیا ہے(۳۷) بلاشبہ تم دردناک عذاب چکھنے والے ہو(۳۸) اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کے موافق جو تم عمل کرتے تھے(۳۹)

بلاغت: اُحْشُرُوا جمع کرو، وَاَزْوَاجَهُمْ اوران جیسوں کو شرابیوں کو شرابیوں کیساتھ اور زانیوں کو زانیوں کیساتھ، فَاهْدُوْهُمْ انکی دوزخ کی جانب رہنمائی کرو، وَقِفُوْهُمْ اوران کو میدان حشر میں بند رکھیں، فَاَغْوَیْنٰكُمْ ہم نے تمہیں گمراہی کی جانب دعوت دی۔

تشریح: اللہ فرمائے گا ظالموں اور ان جیسے نافرمانوں اور مجرم لوگوں کو اکٹھا کرو ہر انسان کو اس کے رفقاء کے ساتھ اکٹھا کرو، زانیوں کو زانیوں اور شرابیوں کو شرابیوں اور چوروں کو ان جیسوں کے ساتھ بلکہ ان کی عورتوں کو بھی جو کافر تھیں اور ان کو جو اللہ کے سوا معبودوں کی عبادت کیا کرتے تھے ان کے اکٹھا کرنے میں ان کی شرمندگی اور حسرت میں اضافہ ہوگا اور ان کو جو بتوں کی عبادت کرتے تھے انہیں دوزخ کے راہ کا تعارف کراؤ ان کے چہرے دوزخ کی جانب ہوں اس لئے کہ وہ دنیوی زندگی میں صراط مستقیم پر رواں دواں نہیں رہے ہیں تو آج وہ دوزخ کے راہ کی جانب چلیں اور پل صراط پر انہیں روکے رکھو ان سے ان کی گفتار اور کردار کے بارے میں سوال کیا جائے گا پھر انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے ہو جب کہ تم یہاں اکٹھے ہو اور تم میں سے ہر شخص کو مددگار اور معاون کی ضرورت ہے اس میں ابوجہل کے قول کی جانب اشارہ ہے جب اس نے کہا کہ ہم سب اکٹھے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں بلکہ وہ آج کے دن ذلیل ہیں اطاعت و فرمانبرداری کا مجسمہ دکھائی دے رہے ہیں اپنے مخالف سے بدلہ لینے کی ان میں سکت نہیں ہے خواہ ایسے افراد ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرنے والے تھے خواہ ان کی عبادت ہوا کرتی تھی، قیامت کے دن کسی انسان کے دونوں قدم اس وقت تک بارگاہ الٰہی سے اِدھر اُدھر نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ پانچ سوالات کا جواب نہیں دے پائیں گے ان سے دور جوانی کے بارے میں استفسار ہوگا کہ تم نے اس کو کن کاموں کے باعث بوسیدہ کیا اور اپنی پیاری زندگی کو کن کاموں کے سرانجام دینے میں فنا کیا اور مال کو کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور کونسا علم حاصل کیا اور کیا علم کے مطابق عمل کیا۔

پھر انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا جائے گا تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے ہو جب کہ تم اکٹھے ہو اور تم میں سے ہر ایک کو مددگار کی ضرورت ہے بلکہ وہ اس دن ذلیل مجسمہ اطاعت ہوں گے ان میں سے کسی میں بدلہ لینے کی سکت نہیں

ہے عام ہے کہ ان کی عبادت ہوتی رہی یا وہ کسی کی عبادت میں مصروف رہے اور لیڈر اور ان کے پیروکار آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کریں گے اور جھگڑا کریں گے جب کہ ان کا ایک دوسرے سے استفسار کرنا ڈانٹ پلانے کے انداز کے مطابق ہوگا اور آپس میں جنگ وجدال کی نوعیت کا ہوگا چنانچہ عوامی قسم کے لوگ اپنے لیڈروں کو ملامت کریں گے ان سے جھگڑا کریں گے اور کہیں گے کہ تم بظاہر ہمارے پاس حق وصداقت کا لبادہ اوڑھ کر آتے تھے اور درپردہ باطل کو تزئین وآرائش کے ساتھ پیش کرتے تھے ہمیں دھوکے میں مبتلا کرتے رہے، مزید برآں تم ہمیں وسوسہ میں مبتلا کرتے رہے ان کی ان باتوں کے جواب میں لیڈر قسم کے لوگ کہیں گے ہم نے تمہیں گمراہی کے گڑھے میں نہیں گرایا اور نہ تمہیں ایمان لانے سے روکا ہے بلکہ تم نے کفر اختیار کیا اور ایمان کو قبول نہ کیا۔

مزید برآں ہمیں تم پر ہرگز غلبہ نہ تھا کہ ہم تمہیں بالجبر اپنی اطاعت میں لے آتے بلکہ تم سرکش لوگ تھے فسق وفجور کے دلدادہ تھے یہی وجہ ہے کہ تم نے ہماری بات کو تسلیم کیا اور تم ہمارے پیروکار ہوگئے تو ہم سب پر اللہ کی وعید لازم ہوگئی کہ ہمیں عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جب کہ ہم نے تمہارے سامنے باطل کو مزین کر کے پیش کیا اور ہم نے تم کو گمراہی کی جانب دعوت دی اس لئے کہ ہم خود گمراہی کے تاریک گڑھے میں گرے ہوئے تھے اس پر اللہ تعالیٰ ان کی کیفیت سے آگاہ کر رہے ہیں کہ وہ لوگ لازمی طور پر عذاب میں شریک ہوں گے جیسا کہ گمراہی میں شریک تھے ہم اسی طرح بدنصیب گناہگاروں کو عذاب میں مبتلا کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ: انہیں عذاب میں مبتلا کرنے کا باعث کیا تھا اس کی وضاحت ہو رہی ہے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ تم ایک اللہ ہی کو معبود حقیقی قرار دو تو وہ کبر ونخوت پر اتر آتے تھے نیز دعوت کے جواب میں کہتے کیا ہم ایک شاعر دیوانہ قسم کے شخص کے کہنے پر اپنے معبودوں سے انقطاع کرلیں ان کا اشارہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کی جانب تھا ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک آگاہ فرمارہے ہیں معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ وہ افتراء پردازی سے کام لے رہے ہیں بلکہ محمد ﷺ نے تو ان کے پاس اسلام اور توحید کو پیش کیا جس کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہے اور جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں نے جس چیز کو پیش کیا وہ بھی اس کو پیش کر رہے ہیں۔

ابوحیان کی وضاحت: مشرکین نے جہاں اللہ پاک کی وحدانیت کا انکار کیا وہاں انہوں نے رسالت کا بھی انکار کیا، مزید برآں انہوں نے آپ کے خلاف ایک الزام یہ عائد کیا کہ وہ شاعر ہے اس کے ساتھ انہوں نے آپ کو دیوانہ بھی قرار دیا جب کہ شاعر اس شخص کو کہا جاتا ہے جس میں فہم وادراک کا مادہ پایا جاتا ہے اور جن معانی اور مقاصد کو وہ اپنے الفاظ میں سموتا ہے ان کے لحاظ سے اس کا فہیم اور سمجھدار ہونا ضروری ہے تب ہی پرکشش معانی کو فصاحت وبلاغت کے قالب میں سموسکتا ہے، ظاہر ہے کہ دیوانہ انسان اس لائق نہیں ہوتا کہ وہ پرمغز اور باعث کشش کلام پیش کرے اس لحاظ سے ان کا آپ کے بارے میں شاعر مجنون کہنا ان کی حماقت کی دلیل ہے۔

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ: مجرمین کے بارے میں تاکید کے ساتھ آگاہ کیا جارہا ہے کہ تمہیں شدید قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور تمہیں تمہارے برے اعمال کے برابر سزا دی جائے گی، ظاہر ہے کہ برائی پر سزا تو برائی کے مطابق دی جائے گی جب کہ اعمال صالحہ کا بدلہ دس گناہ سے لے کر کئی گنا تک حاصل ہوسکتا ہے۔

اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ج وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ
﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴿۴۵﴾
بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ
الطَّرْفِ عِيْنٌ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴿۵۰﴾
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ
كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ
الْجَحِيْمِ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ﴿۵۶﴾ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ
﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَالْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴿۶۱﴾

ترجمہ: لیکن اللہ کے بندے جو اخلاص والے ہیں (۴۰) یہ لوگ ان کا رزق مقرر ہے (۴۱) کئی قسم کے پھل ہیں جن سے انہیں نوازا جائے گا (۴۲) نعمتوں والی جنتوں میں ہوں گے (۴۳) تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے (۴۴) ان پر جاری شراب کے پیالے گردش میں ہوں گے (۴۵) شراب سفید رنگ کی پینے والوں کو لذت عطا کرے گی (۴۶) شراب میں نقصان نہیں ہوگا اور نہ وہ شراب سے مستی میں آئیں گے (۴۷) اور ان کے نزدیک عورتیں ہوں گی آنکھ کو بند رکھنے والیاں موٹی آنکھوں والیاں (۴۸) گویا کہ وہ شتر مرغ کے انڈے ہیں جو چھپے ہوئے ہیں (۴۹) پس بعض بہشت والے دیگر بعض پر متوجہ ہوں گے استفسار کریں گے (۵۰) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ بلاشک وشبہ میرا ایک ساتھی تھا (۵۱) کہ وہ انکار کرتے ہوئے کہا کرتا تھا تو اقرار کرنے والوں سے ہے (۵۲) کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور چند ہڈیاں ہوں گے کیا ہمیں سزا جزا دی جائے گی؟ (۵۳) اللہ پاک حکم دیں گے کیا تم جھانکتے نہیں ہو (۵۴) پس وہ جھانکے گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا (۵۵) وہ کہے گا اللہ کی قسم! بلاشبہ قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا (۵۶) اور اگر میرے پروردگار کا احسان نہ ہوتا تو میں ان لوگوں سے ہوتا جن کو عذاب میں حاضر کیا گیا ہے (۵۷) کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟ (۵۸) مگر ہماری پہلی موت ہے اور ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا (۵۹) بلاشبہ یہی وہ بڑی کامیابی ہے (۶۰) اس نعمت کے لئے عمل کرنے والے عمل کریں (۶۱)

مفردات کی وضاحت: قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ حوروں کی نگاہیں صرف ان کے خاوندوں کی جانب گڑی ہوئی ہوں گی کسی غیر مرد

کی جانب ان کی نگاہیں اٹھنے نہ پائیں گی، حُوْرٌ کا واحد حُوْرَاء ایسی عورت جس کی آنکھ کا سیاہ حصہ خوب سیاہ اور سفید حصہ خوب سفید ہو، عِیْنٌ موٹی خوبصورت آنکھوں والی عورتیں، اس کا واحد عَیْنَاءُ ہے، مَکْنُوْن وہ اس قدر پردوں میں چھپی ہوں گی کہ ان تک نہ کسی کے ہاتھ پہنچے ہوں گے اور نہ ان تک غبار پہنچے گا، قَرِیْنٌ ساتھی دوست، مَدِیْنُوْن جھانکنے والے دوزخیوں کی جانب دیکھنے والے، سَوآءِ الْجَحِیْمِ دوزخ کا سنٹر۔

بلاغت: ﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ میں کنایہ ہے مقصود حور عین ہیں جب کہ وہ انتہاء درجہ کی پاکدامن ہوں گی ان کی نگاہیں صرف ان کے خاوندوں کی جانب ہی اٹھیں گی خاوندوں کے علاوہ کسی کی جانب نہ دیکھیں گی۔

﴿کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ﴾ میں وجہ تشبیہ محذوف ہے اس لئے اس کو مجمل کہا جاتا ہے۔

تشریح: لیکن اللہ کے بندے جو مخلص اور موحد ہیں وہ ہرگز عذاب کو نہ چکھیں گے اور جب ان کا محاسبہ کیا جائے گا تو محاسبہ میں مناقشہ کی کیفیت نہ ہوگی ان سے کرید کر نہ پوچھا جائے گا معمول کا انداز ہوگا ہرگز حیرت دامن کو نہ تھامے گی بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو محو کردیں گے اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر ساٹھ گنا تک کردیا جائے گا۔

اُولٰٓئِکَ لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ: یہ پاکباز بہترین اخلاق کے لوگ انہیں جنت میں صبح شام بہترین خوراک سے نوازا جائے گا ارشاد ربانی ہے ﴿لَھُمْ رِزْقُھُمْ فِیْھَا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا﴾ (مریم: ۶۲) ''صبح شام کے کھانوں میں جو کھانے ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے'' ان کھانوں کا بظاہر منظر دلکش ہوگا کھانے لذت کے لحاظ سے دل کشی کا سامان مہیا کریں گے جب کہ ان کی مہک بھی بہت عمدہ ہوگی، صبح شام کے کھانوں میں فروٹ بھی متنوع قسم کے ان کے سامنے ازخود ان کی خواہش کے مطابق آئیں گے، بہرحال وہ جنت میں نہایت معزز حیثیت میں شاداں وفرحاں رہیں گے۔

ذہن نشین کریں کہ پھلوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مقصود یہ ہے کہ وہ پھلوں کے تناول سے عمدہ قسم کی لذات سے شادکام ہوں گے باغات میں تَنَعُّم کی زندگی بسر کریں گے ایسے پلنگوں پر جلوہ افروز ہوں گے جن پر موتیوں اور یاقوت کا جڑاؤ کیا گیا ہوگا ان کے پلنگ آٹومیٹیکلی (Automatically Bed) ان کی جانب گردش کریں گے ہرگز کسی سوئچ کو دبانے کی ضرورت نہ ہوگی وہ جنت میں ایک دوسرے کے سامنے جلوہ افروز ہوں گے کسی کی پشت کسی دوسرے کے چہرے کی جانب نہیں ہوگی سب آمنے سامنے ہوں گے۔

مطعومات کے تذکرہ کے بعد مشروبات کا ذکر ہو رہا ہے کہ جنت میں خدام شراب کی جاری نہر سے شراب چھلکتے ہوئے جام جنتیوں کی خدمت میں پیش کریں گے جب کہ شراب کی رنگت سفید ہوگی جیسا کہ چشمہ کے پانی کی رنگت ہوتی ہے اس کو نوش کرنے والا جنتی ناقابل بیان لذت محسوس کرے گا نام کے لحاظ سے شراب جب کہ اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید ہوگا شراب کے پینے سے عقل بدستور موجود رہے گی اس میں ہرگز فتور لاحق نہیں ہوگا نہ اس کے استعمال سے سر میں درد ہوگا اور نہ پیٹ میں تکلیف ہوگی شراب کے پینے سے مزاج کا نہ صرف یہ کہ تکدر ختم ہوگا بلکہ کسی قسم کا جوش اور اعصابی تناؤ کا ظہور نہ ہوگا۔

وَعِنْدَھُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: اور ان کی خدمت کے لئے ایسی خوب صورت پاکدامن عورتیں ہوں گی جنہوں نے اپنی نظر کو صرف

اپنے خاوندوں تک محدود رکھا ہوگا اور پاکدامنی کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر حسن و جمال کے ساتھ ان کی آنکھیں موٹی ہوں گی اور ان کی آنکھوں کا سیاہ حصہ نہایت سیاہ اور سفید حصہ مبالغہ کی حد تک نہایت سفید پر کشش ہوگا گویا کہ وہ عورتیں ان موتیوں کی طرح ان کا جسم چمک رہا ہوگا جنہیں سیپ میں چھپا کر رکھا ہوا ہے، نیز المکنون سے مقصود یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا جسم ہاتھوں کے چھونے سے محفوظ رہا کہ جہاں ان کا حسن و جمال حیرت افزا ہوگا وہاں انہیں موتیوں کی طرح سیپ میں محفوظ رکھا گیا ہوگا ان کے جسم تک نہ کسی کا ہاتھ پہنچا ہوگا نہ انہیں کسی آنکھ نے کبھی دیکھا ہوگا ان کے جسم میں نعومت، لطافت، اور رقت کا ملا جلا انداز ہوگا، گویا کہ وہ نظروں سے اوجھل اس قدر پردوں میں ہوں گی کہ ان تک نہ کسی کے ہاتھ کو رسائی ہوگی اور نہ کسی کی ان پر نظر پڑی ہوگی۔

ابوحیان کی وضاحت: اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اولاً ان کی خوراک کا ذکر کیا ہے جس کے تناول سے جسم لطف اندوز ہوتا ہے اس کے بعد انہیں کس قدر عزت اور اکرام سے ٹھہرایا گیا ہے اس پر انسان کا نفس مطمئنہ خوشی سے جھومنے لگتا ہے پھر انہیں کہاں بطور مہمان نوازی کے رکھا گیا ہے تو اس کا جواب نہایت واضح ہے کہ انہیں ایسی جنات میں فروکش کیا جائے گا جہاں آرام واطمینان کے ساتھ انہیں اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے اور لذت اندوزی کے لئے سامان فراہم کئے جائیں گے، مزید برآں تنہائی کا ہرگز کسی لمحہ بھی خدشہ نہیں ہوگا ہمیشہ ہمیشہ میلے کا سماں رہے گا آمنے سامنے خودرو متحرک پلنگوں پر مسرت اور انس ومودت کے جانفزا جھونکوں کے ساتھ شادکام رہیں گے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ: جنتی لوگ جب آپس میں مل جل کر بیٹھیں گے تو وہ دنیوی واقعات کو بھی دہرائیں گے اور ایمان کے نتائج سے مسرت محسوس کریں گے ان میں سے ایک شخص کہے گا میرا ایک ساتھی تھا جو قیامت کا انکار کیا کرتا تھا وہ مجھے کہا کرتا تھا تعجب ہے کہ تو قیامت کے واقع ہونے کو درست قرار دیتا ہے کیا جب ہم موت سے ہم کنار ہوں گے اور ہم مٹی کے ذرات کی شکل میں ہوں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ہمارا محاسبہ ہوگا اور ہمیں ہمارے اعمال کی جزا سزا سے گزارا جائے گا؟ اس کی یہ گفتگو بطور تعجب کے ہوگی چنانچہ یہ ایماندار شخص جنت میں اپنے بھائیوں سے کہے گا کیا تم دوزخ کا ملاحظہ کرنا چاہتے ہوتا کہ ہم اپنے ساتھی کا حال معلوم کریں؟ چنانچہ وہ اپنے ساتھی کو دیکھے گا کہ وہ دوزخ کے درمیان میں گرا ہوا ہے دوزخ میں جل رہا ہے تو ایماندار شخص اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے کہے گا اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے گمراہ کر دیتا اور مجھے تباہ و برباد کر دیتا اگر مجھ پر میرے پروردگار کا فضل و کرم نہ ہوتا کہ اس نے مجھے ایمان پر استقامت عطا کی تو میں دوزخ میں تیرے ساتھ جکڑا ہوا ہوتا اور مجھے دوزخ میں عذاب میں گرفتار کیا جاتا۔

اس کے بعد کافر شخص استہزاء کی کیفیت میں مخاطب ہو کر کہے گا جیسا کہ دنیوی زندگی میں استہزا کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کیا تو اپنے اسی اعتقاد پر قائم نہیں ہے کہ ہم پر ایک ہی بار موت طاری ہوگی اور موت کے بعد اٹھایا جانا جزا سزا حساب وغیرہ نہیں ہے، دراصل یہ مزاحیہ انداز ہے لیکن ساتھ ساتھ ناقدانہ انداز دردانگیز بھی ہے اس صورت میں کافر ساتھی سے کچھ تکلیف میں کمی کا انداز بھی ہے اور اس کی نعمت کا تذکرہ ہے کہ جس نعمت سے جنتی شخص مالا مال ہوا وہ تو بہت بڑی کامیابی ہے اس قسم کے عمدہ بدلہ کے لئے ضروری ہے کہ عمل کرنے والے عمل کرتے رہیں اور اس میں کوشاں رہیں جب کہ دنیوی سامان کے حصول کے لئے جس نے جلد ہی ختم ہو جانا ہے مبالغہ کی حد تک کوشش نہ کی جائے جس میں مسلسل آلام و مصائب سے گزرنا پڑے۔

اَذٰلِکَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ
تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ
اِلَی الْجَحِیْمِ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ
ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُنْذَرِیْنَ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ﴿۷۴﴾ ع

ترجمہ: کیا جس کا ذکر ہوا ہے مہمانی کے لحاظ سے بہت بہتر ہے یا تھوہر کا درخت (۶۲) بلاشبہ ہم نے تھوہر کو ظالموں کی سزا کے لئے تیار کیا ہے (۶۳) بلاشبہ یہ درخت دوزخ کی گہرائی میں ظہور پذیر ہوا ہے (۶۴) اس کے خوشے گویا کہ وہ شیاطین کے سر ہیں (۶۵) پس بلاشبہ دوزخی اس درخت سے تناول کرنے والے ہیں پھر اس سے پیٹوں کو بھرنے والے ہیں (۶۶) پھر یقیناً ان کو کھانے کے بعد اسے گرم پانی سے ملانا ہے (۶۷) پھر یقیناً ان کا لوٹنا دوزخ کی جانب ہے (۶۸) بلاشبہ انہوں نے اپنے باپوں کو گمراہ پایا (۶۹) تو وہ اپنے باپوں کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ جانے والے ہوں گے (۷۰) بلاشبہ ان سے پہلے لوگوں میں زیادہ لوگ گمراہ ہوئے (۷۱) اور یقیناً ہم نے ان میں ڈرانے والوں کو بھیجا (۷۲) پس آپ دیکھیں ڈرائے گیوں کا انجام کیسا ہوا (۷۳) سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے (۷۴)

مفردات کی وضاحت: نُزُلًا وہ کھانا اور شراب جس کا خاص طور پر مہمان کے لئے اہتمام کیا گیا ہو، زَقُّوْم تھوہر کا درخت جس کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں اس سے بدبو آتی ہے، اَصْلِ الْجَحِیْمِ دوزخ کی گہرائی، طَلْعُهَا اس کا پھل، رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْن عرب لوگ بدصورت شکل والے کو شیطان کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں اس کا چہرہ تو شیطان کا چہرہ دکھائی دیتا ہے جیسا کہ خوبصورت چہرے والے شخص کو فرشتہ قرار دیتے ہیں، شَوْبٌ ملاوٹ، یُهْرَعُوْنَ تیز تیز چلتے ہیں۔

بلاغت ﴿طلعها كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ﴾ اس میں تشبیہ تخییلی ہے تھوہر درخت کے پھلوں کو شیاطین کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ ان کا منظر انتہائی قبیح شکل کا ہے ظاہر ہے کہ شیطان کو معاشرہ میں مکروہ قبیح گردانا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں محض شر ہے خیر کا پہلو نہیں ہے چنانچہ بدصورت شخص کے چہرے کو شیطان کا چہرہ کہا جاتا ہے۔[1]

تناسب جنتیوں کے اعزاز واکرام کو بیان کرنے کے بعد دوزخیوں کے کوائف کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں کس قسم کے سنگین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس سے وہ بھاگ نہ سکیں گے۔

---

[1] اعراب القرآن ۲۳-۲۴/۲۴

تشریح: کیا اخروی زندگی میں جنت کی نعمتیں بطور ضیافت اور عطیہ کے بہتر ہیں یا تھوہر کا درخت جو دوزخ میں ہے جس سے دوزخیوں کو خوراک دی جائے گی؟ ذہن نشین کریں کہ استفہام میں کفار کو ڈانٹ پلانے کا تکلیف دہ انداز ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تھوہر کے درخت کی مہمانی سے کفار کو فتنے میں مبتلا کر دیا ہے چنانچہ جب کفار نے تھوہر کے درخت کا تذکرہ سنا تو انہوں نے اعتراض کیا دوزخ میں درخت کا وجود تو ممکن ہی نہیں اس لئے کہ آگ تو درخت کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے، مزید برآں ابوجہل نے اس پر پھبتی کسی اور کہا ساتھیو! تم جانتے ہو کہ زقوم کیا چیز ہے؟ کسی بھول میں نہ رہنا اس سے مقصود تو کھجور اور مکھن ہے جو بطور مہمان نوازی کے پیش کی جائے گی، بعدازاں وہ اسے ان کے پاس لایا اور ان سے کہا یہ زقوم ہے اس کو تناول کرو، تعجب ہے کہ محمد (ﷺ) تمہیں اس سے خوفزدہ کر رہا تھا۔

اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ: یہ درخت دوزخ کی گہرائی میں اُگتا ہے بعدازاں اس کی شاخیں پھیلتی رہتی ہیں اس کا پھل چونکہ انتہا درجہ کا قبیح ہے تو اس کو شیطان کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: تھوہر کے درخت کے خوشوں کو شیطانوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دینے میں ان کی قباحت کی جانب اشارہ ہے اگرچہ اہل عرب کے ہاں یہ درخت ہرگز مشہور نہ تھا جب کہ تشبیہ سے مقصود لوگوں کے ذہن میں اس حقیقت کو داخل کرنا تھا کہ شیاطین کی شکل وصورت میں بنیادی طور پر قباحت موجود ہوتی ہے چنانچہ بھوک کی شدت اور المناکی کے سبب مجبور ہوں گے کہ اس کے تناول سے بھوک کو دور کریں اور ان کے پیٹ اس سے بھر جائیں چنانچہ جنت کے رزق کے مقابلہ میں دوزخیوں کا یہی پھل اور کھانا ہوگا، اگر تھوہر درخت کا ایک قطرہ دنیا میں موجود سمندروں میں گرا دیا جائے تو روئے زمین کے سبھی لوگوں کی معیشت کے سامان میں بگاڑ رونما ہو جائے وہ تناول کے لائق نہ رہے گی۔

تو غور کریں ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی معیشت کا نظام تھوہر کے درخت کے ساتھ وابستہ ہوگا؟ بعدازاں جب وہ اس کے تناول کرنے سے سیراب ہو جائیں گے اور انہیں پانی کی ضرورت پیش آئے گی تو انہیں شدید گرم پانی کے ساتھ تھوہر درخت کے ملغوبہ کو ملا دیا جائے گا تاکہ انہیں پہلے سے زیادہ شدید قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے، بعدازاں انہیں دوزخ کے نچلے طبقہ کی جانب لوٹا دیا جائے گا جہاں انہیں پینے کے لئے گرم پانی دیا جائے گا ایک وضاحت کے مطابق تھوہر اور گرم پانی کو ان کے سامنے بطور مہمان نوازی کے پیش کیا جائے گا، (نعوذ باللہ من ذلک) بلاشبہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو گمراہی میں پایا تو انہوں نے خود کو ان کی پیروی میں چلایا بلکہ وہ بلا دلیل ان کے نقوش پر دوڑ لگاتے رہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ: آپ کی قوم سے پہلے اکثر قومیں گمراہی کے گڑھے میں گرتی رہیں جب کہ ہم نے ان میں کثرت کے ساتھ انبیاء علیہم الصلوات والسلام کو بھیجا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف زدہ کریں، جب کہ وہ گمراہی میں آگے بڑھتے چلے گئے انہوں نے ادھر سے رخ نہ موڑا آپ غور کریں کہ ان ڈرائے گئے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا انہیں عبرت کا سامان بنایا، البتہ اللہ تعالیٰ کے مومن مخلص بندوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے خاص کیا وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴿۸۲﴾

ترجمہ: اور یہ حقیقت ہے کہ نوح نے ہمیں آواز دی تو ہم ان کی پکار کو بہتر قبول کرنے والے تھے(۷۵) اور ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات عطا کی (۷۶) اور ہم نے اس کی اولاد کو ہی باقی چھوڑا (۷۷) اور ہم نے اس کی اچھی تعریف کو پچھلوں میں باقی رکھا (۷۸) نوح پر تمام جہانوں میں سلامتی ہو(۷۹) بلاشبہ ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں (۸۰) بلاشبہ وہ ہمارے تابعدار بندوں سے تھے(۸۱) پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا(۸۲)

تناسب: قبل ازیں اجمالی طور پر گذشتہ بہت سی امتوں کی گمراہی کو بیان کیا گیا ہے اب ان کی تفصیل کو پیش کیا جا رہا ہے چنانچہ اولاً نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

تشریح: جب نوح علیہ السلام نے مسئلہ توحید کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کی امت نے ان کی مخالفت کی انہیں جھوٹا قرار دیا ان کی قوم سے چند لوگ ہی ایمان لائے حالانکہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں طویل عرصہ تک رہے قوم نے انہیں اذیتوں میں مبتلا کیا بلکہ ان کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی قوم کے خلاف ہماری جانب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا۔

علامہ صاوی کی وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں سات پیغمبروں نوح، ابراہیم، اسماعیل ذبیح، موسیٰ، ہارون، الیاس، لوط اور یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کو بیان کیا ہے، مقصود نبی ﷺ کو صبر دلانا ہے اور ان لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے جنہوں نے آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: اور ہم نے اس کو اور ان کو جو ان پر ایمان لائے مقصود اہل و عیال اور دیگر متبعین ہیں انہیں غرق ہونے سے تحفظ عطا کیا، مفسرین کے بیان کے مطابق ان کی تعداد اسی (۸۰) بیان کی گئی ہے ان میں کچھ مرد اور کچھ عورتیں تھیں جب کہ ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد اور متبعین کو قوم کی تباہی کے بعد باقی رکھا، حقیقت یہ ہے کہ جب لوگ طوفان میں غرق ہو کر مر گئے اور نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی میں سوار لوگ طوفان کی زد سے محفوظ رہے تو نوح علیہ السلام کی اولاد حام، سام، یافث تینوں سے سلسلہ نسل چلا اور ہم نے نوح علیہ السلام کے بارے میں ہر امت میں قیامت کے دن تک کے لئے تعریف کے کلمات کو چھوڑا نوح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کی جانب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بلا کسی انقطاع کے سلامتی قائم دائم رہے۔

اور ہم اسی طرح ان لوگوں کو بدلہ عطا کرتے ہیں جو اچھے اعمال کرنے والے ہیں قیامت تک ان کا اچھا تذکرہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، یقیناً نوح علیہ السلام کا شمار ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل ایمان اور یقین کے ساتھ موصوف ہیں، ذہن نشین کریں کہ اہل عرب کے باپ سام اور حبشیوں کے باپ حام اور رومیوں کے باپ یافث ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ: نوح علیہ السلام نے اپنا اچھا تذکرہ پیچھے چھوڑا ہے کہ ان کی سبھی لوگ تعریف کرتے ہیں اور سلام کہتے ہیں ہم اس طرح ان لوگوں کو بدلہ عطا کرتے ہیں جو عمدگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کا تذکرہ خیر ہوتا رہتا ہے یقیناً ان کا شمار ہمارے موحد بندوں سے ہوتا ہے، بعدازاں ہم نے باقی لوگوں کو ڈبویا اور تباہ وبرباد کردیا ان سے کوئی باقی نہ رہا۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا
تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ
نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ
فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا
اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا
ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ
اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ
﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
تَرٰی ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا
وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ
مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ
وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

ترجمہ: اور یقیناً نوح پیغمبر کے تابعداروں سے ابراہیم پیغمبر تھے (۸۳) جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے ایسا دل لے کر آئے جو ہر طرح کے عیب سے محفوظ تھا (۸۴) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ (۸۵) کیا جھوٹ کے ساتھ تم اللہ کے علاوہ معبودوں کو تلاش کرتے ہو (۸۶) پس جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے (۸۷) تو ابراہیم نے ایک بار ستاروں میں دیکھا (۸۸) تو اس نے کہا بلاشبہ میں بیمار ہوگیا ہوں (۸۹) تو وہ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے (۹۰) پھر وہ ان کے معبودوں کی جانب در پردہ متوجہ ہوئے تو اس نے کہا کیا تم کچھ کھاتے نہیں ہو (۹۱) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم بات نہیں کرتے ہو (۹۲) تو وہ ان پر

متوجہ ہوا زور کے ساتھ مارتا تھا (۹۳) تو وہ ابراہیم کی جانب تیزی کرتے ہوئے آئے (۹۴) ابراہیم نے کہا تم اس کی پوجا کرتے ہو جس کو تم خود تراشتے ہو (۹۵) اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس کو بھی جو تم کرتے ہو (۹۶) انہوں نے آپس میں کہا ابراہیم کے لئے ایک عمارت بناؤ اور اس کو بہت بڑی آگ میں ڈال دو (۹۷) تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کا ارادہ کیا تو ہم نے ان کو زیادہ نچلے لوگوں سے بنا دیا (۹۸) اور ابراہیم نے کہا بلاشبہ میں اپنے پروردگار کی جانب جانے والا ہوں وہ میری راہ نمائی کرے گا (۹۹) اے میرے پروردگار مجھے لائق لوگوں سے بیٹا عطا کر (۱۰۰) تو ہم نے اس کو ایک نوجوان بردبار کی بشارت دی (۱۰۱) پس جب وہ بچہ اس کے ساتھ اس عمر کو پہنچا کہ وہ اس کے ساتھ کوشش کر سکے ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو دیکھیں کہ تیرے دل میں کیا خیال آتا ہے اس نے کہا اے میرے باپ وہی کریں جس کا تجھے حکم ہوا ہے اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے صبر کرنے والوں سے پائے گا تو جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا (۱۰۳) اور ہم نے ابراہیم کو آواز دی کہ اے ابراہیم! (۱۰۴) تو نے خواب کو سچا کر دکھایا یقیناً ہم اسی طرح نیک کام کرنے والوں کو بدلہ عطا کیا کرتے ہیں (۱۰۵) بلاشبہ یہ واقعہ ضرور ظاہر امتحان ہے (۱۰۶) اور ہم نے اس عظمت والے ذبیح کے بدلہ میں مینڈھا مہیا کیا (۱۰۷) اور ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں تعریف کو چھوڑا (۱۰۸) ابراہیم پر سلام ہو (۱۰۹) ہم اسی طرح نیکوکار لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں (۱۱۰) بلاشبہ وہ ہمارے ان بندوں سے تھا جو ہمارے برگزیدہ ہیں (۱۱۱) اور ہم نے اس کو اسحٰق پیغمبر کی بشارت دی کہ اس کا شمار صالحین سے ہوگا (۱۱۲) اور ہم نے ابراہیم اور اسحٰق کو برکت عطا کی اور ان کی اولاد سے کچھ اچھے کام کرنے والے اور کچھ خود پر ظاہر ظلم کرنے والے تھے (۱۱۳)

مفردات کی وضاحت: فَرَاغَ وہ ان کے بتوں کی جانب در پردہ گیا، تَلَّهٗ چہرے کے بل گرا دیا، تَلٌّ، ٹیلہ، قرآن حکیم میں ہے ﴿فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ ''پھر جب دونوں نے حکم الٰہی کو مان لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ لٹا دیا'' یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے کروٹ پر لٹا دیا تاکہ وہ اپنے بیٹے کے چہرے کے تاثرات کو براہ راست نہ دیکھ سکے۔[1]

بلاغت: ﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ اس مقام میں مُحَسِّنَاتِ بدیعیہ جلوہ فرما ہیں، فواصل کا خیال رکھا گیا ہے، ہر آیت کے اختتام کا لفظ ایسا ہے کہ اس کے آخر میں ی م ہے اس میں نہ صرف خوبصورتی کارفرما ہے بلکہ سننے والا شخص جب اس قسم کے الفاظ کو سنتا ہے جن میں خوبصورتی اور عظمت شان کا جلال کارفرما ہے جس کے ملاحظہ کرنے سے دل گھبراہٹ کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اور خوبصورتی کا یہ انداز خاصا مؤثر ہے اس کا تعلق قرآن پاک کی خصوصیات سے ہے۔

تشریح: اللہ پاک ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا آغاز فرماتے ہوئے اس حقیقت سے پردہ کشائی فرما رہے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے

[1] لسان القرآن ص ۲۷۰

معاونین اور مددگاروں سے جوان کے راہ پر گامزن رہے ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی ہیں، ذہن نشین کریں کہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام پیغمبر کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس (۲۶۴۰) سال کا عرصہ ہے اور ان کے درمیان ہود اور صالح علیہما السلام پیغمبر بھی گزرے ہیں جب وہ اپنے پروردگار حقیقی کی بارگاہ میں ایسے دل کے ساتھ حاضر ہوئے جو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف تھا شکوک وشبہات اور شرک سے منزہ تھا جب اس نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم کو ڈانٹ پلاتے ہوئے جھنجھوڑا اور ان سے استفسار کیا تم نے بتوں کی عبادت میں خود کو کیوں لگا رکھا ہے کیا تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا جھوٹ کے ساتھ بتوں کی عبادت کر رہے ہو؟ خیال کریں انتہائی درجہ کے برے جھوٹ کو عربی زبان میں لفظ اِفْکٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں ہمیشہ اضطرابی کیفیت موجزن رہتی ہے اور شک وشبہ بھی موجود رہتا ہے۔

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: اس آیت کے استفہام میں زبردست ڈانٹ کا داعیہ موجزن ہے انہیں زبردست خوفزدہ کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ تم جہانوں کے پروردگار کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا جب اس کے ساتھ تمہاری ملاقات ہوگی کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دے گا تمہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جب کہ تم نے اللہ پاک کے سوا کو اپنا معبود بنائے رکھا۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ: انہیں اس لئے ڈانٹ پلائی کہ انہوں نے اللہ پاک کے سوا کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جب کہ وہ بت جن کی وہ عبادت کر رہے ہیں وہ نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ بت خانہ میں تنہائی میں جائے اور سب بتوں کو توڑ پھوڑ دے چنانچہ اس پروگرام میں خود کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے حیلہ کیا کہ ان کے عید کے دن ان کے ساتھ خود کو شریک نہ کرے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عادت کے مطابق آسمان کی جانب دیکھا جب کہ قوم علم نجوم کے ساتھ وابستہ تھی تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ عید میں عدم شرکت کے لئے حیلہ اختیار کیا کہ ستارے بتا رہے ہیں کہ میں مستقبل قریب میں بیماری کی زد میں آ جاؤں گا اگر میں تمہارے ساتھ چلوں گا اور یہ جھوٹ نہ تھا تعریض کی ایک شکل تھی جو کہ کسی شرعی مقصود کے پیش نظر اختیار کی جاتی ہے اس میں ہرگز گناہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہے اِنَّ فِي الْمَعَارِضِ لَمَنْدُوْحَةٌ مِنَ الْكَذِبِ "تعریضات کی صورت میں جھوٹ کہنے کی اجازت ہے۔

یا ان کا مقصود یہ تھا کہ بتوں کی عبادت کے باعث ان کے دل بیمار ہیں چنانچہ اس وجہ سے انہوں نے اس کو وہاں چھوڑ دیا اور خود عید کی جانب روانہ ہو گئے تو جب وہ عید منانے چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو وہیں چھوڑ گئے تو وہ در پردہ بتوں کی جانب متوجہ ہوئے ان کے قریب جا کر ان سے کہا تم ان کھانوں کو تناول کیوں نہیں کرتے ہو؟ جب کہ بتوں کے پجاریوں نے ان کے سامنے تقریب کے لئے کھانے رکھے ہوئے تھے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے سوالات کے جوابات نہیں دے رہے ہو؟ یہ سب کچھ استہزاء کی کیفیت تھی کہ یہ تمہارے خدا تو تمہارے مقام سے بھی نیچے ہیں جب کہ تم گفتگو کر رہے ہو خورد ونوش کو تناول کر رہے ہو جب کہ یہ تو ان سب باتوں سے بے خبر ہیں انہیں کچھ معلوم نہیں۔

فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ: چنانچہ ابراہیم علیہ السلام در پردہ بتوں کے قریب گئے دائیں ہاتھ کے ساتھ ان پر کلہاڑا چلا رہے تھے انہیں توڑ پھوڑ رہے تھے دائیں ہاتھ میں چونکہ بائیں ہاتھ سے قوت زیادہ ہوتی ہے اس لئے قرآن پاک میں دائیں

ہاتھ کا ذکر ہے اور اس کی ضرب میں زور زیادہ ہوتا ہے اس کیفیت کا مشاہدہ کرتے ہی بتوں کے پجاری تیز رفتاری کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی جانب متوجہ ہوئے ان کی کیفیت دیدنی تھی وہ بتوں کو تحفظ دینے کے لئے چلتے ہوئے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے کہ ہم جس قدر ممکن ہو وہاں بجلی بن کر پہنچ جائیں جب وہاں پہنچے تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا تجھ پر سخت افسوس ہے ہم تو ان کو اپنا معبود حاجت روا سمجھتے ہیں اور تو انہیں توڑ پھوڑ رہا ہے ان کے اس کہنے پر ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا تعجب ہے تم ان بتوں کی عبادت کر رہے ہو جن کو تم نے پتھروں سے تراش خراش کر کے بنایا ہے، ان کے بنانے میں تمہارے ہاتھوں کا دخل ہے جب کہ اللہ بزرگ و برتر نے تمہیں پیدا کیا ہے بلکہ تمہاری سب کارروائیوں کا خالق بھی وہی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سب چیزوں کا خالق وہی ہے تو تم پر تعجب ہے اور حیرت دامن کو تھام لیتی ہے کہ تم کائنات کے خالق کی عبادت چھوڑ کر اس کی مخلوق کی عبادت کرتے ہو، معلوم ہوتا ہے تم سمجھ بوجھ سے بالکل عاری ہو۔

ذہن نشین کریں کہ اس آیت کے مفہوم سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو رہی ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق بھی وہی ہے اگرچہ کام کرنے کے لحاظ سے لوگ فاعل ہیں جب کہ بعض اہل علم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تمہارا اور تمہارے بتوں کا خالق ہے جن کو تم بنا رہے ہو، کلام کا سیاق اسی کا متقاضی ہے نیز بتوں کی عبادت کرنے والوں کے خلاف دلیل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا: بتوں کے پجاریوں نے کہا اس شخص کے لئے ایک عمارت تعمیر کرو اور اس میں آگ مشتعل کرو و پھر اس بھڑکتی ہوئی آگ میں اس کو گراؤ، مفسرین بیان کرتے ہیں جب دلیل کی روشنی میں ابراہیم علیہ السلام کو ان پر غلبہ حاصل ہو گیا تو انہوں نے جسمانی قوت کے ساتھ ان پر غلبہ کرنا چاہا کہ اس کو گرفت میں لیا جائے اور مشورہ کیا کہ اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں گرا دیا جائے اس طرح کرنے سے شائد ہم اپنے بتوں پر اس کی ہرزہ سرائی کا بدلہ لے سکیں اور یک گونہ ہمیں اطمینان حاصل ہو جائے انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف مکر کیا کہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لیکن ہم نے اس کو بھڑکتی ہوئی آگ سے تحفظ عطا کیا ہم نے ان پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا اور مخالفین کو مغلوب بلکہ ذلیل کیا جب وہ اپنے مکر میں کامیاب نہ ہو سکے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ: جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو کفار کے مکر سے تحفظ عطا کیا اور مشتعل آگ میں زندہ رکھا تو انہوں نے خود کو وہاں سے نکالنا چاہا اور وہاں جانا چاہا جہاں جانے کا ان کے پروردگار انہیں حکم دیں گے، چنانچہ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی سارا کے ساتھ ملک شام کی جانب سفر کیا اور دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے صالح بیٹا عطا فرما جو میری تنہائی میں میرا مونس اور غم خوار ہو، مقصود یہ تھا کہ اب جب کہ میں اپنی قوم اور قبیلہ سے الگ ہو چکا ہوں تو ان لوگوں کے قائم مقام مجھے صالح اطاعت گزار اولاد عطا فرمائیں تو ہم نے ان کی دعا کو قبولیت عطا کی اور ہم نے انہیں ایک لڑکے کے تولّد پذیر ہونے کی بشارت عطا کی جو بڑا ہو کر بھی حلم و تواضع کے وصف کے ساتھ موصوف ہوگا گویا کہ تین بشارتوں سے انہیں نوازا گیا کہ آپ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور وہ سن بلوغت تک پہنچے گا، مزید برآں وہ حلم و بردباری کے وصف کے ساتھ موصوف ہوگا جب کہ کسی بچے کے بارے میں اس کے بچپن کے دور میں نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اس میں حلم کا وصف پایا جاتا ہے یا نہیں اور اسماعیل علیہ السلام کے حلم کے مقابلہ میں کون ایسا فرد ہے جو ان کے حلم کا مقابلہ کر سکے جب کہ ان کے باپ نے ان پر اپنے خواب کو پیش کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو اسماعیل علیہ السلام نے بلا تردد اور بلا توقف کے کہا اے میرے ابا!

آپ کو جس کام کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اسے کر گزریں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر اختیار کرنے والوں سے پائیں گے معلوم ہوا کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں جن کی بشارت دی گئی تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے ذبیح کے واقعہ کی تکمیل کے بعد فرمایا اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق پیغمبر کی بشارت عطا کی ان کا شمار بھی صالحین سے ہے۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾: جب اسماعیل علیہ السلام سن بلوغت کو پہنچے اور ان کا شباب بہار آفرین تھا وہ عمر کے اس حصہ میں تھے جس میں لڑکے کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اس کے مشاغل اور کاموں میں اس کے ساتھ تعاون کرے اس انداز کے ساتھ رواں دواں رہنے کی عمر تیرہ سال کی عمر ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو بتایا اے میرے بیٹے! مجھے خواب میں حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں چونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی بحالت بیداری اور سوتے میں بھی ہوتی ہے اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں نیند کے عالم میں نیند کرتی ہیں جب کہ ان کے دل بیدار ہوتے ہیں، ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اس سے آگاہ کیا تاکہ بیٹے پر اس عمل سے گزرنا آسان رہے نیز بیٹے کے صبر کا اندازہ لگانا مقصود تھا کہ وہ اس میدان میں کس قدر استقامت دکھلائے گا اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سرافگندہ رہے گا بلکہ اپنے باپ کی اطاعت سے بھی ہرگز روگردانی نہیں کرے گا۔

وضاحت: سوال مترشح ہوتا ہے کہ اپنے بیٹے سے ایسے کام میں کیوں مشورہ لیا جس کا کرنا ضروری تھا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا حکم تھا اس کا جواب واضح ہے کہ باپ نے بیٹے سے اس لئے مشورہ کیا کہ وہ اس کو قبول کرلے گا بلکہ باپ تو اس حقیقت سے باخبر ہونا چاہتا تھا کہ بیٹے کی رائے کیا ہے اس سلسلہ میں بیٹے کے دل کو مضبوط بنانا مقصود تھا اور اسے مقام صبر پر متمکن رکھنا تھا جب کہ بیٹے نے بھی اپنے والد کو کتنا عمدہ خوبصورت جواب دیا کہ اے میرے محترم ابا جان! آپ وہی کر پائیں جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ مجھے ذبح کریں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے یقیناً صبر کرنے والا پائیں گے یہ اس شخص کا جواب ہے جسے حوصلہ صبر اور حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا داعیہ عطا کیا گیا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو برضا و رغبت تسلیم کرتا ہے تو جب باپ بیٹا دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سر تسلیم خم کیا اور باپ نے بیٹے کو چہرے کے بل زمین پر لٹا دیا اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو پکارا اے ابراہیم! آپ نے اس کو نافذ کر دیا ہے جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا اور آپ کے خواب کا مقصود حاصل ہو گیا ہے جب آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے پوری قوت کے ساتھ اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر کئی بار چھری کو چلایا لیکن چھری نے اپنا کام نہ کیا دراصل اس واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل نامزد فرما دیا تھا تو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے لڑکا عطا کئے جانے کا سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو لڑکا عطا کر دیا تو باپ کے دل میں بیٹے کی محبت گھر کر گئی تو انہیں حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر محبوب چیز کو ذبح کیا جائے تاکہ محبت کے خلوص کا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور بیٹے کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم گردانا تو جب اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر پختہ ارادہ کر لیا اور اس کو اس کے پہلو پر لٹا دیا تو بیٹے نے باپ کو مخاطب کیا اے میرے ابا! میری رسی کو

مضبوطی سے باندھنا تاکہ میں کچھ زیادہ حرکت نہ کرسکوں اور اپنے کپڑوں کو تحفظ عطا کرنا ردکے رکھنا تاکہ میرے خون کا کوئی چھینٹا کپڑوں پر گرنے نہ پائے کہیں میری والدہ خون کے چھینٹوں کو دیکھ پائے گی تو غمزدہ ہوجائے گی اور اپنی چھری کو تیز کرلینا اور اس کو میرے حلق پر تیزی کے ساتھ گزارنا تاکہ موت مجھ پر آسان ہو اور جب آپ میری والدہ کے پاس پہنچیں تو اس کو میری جانب سے سلام کہنا اور اگر آپ مناسب سمجھیں کہ میرا قمیص انہیں عطا کریں تو انہیں عطا کردینا ممکن ہے قمیص کو دیکھنا اس کو میری جانب سے صبر دلادے، بیٹے کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے! تو میرا بہترین معاون ہے اس لئے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو برضا ورغبت تسلیم کیا۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: جس طرح ہم نے آپ کی تکلیف کو دور کیا اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں کہ ان کی تکالیف دور کردیتے ہیں اور انہیں کامیابی عطا کرتے ہیں اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ عطا کرتے ہیں یہ بہت ہی مشکل آزمائش تھی جس کے باعث مخلص لوگ منافقین سے مُتَمَیِّز ہوتے ہیں اور ہم نے اس کو فدیہ عطا کیا جنت سے ایک مینڈھا اسے بطور فدیہ عطا کیا گیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں مینڈھا حکیم وشحیم تھا چالیس سال تک جنت میں گھومتا رہا اور چارہ تناول کرتا رہا ہم نے اس کے اچھے تذکرہ کو قیامت تک کے لئے باقی چھوڑا ہماری جانب سے ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی ہو وہ شخص کریمانہ اخلاق کے ساتھ موصوف تھا ہم اس طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ عطا کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے جس میں ہرگز شک وشبہ نہیں ہے کہ ان کا شمار ہمارے ایماندار بندوں سے ہوتا ہے۔

ذہن نشین کریں کہ اعمال صالحہ کے بارے میں جزاء کا تذکرہ نہ صرف تکرار کے ساتھ بلکہ مبالغہ کے ساتھ کیا گیا ہے اور ان کی تعریف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا، مزید برآں ان کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ایمان ویقین کی دولت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اور ان کے اطمینان میں تزلزل راہ نہیں پاتا ہے استقامت کے وصف کی جلوہ گری ہمیشہ ہمیشہ ان میں ظہور پذیر رہتی ہے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ: ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور لڑکے کی بشارت عطا کی اس کا نام اسحٰق ہوگا وہ بھی اللہ کے پیغمبر ہوں گے اور یہ آیت واضح ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے اسحٰق علیہ السلام نہ تھے اور ہم نے ابراہیم اور اسحٰق پر دین ودنیا کی برکات کا فیض کیا اور ان دونوں کی اولاد سے کچھ لوگ اعمال حسنہ کے ساتھ موصوف رہے اور کچھ خود پر ظاہراً ظلم کرنے والے تھے اور وہ کافر تھے معلوم ہوا کہ کبھی نیکوکار لوگوں کی اولاد فاجر فاسق ہوتی ہے لیکن ان کے فسق وفجور سے ان پر کچھ عیب نہیں آتا ہے نہ ان کی حیثیت میں کچھ نقص رونما ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا (۱۱۴) اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات عطا کی (۱۱۵) اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے (۱۱۶) اور ہم نے ان کو واضح کتاب عطا کی (۱۱۷) اور ہم نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا (۱۱۸) اور ہم نے ان کی پچھلے لوگوں میں اچھی تعریف چھوڑی (۱۱۹) موسیٰ اور ہارون پر سلامتی ہو (۱۲۰) بلاشبہ ہم اسی طرح نیکو کاروں کو بدلہ عطا کرتے ہیں (۱۲۱) یقیناً وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں سے تھے (۱۲۲)

تناسب: ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ذبح کرنے پر بالکل تیار ہو گئے اور ان کے گلے پر چھری کو چلایا لیکن چھری نے کام نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ پر مینڈھا بھیجا جس کو انہوں نے ذبح کیا اس کے بعد دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات بیان ہو رہے ہیں جیسا کہ موسیٰ، ہارون، یونس اور لوط علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔

تشریح: ہمیں ہماری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون دونوں پیغمبروں کو مختلف قسم کے انعامات سے نوازا، دینی دنیوی فوائد کے ساتھ ساتھ نبوت کی نعمت سے بھی نوازا اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو غم اور پریشانیوں سے نجات عطا کی ان کو فرعون کی غلامی سے نجات عطا کی اور بیٹوں کے ذبح ہونے سے تحفظ عطا کیا اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا کیا، چنانچہ وہ پہلے مغلوب تھے اب وہ غالب ہیں اور ہم نے ان دونوں کو کامل کتاب عطا کی مقصود تورات کتاب ہے اور ہم نے انہیں صراط مستقیم کی راہ نمائی کی جس میں ہرگز ٹیڑھا پن نہیں ہے مقصود اسلام کا راستہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے سبھی انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ہم نے ان سے پیچھے آنے والے لوگوں میں ان کی تعریف کو باقی رکھا موسیٰ اور ہارون دونوں پر سلامتی ہو ہم اس طرح ان لوگوں کو اچھا بدلہ عطا کرتے ہیں ان دونوں کا شمار ایماندار بندوں سے ہے۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

سَقِيمٌ﴿۱۴۵﴾ وَاَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ﴿۱۴۶﴾ وَاَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلۡفٍ اَوۡ يَزِيۡدُوۡنَ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ الیاس پیغمبروں سے تھے (۱۲۳) جب اس نے اپنی قوم کو کہا کیا تم پرہیز گاری نہیں کرتے ہو (۱۲۴) تعجب ہے تم بعل بت کی پرستش کرتے ہو اور تم اس ذات کو چھوڑ رہے ہو جو سب پیدا کرنے والوں سے بہترین ہے (۱۲۵) تم اپنے پروردگار اور اپنے پہلے آباؤ اجداد کے پروردگار کو چھوڑ رہے ہو (۱۲۶) پس انہوں نے اس کو جھٹلایا تو بلاشبہ ان سب کو حاضر کیا جائے گا (۱۲۷) سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے (۱۲۸) اور ہم نے الیاس پر پچھلے لوگوں میں اچھی تعریف کو چھوڑا ہے (۱۲۹) الیاس پر سلامتی ہو (۱۳۰) بلاشبہ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں (۱۳۱) بلاشبہ وہ ہمارے ایماندار بندوں سے تھے (۱۳۲) اور بلاشبہ لوط کا شمار پیغمبروں سے ہے (۱۳۳) جب ہم نے اس کو اور اس کے اہل خانہ سب کو ایک بار نجات دی (۱۳۴) البتہ بوڑھی عورت وہ ہلاک ہونے والوں سے تھی (۱۳۵) پھر ہم نے ان دوسروں کو تباہ و برباد کیا (۱۳۶) اور بلاشبہ تم ان پر صبح کے وقت گزرتے ہو (۱۳۷) اور رات کے وقت بھی کیا تم سمجھتے نہیں ہو (۱۳۸) اور بلاشبہ یونس کا شمار بھی پیغمبروں سے تھا (۱۳۹) جب وہ ایسی کشتی کی جانب بھاگ کر گئے جو بھری ہوئی تھی (۱۴۰) تو کشتی والوں کے ساتھ قرعہ اندازی کی گئی تو وہ مغلوب لوگوں سے ہوئے (۱۴۱) پس اس کو مچھلی نے لقمہ بنایا اور وہ ملامت کرنے والے تھے (۱۴۲) پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ اللہ کی پاکیزگی بیان کرنے والوں سے تھے (۱۴۳) تو وہ مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جب لوگ اٹھائے جائیں گے (۱۴۴) تو ہم نے اس کو ایسی زمین پر گرایا جو گھاس والی نہ تھی (۱۴۵) اور ہم نے اس پر کدو کا پودا اُگایا (۱۴۶) اور ہم نے اس کو ایک لاکھ بلکہ زیادہ افراد کی جانب بھیجا (۱۴۷) وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو کچھ مدت تک فائدہ عطا کیا (۱۴۸)

تشریح: حقیقت یہ ہے کہ الیاس کا شمار بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجا، ذہن نشین کریں کہ الیاس بن یاسین کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے خاندان سے ہے جب اس نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو مخاطب کیا اور کہا کہ تم اللہ پاک کی ذات سے ڈرتے کیوں نہیں ہو جب تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود قرار دیتے ہو تعجب ہے کہ تم بعل نامی بت کی عبادت کرتے ہو اور اپنے پروردگار کی عبادت نہیں کر رہے ہو جو تمہارے آباؤ اجداد کا بھی پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ تو تمہارا پروردگار ہے جو سب پیدا کرنے والوں سے نہایت بہتر ہے، بعل بت کا نام ہے جس کو وہ اپنا معبود سمجھتے تھے اسی مناسبت سے ان کے شہر کا نام بعلبک ہے، تعجب ہے کہ تم ایسے پروردگار کی عبادت کرتے ہو جس کو تم نے خود بنایا ہے اور تم اس ذات کی عبادت سے کنارہ کشی کر رہے ہو جو بہت ہی بہتر پیدا کرنے والا ہے تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اس وجہ

سے انہیں عذاب میں محبوس رکھا جائے گا البتہ اللہ پاک کے ایماندار بندے وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے اور ہم نے الیاس کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کی بہترین تعریف کو معاشرہ میں قیامت تک قائم رکھا ہم اسی طرح اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ عطا کرتے ہیں بلاشبہ وہ احسان کے وصف کے ساتھ موصوف تھے، ذہن نشین کریں کہ ہر پیغمبر کے تذکرہ کے بعد اس پر سلام ہدیہ بھیجا گیا ہے جب کہ ان دو آیتوں میں احسان اور ایمان کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ سبھی پیغمبران اوصاف حسنہ کے ساتھ موصوف تھے اسی لئے انہیں تَحِيَّه اور سلام کے وصف کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے اور سبھی لوگوں میں ان کا تذکرہ بہترین اوصاف کے ساتھ کیا گیا ہے اللہ پاک کی جانب سے ان پر رحمتیں اور سلام ہو۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: بلاشبہ لوط علیہ السلام کا شمار ہمارے پیغمبروں سے ہے ہم نے ان کو ان کی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا ہم نے ان کو اور ان کی اولاد کو نجات عطا کی البتہ ان کی بیوی چونکہ وہ کفار سے شمار ہوتی تھی اس نے ایمان قبول نہ کیا تو وہ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہو گئی جب کہ اس کی قوم کے لوگوں نے کفر کیا وہ ایمان نہ لائے تو ہم نے انہیں گھبراہٹ ناک عذاب میں مبتلا کیا ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسائی، اس مقام میں مکہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ تم اپنے سفر میں ان پر رات کے لمحات میں گزرتے ہو اور تم ان کی تباہی و بربادی کے نشانات کا بچشم خود ملاحظہ کرتے ہو تو تم سمجھتے نہیں ہو تم خود خوفزدہ نہیں ہوتے ہو کہ تم پر اسی طرح کا عذاب نازل نہ ہو جائے جس طرح کا عذاب ان پر نازل ہوا جب تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کرتے ہو ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو، قوم لوط کو ان کے علاقہ سدوم اور اس کے مضافات سے آسمان کی جانب بلندی پر اٹھایا گیا اور اونچائی سے زور کے ساتھ زمین پر پٹخ دیا گیا وہ ہمیشہ کے لئے سامان عبرت بن گئے کہ جو لوگ بھی ان جیسی فحاشی میں خود کو ملوث کریں گے اور بے باکی کے ساتھ لواطت کے عمل کو جاری رکھیں گے شرم و حیا کی چادر کو پارہ پارہ کر دیں گے تو خطرہ ہے کہ کہیں ان پر اللہ پاک کا عذاب مسلط نہ ہو جائے اور وہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان بنیں۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: یونس علیہ السلام کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں ہوتا ہے انہیں ان کی قوم کی جانب راہ ہدایت پر لانے کے لئے بھیجا وہ اپنی قوم میں اپنا فریضہ ادا کرتے رہے لیکن جب ان کی قوم نے ان کی باتوں کو تسلیم نہ کیا تو انہیں سخت دلی کوفت ہوئی اور انہیں دھمکی دی کہ ان پر اللہ پاک کی جانب سے عنقریب عذاب نازل ہو گا ناراضگی کے عالم میں وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور سمندر کے کنارے پہنچے وہاں کشتی سواریوں سے بھری ہوئی تھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب نہ کی چونکہ ہر پیغمبر اللہ پاک کی اجازت کے ساتھ ہی اس جگہ کو چھوڑ سکتا ہے جس جگہ اسے مبعوث کیا گیا ہو جب کہ وہ بلا اجازت وہاں سے چل دیئے اس لئے ان کے اس طرح جانے کو لفظ اِبَاق سے تعبیر کیا ہے اس سلسلہ میں وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

اس آیت کا تعلق یونس بن مَتّٰی سے ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے نینویٰ بستی میں اشاعت حق کی غرض سے مبعوث فرمایا انہوں نے ہر چند ان لوگوں کو برائیوں سے روکا نیکی کی تلقین کی اور خدائے یکتا کی بندگی و عبودیت پر ابھارا لیکن ان کی قساوت قلبی آڑے آئی اور انہوں نے ان کے مواعظ و نصائح کو سختی سے ٹھکرا دیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ یونس علیہ السلام نہ صرف ان کے بار بار کے انکار و تمرد سے حد درجہ مایوس ہوئے بلکہ متنفر بھی ہو گئے اور آخری بار انہوں نے ان کو متنبہ کیا کہ اس مسلسل عصیان و نافرمانی کی وجہ سے جس کو تم نے ہر مرتبہ روا رکھا عنقریب عذاب الٰہی تمہیں اپنی گرفت میں لینے والا ہے اس انتباہ کے بعد انہوں نے مناسب سمجھا کہ

نینویٰ بستی کو چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہو جائیں رحمت حق کی ارزانی ملاحظہ ہو کہ ادھر یہ نینویٰ سے رخصت ہوئے اور اُدھر قوم اپنے گذشتہ رویے پر پشیمان ہوئی دلوں کی سیاہی چھٹی اور احساس گناہ نے توبہ و انابت کی قندیلوں کو روشن کیا چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں اور ٹھکانوں کو چھوڑ کر میدانوں میں بسیرا کیا اور اس طرح تضرع والحاح کا اظہار کیا اور بخشش و مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے کہ اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان پر کرم کیا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کے اس تسامح کو کہ وہ رحمت حق کا صحیح صحیح اندازہ نہ کر سکے اور مایوس ہو کر نینویٰ کو چھوڑ کر چلے گئے، اَبَقَ کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ ان کا اہل نینویٰ سے اس درجہ مایوس ہو جانا اللہ تعالیٰ کے تقاضائے رحمت و تدبیر کے خلاف تھا۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ: چنانچہ کشتی میں سوار افراد کے بارے میں قرعہ اندازی کی گئی کہ کس کو کشتی سے اتار دیا جائے اور اسے سمندر کی نذر کیا جائے چنانچہ قرعہ اندازی میں یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا تو انہیں سمندر میں گرا دیا گیا تو ایک مچھلی نے انہیں نگل لیا اس دوران یونس علیہ السلام کی کیفیت یہ تھی کہ وہ خود کو ملامت کا نشانہ بنا رہے تھے کہ جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا تھا انہوں نے بلا اجازت اس کو خیر باد کہا اور ان کے اس طرح جانے کو بھی ان کی قوم نے درست قرار نہ دیا بلکہ وہ ان سے ناراض ہو گئے ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرستادہ تھے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوتے دوران سفر ہوا کے دباؤ سے سمندر کی لہریں کشتی سے ٹکرانے لگیں اور کچھ ہوا کی تیزی نے ان میں مزید دباؤ کو ابھارا جس کے باعث کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا اب کشتی کے تحفظ کے لئے انہیں سمندر میں گرانا ضروری ہو گیا تھا اس لئے انہیں گرا دیا گیا تو سمندر میں ان کے گرتے ہی ایک مچھلی نے انہیں لقمہ سمجھ کر نگل لیا۔

اس دوران جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے شدت کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور خود کو ملامت کی کہ مجھے اللہ کی اجازت کے بغیر وہاں سے اِدھر اُدھر نہیں جانا چاہیے تھا اپنی غلطی کے اعتراف میں انہوں نے اللہ پاک کی تسبیح کے کلمات کو دہرایا اور مچھلی کے پیٹ میں اللہ پاک کو پکارا کہ مجھ سے ظلم ہوا ہے ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بلاشبہ میرا شمار ظالموں سے ہے''

تو اللہ پاک نے ان کی تضرع اور آہ و زاری کو قبولیت عطا کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کو مچھلی کے پیٹ سے سمندر کے ساحل پر پھینک دیا جہاں کوئی درخت اور سایہ نہ تھا جب کہ یونس علیہ السلام بیمار اور نہایت کمزور نحیف و نزار دکھائی دے رہے تھے۔

عطاء تابعی کا قول: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی جانب وحی کی کہ میں نے تیرے پیٹ کو اس کے لئے جیل بنا دیا اور اس کو تیرا کھانا نہیں بنایا اسی لئے وہ صحیح سالم رہے اور ہم نے اس پر درخت کو اُگایا جس کے پتے لمبے اور چوڑے تھے مقصود کدو کی بیل ہے مکھی وغیرہ اس سے دور رہتی ہے تاکہ اسے دھوپ کی گرمی سے تحفظ حاصل رہے، ظاہر ہے کہ جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تھے تو وہ اپنے بدن پر مکھی کے بیٹھنے کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے بہر حال یہ سلسلہ اللہ پاک کی تدبیر اور اس کی مہربانی کا آئینہ دار ہے کہ جب ان میں دوبارہ قوت عود آئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قوم کی جانب بھیجا جہاں سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے قوم کے افراد کی تعداد

ایک لاکھ سے زائد تھی وہ ان پر ایمان لائے جب کہ انہوں نے عذاب کی علامات کا مشاہدہ کیا پھر انہیں ان کی مدۃ العمر تک باقی رکھا، دراصل انہوں نے زبردست تضرع اور زاری کے عالم میں اللہ پاک کو پکارا اور توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا چنانچہ یونس علیہ السلام کی اس کمزوری کے باعث آپ نے فرمایا کہ تم مجھے یونس پیغمبر پر فضیلت عطا نہ کرو سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس نے مجھے یونس پیغمبر پر فضیلت عطا کی اس نے غلط بیانی کی۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ
﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى
الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ط
وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ
صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا
لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾
لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا
لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ
﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾
وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ
عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

ترجمہ: تو آپ ان مشرکین سے استفسار کریں کیا آپ کے پروردگار کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کیلئے بیٹے ہیں (۱۴۹) کیا ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیا ہے اور یہ اس وقت موجود تھے (۱۵۰) خبردار! یقیناً یہ لوگ خود جھوٹ بناتے ہوئے کہتے ہیں (۱۵۱) کہ اللہ کی اولاد موجود ہے بلاشبہ یہ لوگ جھوٹے ہیں (۱۵۲) کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کرلیا ہے (۱۵۳) تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو (۱۵۴) تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے ہو (۱۵۵) بھلا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے (۱۵۶) تو تم اپنی کتاب کو لاؤ اگر تم سچ کہنے والے ہو (۱۵۷) اور کفار نے اللہ اور جنات کے درمیان قرابت کو مقرر کر رکھا ہے اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جنوں کو خوب علم ہے کہ انہیں

یقیناً حاضر کیا جائے گا(۱۵۸) اللہ اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں(۱۵۹) سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے(۱۶۰) پس بلاشبہ اے کافرو! تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو(۱۶۱) تو تم باطل معبود کی عبادت پر گمراہ نہیں کر سکتے ہو(۱۶۲) البتہ اس شخص کو[جو اللہ کے علم میں] دوزخ میں داخل ہونے والا ہے(۱۶۳)[اور فرشتے کہتے ہیں] ہم میں سے کوئی نہیں ہے مگر اس کی جگہ مقرر ہے(۱۶۴) اور بلاشبہ ہم صف بندی کرنے والے ہیں(۱۶۵) اور یقیناً ہم اللہ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں(۱۶۶) اور بلاشبہ عرب کے کفار کہتے ہیں(۱۶۷) اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی خبر ہوتی(۱۶۸) تو ضرور ہم اللہ کے مخلص بندے ہوتے(۱۶۹) پھر انہوں نے قرآن کا انکار کیا تو وہ عنقریب انجام کو معلوم کرلیں گے(۱۷۰) اور بلاشبہ ہمارا وعدہ پہلے صادر ہو چکا ہے اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے(۱۷۱) یقیناً ان پیغمبروں کو ہی غلبہ عطا ہوگا(۱۷۲) اور یقیناً ہمارے لشکر ہی کو غلبہ عطا ہوگا(۱۷۳) پس آپ ان سے کچھ مدت کے لئے روگردانی کریں(۱۷۴) اور آپ انہیں دیکھیں پس وہ بھی دیکھیں گے(۱۷۵) کیا یہ کفار ہمارے عذاب کا جلدی مطالبہ کررہے ہیں(۱۷۶) تو جب ان کے میدان میں عذاب آ پہنچے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی وہ صبح بری ہوگی(۱۷۷) اور آپ ان سے کچھ مدت تک کے لئے منہ پھیریں(۱۷۸) اور آپ دیکھیں تو وہ بھی دیکھیں گے(۱۷۹) آپ کا پروردگار پاک ہے غالب ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں(۱۸۰) اور اللہ کے بھیجے گیوں پر سلام ہو(۱۸۱) اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے(۱۸۲)

مفردات کی وضاحت: فَتِنِيْنَ گمراہ کرنے والے، صَالِ الْجَحِيْمِ دوزخ میں داخل ہونے والا، الصَّآفُّوْنَ عبادت کے لئے صف بندی کرنے والے، ذِكْرًا کتاب۔

تناسب: پیغمبروں کے احوال وکوائف کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کا انکار کرنے والے ہیں مخاطب کفار مکہ ہیں تضاد کی مناسبت کارفرما ہے۔

تشریح: رسول اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر انہیں حکم دیا جارہا ہے کہ اے محمد ﷺ ! آپ کفار مکہ سے دریافت کریں انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے اپنی جانب متوجہ کریں اور ان سے استفسار کریں کہ انہوں نے کیسے فرشتوں کو اللہ پاک کی بیٹیاں قرار دیا جب کہ اپنے لئے بیٹوں کا تعین کیا ہے، ظاہر ہے کہ وہ بیٹیوں کی اپنی جانب نسبت کو ناپسندیدہ باور کرتے ہیں تو ان پر تعجب ہے! کہ جن کی نسبت کو اپنی جانب کرنا انہیں پسند نہیں ان کی نسبت اللہ پاک کی جانب کرنا اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے، مزید برآں تعجب ہے! کہ وہ خود کو بیٹوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

مزید انہیں زبردست ڈانٹ پلائی گئی ہے جب انہوں نے نہایت بے باکی کے ساتھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہے جب کہ وہ اپنی جانب بیٹیوں کی نسبت کو گوارا نہیں سمجھتے ہیں تو اللہ کی جانب معاذ اللہ ان کی نسبت کیسے کررہے ہیں ان کا یہ الزام جہالت پر مبنی ہے کیا جب ہم نے پاکباز فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو ہم نے انہیں مؤنث پیدا کیا تھا اور یہ لوگ اس وقت موجود

تھے ان کا فرشتوں کے بارے میں یہ جملہ دہرانا سراسر بہتان اور جھوٹ ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی جانب اولاد کی نسبت کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کا واضح جھوٹ ہے قبیح قسم کا بہتان ہے اس پر ان کے پاس ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے، تم کس قدر غلط فیصلے کرتے ہو اس سے بڑھ کر جہالت اور بے وقوفی کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ پروردگار عالم نے اپنے لئے بیٹیوں کا انتخاب کیا ہے اور انہیں بیٹوں پر عظمت حاصل ہے۔

بدیہی طور پر یہ ہرگز درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے دو متضاد اجناس سے تمہارے خیال کے مطابق زیادہ خسیس جنس کا انتخاب اپنے لئے خاص کرے کیا تم میں کچھ تمیز نہیں اور تم یکسر اس سے خالی ہو کہ تم جس جنس کو اپنے لئے خسیس باور کرتے ہو اس کی نسبت اللہ پاک کی جانب کرو، واعجباہ، اس سلسلہ میں ہرگز کوئی شرعی عقلی دلیل موجود نہیں ہے تمہیں غور وفکر کرنا اور سوچنا چاہیے تو تمہیں اپنی غلطی کا بہت جلد احساس ہو جائے گا ہر سمجھ دار شخص اس کا اعتراف کرتا ہے۔

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ: اچھا آپ بتائیں! کہ تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا ہے تو اپنے دعویٰ کو سچا باور کرانے کے لئے اس پر کوئی دلیل پیش کرو، مقصود انہیں عاجز باور گردانتا ہے کہ ان کے پاس ہرگز کوئی دلیل نہیں ہے نہ شرعی دلیل ہے اور نہ عقلی دلیل ہے، جب کہ اس سے بڑھ کر ایک اور جھوٹ تراش رکھا ہے جس کو بالخصوص مشرکین نے پیش کیا جب کہ انہوں نے اللہ پاک اور جنوں کے درمیان تعلق پیدا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنات سے ملاپ کیا تو اس کے نتیجہ میں فرشتے پیدا ہوئے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ: مزید ان کا یہ بھی خیال ہے کہ فرشتے مادہ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جب کہ جن اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ انہیں عذاب میں گرفتار رکھا جائے گا، گویا کہ اس حقیقت کو الم نشرح کر دیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ پاک کی بیٹیاں قرار دیتے ہو اور ان کی تعظیم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو نہ صرف ان کے بارے میں خوب علم ہے بلکہ تمہارے بارے میں بھی اس کو سبھی معلومات ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے پاک ہے جن کی وہ اللہ پاک کی جانب نسبت کرتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اللہ پاک کی ذات کو ان عیوب سے پاک صاف گردانتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اے کفار تم خود اور جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو البتہ جس کے بارے میں اس کی بدنصیبی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ: ہم میں سے ہر فرشتے کا ایک مقام ہے اور اس کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے وہ اپنی ذمہ داری کو نباہتا ہے اس سے تجاوز نہیں کرتا ہے کچھ فرشتے رزق پر مقرر ہیں اور کچھ موت لانے پر مقرر ہیں اور کچھ وحی کے نازل کرنے پر متعین ہیں، صحیح مسلم میں وارد ہے: جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''کہ ہم مسجد نبوی میں تھے اس دوران رسول اکرم ﷺ اندر تشریف لائے آپ نے فرمایا تم اس طرح کی صف بندی کیوں نہیں کرتے ہو جس طرح کہ فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صف بندی کرتے ہیں اس پر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! فرشتے اپنے پروردگار کی جناب میں کس کیفیت کے ساتھ صف بندی کرتے ہیں آپ نے فرمایا وہ پہلی صف کو مکمل کرتے ہیں اور صف بندی میں باہم مل کر کھڑے ہوتے ہیں''۔[1]

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۲۶، صحیح ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۹۵، صحیح ابن ماجہ باب ۵۰

عمر ﷺ کا معمول تھا جب وہ ادائیگی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے کہ لوگو! تم صفوں کو درست کرو اور برابر کرو تمہارے بارے میں اللہ پاک چاہتا ہے کہ تم فرشتوں کے انداز کے مطابق صف بندی کرو جس طرح وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صف بندی کی کیفیت میں کھڑے ہوتے ہیں آپ نے آیت مبارکہ کی تلاوت کی، ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ کہ ہم بارگاہ الٰہی میں صف بندی کی کیفیت میں کھڑے ہوتے ہیں اور آپ صحابہ کرام کی صفوں کا جائزہ لیتے ہوئے کسی کو آگے ہونے کسی کو پیچھے ہونے کی تلقین فرماتے تا کہ صف بندی برابر ہو جائے صف بندی کی تصحیح کے بعد نماز کی امامت کے لئے بڑھتے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو جاتے۔[1]

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ: اور ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان عیوب سے پاک گردانتے ہیں جو آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں ہم اس کے غلام اس کے دروازے کے بھکاری اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ: کفار مکہ قرآن پاک کے نزول سے پہلے کہا کرتے تھے اگر ہم پر پہلی کتابوں جیسی کوئی کتاب نازل ہو جائے جیسا کہ تورات اور انجیل کتابیں ہیں تو ہمارا ایمان ان کے ایمان سے کہیں زیادہ پختہ ہوتا اور استقامت میں ان سے آگے ہوتے بلکہ عبادت اور اخلاص کے میدان میں ان سے کہیں سر برآوردہ ہوتے لیکن جب ان کے سامنے قرآن پاک کو پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو تسلیم نہ کیا بلکہ اس کا انکار کیا حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پاک دیگر سبھی آسمانی کتابوں سے زیادہ شرف اور فضائل کا حامل ہے تو مستقبل میں انہیں اللہ پاک کی آیات کے انکار کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا گویا کہ زبردست تہدید آمیز جملہ ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں پیغمبروں کے بارے میں ہمارا فیصلہ ہے کہ ان کو لازماً ان کے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوگا دراصل اس میں اللہ کے اس وعدہ کی جانب اشارہ ہے ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیں ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس حقیقت کو فرض قرار دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبروں کو لازمی طور پر غلبہ حاصل ہوگا'' اور یہ حقیقت ہے کہ ایمان داروں کے لشکروں کو دنیا اور آخرت میں غلبہ حاصل رہے گا جب کہ دنیوی زندگی میں دلائل کے باعث وہ غالب رہیں گے اور اخروی زندگی میں ان کی رہائش گاہیں جنت میں ہوں گی'' مزید برآں دنیوی زندگی میں بھی فی الحقیقت انہیں غلبہ نصیب ہوگا اگرچہ کسی معرکہ میں انہیں شکست سے دوچار ہونا بھی پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں جب کہ اس شکست میں ان کی کسی کوتاہی کا دخل ضرور ہوگا یا پھر اللہ کی جانب سے آزمائش کی صورت ہوگی۔

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ: اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے کچھ عرصہ روگردانی اختیار کریں یہاں تک کہ جب بھی دشمن کے ساتھ مقاتلہ کی صورت پیش آئے گی تو وہ جرأت اور بے باکی کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں خود کو اگلی صفوں میں نمایاں کریں گے۔

وَاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ: آپ انہیں دیکھیں جب ان پر عذاب نازل ہوگا وہ اس وقت اپنے کفر کے انجام کو دیکھ لیں گے کہ کس قدر عبرتناک ہے۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ: اس جملہ میں استفہام انکاری ہے اس لئے کہ استفہام میں تہدید کا پہلو کارفرما ہے یہ کتنے بے وقوف ہیں

[1] تفسیر ابن جریر الطبری ۱۳۴/۱۲، المراغی ۹۷/۸ ا، ابن کثیر ۲۶/۴

جب کہ وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان پر عذاب جلدی کیوں نہیں آ رہا ہے تاخیر کیوں ہو رہی ہے، دراصل حقیقت یہ ہے کہ جب انہیں کہا گیا کہ وہ مستقبل قریب میں اپنے انجام کو دیکھ لیں گے تو انہوں نے اس پر مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے برملا کہا کہ کب عذاب نازل ہوگا؟ اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ عذاب کے اترنے کو بعید قرار نہ دیں، حقیقت یہ ہے کہ جب جھٹلانے والوں پر عذاب الٰہی نازل ہوگا تو اس وقت ان کی صبح فی الحقیقت ان کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوگی، دراصل عذاب کے ان پر اترنے کو ایک لشکر کے حملہ آور ہونے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جب ان پر صبح کے وقت عذاب نازل ہوگا تو وہ ان کی نسل کو ختم کر کے رکھ دے گا اس دوران نبی ﷺ کو صبر دلاتے ہوئے اور ان کی ڈانٹ کو مزید سخت کرتے ہوئے حکم دیا گیا کہ آپ کچھ وقت تک ان کے بارے میں انتظار کریں اور دیکھیں وہ بھی ضرور عذاب کا مشاہدہ کریں گے۔

آپ کا پروردگار جو غلبہ کے وصف کے ساتھ موصوف ہے وہ ان کوتاہیوں سے پاک ہے جن کا مشرکین تذکرہ کرتے ہیں اور ہماری جانب سے پیغمبروں پر سلام ہو اور آغاز اور اختتام پر اللہ کی تعریف کی جائے جو سب مخلوق کا پروردگار ہے اللہ پاک کی ذات کو ان عیوب سے پاک گردانا گیا ہے جن کا تذکرہ کفار کیا کرتے تھے آخر میں سب پیغمبروں پر سلام بھیجا گیا ہے اور اللہ پاک کی تعریف کی گئی ہے سب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔

مقدمہ سورۃ صٓ

سورت صٓ کا شمار مکی سورتوں سے ہوتا ہے اس سورت کا بنیادی مقصود وہی ہے جو مکی سورتوں کا ہے اسلامی عقیدہ کے اصولوں کو نکھار کر پیش کرنا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی قسم اٹھاتے ہوئے آغاز کیا گیا ہے جو اعجاز کا حامل ہے جس کو ایسے پیغمبر پر اتارا گیا جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے یہ سورت ایسے مواعظ حسنہ پر مشتمل ہے جو دلوں پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور اعجاز کے عجائبات سے پردہ کشائی کی گئی ہے اس حقیقت کو ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن پاک سچائی کا آئینہ دار ہے اور اس حقیقت کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کی جانب سے پیغمبر کی حیثیت میں مبعوث کئے گئے۔

بعد ازاں اللہ پاک کی ذات کی وحدانیت پر گفتگو کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے منکر ہیں نیز واضح کیا گیا ہے کہ کفار نے اللہ کے پیغمبر کی دعوت پر مبالغہ کے انداز کے ساتھ تعجب کا اظہار کیا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ پاک ایک ہے جب کہ اِلٰہ تو متعدد ہیں ایک خدا کو معبود تسلیم کرنا تو قابل تعجب بلکہ مضحکہ خیز ہے سورت کے آغاز میں کفار کے سامنے ان لوگوں کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے جو زمانہ ماضی میں سرکش اور جابر سمجھے جاتے تھے ان کی گمراہی کے باعث ان پر عبرت ناک عذاب نازل ہوا، بعد ازاں پیغمبروں کے واقعات کو نبی ﷺ کو مطمئن کرنے کے لئے بیان کیا گیا ہے جب کہ سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل کو ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ پاک نے اس کائنات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے بلکہ جزا سزا کا ایک دوسرا جہان ہے جو دار الجزاء ہے۔

اٰيَاتُهَا:۸۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ رُكُوعَاتُهَا:۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ
هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ج اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ
الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ج اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا
فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ج اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ط بَلْ هُمْ فِيْ
شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ج بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ
الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾
جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: صٓ قرآن کی قسم! جو سراسر پند وموعظت ہے (۱) بلکہ کفار سرکشی اور مخالفت میں ہیں (۲) ہم نے ان سے پہلے کئی قوموں کو تباہ و برباد کیا تو انہوں نے مدد کا مطالبہ کیا جب کہ نجات کا وقت نہ تھا (۳) اور انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ ان کے پاس انہیں ڈرانے والا ان میں سے ہی آیا اور کفار نے کہا یہ شخص جادوگر جھوٹ کہنے والا ہے (۴) کیا اس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے یقیناً یہ تو عجیب بات ہے (۵) اور ان میں سے اونچے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ تم چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر صبر کرو بلاشبہ یہ دین تو فتنہ ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہے (٦) ہم نے اس بات کو پہلے دین میں نہیں سنا یہ تو نہیں ہے مگر جھوٹ ہے (۷) کیا ہمارے درمیان میں سے اس شخص پر قرآن کو اتارا گیا ہے بلکہ یہ کفار تو میری نصیحت سے شک میں ہیں بلکہ ابھی انہوں نے عذاب کو چکھا نہیں ہے (۸) کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب بخشنے والا ہے (۹) یا ان کے پاس آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں کے درمیان ہے کی بادشاہت ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ سیڑھیوں کے ذریعہ بلندی پر پہنچیں (۱۰) یہ تو بڑے بڑے لشکروں میں ایک معمولی لشکر ہے جسے شکست سے دوچار کیا جائے گا (۱۱)

مفردات کی وضاحت: اَلذِّکْرُ سے مقصود شرف ہے، عِزَّۃٍ تکبر حق کو تسلیم نہ کرنا اس کے اصل میں غلبہ ہے ایک ضرب المثل ہے مَنْ عَزَّبَزَّ جو شخص غالب ہوا وہی سامان کا مالک ہوتا ہے، شِقَاقٍ مخالفت، مَنَاصٍ جائے پناہ، عُجَابٌ تعجب میں انتہا کو پہنچا ہوا، اِخْتِلَاقٌ جھوٹ باندھنا۔

شانِ نزول: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے قریش قبیلہ کے لوگ ایک مجلس میں شریک ہوئے ان سب نے ابو طالب کو مخاطب کرتے ہوئے زوردار الفاظ میں یہ جملہ دہرایا کہ اے ابو طالب! آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے بارے میں سختی کے ساتھ روکیں اس لئے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے مذہب کو معیوب قرار دیتا ہے بلکہ ہمارے خداؤں کی مذمت کی تشہیر کر رہا ہے اور ہمیں بے وقوف سمجھتا ہے چنانچہ ان کے کہنے پر ابو طالب نے آپ ﷺ کو بلایا اور اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اپنے چچا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے چچا! میں ان سے صرف ایک بات کا مطالبہ کرتا ہوں اگر وہ میری بات کو تسلیم کر لیں گے تو وہ نہ صرف عجمی دنیا پر اپنی فرماں روائی کا جھنڈا لہرائیں گے بلکہ عرب دنیا بھی ان کے اقتدار کے زیرنگوں ہوگی آپ کی ان مخلصانہ، خیرخواہی کی باتوں کے جواب میں ابو جہل اور مشرکین نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ ہم نہ صرف آپ کی ایک بات کو تسلیم کریں گے بلکہ مزید دس باتوں کو بھی تسلیم کرنے کا وعدہ کرتے ہیں ان کے جواب میں آپ نے ان کے سامنے اس حقیقت کو واضح کیا کہ میں تو صرف ایک بات منوانا چاہتا ہوں کہ تم اپنی زبان سے اقرار کرو کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ پاک ہی کی ذات ہے تو اس پر وہ نہایت گھبراہٹ کی کیفیت میں اٹھ کھڑے ہوئے اپنے لباس کو جھاڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے تعجب ہے! کہ اس نے بتوں کی جگہ پر صرف ایک خدا کو معبود قرار دے دیا ہے تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔[1]

تشریح: ص یہ حرف حروف تہجی سے شمار ہوتا ہے جبکہ حروف تہجی کے بارے میں پہلے ہی وضاحت ہو چکی ہے اور ہم نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اس میں قرآن پاک کے اعجاز کی جانب اشارہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم اٹھائی ہے جو اونچے شرف والا ہے اس کی شان اور مقام بلند ہے جب کہ قسم کا جواب موجود نہیں ہے وہ محذوف ہے اصل عبارت یوں معلوم ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا جو بلند شرف اور اونچی شان والا ہے کہ اس حقیقت میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ قرآن جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر اتارا جا رہا ہے وہ اعجاز کے وصف کے ساتھ موصوف ہے اور اس قرآن کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے والے محمد ﷺ راست گو انسان ہیں جب کہ کفار جاہلی حمیت اور کبر ونخوت کے باعث اس پر ایمان لانے سے انکار کر رہے ہیں۔

علامہ بیضاوی کی وضاحت: جو لوگ قرآن کے من جانب اللہ تعالیٰ ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اس میں ہرگز خلل محسوس نہیں کرتے جب کہ کفار تو عصبیت، تکبر اور حق وصداقت سے روگردانی کرتے ہوئے کبر ونخوت میں مستغرق ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی مخالفت میں پیش پیش ہیں اور کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ: مکہ کے لوگوں سے پہلے ہم نے گذشتہ صدیوں میں کثرت کے ساتھ امتوں کو تباہ و برباد کیا جب انہوں نے حق وصداقت کے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور پیغمبروں کے ساتھ دشمنی اختیار کی کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اس میں مکہ کے

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/۴۳، مسند احمد ۱/۳۶۲

لوگوں کو ڈانٹ پلانا مقصود ہے جب انہوں نے کفر اختیار کیا اس کے ساتھ ان میں کبر و نخوت کا داعیہ بھی موجزن رہا تو جب انہوں نے عذاب کے نازل ہونے پر نجات حاصل کرنے کے لئے مدد طلب کی جب کہ ان کے لئے اس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا مزید برآں بہانے کا بھی وقت نہیں تھا۔

وَعَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ: مشرکین نے محمد ﷺ کی بعثت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس بات کو بعید قرار دیا کہ اللہ پاک کسی پیغمبر کو انسانوں سے مبعوث کرے اور مکہ کے کفار نے کہا کہ محمد تو (معاذ اللہ) جادوگر ہے اس کے محیر العقول کارنامے جن کو معجزات کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے یہ تو اس کے جادو کا کرشمہ ہیں، مزید انہوں نے آپ کو (معاذ اللہ) کذّاب کا لقب عطا کیا کہ یہ شخص تو مبالغہ کی حد تک جھوٹ کہہ رہا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اس آیت میں لفظ الکافرون کو ذکر کیا گیا ہے ضمیر لانے پر اکتفاء کیوں نہیں کیا گیا ہے اس کا سبب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کی مذمت کرتے ہوئے ان پر کفر کے جرم کو لازم قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ آپ کے بارے میں اس اتہام کو معاشرہ میں نمایاں کرنیوالے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو کفر اور فسق میں مبالغہ کی حد تک مستغرق ہوں۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا: تعجب ہے کہ اس شخص نے اس خیال کو کیسے معاشرہ میں پھیلایا ہے کہ پروردگار عالم تو ایک واحد ذات ہے جو عبادت کے لائق ہے اس کا یہ کہنا انتہائی تعجب خیز ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: مشرکین مکہ نے (اللہ تعالیٰ انہیں تباہ و برباد کرے) اللہ پاک کی ذات کو ایک اکائی قرار نہ دیا انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ کو شرکاء سے پاک کیا جائے اس لئے کہ انہوں نے اپنے والدین سے یہ تعلیم حاصل کی کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور ان کے دلوں میں بتوں کی محبت رچ بس چکی تھی لیکن جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں دعوت دی کہ وہ خود کو بتوں کی عبادت سے دور رکھیں اور ایک اللہ پاک کی ذات کو اپنا معبود حقیقی قرار دیں تو اس کو انہوں نے ناممکن قرار دیا اور حیرانی کا اظہار کیا اور تعجب کے ساتھ بحر عمیق میں مستغرق ہوتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس شخص نے تو سب خداؤں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے سب کو ایک خدا کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے اس کا یہ کہنا تو تعجب خیز ہے؟

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ: چنانچہ ان میں قریش کے لیڈر اور گمراہی میں شرابور لوگ رسول اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ ایسی مجلسوں سے دور رہو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر صبر و استقامت کے ساتھ رواں دواں رہو اور اس شخص کی اطاعت کی جانب دھیان بھی نہ کرو جو تمہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے یہ تو ایک سوچی سمجھی سکیم ہے اس کے پیچھے وہ شخص ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوا ہے وہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین سے باغی ہو جاؤ تا کہ معاشرہ میں اس کی عظمت اور عزت میں اضافہ ہوتا چلا جائے اس لئے احتیاط ضروری ہے ہرگز اس کی بات کو تسلیم نہ کرو ہم نے اس قسم کی باتوں کو دین نصرانیت میں بھی نہیں پایا ہے وہ بھی تثلیث تین خداؤں کے قائل ہیں توحید کا انکار کرتے ہیں اس لحاظ سے تعجب ہے کہ کیسے یہ شخص جس کا نام محمد (ﷺ) ہے وہ بار بار اس کلمہ کو دہرا رہا ہے کہ معبود حقیقی ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آخری دین سے مقصود عیسائیت کا دین ہے، مجاہد تابعی کی رائے ہے کہ اس سے مقصود قریش مکہ کا دین ہے۔

اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ: کفار آپ ﷺ کو مخاطب کر کے آگاہ کر رہے ہیں کہ جس دین کا دعویٰ آپ کر رہے ہیں وہ تو جھوٹ ہے۔
ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ: قریش کفار سے لوگوں نے کہا کیا ہمیں بالائے طاق رکھتے ہوئے محمد (ﷺ) پر قرآن نازل ہوا ہے جب کہ ہم میں زیادہ لوگ مالدار ہیں اور اونچے کریڈٹ والے ہیں۔
علامہ زمخشری کا قول: کفار نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا کہ دیگر عرب کے اشراف اور رؤساء سے محمد ﷺ کو شرف کے ساتھ خاص کیا جائے جب کہ دراصل ان کا یہ انکار ان کے اس حسد کی ترجمانی کر رہا تھا جو ان کے سینوں میں جوش مار رہا تھا کہ اس شخص کو ہم میں سے کیوں نبوت کا شرف عطا ہوا ہے جب کہ ان کا یہ انکار علم پر مبنی نہ تھا وہ شکوک وشبہات میں تھے اسی لئے انہوں نے آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا بلکہ ان کے شک کا سبب یہ تھا کہ انہیں ابھی تک عذاب وغیرہ سے تحفظ حاصل رہا ہے اگر انہیں کسی عذاب میں گرفتار کرلیا جاتا تو وہ قرآن کی صداقت کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس پر ایمان لے آتے ہیں۔
اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ: اس آیت میں مشرکین کا رد کیا جارہا ہے جب انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا کہ محمد ﷺ کو نبوت کے شرف کے ساتھ کیوں مشرف بنایا گیا ہے تو کیا ان کے پاس اللہ پاک کی رحمت کے خزانے ہیں کہ وہ جس کو چاہتے نبوت کے مقام پر سرفراز کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے اس سے روک لیتے ہیں۔
علامہ بیضاویؒ کا قول: مقصود یہ ہے کہ نبوت تو اللہ پاک کا عطیہ ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس سے اس کو نوازتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وصف یہ ہے کہ وہ غالب ہے اس کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
اَمْ لَهُمْ مُّلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: کیا ان کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت سے کچھ ہے؟ ہرگز نہیں انہیں ڈانٹنا مقصود ہے اگر ان کے پاس کچھ ہے تو وہ سیڑھی لگا کر آسمان کی جانب بلند ہو جائیں وہاں پہنچ جائیں اور کائنات کے معاملات کی تدبیر کریں اس میں مزاحیہ انداز ہے اگر ان میں مخلوقات کی تدبیر کی صلاحیت موجود ہے اور رحمت کی تقسیم میں تصرف کر سکتے ہیں اور ان میں یہ خصوصیت موجود ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کون نبوت کے مقام پر سرفراز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ سیڑھیوں کے ذریعہ عرش تک رسائی حاصل کریں اور کائنات کے معاملات کی تدبیر کریں اور جس کے بارے میں چاہیں اس پر وحی نازل کریں ان کے ساتھ مزاحیہ انداز اختیار کیا گیا ہے اور کفار کے لشکر جو اللہ پاک کے پیغمبروں کے خلاف گروہ بندی کرنے والے ہیں وہ تھوڑے عرصہ بعد شکست خوردگی کے ساتھ دوچار ہو کر واپس لوٹیں گے آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور غمزدہ نہ ہوں اگر وہ بیہودگی اختیار کر رہے ہیں۔
جُنْدٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو نمایاں کیا ہے کہ اللہ پاک کے پیغمبر کو غلبہ حاصل ہوگا اور ان کے مخالفین شکست سے دوچار ہوں گے جیسا کہ غزوۂ بدر میں آپ کو کامیابی حاصل ہوئی غیبی معاملات کی تدبیر ان کی دسترس سے باہر ہے، دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کیا ہے جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت آپ کا لشکر بھی نہ تھا اس کے باوجود آپ کو مطلع کیا گیا ہے کہ مستقبل قریب میں مشرکین کا لشکر شکست سے دوچار ہوگا چنانچہ غزوۂ بدر میں اس کی تصدیق ہوگئی اس لحاظ سے یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور محمد ﷺ کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور آپ کی کتاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کسی انسان کی جانب سے نہیں ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُوالْاَوْتَادِ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴿۱۴﴾ع وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّالَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴿۱۶﴾

ترجمہ: ان سے پہلے قوم نوح، عاد اور فرعون میخوں والے نے جھٹلایا (۱۲) اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے جھٹلایا یہ جماعتیں ہیں (۱۳) ان سے ہر شخص نے ہی پیغمبروں کو جھٹلایا تو عذاب ثابت ہوگیا (۱۴) اور یہ لوگ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر ایک تند و تیز چیخ کا مقصود قیامت ہے کہ اس میں ہرگز ٹھہراؤ نہ ہوگا (۱۵) اور انہوں نے [مزاحیہ انداز میں] کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں محاسبہ کے دن سے پہلے ہمارے لئے ہمارے حصہ کو جلد عطا کر (۱۶)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چھ قوموں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا جن کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا ان کی تکذیب کے باعث انہیں عذاب میں گرفتار کیا گیا۔

اولاً قوم نوح کا تذکرہ ہے انہوں نے نوح علیہ السلام کو دیوانہ قرار دیا اور ان کا مزاح اڑاتے رہے انہوں نے جس قدر دعوت میں تیزی دکھائی اسی قدر انہوں نے مخالفت اور سرکشی میں مبالغہ آرائی کی جب وہ ان کی مخالفت سے باز نہ آئے تو طوفان نے ان کا گھراؤ کیا اور انہیں طوفان میں ڈبو دیا جب کہ نوح علیہ السلام کو نجات عطا کی اسی طرح ہود پیغمبر کی قوم عادیوں نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے نہایت تیز آندھی کے ساتھ انہیں تباہ و برباد کیا، مزید برآں موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا کر کے فرعون کی جانب بھیجا جو میخوں والا تھا وہ ان کو لوگوں کے ہاتھوں میں گاڑتا تھا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی گرفت میں لیا اور دریائے نیل میں ڈبو دیا اور قوم ثمود جنہوں نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو زخمی کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دل کو دہلا دینے والی چیخ کے ساتھ موت سے ہم کنار کیا اور قوم لوط پر پتھروں کی بارش برسائی اور شعیب علیہ السلام کی قوم جو اصحاب الایکۃ کے لقب کے ساتھ بھی متعارف تھے ان سب کو تباہ و برباد کیا ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور مکہ کے کفار انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر قیامت کے نفخہ کی چیخ کا بلکہ انہوں نے مزاحیہ انداز میں کہا اے ہمارے پروردگار! محاسبہ سے پہلے ہمارے حصہ کے عذاب کو ہم پر جلدی بھیج۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَاالْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آپ ان باتوں پر صبر کریں جو وہ کہہ رہے ہیں اور ہمارے بندے داؤد کا تذکرہ کریں جو قوت والے تھے یقیناً وہ لوٹنے والے تھے (۱۷) ہم نے اس کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا تھا وہ شام اور صبح کے وقت اللہ کی پاکیزگی بیان

کرتے تھے(۱۸) اور ہم نے پرندوں کو مسخر کیا وہ اکٹھے تھے سب اس کے فرماں بردار تھے(۱۹) اور ہم نے اس کی بادشاہت کو مضبوط کیا اور ہم نے اس کو حکمت اور واضح قسم کی گفتگو سے نوازا(۲۰)

مفردات کی وضاحت: اَلْاَیْدِ سے مقصود یہ ہے کہ ان میں قوت تھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ایک دن روزے سے ہوتے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجانب متوجہ رہتے تھے ایک شاعر کا قول ملاحظہ فرمائیں ؎

وَكُلُّ ذِیْ غَيْبَةٍ يَؤُوْبُ وَغَائِبُ الْمَوْتِ لَا يَؤُوْبُ

''جو شخص اس وقت موجود نہیں ہے سفر پر ہے وہ واپس لوٹے گا اور جس کو موت نے غائب کر دیا وہ واپس نہیں آئے گا''

اِشْرَاق سے مقصود اشراق کا وقت ہے، مَحْشُوْرَةً فضا میں اڑان کے وقت خود کو گرنے سے روکنے والا، اَوَّابٌ اطاعت کرنے والا، فَصْلَ الْخِطَابِ ایسی گفتگو جو حق و باطل کے درمیان امتیاز کرے۔

تناسب: قبل ازیں اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو مشرکین کی جانب سے اذیتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اس کے بعد بعض انبیاء کرام کے واقعات کو بیان کیا ہے جو مصائب اور تکالیف شاقہ سے دوچار ہوئے انہوں نے صبر کے دامن کو تھامے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب و محن سے نجات عطا کی اور ان کے انجام کو تابناک بنایا مقصود آپ کو صبر اختیار کرنے پر رغبت دلانا ہے اور آپ کو مطلع کرنا ہے کہ آپ کے منصوبوں کی تکمیل ہوگی جیسا کہ آپ سے پہلے لوگوں کا انجام خوش آئند رہا۔

تشریح: آپ اپنی قوم کے سامنے ہمارے پیغمبر داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان کریں جو نہ صرف اللہ کی فرمانبرداری میں منہمک رہے بلکہ دین اسلام میں انہیں فقاہت کا بھی وافر حصہ عطا ہوا تھا وہ رات کا تیسرا حصہ قیام میں گزارتے اور ایک دن روزہ سے ہوتے دوسرے دن افطار کرتے، چنانچہ حدیث وارد ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کو داؤد علیہ السلام کی نماز کی ادائیگی زیادہ محبوب تھی اسی طرح ان کے روزے بھی زیادہ محبوب تھے آپ کا معمول تھا کہ رات کا نصف حصہ نیند میں گزارتے اور رات کے تیسرے حصہ میں قیام میں مصروف رہتے اور رات کے چھٹے حصہ میں نیند فرماتے تھے، مزید برآں ایک دن روزہ سے ہوتے اور ایک دن افطار کرتے اور لڑائی میں دشمن کے سامنے سے راہ فرار اختیار نہیں کرتے تھے وہ تو اپنے سبھی معاملات میں اللہ کی ذات کی جانب رجوع کرنے والے تھے۔[1]

اور جب کبھی داؤد علیہ السلام اپنی کسی غلطی کو یاد کرتے یا دل میں اس کا خیال آتا تو استغفار فرماتے تھے چنانچہ نبی ﷺ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: میں رات دن میں سو بار اللہ کی ذات سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[2]

نیز ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی ﷺ داؤد علیہ السلام کا تذکرہ فرماتے تو ان کے بارے میں فرماتے وہ سب انسانوں سے زیادہ عبادت گزار شخص تھے۔[3]

ان پر مزید اللہ کے انعامات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا تھا سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور دن کے آخری حصہ میں سبحان اللہ کا ورد کرتے تھے ان دونوں اوقات کی تخصیص سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ ان

---

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ۳۸، صحیح مسلم کتاب الصیام باب ۳۵ [2] صحیح ابو داؤد کتاب الوتر باب ۲۵، صحیح مسلم کتاب الذکر باب ۱۳ [3] صحیح مسلم کتاب الصیام

میں عبادت کرنا مزید شرف کا باعث ہے چنانچہ کسی وقت یا کسی جگہ کی تخصیص شرف کے لحاظ سے اثر انداز ہوتی ہے اور ہم نے ان کے ساتھ پرندوں کو بھی مسخر کیا ہے وہ بھی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کان لگا کر زبور کی قرأت سنتے ہیں، معلوم ہوا کہ انہیں خوبصورت آواز کے ساتھ نوازا گیا تھا اور ہم نے ان کی حکومت کو فوج کی کثرت کے باعث مضبوط کیا تھا اور ہم نے ان کو مکمل علم اور بہترین عمل کے ساتھ نوازا تھا اور ہم نے ان کو جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کی بہترین صلاحیت عطا کی تھی۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿٢٤﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ع

ترجمہ: اور کیا آپ کے ہاں آپس میں جھگڑنے والے گروہ کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار پھاند کر مسجد میں داخل ہوئے (٢١) جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں ہم دو افراد جھگڑا کرنے والے ہیں ہمارے بعض نے بعض پر زیادتی کی ہے پس آپ ہمارے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کریں اور ظلم نہ کرنا اور ہماری درست راہ کی جانب راہ نمائی کریں (٢٢) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے تو اس شخص نے مجھے کہا کہ ایک دنبی کو بھی میرے سپرد کر دیجئے اور گفتگو میں مجھ پر سختی کی ہے (٢٣) داؤد نے کہا اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے کہ آپ کی دنبی کو تجھ سے طلب کیا کہ اپنی دنبیوں کے ساتھ ملائے اور یقیناً زیادہ شرکاء ان میں سے بعض دوسرے بعض پر ظلم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں جب کہ یہ بہت کم ہیں اور داؤد نے معلوم کر لیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی ہے تو اس نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی اور سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے اور اللہ کی جانب رجوع کیا (٢٤) تو ہم نے اس کی اس لغزش کو معاف کر دیا اور بلاشبہ اس کے لئے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے (٢٥) ہم نے کہا اے داؤد! بلاشبہ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے تو نے لوگوں کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلے کرنے ہیں اور خواہش نفس کی پیروی

نہیں کرنی ہے کہ وہ تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کردے گی بلاشبہ جولوگ اللہ کی راہ سے گمراہ ہوجاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے محاسبہ کے دن کوفراموش کردیا (٢٦)

مفردات کی وضاحت: هَل کلمہ ہے اس سے مقصود تعجب ہے اور سننے والے کو اس بات کی جانب شوق دلانا ہوتا ہے جو اس کے بعد ذکر ہو رہی ہے، اَلْخَصْمُ جھگڑا کرنے والی جماعت واحد، جمع مذکر، مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے، تَسَوَّرُوا دیوار کو پھاند کر گھر میں داخل ہوئے، اَلْمِحْرَابُ عبادت کرنے کا حجرہ، نَعْجَةٌ بھیڑ عورت سے کنایہ ہے اس کی جمع نِعَاجٌ ہے، اَكْفِلْنِيهَا مجھے اس کا مالک بنا دیجئے، اَلْخُلَطَآءُ کا واحد اَلْخَلِيطُ ہے ساتھی، معاون، خَرَّ گر پڑا۔

تشریح: ﴿وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْتَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ کلام میں استفہام تعجب اور سننے والے شخص کو اس کے کلام کی جانب اشتیاق دلانا ہے جس کا اس کی جانب القاء کیا جارہا ہے جیسا کہ آپ اپنے پاس بیٹھنے والے شخص کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج کیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے آپ کا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ آپ اس کو شوق دلانا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے کلام کو غور وفکر اور توجہ کے ساتھ سنے۔

اس مقام میں اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار فرمارہے ہیں کیا آپ کو ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے جو آپس میں جھگڑا کررہے تھے وہ دیوار پھاند کر داؤد علیہ السلام کے پاس مسجد میں پہنچے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جذبہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے جب وہ دیوار کے اوپر سے ان کے پاس پہنچے تو انہیں وہاں بھانپ کر وہ خوفزدہ ہوئے اور ان کے اس طرح اندر آنے کے باعث جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔

مفسرین وضاحت کرتے ہیں داؤد علیہ السلام کے گھبرانے کا باعث ان کا اس کی مجلس میں بلا اجازت آنا تھا مزید برآں وہ دروازے کی جانب سے داخل نہیں ہوئے تھے نیز ایسے وقت میں انہیں پریشان کیا جو وقت ان کی عبادت کیلئے مخصوص تھا انہوں نے ان کے خوف اور گھبراہٹ کو بھانپتے ہوئے انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کیا کہ آپ ہم سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں ہم دونوں کا آپس میں جھگڑا ہے ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان عدل وانصاف کیساتھ فیصلہ صادر فرمائیں فیصلہ کرنے میں ہرگز کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے اور ہماری واضح روشن راہ کی جانب راہ نمائی فرمائیں جو درست ہو ہمارا جھگڑا یہ ہے کہ یہ شخص میرا بھائی ہے اس کی ملکیت میں ننانوے دنبیاں ہیں جبکہ میری ملکیت میں صرف ایک دنبی ہے اس مقام میں مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ دنبیوں سے مقصود بیویاں ہیں کہ اس کی ننانوے بیویاں ہیں اور میری زوجیت میں صرف ایک بیوی ہے تو اس نے کہا ہے کہ آپ اس کو میری کفالت میں کریں وہ اس جھگڑے میں مجھ پر غالب آچکا ہے مجھ پر تشدد کررہا ہے اور درشت لہجہ اختیار کررہا ہے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ: داؤد علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ اس نے جو مطالبہ کیا ہے اس کا مطالبہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے جب اس نے تجھ سے تیری دنبی کو چھیننا چاہا ہے تاکہ اس کے پاس سو دنبیوں کی تعداد پوری ہوجائے اور یہ حقیقت ہے کہ ایسے شرکاء کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے پر ظلم وتعدی کو روا رکھتے ہیں ان کی تعداد کم ہے وہ زیادتی کے مرتکب ہونے سے خود کو تحفظ عطا کرتے ہیں اور داؤد علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ ہم نے اس واقعہ کے ساتھ ان کی

آزمائش کی ہے جب واقعہ کا فیصلہ سامنے آیا تو داوٗد علیہ السلام نے اللہ پاک سے بخشش کا مطالبہ کیا اور سجدہ کی حالت میں زمین پر گر پڑے اور زیادتی پر ندامت اختیار کرتے ہوئے توبہ کی بھیک کا مطالبہ کیا۔

ابوحیان کی وضاحت: ذہن نشین کریں کہ مفسرین نے اس واقعہ کے ضمن میں کچھ ایسی باتیں درج کی ہیں جو انبیاء کرام کے منصب اور ان کی شان کے لائق نہیں ہیں ہم نے انکے بیان سے خود کو تحفظ عطا کیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آیت مبارکہ کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوار پھاند کر محراب میں آنے والے انسان تھے وہ وہاں معروف راستہ سے داخل نہ ہوئے اور ایسے وقت میں اندر آئے جب داوٗد علیہ السلام فیصلہ کے لئے نہیں بیٹھا کرتے تھے اس لئے جب وہ داوٗد علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے ان کے دل میں یہ وہم گردش کرنے لگا کہ کہیں وہ اسے دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ نہ اتار دیں اس لئے کہ وہ محراب میں اکیلے تھے اپنے پروردگار کی عبادت میں انہماک کے ساتھ مشغول تھے جب ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ وہ تو کسی جھگڑے کے فیصلے کے سلسلہ میں آئے ہیں اور ان میں سے دو اشخاص آگے بڑھے تا کہ ان کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے تو اس خیال کے ذہن کی پلیٹ پر مرتسم ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کی اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے جب کہ ہم یقینی طور پر اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگر ہم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اس قسم کے خیالات کو ممکن قرار دیں گے تو احکام شریعت باطل قرار پائیں گے اور ہمیں ان کی بات پر کچھ اعتماد باقی نہ رہے گا چنانچہ اللہ پاک نے اپنی کتاب میں جس حقیقت کو نمایاں کیا ہے اس کے مطابق ہی اس کو سمجھا جائے اور اس پر ایمان رکھا جائے جب کہ اگر واعظ قسم کے لوگوں نے اس واقعہ میں رنگ بھرنے کے لئے اپنی جانب سے اضافہ کیا ہے جو کہ منصب نبوت کے شایان شان نہیں ہیں تو ہم اس کو پھینک دیں گے اس کی جانب ہرگز توجہ نہیں کریں گے۔

فَغَفَرْنَالَهٗ ذٰلِكَ: تو ہم نے دو انسانوں کے بارے میں ان کے غلط خیال کو معاف کر دیا ایک مشہور ضرب المثل ملاحظہ فرمائیں تا کہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے وہ یہ ہے کہ **حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ** درمیانے درجہ کے نیکوکار لوگوں کی نیکیاں مقربین لوگوں کی اصطلاح میں برائیاں سمجھی جاتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ داوٗد علیہ السلام ہمارے مقربین میں سے اور کرامات کے ساتھ موصوف تھے ان کے لئے آخرت میں عمدہ ٹھکانا ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کو لوگوں پر خلیفہ بنایا تا کہ ان کے معاملات اور مصالح کی تدبیر فرمائیں انہیں حکم دیا کہ تم لوگوں کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق کرو جس شریعت کو آپ پر اتارا گیا ہے آپ نے نفسانی خواہشات کی پیروی سے خود کو دور رکھنا ہے ظاہر ہے کہ خواہشات کی پیروی آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین سے دور کر دے گی اور یہ حقیقت ہے جو لوگ اللہ کے دین اور اس کی شریعت سے منحرف ہوتے ہیں انہیں قیامت کے دن سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے محاسبہ کے دن کو فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے راہ پر رواں دواں نہ رہے جب کہ ایمان لانے سے مقصود یہ ہے کہ آخرت کے دن کے لئے اس دنیا میں زاد راہ کو تیار کیا جائے۔

ایک لطیفہ: ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوزرعہ شخص ولید بن عبدالملک کے ہاں گیا ولید نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ مجھے بتائیں کیا جو شخص خلیفہ ہے اس کا محاسبہ ہوگا تو نے قرآن پاک کو پڑھا ہے اور سمجھتا بھی ہے اس نے کہا اے امیر المومنین تیرا مقام اللہ پاک کے ہاں زیادہ عزت والا ہے یا داؤد علیہ السلام کا ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے خلافت اور نبوت سے نوازا اس کے باوجود اس کو دھمکی دی گئی ہے کہ تو نے خواہش نفس کی پیروی نہیں کرنی ہے وگرنہ تو صراط مستقیم سے دور ہو جائے گا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے یہ کفار کا خیال ہے پس کفار کے لئے دوزخ کے عذاب سے ہلاکت ہے (۲۷) کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں ان لوگوں کی طرح بنا دیں گے جو زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکرداروں کی طرح بنا دیں گے (۲۸) یہ قرآن مبارک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی جانب اتارا ہے تا کہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تا کہ عقلمند لوگ نصیحت حاصل کریں (۲۹)

مفردات کی وضاحت: اَلْاَلْبَاب کا واحد لُبٌّ ہے معنی عقل ہے کسی چیز کے خلاصہ کو بھی لب کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا اطلاق عقل پر ہوتا ہے، بَاطِلًا بے فائدہ، مبارک زیادہ فوائد، دینی ہوں یا دنیوی ہوں۔

تناسب: قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ جو لوگ صراط مستقیم سے منحرف ہو جاتے ہیں ان کے لئے محاسبہ کے دن شدید قسم کا عذاب تیار ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ غلط تھا اس کے بعد اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ محاسبہ کا دن ضرور آنے والا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے بلکہ عبادت اور توحید کے لئے پیدا کیا ہے، بعد ازاں قیامت کے دن ان کو اکٹھا کیا جائے گا، فرماں بردار لوگوں کو انعامات سے نوازا جائے گا اور نافرمان لوگوں کو عذاب میں جکڑا جائے گا۔

تشریح: ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان متنوع قسم کی مخلوقات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے اس قسم کا ذہن تو کفار کا ہے جو قیامت کے وقوع کے قائل نہیں ہیں چنانچہ کفار کا مقام تو دوزخ ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں اس غلط نظریہ کے پیش نظر ڈانٹ پلا رہے ہیں کہ کیا ہم ایمانداروں کو جو اعمال صالحہ بجا لانے والے ہیں ان کو شریر قسم کے لوگوں کے برابر بنا دیں گے، مقصود یہ ہے کہ ہرگز دونوں برابر نہیں ہیں جب کہ حشر کے دن نیکوکار لوگ اور بدکار لوگ الگ الگ ہوں گے جب کہ نیکوکار لوگوں کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے اور بدکار لوگوں کو دوزخ کے عذاب کی وعید سے خبردار کیا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کی وضاحت: اللہ پاک کے عدل اور اس کی حکمت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ ایمان دار اور کفار برابر ہوں، ظاہر ہے کہ

اطاعت گزار شخص کو نوازا جائے گا اور باغی سرکش قسم کے شخص کو اس کی سرکشی کے باعث عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جب کہ عقل سلیم کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ حساب کا دن آنے والا ہے اس دن نیکی اور برائی کا بدلہ دیا جائے گا جب کہ دنیوی نظام میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ظالم شخص کے مال میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اس کی اولاد بھی آرام سے زندگی بسر کرتی ہے جب کہ اطاعت گزار شخص مصائب میں جکڑا رہتا ہے اسی کیفیت میں فوت ہو جاتا ہے اب حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ انصاف کیا جائے، ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کے ساتھ ہمدردی کی جائے، اس کے بعد قرآن پاک کا تذکرہ ہے جو جلیل القدر کتاب ہے کثیر فوائد والی ہے اس کی آیات میں تدبر کیا جائے اور اس میں جو اسرار و حکم ہیں ان کو واضح کیا جائے اور غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو عجیب و غریب اسرار و رموز سے شناسائی حاصل ہوگی صرف قرآن پاک کا حفظ کافی نہیں تدبر اور تفکر بھی ضروری ہے تب حقیقت منکشف ہوگی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ
الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾
رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًام بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى
كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ
بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ
﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا
فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان لڑکا عطا کیا وہ بہترین بندہ تھا بلاشبہ وہ لوٹنے والا تھا (۳۰) اس وقت کو یاد کریں جب اس پر شام کے وقت تیز رو گھوڑے پیش کئے (۳۱) تو اس نے کہا بلاشبہ میں ان گھوڑوں کو محبوب رکھتا ہوں مال کی رغبت کے لحاظ سے اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرتے ہوئے یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ گیا (۳۲) ان گھوڑوں کو مجھ پر واپس کرو تو وہ شروع ہوئے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرتے تھے (۳۳) اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ہم نے اس کے تخت پر کمزور جسم شخص کو گرایا پھر انہوں نے اللہ کی جانب رجوع کیا (۳۴) اس نے دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرمائیں اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کریں جو میرے علاوہ کسی کے لئے لائق نہ ہو بلاشبہ تو عطا کرنے والا ہے (۳۵) تو ہم نے اس کے لئے ہوا کو مطیع کر دیا وہ اس کے حکم کے ساتھ آہستہ چلتی تھی جہاں وہ جانا چاہتے (۳۶) اور ہم نے اس کے لئے جنوں کو مطیع کر دیا جو عمارت بنانے والے اور دریا میں غوطہ لگانے والے تھے (۳۷) اور ہم نے کچھ اور جنوں کو مطیع کیا جن کے زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے (۳۸) ہم نے کہا یہ ہمارا عطیہ ہے آپ عطیہ دیں یا محفوظ رکھیں تجھ سے محاسبہ نہیں کیا جائے گا (۳۹) اور بلاشبہ اس کے لئے ہمارے ہاں تقرب ہے اور اچھا لوٹنا ہے (۴۰)

مفردات کی وضاحت: اَلصّٰفِنٰتُ وہ گھوڑا جو اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ یا دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کو اٹھاتا ہے اور پاؤں کے اگلے حصہ پر کھڑا ہوتا ہے، اَلْجِیَادُ کا واحد جَوَّادٌ ہے تیز رفتار گھوڑا، اَلْخَیْرُ سے اس مقام میں مقصود گھوڑا ہے، تَوَارَتْ نظر سے اوجھل ہوا، مَسْحٌ جسم پر ہاتھ پھیرنا، فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ ہم نے اس کی بیماری کی آزمائش کی، جَسَدًا کمزور جسم گویا کہ اس میں روح نہیں ہے، اَنَابَ تندرست ہوا، لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مجھ سے کسی اور کی جانب منتقل نہ ہو، رُخَآءً نرم، حَیْثُ اَصَابَ اس نے جہاں کا ارادہ کیا، مُقَرَّنِیْنَ جکڑے ہوئے، باندھے ہوئے، اَلْاَصْفَادِ کا واحد صَفَدٌ ہے ایسی ہتھکڑی جو ہاتھوں کو گردن کی جانب اکٹھا کر دے، اَلزُّلْفٰی عزت۔

تشریح: سلیمان علیہ السلام پیغمبر کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اللہ پاک فرماتے ہیں ہم نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کو صالح بیٹا سلیمان عطا کیا اور ہم نے اس کو منصب نبوت کے اعزاز پر متمکن فرمایا اگرچہ ان کے اور بیٹے بھی تھے لیکن سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ نبوت کا اعزاز عطا کیا، بلاشبہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی جانب توبہ کے ساتھ رجوع کرنے والے تھے جب سلیمان علیہ السلام پر عصر کے بعد پچھلے پہر کے وقت گھوڑے پیش کئے گئے جو پاؤں کے سموں کے کناروں پر کھڑے تھے تیز رفتار تھے لیکن جب وہ چلنے سے رک جاتے تو سکون واطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے اور جب چلنا شروع کرتے تو تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے ان کے ساتھ مشغولیت کے باعث سلیمان علیہ السلام نے اپنی زبان پر اس جملہ کو دہرایا کہ میں نے تو گھوڑوں کی محبت کو اس قدر اپنے دل میں سمویا ہوا ہے کہ میں ذکر الٰہی سے غافل ہو گیا ہوں۔

مفسرین کی وضاحت: ان پر ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے پیش کئے گئے جن کو ان کے باپ نے اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کے لئے چھوڑا تھا چنانچہ دن کے پچھلے پہر ان گھوڑوں کو ان پر پیش کیا گیا تو گھوڑوں کے حسن وجمال ان کی سبک رفتاری کے باعث ان کی محبت اس کے دل ودماغ میں پیوست ہوگئی اور ان کی وجہ سے خاص ذکر الٰہی کا وظیفہ جو معمول کے مطابق ادا کیا کرتے تھے اس پر کاربند نہ رہ سکے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے سامنے لاؤ، جب انہیں پیش کیا گیا تو اس نے ان کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کے لئے ان کے پاؤں کو کاٹنا شروع کر دیا تا کہ وہ فقراء لوگوں کی خوراک ہوں، دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وہ غفلت کا باعث بنے تھے اس لئے ان کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا: اس میں ایک دوسری آزمائش کا تذکرہ ہے جس میں انہیں مبتلا کیا گیا، بعدازاں انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کیا اور شاید یہی وہ فتنہ ہے جس کا ذکر صحیح حدیث میں وارد ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک دن کہا کہ آج رات میں ستر بیویوں کا طواف کروں گا ان میں سے ہر بیوی ایک مجاہد جنے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا لیکن ان شاء اللہ کا جملہ کہنا بھول گئے تو وہ اپنی بیویوں کے ہاں گئے لیکن اس رات صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اس نے بچے کو جنم دیا اس کا ایک پہلو قوت والا نہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کا کلمہ کہتے تو سب مجاہد پیدا ہوتے۔[1]

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ۴۰، صحیح ترمذی کتاب النذور باب ۱۷، مسند احمد ۲/۲۲۹

خیال رہے اس مقام میں علامہ ابن کثیرؒ نے اسرائیلی روایات کو ذکر کیا ہے مزید برآں وہ اسانید کے لحاظ سے منکر ہیں جب کہ امام فخر الدین رازیؒ نے فتنہ سے مقصود یہ لیا ہے کہ وہ جسمانی طور پر بیمار ہو گئے جس سے وہ کمزور ہو گئے بیماری کی شدت کے باعث وہ یوں معلوم ہوتے تھے جیسا کہ وہ ایک جسم ہیں جنہیں کرسی پر رکھا گیا ہے ان کا جسم تھا لیکن روح سے خالی تھا یعنی طاقت نہ تھی جب انہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کیا تو ان کی صحت دوبارہ لوٹ آئی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا: چنانچہ تندرستی کے بعد انہوں نے دعا کی اے میرے پروردگار! جو غلطیاں مجھ سے صادر ہوئی ہیں انہیں معاف کریں اور مجھے وسیع وعریض بادشاہت سے نوازیں جو میرے سوا کسی کیلئے لائق نہ ہو وہ میری نبوت کی علامت ہو یقیناً تو بہت فضل والا ہے کثرت کیساتھ عطیات سے نوازنے والا ہے تو ہم نے ہوا کو اسکے تابع کر دیا اس کے حکم کے مطابق وہ چلا کرتی تھی اس میں تیزی نہیں ہوتی تھی نہایت عمدگی کے ساتھ رواں دواں رہتی تھی جدھر چاہتے ادھر اس کا رخ ہو جاتا تھا اور اسی طرح ہم نے شیاطین کو بھی اسکے تابع کر دیا وہ اس کے حکم کے مطابق کام کرتے تھے کچھ تو نہایت بلند عجیب وغریب خوفناک بلڈنگیں تیار کرتے تھے اور کچھ سمندروں میں غوطہ زنی کرتے اور موتی مرجان وغیرہ نکالتے تھے جبکہ کچھ شیاطین قسم کے تھے جو سرکش تھے اور بعض گونگے تھے انہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اس لئے کہ وہ باغی اور سرکش تھے سلیمان علیہ السلام کی اطاعت نہیں کرتے تھے تو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو کہا یہ ہمارا عطیہ ہے جو بہت فراخ ہے آپ جسے چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں اس کو روک لیں اس بارے میں آپ سے ہرگز محاسبہ نہیں ہوگا آپ آزاد ہیں یقیناً ان کا ہمارے نزدیک ایک مرتبہ تھا جو اونچا تھا اور آخرت میں بھی انکے لوٹنے کی جگہ نہایت بہتر ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور آپ تذکرہ کریں ہمارے بندے ایوب کا جب اس نے اپنے پروردگار کو آواز دی کہ شیطان نے مجھے بیماری اور درد پہنچایا ہے (۴۱) ہم نے کہا آپ اپنا پاؤں زمین پر ماریں تو وہاں پانی کا چشمہ غسل کرنے اور پینے کے لئے نمودار ہوگا (۴۲) اور ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کی مثل ان کے ساتھ اپنی جانب سے عطا کئے یہ ہماری جانب سے عطیہ تھا اور عقل والوں کے لئے نصیحت تھی (۴۳) اور ہم نے کہا آپ اپنے ہاتھ میں کچھ شاخوں کو پکڑیں تو اس کو ان پر ماریں اور قسم نہ توڑیں یقیناً ہم نے اس کو صابر پایا اچھے بندے تھے بلاشبہ وہ اللہ کی جانب رجوع کرنے والے تھے (۴۴)

مفردات کی وضاحت: ایوبؑ کا شمار پیغمبروں میں سے ہے اسحٰقؑ کی نسل سے تھے نُصْبٍ مشقت، تھکاوٹ عَذَابٍ، تکلیف دہ درد اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ پاؤں زمین پر ماریں مُغْتَسَلٌ نہانے اور پینے کا پانی ضِغْثٌ گھاس و پھولوں کے تنکوں کا مجموعہ حِنْثٌ قسم کو توڑنا۔

تشریح: اس سورت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کے سلسلہ میں یہ تیسرا واقعہ ہے، ذہن نشین کریں کہ ایوب علیہ السلام کا واقعہ سورۂ انبیاء میں بھی گزر چکا ہے اللہ پاک نے ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے انہیں خصوصیت کے ساتھ اپنے بندوں میں شمار کیا ہے اس سے ان کا شرف دوبالا ہورہا ہے کہ انہیں مصائب ومحن میں مبتلا کیا گیا لیکن انہوں نے خود کو شکایت سے تحفظ عطا کیا یہی وجہ ہے کہ انہیں صابر کے لقب کے ساتھ نوازا گیا جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا ان کی کیفیت آہ وزاری کا مجموعہ تھی انہوں نے اپنی جسمانی تکلیف کی کیفیت کو آشکارا کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ میرا دشمن شیطان ہے اس نے مجھے نہ صرف جسمانی بیماری میں مبتلا کر دیا ہے بلکہ بیماری کے ساتھ ساتھ تھکاوٹ اور جسمانی دردوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔

ذہن نشین کریں بارگاہ الٰہی کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جسمانی تکلیف اور بیماری کی نسبت شیطان کی جانب کی ہے اگرچہ سب کچھ خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کے اہل وعیال اور ان کے مال کو ان سے چھین لیا گیا بلکہ ان کا جسم بھی بیماری کی زد میں آ گیا تقریباً اٹھارہ (۱۸) سال کا عرصہ اسی کیفیت میں گزارا تو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ انہیں صابر کا لقب عطا فرمایا۔

سوال مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو صابر کا لقب عطا کیا جب کہ صابر شخص اپنی تکلیف کا شکوہ نہیں کیا کرتا لیکن انہوں نے شکوہ کیا کہ مجھے بیماری نے پریشان کر رکھا ہے میں تو عذاب میں گرفتار ہوں؟ اس کا جواب واضح ہے کہ کسی بیماری کا شکوہ اللہ کی جانب کرنا ہرگز صبر کے منافی نہیں ہے اور اس کو گھبراہٹ کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا، ظاہر ہے کہ بیماری کی حالت میں بیماری کے خلاف جہاد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے خود کو جھکانا صبر جمیل اختیار کرنا لوگوں کے سامنے شکایت کو بند رکھنا عبودیت کی علامت ہے اور اللہ کی ذات سے شفا طلب کرنا ہرگز صبر کے منافی نہیں ہے جب کہ ان کے جسم میں دل اور زبان بیماری سے محفوظ تھے، مزید برآں اپنی قوم سے خوفزدہ ہوگئے کہ شیطان انہیں فتنے میں مبتلا کر دے گا ان کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرے گا کہ اگر یہ شخص پیغمبر ہوتا تو اس قدر آلام ومصائب کا نشانہ نہ بنتا اور اللہ تعالیٰ اس کی بیماری کو دور کر دیتا۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ج هٰذَا مُغْتَسَلٌ م بَارِدٌ وَّشَرَابٌ: ہم نے ان سے کہا آپ اپنا پاؤں زمین پر ماریں چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا پاؤں زمین پر مارا اس کے نتیجہ میں وہاں سے صاف پانی کا چشمہ اُبل پڑا تو ہم نے انہیں آگاہ کیا یہ پانی ہے اس سے غسل کیا جائے اور یہ مشروب بھی ہے اس سے پیاس کو دور کیا جائے، چنانچہ ایوب علیہ السلام نے جب اس پانی کے ساتھ غسل کیا تو جسم کی جلدی بیماریاں ختم ہوگئیں اور جب پانی کو حلق سے گزارا تو جسم کی اندرونی بیماریاں ختم ہوگئیں، مزید برآں ہم نے اس کی جس اولاد کو موت سے ہم کنار کیا تھا اس کو دوبارہ زندگی عطا کی ان کو مزید اولاد عطا کی۔

علامہ رازیؒ کا قول: اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ صرف صحت وتندرستی کی دولت سے نوازا بلکہ انہیں مال ودولت بھی وافر مقدار میں عطا کی اور فوت شدہ افراد کو بھی دوبارہ زندگی عطا کی، حقیقت یہ ہے کہ ان کے صبر اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ ہم نے انہیں نوازا، مزید برآں عقل مندوں کے لئے نصیحت ہے جب کہ صبر کا انجام نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ارشاد نبوی ہے بیماری سے شفایابی پر ایوب علیہ السلام نے غسل فرمایا ان کے جسم پر لباس نہ تھا تو ان پر سونے کی مکڑیوں کی بارش برسنے لگی تو ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگ گئے اس پر اللہ پاک نے انہیں

پکارا اے ایوب! کیا میں نے تجھے مالدار نہیں کر دیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ آپ نے مجھے بے پرواہ کر دیا ہے جب کہ میں آپ کی برکت سے بے پرواہ نہیں ہوں۔[1]

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ: اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے تھے اس کے کسی کام میں انہیں ان پر ناراضگی پیش آ گئی تھی انہوں نے قسم اٹھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا کی تو وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے لگائے گا تو جب اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عنایت کی تو بیوی کی خدمت کا ہرگز یہ تقاضا نہ تھا کہ اس کی بیماری کے عالم میں اس کی خدمت کا صلہ یہ ملے کہ اس پر شفقت اور نرمی کے بجائے اس کو زدوکوب کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ لکڑی کا ایک گٹھا لیں جس میں سو شاخیں ہوں تو ایک بار انہیں مار دیا جائے اس طرح ان کی قسم پوری ہو جائے گی، کفارہ کی ضرورت ہی نہ رہے گی گویا کہ یہ کسی مشکل کام سے نکلنے کی ایک صورت ہے البتہ اس شخص کے لئے جس کے دل میں اللہ کا خوف موجود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ ہم نے انہیں صبر والا پایا ہے وہ اچھا انسان تھا اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنے والا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾[2] ''اور جو شخص اللہ کی ذات سے خوفزدہ رہا اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ مہیا فرما دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اس کا وہم گمان بھی نہ تھا''

اس مقام میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (رحمہ اللہ) نے شرعی حیلہ کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اس کو مناسب سمجھ کر ان کے الفاظ میں ہی نقل کیا جا رہا ہے کہ شرعی حیلہ کس صورت میں جائز ہے، یہاں ایک بحث چل نکلی ہے کہ آیا شرعاً حیلہ کرنا جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اپنی ذات سے یا کسی دوسرے سے ظلم کو دفع کرنا مقصود ہو تو اس وقت شرعی حیلہ کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل ایک تو یہی آیت ہے دوسری اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خود ایسی تدبیر بتائی تھی کہ جس سے ان کا چھوٹا بھائی بنیامین اپنے سوتیلے بھائیوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہے اور تیسری درج ذیل حدیث بھی یہ وضاحت کرتی ہے، سعید بن سعد بن عبادہ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ ایک ناقص الخلقت بیمار شخص کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے کہ وہ محلّہ کی لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ زنا کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کھجور کی ایک بڑی ٹہنی لے کر جس میں سو چھوٹی ٹہنیاں ہوں ایک مرتبہ اس کو مارو۔[3]

اور یہ حیلہ آپ ﷺ نے اس لئے اختیار کیا کہ وہ سو دُرے کھانے کی تاب نہ رکھتا تھا اور اس صورت میں اس کا مر جانا یقینی تھا، رہے ایسے حیلے جن سے کوئی شرعی حکمت یا مقصد فوت ہو تو ایسے حیلے قطعاً ناجائز بلکہ حرام ہیں جیسے زکوٰۃ کو ساقط کرنے کے لئے یہ حیلہ کرنا کہ سال پورا ہونے سے پہلے مال کا کچھ حصہ کسی دوسرے کو ہبہ کر دیا جائے پھر سال گزرنے پر اس سے وہ چیز اپنے حق میں ہبہ کرالی جائے یا کسی عورت کو جبراً اپنے نکاح میں لانے کے لئے عدالت میں جھوٹی شہادتیں بھگتا کر اپنے حق میں فیصلہ لے لیا جائے اور ایسے بہت سے حیلے ہدایہ کی کتاب الحیل میں مذکور ہیں، امام بخاریؒ نے ان کا تعاقب بھی کیا ہے کہ ان میں اکثر حیلے ناجائز بلکہ حرام ہیں۔[4]

[1] صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۳۰، مسند احمد ۲/۳۱۴ [2] الطلاق: ۳ [3] مشکوٰۃ کتاب الحدود الفصل الثانی [4] تیسیر القرآن ۴/۴۰ ۷

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴿٤٥﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ
بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴿٤٦﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ
وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴿٤٨﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴿٤٩﴾
جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ
شَرَابٍ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ
﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴿٥٤﴾ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ
يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴿٥٦﴾ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ
اَزْوَاجٌ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ
لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ
عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ﴿٦٢﴾
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴿٦٤﴾

ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کریں جو قوت والے اور بصارت والے تھے (۴۵) بے شک ہم نے ان کو خالص بنایا تھا ایسی خصلت کے ساتھ کہ وہ آخرت کی یاد رکھیں (۴۶) اور وہ یقیناً ہمارے نزدیک منتخب بہترین لوگوں سے تھے (۴۷) اور یاد رکھیں اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور یہ سب اچھے لوگوں سے تھے (۴۸) یہ قرآن نصیحت ہے اور یقیناً پرہیزگاروں کے لئے اچھا انجام ہے (۴۹) ہمیشہ کی جنات ہیں ان کے لئے دروازے کھلے ہوں گے (۵۰) وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے وہ ان میں بہت زیادہ پھلوں اور شراب کو طلب کریں گے (۵۱) اور ان کے ہاں عورتیں ہوں گی آنکھوں کو نیچی رکھیں گی ہم عمر ہوں گی (۵۲) یہ وہ ہے جس کا تم سے محاسبہ کے دن کا وعدہ کیا گیا تھا (۵۳) یقیناً یہ ہمارا رزق ہے جس کے لئے ختم ہونا نہیں ہے (۵۴) یہ بدلہ ہے اور یقیناً سرکش لوگوں کے لئے برا لوٹنا ہوگا (۵۵) کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہاں بچھونا برا ہوگا (۵۶) یہ عذاب ہے گرم پانی ہے اور کچلو ہے پس وہ اس کو چکھیں گے (۵۷) اور ایک دوسرا عذاب ہوگا جو مختلف قسم کا ہوگا (۵۸) یہ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے جن کے پیچھے لگا گیا ہوگا وہ کہیں گے ان پر زمین فراخ نہ ہو یقیناً وہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہوں گے (۵۹) پیروی کرنے والے کہیں گے بلکہ تم پر زمین فراخ نہ ہو تم نے اس پرانے طریق کفر کو ہمارے لئے بنایا تو آرام کی جگہ دوزخ بہت بُری ہے (۶۰) وہ کہیں گے اے ہمارے

پروردگار! جس نے ہمارے لئے اس کفر کو پہلے بنایا تو اس کو دوزخ کا دوگنا عذاب دیں (۶۱) اور دوزخی کہیں گے ہمارے لئے کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جن کو ہم بدکار لوگوں میں شمار کرتے تھے (۶۲) کیا ہم نے ان کا مزاح اڑایا تھا یا ان سے نظریں پھر گئی ہیں (۶۳) یقیناً دوزخیوں کا آپس میں یہ جھگڑا کرنا درست ہے تا کہ غیرت کا خدشہ نہ رہے (۶۴)

مفردات کی وضاحت: اَلْاَیْدِیْ وہ لوگ جو خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضبوط رکھتے ہیں، اَلْاَبْصَارِ کا واحد بَصَرٌ ہے مقصود وہ لوگ ہیں جو صاحب بصیرت اور دین اسلام میں سمجھ رکھتے ہیں اور اسلام کے نکات سے آشنا ہیں، اَخْلَصْنٰهُمْ ہم نے ان کو اپنے لئے خالص کرلیا ہے، بِخَالِصَةٍ ایسی خصلت جس میں ملاوٹ نہ ہو، خالص ہو مقصود آخرت کو یاد رکھنا اور آخرت کیلئے اعمال صالحہ کرنا ہے، الْمُصْطَفَيْنَ جن کا ان کی جنس سے چناؤ کیا گیا ہے، اَخْيَار اس کا واحد خَيِّرٌ ہے وہ لوگ جن کی سرشت میں اچھے کام کرنا ہے، هٰذَا ذِكْر جو آیات ذکر کی گئی ہیں وہ قرآن پاک ہے، الطَّاغِيْ سرکش، عَدْن استقرار، اَتْرَاب ہم عمر عورتیں، الطّٰغِيْنَ کفار جنہوں نے حدود الہیہ سے تجاوز کیا اور اسکے پیغمبروں کو جھٹلایا، الْمِهَادُ بستر، حَمِيْمٌ شدید گرم پانی، غَسَّاقٌ دوزخیوں کی پیپ۔

تشریح: اے محمد (ﷺ)! آپ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کریں جو نہایت بہترین اوصاف کے ساتھ موصوف تھے اور آپ ان کے نقش قدم پر رواں دواں رہیں جن میں نہ صرف یہ کہ عبادت کی محویت کی ان میں قوت تھی بلکہ ان میں بصیرت کا ملکہ وافر مقدار میں جلوہ افروز تھا ہم نے ان کو ایک خالص قسم کی خصلت سے نوازا تھا جس کی عظمت شان سے انکار ممکن نہیں وہ یہ تھی کہ دنیوی مال و متاع کی جانب ان کا دھیان تک بھی نہ تھا اس کے بالمقابل ان کی نظر کے سامنے اخروی زندگی کا نقشہ ہمیشہ جلوہ گر رہتا تھا، مجاہدؒ تابعی کا قول ملاحظہ فرمائیں، اللہ پاک فرماتے ہیں گویا کہ ہم نے انہیں اخروی زندگی کے لئے ہی خالص کیا ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں صرف اخروی زندگی کے لئے اعمال کرتے رہیں آخرت کی زندگی کے سنوارنے کے علاوہ ہرگز ان کی توجہ کسی جانب نہ تھی بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک دیگر سبھی لوگوں سے اونچا مقام رکھتے ہیں وہ زندگی بھر مداومت کے ساتھ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں استقامت پذیر رہے۔

اور اے محمد! (ﷺ) آپ اسماعیل، یسع اور ذوالکفل پیغمبروں کو بھی یاد کریں یہ سب پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اوصاف والے شمار ہوتے ہیں آپ مصائب کی وادی میں صبر کرتے ہوئے ان کی اقتدا کریں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف ومحن کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں ان کا تذکرہ دنیوی زندگی میں نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے بلکہ ہمیشہ ان کی خصوصیتوں کا چرچا دیر تک ہوتا رہے گا، ذہن نشین کریں کہ سب پرہیز گاروں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے احکام کے مطابق زندگی بھر رواں دواں رہے ان کا اخروی ٹھکانہ نہایت اچھا ہے وہ ہمیشہ جنات میں اقامت پذیر رہیں گے ان کے استقبال کیلئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، امام رازیؒ وضاحت کرتے ہیں کہ کچھ فرشتوں کی ڈیوٹی جنات پر لگائی گئی ہے وہ جب میدان حشر میں جنتیوں کو ان کے یونیفارم میں دیکھ لیں گے تو فرشتے نہ صرف یہ کہ انہیں خوش آمدید کہیں گے بلکہ ان کیلئے دروازے کھول دیں گے تو فرشتوں کی راہ نمائی میں نہایت عمدہ پذیرائی کے عالم میں ان کا داخلہ جنت میں ہوگا جنت میں

داخل ہونے کے بعد عمدہ قسم کے پلنگوں پر استراحت فرمائیں گے اس دوران پلنگوں پر استراحت کرتے ہوئے مختلف قسم کے پھلوں کی خواہش کریں گے اور مشروبات کے انواع واقسام سے خود کو شاد کام کرتے رہیں گے جیسا کہ دنیوی زندگی میں بادشاہ قسم کے لوگ اپنی پیاس کو فرو کرنے کیلئے اعلیٰ قسم کے مشروبات استعمال کرتے ہیں بہر حال ان کی چاہت کے مطابق انہیں ایسی عمدہ نعمتوں سے شاد کام کیا جائے گا جن کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا نہ کسی کان میں اس کی آواز پہنچی ہوگی نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا فوراً خُدّام تعمیل کیلئے سرگرداں ہو جائیں گے۔

علامہ بیضاویؒ کا قول: صرف پھلوں پر اختصار اس لئے کیا گیا ہے کہ دراصل ان کا کھانا صرف تلذُّذ اور محض نشاط انگیزی کیلئے ہوگا ظاہر ہے کہ کھانا غذائیت کی بنیاد پر نہیں ہوگا جبکہ جنت میں بھوک کا تصور ہی نہیں ہوگا، اور ان کے ہاں حور عین ہم عمر ہوں گی جو اپنے خاوندوں کے علاوہ کسی جانب نظر نہ اٹھائیں گی، انہیں پیغام دیا جائے گا یہ تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں عطا کیا جا رہا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری جانب سے یہ ایسا عطیہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ: جنتیوں کے تذکرہ کے بعد ان کفار سرکش قسم کے لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا ان کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے وہ دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے دوزخ میں ان کا بچھونا ہوگا جو بہت ہی بُرا بچھونا ہوگا ان کو پینے کے لئے گرم پانی دیا جائے گا جو انہیں جلا کر راکھ کر دے گا ایک دوسرے مقام میں وارد ہے کہ جب آگ کی سخت تمازت سے ان کے چمڑے جل جائیں گے تو ہم ان کو نئے چمڑوں میں پیش کریں گے جب بھی پہلے چمڑے جل جائیں گے تو یہ سلسلہ جاری رہے گا کہ چمڑے تبدیل ہوتے رہیں گے تاکہ مسلسل ان پر عذاب کا حملہ باقی رہے۔

هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ: ان سرکش قسم کے لوگوں سے مقصود کفار ہیں انہیں جلا دینے والا گرم پانی دیا جائے گا اور دوزخیوں کی بہتی ہوئی پیپ اور خون ان کا مشروب ہوگا اور ایک دوسری قسم کا عذاب ہوگا جیسا کہ ناقابل برداشت ٹھنڈک ہے اس کی تکلیف بھی گرم پانی کی تکلیف جیسی ہوگی، مزید تیز شدید گرم لو انہیں جلا دے گی اور خوراک میں تھوہر کا درخت دیا جائے گا۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ: دوزخ کے دربان دوزخیوں کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ اس بہت بڑی جماعت کو تمہارے ساتھ دوزخ میں گرایا جا رہا ہے یہ تمہارے ساتھ رہیں گے جیسا کہ دنیوی زندگی میں جہالت اور گمراہی کے لحاظ سے تمہارے ساتھ رہے یہ لوگ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انہیں مرحبا کہا جائے، جب لیڈر قسم کے مجرم لوگوں کے ساتھ ان کے پیروکار لوگوں کو داخل کیا جائے گا تو دونوں فریق ایک دوسرے کو ہرگز خوش آمدید نہیں کہیں گے اور داخل ہونے والے بھی اپنے سے پہلے لوگوں کو یہ جملہ کہیں گے کہ تمہارا آنا بہتر نہیں دونوں فریق ایک دوسرے پر لعنت کی بوچھاڑ کریں گے اور پیروکار اپنے لیڈروں سے کہیں گے تم ہماری گمراہی کا سبب بنے، تم نے ہمیں اس عذاب میں پہنچایا، پس اب ہمارا اور تمہارا دونوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے اور تمہارے لئے دوزخ ہے۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ: یہ گفتگو پیروکاروں کی جانب سے ہے وہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ ان لیڈروں کو دوگنا عذاب میں مبتلا کیا جائے کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ: کفر کے لیڈر اور سرکش لوگ کہیں گے تعجب ہے! کہ ہم ان میں ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جن کو ہم دنیوی زندگی میں شریر کہا کرتے تھے ان سے ان کا مقصود جنتی لوگ ہیں جیسا کہ محمد ﷺ کے رفقاء صحابہ

کرام ہیں، مثال کے طور پر ابوجہل کہے گا کہ بلال کہاں ہے؟ صہیب کہاں ہے؟ عمّار کہاں ہے؟ یہ تو جنت الفردوس میں ہیں، ہائے تعجب ہے! ابوسکین ہے لیکن اس کا بیٹا عکرمہ مسلمان ہوگیا اس کی بیٹی جویریہ بھی اور اس کی والدہ بھی مسلمان ہوگئی اور اس کا بھائی بھی مسلمان ہوا جب کہ وہ خود کفر کی موت فوت ہوا، دراصل دوزخ میں کفار کی جانب سے خبریں ملیں گی کہ دوزخ میں بلال، عمار، صہیب، اور فلاں فلاں نہیں ہیں یہ بطور مثال کے ہے جب کہ کفار کا عقیدہ یہ تھا کہ سبھی ایماندار لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو جب دوزخ میں کفار کا داخلہ ہوگا اور وہ ان کو دوزخ میں نہیں پائیں گے تو خود کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہیں گے کیا جن ایمان والوں کا ہم مزاح اڑاتے تھے وہ ہمارے ساتھ دوزخ میں ہیں، لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا جس کے بارے میں ہم نے آپ کو مطلع کیا ہے یہ درست ہے وہ اسی انداز میں جھگڑا کریں گے لیڈر لوگ پیروکاروں کو کہیں گے کہ انہیں مبارک نہیں جب کہ پیروکار لیڈروں کو کہیں گے ہم تمہیں خوش آمدید نہیں کہتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ
مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴿٧٠﴾
اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط
اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ﴿٧٥﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ
مِنْ طِيْنٍ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ
الدِّيْنِ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴿٨٠﴾
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ﴿٨٤﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴿٨٥﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴿٨٦﴾
اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴿٨٨﴾ ع

ترجمہ: آپ کہیں میں تو بس ڈرانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ ایک جو غالب ہے (٦٥) آسمانوں اور زمین اور جو چیز ان کے درمیان ہے کا پروردگار ہے غلبے والا بخشنے والا ہے (٦٦) آپ کہیں یہ خبر بڑی ہے (٦٧) کہ جس سے تم روگردانی کرنے والے ہو (٦٨) مجھے اس بلند مرتبہ فرشتوں کی جماعت کی حالت کے بارے میں کچھ علم

نہیں جب وہ آپس میں سوال جواب کر رہے تھے (۶۹) میری جانب وحی نہیں کی جاتی ہے مگر اس کی کہ میں ظاہر ڈرانے والا ہوں (۷۰) اور یاد کریں جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں کو کہا بلاشبہ میں آدم کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں (۷۱) پس جب میں اس کو برابر کر لوں اور میں اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرنے والے گر پڑو (۷۲) تو ان سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا (۷۳) مگر شیطان نے سرکشی کی اور وہ کفار سے ہو گیا (۷۴) اللہ نے کہا اے شیطان تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو اس چیز کو سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ پیدا کیا ہے کیا تو نے تکبر کیا یا تو بلند مرتبہ والوں سے ہے (۷۵) اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے (۷۶) اللہ نے حکم دیا تو جنت سے نکل جا بے شک تو راندہ گیا ہے (۷۷) اور بلاشبہ تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک رہے گی (۷۸) اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو مجھے اس دن تک مہلت عطا کرے کہ لوگوں کو اٹھایا جائے گا (۷۹) اللہ نے کہا بلاشبہ تو ان سے ہے جن کو مہلت دی گئی ہے (۸۰) معین وقت کے دن تک (۸۱) شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ایک ہی بار گمراہ کر دوں گا (۸۲) سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے خالص کئے گئے ہوں گے (۸۳) اللہ نے آگاہ کیا پس سچی بات یہ ہے اور میں سچی بات ہی کہتا ہوں (۸۴) البتہ میں دوزخ کو تجھ سے اور ان سے جو ان سے تیری پیروی کریں گے سب کو ایک جگہ بھروں گا (۸۵) آپ کہیں میں قرآن کی تبلیغ پر تم سے کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا ہوں اور میں تکلف کرنے والوں سے نہیں ہوں (۸۶) نہیں ہے قرآن مگر جہان والوں کے لئے نصیحت ہے (۸۷) اور تم اس کی سچائی کو کچھ وقت کے بعد معلوم کر لو گے (۸۸)

مفردات کی وضاحت: فَقَعُوْا اس کو سجدہ کرو، مَا مَنَعَکَ تجھے کس نے روکا ہے، یَدٌ قدرت، اَلْعَالِیْنَ جو خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اونچا باور کرتے ہیں، رَجِیْمٌ ہر بھلائی سے دور رکھا گیا، اَنْظِرْنِیْ مجھے مہلت دیں۔

بلاغت: قرآن پاک کے فواصل جن کا خیال رکھا گیا ہے ان کا شمار قرآن پاک کی خصوصیات سے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے **وَقَالُوْا مَالَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَھْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾** (صٓ: ۶۲-۶۴) ''تینوں آیات میں فواصل کا خیال رکھا گیا ہے آخری حرف (ر) ہے اس طرح کا عمدہ حیران کن بیان، جس میں آواز کی گونج بھی ہے اور مٹھاس بھی کارفرما ہے یہ اس شخص کے جسم میں اس طرح جاری ساری رہتا ہے جیسا کہ روح جسم میں گردش کرتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے اس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جب بھی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں تو میری روح میں خاص قسم کا کیف اور سرور اس طرح گردش کرنے لگتا ہے جیسا کہ روح جسم میں چلتی ہوئی ابھار پیدا کرتی ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ جب بھی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں تو میرے نفس میں بلا اختیار حرکت اور جنبش نمودار ہو جاتی ہے اس لئے کہ کان بھی قرآن پاک کے الفاظ سن کر خاص قسم کا سرور محسوس کرتے ہیں اور میں بلا اختیار

خوشی سے جھومنے لگ جاتا ہوں، جیسا کہ قوالی اور گانے سے کچھ لوگ جھومنے لگ جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کے بیان میں خاص قسم کے حیران کن مناظر کی عکاسی کی گئی ہے واقعتاً اس میں جادو کا سا اثر ہے۔

تشریح: اے اللہ کے پیغمبر (ﷺ)! آپ مشرکین مکہ کو اس حقیقت سے آگاہ کریں کہ میں تو اپنے پروردگار کی جانب سے بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں احکام الٰہیہ کی مخالفت سے خوفزدہ کرتا رہوں کہ تم پر کہیں اس طرح کا عذاب نازل نہ ہو جائے جو تم سے پہلی امتوں پر نازل ہوا جیسا کہ قوم عاد اور ثمود کو تباہ و برباد کر دیا گیا، میں ہرگز جادوگر، جھوٹ کہنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی میں جابر شخصیت کا مالک ہوں میں تو بس قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے وعظ و نصیحت کرتا ہوں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وعید سے تحفظ حاصل کر سکیں۔

ذہن نشین کریں کہ ہرگز کوئی معبود نہیں صرف ایک اللہ پاک ہی معبود ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ غالب ہے آسمانوں، زمین اور ان کے دونوں کے درمیان جو ہے اس پر اس کی بادشاہت ہے اور وہی ذات غالب ہے اس کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا اور اس کے بندوں میں سے جو گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر مغفرت کی بھیک طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس پر عفو و کرم کی بارش برسا دیتے ہیں خواہ گناہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، بعد ازاں ان کو اللہ پاک کی مخالفت سے روکا ہے اور اللہ کے فرمودات اور آپ کے پیغمبر کے فرمودات کی مخالفت سے بھی خود کو باز رکھیں اور رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کے سامنے اپنی ذمہ داریوں کی حقیقت کو واضح کریں تاکہ لوگ گمراہی کے راستوں کو چھوڑ کر رشد و ہدایت کی جانب پلٹ آئیں۔

آپ انہیں آگاہ کریں کہ میں خود کو تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر قرار دے رہا ہوں تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت سے خوفزدہ کر رہا ہوں اور تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک اکائی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی گمراہی سے تحفظ عطا کر سکتا ہے لیکن تم اس ذات سے روگردانی کر رہے ہو تم تو غفلت میں سرمست ہو غور و فکر کی جانب توجہ ہی نہیں ہے اس کے بعد کچھ دلائل ذکر ہو رہے ہیں جو آپ کی نبوت کی جانب ان لوگوں کو جھکائیں گے جو غور و فکر کریں گے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ: اگر مجھ پر وحی کا نزول نہ ہوتا تو مجھے ملاء اعلیٰ کے اختلاف کے بارے میں ہرگز علم نہ ہوتا، مقصود آدم علیہ السلام کا واقعہ ہے جب ابلیس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور جھگڑا کیا کہ میں تو آدم علیہ السلام سے کہیں زیادہ بہتر اور فضیلت کا حامل ہوں، میری جانب وحی کی جا رہی ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ میں لوگوں کو خوفزدہ کروں میں خود کو ڈکٹیٹر جابر باور نہیں کرتا ہوں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ: ذہن نشین کریں کہ اس واقعہ کا تذکرہ سورۃ الاعراف، الحجر، الاسراء اور سورۃ الکہف میں پہلے گزر چکا ہے اس سے مقصود حسد اور تکبر سے روکنا ہے ابلیس میں حسد اور تکبر تھا اس لئے اس کو راندۂ روزگار بنا دیا گیا جب کہ کفار بھی محمد ﷺ کے ساتھ حسد اور کبر کے باعث جھگڑا کر رہے ہیں مکرر ذکر کرنے سے مقصود خیر خواہی اور راہ نمائی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے آگاہ کیا کہ وہ مستقبل میں انسان کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہے آدم کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں تو سبھی فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے سجدہ کیا البتہ ابلیس نے انکار کیا جب کہ ابلیس جنس کے لحاظ سے جنوں سے تھا اس نے اپنے پروردگار سے جھگڑا کیا کہ وہ آدم سے بہتر

ہے جب کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ آگ کا مقام مٹی سے اونچا ہے اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی مخالفت کی انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت کے دروازے سے بھگا دیا اس نے مہلت طلب کی کہ مجھے قیامت تک زندگی عطا کی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت عطا کی اس پر وہ سرکش اور باغی ہو گیا اس نے کہا تیری عزت کی قسم! میں سوائے تیرے مخلص بندوں کے سب کو گمراہ کردوں گا تو اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں دوزخ کو تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے بھر دوں گا۔

اے پیغمبر! آپ اپنی قوم کے مشرکین کو آگاہ کریں کہ جو وحی میری جانب کی جاتی ہے تم تک اس کے پہنچانے پر ہرگز کچھ بدلے کا طلب گار نہیں ہوں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ مجھ میں جسارت نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنی جانب سے مرتب کر کے خود کو پیغمبروں سے شامل کروں، نیز آپ آگاہ رہیں کہ احکام الٰہیہ کے پہنچانے پر میں تم سے ہرگز کسی اجرت کا طلب گار نہیں ہوں پس یہ قرآن تو سب پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے ابن مسعود ﷛ نے آگاہ کیا اے لوگو! جو شخص تم میں سے علم رکھتا ہے وہ اس کو پہنچائے اور جس کے پاس علم نہیں ہے وہ (اَللّٰہ اعلم) کا جملہ کہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھی حکم دیا ہے کہ آپ اعلان کریں کہ وحی کے پہنچانے پر میں تم سے کسی مزدوری کا طلب گار نہیں ہوں اور میں تکلف کرنے والوں سے نہیں ہوں یہ قرآن تو سب لوگوں کیلئے نصیحت ہے۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ: اگر تم نے جہالت اور تقلید پر اصرار کیا تو تمہیں موت کے وقت معلوم ہو جائیگا کہ تم صحیح راہ پر تھے یا نہیں۔

مقدمہ سورۃ الزمر

سورۃ الزمر کا شمار مکی سورتوں سے ہے اس سورت میں عقیدۂ توحید پر مفصل بحث کی گئی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ عقیدۂ توحید اس سورت کا مرکزی موضوع ہے اس لئے کہ عقیدۂ توحید ہی عقیدہ کی بنیاد ہے بلکہ اعمال صالحہ کی بنیاد بھی یہی ہے جب کہ آغاز میں قرآن پاک کو بہت بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے یہ معجزہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے یہ دراصل محمد ﷺ کا معجزہ ہے اس سورت میں اللہ کے پیغمبر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دین اسلام کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی رضا کے لئے خاص کریں اور اللہ پاک کو مخلوق کی مشابہت سے منزہ قرار دیں۔

مزید برآں اس میں مشرکین کے شبہات کا تذکرہ ہے جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنا سفارشی قرار دیتے تھے ان کے رد میں ایسی دلیل پیش کی گئی جس نے ان کے شبہات کو ھباءً منثورًا کر دیا ہے اس کے بعد پروردگار عالم کی وحدانیت پر دلائل ذکر کیے گئے ہیں کہ وہ ذات آسمانوں و زمین کی خالق ہے رات دن کا آنا جانا ہے سورج چاند کے روشن دلائل کو ذکر کیا گیا ہے جب کہ عقیدہ کے موضوع کو زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور کفار دارالجزاء میں خسارے میں ہوں گے وہاں وہ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے اور اس فرق کو واضح کیا کہ ایک شخص صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور دوسرا متعدد ایسے معبودوں کی عبادت کرتا ہے جن میں سننے اور جواب دینے کی صلاحیت نہیں ہے۔

آيَاتُهَا: ٧٥ ٣٩ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ٥٩ رُكُوعَاتُهَا: ٨

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

اللہ کے نام کے ساتھ جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ
مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴿٢﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ
اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴿٣﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ
سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴿٤﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى
النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴿٥﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ
الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴿٦﴾

ترجمہ: اس کتاب کو اللہ کی جانب سے اتارا گیا ہے جو غالب حکمت والا ہے (١) بلاشبہ ہم نے آپ کی جانب کتاب کو سچائی کے ساتھ اتارا ہے پس آپ اللہ کی عبادت کریں اس کی خالص پرستش کرنے والے ہوں (٢) خبردار! اللہ ہی کے لئے ہے خالص عبادت کرنا اور جو لوگ اللہ کے سوا کو دوست بناتے ہیں [اور وہ کہتے ہیں] کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے ہیں مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں بلاشبہ اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ان کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس کو راہ نہیں دکھاتا ہے جو جھوٹا ناشکری کرنے والا ہے (٣) اگر اللہ چاہتا کہ وہ کسی کو اپنا لڑکا بنائے تو وہ اپنی مخلوق سے اس کا انتخاب کرتا جس کو وہ چاہتا اللہ ہی وہ ہے جو ایک ہے قوت والا ہے (٤) اس نے آسمانوں اور زمین کو صحیح تدبیر کے ساتھ پیدا کیا وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مطیع کیا ہوا ہے ہر ایک معین وقت میں چلتا ہے خبردار وہی غالب ہے معاف کرنے والا ہے (٥) اس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس نے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور تمہارے لئے چارپایوں سے آٹھ اقسام کو اتارا وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ایک قسم کا پیدا کرنا دوسری بار پیدا کرنے کے بعد تین قسم کے اندھیروں میں یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار اسی کے لئے بادشاہت ہے کوئی معبود نہیں مگر

وہی ہے تو تم کہاں سے پھیرے جا رہے ہو(٦)

مفردات کی وضاحت: زُلْفٰى قریب، اسی سے وارد ہے ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ ''اور جنت کو پرہیزگاروں کے قریب کیا جائے گا'' يُكَوِّرُ لپیٹتا ہے، پگڑی کے لپیٹ کو کَور کہا جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ میں کَور کے بعد حَور سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ سفر کے مراحل کو غلط انداز سے لپیٹنا ہے کہ لپیٹنے کے بعد پھر واپس آنا ہے، کَور کی جمع اَکوار ہے سے مقصود رات دن کو اور دن رات کو ڈھانپتا ہے۔[1] ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تین اندھیرے، پیٹ، رحم اور بچے کے جسم پر جو جھلی ہوتی ہے، تُصْرَفُوْنَ تم اللہ کی عبادت سے اس کے سوا کی عبادت کی جانب کیسے پھیرے جا رہے ہو؟

تشریح: اس قرآن کو اللہ کی ذات، کی جانب سے جو بزرگ و برتر ہے جو صاحب قدرت ہے اسے ہرگز مغلوب نہیں کیا جا سکتا اس کا وصف حکیم ہے، حکمت اندازہ اور تدبیر کے ساتھ اتارا گیا ہے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے مطلع کیا گیا ہے کہ اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ پر عظمت والے قرآن کو اتارا ہے جو حق وصداقت پر مشتمل ہے اس میں ہرگز اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کی صداقت میں ہرگز باطل یا مزاح کا شائبہ تک بھی نہیں ہے آپ ایک اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں آپ کے ارادہ اور آپ کی ادائیگی میں اپنے پروردگار کے سوا ہرگز کسی کی خوشنودی مطلوب نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہرگز کوئی مثل، شریک نہیں ہے اور آپ اپنے عمل اور نیت میں ہرگز اللہ تعالیٰ کے سوا کو دخیل نہ سمجھیں۔

خبردار! اے لوگو! تم خبردار رہو اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تو صرف اس عمل کو قبولیت عطا فرماتے ہیں جو خالص اللہ کی ذات کی خوشنودی کے لئے ادا کیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی الوہیت کے اوصاف کے لحاظ سے منفرد ہے اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں ہے وہ دلوں میں پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے اس لئے نہ صرف شرک کی آمیزش ہو بلکہ ریاکاری کا داعیہ بھی جنم لینے نہ پائے وگرنہ عمل قبولیت کے مقام تک رسائی حاصل نہ کر پائے گا، اس کے بعد مشرکین کے اسلوب کو مذموم قرار دیا ہے کہ مشرکین تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے صرف نظر کرتے ہوئے بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں وہ اپنی زبان سے یہ جملہ دہراتے رہتے ہیں کہ ہم ان کو معبود بنا کر ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے باعث ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ ہماری سفارش کریں گے۔

علامہ الصاوی کی وضاحت: مشرکین سے جب دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے اور آسمانوں وزمین کا خالق کون ہے؟ اور تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا خالق کون ہے؟ تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے بعد ان سے دریافت کیا جائے کہ پھر تم بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تو جواب میں کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اس طرح ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے اور ہماری سفارش کریں گے جب کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ تعالیٰ دین اسلام کے معاملات کے اختلاف کے بارے میں فیصلہ فرمائیں گے ایمان والوں کو جنت میں داخلہ ملے گا اور کفار کو دوزخ میں گرایا جائے گا، حقیقت یہ ہے کہ اس میں ہرگز شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے انسان کو بالخصوص جو اپنے پروردگار کے بارے میں کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور کفر میں مبالغہ آرائی کرتا ہے کو ہدایت کی توفیق عطا نہیں کرتا ہے اور نہ ہی دین حقہ کی

[1] صحیح ابن ماجه كتاب الدعاء باب ٢٠، صحیح ترمذی كتاب الدعوات باب ٤٢

جانب اس کی راہ نمائی کرتا ہے بہرحال وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا: بالفرض اگر اللہ تعالیٰ کسی کو لڑکا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا اس کو اپنا بیٹا بنالیتا لیکن اس بات کو اللہ کے بارے میں محال سمجھا جائے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی مشیت اس جانب راغب نہ ہوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہرگز لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا لڑکا بنائے اللہ عزوجل شریک اور اولاد سے پاک ہے وہ تو ایک اکائی ہے، وہ نظیر اور مثال سے پاک ہے وہ اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ اپنے بندوں پر غالب ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وحدانیت کا وصف اس کے منافی ہے کہ اس کی معاذ اللہ اولاد ہو، ظاہر ہے اگر اس کا لڑکا ہوتا تو اس کی جنس سے ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات جنسیت سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تو ایک ذات ہے جب کہ اس کا وصف قہار ہے کہ وہ غالب ہے اس وصف کے ساتھ شریکوں کی نفی ہوتی ہے اس کا وصف قہاریت اس حقیقت کا متقاضی ہے کہ اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں برابر نہیں وہ سب پر فائق اور غالب ہے اور ہر چیز اس کے سامنے مغلوب مقہور ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، وحدانیت اور عظمت کے دلائل کو پیش کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین دونوں کو نہایت کامل کیفیت اور بے مثال اوصاف کے ساتھ تخلیق فرمایا دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا واضح نشان ہیں وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر ڈھانپتا ہے گویا کہ دن پر اندھیرے کے لباس کو لپیٹ دیتا ہے جیسا کہ لباس اس شخص کو ڈھانپ لیتا ہے جو اس کو پہنتا ہے رات کے ظہور پذیر ہونے سے روشنی غائب ہو جاتی ہے اور دن کے ظہور پذیر ہونے سے اندھیرا معدوم ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بندوں کی مصلحت کے پیش نظر اپنے حکم کے تابع کر دیا ہے ان میں سے ہر ایک معلوم مدت تک اپنے آنے جانے کے نظام کو قائم رکھے گا جب کہ قیامت کے واقع ہونے پر ان کے جریان کا نظام ختم ہو جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کامل قدرت کے وصف کے ساتھ موصوف ہے وہ غالب ہے اس کی رحمت اور اس کی مغفرت بھی عظیم ہے جب کہ جملہ کا آغاز حرف تنبیہ اِلَّا کے ساتھ ہے یہ کمال درجہ کے اہتمام پر دلالت کر رہا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! بیدار ہو جاؤ اور یقین رکھو کہ میں اپنے حکم کے لحاظ سے غالب ہوں اور گناہوں پر پردہ ڈالنا میری عادت ہے تم عبادت میں اخلاص کو مدنظر رکھو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: ان دلائل کا ذکر ہوا جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم علوی میں پھیلایا ہوا ہے اس کے بعد قدرت الٰہیہ کے ان دلائل کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی میں ودیعت فرمایا ہے جب کہ آغاز میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ انسان کی تخلیق میں جن دلائل کو ودیعت کیا ہے وہ تعجب انگیز ہیں انسان میں عقل کارفرما ہے اور امانت الٰہیہ کے قبول کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں ایک شاعر کا شعر ملاحظہ فرمائیں ؂

وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ وَفِيْكَ انْطَوٰى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

''انسان کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے انسان! تو سمجھتا ہے کہ تو وجود کے لحاظ سے بہت کم حجم والا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا وما فیہا کا جہاں تجھ میں سمٹ آیا ہے''

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ: تمہیں زبانوں اور مختلف رنگوں کے لحاظ سے ایک آدم سے پیدا کیا پھر اس کی جنس سے اس کی بیوی کو بنایا پھر حیوان کی تخلیق کی کہ تمہارے لئے چارپایوں کی پیٹھوں سے آٹھ قسمیں بنائی ہیں، سورۃ الانعام میں ان کا تذکرہ ہے کہ بھیڑ

سے دو، بکری سے دو، اونٹ سے دو اور گائے سے دو کو پیدا کیا یعنی: مادہ پیدا کیا، نیز فرمایا اے لوگو! تمہاری تخلیق کا آغاز تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ہوتا ہے پہلی شکل نطفہ بعدازاں منجمد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر گوشت ہڈیاں پٹھے اور اس میں روح ڈالنے سے نئی تخلیق وجود پذیر ہوتی ہے ماں کے رحم میں تین اندھیرے ہیں تاکہ بچہ محفوظ رہے ان کو پیدا کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تمہارا پروردگار ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، دنیا آخرت میں اسی کی بادشاہی ہے وہی اکیلا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو تم اس کی عبادت سے کیوں پھر رہے ہو جب کہ عبادت کے داعی کثرت کے ساتھ ہیں، تعجب ہے کہ تم کیسے اس کے سوا کو اپنا معبود سمجھتے ہو تمہاری عقل کہاں چلی گئی ہے تمہاری سوچ کیوں بگڑ گئی ہے؟

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَ
لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ
نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ
بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا
يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ
اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ ع

ترجمہ: اگر تم ناشکری کرو گے تو اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے بارے میں ناشکری کو پسند نہیں جانتا ہے اور اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کریگا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر تمہارے پروردگار کی جانب تمہارا لوٹنا ہے پس وہ تمہیں خبر دے گا اس کی جو تم کرتے رہے بلاشبہ اللہ کو سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا علم ہے (۷) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے اس کی جانب انابت اختیار کرتے ہوئے پھر جب اس کو اپنی جانب سے نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے جو اس نے اس سے پہلے دعا کی تھی اور اللہ کیلئے شریک مقرر کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے راستہ سے گمراہ کرے آپ کہیں! تو اپنے کفر کے ساتھ کچھ عرصہ فائدہ اٹھالے بلاشبہ تو دوزخیوں سے ہے (۸) کیا ناشکر گزار مشرک بہتر ہے یا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت کرتا ہے سجدہ کرنے والا ہے قیام کرنے والا ہے اور قیام کرنے والا ہے آخرت سے خوفزدہ ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے آپ کہیں! کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ہیں، بلاشبہ نصیحت حاصل کرتے ہیں عقل والے (۹)

مفردات کی وضاحت: مُنِيْبًا اِلَيْهِ اللہ کی جانب لوٹنے والا، اسکی اطاعت کرنیوالا، خَوَّلَهٗ اس نے اس کو کسی چیز کا مالک بنایا۔

تشریح: قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر دلائل ثبت فرمائے ہیں اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مشرکین جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے پاس ہرگز کچھ دلیل نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ جب وہ بتوں کی عبادت کر رہے ہیں تو ان کی عقلیں ختم ہو چکی ہیں اس کے بعد اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی مخلوق سے مستغنی ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر کرو گے حالانکہ تم مشاہدہ کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اور اس کے انعامات پر اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جب کہ اس کی ذات کا انکار کرنے میں اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے ایک حدیث قدسی میں وارد ہے اللہ پاک اپنے بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے میرے بندو! اگر تم سے پہلے لوگ اور تم سے بعد میں آنے والے لوگ اور تمہارے سبھی انسان اور سبھی جن تم میں سے ایسے شخص کے دل والے ہو جائیں جو تمہارے معاشرہ میں بہت بڑا فاجر فاسق ہے تو اس سے میری بادشاہت میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوگی۔[1]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ بیان کر رہے ہیں کہ اللہ پاک کسی چیز کو پسند گردانتا ہے اور کسی کو ناپسند باور کرتا ہے تو واضح کیا ہے کہ اللہ کی ذات اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتی ہے نہ اس کا حکم دیتی ہے لیکن اگر تم شکریہ ادا کرتے ہو تو یہ درست ہے بلکہ شکریہ ادا کرنے کے نتیجہ میں نعمتوں سے نوازتا ہے اس کے بعد واضح کیا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا کسی دوسرے شخص کا برا عمل اس کو نقصان سے ہم کنار نہیں کر سکے گا اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا البتہ اعمال صالحہ کا بدلہ بہتر اور برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا پھر تمہارے پروردگار کی جانب تم نے جانا ہے جس کو تمہارے دنیوی معاملات کا علم ہے پوشیدہ اعمال کا بھی اس کو علم ہے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے تو تمہیں خوفزدہ رہنا چاہیے کہ تمہاری ملاقات جب تمہارے پروردگار سے ہو تو چونکہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کئے تھے تو کہیں اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا نہ کر دے اللہ تعالیٰ کی ذات سے تو کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے بلکہ وہ تو دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ: جب کافر شخص کے جسم کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے یا اس کی معیشت تنگ ہو جاتی ہے یا زندگی کے بارے میں خطرہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا کوئی دشمن اس کو ہلاک نہ کر دے تو وہ اپنے پروردگار سے مدد طلب کرتا ہے کہ اس کی تکلیف دور ہو جائے جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور مصیبت کے ازالہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا ہے کفر سے توبہ کرتا ہے پھر جب اللہ پاک اس کو اپنی جانب سے نعمت عطا کرتا ہے اس کی تکلیف کا ازالہ ہو جاتا ہے تندرستی حاصل ہوتی ہے تو اس دعا کو چھوڑ دیتا ہے جو اس سے پہلے تکلیف کے ازالہ کیلئے کیا کرتا تھا، مزید اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ان کو توحید سے باز رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کے کرتوت پر ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کرتے ہیں کہ اے اللہ کے پیغمبر! (ﷺ) اس قسم کے شخص کو مخاطب کر کے آپ آگاہ کریں کہ تو دنیوی زیب و زینت سے استفادہ کرتا رہے گا اور توحید کے دلائل کی جانب سے اپنی نظر کو دوسری جانب پھیرے گا یہاں تک کہ تیری موت کا وقت قریب آ جائے گا بلکہ موت تجھے اپنے پنجے میں گرفتار کر لے گی اس صورت میں تیرا داخلہ دوزخ میں ہوگا تجھے ہمیشہ ہمیشہ عذاب سے ہم کنار رہنا ہوگا۔

[1] صحیح مسلم کتاب البر باب ۱۵، مشکوٰۃ تحقیق البانی کتاب الدعوات باب ۴

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ: اے مشرک انسان! کیا تو بہتر ہے یا وہ شخص جو احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری کرتا ہوا ان پر مداومت کرتا ہے اور رات کے لمحات میں عبادت کرتا ہے؟ جب کہ رات کے اوقات میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے عبادت کی ادائیگی مشکل نظر آتی ہے پھر رات کے لمحات میں ریاکاری کا شائبہ بھی نہیں ہے قبولیت کے زیادہ قریب ہے جواب واضح ہے، اے پیغمبر! آپ اپنی قوم کو آگاہ کریں کیا علم کے وصف کے ساتھ موصوف لوگ اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ استفہام انکاری ہے حقیقت واضح ہے اسکے بعد واضح کیا ہے کہ حقیقت کو عقل والے سمجھتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں جاہل اور غافل قسم کے لوگ کچھ فائدہ حاصل نہیں کر پاتے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ
وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ
مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ
الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ
اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ
لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ
مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

ترجمہ: اے محمد! آپ میری جانب سے کہیں اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے اعمال کئے ہیں ان کی حالت بہتر ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے سوائے اس کے نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کی مزدوری بلا حساب پوری پوری دی جائے گی (۱۰) آپ کہیں! بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اخلاص کے ساتھ اس کی پرستش کرنے والا ہوں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں (۱۱) آپ کہیں! بلاشبہ میں خوفزدہ ہوں اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی بڑے دن کے عذاب سے (۱۲) آپ کہیں! میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اس کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرنے والا

ہوں (۱۴) تو تم اس کے سوا جس کی چاہتے ہو عبادت کرو آپ کہیں بلاشبہ نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو خود کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان پہنچائیں گے، خبردار! یہی وہ نقصان ہے جو ظاہر ہے (۱۵) ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے سائے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائے ہوں گے یہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! تم مجھ سے خوفزدہ رہو (۱۶) اور وہ لوگ جنہوں نے خود کو بت سے بچالیا اس سے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کی جانب رجوع کیا ان کے لئے خوشخبری ہے پس آپ میرے بندوں کو خوشخبری دیں (۱۷) جو باتوں کو سنتے ہیں تو ان میں سے بہت اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں (۱۸) کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو چکا ہے کیا تو اس دوزخی کو عذاب سے بچا سکے گا؟ (۱۹) لیکن وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے خوفزدہ رہتے ہیں ان کے لئے اونچے محلات ہیں ان کے اوپر اور محلات ہیں جو تعمیر کئے گئے ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہیں اللہ کا کیا گیا وعدہ ہے اللہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے (۲۰) کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ نے آسمان سے پانی کو بھیجا پھر اس کو زمین کے چشموں میں چلا دیا پھر اس کے باعث کھیتی کو نکالتا ہے جس کی مختلف اقسام ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ زرد رنگ کی ہے پھر اس کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے بلاشبہ اس میں عقل والوں کے نصیحت ہے (۲۱)

تناسب: قبل ازیں اس حقیقت کو واضح کیا جا چکا ہے کہ جو شخص علم کے وصف کے ساتھ موصوف ہے وہ اور جو علم سے بے بہرہ ہے دونوں برابر نہیں ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کو حکم دیا ہے کہ آپ ایمان والوں کو پند و موعظت سے شاد کام کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ایمان والوں کو پند و موعظت سے شاد کام فرمائیں انہیں اطاعت کے جذبہ کے ساتھ سرشار کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے خود کو باز رکھیں چنانچہ جو شخص دنیوی زندگی میں اعمال صالحہ سرانجام دے گا اور نفس امارہ کا تزکیہ کرے گا ان کے اعمال کو قبول کیا جائے گا انہیں صحت و عافیت اور اعمال صالحہ کی ادائیگی پر مداومت کی توفیق عطا فرمائے گا اور آخرت میں جنت میں اس کا ٹھکانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی لیکن اگر تم جہاں رہائش پذیر ہو وہاں تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی استطاعت نہیں رکھتے ہو تمہیں روکا جا رہا ہے تم پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں تو تمہیں صبر کے دامن کو نہیں چھوڑنا ہے ایسی صورت میں صبر کا اجر و ثواب بلا حساب ہوگا چنانچہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آپ فرائض کو ادا کریں آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں اور قناعت اختیار کریں اس سے آپ کو استغناء حاصل ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے بیٹے! جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام مصیبت کا درخت ہے وہاں مصیبت زدہ لوگوں کو لایا جائے گا ان کیلئے ترازو قائم نہیں ہوگا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

---

[1] الدر المنثور فی تفسیر بالمأثور ۳۲۳/۵

قُلْ اِنِّیٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَاللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ: اے محمد! (ﷺ) آپ اعلان فرمائیں کہ مجھے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں رسول اکرم ﷺ کو اس حکم کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اشارہ اس جانب ہے کہ آپ کے علاوہ لوگ زیادہ لائق نہیں کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس آیت کا پہلا مسلمان کہلاؤں، چنانچہ بالکل اسی طرح ہوا کہ اولاً آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی بتوں کو معبد خانوں سے نکال دیا اور انہیں چھوڑ دیا اور آپ نے خود کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں دیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر آپ ایمان لائے اور اللہ پاک پر ایمان لانے کی جانب دعوت کا آغاز فرمایا۔

قُلْ اِنِّیٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ: اور مجھے برابر خطرہ لاحق ہے کہ اگر میں نے اللہ پاک کے احکام کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے دوزخ کے عذاب میں گرفتار کرے گا آپ کا یہ انداز دیگر لوگوں کو نافرمانیوں سے باز رکھنے کے لئے ہے، ظاہر ہے کہ جب آپ کمال درجہ کی پاکیزگی اور معصومیت کے باوجود خوفزدہ ہیں تو آپ کے علاوہ لوگ زیادہ لائق ہیں کہ وہ اس کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اگر وہ اللہ کی توحید کو چھوڑ کر شرک کو اپنائیں گے جب کہ انبیاء کرام اور صالحین لوگوں کا یہی طریقہ ہے جب وہ اپنے بارے میں دوسرے لوگوں کو اپنے اوصاف کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ وہ بھی ان کے اوصاف کے ساتھ موصوف رہیں، اے محمد! (ﷺ) آپ آگاہ کریں کہ میں عبادت نہیں کرتا ہوں مگر ایک اللہ پاک کی، میں اس کے لئے اپنی اطاعت اور عبادت کو خالص کرتا ہوں ہرگز کچھ ملاوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے، مزید برآں آپ ذہن نشین کریں کہ پہلے تو خبر دی گئی ہے کہ نبی ﷺ کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفزدہ ہونے کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کریں گے، مزید برآں آپ نے آگاہ کیا ہے کہ آپ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں گویا کہ آپ یوں آگاہ کر رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہوں اور اللہ پاک کے سوا کسی کی عبادت نہیں کر رہا ہوں اس کے بعد انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے آگاہ کیا کہ تم اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو تم مستقبل قریب میں اس کے انجام سے الگ نہیں رہ سکو گے۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: آپ آگاہ کریں درحقیقت وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے نہ صرف خود کو بلکہ اپنے اہل وعیال قرابت داروں کو دھوکے میں ڈالا انہیں قیامت کے دن اندازہ ہوگا جب انہیں بھڑکتی ہوئی دوزخ کی جانب جو ہمیشہ ہمیشہ بھڑکتی رہے گی میں قیامت کے دن داخلہ ملے گا یہی لوگ وہ ہیں جو حقیقت میں گھاٹے میں رہیں گے۔

عبداللہ بن عباس کا قول: ہر شخص کا جنت میں مسکن موجود ہے خُدّام بھی موجود ہیں اگر وہ دنیا میں اللہ کی اطاعت کرتا رہا تو اسے وہ گھر عطا کر دیا جائے گا لیکن اگر اس کی تقدیر میں ہے کہ وہ دوزخی ہے تو وہ جنت والے گھر سے محروم رہے گا تو نہ صرف یہ کہ وہ خود خسارے میں رہا بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی خسارے میں رکھا جب انہیں گمراہی کی جانب چلایا، خبردار! یہی وہ خسارہ ہے جس سے زیادہ خوفناک کوئی خسارہ نہیں ہے، خبردار! تم خود کو اس قسم کے خسارے سے دور رکھو اس کے بعد انکے اخروی انجام کا ذکر ہے وہاں وہ جس خسارے سے ہم کنار ہوں گے اس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ تصور میں بھی نہیں آسکتا ہے اس کے بارے میں آگاہ کیا گیا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ: ان کو سخت گھبراہٹ ناک عذاب نے ڈھانپ رکھا ہوگا ان کے اوپر سے بھی

اور نیچے سے بھی اور سبھی کناروں سے عذاب نے ان کا گھراؤ کر رکھا ہوگا اس میں عذاب کو سایوں سے تعبیر کیا گیا ہے مقصود ان سے مزاح کرنا ہے جب کہ آگ کا عذاب تو جلا دیتا ہے اور سایہ آگ اور گرمی سے تحفظ عطا کرتا ہے یہ خوفناک گھبراہٹ ناک عذاب کا تذکرہ ہے اس سے مقصود بندوں کو خوفزدہ کرنا ہے تاکہ وہ حرام کاری اور گناہ کے کاموں سے خود کو دور رکھیں اللہ پاک فرماتے ہیں اے میرے بندو! تم میرے عذاب سے خوفزدہ رہو اور ایسے کاموں کے نزدیک بھی نہ جاؤ جس سے میری ناراضگی واجب ہوتی ہے۔

علامہ زمخشری کا قول: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں کیلئے وعظ اور مؤثر انداز کی خیرخواہی ہے جب کہ دوزخیوں کے احوال وکوائف کے بیان کرنے سے مقصود ایمان والوں کو خوفزدہ کرنا ہے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے خود کو تحفظ عطا کریں اور وہ اپنے پروردگار کے احکام کی اطاعت کریں۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا: بتوں کے پجاریوں کی وعید کا ذکر کرنے کے بعد محسنین اور فضیلت والے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جنہوں نے شرک اور نافرمانی سے خود کو دور رکھا ان میں کمال درجہ کی رغبت کارفرما ہے جب اس کے ساتھ ساتھ گناہوں کا خوف ان کے دل ودماغ پر مسلط ہے اور ان سے مکمل طور پر وہ خود کو دور رکھتے ہیں، ذہن نشین کریں کہ طاغوت سے مقصود شیطان ہے بطور مبالغہ کے اس کو اس وصف کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے اور انابت الی اللہ سے مقصود خود کو اللہ پاک کی عبادت کی جانب پھیرنا ہے اور اس کے احکام کی پیروی کرنی ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کامیابی کی خوشخبری ہے کہ وہ نعمتوں والی جنت میں داخل ہوں گے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ: آپ پرہیزگار بندوں کو بشارت عطا کریں جو بات سنتے ہیں اور احسن بات کی پیروی کرتے ہیں۔

ابن عباس کا قول: اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اچھی اور بری باتوں کو سنتے ہیں لیکن اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں اور بری باتوں سے خود کو دور رکھتے ہیں اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے کہ ان کی بصیرت میں روشنی ہے ان میں اچھی باتوں کو قبیح باتوں سے الگ کرنے کا ملکہ موجود ہے جب وہ کسی بات کو سنتے ہیں تو اس پر غور وفکر کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور سب سے اچھا کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے آپ میرے بندوں کو خوشخبری عطا کریں یہ پرہیزگار لوگ ہیں جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور جن کی فطرت میں استقامت ہے، بھلا وہ شخص جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بدبختی ثابت ہو چکی ہو کیا آپ اس کو راہ ہدایت پر لانے کی قدرت رکھتے ہیں ہرگز نہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے محمد! کیا آپ میں استطاعت ہے کہ آپ اس کو تحفظ عطا کر سکیں جس پر عذاب کا کلمہ ثبت ہو چکا ہے، مقصود ابولہب اس کی اولاد اور جو لوگ ایمان نہ لا سکے البتہ ایمان دار پرہیزگار لوگ ان کے لئے جنت میں بلند درجات ہیں اور اونچے محلات ہیں ان کے نیچے جنت کی نہریں جاری ہیں یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے ممکن نہیں کہ وعدہ کی خلاف ورزی ہو جب کہ وعدہ اس ذات کی جانب سے ہے جس کا وصف غالب اور قدرت والا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ
بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِى
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع

ترجمہ: کیا وہ شخص جس کے سینے کو اللہ نے دین اسلام کیلئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی جانب سے روشنی پر ہے پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں یہی وہ ہیں جو ظاہر گمراہی میں ہیں (۲۲) اللہ نے بہترین باتوں والی کتاب کو اتارا ہے جو ایک دوسرے کی مانند ہیں مکرر ہیں اس کے سننے سے ان لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں بعد ازاں ان کے چمڑے اور دل اللہ کے ذکر کے وقت نرم ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ساتھ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کو ہدایت عطا کرنے والا کوئی نہیں ہے (۲۳) کیا کوئی شخص ہے جو اپنے چہرے کیساتھ خود کو قیامت کے دن سخت عذاب سے بچا سکے گا اور ظالموں کو کہا جائے گا تم جو کرتے رہے اس کے وبال کو چکھو (۲۴) ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے تو ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آن پہنچا جس کا انہیں علم ہی نہ تھا (۲۵) تو اللہ نے انہیں دنیوی زندگی میں ذلت سے ہمکنار کیا اور یقیناً آخرت کا عذاب بہت سخت ہے اگر وہ جانتے ہوتے (۲۶) اور یقیناً ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کا واقعہ بیان کیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲۷) قرآن عربی زبان میں اتارا بے عیب ہے شائد وہ پرہیزگاری اختیار کریں (۲۸) اللہ نے ایک شخص کی مثال بیان کی ہے کہ اس میں مختلف شریک ہیں اور ایسے آدمی کو جو ایک شخص کے سپرد ہے کیا دونوں وصف میں برابر ہیں سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں (۲۹) اے محمد! یقیناً آپ موت سے ہمکنار ہوں گے اور یقیناً یہ بھی موت سے ہمکنار ہوں گے (۳۰) پھر تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس آپس میں جھگڑا کرو گے (۳۱)

مفردات کی وضاحت: شَرَحَ صَدْرَهٗ سے مقصود مسرت واطمینان ہے، نُوْر کا معنی بصیرت اور ہدایت ہے، قَسْوَة دل کی سختی، اَحْسَنَ الْحَدِيْث قرآن مجید، مُتَشَابِهًا حسن اور احکام میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے، مَثَانِي کا واحد مَثْنٰی ہے مقصود تکرار ہے، تَقْشَعِرُّ کانپ

جاتے ہیں، تَشْمَئِزُّ نرم ہوتے ہیں مطمئن ہوتے ہیں، یَتَذَکَّرُوْنَ نصیحت حاصل کرتے ہیں، ضَرَبُ الْمَثَلِ کسی عجیب چیز کی حالت کو دوسری چیز کی حالت کیساتھ تشبیہ دینا اور برابر کرنا، مُتَشَاکِسُوْنَ مختلف ہیں، مزاج، اخلاق میں تفاوت اور شدت ہے، سَلَمًا خالص۔

تشریح: آپ غور کریں کیا وہ شخص جس کے دل میں اسلام داخل ہو چکا ہے اور اسے انشراح صدر حاصل ہو گیا ہے جب اس نے دین اسلام میں ایسے عمدہ حقائق کو پایا جو رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں انکے باعث اس نے بخوشی اسلام قبول کیا اور اسلام کی عظمت نے اس کو جنت کی جانب رواں دواں کیا جو ہمیشگی کا گھر ہے اور دنیا جو دھوکے کا گھر ہے اسے دور کیا اور موت وارد ہونے سے پہلے موت کیلئے تیاری کی جانب راغب کیا تو کیا ان اوصاف کیساتھ موصوف شخص اور وہ انسان جس کے دل میں قساوت ہے اور وہ حق وصداقت سے بے بہرہ ہے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے پیغمبر! کون ایماندار شخص زیادہ فہم و فراست سے ہم کنار ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو کثرت کیساتھ موت کو یاد کرتا رہتا ہے اور اس کیلئے خود کو تیار رکھتا ہے۔[1]

فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ: چنانچہ زبردست تباہی و بربادی کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر کے باعث شدت میں مستغرق ہو گئے جب کہ ضروری تھا کہ انکے پاس جب اللہ پاک کا ذکر کیا جاتا تو اس سے انکے دلوں میں نرمی ظہور پذیر ہوتی لیکن معاملہ برعکس ہوا کہ جب انکے پاس اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کی قدرت کے دلائل کو الم نشرح کیا جاتا ہے اور اسکی حیران کن نعمتوں سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ انکے باعث نہ صرف یہ کہ ان سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں بلکہ انکے دلوں میں شدت اور صلابت زور آور ہو جاتی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا دیگر باتیں کثرت کیساتھ نہ کرو اس لئے کہ جب کثرت کیساتھ گفتگو کی جائے لیکن اس گفتگو میں اللہ کا ذکر نہ ہو تو اس سے دل میں قساوت قدم زن ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک کی ذات سے وہ شخص سب سے دور ہے جس کے دل میں شدت کارفرما رہتی ہے۔

اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ: جن لوگوں کے دلوں میں قساوت کارفرما ہے اللہ تعالیٰ نے انکی آنکھوں کو بھی ظاہر گمراہی میں مبتلا کر دیا ہے اللہ ایسی ذات ہے جس نے نہایت بہتر عمدہ حدیث یعنی قرآن پاک کو نازل کیا ہے اس کا بعض دیگر بعض کیساتھ مشابہت رکھتا ہے اور یہ مشابہت سچائی، وضاحت، وعظ و حکمت کے لحاظ سے کارفرما ہے بالکل اس طرح جس طرح کہ پانی، ہوا اور انگوریوں اور پھولوں کے اجزاء باہم متشابہ ہوتے ہیں اسی طرح قرآن میں ذکر کردہ واقعات، خبریں، مامورات، منہیات اور وعدہ وعید کی آیات میں بار باران کا ذکر کیا گیا ہے اور دہرایا گیا ہے انکی کیفیت اس طرح کی ہے کہ جب قرآن پاک کی ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں عذاب کی تصویر کشی کی گئی ہے تو اس سے سامعین کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دلوں پر خوف کا سایہ افگن ہوتا ہے لیکن جب ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے جن میں رحمت کا تصور اجاگر ہے اور اطاعت پر اللہ کی جانب سے خوش کن وعدوں کا تذکرہ کانوں میں پہنچتا ہے تو نہ صرف یہ کہ ان کو سن کر مکمل انسانی ڈھانچہ میں نرمی کی لہر سرگرداں ہو جاتی ہے بلکہ دلوں کو سکون و اطمینان کی دولت میسر آتی ہے اور روح انسانی میں یک گونہ قرار و اطمینان کی لہر حرکت کرنے لگ جاتی ہے جبکہ عذاب کی آیات کی تلاوت کو سن کر خوش قسمت لوگوں کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اللہ کے جلال کے تصور سے دل کانپنا شروع کر دیتے ہیں۔

ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ: قرآن پاک ایسی کتاب ہے جس کے باعث اللہ پاک جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور ایمان کی توفیق

[1] صحیح ابن ماجه کتاب الزهد باب ۳۱

عطا کرتا ہے، البتہ جس کو اللہ پاک قرآن پاک پر ایمان لانے سے محروم کر دیتا ہے تو وہ ہرگز گمراہی کے تاریک گڑھے سے باہر نہیں آ سکتا اور حق وصداقت کی شاہراہ پر رواہ دواں ہونے کی اس کو توفیق بھی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اس آیت مبارکہ میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ ہدایت یافتہ اور گمراہ شخص دونوں میں تضاد ہے اس کے سبب سے آگاہ کیا ہے کہ سبھی لوگ برابر نہیں ہے جو شخص اپنے چہرے کے باعث جو سبھی اعضاء سے بہتر عضو ہے قیامت کے دن سخت برے عذاب سے خود کو بچالیتا ہے اس لئے کہ اس کا ہاتھ جس سے وہ دنیوی زندگی میں مصائب اور تکالیف سے خود کو بچاتا تھا اس کی گردن کے ساتھ جکڑا ہوا ہے یہ تو اس شخص کی مانند ہے جو اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے اس کو کسی مکروہ عمل سے کچھ واسطہ نہیں اور وہ ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا ہے کہ وہ خود کو ممنوع خوفزدہ چیز سے تحفظ عطا کرے، اس کے بعد ان کفار نافرمان لوگوں کا تذکرہ ہو رہا ہے جو اس دن ذلت کی کیفیت میں ہوں گے کہ ظالموں کے ساتھ مزاحیہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ تم نے دنیوی زندگی میں خود کو جن کرتوتوں میں محو ناؤ نوش رکھا ان کے وبال سے ہم کنار ہو جاؤ تمہیں دوزخ کے ہاویہ حصہ میں گرایا جا رہا ہے جس کی آگ کی حدت میں زیادہ زور اور جوش ہوگا۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اس آیت میں کفار کے اس عذاب کا بیان ہے جو انہیں دنیوی زندگی میں لاحق ہوا کہ گذشتہ امتوں میں سے کچھ امتیں ایسی بھی گزری ہیں جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا جن کو انکی جانب بھیجا گیا تو اچانک عذاب نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا انہیں عذاب کا وہم وگمان بھی نہ تھا انہیں دنیوی زندگی میں ذلت نے اپنے گھیرے میں لے لیا ان کی شکل کو مسخ کر دیا گیا اور کبھی انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا اور کبھی قتل وغارت نے انکے امن کو برباد کر ڈالا جب کہ اخروی عذاب تو نہایت شدید اور برے انجام والا ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ: ہم نے مشرکین کیلئے پہلے لوگوں کے واقعات کو اس قرآن میں بطور عبرت ذکر کیا ہے انہیں ڈرانا مقصود ہے کہ وہ کفر سے باز آ جائیں اس کو عربی واضح زبان میں اتارا ہے اس میں ہرگز اختلاف اور التباس کا شائبہ نہیں ہے تا کہ وہ اسے سمجھیں اور اس سے عبرت حاصل کریں اور اللہ پاک کے عذاب سے خائف رہیں انابت الی اللہ کا داعیہ اجاگر کریں ایک اللہ پاک کی عبادت کریں اللہ کے سوا دیگر معبودوں سے برأت کا اظہار کریں اور خود کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کریں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ: اے محمد! (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو ایک مثال سے آگاہ کیا ہے کہ تم اس غلام کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کے مالک ایک سے زیادہ ہیں ان میں اختلاف موجود ہے اس لحاظ سے غلام اپنے بارے میں حیران ہے اگر وہ ایک مالک کو خوش کرتا ہے تو دوسروں کو ناراض کر دیتا ہے اور جب کسی اہم کام میں اس کو ان کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے سبھی آقا اس کو دوسرے کی جانب بھیج دیتے ہیں اس طرح وہ ہمیشہ عذاب کی زندگی بسر کرتا ہے جب کہ ایک دوسرے غلام کا ایک ہی آقا اور مخدوم ہے وہ اخلاص کے جذبہ کے ساتھ اس کی خدمت کرتا ہے اور اس کی سب ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ان دونوں غلاموں میں سے کس غلام کی حالت اچھی ہے اس کے جواب میں ہرگز کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، یہی حال مشرک انسان کا ہے جو مختلف معبودوں کی عبادت کرتا ہے وہ حیران اور گمراہ رہتا ہے وہ معلوم نہیں کر پاتا کہ کس معبود کی عبادت کرے اور کس پر اعتماد کرے اور کس سے عطیہ طلب کرے البتہ وہ شخص جو ایک خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ اپنی ذمہ داری کو خوش اسلوبی سے نبھاتا ہے اسے خوب پتہ ہے کہ وہ کن کاموں سے خوش ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے ان دونوں کے درمیان واضح فرق موجود ہے ہرگز

دونوں برابر نہیں ہیں اور جب ثابت ہوا کہ معبود ایک اللہ کی ذات ہے تو ثابت ہوا کہ ہر قسم کے تعریفی کلمات خاص اس کیلئے زبان سے نکالے جائیں جب کہ اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں کہ ایک اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے اس کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ مستقبل میں آپ نے موت سے ہمکنار ہونا ہے اور وہ بھی لازماً موت سے ہمکنار ہوں گے بعدازاں تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جھگڑا کرو گے جب کہ آپ ان پر غالب آ جائیں گے کہ آپ نے ان تک توحید کو پہنچایا لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا جب کہ ان کی عذرخواہی بھی قابل سماعت نہ تھی پیروکار لوگ اپنے لیڈروں سے کہیں گے ہم نے تمہاری اطاعت کی لیکن تم نے ہمیں گمراہ کیا اور لیڈر کہیں گے ہمیں شیطان اور ہمارے آباؤاجداد نے گمراہ کیا۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کیا ہے اس کا مال چھین لیا ہے تو وہ اس دنیوی زندگی میں اس سے معافی طلب کرے اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تو کسی کے پاس مال ودولت نہ ہوگی اگر عمل صالح ہے تو حق کے بقدر اس کا عمل صالح اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیا جائے گا جس پر اس نے ظلم کیا تھا اور اگر اعمال صالح نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیوں کو اس کے نامہ اعمال میں داخل کر دیا جائے گا۔[1]

ارشاد نبوی ہے آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے استفسار کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا جس کے پاس مال ودولت نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، زکوٰۃ روزوں کے ساتھ آئے گا لیکن کسی کو برا بھلا کہا ہوگا کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون گرایا ہوگا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اگر نیکیاں باقی نہ رہیں گے تو اس کے نامہ اعمال میں ان کی برائیوں کو ڈال دیا جائے گا پھر اسے دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔[2]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے کہا ہمارا پروردگار ایک ہمارا دین ایک ہمارا پیغمبر ایک تو یہ جھگڑا کیسا؟ جب کہ جنگ صفین کے موقعہ پر ہم نے ایک دوسرے پر تلوار کے ساتھ حملہ کیا تو ہم نے کہا آج کا دن وہی دن ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ: اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ مستقبل میں آپ نے موت سے ہمکنار ہونا ہے اور وہ بھی لازماً موت سے ہمکنار ہوں گے بعدازاں قیامت کے دن اپنے رب کی بارگاہ میں جھگڑا کرو گے جبکہ آپ ان پر غالب آ جائیں گے کہ آپ نے ان تک توحید کو پہنچایا لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا جبکہ انکی عذرخواہی بھی قابل سماعت نہ تھی اور پیروکار لوگ اپنے لیڈروں سے کہیں گے ہم نے تمہاری اطاعت کی لیکن تم نے ہمیں گمراہ کیا، لیڈر کہیں گے ہمیں شیطان اور ہمارے آباؤاجداد نے گمراہ کیا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کیا ہے اس کا مال چھین لیا ہے تو وہ اس دنیوی زندگی میں اس سے معافی طلب کرے اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تو کسی کے پاس مال و دولت نہ ہوگی اگر عمل صالح ہے تو حق کے بقدر اس کے عمل صالح اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیا جائے جس پر اس نے ظلم کیا تھا اور اگر اعمال صالحہ نہیں ہیں تو مظلوم کی برائیوں کو اس کے نامہ اعمال میں داخل کر دیا جائے گا۔[3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المظالم باب ۱۰، مسند احمد ۲/۵۰۶، المراغی ۸/۲۵۹ [2] صحیح مسلم کتاب البر باب ۱۵، صحیح ترمذی کتاب القیامۃ باب ۱ [3] صحیح بخاری کتاب المظالم باب ۱۰، مسند احمد ۲/۵۰۶، المراغی ۸/۲۵۶

تبصرہ برائے

نماز نبوی (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

مصنف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

اردو ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ)

صفحات: ۲۰۸ قیمت: ۱۰۰ روپے

ناشر صادق خلیل اسلامک لائبریری محلّہ رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد پاکستان

علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) کے نام اور کام سے ایک دنیا آگاہ ہے انہوں نے اپنے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق سے خدمت حدیث کا فریضہ ادا کر کے تاریخ اسلام میں انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں علامہ موصوف نے اسلامی احکام وقواعد اور تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بے شمار عنوانات پر لکھا اور بہت سی کتابیں تالیف کیں ان کے گوہر بار قلم سے کئی تحقیقی اور علمی کتب معرض وجود میں آئیں اور بہت سی کتب احادیث کو البانی مرحوم نے اپنی تحقیق سے آراستہ کیا۔

زیر تبصرہ کتاب نماز کے موضوع پر علامہ البانی صاحب کی نہایت عمدہ کاوش کا خوبصورت اردو ترجمہ ہے اس میں سنت نبوی کے مطابق نماز کا طریقہ اور مسائل احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں احادیث صحیحہ کی روشنی میں نماز کے موضوع پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔

اس کا اردو ترجمہ رواں، شگفتہ اور سلیس ہے جو مشہور مترجم، مصنف اور مفسر مولانا محمد صادق خلیل کے قلم کا رہین منت ہے اس ایڈیشن میں کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں جو اس کتاب کے نئے عربی ایڈیشن کے مطابق ہیں اس کے علاوہ اس اردو ایڈیشن میں حوالہ جات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کتاب کے آخر میں مراجع ذکر کئے ئے ہیں اس کے علاوہ آخر میں مصنف اور مترجم کے مختصراً حالات زندگی بھی شامل اشاعت ہیں۔

بلاشبہ نماز نبوی کا یہ جدید ایڈیشن بہت ہی اضافی خوبیوں اور ظاہری اور معنوی حسن سے آراستہ کر کے قائین کے خدمت مین پیش کیا جارہا ہے، کتاب کی طباعت، کاغذ، جلد بندی، کمپوزنگ اور خوبصورت ٹائٹل کے سلسلے میں اعلیٰ معیار کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے نماز کی درستی اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق نماز کی ادائیگی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔

(تبصرہ نگار: محمد رمضان یوسف سلفی، ایڈیٹر: صدائے ہوش

تبصرہ برائے کتاب

اذکار مسنونہ (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

یہ کتاب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) کی مرتب کردہ دعاؤں کا قابل قدر مجموعہ ہے اس کی تحقیق علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ) نے کی تھی۔

جب کہ اس کا ترجمہ وتہذیب مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ) نے فرمائی ہے اصل کتاب میں (۲۵۳) احادیث درج تھیں علامہ البانیؒ کی تحقیق سے کچھ احادیث میں ضعف پایا گیا لہٰذا انہیں رسالہ سے حذف کر دیا گیا باقی (۱۹۵) روایات کا ترجمہ دے دیا گیا ہے۔

پاکٹ سائز میں مستند دعاؤں کا یہ مجموعہ بہت عمدہ ہے

تبصرہ برائے کتاب

المسح علی الجوربین

علامہ جمال الدین قاسمی (رحمہ اللہ) شام کے نامور عالم دین تھے جنہوں نے خلافت عثمانیہ میں عمل بالقرآن والسنہ اور عدم تقلید کے لئے جدوجہد کی اور پھر انہیں قید وبند کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا، آپ بہت سی کتابوں کے مصنف اور محقق عالم دین ہیں۔

آپ نے زیرنظر رسالہ [**المسح علی الجو ربین**] یعنی جرابوں پر مسح کے مسئلہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جس طرح صحیح احادیث سے موزوں پر مسح ثابت ہے اسی طرح جرابوں پر بھی مسح صحیح احادیث سے ثابت ہے اور دین کی آسانیوں میں سے ہے، ارشاد نبوی ﷺ بھی ہے:

''تم آسانی دینے والے ہو، نہ کہ تنگی میں ڈالنے والے''

رسالہ ھذا واقعی بڑا علمی اور وقیع ہے علامہ احمد شاکر مصریؒ کے مقدمہ اور علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق وتعلیق نے اس کی افادیت کو مزید بڑھا دیا ہے، استاذ الاساتذہ مولانا مفتی عبدہ الفلاحؒ نے اس کا ترجمہ اور برادر مولانا عبدالحفیظ مدنی نے اسے بڑی عرق ریزی سے شائع کیا ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ رسالہ ہذا کو امت کے لئے نافع اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔ [تبصرہ نگار: محمد بلال حماد]

ضیاء السنة (ادارة الترجمه والتالیف) کی مطبوعات

☆عربی کتب

1:- تحفة الاحوذی(شرح جامع الترمذی ۵مجلدات)

2:-الصارم المنکی فی الرد علی السبکی (تالیف:شیخ الاسلام ابن تیمیه)

3:- اتمام الوفاء فی سیرة الخلفاء

4:- عرش الرحمن(تالیف:شیخ الاسلام ابن تیمیه)

5:- الرد علی الاتحادیین ووحدة الوجود(تالیف:شیخ الاسلام ابن تیمیه)

6:- الاحکام فی اصو ل الاحکام

☆مولانا محمد صادق خلیل (حفظہ اللہ) کے قلم سے تالیف کردہ مختصر رسائل

1:-حج کیسے کیا جائے

2:-رمضان المبارک کے احکام وفضائل

3:-فاتحہ خلف الامام

4:-اثبات رفع الیدین

5:-رکعات تراویح

6:-اسلام میں شب برأت کا تصور

☆اردو کتب

☆آئینہ ابوالکلام (رحمہ اللہ) مرتب عتیق صدیقی

☆علماء اہل حدیث کی تفسیری خدمات (مرتب ملک عبدالرشید عراقی)

☆**المسح علی الجوربین** (تالیف: علامہ جمال الدین قاسمیؒ تحقیق: علامہ البانیؒ (ترجمہ: مولانا محمد عبدہؒ)

☆اسلام میں سنت کا مقام (مرتب ملک عبدالرشید عراقی) زیر طبع

☆زیر طبع اردو تراجم

☆الترغیب والترهیب

☆الرد علی البکری(امام ابن تیمیةؒ)

☆احوال آخر الایام

☆قصیدة النونیة والمیمیة(امام ابن قیم (رحمہ اللہ)

☆آداب الزفاف (کتاب وسنت کی روشنی میں) تالیف: علامہ ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ)

استاذ العلماء شیخ الحدیث

مولانا محمد صادق خلیل ﴿حفظه الله﴾

کے رواں دواں اور شگفتہ قلم سے مزین عربی کتب کے اردو تراجم

☆نماز نبوی (اردو ترجمہ :صفة صلاة النبی)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ علیہ
☆حج نبوی (اردو ترجمہ :حجة النبی)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ علیہ
☆ قبروں پر مسجدیں اور اسلام (اردو ترجمہ: تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور المساجد)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ علیہ
☆احادیث ضعیفہ کا مجموعہ (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ علیہ
☆نماز تراویح (اردو ترجمہ : صلاة التراویح)	تالیف: علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ علیہ
☆افکار صوفیاء (اردو ترجمہ : الفکر الصوفی)	تالیف: الشیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق
☆امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا دور ابتلاء	تالیف: ڈاکٹر محمد نغش مصری
☆ روضہ اقدس کی زیارت (اردو ترجمہ:الرد علی الاخنائی)	تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ علیہ
☆عقیدہ اہلسنت والجماعت (اردو ترجمہ :شرح العقیدہ الواسطیہ)	تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ علیہ
☆اذکار مسنونہ (اردو ترجمہ:الکلم الطیب)	تالیف: شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ علیہ
☆اسلامی عقائد (شرح العقیدة الطحاویة)	تالیف: علامہ ابن ابی العز الحنفیؒ
☆محمد بن عبدالوہاب (رحمہ اللہ)	تالیف: احمد عبدالغفور عطار مدیر جریدہ عکاظ
☆مشکوٰۃ المصابیح (۵ مجلدات)	تالیف: شیخ ولی الدین الخطیب التبریزیؒ
☆ریاض الصالحین نووی (دو جلد)	تالیف: شیخ الاسلام امام شرف الدین النوویؒ
تفسیر اصدق البیان (۶ مجلدات)	مترجم ومفسر: مولانا محمد صادق خلیل

ناشر : ضیاء السنة: (ادارة الترجمہ والتالیف) رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد فون نمبر ۸۰۱۴۰۱۴ ے